تفسیر مدارک (اُردو)

مدارکُ التّنزیل وحقائق التّاویل

جلد اوّل

مؤلف

الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ

مترجم

اُستاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸-اردو بازار لاہور۔ پاکستان

فون: 37211788 , 37231788

تفسیر مدارک النسفی اردو

مدارک التنزیل وحقائق التأویل

جلد اوّل

از پارہ 1– تا –10

تألیف:

أبی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی

(ت ۷۱۰ ھ)

حققہ وخرج احادیثہ
یوسف علی بدیوی

راجعہ وقدم لہ
محی الدین دیب مستو

مترجم

استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قراء کرام کے اقوال، عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

مکتبۃ العلم
۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:7211788-7231788

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں۔
کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

نام کتاب .... تفسیر مدارک للنسفی اردو
تالیف: .... الشیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ
مترجم .... استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ
ناشر .... خالد مقبول
مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸۔ اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان 7211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

عرض ناشر

قرآن مجید وفرقان حمید سراپا معجزہ ہے، اس کے معانی کے ساتھ ساتھ اس کے الفاظ اور اس کی عبارتیں بھی معجزانہ ہیں، قرآن مجید اللہ کی آخری اور وہ عظیم المرتبت اور عالی شان کتاب ہے جسے اللہ رب العزت نے بقاء انسانی کے لیے بطور ضابطہ اور اساس نازل فرمایا۔

قرآن مجید سے پہلے کی کتب سماویہ جو سابقہ امم کو عطا ہوئیں وہ سب تحریف کا شکار ہوگئیں۔حتیٰ کہ آج ان میں سے کوئی کتاب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔جبکہ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے لیے خالق کائنات جل مجدہٗ نے فرمایا ہے۔

﴿انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحفظون﴾

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔''

قرآن مجید عربی میں نازل ہوا تھا۔اس وقت جو لوگ (صحابہ ﷺ) موجود تھے،عربی ان کی مادری زبان تھی۔اس لئے قرآن کے معانی ومطالب معلوم کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آتی تھی۔تاہم جہاں کہیں انہیں کوئی اشکال ہوتا تھا۔وہ خود رسول پاک ﷺ سے دریافت کرلیا کرتے تھے۔رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دوسرے بہت سے مناصب پر فائز کیا تھا وہاں ایک منصب عالی قرآن عزیز کے مفسر وترجمان ہونے کا بھی تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

﴿وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم﴾ (النمل:٤٤)

''اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا،تاکہ آپ اسے لوگوں پر واضح کریں۔''

چنانچہ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو کہ مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔

حفاظت قرآن کے وعدۂ خداوندی کی تکمیل یوں ہوئی کہ الفاظ کو تو حفاظ نے سینوں میں محفوظ کرلیا اور جہاں تک معانی قرآن کا تعلق ہے تو مفسر اعظم جناب رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک مفسرین کرام نے ان کی حفاظت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔چنانچہ ہر دور میں مفسرین نے اپنے ذوق اور علم کے مطابق چھوٹی بڑی تفاسیر لکھیں۔بہت سے علوم تفسیر میں گھل مل گئے۔جیسا کہ نحوی علماء نے تفاسیر لکھیں۔ان میں نحوی مسائل کو سامنے رکھا مثلاً ابوحیان کی تفسیر البحر المحیط۔علوم عقلیہ کے علماء نے جو تفاسیر

لکھیں ان میں فلسفہ کو مدنظر رکھا مثلاً امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر''۔صوفیاء نے علم تصوف پر مبنی تفاسیر لکھیں مثلاً ابن عربی کی تفسیر ابن عربی۔

زیر نظر تفسیر جناب ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی کی عظیم المرتبت تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف بہ تفسیر مدارک نسفی ہے۔امام نسفی مسلکاً حنفی تھے۔حدیث نبوی ﷺ اور اصول فقہ کے امام تھے اور کتاب اللہ کے بہترین مفسر تھے۔

مکتبۃ العلم لاہور کو جو عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی اشاعت وترویج میں بڑی عرق ریزی سے کوشاں ہے اس سے پہلے کتب احادیث سنن ابوداؤد (مترجم)، سنن نسائی (مترجم)، سنن ابن ماجہ (مترجم)، جامع ترمذی (مترجم)، موطا امام محمد (مترجم) اور دلیل الفالحین اردو شرح ریاض الصالحین تفسیر انوار البیان اردو پہلی بار کمپیوٹر کمپوزنگ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اسی طرح الحمدللہ پہلی بار تفسیر مدارک جو کہ فقہ حنفی کی بہترین تفسیر ہے کو اردو قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس تفسیر میں درج ذیل خصوصیات ہیں

① الفاظ قرآنی کی لغوی اور شرعی تشریح

② ہر آیت کے بارے میں قراء کے اقوال

③ عربی ضرب الامثال کا جا بجا ذکر۔

④ ملحدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔

⑤ احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال۔

اس میں قرآنی عربی (کتابت شدہ) لگا کر مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ لگا دیا گیا ہے جو کہ عام فہم اور آسان ترجمہ ہے۔

آخر میں استدعا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ بندہ کے والدین کو جنہوں نے مجھے قرآن وحدیث کے کام کی طرف نہ صرف رغبت دلائی بلکہ قدم قدم پر راہنمائی بھی فرمائی (جو الحمدللہ ہنوز جاری ہے) ان کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کریں۔اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں دامے درمے سخنے شامل ہونے والے تمام احباب کو اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے کام کی اور زیادہ توفیق ورغبت عطاء فرمائے۔

طالب دعا

خادم العلم والعلماء

خالد مقبول

فہرست

پارہ : ١

سورۃ الفاتحہ : ١

اسمائے سورت اوران کی وجوہ ---------- ۴۳
تعدادِ آیات ---------- ۴۴
اختلافِ قراء اوران کے دلائل ---------- "
دلائل شوافع رحمہم اللہ نمبرا ---------- "
دلائل احناف رحمہم اللہ ---------- "
جواب روایت ---------- ۴۵
اصول ---------- "
عادتِ مشرکین ---------- "
ایک اعتراض اوراس کا جواب ---------- "
لفظ اسم کی تحقیق ---------- ۴۶
لفظ اللہ کی تحقیق ---------- ۴۷
علماءنحو کا اختلاف ---------- "
اشتقاق کا معنی ---------- "
دوسرا قول ---------- "
اختلافِ قراءت ---------- "
لفظ رحمٰن ورحیم کی تحقیق ---------- "
رحمت کا مطلب ---------- ۴۸
مسیلمہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول ---------- "
نحوی اختلاف، رحمان نمبرا ---------- "
حمد کی تشریح ---------- ۴۹
مرفوع کی وجہ ---------- "
حمد ومدح وشکر میں فرق ---------- "
شکر ومدح کا فرق ---------- "
رب اور عالمین کا معنی ---------- "
طریق استعمال ---------- ۵۰
قیامت کا دن کیا ہے؟ ---------- "
عبادت کا معنی ---------- ۵۱
غائب سے خطاب ---------- "
خاص نکتہ ---------- ۵۲
نکتہ ---------- "
ہدایت وصراط کا مطلب ---------- "
فائدۂ تاکید ---------- ۵۳
معروف اشکال ---------- "
مرادِ غضب اللہ ---------- ۵۴
معنی آمین..... قول ابن عباس رضی اللہ عنہ ---------- "
تحقیق لفظ ---------- "

سورۃ البقرۃ : ٢

حروفِ مقطعات کی بحث ---------- ۵۵
جمہور علماء کا قول ---------- ۵۶
بعض دوسروں کا قول ---------- "
دیگر بعض کا قول ---------- "
دلیلِ اعجاز کا دوسرا انداز ---------- ۵۷
تعدادِ حروف ---------- "
غرضِ تکرار ---------- ۵۸
طرز میں فرق کی وجہ ---------- "

ابتداء میں طرز ---------- "
دوسرا قول ---------- "
ایک اور قول ---------- ۵۹
اسم اشارہ کی تذکیر ---------- "
المواسم اشارہ کو ملانے کی وجہ ---------- "
ریب کا مفہوم و معنی ---------- "
الریب کی حقیقت ---------- "
وقف کے متعلق مشہور قول ---------- ٦٠
تعریفِ ہدایت ---------- "
عنوان کا فرق ---------- ٦١
تراکیب ---------- "
انوکھا اندازِ بلاغت ---------- ٦٢
نکتہ عظیمہ ---------- "
اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر ---------- "
اقامت کا مطلب ---------- ٦٣
معنی صلٰوۃ ---------- "
انفاق سے مراد ---------- ٦٤
قاعدہ ---------- "
نکتہ ---------- "
تذکرۂ قرآن وکتب سابقہ ---------- ٦٥
قراءت ---------- ٦٦
علٰی کی حکمت ---------- "
مقدر سوال کا جواب ---------- ٦٧
فلاح کیا ہے؟ ---------- "
عدم عطف کی وجہ ---------- ٦٨
قاعدہ ---------- ٦٩
سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ---------- "
حکمت اور انذار ---------- "
تفسیر ختم ---------- "
ختم وطبع کا نتیجہ ---------- "
معتزلہ کا مذہب ---------- "
سمع کی مراد ---------- ٧٠
شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول ---------- "
عظیم وکبیر کا فرق ---------- ٧١
نکرہ لانے کی وجہ ---------- "
تذکرۂ منافقین ---------- "
قول مجاہد ---------- "
انسان کی وجۂ تسمیہ ---------- ٧٢
وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرۃ ---------- "
ایک نکتہ ---------- "
ردِ کرامیہ ---------- ٧٣
یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ ---------- "
مخادعت کا معنی ---------- "
صاحب الوقوف کا قول ---------- ٧٤
نفس کی مراد ---------- "
نتیجہ ---------- ٧٥
معنی شعور ---------- "
مریض ---------- "
نحویوں کا قول ---------- ٧٦
دیگر قراء ---------- "
اصلاح وفساد ---------- "
ایک قاعدہ ---------- ٧٧
ایک عبرت ---------- ٧٨
ایک سوال ---------- "
الف لام ---------- "
فرق کی وجہ ---------- "
نحوی تحقیق ---------- ٧٩
شیاطین کون ---------- "

سیبویہ کا قول ---------- "
استہزاء کامفہوم ---------- ۸۰
الاستہزاء ---------- "
امام زجاج ---------- "
ایک سوال ---------- ۸۱
مسئلہ بیع تعاطی ---------- "
تجارت کیا ہے؟ ---------- ۸۲
تجارت کاریگری۔ تاجر کا فن ---------- "
مفہوم آیت ---------- "
مثال کی غرض اور حقیقت ---------- ۸۳
مثل کا معنی ---------- "
نور وضوء کا معنی ---------- "
وجۂ ذکر ---------- ۸۴
نحوی اشارے ---------- "
تفسیر اول ---------- "
تفسیر دوم ---------- ۸۵
تشبیہ بلیغ ---------- "
لوٹنے کا مطلب ---------- "
دوسری تمثیل ---------- ۸۶
مراد ---------- "
تشبیہ مرکب ---------- "
اولانے کی حکمت ---------- ۸۷
رعد و برق کی حقیقت ---------- ۸۸
صاعقۂ آسمانی ---------- ۸۹
کلما اور اذا کا فرق ---------- ۹۰
سابقہ سے ربط ---------- ۹۱
خطابِ عام ---------- "
یاربّ کا مطلب ---------- ۹۲
ابن عباس ﷠ کا قول ---------- "
تعریفِ خلق ---------- "
دلیلِ تخلیق ---------- ۹۳
لعل کا استعمال ---------- "
حکمتِ تدریج ---------- "
نحوی تحقیق ---------- ۹۴
معنی ند ---------- "
فائدہ عطف ---------- ۹۵
عبد کی تعریف ---------- "
نزلنا کی حکمت ---------- "
مقولہ کفار ---------- "
لفظ سورۃ کی تحقیق ---------- "
فقہاء کی باریک بینی ---------- ۹۶
نحوی تحقیق ---------- ۹۷
شہداء کا مطلب ---------- "
سابقہ آیات سے ربط ---------- ۹۸
دو دلائل ---------- "
کلمہ شک کی وجہ ---------- "
فائدہ ایجاز ---------- ۹۹
ایک سوال ---------- "
سابقہ آیات سے ربط ---------- ۱۰۰
بشارت ---------- "
نحوی تحقیق ---------- ۱۰۱
تعریف بشارت ---------- "
ایک اعتراض ---------- "
مرادِ صالحات ---------- "
ایک اعتراض ---------- "
جنت کا معنی ---------- ۱۰۲
تفسیر تجری ---------- "
الانہار کی وجہ تعریف ---------- "

ایک نکتہ ---- ۱۰۳
من ابتدائیہ ---- "
مشابہت تامہ ---- "
ہٗ کا مرجع ---- "
مانوس رزق ---- ۱۰۴
طہارت کا مطلب ---- "
تردید جہمیہ ---- ۱۰۵
سابقہ آیات سے ربط ---- "
حیاء کی اصل تعریف ---- ۱۰۶
مفہوم ضرب مثل ---- "
فوقیت کا مطلب ---- "
تفسیر فَاَمَّا الَّذِیْنَ ---- ۱۰۷
تفسیر آیت ---- "
نحوی لطائف ---- "
معتزلہ کا عقیدہ ---- ۱۰۸
کثرت کا معنی ---- "
مقصدِ تمثیل ---- ۱۰۹
مؤمن و کافر کے مزاج میں فرق ---- "
مفہوم فسق ---- "
قطع کی حقیقت ---- ۱۱۱
تعریف امر ---- "
نوعیت نقصان ---- "
مقصدِ استفہام ---- "
فاء اور ثم کا فرق ---- ۱۱۲
کفرانوکھا ہے ---- "
لام کی حکمت ---- "
مرادِ تسویہ ---- ۱۱۳
سابقہ آیات سے ربط ---- ۱۱۴
خلیفہ کی تفسیر ---- "
سببِ قول ---- ۱۱۵
فائدہ واو حالیہ ---- "
تقدیس کا معنی ---- "
اہم تنبیہ ---- ۱۱۶
تعلیم اسماء کا مطلب ---- "
استخلاف میں علمی فوائد ---- ۱۱۷
نکتہ عجیبہ ---- "
سجدہ کی حقیقت ---- ۱۱۸
کونسا مستثنیٰ ہے؟ ---- ۱۱۹
جنت کی تحقیق ---- ۱۲۰
معتزلہ کا قول ---- "
نکتہ ---- "
لغزش کی وضاحت ---- ۱۲۱
زلہ کے لفظ کی تفسیر ---- "
رابطہ کس طرح؟ ---- ۱۲۲
مخاطب کون؟ ---- "
محبوب کلام ---- ۱۲۳
اتیان کی مراد ---- ۱۲۴
تفسیر یبنی اسرائیل کی ---- ۱۲۵
انعامات کی مراد ---- "
فائدہ اضافت ---- "
اہل اشارہ کا قول ---- "
نحوی تحقیق ---- ۱۲۶
ایک تعریض ---- "
ثمن قلیل کی مراد ---- ۱۲۷
کتمان ولبس کا معنی ---- "
رکوع کی مراد ---- ۱۲۸
برّ کا مفہوم ---- "
وعید یا تبکیت ---- ۱۲۹

صبر واستعانت	"
مرجع ضمیر	"
اللقاء کی تفسیر	۱۳۰
معتزلہ کا جواب	۱۳۱
جمع کی حکمت	"
سوم کا مفہوم	۱۳۲
سوءعذاب کی مراد	"
فرقان کا معنی	۱۳۵
قوم سے مراد	"
قتل کا مفہوم	۱۳۶
تین فاء	"
دلیل معتزلہ	۱۳۷
وجوہ سزا	"
آیت ۵۸	۱۳۸
تفسیر حطّۃ	۱۳۹
اضافہ کا مطلب	"
بدلنے کی تشریح	"
تفسیر آیت ۶۰	۱۴۰
پتھر سے مراد کونسا	"
طعام واحد کا مطلب	۱۴۲
بقل کی تفسیر	"
تسلط ذلت	۱۴۳
معنی آیت	۱۴۴
النبی کی تحقیق	"
حدود سے تجاوز	"
نصرانی کی وجہ	۱۴۵
نحوی تفسیر	"
رفع طور	۱۴۶
فضل ورحمت	۱۴۷
سبت کی تشریح	"
مراد متقی	۱۴۸
ظروف کا حکم	"
حقیقت واقعہ	۱۴۹
ایک سوال وجواب	۱۵۰
وجہ فارض	"
استفہام ونحو	۱۵۱
سرور کیا ہے؟	"
ان شاء اللہ کی برکت	۱۵۲
شیۃ کا مفہوم	"
تفسیر وما کادوا	"
وجود فعل سے پہلے نسخ	۱۵۳
ٹالنا کیا ہے؟	"
صرف	"
اضربوہ کی ضمیر	۱۵۴
تفسیر آیت ۷۳	"
انداز دلیل	"
خصوصی نکات	"
تنبیہ عجیب	۱۵۵
عجیب نکتہ	"
تفسیر آیت ۷۴	۱۵۶
نحوی لطائف	"
سختی کا بیان	۱۵۷
خشیت کی حقیقت	"
تفسیر آیت ۷۵	۱۵۸
تحریف ان کی عادت	"
امانی کی تفسیر	۱۶۰
سابقہ آیات سے ربط	۱۶۱
ام کی اقسام	۱۶۲

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ---------- ۱۶۳
ردِ خوارج ---------- "
تفسیر آیت ۸۲ ---------- ۱۶۴
تفسیر آیت ۸۳ ---------- "
خبر بصورتِ نہی ---------- "
یتیم کا معنی ---------- "
قتل واخراج نفس کی تفسیر ---------- ۱۶۵
تفسیر شہادۃ ---------- ۱۶۶
ھو ضمیر کی وضاحت ---------- ۱۶۷
چار قول ---------- "
تفسیر آیت ۸۵ ---------- "
تفسیر آیت ۸۶ ---------- ۱۶۸
تفسیر آیت ۸۷ ---------- ۱۶۹
مراد بینات ---------- "
القدس کا معنی ---------- "
ایک نکتہ ---------- ۱۷۰
غلف کی تفسیر ---------- "
قلیل کا مفہوم ---------- ۱۷۱
معنی استفتاح ---------- ۱۷۲
اسم ظاہر کا نکتہ ---------- "
ان کا معنی ---------- "
پے در پے غضب ---------- ۱۷۳
تفسیر آیت ۸۱ ---------- "
مقولہ یہود کا رَد ---------- ۱۷۴
صورتِ مطابقت ---------- ۱۷۵
بچھڑے کی محبت کا رچنا ---------- "
اضافت تھکم ---------- "
مشتاقانِ موت ---------- ۱۷۶
تہدیدِ کفار ---------- ۱۷۷
الگ تذکرہ کی وجہ ---------- "
شدتِ حرص ---------- ۱۷۸
ضمیر کا مرجع ---------- "
تفسیر آیت ۹۷ ---------- ۱۷۹
حجت باز یہودی ---------- "
خصوصیتِ قلب کی وجہ ---------- ۱۸۰
جواب شرط بنائیں ---------- "
فرقہ شیعہ باطنیہ کا ہذیان ---------- "
وجوہ قراءت ---------- ۱۸۱
کتب اللہ سے مراد ---------- ۱۸۳
اعراض کی تمثیل ---------- "
عہدِ سلیمانی میں شیاطین کی حرکات ---------- "
عطف کہاں ہے؟ ---------- ۱۸۴
شیخ ماتریدی کا قول ---------- "
من گھڑت حکایت کا رَد ---------- "
نحوی حکایت ---------- ۱۸۵
اہلسنّت ---------- "
تفسیر آیت ۱۰۳ ---------- ۱۸۶
کنایت ثواب ---------- "
راعنا کی وجہ ممانعت ---------- ۱۸۷
اقسام من ---------- "
لغوی معنی ---------- ۱۸۸
شرعی تعریف ---------- "
محل نسخ ---------- ۱۸۹
شرط نسخ ---------- "
نسخ کی صورت ---------- "
تفسیر آیت ۱۰۷ ---------- "
تفسیر آیت ۱۰۸...... بیجا سوالات کی ممانعت ---------- ۱۹۰
تفسیر آیت ۱۰۹ ---------- ۱۹۱

تفسیر آیت ۱۱۰ ---------- ۱۹۲
ادعاء یہود ونصاریٰ ---------- "
باطل تمنا ---------- ۱۹۳
مذمت اہل کتاب ---------- "
تفسیر آیت ۱۱۳ ---------- ۱۹۴
توبیخ اہل کتاب ---------- "
نحوی تراکیب ---------- ۱۹۵
ایک مسئلہ ---------- "
جمع کی وجہ ---------- "
عاجزانہ داخلہ کی اجازت ---------- ۱۹۶
اشتباہ قبلہ کا حکم ---------- ۱۹۷
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جہت قبلہ ---------- "
کل کی نحوی تحقیق ---------- ۱۹۸
تفسیر آیت ۱۱۷ ---------- ۱۹۹
جلد وقوع کی تمثیل ---------- "
قولِ فیصل ---------- "
تفسیر آیت ۱۱۸ ---------- ۲۰۰
تفسیر آیت ۱۱۹ ---------- ۲۰۱
دو تفسیریں ---------- "
تفسیر آیت ۱۲۰ ---------- ۲۰۲
یہود کے دخولِ اسلام سے مایوسی ---------- "
تفسیر آیت ۱۲۰ ---------- "
تفسیر آیت ۱۲۱ ---------- "
حق تلاوت کا مطلب ---------- ۲۰۳
تفسیر آیت ۱۲۲ ---------- "
تفسیر آیت ۱۲۳ ---------- ۲۰۴
بارِ دیگر لانے کی وجہ ---------- "
نتیجہ ابتلاء ---------- "
اکثر مفسرین کا قول ---------- ۲۰۵
سنن ---------- "
سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ---------- "
مسلمانوں کا مقتدی کافر نہیں ہوسکتا ---------- ۲۰۶
معتزلہ کا قول ---------- "
ملتجی فی الحرم کی دلیل ---------- "
مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد ---------- ۲۰۷
طہارت کا معنی ---------- "
بَلَدًا اٰمِنًا کا مطلب ---------- ۲۰۸
تفسیر آیت ۱۲۹ ---------- ۲۰۹
مرادامت ---------- ۲۱۰
سوال کا مدلل جواب ---------- "
تفسیر آیت ۱۲۹ ---------- "
تفسیر آیت ۱۳۰ ---------- ۲۱۱
نحوی تراکیب ---------- ۲۱۲
مفاہمت کا مفہوم ---------- "
ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا حکم ---------- "
تفسیر آیت ۱۳۱ ---------- "
مرجع ضمائر ---------- ۲۱۳
چُنا ہوا دین ---------- "
ثابت قدمی کا حکم ---------- "
تفسیر آیت ۱۳۳ ---------- ۲۱۴
ام کی اقسام ---------- "
مَا کی تفصیل ---------- "
الہ کو دوبارہ لانے کی وجہ ---------- "
نحوی لطائف ---------- "
غیر کی کمائی کام نہ آئے ---------- ۲۱۵
حنیف کا مفہوم ---------- ۲۱۶
تعریض بر مشرکین ---------- "
سبط کی تفسیر ---------- ۲۱۷

تفسیر آیت ۱۳۶ ---------- "
مثل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال ---------- "
انحراف کا مطلب ---------- ۲۱۸
غلبہ اہل کتاب ---------- "
ممانعت و وعید ---------- "
صبغة اللّٰه مراد حقیقی ---------- ۲۱۹
عطف آمنا پر ---------- "
بعض کا قول ---------- "
تفسیر آیت ۱۳۹ ---------- ۲۲۰
اَمْ کونسا ہے؟ ---------- ۲۲۱
ملتِ حنیفی کا چھپانے والا ظالم ---------- "
ما کسبت کا کا مقصد ---------- "

پارہ ۲

تفسیر آیت ۱۴۲ ---------- ۲۲۲
سفیہ کی مراد ---------- "
قبلہ کا معنی ---------- "
درست قبلہ؟ ---------- ۲۲۳
تفسیر آیت ۱۴۳ ---------- "
امتِ وسط کا معنی ---------- "
سب سے بہتر قبلہ ---------- "
وسط کی تفسیر دوم ---------- "
علت امتِ وسط ---------- ۲۲۵
لفظ علیٰ کا راز ---------- "
ایک اور تفسیر ---------- "
قول شیخ ابو منصور رحمہ اللہ ---------- "
القبلہ کی مراد ---------- "
نعلم کی تفسیر ---------- ۲۲۶
قول شیخ ابو منصور رحمہ اللہ ---------- "
دیگر اقوال ---------- "
لکبیرہ کی تفسیر ---------- ۲۲۷
ایمان سے مراد نماز ہے ---------- "
توقع رسول اللہ ﷺ ---------- "
شطر کا معنی ---------- ۲۲۸
واحدی کا قول ---------- "
اختلاف قراءت ---------- "
عنادی لوگ ---------- ۲۲۹
تمنائے یہود کا جواب ---------- "
ثبات پر اُبھارنا ---------- ۲۳۰
خطاب بامت ---------- "
تفسیر آیت تفسیر ---------- "
الحق کی مراد ---------- "
تفسیر آیت ۱۴۸ ---------- ۲۳۱
مرجع ضمیر ---------- "
سبقت کی تفسیر میں اقوال ---------- ۲۳۲
دوسرا قول ---------- "
تفسیر آیت ۱۴۹ ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۰..... وجہ تاکید ---------- ۲۳۳
ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے ---------- "
ظالم سے مراد کون؟ ---------- "
طعن سے مت گھبراؤ ---------- "
نحوی تحقیق ---------- ۲۳۴
تفسیر آیت ۱۵۱ ---------- "
کاف کا تعلق ماقبل سے ہے یا مابعد سے ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۲..... ذکر کی بابت چھ اقوال ---------- ۲۳۵
تفسیر آیت ۱۵۳ ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۴ شہدائے بدر ---------- "
عدم شعور کی تفسیر ---------- ۲۳۶

معمولی مصائب سے آزمائش ---------- "
صبر والے لوگ ---------- ۲۳۷
کم کا مخاطب ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۶ ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۷ ---------- ۲۳۸
رحمت وصلوٰۃ کے جمع کی حکمت ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۸ ---------- "
لاجناح سے نفی گناہ ---------- ۲۳۹
● نکتہ فقہیہ ---------- "
● نکتہ فقہیہ ---------- "
تفسیر آیت ۱۵۹ ---------- "
مستحقین لعنت ---------- "
کیا الناس سے مؤمن وکافر دونوں مراد ہیں ---------- "
تفسیر آیت ۱۶۲...... ینظرون کا معنی ---------- ۲۴۱
تفسیر آیت ۱۶۳ ---------- "
توحید کے دلائل عقلیہ ---------- ۲۴۲
ہواؤں کے پھرنے کا معنی ---------- ۲۴۳
عظیم فائدہ ---------- "
موحد ومشرک کا انداز محبت ---------- "
اختلاف قراءت ---------- ۲۴۴
ناقابل بیان حسرت ---------- "
تفسیر آیت ۱۶۶ ---------- ۲۴۵
اختلاف قراءت ---------- "
تعریف سبب ---------- "
تفسیر آیت ۱۶۷...... اعمال پر حسرتیں ---------- "
تفسیر آیت ۱۶۸ ---------- ۲۴۶
اختلاف قراءت ---------- ۲۴۷
ظاہری تضاد کا ازالہ ---------- "
تفسیر آیت ۱۶۹ ---------- "
سوء وفحشاء کا فرق ---------- "
تفسیر آیت ۱۷۰ ---------- ۲۴۸
تفسیر کا مرجع ---------- "
سابقہ آیات سے ربط ---------- ۲۴۹
تفسیر آیت ۱۷۱ ---------- "
مفہوم آیت ---------- "
نعق ونداء میں فرق ---------- "
سابقہ آیات سے ربط تفسیر آیت ۱۷۲ ---------- ۲۵۰
ماقبل سے ربط...... تفسیر آیت ۱۷۳ ---------- "
میتہ کی تعریف ---------- ۲۵۱
دودم حلال ---------- "
نحو وقراءت ---------- "
باغی کا معنی ---------- "
اکل بطن کی تشریح ---------- ۲۵۲
کلام سے مراد ---------- ۲۵۳
تفسیر آیت ۱۷۵ ---------- "
استفہام توبیخی ---------- "
تفسیر آیت ۱۷۶ ---------- "
شقاق بعید کا مطلب ---------- "
تفسیر آیت ۱۷۷ ---------- ۲۵۴
اصلی بر کیا ہے؟ ---------- "
اختلاف قراءت ---------- ۲۵۵
ضمیر کے مراجع ---------- "
مسکین کی تعریف ---------- "
یہاں زکوٰۃ سے مراد ---------- ۲۵۶
طرز جاہلیت ---------- ۲۵۷
مفہوم قصاص ---------- "
عفو کی تحقیق ---------- "
حضرت امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ---------- ۲۵۸

قولِ جمہور ---- "
الاخ لانے کی حکمت ---- "
دوسرا قول ---- "
دلالتِ آیت ---- ۲۵۹
تعدی کی تفسیر ---- "
تفسیر آیت ۱۷۹ ---- "
قصاص بڑی زندگی ہے ---- "
تفسیر آیت ۱۸۰ ---- ۲۶۰
مال کو خیر فرمایا ---- "
وصیتِ وارث ---- "
تفسیر آیت ۱۸۱ ---- ۲۶۱
تفسیر آیت ۱۸۲ ---- "
خوف کا مطلب ---- "
جنف و اثم کا فرق ---- "
ہر تبدیلی باطل نہیں ---- ۲۶۲
تفسیر آیت ۱۸۴ ---- "
فرضیتِ روزہ ---- ۲۶۳
روزہ ذریعہ تقویٰ ---- "
حکم مریض ---- "
اختلافِ قراءت ---- ۲۶۴
تفسیر و تفسیر ---- "
رمضان کی وجہ تسمیہ ---- ۲۶۵
قراءت القرآن کا لفظ ---- "
افطار مرض و سفر میں مباح ہے ---- ۲۶۶
حکم شکر ---- "
عجیب ترتیب ---- "
تفسیر آیت ۱۸۶ ---- ۲۶۷
مراد قرب ---- "
اختلافِ قراءت ---- "
اجابت کے رخ ---- "
لباس سے تشبیہ کی وجہ ---- ۲۶۹
تلاش کا مطلب ---- "
دھاگے کی مشابہت ---- ۲۷۰
مسئلۂ عجیب ---- "
آیت سے ماخوذ مسائل ---- "
ناحق فیصلے کی مذمت ---- ۲۷۱
چاند ذریعۂ وقت ہے ---- ۲۷۲
طریق انصار ---- ۲۷۳
اختلافِ قراءت ---- "
افعالِ الٰہی میں حکمت ---- "
مفہوم آیت میں چار اقوال ---- ۲۷۴
حد سے نہ بڑھنے کا مطلب ---- ۲۷۵
تفسیر آیت ۱۹۱ ---- "
وعدۂ الٰہی ---- "
فتنہ سے مراد ---- "
اختلافِ قراءت ---- ۲۷۶
تفسیر آیت ۱۹۲ ---- "
ظالم سے مراد ---- "
تفسیر آیت ۱۹۴ ---- ۲۷۷
تفسیر آیت ۱۹۵ ---- ۲۷۸
ترک انفاق ممنوع ہے ---- "
تکمیل کا حکم ---- ۲۸۰
احصار کا مفہوم ---- "
مقام ذبح کونسا ہے؟ ---- "
نفع اٹھانا کیا ہے؟ ---- ۲۸۱
ہدی کے بدلے دس روزے ---- "
فائدۂ توقیت ---- ۲۸۳
فسوق کی وضاحت ---- "

ایک سوال کا جواب	"
اختلافِ قراءت	۲۸۴
بہترین زادِراہ	"
حج میں تجارت ممنوع نہیں	"
عرفات جمع ہے	۲۸۵
دلیل فرضیت عرفات	"
مشعرحرام کو جمع کہنے کی وجہ	"
ان مخففہ	"
تفسیر آیت ۱۹۹	۲۸۶
افاضہ کا معنی	"
معافی مانگو	"
تفسیر آیت ۲۰۰	"
طریقۂ جاہلیت	۲۸۷
طریقۂ جاہلیت	"
دُنیا کے طالب	"
آخرت کی بھلائی	"
نار سے مراد	"
دُعا کمائی ہے	۲۸۸
سرعتِ حساب	"
تفسیر آیت ۲۰۳	"
مراد ذکر	۲۸۹
نفی گناہ کی وجہ	"
دعویٰ محبت سے مقصود دُنیا	۲۹۰
نحوی لطائف	"
فسادی منافق	"
جاہلی غیرت کی مذمت	۲۹۱
اختلافِ قراءت	۲۹۲
معجزات و دلائل	۲۹۴
اسبابِ ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا	"
تفسیر آیت ۲۱۲	۲۹۵
دُنیا کا پسندیدہ بنایا جانا	"
ہر توسع نعمت ہے	"
تفسیر آیت ۲۱۳	۲۹۶
اُمت سے مراد دین ہے	۲۹۷
دوسرا قول	"
بے قراری انتہاء کو	۲۹۹
اختلافِ قراءت	"
صراحتِ مصارف میں حکمت	۳۰۰
تفسیر آیت ۲۱۶	"
صفت سے مقصود اظہارِ مبالغہ	"
اللہ جل شانہٗ جو فرمائیں کر ڈالو	۳۰۱
تفسیر آیت ۲۱۷	"
سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۳۰۲
حدیبیہ میں روکنا	"
پیشینگوئی	۳۰۳
آیت کا مطلب	"
کفر سے مراد ارتداد ہے	"
استدلال امام شافعی رحمہ اللہ	۳۰۴
تفسیر آیت ۲۱۸	"
واقعہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۳۰۵
واقعہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	۳۰۶
ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ	"
میسر کا مآخذ	"
جوئے کے تیر	"
لین دین کے متعلق سوال	۳۰۷
تفسیر آیت ۲۲۰	"
مداخلت برائے احتیاج	۳۰۸
تفسیر آیت ۲۲۱	۳۰۹

جامع العلوم ---------- ۳۱۰
ان سے رشتہ قطع کریں ---------- "
ان سے موالات واجب ہے ---------- "
اعتزالِ عورت کا دائرہ ---------- ۳۱۱
امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صورتِ جمع ---------- ۳۱۲
مقصودِ جماع بقائے نسل ہے ---------- "
بلاغت ---------- ۳۱۳
تعلیم آداب ---------- "
عجیب نکتہ ---------- "
عرضہ کی تفسیر ---------- ۳۱۴
قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا ---------- "
لام کی دو قسمیں ---------- "
تفسیر آیت ۲۲۵ ---------- ۳۱۵
یمین لغو ---------- "
یمین غموس اور مؤاخذۂ آخرت ---------- "
تفسیر آیت ۲۲۶ ---------- ۳۱۶
ایلاء کی تحقیق ---------- "
تفسیر آیت ۲۲۷ ---------- "
قولِ شافعی رحمہ اللہ ---------- "
شاندار جواب ---------- ۳۱۷
امر بصورتِ خبر ---------- "
قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل ---------- ۳۱۸
اس معنی کے تین دلائل عقلیہ ---------- "
کتمان کی مراد ---------- ۳۱۹
لفظ زوج کی حکمت ---------- "
طرفین کے حقوق و فرائض ---------- "
بالمعروف سے مماثلت فی الاصلاح مراد ہے ---------- "
تفسیر آیت ۲۲۹ ---------- ۳۲۰
طلاقِ بدعت ---------- ۳۲۱
تیسری طلاق اور خلع ---------- "
حدود اللہ کی مخالفت ---------- ۳۲۲
نحو و قراءت ---------- "
تفسیر آیت ۲۳۰ ---------- "
خلع طلاق بدل ---------- "
تعبیری حکمت ---------- ۳۲۳
تفسیر آیت ۲۳۱ ---------- "
لفظ اجل کا معنی ---------- ۳۲۴
حسن معاشرت کا حکم ---------- "
خاتمہ رواج ---------- "
تاکید عمل ---------- "
تفسیر آیت ۲۳۲ ---------- ۳۲۵
بلوغ کا معنی ---------- "
عجیب استنباط ---------- "
واقعۂ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ---------- ۳۲۶
تفسیر آیت ۲۳۳ ---------- ۳۲۷
باپ کی ذمہ داری ---------- ۳۲۸
مولود لہ کی تعبیر میں حکمت ---------- "
نحو و قراءت ---------- "
ضرر کی صورتیں ---------- ۳۲۹
نسبت میں حکمت ---------- "
وارث کی تفسیر ---------- "
مصنف کا ذوقِ سلیم ---------- ۳۳۰
اضافت عدمی کا فائدہ ---------- "
انتظار کا مطلب ---------- ۳۳۱
تذکرہ میں لیالی کا لحاظ ---------- "
تفسیر آیت ۲۳۵ ---------- ۳۳۲
تعریض و کنایہ کا فرق ---------- "
عزم فعل کی طرح ہے ---------- ۳۳۳

تفسیر آیت ۲۳۶ ---------- ۳۳۴

اختلاف قراءت ---------- "

غیر موطوءہ کا مہر ---------- ۳۳۵

مستحب کی [illegible] ---------- "

صیغوں میں فرق ---------- ۳۳۶

نکاح کی گرہ والا ---------- "

ایک اہم سوال ---------- "

مقام عفو ---------- "

تفسیر آیت ۲۳۸ ---------- ۳۳۷

نمازِ عصر کی عظمت ---------- "

تفسیری اقوال ---------- "

قنوت قیام ہے ---------- ۳۳۸

تفسیر آیت ۲۳۹ ---------- "

تفسیر آیت ۲۴۰ ---------- ۳۳۹

نحو و اختلافِ قراءت ---------- "

منسوخ و ناسخ کا ذکر ---------- "

تفسیر آیت ۲۴۱ ---------- ۳۴۰

تفسیر آیت ۲۴۲ ---------- "

تفسیر آیت ۲۴۳ ---------- ۳۴۱

دیار سے مراد ---------- "

موت، موت میں فرق ---------- "

آمادگی بر جہاد ---------- ۳۴۲

قرض کہنے کی حکمت ---------- ۳۴۳

تفسیر آیت ۲۴۶ ---------- ۳۴۴

واقعۂ بنی اسرائیل ---------- "

قصہ خروج بنی اسرائیل ---------- ۳۴۵

دُنیا پرستوں کا مزاج ---------- ۳۴۷

حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں ---------- "

بڑا ماہر ---------- "

تفسیر آیت ۲۴۸ ---------- ۳۴۸

صندوق سکینہ ---------- "

فرشتے تابوت لائے ---------- "

تعدادِ لشکر ---------- ۳۴۹

دریائے فلسطین ---------- ۳۵۰

جابر جالوت ---------- "

تفسیر آیت ۲۵۰ ---------- ۳۵۱

تفسیر آیت ۲۵۱ ---------- "

فیصلہ قضاء و قدر ---------- " ۳۵۲

تذکرہ داؤد علیہ السلام ---------- "

ملک سے مراد ----------

فساد کا مطلب ---------- "

آیات کا مفہوم ---------- ۳۵۳

دلیل رسالت ---------- "

پارہ ۳

تفسیر آیت ۲۵۳ ---------- ۳۵۴

طاعات میں تفاوت ---------- "

بلند درجات سے مراد ---------- ۳۵۵

کفر کا مطلب ---------- "

تردیدِ معتزلہ ---------- ۳۵۶

ثبوتِ ارادہ ---------- "

تفسیر آیت ۲۵۴ ---------- "

عدم تدارک کا دن ---------- "

دو قول ---------- ۳۵۷

تفسیر آیت ۲۵۵ ---------- "

نیند و اونگھ کا فرق ----------

[illegible] تھامنے والا ---------- ۳۶۱

[illegible] ---------- "

کرسی کے متعلق اقوال ---- "
بلند اور عزت وجلال والا ---- ۳۵۹
فضیلت آیت الکرسی ---- "
وجۂ فضیلت ---- ۳۶۰
تفسیر آیت ۲۵۶ ---- "
ایک روایت ---- "
شاہد محسوس سے مثال ---- ۳۶۱
تفسیر آیت ۲۵۷ ---- "
نورِ واحد اور ظلماتِ جمع لانے کی حکمت ---- ۳۶۲
شبہات کی دلدل ---- "
استفہام تعجب ---- "
تفسیر آیت ۲۵۸ ---- ۳۶۳
ردِ معتزلہ ---- "
تحقیق نحو وقراءت ---- ۳۶۴
تلبیس کی قاطع دلیل ---- "
ازالہ وہم ---- "
تفسیر آیت ۲۵۹ ---- ۳۶۵
دوسرا قول ---- ۳۶۶
قولِ حسن ؒ ---- "
جمہور مفسرین ؒ کی رائے ---- "
بیت المقدس کا اُجڑنا ---- "
جوازِ اجتہاد ---- ۳۶۷
مشروب کی جنس ---- "
دو طریق اشتقاق ---- "
گدھے کی سواری کا جواز ---- "
نشانی کا مطلب ---- "
ہڈیاں کس کی؟ ---- ۳۶۸
دلالت کی وجہ سے حذف ---- "
تفسیر آیت ۲۶۰ ---- ۳۶۹
فائدۂ سوال ---- "
علم ضروری اور استدلالی کا فرق ---- "
پہاڑ کتنے؟ ---- ۳۷۰
ربط آیت ---- "
تفسیر آیت ۲۶۱ ---- ۳۷۱
انبات کی صورت ---- "
جمع کی وجہ ---- "
احوال پر فیصلہ ---- ۳۷۲
تفسیر آیت ۲۶۲ ---- "
منّ وایذاء کی وضاحت ---- ۳۷۳
خوف وغم کی نفی ---- "
احسان جتلانے کا نقصان ---- ۳۷۴
شاندار مثال ---- "
تفسیر آیت ۲۶۵ ..... مؤمن کے انفاق کی مثال ---- ۳۷۵
مثال کے دو رُخ ---- "
تفسیر آیت ۲۶۶ ---- ۳۷۶
ثمرات کی مراد ---- "
ریاکار کی مثال ---- ۳۷۷
تفسیر آیت ۲۶۷ ---- "
مالِ تجارت میں زکوٰۃ ---- ۳۷۸
غمض کا مطلب ---- "
روایتِ سیدنا ابن عباس ؓ ---- "
تفسیر آیت ۲۶۸ ---- ۳۷۹
تفسیر آیت ۲۶۹ ---- "
فائدۂ تنوین ---- ۳۸۰
تفسیر آیت ۲۷۰ ---- "
ظالم سے مراد کون؟ ---- "
تفسیر آیت ۲۷۱ ---- ۳۸۱
ارشادِ مفسرین ؒ ---- "

اختلافِ قراءت ---- ۳۸۲
تفسیر آیت ۲۷۲ ...... ہدایت ذمہ نہ ہونے کا مطلب ---- "
تفسیر آیت ۲۷۳ لِلْفُقَرَآءِ ...... اصحابِ صفہ کی جماعت ---- ۳۸۳
اصرارِ سوال کی مذمت ---- "
تفسیر آیت ۲۷۴ ...... راہِ الٰہی میں خرچ کے حریص ---- ۳۸۴
مجنونؔ و خبطی کی مثال ---- ۳۸۵
نحوی نکات ---- "
رباء سے محبت کا حال ---- ۳۸۶
باطل قیاس کا رَد ---- "
حرام کو حلال ماننا کفر ہے ---- "
تفسیر آیت ۲۷۶ ---- ۳۸۷
تفسیر آیت ۲۷۷ ---- "
ایک سوال ---- ۳۸۸
تفسیر آیت ۲۸۰ ---- ۳۸۹
تفسیر آیت ۲۸۱ ---- ۳۹۰
آخری آیت ---- "
تفسیر آیتِ دَین ---- ۳۹۲
دو وجوہ ---- "
استنباطی مسائل ---- "
امین کاتب کی تعریف ---- "
مدیون کی املاء اقرار ہے ---- ۳۹۳
شروطِ گواہی ---- "
اختلافِ قراءت ---- ۳۹۴
تفسیر ---- "
قراءت و نحو ---- ۳۹۵
نقد میں گواہی ---- "
دو قراءتیں اور مراد نہی ---- ۳۹۶
تفسیر آیت ۲۸۳ ---- "
ارشادی حکم ---- ۳۹۷
اظہارِ اعتماد ---- "
ایک سوال ---- ۳۹۸
نسبت کی تین وجوہ ---- "
تفسیر آیت ۲۸۴ ---- ۴۰۰
مؤاخذہ کی حقیقت ---- "
عزم کا حکم ---- "
قولِ محققین ---- ۴۰۱
صاحب کشاف کا قول ---- "
نحو و قراءت ---- "
تکلیف کا مطلب کفایت ہے ---- ۴۰۲
کسب و اکتساب کا فرق ---- "
اختلافِ معتزلہ ---- ۴۰۳
اِصر کی مراد ---- "
آیت کی فضیلت ---- "

سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ ③

تفسیر تفسیر آیت ۱، ۲ ---- ۴۰۴
انتقالِ حرکت کا مسئلہ ---- "
نزل اور انزل کا فرق ---- ۴۰۵
تفسیر آیت ۴ ---- "
فرقان کی مراد ---- ۴۰۶
اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے ---- "
وفدِ نجران کی آمد ---- "
متشابہات کی توضیح ---- ۴۰۷
اہلِ بدعت کا طرزِ عمل ---- ۴۰۸
متشابہ کے نزول کا فائدہ ---- ۴۰۹
ترغیبِ دُعا ----
الہ ہونا اور وعدہ خلافی متضاد ہیں ---- ۴۱۰
نحو و قراءت ---- ۴۱۱

سوالِ مقدر کا جواب ---- "
ذریعہ شہوات کو شہوات کہا ---- ۴۱۳
لطیف نکتہ ---- "
وجہِ تخصیص ---- ۴۱۵
صفاتِ صالحین ---- "
تخصیص سحر کی وجہ ---- "
سب سے بڑی شہادت ---- ۴۱۶
نحوی تحقیق ---- ۴۱۷
نحوی تحقیق ---- "
آیت کی فضیلت ---- "
اصل سببِ اختلاف ---- ۴۱۸
مجادلین خاص و عام ---- "
استفہامِ توبیخی ---- ۴۱۹
قتل انبیاء و زہاد ---- ۴۲۰
کتاب یا نبی فیصلہ کرے ---- ۴۲۱
تفسیر آیت ۲۴ ---- "
اسم جلالی کی خصوصیت ---- ۴۲۲
یہود کے تعجب کا جواب ---- ۴۲۳
لطیف تفسیر ---- "
دلائلِ قدرت ---- "
موالاتِ کفار کی ممانعت ---- ۴۲۴
یوم کا فائدہ ---- ۴۲۶
رءوف کی رأفت ---- "
محبت کی حقیقت ---- ۴۲۷
آل عمران کی مراد ---- ۴۲۹
حنہ کا تذکرہ ---- "
حسرت پر تسلی ---- ۴۳۰
اعلیٰ قبولیت کا راز ---- "
محراب سے مراد ---- ۴۳۱
بے وقت پھل کی تمنا ---- ۴۳۲
مصداق کلمۃ اللہ ---- ۴۳۳
انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا ---- ۴۳۴
منفرد فضیلت ---- ۴۳۵
مرتبہ جماعت ---- "
اقلام کی مراد ---- ۴۳۶
مسیح ایک عظیم لقب ---- ۴۳۷
کلام مہد و کہولت ---- ۴۳۸
قراءت و نحوی تحقیق ---- ۴۴۰
معجزاتِ عیسوی ---- "
بعض حلال کردہ اشیاء ---- ۴۴۱
تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل ---- "
مکر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم ---- ۴۴۳
متوفیک کی تفسیر ---- "
پیروکار کی مراد مسلمان ---- ۴۴۴
عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ ---- ۴۴۵
عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ ---- ۴۴۶
ایک نحوی تحقیق ---- "
دعوتِ مباہلہ ---- "
اہم سوالات کے جوابات ---- ۴۴۷
ارباب کا معنی ---- ۴۴۹
ردِ نصاریٰ کا دیگر انداز ---- ۴۵۰
نحوی تحقیق ---- ۴۵۱
ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین ---- "
یہود کے طرزِ عمل کی مذمت ---- ۴۵۲
منکرین نبوت کو خطاب ---- "
تفسیر آیت ۷۱ ---- ۴۵۳
یہود یانہ چال ---- "
یہود کا جھوٹا زعم کہ تورات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی ---- ۴۵۴

تفسیر پہلا مطلب ---------- "
دوسرا معنی ---------- "
تفسیر معنی ومطلب ---------- "
شاہی اعلان ---------- ۴۵۵
یہود میں امین اور خائن طبقہ ---------- "
دعویٰ بے گناہی کی تردید ---------- ۴۵۶
تارکین خیانت اللہ کو پسند ہیں ---------- "
ایک اور یہودی چال ---------- ۴۵۸
معبودیت مسیح کا رَد ---------- "
ربانی کون ہیں؟ ---------- ۴۵۹
علم والے ہوتو عمل والے ہو ---------- "
تفسیر کونفی میں تاکید کے لئے لائے ---------- "
قراءت رفع کا معنی ---------- ۴۶۰
تذکرۂ میثاق النبیین اور دو تفسیریں ---------- "
تاکید برائے احتیاط مزید ---------- ۴۶۱
دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طلب نہیں ہوسکتی ---------- ۴۶۲
نحو وقراءت ---------- "
لطیف نکتہ ---------- ۴۶۳
ایک محل نظر قول ---------- "
مرتدین کا حکم ---------- ۴۶۵
بے ڈھنگے ہدایت سے محروم رہتے ہیں ---------- "
توبہ کا فائدہ ---------- ۴۶۶
کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں "
کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے ---------- "

پارہ ۴

محبوب ترین چیز کا صدقہ ---------- ۴۶۸
یہود کے اعتراض کا جواب ---------- ۴۶۹
حق ناشناس ظالم ہے ---------- ۴۷۰
کذب یہود پر تعریض ---------- "
پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے ---------- "
مکہ کا نام بکہ ہے ---------- ۴۷۱
کعبہ خود نشانات میں سے بڑا نشان ہے ---------- "
نشان قدم مبارک ---------- ۴۷۲
حرم امن کی مراد ---------- "
ملّت مسلمہ کا اقرار ---------- ۴۷۳
لطیف نکتہ ---------- "
تارکِ حج پر اللہ غضبناک ہے ---------- "
اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید ---------- ۴۷۴
شاس بن قیس یہودی کی شرارت ---------- ۴۷۶
استفہام تعجبی ہے ---------- "
حق تقویٰ کامل اطاعت ہے ---------- "
اعتصام بحبل اللہ کا حکم ---------- ۴۷۷
اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو ---------- "
گرنے والے گڑھے کا کنارہ جہنم ---------- "
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت ---------- ۴۷۹
تفرقہ تو یہود ونصاریٰ کی خصلت ہے ---------- "
ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد، منافق و اہل کتاب ---------- ۴۸۰
اللہ جل شانہ بلا جرم گرفت نہیں کرتے ---------- "
اہم تنبیہ ---------- "
بہترین امت کا لقب ---------- ۴۸۱
اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے ---------- "
کفار کی معمولی ایذائیں تو رہیں گی ---------- ۴۸۲
اہل کتاب کی عدل والی جماعت ---------- ۴۸۴
مزید اعلیٰ خصائل کا تذکرہ ---------- "
مخصوص صفات کی وجہ ---------- ۴۸۵
خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں ---------- "
کفار کو مال واولاد کچھ کام نہ آئیں گے ---------- ۴۸۶

دنیوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال ---------- "
منافق کی دوستی سے ممانعت ---------- ۴۸۷
الخبال ---------- "
منافقین کے بغض کی شدت ---------- ۴۸۸
توبیخ مؤمنین ---------- ۴۸۹
منافقین سے موالات کی غلطی ---------- "
کلمۂ بددعا ---------- "
اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال واقوال سے واقف ہے "
دشمن کی مکاریوں پر صبر وتقویٰ کا دامن تھام لو ---------- ۴۹۰
غزوۂ اُحد کو روانگی بدھ کے روز ---------- ۴۹۱
بنوحارثہ و بنوسلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت ---------- ۴۹۲
بدر کی یاددھانی ---------- ۴۹۳
قلت کی کیفیت ---------- "
دوسرا بدل ---------- ۴۹۴
استفہامِ انکاری ---------- "
فوری وکافی مدد ---------- "
نشان دار گھوڑے ---------- ۵۹۵
فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے ---------- "
قتل کفار کی بشارت ---------- "
تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ---------- ۴۹۶
اللہ تعالیٰ کی مغفرتِ عامہ ---------- "
سود کی مذمت ---------- ۴۹۷
سب سے زیادہ خوف والی آیت ---------- "
اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے ---------- ۴۹۸
مفسرین رحمہم اللہ کا ارشاد ---------- "
مسارعت مغفرت و جنت ---------- "
روایاتِ جنت کی عمدہ تطبیق ---------- ۴۹۹
قراءت ونحو ---------- "
ایک سوال کا جواب ---------- "
غصہ پینے والے کا مرتبہ ---------- ۵۰۰
معافی کی فضیلت ---------- "
تائب پر شیطان کا نالہ ---------- ۵۰۱
عدم اصرار کا فائدہ ---------- "
بخشش کے مستحقین ---------- ۵۰۲
سنن کی مراد وقائع ---------- "
تکالیف اُحد پر تسلی ---------- ۵۰۳
علو کی تفسیر ---------- ۵۰۴
تسلی مؤمنین ---------- "
تبادلہ کی حکمتِ اوّل ---------- ۵۰۵
تبادلہ کی حکمت دوم ---------- "
جنت میں داخلہ بلا جہاد ومجاہدہ نہیں ---------- "
تمنائے موت پر توبیخ ---------- ۵۰۶
خبر شہادتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تاثرات کا ازالہ ---------- ۵۰۸
ہر ایک کی موت مشیت سے ہے ---------- "
جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے دو اور نہ ہی سستی کرو ---------- ۵۰۹
میدانِ جنگ میں دعا مستقل ہتھیار ہے ---------- ۵۱۰
طالبین آخرت محسنین ہیں ---------- "
کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے ---------- ۵۱۱
القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے -- "
واقعۂ اُحد اور روایات ---------- ۵۱۳
مسلمان کیلئے ابتلاء ونصرت دونوں رحمت ہیں ---------- "
غم بالائے غم دیا ---------- ۵۱۵
مؤمنوں پر اونگھ کا نزول ---------- ۵۱۶
مؤمن ومنافق کے طرز عمل میں فرق ---------- ۵۱۷
دلی روگ کا چاپلوسی سے اظہار ---------- ۵۱۸
بہر حال فیصلہ تقدیر نافذ العمل ہے ---------- "
تذکرۂ لغزش اور لطف وقرب میں اضافہ ---------- "

حسرتناک قول کی ممانعت ---------------------- ۵۱۹
لام کا تعلق لا تکونوا یا قالوا سے -------------------- ۵۲۰
یہ مغفرت ورحمت لاکھوں زندگیوں سے بہتر ہے -------- "
جس کو مقصود ملا اُس کو زاد کی ضرورت نہیں -------------- ۵۲۱
لطیف نکتہ -- "
رحمت وشفقت دونوں جمع کر دیں ---------------- "
اہمیتِ مشورہ ------------------------------------ ۵۲۲
جوازِ اجتہاد -------------------------------------- "
خبردار! اللہ پر توکل مت توڑو ---------------------- ۵۲۳
مقام نبوت غلول (خیانت) کے منافی ---------------- "
بعض روایات کا تذکرہ ------------------------------- ۵۲۴
مؤمن وکافر برابر نہیں ------------------------------ "
ثواب وعذاب میں تفاوت ہے ---------------------- ۵۲۵
تصدیق کے لئے آسانی کر دی ---------------------- "
تین نحوی تراکیب ---------------------------------- ۵۲۷
غزوۂ اُحد قضاء کا فیصلہ ہے ------------------------- "
یہ جنگ نہیں ہلاکت ہے -------------------------- "
قول وفعل میں تضاد ------------------------------ ۵۲۸
ابن ابی کا مقولہ ---------------------------------- "
تین تراکیب نحویہ ---------------------------------- "
اپنے کو موت سے بچا کر دکھاؤ ------------------------ "
شہداء کا پہلا انعام (بدلہ) ---------------------- ۵۲۹
شہدائے اُحد کا تذکرہ ----------------------------- "
کیفیت حیات -- ۵۳۰
ترغیب الی الشہادۃ ------------------------------- "
بشارات فضل وانعام ------------------------------ "
غزوۂ حمراء الاسد کا تذکرہ ------------------------- ۵۳۱
غزوۃ السویق کا تذکرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری ------- ۵۳۲
بدر سے بسلامت واپسی ---------------------------- ۵۳۳
منافقین شیطان کے دوست ہیں ------------------- "
نقصان کے بیان کا ایک بلیغ انداز ----------------- ۵۳۴
ارادۂ کفر پر ثواب سے محرومی --------------------- ۵۳۵
جملہ مستانفہ ماقبل کی علت ہے ------------------ "
رسولوں کو کسی کے دل کے نفاق واخلاص کی خبر وحی سے ----- ۵۳۷
تردید فرقۂ باطنیہ -------------------------------- "
منکرین زکوٰۃ کا انجام ----------------------------- "
یہود کا بدترین جارحانہ مقولہ ---------------------- ۵۳۹
ید کی اضافت آلۂ عمل کی وجہ سے ----------------- ۵۴۰
یہود کا باطل دعویٰ --------------------------------- "
ہر دو معجزات کے باوجود تم نے انبیاء (علیہم السلام) کو کیوں قتل کیا؟ ۵۴۱
تسلیۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -------------------------- "
تکذیب پر غم نہ کریں، مطلق کامیابی کی جگہ آخرت ہے --- ۵۴۲
شدائد سہنے کے عادی بنو -------------------------- ۵۴۳
نفس جو آنکھوں سے نظر آئے --------------------- "
کتمانِ حق، حق فروشی کی ممانعت ----------------- ۵۴۴
علمائے کرام کی ذمہ داری -------------------------- ۵۴۵
یہود مدلسین اور ریاکاروں کو تنبیہ ------------------ "
ملکیت عامہ سے یہود کی مذمت --------------------- ۵۴۶
دلائل عقلیہ سے قدرت وعظمتِ باری کا اثبات -------- "
مخلوق میں غور وفکر عبادت ہے -------------------- ۵۴۷
حقیقی رسوائی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے --------------- ۵۴۸
بڑے منادی کی نداء -------------------------------- ۵۴۹
شیخ ماتریدی کا قول ------------------------------- "
وعدہ والوں میں شمولیت کی دُعا --------------------- ۵۵۰
کاملین کے ساتھ شرکت کا وعدہ ------------------- ۵۵۱
استقامت علی الحق کا لطیف انداز ------------------ ۵۵۲
فانی بہرحال قلیل ہے ------------------------------ "
متقین کو خلود والی نعمتیں ملیں گی ------------------ ۵۵۳

تین تراکیب ---- "
نحوی تحقیق ---- ۵۵۴
صبر وتقویٰ کامیابی کا راز ہے ---- "
فضیلتِ سورت ---- ۵۵۵

سُورَةُ النِّسَاءِ ۴

صورتِ تخلیق ---- ۵۵۶
ایک سوال کا جواب ---- ۵۵۷
کامل نعمت کا شکریہ ---- "
نحوی تحقیق ---- ۵۵۸
تفسیر آیت ۲ ---- "
یتیم کا معنی ---- "
آیت کا مطلب ---- "
خبث کی مراد ---- "
نحو وصرف ---- ۵۵۹
تفسیر آیت ۳ ---- "
طاب کا معنی حلال ---- "
ایک سوال نکاح میں اعداد کے تکرار کی حکمت ---- ۵۶۰
ایک تفسیر عجیب ---- "
حسن ادائیگی مہر ---- ۵۶۱
طیب نفس لازم ---- "
اباحت میں مبالغہ ---- ۵۶۲
اموال کی حفاظت کرو ---- ۵۶۳
معروف ومنکر کا فرق ---- ۵۶۴
تفسیر آیت ۶ ---- "
عاقل مجاز تجارت ہے ---- "
آیت کا مطلب ---- ۵۶۵
حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو ---- "
تفسیر آیت ۷ ---- ۵۶۶
واقعۂ امّ کُحہ ---- "
تفسیر آیت ۸ ---- ۵۶۷
دستور کی بات ---- "
تفسیر آیت ۹ ---- "
اوصیاء کو نصیحت ---- ۵۶۸
آگ کھانے کا مطلب ---- "
تفسیر آیت ۱۱ ---- ۵۶۹
لڑکے لڑکی کا حصہ ---- "
دو لڑکیوں کا حصہ ---- ۵۷۰
دو ثلث سے کم نہ ہوگا ---- "
فائدۂ بدل ---- ۵۷۱
بطور فرض حصہ ---- "
ماں باپ کا حصہ ---- "
ایک صورت ---- "
ایک اور صورت ---- "
فرض ووصیت مقدم ---- ۵۷۲
تقدیم دین کی حکمت ---- "
آیت کا مطلب ---- "
جملہ معترضہ ---- ۵۷۳
تفسیر آیت ۱۲ ---- "
میاں بیوی کی وراثت ---- "
کلالہ کی میراث ---- ۵۷۴
ضمیر مفرد کی وجہ ---- "

ورثاء کی اقسام

نمبر۱۔ اصحاب فرائض ---- ۵۷۵
ماں کے بیٹے ---- "
دادا ---- ۵۷۶
ماں ---- "
دادی ---- "
قاعدہ ---- "

زوج ---------- "

زوجہ ---------- "

العصبات ---------- "

ذوی الارحام ---------- ۵۷۷

تفسیر آیت نمبر ۱۳ ---------- "

تفسیر آیت ۱۴ ---------- "

لفظ و معنی کا لحاظ ---------- "

تردیدِ خوارج ---------- ۵۷۸

تفسیر آیت ۱۵ ---------- "

سبیل کی وضاحت ---------- ۵۷۹

تفسیر آیت ۱۶ ---------- "

اولی حد زنا ---------- "

تین اقسام حد ---------- "

اعتراف ابن حجر رحمہ اللہ ---------- ۵۸۰

تفسیر آیت ۱۷ ---------- "

جہالت کی قید کا فائدہ ---------- "

ترغیب توبہ ---------- ۵۸۱

تفسیر آیت ۱۸ ---------- "

طریق جاہلیت کا خاتمہ ---------- ۵۸۲

فائدۂ مہمہ ---------- ۵۸۳

بدسلوکی میں اجازتِ خلع ---------- "

مفہوم و مطلب ---------- ۵۸۴

تفسیر آیت ۲۰ ایک جاہلانہ روش ---------- "

تعریفِ بہتان ---------- ۵۸۵

تفسیر آیت ۲۱ ---------- "

احناف کی دلیل ---------- "

پختہ وعدہ کی مراد ---------- "

باپ کی موطوءہ حرام ہے ---------- ۵۸۶

اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی ---------- "

تفسیر آیت ۲۳ بیان محرمات ---------- ۵۸۷

عمات سے مراد ---------- ۵۸۸

حرمت رضاعت ---------- "

عقد کی محرمات ---------- "

حجور کی قید کا مطلب ---------- "

اصلاب کی قید سے متبنّیٰ کو خارج کیا ---------- ۵۸۹

رضائی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے ---------- "

امام محمد رحمہ اللہ کا قول ---------- "

پارہ ۵

تفسیر آیت ۲۴ ---------- ۵۹۰

لونڈیوں کی حلّت ---------- "

لطیف استدلال ---------- ۵۹۱

تفسیر آیت ۲۵ ---------- ۵۹۲

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ---------- ۵۹۳

بلا ٹال مٹول مہر ادا کرو ---------- "

یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں ---------- "

العنت کا معنی ---------- ۵۹۴

تفسیر آیت ۲۶ ---------- ۵۹۵

تفسیر آیت ۲۷ ---------- "

شہوت پرستوں کا مقصد ---------- "

تخصیص تجارت کی وجہ ---------- ۵۹۶

قتل نفس کیا ہے؟ ---------- "

کبائر تین ہیں ---------- ۵۹۷

سورۂ نساء کی آٹھ آیات، ساری دنیا سے بہتر ---------- ۵۹۸

معتزلہ کا استدلال ---------- "

شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے ---------- "

بیجا تمنا کی ممانعت ---------- ۵۹۹

تقسیم ربّانی پر راضی رہو ---------- "

حسد و رشک میں فرق ---------- "
درجہ بمطابق عمل ---------- ۲۰۰
اللہ سے سوال میں بخل ---------- "
اہل عقود کو وصیت سے حصہ ملے گا ---------- ۲۰۱
اسبابِ فضیلت ---------- "
عورتوں کی تقسیم ---------- ۲۰۲
کنایۂ ترکِ جماع ---------- ۲۰۳
اللہ کی عظمت کا خیال کرو ---------- "
تفسیر آیت ۳۵ ---------- "
ضمیر کا مرجع ---------- ۲۰۴
ضمائر کے مراجع اور اصلاح ذات البین ---------- "
خلاصۂ عبودیت اور احکامِ شرعیہ ---------- ۲۰۶
ہم مجلس کی مراد ---------- "
تفسیر آیت ۳۷ ---------- "
نحو و قراءت ---------- "
مفہوم آیت ---------- ۲۰۷
الفاظ کا باہمی فرق ---------- "
اظہارِ نعمت ---------- "
واقعۂ عجیبہ ---------- "
تفسیر آیت ۳۹ ---------- ۲۰۸
ذرہ کی تحقیق ---------- "
نحو و قراءت ---------- "
ردِ معتزلہ ---------- "
قیامت کی گواہی ---------- ۲۰۹
قراءت و نحو ---------- "
نشہ میں کلمہ کفر کا حکم ---------- ۲۱۰
جنب کی تفصیل ---------- ۲۱۱
مسجد اور جنابت ---------- "
پانی نہ پانے کی حدود ---------- "
شرط میں چار اشیاء ---------- ۲۱۲
معنی صعید ---------- "
تفسیر کے معنی کی وضاحت ---------- ۲۱۳
تفسیر آیت ۴۵ ---------- ۲۱۴
تحریفِ مواضع کی مثال ---------- "
کلمہ مدح و قدح ---------- ۲۱۵
مراد راعنا ---------- "
حق کو باطل کی طرف موڑنا ---------- "
طمس وجوہ کا معنی ---------- ۲۱۶
دو میں سے ایک عذاب ---------- ۲۱۷
شرک مغفور بالتوبہ ---------- "
محبوب ترین آیت ---------- ۲۱۸
معتزلہ کا قول اور اس کا جواب ---------- "
اللہ کا تزکیہ معتبر ہے ---------- ۲۱۹
یہود کی شدتِ بخل ---------- ۲۲۰
یہود کو الزامی جواب ---------- ۲۲۱
دوسری تفسیر ---------- ۲۲۲
تفسیر آیت ۵۶ ---------- "
خوبصورت سایہ میں داخلہ ---------- ۲۲۳
تمام فرائض امانتیں ---------- "
عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے ---------- "
نحو و قراءت ---------- "
آیت ربط ---------- ۲۲۴
بشر منافق اور یہودی کا قصہ ---------- ۲۲۵
طاغوت سے مراد کون ہے؟ ---------- "
ضلال بعید کیا ہے ---------- ۲۲۶
تفسیر آیت ۶۱ ---------- "
منافقین کو وعید ---------- ۲۲۷
اعرض کا مفہوم ---------- "

شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ ---------- ٢٢٨
تفسیر آیت ٦٥ ---------- ٢٢٩
تسلیم کا معنی ---------- ٢٣٠
تفسیر آیت ٦٦ ---------- "
قتل انفس کا مطلب ---------- "
جواب سوال مقدر ---------- "
خوب رفاقت والے ---------- ٢٣١
فضل کیا ہے ---------- "
صرف ولغت ---------- ٢٣٢
اکٹھے نکلنا ---------- ٢٣٣
تفسیر آیت ٧٢ ---------- "
جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں ---------- "
مخلصین کو جہاد لازم ہے ---------- ٢٣٤
دوسری تفسیر ---------- "
مقبول کوشش برائے اعزاز دین ---------- "
مستضعفین کون لوگ ہیں؟ ---------- ٢٣٥
کمزوروں کی دُعا ---------- ٢٣٦
معاون کی مراد ---------- "
کید شیطانی ---------- ٢٣٨
تفسیر آیت ٧٨ ---------- ٢٣٩
اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں ---------- "
تردید معتزلہ ---------- ٢٤٠
تفسیر آیت ٨٠ ---------- "
ملمع ساز منافق ---------- ٢٤١
اللہ خود انتقام لے گا ---------- "
تقلید جامد کی تردید ---------- "
اختلاف کا مطلب ---------- "
تردید ملحدین ---------- ٢٤٢
ناتجربہ کار لوگ ---------- "
استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم ---------- ٢٤٣
سابقہ آیات سے ربط ---------- "
تنہا جہاد کا اَمر ---------- ٢٤٤
شفاعتِ حسنہ اور سیئات ---------- "
سلام کی انتہاء و برکاتہ ---------- ٢٤٥
سلام کے مسائل ---------- "
یہود کے سلام کا حکم ---------- ٢٤٦
ایک اشکال اور اس کا حل ---------- "
اللہ سب سے زیادہ سچے ---------- ٢٤٧
منافقین کے لئے فیصلہ کن قول ---------- "
گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو ---------- ٢٤٨
اشاعرہ کی دلیل ---------- "
اسلام سے پہلے موالات نہیں ---------- "
معاہدہ والوں کا قتل جائز نہیں ---------- ٢٤٩
تفسیر آیت ٩١ ---------- ٢٥٠
کافر کا خون مباح، مؤمن کا حرام ---------- ٢٥٢
حکمت تحریر ---------- "
آزادی میں زندگی ---------- "
دیت ترکہ کی طرح ہے ---------- ٢٥٣
دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم ---------- "
خلود سے طول قیام مراد ---------- ٢٥٤
معاملہ کی تحقیق کرو ---------- ٢٥٥
واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ ---------- ٢٥٦
تفسیر کا مفہوم ---------- "
قاعد و مجاہد برابر نہیں ---------- ٢٥٧
ایک سوال کا جواب ---------- "
آیت کا مطلب ---------- ٢٥٨
تفسیر آیت ٩٧ ---------- "
تفسیر آیت ٩٨ ---------- ٢٥٩

معنی الرغم ---------- ۲۶۰
ہجرت الی اللہ ---------- "
نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی ---------- ۲۶۲
قصر صدقہ ہے ---------- "
وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ ---------- "
صلوٰۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں ---------- ۲۶۳
سجدۂ نماز مراد ہے ---------- "
دشمن سے محتاط رہو ---------- ۲۶۴
تین طرز تفسیر ---------- "
تلقین صبر ---------- ۲۶۵
طعمہ بن ابیرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ---------- ۲۶۶
معصیت خیانت ہے ---------- ۲۶۷
گناہ سے گناہ ملتا ہے ---------- ۲۶۷
حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عزوجل ہے ---------- ۲۶۸
کلام دل کا قصد ہے ---------- ۲۶۹
ظلم کی مراد ---------- "
تعریف بہتان ---------- ۲۷۰
بنی ظفر کا طرز عمل ---------- "
نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے ---------- ۲۷۱
ایک اشکال کا جواب ---------- ۲۷۲
اجماع حجت ہے ---------- "
شرک کی معافی نہیں ---------- "
اصنام کو اناث کہنے کی وجہ ---------- ۲۷۳
شیطانی چالیں ---------- ۲۷۴
استفہام بمعنی نفی ---------- ۲۷۶
جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے ---------- "
ایمان دخول جنت کا اصل سبب ہے ---------- "
لفظ خلیل کی تحقیق و تعریف ---------- ۲۷۷
جملہ کا فائدہ ---------- "
خلیل کو اللہ کی خلت کی حاجت ہے ---------- "
فتویٰ، مبہم کی وضاحت کا نام ---------- ۲۷۸
غلط روش کی تردید ---------- "
نحوی تحقیق ---------- ۲۷۹
شرط پر صلح میں حرج نہیں ---------- ۲۸۰
بخل طبع انسانی کا حصہ ہے ---------- ۲۸۱
عدل کی تعریف ---------- "
حتی الامکان عدل کرو ---------- ۲۸۲
تفسیر آیت ۱۳۱ ---------- ۲۸۳
اصل سعادت تقویٰ ہے ---------- ۲۸۴
حکم تقویٰ مالک ہونے کی وجہ سے ---------- "
کارساز وہی ہے ---------- "
عظمت قدرت ---------- "
فقط طلب دنیا طلب خسیس ہے ---------- ۲۸۵
تفسیر آیت ۱۳۵ ---------- "
اقرار شہادت علی النفس ---------- "
ایک لغوی تحقیق ---------- ۲۸۶
قراءت ونحو ---------- "
ثبات واخلاص کی دعوت ---------- ۲۸۷
تفسیر آیت ۱۳۷ ---------- ۲۸۸
ازدیاد کفر خطرناک ہے ---------- ۲۸۹
منافقین کا طرز عمل ---------- "
تفسیر آیت ۱۴۰ ---------- "
مجالست منافقین کی ممانعت ---------- "
گناہ کے اعتبار سے تمثیل ---------- ۲۹۰
مؤمن وکافر کی کامیابی میں فرق ---------- ۲۹۱
قیامت میں کافر مغلوب ہوگا ---------- "
منافقین کے اعمال کی کیفیت ---------- ۲۹۲
اللہ کے لئے قلیل بھی بہت ہے ---------- ۲۹۳

مذبذب کی حقیقت ---------- "
منافقین کا عذاب سخت ہونے کی وجہ ---------- ۶۹۴
تائبین کا مقام ---------- "
تقدیم شکر کی حکمت ---------- ۶۹۵

پارہ ۶

جہر کا ذکر زیادہ تقبیح کیلئے ---------- ۶۹۶
تفسیر آیت ۱۴۹ ---------- "
معافی پر آمادہ کیا ---------- ۶۹۷
نحوی نکتہ ---------- "
فخاص یہودی کی بڑ ---------- ۶۹۹
نسبت کی وجہ رضائے اعمال ہے ---------- ۷۰۰
تفسیر آیت ۱۵۵ ---------- ۷۰۱
نحوی تحقیق ---------- ۷۰۲
فخریہ دعوی کی تردید ---------- "
بار بار کفر کا ارتکاب ---------- "
مسیح کہنے کی وجوہ ---------- "
رسول اللہ کہنے کی وجہ ---------- "
اسرائیلی روایات ---------- ۷۰۳
دوسری روایت ---------- "
ایک نحوی تحقیق ---------- ۷۰۴
گمان کے پیروکار ---------- "
جملہ قسمیہ ---------- "
آیت کا مطلب، چار تفاسیر ---------- "
آیت کا مطلب ---------- ۷۰۶
حرمتِ سود بنی اسرائیل میں بھی تھی ---------- "
صفات کاملین ---------- "
اہل کتاب کے سابقہ سوال کا جواب ---------- ۷۰۷
تعدادِ رسل والی روایت ---------- ۷۰۸
تمام انبیاء پر ایمان شرط لازم ہے ---------- "
بعثت کا مقصد ---------- "
کتاب کی صحت کا ثبوت اظہار معجزات سے ---------- ۷۰۹
قرآن آپ کے لائق ہونے کے سبب اُتارا ---------- "
تردید معتزلہ ---------- "
ایمان و توحید خیر ہے ---------- ۷۱۱
روح کہنے کی وجہ ---------- ۷۱۲
عجیب لطیفہ ---------- "
تنزیہ باری تعالیٰ ---------- ۷۱۳
نصاریٰ کے اعتراض کا جواب ---------- ۷۱۴
اعتراض ---------- ۷۱۵
تفسیر تفسیر ---------- "
تفضیل بشر کی دلیل ---------- "
اجمال کی تفصیل ---------- ۷۱۶
ایک نکتہ ---------- "
کلالہ کا حکم ---------- ۷۱۷
واقعہ جابر رضی اللہ عنہ ---------- "
حقیقی بھائی بہنوں کا مسئلہ ---------- ۷۱۸
اخوت کو تغلیباً ترجیح دی ---------- "
حجۃ الوداع کی راہ میں اُتری ---------- "

سُورۃ المائدۃ ⑤

عہد کی پابندی کا حکم ---------- ۷۱۹
تفسیر آیت ۲ ---------- ۷۲۰
ہدایا پر تعرض سے بطورِ مبالغہ ممانعت ---------- ۷۲۱
دشمنی برائے دشمنی مت کرو ---------- "
اہلِ جاہلیت کے ماکولات ---------- ۷۲۳
پانسے کے تیروں کی ممانعت ---------- ۷۲۴
تکمیل دین کا اعلان ---------- ۷۲۵
حلال شکار کا بیان ---------- ۷۲۶

شکار کے متعلق ہدایات ---------- ۷۲۷
یہ قید استحبابی ہے ---------- ۷۲۸
ارادہ فعل فعل ہے ---------- ۷۳۰
جمہور کا قول ---------- ۷۳۱
مقدارِ مسح کا مسئلہ ---------- "
رازی کا قول ---------- ۷۳۲
میثاق سے مراد ---------- "
کفار سے بھی عدل کرو ---------- ۷۳۳
بنو قریظہ کی غداری ---------- ۷۳۴
نیک اعمال پر کفارۂ سیئات کا وعدہ ---------- ۷۳۷
دلوں کی قساوت ---------- ۷۳۸
گناہ سے علم بھولتا ہے ---------- "
تفسیر آیت ۱۴ ---------- ۷۳۹
نور کی مراد ---------- ۷۴۱
سبل سلام کیا ہے؟ ---------- "
مذہب نصاریٰ ---------- "
حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں ---------- "
فترتِ رسل کا زمانہ ---------- ۷۴۳
خوشحالی کی نعمت ---------- ۷۴۴
قدس و شام کی سرزمین میں داخلے کا حکم ---------- ۷۴۵
بزدلی کی انتہاء ---------- "
غلبے کا وعدہ ---------- ۷۴۶
جہاد سے پس وپیش ---------- "
غم وشکوہ کا اظہار ---------- ۷۴۷
ایک اعتراض ---------- "
فاسق قابل افسوس نہیں ---------- ۷۴۸
مناہیل وقابیل کا واقعہ ---------- ۷۴۹
ایک لطیفہ ---------- ۷۵۰
ہابیل کو بے خبری میں قتل کیا گیا ---------- ۷۵۱
بے وقت شرمندگی ---------- "
مرثیہ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے ---------- ۷۵۲
بنی اسرائیل کیلئے قانونِ قصاص ---------- ۷۵۳
ایک کی زندگی سبکی زندگی ---------- "
محاربین کی اقسام اربعہ ---------- ۷۵۵
قربِ الٰہی کا ذریعہ ---------- "
قیامت کے دن فدیہ کی نفی ---------- ۷۵۶
چوری کی سزا ---------- "
تائبین کا ذکر ---------- ۷۵۷
بخشش مطیع ---------- "
منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں ---------- ۷۵۹
مقصد پرست یہود کا طرزِ عمل ---------- "
تردید معتزلہ ---------- ۷۶۰
فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم ---------- "
آپ کی تحکیم پر ان کی رضامندی قابل تعجب ہے ---------- ۷۶۱
تورات ہدایت ونور ہے ---------- "
اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے ---------- ۷۶۲
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ---------- "
یہود میں قصاص کی اصل نوعیت ---------- ۷۶۳
انجیل میں بھی ہدایت وروشنی اتاری ---------- ۷۶۴
ظالم، فاسق، کافر کی وضاحت ---------- ۷۶۶
بین یدیہ کا استعمال ---------- "
قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتبع کا فائدہ ---------- "
شرائع فاسق کا حکم ---------- "
بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ ---------- ۷۶۷
فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں ---------- "
بعض گناہ شدید مہلک ---------- "
تمام کفر ایک ملت ہے ---------- ۷۶۸
قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے ---------- ۷۶۹

منافق موالاتِ کفار میں تیز ہیں ---------- ۷۷۰
منافقین کی بدحالی ---------- "
قتالِ مرتدین کی پیشینگوئی خلافتِ شیخینؓ کی حقانیت ---------- ۷۷۱
ولایت کے حقدار لوگ ---------- ۷۷۲
موالاتِ کفار سے ممانعت ---------- ۷۷۴
اذان دلالت النص سے ثابت ہے ---------- ۷۷۵
کیا اللہ پر ایمان باعث انتقام شے ہے ---------- "
سزا کا حقدار وہ جو ملعون ہے ---------- "
منافقانہ اسلام ---------- ۷۷۶
قبائح یہود ---------- ۷۷۷
سب سے سخت آیت ---------- "
بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی ---------- ۷۷۹
دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلیغ کیلئے ---------- "
یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں ---------- "
ایمان وتقویٰ سے سب گناہ دُھل سکتے ہیں ---------- ۷۸۰
بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں ---------- ۷۸۱
ملحدین کا قول ---------- "
پیغام پہنچانے کا مطلب ---------- "
یہود جب تک تورات پر نہ چلیں تو وہ کسی دین پر نہیں ہیں ---------- ۷۸۳
ایک سوال کا جواب ---------- ۷۸۴
ایک سوال کا جواب ---------- "
بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کرلیا ---------- "
عیسیٰ نے اپنے اور انکے مربوب ہونے میں فرق نہیں کیا ---------- ۷۸۵
الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہرحال کفر ہے ---------- "
اشکال کا جواب ---------- ۷۸۶
اصرار کفر پر تعجب ---------- "
مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں ---------- ۷۸۷
صدیقہ کی وجہ ---------- ۷۸۸
بطلان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل ---------- "
ذرہ بھر نفع ونقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادرِ مطلق کیسے بن گیا ---------- "
اہل کتاب کو غلو کی ممانعت ---------- ۷۸۹
بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا ---------- ۷۹۰
منکر پر ترکِ ممانعت اعتداء ہے ---------- "
کفار کی دوستی غضبِ الٰہی کا سبب ہے ---------- "
موالاتِ مشرکین علامت نفاق ہے ---------- ۷۹۱
علماء ورہبان کا وجود عداوت میں کمی کا باعث ہے ---------- "

پارہ : ۷

رقتِ قلب میں حضرت نجاشیؒ اور وفد نجاشی کی تعریف ---------- ۷۹۳
اللہ کے انعام کی طمع موجباتِ ایمان سے ہے ---------- ۷۹۴
فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید ---------- "
اہل معرفت کی علامات ---------- ۷۹۵
تردیدِ حق کا اثر ---------- "
حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو ---------- "
حلال کا استعمال تقویٰ ہے ---------- ۷۹۶
یمین لغو کی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ ---------- "
قسم توڑنے کا کفارہ ---------- ۷۹۷
شراب وجوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے پانچ انداز ---------- ۷۹۸
شراب وجوئے کی بنیادی خرابیاں ---------- ۷۹۹
اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت مُنہ موڑو ---------- "
تفسیر آیت ۹۳ .... تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں ---------- ۸۰۰
حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش ---------- "
حرام کی حالت کے شکار میں تعمد وخطا برابر ہے ---------- ۸۰۲
شکار والا مثل سے بدلہ دے ---------- "

ایک اعتراض اور اس کا جواب ---------- "
سمندری شکار کی حلت ---------- ۸۰۴
کعبہ لوگوں کی بقاء کا سبب ہے ---------- ۸۰۵
تفسیر آیت ۹۸ ---------- "
رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے ---------- "
اللہ نے خبیث و طیب کو ایک جیسا نہیں بنایا ---------- ۸۰۶
بیجا سوالات کی ممانعت ---------- "
ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں ---------- ۸۰۷
محرمات جاہلیت کی تردید ---------- ۸۰۸
آبائی تقلید میں حق سے انکار ---------- ۸۰۹
اہل عناد کے متعلق خود کو جلانے (غمگین ہونے) کی ضرورت نہیں
واقعہ تمیم وعدی ---------- ۸۱۱
قسم مدعا علیہ پر فیصلہ ---------- ۸۱۲
ایک سوال کا جواب ---------- ۸۱۳
منکرین کی توبیخ کیلئے انبیاء علیہم السلام سے سوال ---------- ۸۱۴
تذکرہ انعامات ---------- ۸۱۵
حواریوں کا مطالبہ ---------- ۸۱۷
مشاہدۂ معجزہ اضافۂ علم کیلئے ---------- "
نزولِ مائدہ کی دعا اور قبولیت ---------- "
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال ---------- ۸۱۹
جوابِ عیسوی ---------- "
مغفرت وسزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں ---------- "
سچائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے ---------- ۸۲۰
ملکیتِ عامہ سے ثبوتِ قدرت ---------- "
تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے ---------- ۸۲۲
سماوات کے جمع اور ارض کے مفرد لانے کی وجہ ---------- "
نحوی تحقیق نمبر ۱ ---------- "
خالق وہی پھر بھی شک میں پڑے ہیں ---------- ۸۲۳
یہ تردد ان میں سوچ نہ ہونے سے ہے ---------- "
قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آ جائیں گی ---------- ۸۲۴
گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑو ان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی ---------- "
عدم مہلت زیادہ شدید ہے ---------- ۸۲۵
فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے ---------- ۸۲۶
تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ---------- "
نکتہ فا اور ثم کا فرق ---------- "
رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی ---------- ۸۲۷
دو ترکیب ---------- ۸۲۸
جب وہ مدبر کائنات ہے تو ہر حرکت و سکون کا مالک بھی وہی ہے ---------- "
نحو و قراءت ۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار "
اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ تم سے ---------- ۸۲۹
نفع و ضرر پر اختیار اسی کو ہے ---------- ۸۳۰
نحوی ترکیب ---------- "
قرآن کے وحی ہونے پر اللہ کی شہادت کافی ہے ---------- "
اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں ---------- ۸۳۱
یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں ---------- ۸۳۲
تمام کا حشر ---------- ۸۳۳
کفر کا بے وقت انکار ---------- "
اپنے مُنہ اپنی تکذیب ---------- "
قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دلوں پر پردے ہیں ---------- ۸۳۴
دہرے گناہ کے مرتکب ---------- "
تکذیب پر قیامت میں افسوس ---------- ۸۳۵
دنیا کی رسوائیاں سامنے آ گئیں ---------- ۸۳۶
بعثت کے منکر اقراری بن جائیں گے ---------- "
منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اُٹھانا ہوگا ---------- ۸۳۷
متقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا سب کھیل تماشہ ہیں ---------- ۸۳۸

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں ------------------------------ "
تسلی کا دوسرا انداز ------------------------ ۸۳۹
آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر نشانی دکھا سکتے تو دکھا دیتے ------------------- ۸۴۰
ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے ----------------- "
مُنہ مانگی نشانی کا مطالبہ ------------------- "
عظمتِ قدرت کے کھلے دلائل ------------------ ۸۴۱
قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں ------------- ۸۴۲
کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے -------------- "
اس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو -- "
سختیاں جھکانے کے لئے اترتی ہیں ----------------- ۸۴۳
ترکِ تضرع میں بھی عناد آ گیا ------------------ "
اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے ------------------------ ۸۴۴
اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے --------------------------------- ۸۴۵
انبیاء علیہم السلام مبشر و منذر ہیں مُنہ مانگی آیات کے لئے نہیں --- "
فسق و کفر سبب عذاب ہے -------------------- "
میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے -------------------------- ۸۴۶
میں تو آخرہ باڈر والوں کے لئے منذر ہوں ------------- ۸۴۸
فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس سے ہٹانے کی ممانعت ---- "
یہ جواب نفی ہے ----------------------- "
کثرتِ دُنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے ---------- ۸۴۹
شانِ فقراء اول ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی -- "
قراءت و نحو ------------------------ "
مجرموں کے راستہ کی وضاحت تا کہ ہر ایک دیکھ کر چلے --- "
میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا' وہ تو گمراہی ہے ----- ۸۵۰
میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے ---- ۸۵۱
وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے ----------------- "
تم ہر وقت اس کے احاطۂ علم و قدرت میں ہو ----------- ۸۵۲
قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا ---------------------------- "
صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے --------- ۸۵۳
تمام معاملات سچے مولا کے پاس ------------------- "
اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو -------------- ۸۵۴
نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔ تعجب ہے ------ "
ہر طرح کی پکڑ پھر اسے ہر وقت کامل قدرت ہے --------- ۸۵۵
سچے قرآن کو جھٹلایا' عذاب کا انتظار کرو ---------------- ۸۵۶
وہ اپنے وقت پر آئے گا' پھر خبر ہوگی ----------------- "
قرآن پر طعن والوں کے پاس مت بیٹھو ------------- ۸۵۷
ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا ------------------ "
دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے --------------------------------- "
گمراہ کو غول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی ------ ۸۵۹
ہدایت صرف اسلام' باقی سب گمراہی ---------------- "
فرمانبرداروں کے طرق ---------------------- "
اللہ خالق اور کامل علم و قدرت والا ہے -------------- "
ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ و نصیحت کرنا -------------- ۸۶۰
بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی ---------- ۸۶۱
نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی ----------------- "
غروب سے تغیر پذیری پر شاندار استدلال -------------- ۸۶۲
مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تا کہ اعتراض دلیل بن جائے "
مثبت انداز میں تذکرۂ توحید ------------------------ ۸۶۳
میرا ربّ نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں' اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا ----------------- "

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقامِ خوف میں ہو ---------- ۸۶۴
شرک سے بچنے والا مامون ہے ---------- "
ابراہیم علیہ السلام کے دلائلِ قاہرہ ہم نے دیئے ---------- ۸۶۵
ایک استدلال ---------- ۸۶۶
مذمت شرک کیا انوکھا انداز ---------- ۸۶۷
ھٰٓؤُلَاۗءِ کی مراد ---------- "
تمام انبیاء علیہم السلام کے اصولِ دین ایک ہیں ---------- "
یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار ---------- ۸۶۸
امّ القریٰ کا لقب ---------- "
تمام افتراء والے شامل ہیں' مدعیانِ نبوت ہوں یا اور ---------- ۸۷۰
روح کو بلا مہلت نکالنے کی تعبیر ---------- ۸۷۱
منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل ---------- ۸۷۳
مزید دلائل ---------- "
مزید دلائل' سورج و چاند ذریعہ حساب ---------- "
رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملابست ہے ---------- ۸۷۴
مستقر و مستودع کی تفسیر ---------- "
آسمان سے پانی بھی اتارا اور اس سے نباتات بے شمار اُگائیں ---------- "
کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہٗ کا شریک بنایا حالانکہ وہ شرکت سے منزّہ ہے ---------- ۸۷۵
اجسام کو بلا نمونہ وجود دینے والا ---------- ۸۷۶
ان جامع صفات والا ہی معبود ہے ---------- "
معتزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رؤیت برحق ہے ---------- "
بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے ---------- ۸۷۸
آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ انکو اہل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے ---------- ۸۷۹
وحی پر چلتے رہیں ---------- "
اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر ---------- "
جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا ---------- ۸۸۰
معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے ---------- "
یہ قبولِ حق سے عاری ہیں ---------- ۸۸۱

پارہ : ۸

ایمان والوں کے شاید کے جواب ---------- ۸۸۲
وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے ---------- "
وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر ادھر جھکیں ---------- ۸۸۳
قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے ---------- ۸۸۴
قرآن صدق و عدل میں کامل ہے ---------- ۸۸۵
کفار گمان کے پیرو ہیں ---------- "
اللہ سچے مؤمن اور کافر کو جانتا ہے ---------- "
حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے ---------- ۸۸۶
جو خواہشات سے حلال و حرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ---------- ۸۸۷
علانیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو ---------- "
حرمت متروک التسمیہ عمداً ---------- "
مؤمن تو نورِ ایمان و حکمت سے تفسیر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے ---------- ۸۸۸
اقتدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں ---------- "
احتجاج کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے ---------- ۸۹۰
ہر دل نورِ ایمان و نبوت کے قابل نہیں ---------- "
قراءت و نحو ---------- "
یہ سیدھی راہ ہے' شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے ---------- ۸۹۱
ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں ---------- "
قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعتراف مجرمین ---------- ۸۹۲
کند ہم جنس باہم جنس پرواز ---------- "

رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی ---- ۸۹۴
خبردار کئے بغیر عذاب نہیں آتا ---- "
ائمہ کا استدلال ---- "
وہ بے نیاز رحیم ہے ---- "
بعث ہوگا مر کر چھوٹ نہیں سکتے ---- "
انذار کا لطیف انداز ---- ۸۹۵
کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت ---- "
مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ ---- ۸۹۸
افتراء پردازی کے مزید نمونے ---- "
ایجاد کردہ مصنوعی شرائط ---- "
یہ تمام حماقت کے چکر ہیں ---- ۸۹۹
حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو ---- "
پالتو جانوروں کی اقسام ثمانیہ اور رسمی تحریمات کی تردید ---- ۹۰۱
چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید ---- ۹۰۲
تحریم صرف وحی سے ہے ---- ۹۰۳
فسق کہنے کی وجہ ---- ۹۰۴
یہود کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب ---- "
ان کو تکذیب کی سزا ذرا ٹھہر کر ملے گی ---- ۹۰۵
جوازِ شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے ---- ۹۰۶
یہ جواب دیا کہ یہ عذر لنگ ہے ---- "
مشیت کا معنی ---- "
اللہ کی دلیل کامل ہے ---- "
کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ ---- "
نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا
مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳ ---- ۹۰۹
ایک حکمت ---- ۹۱۰
لطیف نکتہ ---- ۹۱۱
حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق ---- "
کے مزید تصدیق ---- "
ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ ---- "
ک اُتار کر حجت تمام کردی ---- ۹۱۲
واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں ---- ۹۱۳
فرقہ بندی میں صحیح راہ ---- ۹۱۴
نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ---- "
میں ملّتِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوں' آؤ مان لو ---- ۹۱
خلاصہ ملت عبادت باری اور شرک سے بیزاری ---- "
میں تو حقیقی رب کو ماننے والا ہوں ---- ۹۱۶
زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے' آنے والے حساب کو آیا
ہوا سمجھو ---- "

سورۃ الاعراف ⑦

تسلیۂ رسول اللہ کفار کے انکار سے تنگ دِل نہ ہوں ---- ۹۱۷
ایک سوال کا جواب ---- ۹۱۹
ایک اور سوال ---- "
مقدماتِ عذاب کے وقت اعترافِ جرم ---- "
قیامت کی مسئولیت برائے توبیخ ---- ۹۲۰
وزنِ اعمال اظہارِ انصاف اور قطع معذرت کیلئے ہے ---- "
خفت وزن ---- ۹۲۱
انعاماتِ معیشت کا تذکرہ ---- ۹۲۳
تخلیق انسانی کا ذکر ---- "
سوالِ توبیخ ---- "
شیطانی قیاس اور اس کی غلطی ---- "
ذلت لازمۂ تکبر ہے ---- ۹۲۴
مطالبہ مہلت ---- "
مہلت کا ملنا ---- "
مہلت کے بعد بڑا بول ---- "
آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش ---- ۹۲۷
شیطان کی وسوسہ اندازی ---- "
طریق وسوسہ ---- "

اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا ---------- ۹۲۸
اعضائے مستورہ کا ظہور ---------- "
عتابِ باری تعالیٰ ---------- "
دعائے آدم علیہ السلام ---------- ۹۲۹
سببِ لباس پانی آسمان سے اُتارا ---------- ۹۳۰
نحو وقراءت ---------- "
تخلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے ---------- ۹۳۱
شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے ---------- "
مقولہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ---------- "
بے حیائی کے کام اشارۂ شیطانی سے ہیں ---------- ۹۳۲
مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا ---------- ۹۳۳
ہدایت واضلال اللہ کے پاس ہے ---------- "
زینت میں اسراف وتکبر سے بچو ---------- ۹۳۴
تمام حلال زینت مسلمان کیلئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے ---------- ۹۳۵
نحوی تراکیب ---------- "
تمام محرمات کی جڑ شرک وفواحش ---------- ۹۳۶
کفارِ مکہ کو وعید ---------- ۹۳۷
متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں ---------- "
مکذب ومتکبر کا انجام ---------- "
مفتری ومکذب دوزخ کا ایندھن بنے گا ---------- ۹۳۸
داخلہ جہنم کا ایک منظر ---------- ۹۴۰
کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے ---------- "
جہنم کا حال ---------- ۹۴۱
ایمان والوں کا صلہ ---------- "
شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ---------- ۹۴۲
اہل جنت واہل نار کی گفتگو ---------- ۹۴۳
اسبابِ لعنت کا تذکرہ کر دیا ---------- "
اہل اعراف کمزور مؤمن ---------- ۹۴۴
اہل اعراف کا کفار سے کلام ---------- ۹۴۵
اہل جنت واہل نار کا مکالمہ ---------- ۹۴۶
بڑے اسبابِ دوزخ ' دین کا مذاق اڑانا اور طولِ بقاء کا دھوکا ---------- ۹۴۷
موجودین کی طرف روئے سخن ---------- "
یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں ---------- "
اہل نار کی بیکار تمنائیں ---------- ۹۴۸
تخلیق ارض وسماء ---------- "
استواء کے متعلق فرمان اتم ---------- ۹۴۹
پکارنے کا حکم' مگر حد سے تجاوز کی ممانعت ---------- ۹۵۰
شرک ومعصیت فساد ہے ---------- "
قدرت کے دلائلِ عقلیہ ---------- ۹۵۱
مؤمن وکافر کی تمثیل ---------- ۹۵۲
دعوتِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ ---------- ۹۵۳
نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب ---------- ۹۵۴
نوح علیہ السلام کی تقریر اوّل ---------- "
تقریر دوم ---------- "
تقریر سوم ---------- "
تکذیب اور نتیجہ ---------- ۹۵۵
دعوت ھود علیہ السلام ---------- ۹۵۶
سرداروں کا جواب ---------- ۹۵۷
ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱ ---------- "
تقریر نمبر ۲ ---------- ۹۵۸
قوم کا اعتراض ---------- "
جواب ھود علیہ السلام ---------- ۹۵۹
نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی ---------- "
علاقۂ قوم عاد اور مختصر حالات ---------- ۹۶۰
قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ ---------- ۹۶۱
تقریر صالح علیہ السلام' انعامات کی یاددہانی ---------- ۹۶۲

متکبرین کا جوابی رویہ ---------- ۹۶۴
عذاب کی آمد ---------- "
تحسر صالح علیہ السلام ---------- "
تذکرہ قوم لوط علیہ السلام ---------- ۹۶۵
انوکھا جرم ---------- ۹۶۶
شہوات میں اندھا پن ---------- "
قوم کا جواب' خیر کو عیب کہا ---------- "
نتیجہ آمدِ عذاب ---------- "
خاص قسم کی بارش ---------- ۹۶۷
قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ ---------- ۹۶۸
خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر ---------- "
قوم کا مزاج ڈاکہ زنی ---------- "
دونوں فریقوں کو خطاب ---------- ۹۶۹

پارہ : ۹

سرداروں کا جواب ---------- ۹۷۰
شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر ---------- "
سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا ---------- ۹۷۱
انکار کا نتیجہ دُنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی ---------- ۹۷۲
تحسر کے کلمات ---------- "
قوموں کا عمومی طرزِ عمل ---------- ۹۷۳
استدراجِ الٰہی ---------- "
اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں اُن سے بیر نہ تھا ---------- ۹۷۴
اہل قریٰ کی بے خوفی ---------- "
اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے ---------- ۹۷۵
ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہوسکتی ہے ---------- "
اہل قریٰ نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلا دیا' پھر کبھی تصدیق نہیں کی ---------- ۹۷۶
اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے ---------- "
واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون ---------- ۹۷۷
تقریر موسیٰ علیہ السلام ---------- "
بنی اسرائیل کی مصر آمد ---------- ۹۷۸
فرعون کا جواب ---------- "
عصائے موسوی کا اعجاز ---------- "
ید بیضاء کا معجزہ ---------- ۹۷۹
فرعون کا کلام ---------- ۹۸۱
سرداروں کا مشورہ ---------- "
ساحروں کی آمد اور معرکہ ---------- "
ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ---------- "
جواب موسیٰ علیہ السلام ---------- ۹۸۲
اثرات سحر ---------- "
وحی سے اظہارِ معجزہ کا حکم ---------- "
غلبہ حق ---------- "
مغلوبیت کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے ---------- ۹۸۳
اعلانِ حق ---------- "
فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی ---------- "
ساحروں کا جواب ---------- ۹۸۴
جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے ---------- "
فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ ---------- ۹۸۵
جوابِ فرعون ---------- ۹۸۶
موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ ---------- "
وعدۂ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت ---------- "
موسیٰ علیہ السلام کا دلاسہ ---------- "
فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء ---------- ۹۸۷
فرعونیوں کا طرزِ عمل ---------- "
میں نہ مانوں کی رٹ ---------- ۹۸۸
فرعونی عذابوں کے چکر میں ---------- ۹۸۹

عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ ---------- ۹۹۰
مہلت سے غلط فائدہ ---------- "
کفر وتکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا ---------- ۹۹۱
غلامی سے آزادی اور ایفائے عہد ---------- "
بنی اسرائیل کے حالات پر نظر ---------- ۹۹۲
بنی اسرائیل میدانِ صحرائے سیناء میں ---------- "
بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت ---------- ۹۹۳
بت پرستی بے بنیاد چیز ہے ---------- "
انعامات سے تذکیر ---------- "
کتاب ملنے کا وعدہ ---------- ۹۹۴
حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت ---------- "
موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہونا ---------- ۹۹۵
غلبۂ شوق میں خواہش دیدار ---------- "
امکان رؤیت پر دلائل ---------- ۹۹۶
اعتراض اور جواب ---------- "
موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی ---------- ۹۹۷
مشرف ہمکلامی اور تورات کی الواح ---------- "
تورات بنی اسرائیل کا قانون ---------- ۹۹۸
متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے ---------- ۹۹۹
آخرت کے منکروں کا حبط اعمال ---------- "
بنی اسرائیل کی دوسری حماقت ---------- ۱۰۰۰
عبادت عمل پر شرمندگی ---------- ۱۰۰۱
موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی ---------- ۱۰۰۲
غضب للہ میں جلالِ موسیٰ علیہ السلام ---------- ۱۰۰۲
ہارون علیہ السلام کا جواب ---------- "
دعائے موسیٰ علیہ السلام ---------- ۱۰۰۳
ارشادِ موسیٰ علیہ السلام ---------- "
زوالِ غصہ کے بعد حالات ---------- ۱۰۰۴
بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال ---------- ۱۰۰۵
عرضِ موسوی ---------- "
دوسری دُعا ---------- ۱۰۰۶
جوابِ باری تعالیٰ ---------- "
رُوئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ---------- ۱۰۰۷
بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ ---------- ۱۰۱۰
بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور اُن پر انعامات ---------- ۱۰۱۱
بیت المقدس میں داخلے کا حکم ---------- "
ظالموں نے اُلٹ بات بنائی ---------- ۱۰۱۲
بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات ---------- ۱۰۱۳
ثابت قدم لوگوں کی فہمائش ---------- ۱۰۱۴
ترکِ نصیحت پر عذاب ---------- "
حد توڑنے پر سزائے مسخ ---------- ۱۰۱۵
سزایافتہ یہود ---------- "
زمین میں منتشر کر دیا ---------- ۱۰۱۶
نالائقوں کی آمد ---------- ۱۰۱۷
حاملین کتاب قابل بدلہ ہیں ---------- "
بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا ---------- ۱۰۱۸
میثاقِ بنی آدم اور عہد الست ---------- ۱۰۱۹
انقطاع اعذار ---------- "
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ---------- ۱۰۲۰
بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ ---------- ۱۰۲۱
خواہش پرستی میں کتے کی مثال ---------- ۱۰۲۲
جھٹلانے والوں کا برا انجام ---------- "
طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے ---------- ۱۰۲۲
دوزخی لوگوں کا مزاج' دل' آنکھ' کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے ---------- "
انسان کی چار اقسام ---------- ۱۰۲۴
داعیانِ حق ---------- ۱۰۲۵

حجیتِ اجماع ---------------------------------- ۱۰۲۶
مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے ------------------ "
امہال مجرمین ---------------------------- "
کفار کے اعتراضِ جنون کا جواب ------------------ "
غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش
کرنا چاہئے -------------------------------- "
گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا ---------------------- ۱۰۲۷
وقوعِ قیامت کا سوال ---------------------------- "
وقوعِ قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے ------------------ ۱۰۲۸
علم و اختیار کی نفی کا اعلان -------------------- ۱۰۲۹
آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کی پیدائش -------------------- ۱۰۳۰
فرد سے جنس کی طرف التفات ---------------------- ۱۰۳۱
خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کر لیا ------------------ ۱۰۳۲
اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے ------------------------ ۱۰۳۳
اگر بتوں کو پکارو وُہ اُس پکار تک نہ نہ پہنچ سکیں ------------ "
جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں ------------------ "
بے بسوں کی عبادت کیوں؟ ---------------------- "
میرے خلاف زور لگالو ---------------------- ۱۰۳۴
میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے -------------- "
جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا ------------ "
عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مُنہ نہ لگائیں ------- "
وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری -------------- ۱۰۳۵
متقین کا وسوسہ میں طریق ------------------------ "
اخوانِ شیاطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں ---------------- ۱۰۳۶
مُنہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب -------------- "
قراءتِ قرآن کے وقت استماع وانصات ---------------- ۱۰۳۷
پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم ----- "
مقربین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے
ہیں ------------------------------------ ۱۰۳۸
تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے ---------- ۱۰۳۹
مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اسکے ایمان میں اضافہ ------ ۱۰۴۰
علاماتِ مؤمنین ---------------------------- ۱۰۴۱
پختہ مؤمن ---------------------------------- "
اقوالِ ائمہ رحمہم اللہ ---------------------------------- "
مسلمانوں کا مدینہ سے خروج ---------------------- ۱۰۴۳
صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات ------------------------ "
گھبراہٹ کی کیفیت ---------------------------- ۱۰۴۴
وعدۂ الٰہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش -------------- "
اللہ کی رضاء ---------------------------------- "
اثباتِ اسلام اور ابطالِ باطل ---------------------- ۱۰۴۵
اللہ سے استغاثہ ------------------------------ "
نصرت ملائکہ تو اطمینانِ قلبی کے لئے ہے ---------------- ۱۰۴۶
کیا فرشتے براہِ راست لڑے؟ ---------------------- "
غلبہ اونگھ -------------------------------- ۱۰۴۷
نزول کی مطر -------------------------------- "
فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا ------------------ ۱۰۴۸
کفار کی گردنیں اُڑا دو -------------------------- "
یہ سزا اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی وجہ سے ملی ---- ۱۰۴۹
دو بدو جنگ کے احکامات ------------------------ "
بھاگنے والے کے جرم کی شدت ---------------------- ۱۰۵۰
ایک مشتِ خاک کا اعجاز ------------------------ "
کافروں کی تدبیر کمزور کر دی ---------------------- ۱۰۵۱
اطاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن تھامے رکھو ------------ ۱۰۵۳
منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ ---------------- "
کافر بدترین جانور ---------------------------- "
وہ خوبی سے خالی ہیں -------------------------- "
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فوراً تعمیل کرو ------------ ۱۰۵۲
اللہ کے حائل ہونے کا مطلب ---------------------- "

فتنے کا وبال عام ہے ------------------------------ "
سابقہ حالت کو یاد رکھو تا کہ شکریہ کی توفیق ہو ---------------- ۱۰۵۵
اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو ---------------- ۱۰۵۶
مال واولاد باعث آزمائش ---------------------- "
تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی ------------- "
کفارِ قریش کی تدابیر ---------------------- ۱۰۵۷
دارالندوہ کا اجلاس ------------------------- "
قرآن کے متعلق کفار کا تاثر ------------------- ۱۰۵۸
جو مانگا وہ مل گیا ------------------------ ۱۰۵۹
ہجرت تک عذاب رکا رہا ---------------------- "
قریش مستحق عذاب ہو چکے ------------------- ۱۰۶۰
مشرکین کی نماز ------------------------- "
صنادید قریش کی شہ خرچی اور اس پر ندامت ------------- ۱۰۶۱
مؤمن و کافر میں امتیاز ہوگا ------------------ ۱۰۶۲
کفار کو عداوتِ رسول ترک کرنے کی دعوت ------------- "
فسادِ اعتقاد تک لڑو ---------------------- ۱۰۶۳
اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کارسازی پر اعتماد کرو ---- "

پارہ ۱۰

تقسیم غنائم ---------------------------- ۱۰۶۴
للہ وللرسول کا مطلب ----------------------- "
غزوۂ بدر کا ذکر -------------------------- ۱۰۶۶
اعزازِ دین کا فیصلہ ------------------------ "
خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی گئی --------------- ۱۰۶۷
کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے -------- "
مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم ------------------ ۱۰۶۸
اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو ------------ ۱۰۶۹
لشکر ابوجہل کا حال ------------------------ "
تزیین شیطانی ---------------------------- ۱۰۷۰
منافقین کا ڈھنڈورا ------------------------ ۱۰۷۱
منافقین کی حالتِ مرگ ---------------------- ۱۰۷۲
ان کا حال آلِ فرعون جیسا ہے ------------------ "
نعمت، قسمت سے اعمال کے بدلنے پر بدلتی ہے ----------- ۱۰۷۳
ہلاکت میں آلِ فرعون کی طرح ہیں ---------------- "
یہ کفر پر مصر ہیں ------------------------- ۱۰۷۴
معاہدہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو --------------- "
خطرۂ خیانت سے معاہدہ واپس کر دو --------------- ۱۰۷۵
کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے ------------------- "
کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو ---------------- ۱۰۷۶
اوس وخزرج میں الفت کا امتنان ----------------- ۱۰۷۷
اللہ کی مدد اور مؤمنوں کا تعاون کافی ہے ------------- ۱۰۷۸
ترغیب قتال کا حکم ------------------------ "
تخفیف حکم --------------------------- ۱۰۷۹
اسیرانِ بدر کا مسئلہ اور اختلافِ رائے --------------- ۱۰۸۰
نوشتۂ تقدیر میں فدیہ کی حلت ------------------ ۱۰۸۱
اموالِ غنائم کے استعمال کی اجازت --------------- "
اگر دل میں ایمان ہوگا تو دوگنا ملے گا -------------- ۱۰۸۲
بحرین کا مال --------------------------- "
اگر فدیہ میں چاپلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے - "
مہاجرین وانصار کا تذکرہ -------------------- ۱۰۸۴
ہجرت فرض تھی ------------------------- "
کفار کے خلاف ان کی مدد کرو ------------------ "
کفار میں باہمی موالات --------------------- ۱۰۸۵
مہاجرین وانصار سے عہد ہائے مغفرت -------------- "
سابقین کے بعد والوں کا حکم ------------------ "
سورت کے نام -------------------------- ۱۰۸۷
ابتداء میں ترک تسمیہ کی وجہ ------------------ "
مشرکین سے اعلان بیزاری -------------------- ۱۰۸۸

چار ماہ کی مہلت ---------- "
نزولِ آیت ---------- "
مندرجاتِ اعلان ---------- ۱۰۸۹
مسلکِ جمہور ---------- "
اعلان کا تعلق تمام سے ---------- ۱۰۹۰
اہمیت تعلیم ---------- ۱۰۹۱
استثناء معاندین ---------- "
عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم ---------- ۱۰۹۲
پناہ کی اجازت ---------- "
مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا ---------- ۱۰۹۳
کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں ---------- ۱۰۹۴
کسی مؤمن سے تو رشتہ کا بھی پاس نہیں ---------- "
توبہ اور اس کی علامات ---------- ۱۰۹۵
اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زنی ہیں ---------- ۱۰۹۶
لڑائی پر آمادگی ---------- ۱۰۹۷
کفار سے لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے ---------- "
مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ ---------- ۱۰۹۸
مجاہدین کی پہچان کی جائیگی ---------- "
مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟ ---------- ۱۰۹۹
مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے ---------- ۱۱۰۰
کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد، سقایہ حجاج بے وزن اعمال ہیں ---------- ۱۱۰۱
ایمان، ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں ---------- "
کافر غیر ہے خواہ باپ ہو ---------- ۱۱۰۲
رشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہے ---------- ۱۱۰۳
واقع نصرت ---------- "
غزوۂ حنین ---------- ۱۱۰۴
آپ کی ثابت قدمی ---------- "
کثرت نے فائدہ نہ دیا ---------- "
نزولِ سکینہ ---------- ۱۱۰۵
مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے ---------- "
خطرۂ افلاس کی ممانعت ---------- ۱۱۰۶
اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال ---------- "
یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں ---------- ۱۱۰۷
انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ہے ---------- ۱۱۰۸
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا ---------- ۱۱۰۹
اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے ---------- "
حرام خور احبار و رہبان ---------- ۱۱۱۰
جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے ---------- "
قیامت کے دن یہی مال آلہ سزا ہوگا ---------- ۱۱۱۱
تخلیق ارض و سماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں ---------- ۱۱۱۲
رسم نسی کی تردید ---------- ۱۱۱۳
ترغیب جہاد ---------- ۱۱۱۴
بوجھل پن پر اظہارِ ناراضی ---------- ۱۱۱۵
نصرتِ دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں ---------- "
واقعہ ہجرت ---------- "
علماء کا قول ---------- ۱۱۱۶
نزولِ سکینہ ---------- "
سامان (اسلحہ، اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو ---------- ۱۱۱۷
تذکرۂ تبوک اور بہانہ باز منافقین ---------- "
لطیف عتاب ---------- ۱۱۱۹
آپ ان کو اجازت نہ دیتے تا کہ ان کا سچ جھوٹ سامنے آتا "

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے ---------- "
طالبین اجازت منکر آخرت ہیں ---------- "
اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے ---------- "
منافقین کے نکلنے میں نقصان ہے فتنہ پردازی کا ---------- ۱۱۲۰
منافقین کی ایک بڑی سازش ---------- ۱۱۲۱
بعض منافقین کا عذر بدتر از گناہ ---------- "
منافقین بیدار مغزی کے چیمپین ---------- ۱۱۲۲
دو دو باتوں کے منتظر مؤمن مدد الٰہی وشہادت کے اور کافر عذاب
اور کفر پر قتل کے ---------- ۱۱۲۳
تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں ---------- ۱۱۲۴
صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے ---------- "
منافقین کے لئے ان کے اموال باعث عذاب ہیں ----- "
منافقین کا دعویٔ مسلمانی ڈر کی وجہ سے ---------- ۱۱۲۵
وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں ---------- "
صدقات میں طعنہ زنی ---------- ۱۱۲۶
ان کو تقسیم رسول دل سے پسند کرنی چاہئے ---------- "
مواقع صدقات کی تفصیل ---------- ۱۱۲۷
پیغمبر ﷺ کو ایذا دینے والے کو یہ ''کان'' ہے ---------- ۱۱۲۸
مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا' حالانکہ اللہ اور رسول
کو راضی کرنا چاہئے ---------- ۱۱۲۹
اللہ ورسول کا مخالف جہنمی ہے ---------- ۱۱۳۰
منافقین کو اپنے متعلق سورت اُترنے کا خطرہ ---------- "
امر تہدیدی ---------- ۱۱۳۱
استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا ---------- "
کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ ورسول ہی ملا ہے --- "
جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو توبہ کرو ---------- ۱۱۳۲
منافقین مرد وعورتیں کامل فاسق ہیں ---------- "
کفار ومنافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں ----- ۱۱۳۳
اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دنیا کے مزے لوٹ کر
عذاب کا شکار بنے' تم بھی بنو گے ---------- ۱۱۳۴
پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و
تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے ---------- ۱۱۳۵
مؤمن مردوں' عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی ---------- ۱۱۳۶
ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ ---------- "
کفار ومنافقین سے سخت رویہ اختیار کریں ---------- ۱۱۳۷
منافقین کا کلمۂ کفر ---------- ۱۱۳۸
جلاس کی توبہ ---------- "
کیا یہ احسان کا بدلہ ہے ---------- "
دعوت توبہ ---------- "
مال ملا تو بخل کرنے لگے ---------- ۱۱۳۹
پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا ---------- "
اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے ---------- "
نفلی صدقات والوں پر طعنہ زنی ---------- ۱۱۴۱
عبداللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت ---------- ۱۱۴۲
تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی ---------- ۱۱۴۳
استہزائی جملے ---------- ۱۱۴۴
عادتِ طیبہ ---------- "
ان کا مال واولاد ان کے حق میں سوہانِ روح ہیں ---------- ۱۱۴۵
جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں ---------- "
وہ خانہ نشینی کے خواہاں ہیں ---------- "
رسول اور مؤمن جہاد کرنے والے ہیں ---------- ۱۱۴۶
جنت کے حقدار ---------- ۱۱۴۷
بہانہ باز دیہاتی ---------- "
ضعفاء ومعذورین کا استثناء ---------- "
زادِ سفر سے معذور لوگ ---------- ۱۱۴۸
مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں ---------- "

① سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ⑤

سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی

وَهِيَ سَبْعُ آيَاتٍ وَّ رُكُوْعُهَا ١

اس میں سات آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے

المنزل ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یہ سورت مکی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مدنی ہے۔ مگر صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ مکی اور مدنی ہے۔ یہ مکہ شریف میں اس وقت اتاری گئی جبکہ نماز کا فریضہ لاگو ہوا۔ پھر دوبارہ نزول مدینہ میں اس وقت ہوا جب تحویل قبلہ کا معاملہ پیش آیا۔

اسمائے سورت اور انکی وجوہ:

نمبر ۱۔ ام القرآن : (ل) حدیث میں اس کا یہ نام وارد ہوا ہے۔ **لا صلاة لمن لم يقرء بام القرآن** (مسلم) اس کی نماز کامل نہیں جس نے ام القرآن نہ پڑھی۔

(ب) : یہ قرآن مجید کے مقاصد پر مشتمل ہے۔

نمبر ۲۔ وافيه ، كافيه : یہ سورت مقاصد قرآن کو اپنے اندر سمیٹنے والی ہے۔

نمبر ۳۔ الکنز : حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ **فاتحة الكتاب كنز من كنوز عرشي** (ابن راہویہ) فاتحۃ الکتاب میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

نمبر ۴ الشفاء' الشافیه : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے **فاتحة الكتاب شفاء من كل داء الا السام** (فیض القدیر) فاتحہ موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج، (شفاء) ہے۔

نمبر ۵ المثانی : کیونکہ یہ نماز میں بار بار دھرائی جاتی ہے۔

نمبر ۶ سورة الصلاة (ل) : اس روایت کی بناء پر (**لا صلاة لمن لم يقرء بام القرآن**) کہ نماز کی تکمیل کا دارومدار اس پر ہے۔

(ب) : اس لئے بھی کہ یہ نماز میں فرض ہے یا واجب (فقہاء کے اختلاف کے مطابق)

نمبر ۷ سورت الحمد والاساس: یہ قرآن کی اساس و بنیاد ہے۔ جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا اذا اعتللت او اشتکیت فعلیك بالاساس: کہ جب تو بیمار پڑ جائے تو فاتحہ کو لازم پکڑ۔''

تعدادِ آیات:

اس سورت میں بالاتفاق سات آیات ہیں۔ واللہ اعلم

اختلافِ قراء اور انکے دلائل:

نمبر ۱: قراء مدینہ، بصرہ اور شام رحمہم اللہ کا کہنا یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ فاتحہ کی آیت نہیں اور نہ ہی یہ کسی دوسری سورت کی ابتدائی آیت ہے (البتہ سورت نمل کی آیت کا حصہ ہے انه بسم الله الرحمن الرحيم الأية)
ابتداء میں اس کو تبرک کے طور پر اور دو سورتوں کے مابین فاصلہ ظاہر کرنے کیلئے لایا جاتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا یہی مسلک ہے۔ اسی بناء پر ان کے ہاں فاتحہ کے ساتھ اس کو جہراً نہیں پڑھا جاتا۔
نمبر ۲: دوسرا مسلک قراء مکہ اور کوفہ رحمہم اللہ کا ہے۔ کہ یہ نہ صرف سورت فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ بلکہ ہر سورت کی (ابتدائی) آیت ہے۔ اس قول کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے احباب نے اختیار فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو فاتحہ کے ساتھ جہراً پڑھتے ہیں۔

دلائل شوافع رحمۃ اللہ علیہ نمبر ۱:

سلف صالحین رحمہم اللہ اس کو قرآن مجید میں لکھتے چلے آرہے ہیں حالانکہ غیر قرآن کو قرآن میں لکھنے کی شدت سے ممانعت تھی (پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ سورت فاتحہ کی آیت ہے)
نمبر ۲ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ جس نے بسم اللہ کو چھوڑ دیا۔ اس نے گویا کتاب اللہ کی ایک سو چودہ ۱۱۴ آیات کو چھوڑ دیا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ یہ ہر سورت کی آیت ہے)

دلائل احناف رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے صلاۃ یعنی فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ میرے بندے کیلئے وہ ہے۔ جو اس نے سوال کیا۔

جب بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمين۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔
جب بندہ کہتا ہے الرحمان الرحيم۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی۔
جب بندہ کہتا ہے مالك يوم الدين۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔
جب بندہ کہتا ہے اياك نعبدو اياك نستعين۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ میرے بندے نے جو طلب کیا میں نے اس کو دے دیا۔

جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لاالضآلین ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کیلئے خاص ہے اور میرے بندے نے جو مجھ سے سوال کیا وہ میں نے اسے دے دیا ۔ (مسلم،ترمذی)

(پس اگر بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہوتو الحمد کی بجائے اولاً بسم اللہ کہا جاتا ۔اس سے ثابت ہوا کہ فاتحہ بسم اللہ کا جزو نہیں)۔

پس، الحمد للّٰہ رب العالمین سے سورت فاتحہ کی ابتداء کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے۔ جب فاتحہ کا جزو نہ بنا تو دوسری سورتوں کا جزو نہ ہونا تو بالاتفاق خود ثابت ہو گیا۔اور یہ روایت تو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

جواب روایت:

ان کی پیش کردہ روایت ہمارے مخالف نہیں کیونکہ بسم اللہ ہمارے نزدیک بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ دوسورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے اور سورتوں کے ابتداء میں تبرک حاصل کرنے کی غرض سے اتاری گئی۔ علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ نے یہ بات ''المبسوط'' میں ذکر کی ہے۔ہم پر اعتراض اس روایت سے تب آتا جب اس کو ہم قرآن مجید کی آیت تسلیم نہ کرتے۔ ''الکافی'' میں اسکی تفصیل موجود ہے من شاء فلیراجع۔ با۔کا تعلق محذوف سے ہے۔جس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔بسم اللہ اَقْرءُ وَاَتْلُوْا کیونکہ جو شخص بسم اللہ کی تلاوت کرتا ہے۔تو وہ اس کا قاری ہے۔جیسا کہ مسافر جب کسی جگہ خیمہ زن ہو یا وہاں سے کوچ کرے تو کہتا ہے۔ باسم اللہ والبرکات یعنی (بسم اللّٰہ احل و بسم اللّٰہ ارتحل) کہ میں اللہ کے نام کی برکت سے اترتا اور اللہ کے نام کی برکت سے کوچ کرتا ہوں۔اسی طرح ذبح کرنے والا (کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرتا ہوں)۔

اصول:

یہ فاعل جو بسم اللہ سے اپنے فعل کو شروع کرے گا تو وہی فعل مضمر ہوگا جس کی ابتداء بسم اللہ سے کی گئی ہے۔

البتہ : فعل محذوف آخر میں مانا جائے گا۔کیونکہ فعل اور متعلَّق بہ سے زیادہ اہم متعلَّق بہ ہے(کیونکہ مقصود وہی ہوتا ہے)

عادتِ مشرکین:

مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ابتداء کرتے ہوئے کہتے باسم اللات و باسم العزی۔

(اسلام نے شرک کی جڑ کو اکھیڑا ہے)اس لئے مؤمن موحد کیلئے ضروری ٹھہرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو ابتداء میں لائے تاکہ ہر چیز کی ابتداء کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کا خاص ہونا ثابت ہو سکے اور یہ مقصد صرف اس صورت میں پورا ہوسکتا ہے جبکہ متعلق بہ کو پہلے لایا جائے اور فعل کو آخر میں ذکر کیا جائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

سوال :اقرأباسم ربک:علق :ا۔میں فعل کو مقدم کیوں کیا گیا۔

جواب : ایک قول کے مطابق یہ سب سے پہلے اترنے والی سورت ہے۔اس وقت قراءت کا حکم زیادہ اہمیت والا تھا۔اسی لئے

فعل قراءت کومقدم کردیا گیا تا کہ حکم قراءت دلوں میں خوب پختہ وجاگزین ہوجائے۔
جواب : نمبر ۲ یہ بھی درست ہے کہ قراءت کوافعل القراء ۃ وحققھا(کہ تم قراءت کرواور خوب اچھی طرح کرو) کے معنی میں مان لیا جائے اور یہ اس محاورہ عرب کے مطابق ہوگا۔فلان یعطی ویمنع پھر اس کا فعل الگ محذوف ہوگا۔جس پر بسم اللہ پڑھا جائے گا۔اسکی طرف متعدی نہ ہوگا۔
جواب نمبر ۳ : یہ بھی ممکن ہے کہ باسم ربک' اس اقرأ کا مفعول ہو جو بعد میں محذوف ہے۔اور''اسم اللہ'' کا تعلق قراءت سے اسی طرح کا مانا جائے جو اس آیت میں' تنبت بالدھن (المومنون:۲۰) میں دھن (تیل) کا انبات (اگنے) سے ہے۔پس معنی یہ ہوگا۔متبرکًا باسم اللہ اقرء میں اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرتے ہوئے پڑھتا ہوں۔
نکتہ : اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اس کے نام سے کس طرح تبرک حاصل کریں اور اسکی کس طرح تعظیم بجالائیں۔

بسم اللہ کی با کسرہ پرمبنی ہے کیونکہ وہ کسرہ حرفیت اور جر کا لازمہ ہے۔اسی لئے با کومکسور رکھا تا کہ اسکی حرکت اس کے عمل کے مشابہ ہو۔

لفظ اسم کی تحقیق:

اسم : یہ لفظ ان اسماء میں سے ہے۔جنکا حرف اول مبنی بالسکون ہے۔جیسا کہ ابن اور ابنۃ وغیرہ۔جب ان سے ابتداء کر کے پڑھنا چاہیں تو ہمزہ لگادیا جاتا ہے۔کیونکہ ساکن سے ابتداء نہیں کی جاسکتی۔البتہ درمیان کلام میں جب یہ الفاظ آجائیں گے تو پھر ھمزہ کی ضرورت سے مستغنی ہوجاتے ہیں۔
بعض علماء : ہمزہ کا اضافہ نہیں کرتے بلکہ صرف ساکن کوحرکت دینے پراکتفاء کرتے ہیں۔چنانچہ وہ اس کو سِمٌ اور سُمٌ پڑھتے ہیں۔

یہ ان اسماء میں سے ہے۔جس کا آخری حرف حذف کردیا گیا جس طرح کہ یدٌ اصل میں یَدَیٌ اور دم اصل میں دموٌ ہے۔اسی طرح اسکی اصل سِمْوٌ ہے۔جس کی دلیل وہ تبدیلی ہے جو اسماء، سمی، سُمّیت میں نظر آرہی ہے۔یہ سِمْوٌ بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔کیونکہ نام مُسَمّٰی کی تعریف کوظاہر کرتا ہے۔اور اس کے تذکرے کو پھیلانے والا ہے۔
بسم اللّٰہ : میں الف کتابت سے حذف کردیا گیا۔اوراقرأ باسم ربک :(العلق:۱) میں ذکر کردیا کیونکہ اسمیں بھی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔مگر بسم اللہ میں تو کثرت استعمال کی وجہ سے تلفظ سے ساقط کردیا گیا۔(اوراقرأ باسم میں کثرت استعمال نہیں اس لئے کتابۃً حذف نہیں کیا گیا) بسم اللہ کی با کوحذف کے بدلے میں لمبا لکھا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کاتب کوحکم دیا کہ ب کولمبا لکھو۔س،کوظاہر کرواورم کوگول لکھا کرو۔(اس میں کتاب اللہ کی تعظیم ہے)

لفظ اللہ کی تحقیق:

اللّٰہ : اسکی اصل اَلْاِلٰه ہے اسکی نظیر الناس کا لفظ ہے جس کی اصل اُناس ہے ھمزہ کو حذف کر کے ابتداء میں الف لام کا اضافہ کر دیا۔ اِلٰہٌ کا لفظ اسماءِ جنس میں سے ہے۔ ہر حق و باطل معبود پر بولا جاتا ہے۔ پھر معبود حقیقی کیلئے اس کا استعمال غالب آ گیا۔ جیسا کہ النجم کا لفظ ہر ستارے پر بولا جاتا ہے۔ پھر ثریا (کہکشاں) کیلئے اس کا استعمال غالب ہو گیا۔ اللہ کا لفظ حذف ھمزہ کے ساتھ فقط معبود برحق پر ہی بولا جاتا ہے۔ غیر پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم ہے۔ صفت نہیں۔

دلیل نمبر ۱ : کیونکہ اس کو بطور موصوف لاتے ہیں، خود اس کو بطور صفت استعمال نہیں کرتے۔ اس طرح یہ نہیں کہا جاتا شَیْءٌ اِلٰہٌ۔ جس طرح کہ شیء رجلٌ نہیں کہتے۔ بلکہ کہتے ہیں الله واحد صمد۔ الله جو اکیلا بے نیاز ہے۔

دلیل نمبر ۲ : اللہ تعالیٰ کی صفت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا موصوف ہو جس پر وہ صفات بولی جائیں۔ پھر اگر تمام کو صفات قرار دیا جائے تو کہنا پڑے گا۔ کہ یہ صفات تو ہیں مگر انکا موصوف کوئی نہیں۔ اور یہ بات درست نہیں۔

علماءِ نحو کا اختلاف:

جلیل القدر علماءِ نحو خلیل، زجاج، محمد بن الحسن، حسین بن الفضل رحمہم اللہ نے اس کو مشتق نہیں مانا بلکہ اشتقاق کا انکار کیا۔

اشتقاق کا معنی:

بعض نے کہا اشتقاق کا معنی یہ ہے کہ ترکیب اور معنی میں دو یا زیادہ لفظ مشترک ہو جائیں۔ اس اسم کا لفظ اَلِهَ یَا لَهُ (حیران ہونا) ہو۔ یہ لفظ حیرانی اور دہشت کو اپنے اندر شامل کرنے والے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معبود کی پہچان میں وہم و گمان حیران ہیں۔ اور بڑے تیز عقل والے دہشت زدہ ہیں۔ اسی وجہ سے گمراہی کثرت سے ہے۔ اور باطل پھیل رہا ہے۔ اور صحیح سوچ و فکر کی کمی ہے۔

دوسرا قول:

بعض نے کہا یہ اَلَهَ یَاْلَهُ الاهًا۔ اس نے عبادت کی۔ سے ماخوذ ہے یہ مصدر ہے جو مألوہ بمعنی معبود کے مستعمل ہے۔ جیسا کہ آیت: "هذا خلق الله" لقمان (۱) میں خلق کا لفظ بمعنی مخلوق استعمال ہوا ہے۔

اختلافِ قراءت:

جب اس کے لام سے قبل ضمہ یا فتحہ ہو تو لام کو تفخیم سے پڑھا جائے گا۔ اور اگر لام سے پہلے کسرہ ہو تو ترقیق ہو گی۔ بعض قراء نے ہر حال میں ترقیق کی ہے جبکہ دوسروں نے ہر حال میں تفخیم مگر جمہور کا قول وہی ہے جو ہم نے پہلے نقل کر دیا۔

لفظ رحمٰن و رحیم کی تحقیق:

الرحمٰن : یہ رحم سے بروزن فعلان ہے۔ اس ذات کو کہتے ہیں جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہو۔ اسکی نظیر غضبان کا لفظ ہے جو غضب سے ہے۔ غضبان اس شخص کو کہتے ہیں جو غصے سے بھرا ہوا ہو۔ اسی طرح الرحیم : رحم سے فعیل کا وزن ہے جیسا مرض سے مریض۔ لفظ رحمان میں مبالغہ رحیم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

وجہ اول : کیونکہ رحیم میں ایک لفظ زائد ہے۔اور رحمان میں دولفظ ہیں اور الفاظ کا اضافہ معنی کے اضافہ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے دعا میں یا رحمان الدنیا کے الفاظ آئے ہیں۔ کیونکہ رحمان کی رحمت سے مومن و کافر ہر دو فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ''رحیم الآخرۃ'' کے لفظ آئے ہیں۔ کیونکہ وہ رحمت ایمان والوں کیلئے مخصوص ہے۔

وجہ دوم : علماء نے فرمایا رحمان اللہ تعالیٰ کا نام ہونے کی وجہ سے خاص ہے اس سے غیر اللہ کی صفت نہیں کی جاسکتی۔اور معنی کے اعتبار سے عام ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔الرحیم اس کے برعکس غیر کی صفت بن سکتا ہے اور اسکی رحمت ایمان والوں کیلئے خاص ہوگی۔اسی لئے رحمان کو مقدم کیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ اِيَّاكَ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا' جو سب سے بڑا مہربان بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے' مالک ہے روز جزا کا' ہم تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶

عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں' چلا ہم کو سیدھے راستہ پر

سوال : اگر چہ زیادہ بلیغ رحمان کا مقدم کرنا ہے۔اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہو جیسے کہا جاتا ہے۔ ''فلانٌ عالم نحریر'' فلاں زبردست عالم ہے۔

جواب : یہ غیر اللہ کی صفت نہیں بنتا اس لئے یہ بمنزلہ علم کے ہوا۔(اور علم صفت سے مقدم لایا جاتا ہے)

رحمت کا مطلب:

اللہ کی رحمت سے مراد بندوں پر اس کا انعام و احسان کرنا ہے۔اصل میں رحمت کا معنی شفقت ہے۔(اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں مبادی کا لحاظ نہیں بلکہ غایات کا لحاظ ہے۔انسانوں کیلئے بعض صفات کا استعمال مبادی کے لحاظ سے ہے۔فافہم وتدبر: مترجم)

مسیلمہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول:

وانت غیث الوری لا زلت رحمانا۔اس میں مسیلمہ کیلئے رحمان کا لفظ استعمال کیا گیا۔درحقیقت یہ کفر پر محض ضد بازی کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔(حالانکہ محاورہ عرب اس کا ساتھ نہیں دیتا کیونکہ ان کے ہاں یہ لفظ استعمال میں ہی نہ تھا قالوا وما الرحمان)۔

نحوی اختلاف: رحمان: نمبر ا:

غیر منصرف ہے ان علماء کے ہاں جو فعلا نہ مؤنث کا وزن نہ آنے کی وجہ سے فعلان کو غیر منصرف مانتے ہیں۔

نمبر ۲ : یہ منصرف ہے۔کیونکہ اسکی مؤنث فُعلی کے وزن پر نہیں بنتی ان دونوں میں اول قول راجح ہے۔

حمد کی تشریح:

اَلۡحَمۡدُ : فضیلت کے انداز سے کسی خوبی پرتعریف کرنا۔ یہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔اصل میں یہ منصوب ہے۔ فعل مضمر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔اسکی تفصیل اسطرح ہے۔فعل مضمر جوخبر کے معنی میں ہواس کا منصوب مصدراس کو مانا گیا۔ جیسا کہ عرب کا قول شکرًا و کفرًا ای شکرت شکرًا۔

مرفوع کی وجہ:

منصوب سے مرفوع کی طرف عدول کرنے کی وجہ معنی میں پختگی وثبوت ظاہر کرنا ہے۔

لِلّٰہِ : یہ مبتداء کی خبر ہے۔لام کا تعلق محذوف واجب یا ثابت سے ہے۔

حمد ومدح وشکر میں فرق:

کسی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنا خواہ مقابلہ میں نعمت ہو یا نہ حمد کہلاتا ہے۔حمد ومدح دونوں ہم معنی ہیں۔مثلاً تم کہو گے۔حمدت الرجل علی انعامہٖ' حمدته علی شجاعته و حسبه ۔پہلی مثال میں مقابلے میں نعمت ہےاوردوسری مثال میں نعمت وغیرہ کچھ نہیں۔شکر خاص طور پرنعمت پر کیا جاتا ہے۔البتہ شکر دل،زبان،اعضاء تمام سے ہی کیا جاتا ہے۔جیسا شاعر کا یہ قول:افادتکم النعماء منی ثلاثۃً یدی ولسانی والضمیر المحجبا۔
نعمتوں کا فائدہ تمہیں میری طرف سے تین طرح پہنچا۔میرے، ہاتھ،زبان اور مخفی ضمیر سے۔(یہاں شکر کے بالمقابل زبان، ہاتھ اورضمیر تینوں کا ذکر کیا)

حمد : صرف زبان سے ہوتی ہے۔وہ شکر کا ایک شعبہ ہے۔اوراس حدیث میں یہی معنی ہے: الحمد رأس الشکر ما شکر اللّٰہ عبدٌلم یحمده: (حمد شکر کی چوٹی ہے۔اوراس بندے نے شکرادانہیں کیا جس نے اللہ کی تعریف نہیں کی)اس ارشاد میں حمد کوشکر کی چوٹی قرار دیا گیا۔کیونکہ زبان سے نعمت کا تذکرہ کرنے سے زیادہ پھیلتا ہے۔یہ نسبت اعتقاداوراعمال جوارح کے۔کیونکہ دل کا عمل مخفی ہےاوراعضاء کے عمل میں احتمال ہے۔حمد کی نقیض ذم ہےاورشکر کی نقیض کفران ہے۔

شکرومدح کا فرق:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدح:اوصاف کمال پرکسی کی تعریف کرنا مثلاً باقی رہنا،قادر،عالم،ابدی،ازلی ہونا۔

شکر : جس کی طرف سے قسماقسم کی مہربانیاں ہوں ان پراسکی تعریف کرنا۔اورحمد کا لفظ شکرومدح دونوں کوشامل ہے۔
الحمد کا الف لام ہمارے نزدیک استغراق کیلئے ہے بخلاف معتزلہ کے۔اسی لئے اس کواللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملایا جواسم ذات ہے۔اورتمام صفات کمال کو جامع ہے۔اوریہی بنیاد ہے مسئلہ خلق افعال کی جس کی تحقیق کئی مقام پر میں نے کردی ہے۔

رب اور عالمین کا معنی:

رب العالمین : الرب۔مالک،حضرت ابوسفیان کوصفوان نے جو بات کہی لان یربّنی رجلٌ من قریش احب الیّ من ان یربّنی رجل من ہوازن ،اگرمیرامالک قریش کا کوئی آدمی ہووہ بہتر ہےاس بات سے کہ ھوازن کا کوئی آدمی میرامالک ہو۔

اس طرح بولتے ہیں رَبَّ یَرُبُّ یربُّهٗ فھو ربٌّ ۔ یہ اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے۔
دوسرا قول : یہ بھی درست ہے کہ یہ مصدر ہو جو مبالغہ کیلئے لایا گیا ہو، جیسا کہ کسی عادل کو عدل کہتے ہیں۔

طریق استعمال:

مطلقاً لفظ رب اللہ وحدہٗ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور بندوں کیلئے اس کا استعمال قید و نسبت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا ان آیات میں: انه رَبی احسن مثوای: یوسف: ۲۳۔ ارجع الی ربك: یوسف ۵۰۔
واسطی نے کہا وہ ابتداء کرنے والا ہونے کے لحاظ سے خالق ہے اور غذاء دینے کے لحاظ سے مربی اور انتہاء کے لحاظ سے غافر ہے۔ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔
العالم: نمبرا : جس چیز سے خالق کا علم ہو خواہ جواہر کی قسم سے ہو یا اعراض یا اجسام میں سے ہو۔ نمبر۲۔ ہر موجود ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ اس کے وجود کی علامت ہے۔
سوال : اسکی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہے۔ حالانکہ واؤ، نون والی جمع تو عقلاء کے ساتھ خاص ہے یا ان اعلام میں آتی ہے جو جمع عاقل کے حکم میں ہیں۔
جواب : اس میں وصفیت کے معنی ہیں جو کہ علم کے معنی کیلئے دلالت ہے (پس جمع لانا درست ثابت ہو گیا)
الرحمان الرحیم : انکی تفصیل بسم اللہ کے بیان میں گزری۔ انکا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ تسمیہ فاتحہ کا حصہ نہیں۔ کیونکہ اعادہ فائدہ سے خالی ہوتا ہے۔
مٰلِكِ : عاصم وعلی (رحمہما اللہ) ان دونوں کے علاوہ ملک پڑھتے ہیں۔ بعض نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ اس میں اضافت کی ضرورت نہیں اور قرآن مجید میں لمن المُلك الیوم۔ غافر: ۱۶ میں اس طرح ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملک مالک ہوتا ہے مگر ہر مالک ملک نہیں ہوتا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ ملک کا حکم مالک پر نافذ ہوتا ہے اس کا عکس نہیں۔
بعض نے کہا مالک کا ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ اسمیں حروف زیادہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام حسن رحمہما اللہ نے ملک پڑھا ہے۔

قیامت کا دن کیا ہے؟

یَوْمِ الدِّیْنِ : بدلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کما تدین تدان۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہاں اسم فاعل کو بطور توسع ظرف کی طرف مضاف کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں یاسارق اللیلة اهل الدار۔ (اے رات کو گھر میں چوری کرنے والے) اب معنی یہ ہوگا قیامت کے دن تمام اختیارات کا مالک۔
سوال : قیامت کے دن کے ساتھ ملکیت کی تخصیص کیوں کی گئی۔
جواب : کیونکہ اختیار اس دن فقط اللہ ہی کیلئے ہوگا۔
سوال : قیامت کے واقع ہونے کو معرفہ کی صفت کے طور پر ذکر کیا حالانکہ اسم فاعل کی اضافت تو غیر حقیقی ہے۔
جواب : کیونکہ اس سے مقصود استمرار ہے پس اضافت حقیقی بن گئی۔ اور اس کو اس طرح اسلئے لائے تا کہ معرفہ کی صفت بن سکے۔

سوال : یہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے استعمال کی گئی ہیں۔مثلاً رب ہونا یعنی تمام جہانوں کا مالک ہونا اور تمام انعامات دینے والا ہونا۔اور ثواب وعذاب کے دن تمام اختیارات کا مالک ہونا وغیرہ حالانکہ الحمد للہ سے ہی ثابت ہو چکا کہ حمد کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی ذات خاص ہے۔کیا وجہ ہے؟

جواب : درحقیقت یہ بات ثابت کرنے کیلئے کہ جس ذات کی یہ صفات ہوں اس سے بڑھکر حمد وثناء کا کوئی مستحق نہیں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ:

اِيَّا : خلیل اور سیبویہ رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اسم ضمیر ہے پھر سیبویہ کہتے ہیں کاف حرف خطاب ہے اور اس کا محل اعراب کوئی نہیں۔مگر خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں۔کاف اسم ضمیر ہے۔جس کی طرف ''اِيَّا'' کے لفظ کو مضاف کر دیا۔کیونکہ فعل وفاعل سے مقدم آنے کی وجہ سے یہ اسم ظاہر کے مشابہ ہے۔

کوفی علماء : (رحمہم اللہ) ایاک ایک مکمل اسم ہے۔

آیت میں فعل سے پہلے مفعول کو اس لئے لائے تا کہ تخصیص ہو جائے۔اب معنی یہ ہوگا۔ہم تجھے ہی عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

عبادت کا معنی:

عبادت: خضوع وعاجزی کی آخری حد کو کہتے ہیں۔(اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) ہم امداد کی طلب میں تجھے ہی خاص کرتے ہیں۔

غائب سے خطاب:

صنعت التفات کی وجہ سے غائب سے مخاطب کی طرف رجوع کیا۔یہ التفات کبھی غائب سے خطاب، کبھی خطاب سے غائب اور کبھی غائب سے متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسا قرآن مجید کی اس آیت میں **حتّٰی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ**۔یونس: ۲۲ خطاب سے غائب کی طرف ہے اور آیت **الله الذی یُرسل الریاح فتثیر سحابا فسقْنٰهُ**: فاطر ۹ میں غائب سے متکلم کی طرف ہے۔

اسی طرح امرء القیس کے ان اشعار میں **تطاول لیلک بالأثمُدِ۔ونام الخِلیُّ ولَمْ ترقد۔ بات وباتت له لیلة۔ کلیلة ذی العائر الارْمدِ۔ وذلك من نبا جاء نی۔ وخُبرّته عن اَبی الاسود۔**

ان اشعار میں لیلی۔بت۔جآء ك نہیں کہا بلکہ اسکی بجائے لیلک، بات، جاءنی کہا۔

کلام عرب میں صنعت التفات عام استعمال ہوتی ہے۔اسکی وجہ ان کے خیال میں یہ ہے کہ جب کلام کا اسلوب بدل جائے تو سامع کے دل کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔اور یہ اسلوب مخاطب کیلئے نشاط طبع کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔اور اسکی توجہ کو اور زیادہ مائل ومبذول کرتا ہے۔

اگرچہ بعض اوقات اس سے مزید خصوصی فوائد ولطائف بھی حاصل ہوتے ہیں۔مگر ایسی باتیں مخصوص ماہرین کلام اور بڑے علماء کے سامنے ذکر کرنا مناسب ہیں۔اور ایسے لوگوں کی تعداد اقل قلیل ہے۔

خاص نکتہ:

مگر اس جگہ مخصوص بات یہ ہے کہ جب حمد وثناء کے لائق ذات کا تذکرہ کیا اور اس پر ان عظیم صفات کو جاری کیا۔ تو اب علم ایک عظیم الشان ذات سے متعلق ہوا جو کہ تعریف کے لائق اور مہمات ومشکلات میں مدد کے قابل اور اس لائق ہے کہ اپنی انتہائی عاجزی اس کے سامنے پیش کی جائے۔ پس اسی معلوم اور جانی پہچانی ذات کو خطاب کر کے کہا جو ان صفات سے ممتاز ہے۔ اے وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سواء اور کسی سے نہیں۔

نکتہ:

عبادت کو استعانت پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا۔ کیونکہ طلب حاجت سے پہلے ذریعۂ طلب کو لانا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ یا نظم عبارت کا لحاظ کرتے ہوئے عبادت کو استعانت پر اسی طرح مقدم کر دیا جیسا رحمان کو رحیم پر اگرچہ بلیغ تر بعد میں لایا جاتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷ ع

جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا' جن پر غصہ نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہیں۔

استعانت کو بلا کسی قید کے ذکر کیا تا کہ ہر ہر چیز جس میں استعانت کی ضرورت ہے ان سب کو شامل ہو۔

اور یہ بھی درست ہے۔ کہ یہ مراد لی جائے کہ ادائے عبادت میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق مانگی گئی ہے۔ (اس طرح) اھدنا مطلوبہ معونت کا بیان بن جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا (اے میرے بندو) میں کیسے تمہاری امداد کروں؟ تو بندوں نے عرض کیا (تو ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم فرما)

ہدایت وصراط کا مطلب:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ : نمبرا: یعنی ہمیں واضح راستے پر قائم فرما۔ جیسا کھڑے کو کہا جاتا ہے۔ قم حتی اعود الیك یعنی اپنی اسی حالت پر میرے لوٹنے تک ثابت وقائم رہو۔

نمبر ۲ : تو ہمیں مستقبل میں بھی اسی طرح ہدایت دے جس طرح حال میں ہدایت دے رکھی ہے۔

ھدی : ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ دو مفعول کی طرف اس کا متعدی ہونا بھی بغیر صلہ کے اس آیت میں آیا ہے۔ اور اِلٰی اور لام کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی ہونا قرآن مجید کی ان آیات (هَدَانَا لِهٰذا۔ الاعراف : ۴۳۔ هَدانی رَبّی الی صراط مستقیم: الانعام۔۱۶۱ میں وارد ہے۔

الصراط : راستہ۔ یہ شرط الشیٔ سے لیا گیا۔ اس نے اس چیز کو نگل لیا۔ گویا چلنے والا اپنے پا افتاد کو چلتے ہوئے نگلتا جاتا ہے۔

اختلافِ قراءت : السراط کی سین کو صاد سے بدل دیا گیا۔ کیونکہ حروف اطباق ہونے میں یہ طا کا ہم جنس ہے۔ ص، ض، ط، ظ یہ حروف اطباق میں سے ہیں۔

کبھی ص کو ز کی آواز کا اشمام دیکر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ ز، ط کے قریب تر ہے۔ کیونکہ وہ دونوں حروف مجہورہ میں سے ہیں۔ یہ

امام حمزہ کی قراءت ہے۔
امام ابن کثیرؒ تمام قرآن میں س پڑھتے ہیں۔اور کلمہ کی اصل یہی ہے۔
باقی قراء خالص ''ص'' پڑھتے ہیں اور لغت قریش یہی ہے اور مصحف امام میں ص ہی ثابت ہے۔
صراط کا لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے جیسے طریق اور سبیل کا لفظ۔صراط مستقیم سے مراد حق کا راستہ ہے اور وہ ملت اسلام ہے۔

فائدۂ تاکید:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ : یہ صراط کا لفظ پہلے صراط سے بدل ہے۔اور اس کو دوبارہ لانے کا حکم وہی ہے جو عامل کو دوبارہ لانے کا ہے۔دوبارہ لانے میں تاکید کا فائدہ حاصل ہوا اور یہ بھی بتلا دیا کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین (مسلمانوں کا راستہ) ہے۔تاکہ مسلمانوں کے راستہ پر استقامت اختیار کرنے کی انتہائی بلیغ دلیل بن جائے۔اور مؤکد شہادت ثابت ہو۔(انعمت علیھم) وہ مؤمن ہیں یا انبیاء علیہم السلام یا تبدیلی سے پہلے بنی اسرائیل جو قوم موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ :

تفسیر اول : یہ الذین انعمت علیھم سے بدل ہے۔یعنی انعام یافتہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر دوم : الذین کی صفت ہے۔اب معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے عمومی نعمت یعنی ایمان اور غضب الٰہی اور گمراہی میں سے سلامتی والی نعمتوں کو جمع کر لیا ہے۔

معروف اشکال :

اشکال : یہ الذین کی صفت کیسے بن سکتی ہے جبکہ وہ معرفہ ہے۔

جواب اول : یہ الذین کی صفت بن سکتی ہے۔اگرچہ وہ معرفہ ہے اور غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بھی نہیں بنتا۔اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں وہ دو متضاد معرفوں کے درمیان واقع ہے۔پس غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بن گیا۔جیسا اس مثال میں **عجبت من الحرکۃ غیر السکون** (الحرکۃ والسکون تو متضاد معرفے ہیں پس غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن کر الحرکۃ کی صفت ہوا) اسی طرح آیت میں **منعم علیھم** اور **مغضوب علیھم** دو متضاد معرفے ہیں۔(اس لئے **غیر المغضوب** معرفہ ہو کر صفت بن گیا)

جواب دوم : الذین نکرہ کے قریب ہے۔اور اس سے مراد کوئی معین و مخصوص قوم نہیں اور **غیر المغضوب علیھم** یہ معرفہ کے قریب ہے۔اس تخصیص کی وجہ سے جو اضافت کی وجہ سے اس کو حاصل ہوئی۔

پس حاصل یہ ہے کہ ایک ایک لحاظ سے دونوں میں ابہام ہے۔اور ایک ایک وجہ سے تخصیص ہے۔پس دونوں حیثیت میں برابر ہوئے (صفت بننے میں اشکال نہ رہا)

اوّل **علیھم** : یہ مفعولیت کی وجہ سے محلًا منصوب ہے۔دوسرا **علیھم** : فاعلیت کی وجہ سے محلًا مرفوع ہے۔

مرادغضب اللہ:

غضب اللّٰہ : سے مراد جھٹلانے والوں سے انتقام کا ارادہ کرنا اوران پر سزا کا اتارنا اوران کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو بادشاہ اپنے ماتحتوں سے کرتے ہیں جبکہ وہ ان پر غضبناک ہوں۔

بعض علماء نے کہا مغضوب علیھم سے مراد یہود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من لعنه الله وغضب عليه. المائدہ:۶۰۔اور الضالون سے مرادنصرانی ہیں کیونکہ ارشادالٰہی ہے۔قد ضلوا من قبل۔ المائدہ:۷۷۔

لا : بصریین کے ہاں لا: زائدہ ہے جوتا کید کیلئے لایا گیا۔کوفیین کے نزدیک یہ غیر کے معنی میں ہے۔

آمین : یہ اسم صوت ہے جوفعل اِسْتَجِبْ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔جس طرح کہ رویداسم ہے:امھل :فعل کے معنیٰ میں آتا ہے۔

معنیٰ آمین...... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کا معنیٰ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔اِفْعَلْ۔(ایسا کردے)

تحقیق لفظ:

یہ مبنی ہے۔آمیں دولغتیں ہیں مداورقصر۔قصر اصل ہے۔جبکہ مداشباع ھمزہ کی وجہ سے ہے۔جیسا کہ شاعر کا قول ویرحم الله عبدًا قال آمينا۔

دوسرے شاعر کا قول:امین،فزاد الله ما بيننا بُعدا۔

پہلے شعر میں مد ہے جبکہ دوسرے میں قصر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے قراءت فاتحہ کے وقت آمین کی تلقین فرمائی۔اور کہا کہ یہ خط کے آخر میں مہر کی طرح ہے۔''

البتہ آمین قرآن میں سے نہیں اسی لئے اس کومصاحف میں لکھا نہیں جاتا۔

۸۔۱۱۔۲۰۰۱

جمعرات۲۱ شعبان المعظم

الجزء ۱

② سُوۡرَةُ الۡبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ⑧٦

سورۂ بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی

وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَثَمَانُونَ آيَةً وَأَرْبَعُونَ رُكُوعًا

اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

معانقۃ

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى

الٓمّٓ　یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔　اس میں　ہدایت ہے

لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ② الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ

متقیوں کے لئے۔　جو　ایمان　لاتے　ہیں　غیب　پر　اور　قائم　کرتے　ہیں　نماز　کو

وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ③

اور ہمارے دئیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حروفِ مقطعات کی بحث:

الٓمّٓ: الٓمّٓ اور اسکے ہم مثل حروف مقطعات حقیقت میں ایسے اسماء ہیں جن کے مصداق وہ حروف تہجی ہیں جن سے مل کر کلمات بنتے ہیں۔ پس الف قال کے درمیان والے حرف پر دلالت کرتا ہے۔ اور لام اسکے آخری حرف پر دلالت کر رہا ہے اور ان کے مشابہہ حروف کا یہی حال ہے۔

اسمیت کے دلائل : پہلی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ امالہ، تفخیم، تعریف و تنکیر (معرفہ ونکرہ ہونا) اسی طرح جمع اور تصغیر سے ان میں تبدیلی کی جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ نحوی حیثیت میں یہ معرب ہیں، البتہ ان میں سکون زید وغیرہ اسماء کی طرح ہے۔ کہ اعراب کا مقتضی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اعراب نہیں آ سکتا۔

بعض نے ان کو مبنی کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ اصوات کی طرح ہیں۔ مثلاً غاق۔ یہ کوے کی آواز کی حکایت ہے۔

جمہور علماء کا قول:

یہ ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما : ان حروف سے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ : یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں۔

بعض کا قول : یہ ان متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کو معجم ان کے ابہام واخفاء کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔

بعض دوسروں کا قول:

یہ اسماء ہیں جن کو شروع میں بطور تعدید کے لایا گیا ہے۔ گویا کہ قرآن مجید نے جن کو چیلنج کیا تھا ان کو قرآن بیدار کر رہا ہے۔ اور آمادہ کر رہا ہے کہ وہ اس نازل شدہ وحی پر غور کریں جس کا مقابلہ کرنے سے وہ اول سے آخر تک عاجز آ چکے۔ جبکہ اس کلام کے موتی ان کلمات سے ہی پروئے گئے ہیں جن سے انکا اپنا کلام بنتا ہے۔ تا کہ یہ غور وفکر ان کو اس پر یقین لانے کی طرف آمادہ کرے۔ اگر اب تک انہوں نے اپنا سر اسکے سامنے سرنگوں نہیں کیا۔ اور بار بار رجوع کے باوجود ان کو اپنی عاجزی ظاہر نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں۔ (تا کہ اب بھی جاگ کر اپنی عاجزی مان لیں) کیونکہ یہ تمام باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ خالق اور قادر مطلق کا کلام ہے۔

نصیب والوں کے لئے تو یہ بات بڑا مقام رکھتی ہے۔ (آؤ اور اپنا نصیبہ آزماؤ)

دیگر بعض کا قول:

یہ ہے کہ ان سے سورتوں کو اس لئے شروع کیا گیا۔ تا کہ سب سے پہلے جو چیز سامع کے کانوں کو کھٹکھٹائے وہ ایک انوکھا انداز کلام ہو۔ جو دلائل اعجاز کیلئے ایک مقدمے کا کام دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف کے ذریعہ عمدہ اور نفیس کلام کرنے میں تمام عرب برابر تھے۔ خواہ ان پڑھ طبقہ ہو یا پڑھا لکھا طبقہ ہو۔

البتہ : حروف کے اسماء کو وہ لوگ استعمال کرتے تھے۔ جنہوں نے خود پڑھنا لکھنا سیکھا یا اہل کتاب سے انکا میل جول تھا اور ان سے انہوں نے سیکھ لیا تھا۔ کسی امی کا ان اسماء حروف سے کلام کرنا اس طرح بعید تر تھا جس طرح کسی امی کا بغیر پڑھے لکھنا اور

تلاوت کرنا۔

پس آپ ﷺ کا ان اسماء کو اپنے کلام میں استعمال کرنا۔ باوجودیکہ یہ بات مشہور ومعروف تھی کہ آپ ﷺ نے اہل کتاب کے کسی بھی فرد سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں کی۔ (یہ استعمال) وہی حکم رکھتا ہے جو ان واقعات وقصص کے بیان کرنے کا تھا جن سے قریش وغیرہ پہلے سے ناواقف تھے۔ اس سے تو یہ بات خود ثابت ہوگئی کہ یہ سب آپ کو وحی الٰہی سے حاصل ہوا۔ جو آپ کی نبوت کی واضح شہادت ہے۔

دلیل اعجاز کا دوسرا انداز:

یہ بات معلوم ہے۔ کہ ابتداء میں جو حروف وارد ہوئے ہیں۔ ان میں نصف تو حروف معجمہ کے اسماء ہیں جو درج ذیل ہیں۔

الالف، اللام، المیم، الصاد، الراء، الکاف، الھاء، الیاء، العین، الطاء، السین، الحاء، القاف، النون۔

تعدادِ حروف:

حروف معجمہ کی تعداد انتیس ہے، اور مذکورہ بالا حروف انتیس سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہے کہ ان پائے جانے والے حروف میں حروف کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر ا۔ مہموسہ: میں سے، الصاد، الکاف، الھاء، السین' الحاء! نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۲ مجھورہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، العین، الطاء، القاف، الیاء، النون، نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۳ شدیدہ میں سے: الالف، الکاف، الطاء، القاف، نصف تعداد میں موجود ہیں۔

نمبر ۴ رخوہ میں سے: اللام، المیم، الراء، الصاد، الھاء، العین، السین، الحاء، الیاء، النون بنصف موجود ہیں

نمبر ۵ مطبقہ میں سے: الصاد، الطاء، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۶ منفتحہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، الکاف، الھاء، العین، السین، الحاء، القاف، الیاء، النون، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۷ مستعلیہ میں سے: القاف، الصاد، الطاء، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۸ منخفضہ میں سے الالف، اللام، المیم، الراء، الکاف، الھاء، الیاء، العین، السین، الحاء، النون، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۹ قلقلہ میں سے القاف، الطاء، نصف تعداد موجود ہے۔

ان اجناس کی بقیہ اقسام میں ان حروف کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کا اکثر اسکے کل کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اہل عرب پر ان حروف کو شمار کر دیا جن پر انکا کلام مشتمل تھا (اور ان کو مقابلے کا چیلنج دیا مگر پھر بھی وہ مقابلے میں نہ آئے بلکہ عاجز ہو گئے) اور ان کو اس طرح لاجواب ومبہوت کر دیا اور ان پر حجت قائم کر دی (فھل من مبارز)

پھران اسماء،حروف کو الگ الگ سورتوں میں لایا گیا تا کہ جن کو چیلنج کیا گیا۔ بار باراس کا اعادہ ہوتا رہے۔ اور ان کو متنبہ کیاجاتا رہے۔اور یہ بات مختلف سورتوں میں لانے سے ہی حاصل ہوسکتی تھی،اکٹھاذکرکرنے سے یہ مقصداس طرح حاصل نہ ہو سکتا۔

غرضِ تکرار:

جن الفاظ یاقصص کوقرآن مجید میں دہرایا گیاان کے دہرانے سے یہی غرض ہے کہ وہ بات دل میں اچھی طرح جم جائے اورخوب پختہ ہوجائے (اور چیلنج بھی تازہ رہے)

طرز میں فرق کی وجہ:

پھر ان حروف کو ایک طرز پرنہیں لایا گیا۔ بلکہ حروف کی تعداد میں فرق رکھا گیا۔ مثلاً صٓ، قٓ،نٓ،طٰہٰ،طٰسٓ، یٰسٓ،حٰمٓ،الٓمٓ،الٓمٓرٰ، طٰسٓمٓ، الٓمٓصٓ، الٓرٰ، کٓھٰیٰعٓصٓ،حٰمٓ،عٓسٓقٓ، گویاکبھی توایک حرف لائے،کبھی دو،دوکبھی تین،تین، کبھی چار،چاراورکبھی پانچ،پانچ۔جس طرح کہ ان کے ہاں کلام کے مختلف انداز تھے۔اورجیسا کہ کلمات کی بنائیں ایک حرف،دو حرف اورتین اورچاراور پانچ حروف سے آتی ہیں۔

ابتداء میں طرز:

شروع قرآن میں اس طرز کواختیارکیا گیا کہ الٓمٓ جہاں بھی قرآن مجید میں واقع ہوا ہے۔وہاں پوری آیت کےطور پراس کو لایا گیا۔اسی طرح الٓمٓصٓ کوایک آیت کے طور پرلائے۔مگرالٓمٓرٰ کوآیت شمارنہیں کیا گیا،اسی طرح الٓرٰ کو پانچ سورتوں میں آیت شمارنہیں کیا گیا۔جبکہ طٰسٓمٓ کودونوں سورتوں میں پوری آیت کے طور پرشمارکیا۔اسی طرح طٰہٰ یٰسٓ دونوں سورتوں میں دو آیتیں شمار کی جاتی ہیں۔دوسری طرف صٓ،نٓ، قٓ،ان تینوں کومستقل آیت کےطور پرشمارنہیں کیا جاتا۔یہ علماء کوفہ کا مسلک ہے،یہ توقیفی علم ہے،اسمیں قیاس کادخل نہیں جیسا کہ سورتوں کے نام ہیں،اسی لئے اس صورت میں تمام پرمکمل وقف کیا جائے گا کیونکہ ان کومستقل معنٰی پرمحمول کیا جو مابعد کامحتاج نہ رہا،اور یہ سورتوں کا نام نہ ماننے کی صورت میں ہے،بلکہ ان کواسی طرح قراردیا جائے جیسا کہ آوازوں کی تعبیرات ہیں یا پھران کوخبر قراردے کرمبتداء کومحذوف مانا جائے جیسا کہ الٓمٓ (آل عمران) یعنی هذه الٓمٓ۔ یہ الم ہے۔پھرنیا کلام شروع کرتے ہوئے کہااللّٰہ لا الٰه اِلا هو الحی القیوم:آل عمران:۲:

دوسرا قول:

جنہوں نے ان کوسورتوں کے اسماءقراردیا بقول ان کے انکامحل اعراب ہے۔اس لئے کہ ان کے ہاں یہ دیگرتمام اسماءاعلام کی طرح ہونگے۔ابتداء کی صورت میں مرفوع ہونگے،یامنصوب ومجرور بنیں گے۔کیونکہ ان سے قسم اٹھانی درست ہے۔پس یہ الفاظ لفظ اللہ کے قائم مقام ہونگے اللہ کا لفظ دونوں لغات کے ساتھ ہے۔

ایک اور قول:

جنہوں نے ان کو سورتوں کے نام قرار نہیں دیا ان کے ہاں انکا کوئی محل اعراب نہیں۔ جیسا کہ جملہ ابتدائیہ اور مفردات عدد یہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

اسم اشارہ کی تذکیر:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ: نمبرا: یعنی یہ وہی کتاب ہے جس کا وعدہ ان سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے کیا، گیا، یا ذٰلك کا مشارالیہ الٓمّٓ ہے۔

سوال: اسم اشارہ مذکر اور مشارالیہ مؤنث ہے اور وہ سورت ہے۔

جواب: کتاب اگر چہ خبر ہے مگر یہ اسی کے معنی میں ہے۔ اور دونوں کی مراد ایک ہے۔ اس لئے مذکر ہونے میں لفظ کتاب کا حکم سورت کے لفظ پر لگا دیا، اور اگر یہ صفت ہے تو پھر اس سے صراحۃً کتاب کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ اسم اشارہ سے ایسی جنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس کی صفت ہے۔ محاورہ میں اس طرح کہتے ہیں۔

هند ذٰلك الانسان او ذٰلك الشخص فعل كذا

کہ ہندہ وہ انسان ہے ذٰلك کی صفت سے مراد الانسان ہے اور ذٰلک کا اشارہ ہند کی طرف ہے۔ حالانکہ ہند مؤنث ہے۔

الم و اسم اشارہ کو ملانے کی وجہ:

وجہ نمبرا: ذٰلك الكتاب کو الٓمّٓ کے ساتھ ملانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر الٓمّٓ کو سورت کا نام قرار دیں تو الٓمّٓ مبتدا ہوگا۔ اور ذٰ لک مبتداء دوم ہوگا۔ اور الکتاب اس کی خبر بنے گی، پھر جملہ مبتداء اول کی خبر ہوگی اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہی کتاب کامل ہے۔ گویا اس کے مقابلہ میں دوسری کتابیں ناقص ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ ھوالرجل یعنی رجولیت میں کامل وہی ہے۔ مردوں میں جتنی پسندیدہ خصلتیں ہوتی ہیں وہ سب اس میں جمع ہیں۔

نمبر۲: الٓمّٓ مبتداء محذوف کی خبر ہو یعنی: الٓمّٓ ایک جملہ ہے اور ذٰ لک الکتاب دوسرا جملہ ہے۔

نمبر۳: اگر تم الٓمّٓ کو بمنزلہ اسم صوت کے قرار دو۔ تو پھر الٓمّٓ مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہوگی۔ یعنی وہ اتاری ہوئی کتاب وہی کتاب کامل ہے۔

ریب کا مفہوم و معنی:

لَا رَیْبَ: (اس میں شک نہیں) نحو: یہ مصدر ہے راَب کا جب کسی چیز میں شک ہو۔

الریب کی حقیقت:

نفس کا قلق و اضطراب۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ ''دع ما يريبك الى ما لا يريبك'' جو چیز تمہیں اضطراب میں ڈالے اس کو ایسی چیز کے لیے چھوڑ دے جو تمہیں اضطراب میں نہ ڈالے، پس شک اضطراب ہے۔ سچائی

اطمینان ہے۔(احمد، ترمذی) کسی کام کا مشکوک ہونا یہی ہے کہ جس کے لیے نفس میں قلق ہو اور دل میں قرار نہ آئے۔

اور کسی کام کا سچا ہونا یہی ہے کہ اس میں دل مطمئن ہوتا اور سکون اختیار کرتا ہے۔''ریب زمان'' کا لفظ اسی سے ہے، اور اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو نفوس کو قلق میں مبتلا کر دیں۔ اور ان کے مصائب کی تشخیص دلوں سے ہو۔ اب آیت میں ریب کی نفی بطور استغراق کے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس میں شک کیا۔

قرآن کے متعلق اس بات کی نفی کی گئی ہے، کہ اس کا شک سے تعلق نہیں۔ اور نہ یہ شک کا مقام ہے۔ کیونکہ اس کی دلالتیں اور براہین اس طرح روشن ہیں کہ شک کرنے والے کو اس میں پڑنا مناسب نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی آدمی اس میں شک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے لا فیہ ریب''نہیں فرمایا، جیسا کہ فرمان''۔ لا فیھا غول الصافات آیت نمبر ۴۷ لفظ ریب کے ساتھ حرف نفی لایا گیا کہ ریب کی قرآن سے نفی کی اور یہ ثابت کیا کہ قرآن برحق ہے باطل نہیں۔ جیسا کہ کفار گمان کرتے تھے۔

اگر ظرف کے قریب لایا جاتا تو اس مقصد سے وہ دور ہو جاتا وہ اس طرح کہ کوئی اور کتاب ہے جس میں شک ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ''لا فیھا غول'' الصافات آیت نمبر ۴۷ جنت کی شراب دنیا کی شرابوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس طرح کہ وہ عقول کو خراب نہیں کرے گی، جس طرح کہ دنیا کی شراب خراب کرتی ہے۔

وقف کے متعلق مشہور قول:

یہ ہے حضرت نافع و عاصم رحمہما اللہ نے لا ریب پر وقف کیا۔ اس صورت میں وقف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خبر کی نیت کرے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔''اس میں شک نہیں''

فِیْهِ هُدًی: فیہ میں ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے نزدیک ہا کا اشباع کی ہے۔

حفص رحمہ اللہ نے اس آیت فیه مهانا (الفرقان آیت نمبر ۶۹) میں ان کی موافقت کی ہے اور یہی اصل ہے۔ جیسا کہ کہیں۔ مررت به و من عنده و فی داره)

سوال: جس طرح فی دارہ اور من عندہٗ نہیں کہا جاتا اس طرح ضروری ہے کہ ''فیہ'' بھی نہ کہا جائے۔

جواب: سیبویہ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ جو انہوں نے کہا ہے (اگر اس کو مان لیں تو) تو تین حروف ساکنہ کا جمع کرنا لازم آتا ہے۔ ہا سے قبل یا اور خود ہاء۔ کیونکہ اہل عرب کے ہاں ہا متحرک بھی بمنزلہ ساکن کے ہے۔ کیونکہ ہا حروف خفیہ میں سے ہے اور حرف خفی ساکن کے قریب ہے۔ اور یا اس کے بعد (دوسرے نمبر پر ہے) تو اشباع ساقط ہو جائیگا۔

ھدی: یہ فعل کا مصدر ہے جیسا کہ بکی کا لفظ۔

تعریفِ ہدایت:

مقصد تک پہنچانے والی دلالت۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں ضلالت کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی (البقرہ آیت نمبر ۱۶) فرمایا گیا'' ہدی للمتقین'' متقی۔ ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں عزیز کو العزیز المکرم یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے اور مکرم بنائے۔ اصل مقصود اس سے جو چیز اس

میں پائی جاتی ہے یعنی عزت اس میں اس کا برقرار رہنا اور ہمیشگی طلب کی گئی ہے۔ جیسا کہ "اھدنا الصراط المستقیم" (الفاتحہ آیت نمبر ۶) میں ہے۔ (کہ تو ہمیں ہدایت سے ہمیشہ وابستہ رکھ) اللہ تعالیٰ نے عنقریب متقی بننے والے کو متقین کا لباس زیب تن کرنے کی وجہ سے متقی فرما دیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قتل قتیلا فله سلبه (بخاری ومسلم) اس ارشاد میں عنقریب قتل ہونے والے کو قتیل فرما دیا بوجہ الباس قتل کے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے اذا اراد احد کم الحج فلیعجل فانه یمرض المریض عنقریب قتل ہونے والے کو اور بیمار ہونے والے کو قتیل اور مریض فرمایا۔

عنوان کا فرق:

یہاں ھدی للضالین نہیں فرمایا۔ کیونکہ ان کے دو گروہ ہیں۔

نمبر۱: جن کا گمراہی پر قائم رہنا معلوم ہے۔

نمبر۲: جن کا انجام بالآخر ہدایت ہے۔

اور قرآن مجید اسی فریق ثانی کے لیے ہادی ہے۔ پس یہ عبارت کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ تفصیلی عبارت لائی جاتی تو یوں فرماتے، یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو گمراہی کے بعد ہدایت کی طرف جانے والے ہیں،" پس کلام کو اس طریق سے مختصر لائے، جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا۔ (عنقریب متقی بننے والے کو متقی کہہ دیا)

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا کہ ھدی للمتقین لائے حالانکہ یہ اس سورت کی ابتداء ہے۔ جو زہراوین میں سے ایک ہے۔ اور قرآن مجید کی چوٹی اور کوھان ہے۔ گویا ابتداء سورت اپنے اولیاء متقی بندوں کے ذکر سے فرمائی۔

المتقی۔ **نحو**: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور عرب کا قول ہے وقاہ فاتقی۔ اس کا فا کلمہ واؤ ہے اور لام کلمہ یا ہے۔ جب اس سے باب افتعال بنایا تو واؤ کو تا کر کے تا میں ادغام کر دیا۔ اتقی بن گیا۔ الوقایہ۔ پیش بندی۔ حفاظت کرنا۔ شریعت میں اس کا معنی کسی ایسے کام میں اپنے آپ کو مبتلا کرنے سے بچانا۔ جس کے کرنے یا چھوڑنے سے سزا کا مستحق ہو۔

تراکیب:

ترکیب۱: ہدی کا لفظ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

ترکیب۲: ذلک کی خبر ہے لاریب فیہ کے ساتھ مل کر

ترکیب۳: فیہ کی ھاذوالحال اور ھدی حال ہے۔

ترکیب۴: بلاغت کے اعتبار سے زیادہ پختہ بات یہ ہے کہ الٓمٓ بذات خود مکمل جملہ ہے یا حروف معجمہ کا مجموعہ ہے جو مستقل بنفسہٖ ہے۔ ذلک الکتاب یہ دوسرا جملہ ہے لاریب فیہ تیسرا جملہ ہے۔ اور ھدی للمتقین چوتھا جملہ ہے۔

انوکھا اندازِ بلاغت:

پھر اپنی ترتیب میں اس نے بلاغت کا انوکھا انداز پیدا کیا کہ حروف عطف کے بغیر ان کو اس شاندار ترتیب سے لایا گیا کہ ایک کی گردن گویا دوسرے سے ملی ہوئی ہے، دوسرا پہلے کے ساتھ معانقہ کرتے ہوئے مل رہا ہے اسی طرح تیسرا اور چوتھا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے اوّلاً متنبہ کیا کہ یہ وہ کلام ہے جس سے چیلنج دیا گیا پھر اشارہ فرمایا کہ یہ انتہائی کمال والی قابل تعریف کتاب ہے تو اس سے چیلنج والی جانب کو پختہ کر دیا۔ پھر نفی کی کہ شک کی کسی جانب بھی اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ پس یہ بات اس کے کمال کی شہادت ودستاویز بن گئی کیونکہ حق ویقین والا کمال سب سے بالاتر اور کامل ہے۔ جس طرح باطل واشتباہ سے بڑھ کر کوئی نقص وعیب نہیں۔

ایک عالم کو کہا گیا کہ۔ تیری لذت کس بات میں ہے؟

اس نے کہا ایسی دلیل میں جو وضاحت میں نزاکت کی چال چلے۔ اور ایسے اشتباہ میں جو رسوائی سے نڈھال کر دے۔ پھر خبر دی کہ یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔ پھر اس کا یقین ہونا اس طرح پختہ کر دیا کہ شک اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتا۔ اور وہ ایسا حق ہے کہ باطل اس کے سامنے اور پیچھے کسی طرف سے نہیں آ سکتا۔ پھر اس گہری ترتیب اور عمدہ تنسیق کے ساتھ ساتھ چاروں میں سے کوئی ایک جملہ بھی ایک عظیم الشان نکتہ سے خالی نہیں۔

نکتہ عظیمہ:

اول جملہ میں حذف اور مطلوب کی طرف لطیف انداز سے اشارہ ہے۔ جبکہ دوسرے جملہ کے معرفہ میں قابل دید عظمت ہے۔ اور تیسرے جملہ میں ریب کے لفظ کو ظرف پر مقدم کیا گیا ٹھاٹھ ہے (پیچھے ذکر ہوا) اور چوتھے جملہ میں حذف ہے۔ اور ھدًی مصدر کو اسم فاعل کے مقام پر لایا گیا۔ گویا ہادی بنفس نفیس ہدایت ہے۔ پھر اس کو نکرہ لائے۔ اس میں یہ بتلا دیا کہ یہ ایسی ہدایت ہے جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جا سکتا۔ اور متقین کا تذکرہ مختصر انداز میں کر لیا جیسے پہلے گزرا۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر:

الذین۔ نحو: نمبر۱: یہ محلاً مرفوع ہے۔

نمبر۲: صفت کی صورت میں محل نصب میں ہے یعنی هُمُ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ۔ وہی جو ایمان رکھتے ہیں یا میری مراد الذین یومنون وہ ایمان والے ہیں۔

نمبر۳: اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ مبتداء اور اس کی خبر اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی۔

نمبر۴: یہ مجرور ہے اس طرح کہ متقین کی صفت ہے۔ یہ صفت متقین کی صفت کو کھولنے اور واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ زید الفقیہ المحقق۔ کیونکہ یہ اس چیز پر مشتمل ہے جس پر نیکیوں کی جڑ ہے۔ اور وہ نماز اور صدقہ ہے یہ دونوں بنیادی عبادات مالیہ اور بدنیہ کی جزء ہیں۔ (الصلوة عماد الدين) نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔ (اور دوسری روایت

میں) کفر واسلام کے درمیان فاصل نماز کا چھوڑ دینا قرار دیا گیا۔ اور زکوٰۃ کو اسلام کا پل فرمایا۔ (الزکوۃ قنطرۃ الاسلام) گویا ان کا مقام ومرتبہ ایسا ہے کہ تمام عبادات ان کے تابع ہیں۔ اسی لیے تو کلام کو مختصر فرمایا اور طاعات کے تذکرہ میں فقط عنوان پر اکتفا کیا اور اسکے ساتھ ساتھ ان دونوں عبادتوں کی فضیلت کو کھول دیا۔

نمبر۵: یا یہ صفت ہے جو متقین کے ساتھ لائی گئی جو مزید فائدہ کے لیے لائی گئی ہے مثلاً زید الفقیه المتکلم الطبیب۔ اس صورت میں متقین سے مراد وہ لوگ ہونگے جو برائیوں سے گریزاں ہیں۔

یُؤْمِنُوْنَ : (تصدیق کرتے ہیں)

نحو : یہ امن مصدر سے باب افعال ہے۔ اور محاورہ ہے۔ امنتہ' یعنی اس کی تصدیق کی اس کی حقیقت تکذیب ومخالفت سے امن میں ہونا ہے۔ باء سے یہ متعدی ہے۔ اس لیے کہ یہ اقرار واعتراف کے معنی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔

بِالْغَیْبِ : (جوان سے پوشیدہ ہیں) ان چیزوں میں سے جن کی خبران کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

نمبرا: مثلاً بعث ونشر اور حساب وغیرہ کے معاملات (جوکہ غائب کے مفہوم میں ہیں) پس مصدر بمعنی اسم فاعل (غائب) لائے۔ جیسا کہتے ہیں۔ غاب الشیء غیبا۔ یہ اس صورت میں ہے جب تم اس کو یؤمنون کا صلہ بناؤ۔

نمبر۲: اور اگر تم اس کو حال قرار دو۔ تو پھر یہ پوشیدگی اور خفاء کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ ایمان لاتے ہیں۔ اس حال میں کہ جس چیز پر ایمان لانا ہے۔ وہ ان سے غائب ہے۔ (مثلاً رسول اللہ وبعث وحشر کو دیکھا نہیں مگر ایمان لاتے ہیں) حقیقی طور پر یہ عبارت اس طرح ہے۔ متلبسین بالغیب یعنی غیب سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں۔

صحیح ایمان یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ عمل (حقیقت) ایمان میں داخل نہیں (البتہ ایمان کی علامت وثمرہ ضرور ہے)

اقامت کا مطلب:

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ : (یعنی اس کو ادا کرتے ہیں)

نمبرا: ادائیگی کو اقامت سے تعبیر کیا۔ حالانکہ قیام تو اس کا ایک رکن ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ نماز کو قنوت سے تعبیر کیا۔ اور قنوت قیام ہی کو کہتے ہیں۔ رکوع اور سجود اور تسبیح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں نماز میں پائی جاتی ہیں۔

نمبر۲: یا اقامت صلوۃ سے مراد تعدیل ارکان ہے۔ یہ ''اقام العود'' سے ہے جب لکڑی کو سیدھا کردیں۔

نمبر۳: یا نماز پر مداومت اور محافظت مراد ہے۔ پھر یہ ''قامت السوق'' سے بنا ہے۔ جب بازار پر رونق ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے تو پھر وہ چالو مال کی طرح بن جاتی ہے۔ جس کی طرف رغبتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ اور جب کسی چیز کو ضائع کیا جائے تو وہ اس کھوٹی اور نکمی چیز کی طرح ہے جس کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی۔

معنی صلوٰۃ:

الصَّلٰوةَ۔ نحو : الصلوۃ کا لفظ فعلۃ کے وزن پر صلّی سے بنا ہے جیسا کہ الزکوۃ کا لفظ زکی سے۔ اور واؤ کیساتھ اس

کی کتابت بطور تفخیم کے ہے۔صلّٰی کا حقیقی معنی چوتڑوں کو حرکت دینا ہے۔کیونکہ نمازی رکوع وسجود میں ان کو حرکت دیتا ہے۔داعی (دعوت دینے والا) کو بھی مصل (بلانے والا) کہا جاتا ہے رکوع وسجدہ کرنے والے کے ساتھ خشوع میں مشابہت کی وجہ سے اس کو۔ ''مصل'' کہا جاتا ہے۔

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ : (جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے) یہاں ما بمعنی الذی ہے۔

انفاق سے مراد:

يُنْفِقُوْنَ : (وہ اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔من تبعیضیہ داخل کر کے ممنوع فضول خرچی سے محفوظ کر دیا۔مفعول کو اس کی اہمیت پر دلالت کرنے کیلئے مقدم کیا۔

نمبر۱: مراد یہاں زکوٰۃ ہے، کیونکہ یہ اس صدقہ سے ملی ہوئی ہے جو کہ زکوٰۃ کی ہمدم ہے۔

نمبر۲: یا۔زکوٰۃ سے مراد زکاۃ اور اسی طرح کے خرچہ جات ہوں جو بھلائی کے راستہ میں کئے ہیں کیونکہ یہاں زکوٰۃ کا لفظ بلا کسی قید کے آیا ہے۔اور انفق الشیء اور انفدہ یہ دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جیسا کہ نفق الشیء اور نفد۔ چیز کا خرچ ہونا ختم ہونا کے معنی میں آتے ہیں۔

قاعدہ:

ہر وہ لفظ جس کا فاء کلمہ نون ہو اور عین کلمہ فاء ہو وہ نکلنے اور چلے جانے کے معنی میں آتا ہے۔

نکتہ:

اس آیت سے بطور دلالت یہ بات ثابت ہوگئی۔کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں وہ اس لیے کہ یہاں صلوٰۃ وزکوٰۃ کو ایمان پر عطف کر کے ذکر کیا گیا۔اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ ؕ

اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے احباب اور ان جیسے دوسرے لوگ جو ہر اس وحی پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ایمان لائے۔ اور آخرت پر ایسے یقین کا اظہار کیا جس سے یہ بات زائل ہوگئی کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور ان کو دوزخ کی آگ چند گنتی کے دنوں کے علاوہ نہیں چھوئے گی۔ نمبر۱: پھر اگر تم اس کا عطف الذین یؤمنون بالغیب پر کرو تو یہ من جملہ متقین میں داخل ہو جائیں گے۔

نمبر۲: اور اگر اس کا عطف متقین پر کرو تو پھر داخل نہ ہونگے۔ پس کلام اس طرح بنے گا۔

هدی للمتقين و هدی للذين يومنون بما انزل اليك

نمبر۳: یا اس سے پہلے لوگوں کی صفت کرنا مقصود ہے۔ اور درمیان میں عاطف کو اسی طرح لایا گیا۔ جیسا کہ صفت کے درمیان لاتے ہیں۔ جیسا اس محاورہ میں۔

هو الشجاع و الجواد وہ بہادر اور سخی ہے۔

اور شاعر کا قول:

الی الملك القرم و ابن الهمام ☆ ليث الكتيبة فی المزدحم

میں اس بادشاہ کی طرف جو توڑنے والا اور تلوار کے نیچے پلنے والا۔ لڑائی کے میدان میں لشکر کے دستے کا شیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام ان صفات کے جامع ہیں۔

تذکرۂ قرآن کریم و کتب سابقہ:

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ : یعنی قرآن مراد اس سے مکمل قرآن ہے۔ فقط وہ مقدار مراد نہیں جو ان کے ایمان لانے تک اتاری جا چکی تھی کیونکہ ایمان تو سارے قرآن پر لانا ضروری ہے۔

سوال: یہاں انزل کو لفظ ماضی سے تعبیر کیا اگرچہ ابھی بعض کے نزول کا انتظار ہے۔

جواب: موجود کو غیر موجود پر تغلیب دے کر ذکر کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بعض نازل شدہ اور بعض کے نزول کا ابھی انتظار ہے تو تمام کو گویا نازل شدہ شمار کر لیا گیا۔ (کیونکہ اس کا اتارا جانا یقینی تھا)

أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمۡۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ ⑤

یہ لوگ	بڑی ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے	اور یہ لوگ ہی کامیاب ہیں۔

وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ : یعنی انبیاء ﷺ پر اتاری جانے والی تمام کتابیں

وَبِالۡاٰخِرَةِ نحو : یہ آخر کی مؤنث ہے جو کہ الاوّل کی ضد ہے۔ یہ صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ لفظ دار ہے اس کی دلیل قصص آیت نمبر ٨٣ تلك الدار الأخرة ہے اور یہ صفت غالبہ ہے۔ اسی طرح دنیا کا لفظ بھی (کہ اس کا موصوف محذوف ہے اور یہ صفت غالبہ ہے کیونکہ قریب تر ہے)

قراءت:

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمزہ کو حذف کر کے اس میں تخفیف کر دی۔ اور اس کی حرکت لام کو دے دی۔

هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ : ایقان اصل میں شک وشبہ دور ہو کر کسی چیز کے متعلق پختہ علم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى۔ (یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں) نحو : اگر اَلَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ کو مبتدا بنائیں تو جملہ محل رفع میں واقع ہے اور اگر اس کو مبتدا نہ بنائیں تو پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ (اسم اشارہ کو صفات کے بعد لانا گویا موصوف کا صفات سمیت اعادہ ہے)

نمبر۲: یہ بھی جائز ہے کہ پہلا موصول متقین پر جاری ہو اور دوسرا موصول ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہو۔ اور اولٰئك اس کی خبر ہو۔

تفسیر: ہدایت وفلاح کے ساتھ ان کو خاص کرنے کی وجہ اہل کتاب پر تعریض کرنا ہے۔ جن کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہدایت پر ہونے کے دعویدار تھے۔ اور یہ طمع رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح پانے والے ہیں۔

علیٰ کی حکمت:

عَلٰى هُدًى : میں استعلاء کا مفہوم ایک تمثیل ہے جو ہدایت پر ان کے پورے قابو کو ظاہر کرنے اور اس پر پختگی سے قائم رہنے کو ظاہر کرتا ہے اور ہدایت کو اس طرح انہوں نے تھام رکھا ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز پر غالب اور سوار ہو۔ اس کی مثال هو على الحق وعلى الباطل ہے اور اہل عرب نے اپنے اس قول میں اس استعلاء کی وضاحت کر دی ہے۔ جعل الغواية مركبا (اس نے گمراہی کو سواری بنایا) امتطى الجهل (اس نے جہالت کو سواری بنایا) اقتعد غارب الهوٰى (وہ خواہشات کی کوہان پر بیٹھا)۔

هُدًى مِّنۡ رَّبِّهِمۡ : (یعنی ان کو ہدایت ان کے رب کی طرف سے ملی ہے) ھدی کا لفظ نکرہ لائے۔ تا کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو کہ ان کو ہدایت کی ایسی قسم حاصل ہے کہ جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جا سکتا۔

مقدر سوال کا جواب:

گویا کلام اس طرح تھا۔ کہ وہ کونسی ہدایت پر ہیں۔تو جواب دیا گیا۔ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ کہ وہ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں) اس کی مثال ہے لقد وقعت علی لحم۔ یعنی عظیم گوشت پر واقع ہوا۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : (یہی لوگ آخرت کے گھر میں من مانی مراد پائیں گے) اور جس سے وہ خوف زدہ ہیں اس سے وہ نجات پانے والے ہیں۔

فلاح کیا ہے؟

فلاح : تمنا کو پالینا المفلح تمنا کو پانے میں کامیاب۔ گویا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے لیے کامیابی کے راستے کھل گئے ہیں۔ یہ مرکب خود شق اور فتح کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ الفاظ جن کا فاء اور عین کلمہ اسی طرح ہو مثلاً۔ فلق، فلذ، فل (پھٹنا، ٹکڑا، کند) ان میں پھٹنے کا مفہوم موجود ہوتا ہے۔

سوال : یہاں عطف کے ساتھ لایا گیا مگر دوسری آیت نمبر ۱۷۹ سورۂ اعراف میں اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔ میں بغیر عطف ذکر کیا۔ دونوں جملے مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

جواب : خبروں کا مختلف ہونا خود عطف کا مقتضی ہے اور اعراف والی آیت میں غفلت اور بہائم سے مشابہت ایک چیز ہے۔ پس دوسرا جملہ گویا پہلے کی تقریر و پختگی کے لیے لایا گیا ہے اور اگر عطف لایا جاتا تو یہ مقصد پورا نہ ہوسکتا۔

هُمْ : یہ فصل کے لیے لائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد خبر ہے۔ صفت نہیں۔

نمبر ۲: ہم تاکید ہے اور اس بات کو لازم کر رہی ہے کہ مسند کا فائدہ مسند الیہ کے لیے ثابت ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔

نمبر ۳: یہ مبتدا ہے اور المفلحون اس کی خبر ہے۔

نکتہ : غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے متقین کا ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہونا بار بار ظاہر کیا۔ جس کو مختلف راستوں والے نہیں پاسکتے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اسم اشارہ لائے۔ اور اسم اشارہ دوبار لایا گیا۔ اس میں متنبہ کر دیا کہ جس طرح انہوں نے ہدایت کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح وہ ہدایت انکی فلاح کی ضامن ہے۔ المفلحون کو معرفہ لاکر یہ بتلایا کہ متقین وہی لوگ ہیں، جن کے متعلق تمہیں اطلاع ملی ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہونگے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے کہ تمہیں اطلاع ملے کہ تیرے شہر کے کسی انسان نے توبہ کی۔ تو تم سے کسی نے پوچھا وہ توبہ کرنے والا کون ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا گیا۔ کہ وہ زید تائب ہے یعنی وہ وہی ہے جس کی توبہ کی تم کو خبر دی گئی ہے۔ درمیان میں فاصلہ کیا تا کہ تم پر ان کے مراتب ظاہر کر دیئے جائیں۔ اور تمہیں اس چیز کی طلب کے لیے رغبت دلائی جائے جس چیز کی طرف انہوں نے رغبت کی۔ اور جس کی طرف انہوں نے قدم اٹھایا۔ تا کہ تو بھی پورے نشاط سے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ اے اللہ لباس تقویٰ سے زینت عنایت فرما۔ اور ان لوگوں کے گروہ میں ہمارا حشر فرما جن کے تذکرہ سے تو نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی۔ آمین

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے۔ برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّلَهُمْ

اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر، اور ان کے سننے کی قوت پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۷ ع

بڑا عذاب ہے۔

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کا اپنے قرب والی صفات کے ساتھ تذکرہ فرمایا اور واضح کردیا کہ کتاب مقدس ان کے لیے ہادی ہے تو اس کے پیچھے ان کے ضد ومخالف لوگوں کو ذکر کیا۔ اور وہ انتہائی سرکش ونافرمان لوگ جن کے متعلق ہدایت فائدہ مند نہیں۔ فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا کفر سخت انکار سے حق کو چھپانا۔ کفر کے حروف کی ترکیب چھپانے پر دلالت کرتی ہے اسی لیے کسان پر کافر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح رات پر۔

عدم عطف کی وجہ:

سوال: یہاں حرف عطف نہیں لائے جیسا کہ سورۂ انفطار آیت ۱۳، ۱۴ (اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ) میں عطف کے ساتھ ذکر کیا۔

جواب: ان دونوں آیات میں پہلا جملہ اعمال نامے کے تذکرہ کی وضاحت کے لیے لایا گیا۔ المؤمنین کی خبر نہیں ہے۔ اور دوسرا جملہ کفار کے اعمال نامے کی وضاحت کے لیے آیا ہے پس دونوں جملوں کی مراد میں تفاوت پایا جاتا ہے اور یہ ایسی حد بندی ہے کہ اس میں عطف کی کوئی مجال نہیں۔

نمبر۲: مقدر مان کر اس کو مبتداء بنائیں تو پھر مراد کفار سے وہ معینہ لوگ ہونگے۔ جن کا ایمان نہ لانا اللہ کے علم میں ہے۔ مثلاً ابو جہل، ابولہب وغیرہ۔ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ کوفی قراء کے ہاں دو ہمزہ کے ساتھ ہے سواء بمعنی استواء ہے اس سے صفت اسی طرح لائی جاتی ہے۔ جس طرح مصادر سے لائی جاتی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۴ میں ہے۔ "الی کلمةٍ سواءٍ" ای مستویة (برابر) یہ خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے کیونکہ۔ "أأنذرتھم" اس کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین کفروا مستو علیھم انذارك وعدمه۔ بے شک کافروں پر آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔

نمبر۲: **نحو**: سواء خبر مقدم ہے اور أأ نذر تھم ام لم تنذرھم۔ محل ابتدا میں ہے۔ یعنی سواء علیھم انذارك وعدمه اور یہ تمام اِنَّ کی خبر ہے

قاعدہ:

فعل کو مبتدا بنانا درست ہے باوجود اس بات کے کہ فعل ہمیشہ خبر بنتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کلام کی جنس میں سے ہے۔ جس میں معنی کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ کا لحاظ چھوڑا گیا ہے۔ (یعنی مصدر کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبتدا بن گیا، مجازاً) ہمزہ اور اَمْ دونوں معنی استواء کو خالص کر رہے ہیں، اور استفہام کے معنی سے بالکل خالی ہیں۔

سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس حرف استفہام کو اسی طرح لایا گیا ہے (یعنی تاکید وتقریر کے لیے) جیسا کہ اس قول میں حرف نداء لایا گیا۔ اللّٰھم اغفرلنا ایتھا العصابة۔ یعنی یہ صورت میں استفہام ہے مگر حقیقت میں استفہام نہیں۔ جیسا کہ صورت میں تو نداء ہے مگر واقعہ میں نداء نہیں۔

الانذار: گناہوں پر ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ: نحو: نمبر ۱: یہ جملہ ماقبل جملے کی تاکید ہے۔

نمبر ۲: ان کی خبر ہے۔ اور اس سے قبل جملہ معترضہ ہے یا دوسری خبر ہے۔

حکمت اور انذار:

کفار کے اصرار کا علم ہونے کے باوجود انذار میں حکمت یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور رسالت کا پیغام عام ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب ملے۔

تفسیر ختم:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ: (ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے) زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ الختم۔ ڈھانپنے کو کہتے ہیں کیونکہ کسی چیز پر پختگی طلب کرنے کے لیے مہر لگا کر اس چیز کو ڈھانپا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی کسی کو اطلاع نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں پر مہر لگا کر ان کو اس طرح کا بنا دیا کہ ان میں جو کفر گھسا ہوا ہے۔ وہ نکل نہیں سکتا۔ اور جو ایمان ان میں نہیں ہے وہ ان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ختم وطبع کا نتیجہ:

مہر کا مقصد اہل حق کے نزدیک دل میں ظلمت اور تنگی کا پیدا کرنا ہے جب تک وہ ظلمت اس کے دل میں رہتی ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتا۔

معتزلہ کا مذہب:

دِلوں کے متعلق فرشتوں کو اطلاع دینا ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کفار ہیں، تاکہ وہ ان کے لیے خیر کی دعا نہ کریں،

بلکہ ان پر لعنت بھیجیں۔بعض نے کہا۔ کہ خَتَمَ کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے۔اور خاتم حقیقت میں کافر ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس کو قدرت اور اختیار دیا۔تو اس کی طرف خَتَمَ کا اسناد جس طرح فعل کی نسبت کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔''بنی الامیرا لمدینة'' امیر نے شہر بنایا۔کیونکہ فعل کی کئی ملابسات ہیں۔

نمبر ا: فاعل سے ملابست ،مفعول بہ سے ،مصدر، مکان، زمان اور مسبب لہ سے ملابست بس فعل کی نسبت فاعل کی طرف تو حقیقی ہے اور دوسروں کی طرف مجازی ہے۔کیونکہ فعل کے ساتھ فاعل کی ملابست میں مشابہت رکھتے ہیں،جیسا کہ آدمی شیر کے ساتھ جرأت میں مشابہت رکھتا ہے پس بطور استعارہ اس کو شیر کہہ دیتے ہیں یہ مسئلہ خلق افعال کی فرع ہے۔

سمع کی مراد:

وَعَلٰى سَمْعِهِمْ : (اوران کے کانوں پر) نحو : سمع کو واحد لایا گیا۔جس طرح عرب کے ہاں اس قول میں بطن واحد ہے۔ کلوا فی بعض بطنکم تعفوا: کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔سمع کا لفظ اصل کے لحاظ سے مصدر ہے کہا جاتا ہے کہ سمعت الشیء سمعا و سماعًا۔مصدر کی جمع نہیں آتی ۔کیونکہ وہ اسم جنس ہوتا ہے۔تو قلیل و کثیر سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس میں تثنیہ جمع کی محتاجی نہیں پس اصل کی جھلک رہتی ہے۔

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا کہ اس کا مضاف محذوف ہے۔یعنی ان کے سننے کے مقامات پر۔

قراءت: ایک قراءت وَعَلٰى اَسْمَاعِهِمْ ہے۔

وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ : (اوران کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے) نحو :رفع کے ساتھ خبر اور مبتدا ہے۔

البصر : آنکھ کی روشنی۔وہ چیز جس سے دیکھنے والا دیکھتا ہے جس طرح کہ بصیرت نور قلب کو کہتے ہیں اور وہ چیز ہے جس سے غور وفکر کی جاتی ہے۔الغشاوہ۔ڈھکنا، یہ غشاء یعنی اس کو غشی کے لفظ کی ترتیب کسی چیز پر مشتمل ہونے کیلئے آتی ہے جیسے العصابۃ (پٹی) العمامہ (پگڑی) القلادہ(ہار) اسماع بھی مہر کے معنی میں داخل ہے۔تغشیہ (ڈھانپنے کے حکم میں داخل نہیں ہے اسکی دلیل سورۂ جاثیہ آیت نمبر۲۳۔وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً ہے۔کہ سمع پر ختم کا لفظ لایا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سمعهم پر وقف ہے قلو بهم پر نہیں۔جعل کو مضمر مان کر صرف غشاوہ اکیلے ہی کو نصب دیا ہے۔ علی سمعهم میں جار کو دوبارہ لائے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں جگہوں پر مضبوط مہر ہے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

شیخ ابو منصورؒ نے کہا، جب کافر نے حق کی بات نہیں سنی۔اور اپنی طرف اور دیگر مخلوق کی طرف بھی نگاہ نہیں ڈالی کہ اس مخلوق کے حادث ہونے کے آثار کو دیکھ کر وہ معلوم کر لیتا۔کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح قرار دیا۔گویا اس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑا ہے۔اگر چہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسماع ان کے ہاں تغشیہ کے حکم میں داخل ہے۔آیت ہمارے حق میں اور معتزلہ کے خلاف حجت ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلح کو بندوں کے لیے اختیار فرمانے والے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے انکے دلوں پر مہر لگا دی۔اور اس میں شک نہیں کہ مہر کا چھوڑ نا ان کے لیے زیادہ اصلح ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۹

وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : (اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہونے والا ہے) عذاب کا لفظ نکال کی طرح ہے بناوٹ و معنی ہر دو لحاظ سے کیونکہ تم کہو گے۔ اعذب عن الشئ یعنی جب وہ کسی چیز سے رک جائے جیسا کہتے ہیں نکل عنه وہ اس سے باز آیا۔

عظیم وکبیر کا فرق:

یہ ہے کہ عظیم حقیر کے بالمقابل آتا ہے۔ کبیر صغیر کے مقابل آتا ہے گویا عظیم کبیر سے بڑھ کر ہے جیسا حقیر صغیر سے کمتر ہے۔ یہ دونوں اجسام واحداث کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کہو گے رجل عظیم وکبیر۔ مراد یہ ہوگی کہ اس کا جسم بڑا ہے یا رعب بڑا ہے۔

نکرہ لانے کی وجہ:

غشاوة کو نکرہ لائے کہ ان کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ہے یہ وہ پردہ نہیں جس کو لوگ پردہ کہتے ہیں اور ان کے لیے بڑے دکھوں میں سے ایک بڑی قسم سے عذاب دیا جائے گا۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

تذکرۂ منافقین:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ : (اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے)۔

ربط: اللہ تعالیٰ نے سورت کو شروع فرمایا۔ ان لوگوں کے تذکرہ سے جو دین میں اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔ اور ان کی زبانیں اور دل حق کی موافقت کرنے والے ہیں پھر دوسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر کیا جو دل وزبان سے کافر ہیں تیسرے نمبر پر منافقین کا ذکر کیا جو منہ سے ایمان لائے مگر دل ان کے مؤمن نہیں۔ یہ کفار کی خبیث ترین قسم ہے کیونکہ انہوں نے ایمان کے ساتھ کفر کو تمنا واستہزاء کی بناء پر ملالیا۔ اس لیے ان کے بارے میں سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۵: ان المنفقين فی الدرك الاسفل من النار۔ اتری۔

قول مجاہد:

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورۂ بقرہ کی شروع کی چار آیات میں ایمان والوں کی تعریف اور دو آیات میں کفار کا تذکرہ اور تیرہ

آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے ان میں ان کے مکر خبائث۔حماقت بتلائی اوران کی جہالت کا پردہ چاک کیا اور مثال کے طور پر ان کی مجنونانہ حرکات ظاہر کیں اوران کی سرکشی اور اندھے پن پر مہر لگا دی اوران کو بہرہ گونگا اندھا قرار دیا اوران کیلئے بدترین مثالیں بیان فرمائیں منافقین کے واقعہ کو اول سے آخر تک کفروا کے واقعہ پر عطف فرمایا۔جیسا کہ جملہ کا عطف جملہ پر ہوتا ہے۔

الناس کا اصل اُناس ہے ہمزہ کو بطور تخفیف کے حذف کرلیا۔اور ہمزہ کا حذف لام تعریف کی صورت میں لازم کی طرح ہے۔کیونکہ الا ناس ۔نہیں بولا جاسکتا اوراس کا اصل انسان ''واناسی ،انس'' اس پر استشہاد کے لیے کافی ہے۔

انسان کی وجہ تسمیہ:

انسان کو انسان کہنے کی وجہ ان کا ظاہر ہونا اوراس لیے بھی کہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔یعنی دیکھتے ہیں۔

جبکہ جن کو جن ان کے چھپنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ناسٌ کا وزن فعال ہے، کیونکہ وزن کی بنیاد اصل پر ہوتی ہے یہ اسم جمع ہے لام تعریف اس میں جنس کے لیے آیا ہے۔مَنْ موصوفہ ہے یَقُوْلُ۔ اس کی صفت ہے گویا عبارت اس طرح ہے ناس یقولون کذا (لوگوں میں سے بعض لوگ اس طرح کہتے ہیں)

وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرۃ:

یہاں ایمان باللہ اور یوم آخرت کو انہوں نے خاص طور پر ذکر کیا۔حالانکہ وہ ایسا وقت ہے جو آ کر رہے گا۔اور وہ ایسا ہمیشہ ہے جس میں انقطاع نہیں اس کو یوم آخرت اس لیے فرمایا کیونکہ وہ ختم ہونے والے اوقات سے پیچھے آنے والا ہے۔

نمبر۲: نشر کے اس محدود وقت کے بعد ہے۔جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔کیونکہ منافقین کو وہم پیدا ہوا کہ انہوں نے ایمان کی دونوں جانبین اول وآخر کا احاطہ کرلیا، اور یہ اس لئے کہ مسائل اعتقادیہ کا مرجع مبدأ ہے اور مبدأ کی حقیقت صانع کا علم اوراس کی صفات واسماء کا معلوم کرنا ہے اور معاد کے اٹھائے جانے کا علم، قبور سے اٹھانا، پل صراط، میزان اور آخرت کے دیگر تمام احوال ہیں۔باء کی وجہ: باء کو دوبارہ لاکر اشارہ کردیا انہوں نے دونوں پر اپنے ایمان کے صحیح اور مستحکم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ اس ارشاد الٰہی کے مطابق ہے۔وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (حالانکہ وہ مؤمن نہیں) گویا باء کو لاکر ان کے دعویٰ کی مکمل تردید کردی)

نحو: وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ میں فاعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فعل کی اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ میں فعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فاعل کی۔کیونکہ مقصود ان کے دعوے کا انکار ہے اور انتہائی بلیغ ومؤکد انداز سے اس کی نفی ہے کہ ان کا گروہ مؤمنوں کی جماعت سے خارج ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد المائدہ آیت نمبر ۳۷ یریدون ان یخرجوا من النار وما هم بخارجین منها۔ میں اس طرح ہے۔اور یہ انداز کلام۔''مایخرجون منها'' کہنے کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

ایک نکتہ:

ایمان کو دوسری آیت میں مطلقاً ذکر کیا۔جبکہ پہلی میں مقید۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں احتمال ہیں۔

نمبر ا: تقیید مرادلیں اوراس پر دلالت آنے کی وجہ سے تقیید کو چھوڑ دیں۔
نمبر ۲: یہ بھی احتمال ہے کہ اصل ایمان کی نفی مرادلیں اوراس کے ضمن میں وہ نفی آ جائے جو پہلے مذکور ہوئی ہے۔

ردِکرامیہ:

آیت میں فرقہ کرامیہ (کے باطل عقیدہ) کی تردید ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار کو کہتے ہیں کیونکہ آیت میں منافقین کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ اقرار تو ان کا موجود تھا۔ یہ آیت اہل سنت کے قول کی تائید کرتی ہے۔ کہ ایمان اقرار زبانی اور تصدیق جنانی کا نام ہے۔ ماجونفی کی تاکید کے لئے لایا گیا اس کی خبر پر باء داخل ہے تا کہ سامع جب اول کلام سے غافل ہو تو شدت انکار پر اسی سے استدلال کر سکے۔

مَنْ۔ لفظًا واحد ہے اسی لئے یقول کا فعل واحد لائے اور معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

تفسیر یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ :

(اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکے کا معاملہ کرتے ہیں)

نمبر ا: یعنی رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں اس مضاف کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا فرمان خداوندی سورۂ یوسف آیت نمبر ۸۷ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (اے اہل قریہ) ابوعلی وغیرہ نے اسی طرح کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ ایسی چیز ظاہر کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

مخادعت کا معنی :

الخداع : نفس کے اندر جو کچھ ہو اس کے الٹ ظاہر کرنا۔

نکتہ نمبر ا: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے مرتبہ کو معظم و بلند کیا۔ کہ آپ کے دھوکہ دیئے جانے کو اپنا خداع قرار دیا جیسا کہ سورۂ فتح آیت نمبر ۱۰۔ ''میں اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ '' حضور ﷺ کے دست اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا وہ اپنے زعم کے مطابق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ذات ان میں سے ہے۔ جن کو دھوکہ دینا صحیح ہے یہ تمثیل اکثر دو سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتی ہے مثلاً تم کہو گے۔ عاقبت اللص۔ میں نے چور کو سزا دی۔ یہ یخدعون بھی پڑھا گیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو : نمبر ا: یہ یقول کا بیان ہے۔ نمبر ۲ یا جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کہا گیا کہ وہ جھوٹے ایمان کا کیوں دعویٰ کرتے ہیں اس میں

ان کا کیا فائدہ ہے۔

جواباً کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے ہیں اور اس میں ان کی منفعت یہ ہے۔ کہ کفار کی طرح ان سے لڑائی نہیں کی جاتی۔ اور مؤمنین کے احکامات ان پر لاگو ہیں۔ اور وہ غنائم سے حصہ پاتے ہیں۔ وغیرہ

صاحب الوقوف کا قول:

صاحب الوقوف نامی کتاب کے مصنف نے کہا کہ ''مؤمنین'' پر وقف لازم ہے کیونکہ وصل کرنے میں تقدیر عبارت یہ بن جائے گی۔ وما هم بمؤمنين مخادِعِين خداع کے وصف کی نفی ہو جائے گی جیسے کہ تم کہو۔ ماهو بر جل کا ذب وہ جھوٹا آدمی نہیں۔ حالانکہ یہاں تو مقصد ان کے ایمان کی نفی اور خداع کا ان کے لیے ثابت کرنا ہے۔

نمبر۲: جنہوں نے یخادعون کو یقول کی خبر سے حال قرار دیا اور یقول کو اس میں عامل قرار دیا تو ان کے مطابق تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ يقول امنا با لله مخادعين۔ وہ کہتے ہیں ہم تو اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ دھوکہ دینے والے ہیں۔

نمبر۳: بمؤمنین: نَحو: یہ یقول کی ضمیر سے حال ہے اور اس کا عامل اسم فاعل ہے اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ وماهم بمؤمنين فى حال خداعهم: (وہ اپنے دھوکہ کی حالت میں مؤمن نہیں ہو سکتے) اس صورت میں مؤمنین پر وقف بھی نہ ہوگا۔ پہلی ترکیب۔ سب سے بہتر ہے۔

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' (اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں) وہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو ایمان ظاہر کر کے اور کفر چھپا کر دھوکہ دیتے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو) وہ یہ دھوکہ بازوں کے ساتھ ملا جلا معاملہ اپنی جانوں کے ساتھ کرتے تھے۔ کیونکہ اس کا نقصان انہی کو پہنچے گا۔ اور ان کے دھوکے کا نچوڑ آخرت کا عذاب ہے جو ان کی طرف لوٹ آیا۔

پس گویا انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ دیا۔ ابوعمرو۔ نافع اور ابن کثیر مکی نے۔ مطابقت کے لیے۔ ''مایخادعون'' پڑھا ہے

مگر پہلے لوگوں کو عذر یہ ہے کہ خدع اور خادع۔ اس جگہ ایک معنی دیتے ہیں (اس لیے اسی طرح پڑہیں گے)۔

نفس کی مراد:

النفس: کسی چیز کی ذات وحقیقت کو کہتے ہیں۔ پھر یہ دل اور روح کے لیے بھی کہا جانے لگا۔ کیونکہ نفس کا قیام انہی دو پر ہے۔ اسی طرح خون کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ نفس کا قوام خون سے ہے۔ اور پانی کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ نفس کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ''انفس'' سے یہاں مراد انکی ذاتیں ہیں۔ معنی یہ ہوگا۔ اپنی ذاتوں کو دھوکہ دینے کے سبب دھوکہ ان کو چمٹنے والا ہے۔ ان سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ⑩

ان کے دلوں میں بڑا روگ ہے سو اللہ نے ان کا روگ بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت کرو تو کہتے ہیں۔کہ ہم تو صرف اصلاح ہی کرنے والے ہیں

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫

خبردار بلا شبہ یہی لوگ مفسد ہیں لیکن نہیں سمجھتے ہیں۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ : (اور وہ محسوس نہیں کرتے)۔

نتیجہ:

ان کے دھوکہ کا نتیجہ دوسروں کی طرف سے ان کی طرف ہی لوٹنے والا ہے۔

معنیٰ شعور:

الشعور : کسی چیز کا حس سے معلوم کرنا۔یہ شعار سے لیا گیا ہے۔شعار وہ کپڑا ہے جو جسم کے قریب ہوتا ہے (بنیان وغیرہ) مشاعر الانسان : انسانی حواس کو کہتے ہیں کیونکہ شعور کے آلات یہی ہیں۔اب معنی یہ ہوگا۔ان کو اس کا ضرر حسی چیز کی طرح پہنچ رہا ہے۔اور وہ اپنی طویل غفلت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گئے ہیں جس میں حس ہی نہ ہو۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ : (ان کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک ونفاق،شک،دو معاملوں میں تردد کو کہتے ہیں۔اور منافق متردد ہوتا ہے۔

حدیث میں فرمایا: مثل المنافق کمثل الشاة العائرة بین الغنمین۔(احمد،مسلم،نسائی) منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو دونوں گلوں سے الگ ہو۔

مریض:

موت وزندگی کے درمیان متردد ہوتا ہے۔کیونکہ مرض صحت کی ضد ہے۔اور فساد صحت کے مقابل ہے۔اسی وجہ سے ہر بگاڑ کا نام مرض بن گیا۔شک اور نفاق یہ دل کے فساد ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا : (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھا دی) یعنی غلبہ سے کمزوری اور اقتدار سے عاجزی اور بڑھ گئی یہ بھی کہا گیا۔کہ اس سے مراد نفاق کا پیدا کرنا ہے جبکہ اس جیسا نفاق ان کے دلوں میں پہلے ہی تھا جیسا کہ زیادتی ایمان میں معلوم ہو چکا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ :(اوران کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

نحویوں کا قول:

نَحو :الیم فعیل کے وزن پر بمعنی مفعل ہے یعنی مولم (دردناک)

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ : (اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) یعنی امنا بالله وباليوم الاخر کے قول میں جھوٹ کے سبب۔ ما،فعل کے ساتھ مل کر مصدر کا معنی دے رہا ہے۔کسی چیز میں پائی جانے والی حقیقت کے خلاف اس چیز کے متعلق خبر دینا۔

دیگر قراء:

يُكَذِّبُوْنَ پڑھتے ہیں۔یعنی ان چیزوں کی تکذیب کر کے جن کو آپ لے کر آئے ہیں۔بعض نے کہا۔یہ کذب میں مبالغہ کے لیے لایا گیا۔شدید سے لائے ،جیسا کہ صدق میں مبالغہ کے لیے کہتے ہیں۔صدق۔ان دونوں کی نظیر بان اور بین کا لفظ ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ : (جب ان سے کہا گیا) اس کا عطف يقول امنّا پر ہے کیونکہ جب تم اس طرح کہو گے۔کہ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے۔(لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ) (کہ زمین میں فساد مت مچاؤ) تو یہ تعبیر صحیح ہے۔

اصلاح وفساد:

الفساد : کسی چیز کا اس کی درست حالت اور فائدہ مند حالت سے نکل جانا اس کی ضد الصلاح ہے۔

الصلاح : صلاح کسی چیز کو اس کی درست ونفع بخش حالت میں پالینا۔

فساد فی الارض : سے مراد لڑائی اور فتنے کا بھڑکانا۔کیونکہ اس کی وجہ سے زمین میں جو چیزیں ہیں۔ان کو بگاڑنا۔اور لوگوں کے حالات اور کھیتوں اور منافع دینی ودنیوی کو میانہ روی سے ہٹانا ہے۔منافقین کا زمین میں فساد یہ تھا۔کہ وہ کفار کو مائل کرتے اور مسلمانوں کے راز کھول کر کفار کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ بر شرارت کرتے اور ابھارتے۔اور یہ امر فتنوں کے بھڑکانے کا باعث بنتا تھا۔

قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ : (وہ کہتے ہیں بے شک ہم اصلاح کرنے والے ہیں) ہم مؤمنوں اور کافروں میں حسن سلوک سے درستگی واصلاح کرنے والے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اصلاح کی صفت خاص ہم میں پائی جاتی ہے اور ہمارے ساتھ مخصوص ہے اس میں ممانعت کا کوئی شائبہ اور فساد کی کوئی صورت ملی ہوئی نہیں ہے۔

فَائِدَہ :اِنما کا کلمہ کسی چیز میں حکم کو بند کرنے کے لیے آتا ہے۔یا کسی چیز کو حکم میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔جیسے کہتے ہیں۔انما ينطلق زيدٌ۔ بے شک زید جانے والا ہے اور کوئی نہیں بے شک زید ہی کاتب ہے اور کچھ نہیں۔ما،کافہ ہے کیونکہ یہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ : (سنو یہی لوگ فسادی ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں) بے شک وہی فسادی ہیں۔مفعول کے معلوم ہونے پر حذف کر دیا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

اور جب کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لے آئے خبردار بلاشبہ یہی

السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑬ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ

بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب یہ لوگ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭

اور جب تنہائیوں میں اپنے شیطانوں کے پاس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف مذاق بنانے والے ہیں

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮

اللہ ان کا مذاق بناتا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو کر بھٹک رہے ہیں

نحو: الا۔ یہ ہمزہ استفہام اور حرف نفی سے مرکب ہے۔ تا کہ مابعد کے ثبوت پر تنبیہ ہو جائے۔

ایک قاعدہ:

استفہام جب نفی پر آ جائے۔ تو ثبوت کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورۂ قیامہ آیت نمبر ۴۰ میں ہے اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ (یقیناً وہ قادر ہے) تحقیق کے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے اس کے بعد آنے والا جملہ اسی انداز سے شروع ہوگا۔ جس سے قسم ملی ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے مصلحین کی صف میں شامل ہونے کے دعویٰ کو بلیغ انداز سے رد کر دیا۔

نمبر ۱: سخت ناراضگی کے مقام پر رکھا۔

نمبر ۲: جملہ مستانفہ لا کر اس میں مبالغہ کر دیا۔

نمبر ۳: پھر تاکید کے لیے اَلَآ اور اِنَّ لائے۔

نمبر ۴: خبر معرفہ لائے۔

نمبر ۵: لا یشعرون اور اس کے درمیان میں ضمیر فصل لائے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ۔ (جب ان سے کہا جاتا ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے لوگ تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے ایمان لائے بے وقوف) ان کو دو طریقوں سے نصیحت کی گئی۔ نمبر ۱۔ اس چیز کی قباحت بیان فرمائی۔ جس پر چل رہے تھے۔ کیونکہ وہ چیز صواب سے دور اور فساد سے قریب تھی۔

نمبر ۲: عقل مندوں کی اتباع سے جو رستہ رکاوٹ تھا۔ وہ ان کو واضح دکھا دیا۔ ان کا جواب یہی تھا کہ وہ اپنی طویل جہالت کی وجہ

سے ان کو بے وقوف قرار دیتے تھے۔

ایک عبرت:

اس میں اس عالم کے لیے تسلی ہے کہ جس کو جہلاء کی طرف سے اس قسم کی باتیں پہنچتی ہیں۔

ایک سوال:

سوال: قیل: کی اسناد لاتفسدوا اور امنوا دونوں کی طرف درست ہے باوجودیکہ فعل کی اسناد فعل کی طرف صحیح نہیں ہوتی۔

جواب: یہاں فعل کی فعل کی طرف اسناد ہے جو کہ جائز ہے۔ اور فعل کی اسناد معنی فعل کی طرف ممنوع ہے گویا کہ اس طرح کہا گیا۔ جب ان کو یہ بات کہی گئی۔ تو اسی سے یعنی دماغ پر جھوٹا گمان سوار کرلیا۔

کما: **نحو**: کما میں ما کافہ ہے جیسا کہ ربما میں ما مصدریہ ہے جیسا کہ: بِمَا رَحُبَتْ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۵ میں۔

الناس۔ نمبر ا۔ الناس میں لام عہد خارجی کا ہے یعنی جس طرح ایمان لائے رسول اللہ اور جوان کے ساتھ ہیں۔ اور وہ معین لوگ ہیں۔ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھ والی جماعت یعنی جس طرح ایمان لائے تمہارے ساتھی اور بھائی

الف لام:

نمبر ۲: (ا) لام جنس کا ہو یعنی جس طرح انسانیت میں کامل لوگ ایمان لائے۔

(ب): ایمان والوں کو گویا حقیقی انسان قرار دیا اور ان کے علاوہ لوگوں کو حیوان کہا۔

كَمَآ اٰمَنَ : میں کاف محل نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی (ایمانا مثل ایمان الناس)۔ یعنی ایسا ایمان جو لوگوں کے ایمان کی طرح ہو۔ اور کما امن السفھاء بھی اسی طرح ہے۔ انؤمن میں استفہام انکاری ہے (یعنی ہم ایمان نہیں لائے) السفھآء میں لام سے الناس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن کو انہوں نے بے وقوف قرار دیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ عقل منداور حلیم ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جہل سے یہ اعتقاد کرلیا کہ جس راستے پر وہ ہیں۔ وہ برحق ہے اور اس کے علاوہ سب باطل ہے۔ جو آدمی باطل پرست بن جائے تو بے وقوف ہے۔

السفہُ کم عقلی، بے حوصلہ ہونا

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ : (بے شک وہ وہی بے وقوف ہیں)

فرق کی وجہ:

یہاں لا یعلمون فرمایا۔ اور پہلے لا یشعرون کہا گیا۔

نمبر ا: کیونکہ یہاں السفہ کا ذکر کیا اور وہ جہالت کو کہتے ہیں۔ پس اس کے ساتھ علم کا تذکرہ بہترین مطابقت رکھتا ہے

نمبر ۲: ایمان میں غور وفکر اور دلیل کی ضرورت ہے تا کہ دیکھنے والا معرفت حاصل کرے۔ باقی فساد فی الارض ایک ایسا معاملہ ہے جس کی بنیاد عادات پر ہے پس وہ حسی معاملے کی طرح بن گیا۔ (اس لیے وہاں شعور حس کی نفی کی ہے)

نحوی تحقیق :

نَحو : السفہاء یہ انّ کی خبر ہے۔ھم ضمیر فصل ہے یا مبتدا ہے لہٰذا السفہاء اس کی خبر ہے۔اور یہ مل کر ان کی خبر ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا : (جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے)

قراءت: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اذا لاقوا پڑھا ہے۔اہل عرب لقیتہ، لاقیتہ، دونوں بولتے ہیں۔جبکہ قریب سے اس کا سامنا ہو۔

ربط : پہلی آیت میں منافقین کے طریقے اور ان کے نفاق کی ترجمانی کی۔اور اس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ جو ان کا سلوک تھا۔یعنی استہزاء اور بچوں کے روپ میں ملنا۔اور ان کو وہم دلانا کہ وہ ان کے ساتھ ہیں۔وغیرہ کا ذکر کیا گیا۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ : (اور جب وہ تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں) خلوت بفلان و الیہ بولتے ہیں جب اس کے ساتھ علیحدگی اختیار کرے۔اِلٰی کے صلہ سے استعمال زیادہ بلیغ ہے۔کیونکہ اس میں ابتدا و انتہا کی دلالت پائی جاتی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ جب ایمان والوں سے الگ ہو کر اپنے شیاطین کے ہاں علیحدگی میں جاتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ خلا۔''مضٰی'' کے معنی میں ہو۔

شیاطین کون:

شیاطین : سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرکشی میں شیاطین کے مماثل ہیں۔اور وہ یہودی ہیں۔

سیبویہ کا قول:

نمبر۱: نَحو : شیاطین کا نون اصلی ہے اس کی دلیل تشیطن ہے۔

نمبر۲: یہ نون زائدہ ہے یہ شطن سے نکلا ہے جو بَعُدَ کے معنی میں ہے۔اس لیے کہ شیطان بھلائی اور خیر سے دور ہے۔یا شاط سے ہے یعنی جب باطل و بیکار رہوا۔شیطان کا نام الباطل ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ : (تو ان کو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں) ہم تمہارے ساتھی اور دین میں موافقت کرنے والے ہیں۔منافقین نے مسلمانوں کو جملہ فعلیہ بول کر خطاب کیا۔اور شیاطین کو انّ تحقیقیہ والے جملہ اسمیہ سے مخاطب کیا۔کیونکہ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے منافقین کا دعویٰ یہ تھا۔کہ ایمان ایک نو ساختہ چیز ہے۔اس بات کے دعوے دار نہ تھے۔کہ وہ ایمان میں منفرد ہیں۔خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔

نمبر۱: کہ ان کے اپنے نفس اس پر ان کی معاونت کرنے والے نہ تھے۔کیونکہ ان کے عقائد اس کا باعث اور محرک نہیں تھے۔خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔کہ اگر وہ اپنی بات مبالغے اور تاکید سے کرتے تو چل نہ سکتی۔البتہ اپنے ہم جنسوں سے خطاب رغبت سے تھا۔اور مقبول اور مروج بھی تھا۔اس لیے وہ تحقیق و تاکید کے موقعہ و محل میں تھا۔تاکہ کافروں کو ان کے کفر پر قائم رہنے کا یقین ہو جائے۔

استہزاء کا مفہوم:

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔(ہم ان کے ساتھ استہزاء کرنے والے ہیں) یہ اِنَّا معکم کی تاکید ہے۔کیونکہ اس کا مقصد یہودیت پر ثابت قدمی ہے۔اور اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ کہہ کر اسلام کی تردید کی ہے۔اور اپنے سے اسلام کا دور کرنا مقصود ہے کیونکہ کسی چیز کا استہزاء کرنے والا اور اس کی تحقیر کرنے والا اس کا منکر ہوتا ہے۔

قاعدہ: کسی چیز کی نقیض کا دور کرنا اس کے ثبوت کی تاکید ہوتی ہے۔یا یہ جملہ مستانفہ ہے پھر کلام اس طرح بنے گا۔کہ جب منافقین نے اپنے شیاطین کو اِنَّا مَعَكُمْ کہا۔تو جواب میں شیاطین الانس نے کہا۔اگر تم ہمارے ساتھ ہو تو پھر مؤمنین کی موافقت کیوں کرتے ہو؟ تو منافقین نے جوابًا کہا۔اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ(کہ تم شک میں مت رہو ہم تو ان سے موافقت ان کا مذاق اڑانے کے لیے کرتے ہیں)

الاستہزاء:

مذاق اُڑانا، مسخری کرنا، حقیر قرار دینا۔اصل باب کا معنی خفت یعنی ہلکا سمجھنا استہزاء یہ ھزء سے بنا ہے جس کا معنی ہے جو جلدی قتل کرتا ہے۔اور ھزأ یھزأ کا معنی موقعہ پر ہلاک ہونا مر جانا ہے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ:(اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کرے گا)۔یعنی ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا۔جزاءِ استہزاء کا نام استہزاء رکھ لیا گیا۔جیسا کہ سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۴۵ میں وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اور سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ۔میں جزاء سیئہ کو سیئہ اور جزاء اعتداء کو اعتداء قرار دیا گیا۔اگرچہ جزاء سیئہ واعتداء سیئہ اور اعتداء نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استہزاء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ومناسب نہیں۔کیونکہ عبث اور عیب ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

امام زجاج:

کہتے ہیں۔پسندیدہ قول یہ ہے۔اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔کو بغیر عطف کے جملہ مستانفہ لانا بڑی شان عظمت رکھتا ہے۔اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے انتہائی شدید استہزاء فرمانے والے ہیں۔جس کے مقابلے میں ان کا استہزاء کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔اس لیے کہ ان پر اس کی وجہ سے ذلت، عذاب اور رسوائی اُترے گی اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سزائیں اور بلائیں لحہ بہ لحہ اترتی رہیں گی۔

سوال:اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فرمایا۔اللّٰه مستهزئ بهم نہیں فرمایا۔ایسا کیوں؟

جواب: تاکہ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ کے ساتھ لفظاً مطابق ہو جائے اور تواتر سزا پر بھی دلالت ہو۔

وَيَمُدُّهُمْ:(اور انہیں مہلت دے گا) یعنی ان کو مہلت دے گا۔یہ زجاج کا قول ہے۔

فِيْ طُغْيَانِهِمْ:(ان کی سرکشی میں) کفر میں حد سے بڑھنا يَعْمَهُوْنَ (وہ حیران ہیں) یہ حال واقع ہے یعنی حیران اور متردد ہیں۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدلی۔ سو ان کو تجارت نفع مند نہ ہوئی۔ اور نہ

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯

وہ ہدایت پر چلنے والے بنے۔

یہ اصلح للعبد کے سلسلہ میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔

عُمْهٌ : بصیرت ودانائی کے ضائع ہونے کہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ : (یہ لوگ) **نحو** : یہ مبتدا ہے اس کی خبر الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یعنی اس کے بدلہ میں لے لیا اور ہدایت پر اس کو ترجیح دی۔

ایک سوال:

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى خریدلیا گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں۔ کہ انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو لے لیا)) حالانکہ وہ تو ہدایت پر نہیں تھے۔

جواب: اس لیے کہ منافقین ایسی قوم میں سے تھے جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے (پس اشتراء ضلالت کا مصداق بن گئے) لفظ تجارت ربح کے فاعل سے متصل ہے یا تجارت ربح کا سبب ہے۔

نمبر۲: ان کو ہدایت پر قدرت دی گئی تھی۔ گویا ہدایت ان میں قائم تھی پس اس کو قدرت کے باوجود اختیار نہ کیا تو گویا ہدایت کو ضلالت کے بدلے ترک کر دیا۔

مسئلہ بیع تعاطی:

بیع تعاطی جائز ہے کیونکہ منافقین نے لفظ اشتراء کا نہیں بولا۔ لیکن ہدایت کو گمراہی کے بدلے میں اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے شراء کا نام دیا ہے۔ پس یہ ہمارے لیے ثبوت بن گیا۔ کہ جس نے کسی دوسرے سے چیز لی اور اس کا عوض اس کے لیے اس کی رضا مندی سے چھوڑ دیا تو گویا اس نے اس چیز کو خریدلیا خواہ لفظ شراء کا استعمال نہیں کیا۔ یہی بیع تعاطی کہلاتی ہے۔

الضَّلٰلَةَ : میانہ روی سے مائل ہونا۔ ہٹنا اور راہ کو گم پانا کہا جاتا ہے۔

ضل منزله : وہ اپنا مرتبہ بھول گیا۔ یہ دین میں سیدھے راستے سے ہٹ جانے کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس شخص کے آس پاس کو روشن کردیا تو اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ⑱

ان کی روشنی کو ختم کردیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔ یہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ لوگ رجوع نہ ہوں گے

تجارت کیا ہے؟

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ : (پس ان کی تجارت نے انہیں نفع نہ دیا)

تعریف ربح : اصل مال میں اضافہ کو کہا جاتا ہے۔

تجارت: کاریگری۔ تاجر کا فن:

تاجر: نفع کی خاطر خرید وفرخت کرنے والا۔ نفع کی نسبت تجارت کی طرف اسناد مجازی ہے اس کا معنی انہیں اپنی اصل تجارت میں نفع نہ ہوا اور ضائع کردی۔ جب تجارت فائدہ مند نہ رہی اور مجازاً گمراہی کا ہدایت کے بدلے خریدنا ثابت ہوگیا۔ تو اس کے بعد بطور استعارہ ترشیحہ کے ربح اور تجارۃ کا ذکر کردیا جیسا کہ شاعر نے اپنے اس شعر میں

لما رایت النَّسْرَ عَزَّابن دَابة۔ وعَشَّشَ فی وَكْرِهٖ جاش له صدری میں بڑھاپے کو نسر اور سیاہ بالوں کو کوئے سے تشبیہ دی۔ اس کے بعد گھونسلہ بنانے اور گھونسلے کا ذکر کردیا۔

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ : (اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے) وہ طریق تجارت کی طرف راہ پانے والے نہیں۔ جس طرح تجار اپنی مرضی استعمال کرنے والے اور اپنے نفع ونقصان کی اشیاء کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب یہ ہوا کہ تجارکا مقصد اصل مال اور نفع کا محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں نے ان دونوں چیزوں کو ضائع کردیا۔ پس ان کا اصل مال ہدایت تھی۔ اور وہ گمراہی کے ہوتے ہوئے باقی نہیں رہی۔ جب فقط گمراہی رہ گئی تو اسی لیے ان کو نفع سے محروم ہونے والے فرمایا۔ اگرچہ دنیاوی اغراض ان کو میسر آگئیں۔ (اور وہ ہدایت کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہیں)

کیونکہ گمراہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس آدمی کا راس المال سلامت نہ رہے۔ اس کو نفع پانے والا نہیں کہا جاتا۔

نحو : کہا گیا ہے الذی ، اولئک کی صفت ہے۔ اور فمار بحت سے آخر آیت تک محل رفع میں اولئک کی خبر ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا : (ان کی مثال اس جیسی ہے جس نے آگ جلائی) جب منافقین کی صفت حقیقت ذکر کردی تو اس کے بعد مزید انکشاف حقیقت اور تکمیل بیان کے لیے مثالیں بیان فرمائیں۔

مثال کی غرض اور حقیقت :

مخفی معانی اور حقائق سے پردہ اٹھانے کے لیے مثال بیان کرنا بڑا اثر رکھتا ہے گذشتہ آسمانی کتابوں میں کثرت سے مثالیں ذکر کی گئیں۔ انجیل کی سورتوں میں ایک سورت کا نام سورۃ الامثال ہے۔

مثل کا معنی :

کلام عرب میں مثل کو کہتے ہیں نظیر کا یہی معنی ہے کہا جاتا ہے مِثل۔مَثَل، مثیل جیسے شبہ،شبہ اور شبیہ۔ پھر مشہور قول کے لیے بولا جانے لگا۔ جس سے موقعہ کی مثال بیان کی جائے مثل کہنے لگے اور مثال اسی بات کی بیان کی جاتی ہے جس میں انوکھا پن ہو۔ اسی لیے اس کی حفاظت کی جاتی ہے پس وہ بدلتی نہیں۔ کبھی استعارہ کے طور پر مثل کو حال یا صفت یا قصہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ اس کی کوئی حالت اور انوکھی بات ہو۔ گویا یہاں کہا گیا۔ ''حالهم العجيبة الشان'' ان کی عجیب حالت اس آدمی کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔ اور یہی معنی مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ سورۂ رعد آیت نمبر ۳۵ میں ہے کہ جو عجائب ہم نے بیان کیے۔ ان میں جنت کا عجیب حالت والا واقعہ ہے۔ پھر اس کے عجائبات بیان فرمائے۔ وللّٰه المثل الاعلی۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۶۰ میں یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ہیں جن کا عظمت وجلال میں بڑا مقام ہے۔ یا الذی کو الذین کی جگہ لائے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۹ و خضتم كالذى خاضوا۔ میں ہے کیونکہ جماعت کی تمثیل اکیلے کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔ یا آگ جلانے والوں کی جنس بیان کرنا مقصود ہے یا وہ گروہ مراد ہے جس نے آگ جلائی۔ اس طرح کہ منافقین کی ذاتوں کو آگ روشن کرنے والے سے تشبیہ نہیں دی ہے۔ کہ جس سے جماعت کی واحد سے تشبیہ والا اعتراض آئے۔ بلکہ ان کے واقعہ کو آگ جلانے والے کے واقعہ سے تشبیہ دی ہے۔ استوقد کا معنی اوقد (جلانا) ہے۔ وقود النار۔ آگ کی چمک۔ النار (آگ) ایک لطیف روشنی کرنے والا گرمی دینے والا جلانے والا جوھر ہے یہ نار، ینار سے مشتق ہے جب وہ بھاگے اور کوچ کرے۔ کیونکہ اس میں حرکت واضطراب پایا جاتا ہے۔

نور وضوء کا معنی :

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ : (جب اس آگ نے اس کا ماحول روشن کر دیا) اضآءت۔ خوب روشن کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا مصداق سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ ھو الذی جعل الشمس ضیآء والقمر نوراً آیت میں اضاءت کا لفظ متعدی ہے اور ماحولہٗ کی طرف اس کی نسبت ہے۔ اور غیر متعدی بھی ہوسکتا ہے، مؤنث معنی کے لحاظ سے لائی گئی۔ کیونکہ آگ جلانے والے کے اردگرد جگہیں اور اشیاء ہیں۔ اور فَلَمَّآ اَضَآءَتْ کا جواب۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ ہے۔

نحوی تحقیق :

نحو : لمّا ظرف زمان ہے اور اس میں اس کا جواب اذا کی طرح عامل بن رہا ہے اور ماحولہٗ کا ما موصولہ ہے اور حَوْلَهٗ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نکرہ موصوفہ ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ فلما اضاءت شيئاً ثابتا حوله: جب اس

روشن ثابت ہونے والی چیز نے اپنے اردگرد۔
نُوْرُهُمْ میں هُم ضمیر کو جمع لائے اور حولہٗ میں ضمیر واحد لائی گئی۔ کیونکہ کبھی تو اس کو لفظ پر محمول کیا اور کبھی معنی پر (اور دونوں کا لحاظ کر کے ضمیریں لائی گئیں)

النور : آگ کی روشنی کو کہتے ہیں۔اور ہر روشن چیز کی روشنی کو کہتے ہیں۔

ذهب : کا معنی اذھب ہے یعنی اس کو زائل کر دیا۔ اور اس کو زائل ہونے والا بنا دیا۔ ذھب بہ۔ کا معنی ساتھ لے جانا اور لے جانا۔اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی لے لی۔اور اس کو روک دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ روک دے۔اس کو کوئی چھوڑ اسکتا نہیں۔ فَلاَ مُرسل لهٗ سورۃ فاطر آیت نمبر۲ یہ اذہاب کے لفظ سے زیادہ بلیغ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ذهب الله بضوء هم نہیں فرمایا۔

وجہٗ ذکر:

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ کا لحاظ کر کے۔اس لیے کہ نور کا تذکرہ زیادہ بلیغ ہے ضوء میں اضافہ پر دلالت موجود ہے اور مقصود یہاں روشنی کا ان سے مکمل طور پر دور کرنا ہے۔اگر ذھب اللہ بضوءھم کہا جاتا۔تو زائد روشنی کے چلے جانے کا اور جن کو نور کہا جاتا ہے ان کے باقی رہنے کا وہم رہتا۔کیا تم سیاق کلام پر غور نہیں کرتے۔کہ اس کے بعد وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لایا گیا۔

الظلمه : وہ عرض ہے جو نور کے منافی ہے۔اس کو جمع اور نکرہ لائے۔اور اس کے بعد وہ چیز لائے جو دلالت کرتی ہے کہ وہ اندھیرا ہے جس میں کوئی کڑی نظر نہیں آتی۔اور وہ ارشاد الٰہی: لَّا يُبْصِرُوْنَ ہے (کہ وہ اس میں کچھ نہیں دیکھتے)۔

نحوی اشارے:

ترکھم: نَحو : ترک بمعنی طرح اور خلّی (پھینکنا اور چھوڑنا) کے معنی میں ہوتا ہے۔جب ایک چیز سے معلق ہو۔اور گر دو چیزوں سے معلق کریں۔تو صیر کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس وقت یہ افعال قلوب کی جگہ آجاتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے۔
اصل اس طرح بنے گا۔هُمْ فی ظلمات۔پھر تَرَكَ کو داخل کر کے دونوں جزوں کو منصوب کر دیا۔لا یبصرون کے مفعول کو ساقط کرنا اس قسم میں سے ہے جس کو متروک مطروح کہتے ہیں۔(جس کو پھینکنے کے لیے چھوڑا) یہ تَرَكَ مفعول مقدر منوی کی قسم سے نہیں۔گویا فعل اصل کے لحاظ سے غیر متعدی ہے (یعنی متروک مطروح) ان کی حالت کو آگ جلانے والے کی حالت سے مشابہت دی۔کیونکہ آگ روشن کرنے کے نتیجہ میں وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گئے ہاں منافق تو ہمیشہ کفر کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔

تفسیر اول:

لیکن مراد یہاں یہ ہے کہ وہ کلمہ جو ان کی زبان پر جاری ہے اس سے انہوں نے فائدہ کی ذرا سی روشنی حاصل کی حالانکہ اس

کلمہ کی روشنی کے پیچھے تو منافقت کا اندھیرا پایا جاتا ہے جو ان کو اندھیرے کی سرمدی سزا تک پہنچانے والا ہے۔

تفسیر دوم:

آیت کی ایک اور بھی تفسیر ہے کہ جب ان کے متعلق بتلایا گیا۔ کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خرید لیا ہے پھر یہ تمثیل ذکر کی تا کہ ان کی اس ہدایت کو جس کو انہوں نے فروخت کیا۔ اس آگ سے تشبیہ دی جس نے اپنے جلانے کے ماحول کو روشن کر رکھا ہے۔ اور اس گمراہی کو جس کو انہوں نے خرید لیا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو دور کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا ہے سے تشبیہ دی۔ تا کہ تمثیل سامنے آ جائے استوقد نا را میں نار کو نکرہ تعظیم کے لیے لائے۔

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ : (وہ گونگے بہرے اندھے ہیں) وہ بہرے ہیں حالانکہ ان کے حواس صحیح سالم تھے مگر جب انہوں نے حق کی طرف کان لگانے سے اپنے آپ کو روک دیا۔ اور زبانوں پر حق لانے سے انکار کر دیا اور آنکھوں سے طریق حق کو دیکھنے سے انکار کر دیا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا ان کے حواس آفت زدہ ہو گئے اور علماء بیان کے ہاں یہ اسی طرح ہے جیسے ھم لیوثٌ للشجعان و بحور للاسخیاء کہ وہ ایسے بہادروں کے لیے شیر اور سخیوں کے لیے سمندر ہیں۔ مگر یہ طریق صفات میں ہے۔ اور آیت میں وہ اسماء ہیں اور ان میں جاری ہے۔

تشبیہ بلیغ:

آیت میں صحیح بات یہ ہے کہ تشبیہ بلیغ ہے۔ استعارہ نہیں کیونکہ جب مستعارلہٗ کا تذکرہ سمیٹ لیا گیا ہو اور کلام کو اس سے خالی رکھا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے منقول عنہ اور منقول الیہ مراد لیا جائے۔ اگر دلالت حال یا انداز کلام نہ پایا جائے۔

لوٹنے کا مطلب:

فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ : (پس وہ نہ لوٹیں گے) نمبر۱: وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ اس کے بعد کہ انہوں نے ہدایت کو بیچ ڈالا۔

نمبر۲: وہ گمراہی سے باز نہیں آئے اس کے بعد کہ انہوں نے گمراہی کو خرید لیا۔ کیونکہ کسی چیز کی طرف لوٹنا اور یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

نمبر۳: مراد یہ ہے کہ وہ حیران و پریشان اپنی جگہ پر جمے بیٹھے ہیں۔ نہ وہ لوٹتے ہیں اور نہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے آگے بڑھنا ہے یا پیچھے ہٹنا ہے۔

اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌ ۚ يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ

یا ان کی ایسی مثال ہے جیسے آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہو اس میں اندھیریاں ہوں اور گرج ہو اور بجلی ہو یہ لوگ موت کے اندیشے کے سبب

فِىۡٓ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ‌ؕ وَاللّٰهُ مُحِيۡطٌ ۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹﴾

اپنے کانوں میں انگلیاں دے رہے ہیں کڑک کی وجہ سے، اور اللہ تعالیٰ احاطہ کئے ہوئے ہے کافروں کو،

دوسری تمثیل:

اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ : (یا جیسے بادل آسمان میں اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے) ان کے متعلق بات کو اور زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک دوسری تمثیل ذکر کی پہلی تمثیل میں منافقین کو آگ جلانے والے سے اور اظہار ایمان کو آگ روشن کرنے سے اور اس سے فائدہ کے منقطع ہونے کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دی۔ اور اس تمثیل دین کو بادل سے تشبیہ دی۔ کیونکہ دل دین سے اسی طرح زندہ ہوتے ہیں جیسے بارش سے زمین۔ اور کفار کو دین کے سلسلہ میں شبہات کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ اور قرآن میں جو وعدے اور وعیدیں ہیں۔ ان کو رعد و برق سے تشبیہ دی اور منافقین کو گھبراہٹیں اور مصائب اہل اسلام کی طرف سے پہنچتے ہیں ان کو صواعق (گرج) سے تشبیہ دی پس معنی اس طرح ہوگا۔ یا ان کی مثال بادل والے جیسی ہے۔ مثل کا لفظ حذف کر دیا۔ کیونکہ عطف کی دلالت اس کے لیے موجود ہے اور ذوی کا لفظ حذف کیا کیونکہ یجعلون اس پر دلالت کرتا ہے۔

مراد:

یہ کہ ان کی مثال اس قوم جیسی ہے جن کو اس طرح کی بارش نے گھیر لیا ہو۔ پھر ان کو اس بارش سے وہ پہنچا ہو جو ان کو پہنچا۔ یہ تشبیہ اشیاء کی اشیاء کے ساتھ ہے البتہ صراحت کے ساتھ مشبہات کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورۂ غافر آیت نمبر ۵۸ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الۡمُسِىۡٓءُ میں ہے۔

اور امرء القیس کے اس قول میں بھی اسی طرح ہے۔

كَاَنَّ قُلوب الطير رطبا و يابسا　　لدى و كرها العُنَّابُ و الحشف البالي (ردّی کھجور)

(گویا پرندوں کے دل گھونسلوں کے قریب اس طرح رطب و یابس ہیں جیسے عناب اور ردی کھجور)

بلکہ آیت میں استعارہ کے انداز میں تذکرہ کو سمیٹ دیا۔

تشبیہ مرکب:

قول فیصل: صحیح بات یہ ہے کہ دونوں تمثیلیں ان تمثیلات میں سے ہیں۔ جو مرکب ہوتی ہیں، مفرق نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس میں

ایک ایک چیز کو دوسری ایک ایک چیز کے ساتھ مشابہت کی مقدار سے تشبیہ دینی پڑتی ہے وضاحت اس کی اس طرح ہے کہ اہل عرب چیزوں کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں جبکہ وہ الگ الگ ہوں۔ اور اس سے جوڑ نہ رکھتی ہوں۔ ان اشیاء کی تشبیہات ان کے نظائر سے ہوتی ہے جیسا کہ امرؤالقیس نے کہا۔ کہ کیفیت حاصلہ کو ان اشیاء کے مجموعہ سے تشبیہ دی۔ جو آپس میں اس طرح ملی جلی اور منسلک ہیں۔ کہ دوسری سے مل کر وہ ایک چیز بنتی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر ۵ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا میں تورات کے ہوتے ہوئے۔ یہودیوں کی جہالت والی حالت کو جو کہ حکمت کی کتابیں۔ اٹھانے والے گدھے کی جہالت والی حالت سے تشبیہ دی۔ کیونکہ اس کے لیے کتابیں اٹھانا یا دیگر بھاری بوجھ میں دونوں برابر ہیں۔ اور اس کو اس کا کچھ شعور نہیں۔ سوائے اس تھکاوٹ اور مشقت کے جو ان دونوں بوجھوں کے نیچے اسے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ کہف آیت نمبر ۴۵ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مراد دنیا کی رونق کا زیادہ دیر باقی نہ رہنا۔ سبزی کے زیادہ باقی نہ رہنے کی طرح ہے۔ پس یہ کیفیت کو کیفیت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ خواہ اس سے مراد افراد کی افراد کے ساتھ تشبیہ ہو جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نہ ہوں۔ (ایک چیز بننے والی نہ ہو) اسی طرح جب منافقین کا گمراہی میں پڑنا بیان کیا۔ اور ان کی حیرت و دہشت جس میں وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے والے تھے۔ اس کو بیان کیا۔ تو ان کی حیرت اور معاملے کی شدت کو اس شخص کی تکلیف سے تشبیہ دی جو رات کے اندھیرے میں اپنی آگ کے بجھ جانے سے تکلیف اٹھا رہا ہو۔ اسی طرح کہ وہ آدمی کہ جس کو بارش گھیر لے جس میں رعد و برق اور کڑک کا خوف بھی ہو۔ دوسری تمثیل پہلی کے مقابلے میں زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ سخت حیرت اور معاملے کی شدت پر یہ زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو بعد میں لائے۔

اَو لانے کی حکمت:

اہل عرب کی عادت تھی کہ آسان سے مشکل کی طرف درجہ بدرجہ چلتے۔ دونوں تمثیلوں کو ''اَوْ'' سے عطف کیا یہ اصل کے لحاظ سے دو یا زیادہ چیزیں جن میں شک ہو۔ برابری ثابت کرنے کے لیے آتا ہے پھر یہ صرف برابری کے لیے استعارۃ استعمال کیا جانے لگا۔ جیسا کہتے ہیں۔ جالس الحسن او ابن سیرین۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے اور ارشاد الٰہی آیت ۲۴ سورۃ الانسان (وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا۔ ناشکری اور گناہ دونوں نافرمانی کے لازم ہونے میں برابر ہیں۔ اسی طرح یہاں مطلب یہ ہے کہ منافقین کے واقعہ کی کیفیت ان دو قصوں کی کیفیت کے مشابہ ہے دونوں قصے صورت تمثیل کے مستقل ہونے میں برابر ہیں۔ تم جس سے بھی تمثیل پیش کرو درست ہے اور اگر تم دونوں سے اکٹھی مثال بیان کرو۔ تب بھی تم درست روی اختیار کرنے والے ہو۔

الصیب: اترنے والی بارش۔ پڑنے والی بارش۔ بادل کو بھی صیب کہا جاتا ہے۔ صیب کو تنکیر کے ساتھ ذکر کیا کیونکہ یہ بارش کی ایک قسم ہے جو سخت موسلا دھار ہوتی ہے جیسا کہ تمثیل اول میں نار کا لفظ نکرہ ہے۔

السمآء: (سائبان) نمبر ۱: حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ رکی ہوئی موج ہے۔ سماء کے تذکرہ کا فائدہ یہ ہے کہ بادل آسمان میں ہی ہوتا ہے السمآء معرفہ لائے اس نے یہ فائدہ دیا کہ وہ بادل ہے جس نے آسمان کے اطراف کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور سماء کے حصہ

ہونے کی نفی کر دی۔ یعنی یہ کہ اس کے اطراف میں سے ایک افق کو اس لیے آسمان کے ہر افق کو آسمان ہی کہتے ہیں۔ پس معرفہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے جیسا کہ صیب کو نکرہ لانے اور اس کی ترکیب و بناء میں (مبالغہ مقصود ہے) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بادل آسمان سے اترتا اور اسی سے اپنا پانی لیتا ہے۔

نمبر۲: اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سمندر سے پانی لے کر اوپر چڑھتا ہے۔

نَحو : ظلمات مرفوع ہے جار مجرور کے ساتھ کیونکہ وہ صیب کی صفت بن کر قوی ہو گیا۔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر تم کہو فیہ ظلمت مبتدا ہے تو اس میں اخفش و سیبویہ کا اختلاف ہے۔

رعد و برق کی حقیقت:

الرعد : بادلوں سے سنی جانے والی آواز جو بادلوں کے آپس میں رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یا رعد فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔

البرق : بادلوں سے پیدا ہونے والی چمک۔ یہ برق الشئی بریقا۔ جب وہ چمکے اس سے بنا ہے۔ اور اس کی ضمیر صیب کی طرف لوٹنے والی ہے۔ صیب کو ظلمات کا مکان قرار دیا گیا۔ اگر اس سے مراد بادل لیا جائے تو اس کے اندھیرے سے مراد اس کا تہ بہ تہ اور سیاہ ہو جانا ہے۔ ظلمات گویا بادل کی سیاہی اور ایسا تہ بہ تہ ہونا جس کے ساتھ رات کا اندھیرا مل جائے۔ البتہ بارش کے اندھیروں سے مراد پے در پے قطرات سے اس کے کثیف ہونے کا اندھیرا اور بارش کے بادلوں کا سایہ جس میں رات کا اندھیرا مل جائے۔ مراد ہے۔

رعد و برق کی جگہ الصیب کا لفظ لا کر اس کی مراد سحاب ظاہر کر دی۔ اسی طرح اگر مطر مراد ہو تو تب بھی کیونکہ وہ دونوں فی الجملہ آپس میں ملے جلے ہیں۔

رعد و برق: کو جمع نہیں لائے۔ کیونکہ وہ دونوں اصل میں مصدر ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ رعدت السماء رعدا و برقت برقًا۔ آسمان گرجا اور چمکا۔ پس اصل کی رعایت کرتے ہوئے دونوں کی جمع چھوڑ دی گئی۔

ان کو نکرہ لا کر اس کی انواع و اقسام کی طرف اشارہ کر دیا۔ گویا کہ فیہ ظلمت داجیہ۔ گویا اس میں چھا جانے والے اندھیرے ہیں۔ اور رعد قاصف ہلاک کن گرج اور اچک لینے والی بجلی ہے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ : (وہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھتے ہیں)

نَحو : اس میں ضمیر بادل والوں کی طرف لوٹ رہی ہے اگر چہ وہ محذوف ہے جیسا کہ سورت اعراف آیت :۴۔ او ھم قائلون میں ہے کیونکہ محذوف کا معنی باقی ہے خواہ وہ لفظوں میں ساقط ہو چکا ہو یجعلون جملہ مستانفہ ہے اس لیے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اس لئے دلیل یہ ہے کہ جب رعد برق کا ذکر ہوا جو شدت ھول ناکی کا اعلان کر رہے تھے۔ تو کہنے والا گویا کہہ رہا تھا کہ ایسی گرج میں ان کا کیا حال ہوگا؟ تو جواب دیا۔ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ۔ پھر کہا اس بجلی میں انکی حالت کیا ہوگی۔ تو فرمایا يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۰۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَاۤءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ

قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی کو اچک لے جب کبھی ان کے لئے روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب اندھیرا ہو گیا

عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتوں کو ختم فرمادے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ؑ ۲۰

ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال: اصابعھم فرمایا انامل نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ پورے ہی کانوں میں رکھے جاتے ہیں۔

جواب: مبالغہ کے لیے بطور وسعت فرمادیا۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۸ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا۔ میں يَدْ بولا گیا اگرچہ مراد پنجہ ہے گٹے تک۔ اصابع فرمانے میں جو مبالغہ ہے وہ انامل کہنے میں نہیں اور دو انگلیوں کا بھی ذکر نہیں کیا۔ جن سے عموماً کان بند کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ السبابہ یہ السبّ سے فعّالة کا وزن ہے (جس کا معنی گالی والی) تو آداب قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ اور مسبّحہ نہیں فرمایا کیونکہ یہ نو ایجاد غیر مشہور لفظ ہے۔

مِّنَ الصَّوَاعِقِ: (کڑک کے سبب) یہ یجعلون کے متعلق ہے یعنی صواعق کی وجہ سے وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھتے ہیں۔

صاعقہ آسمانی:

الصاعقه: گرج کا وہ حصہ جس کے ساتھ آگ کا ٹکڑا بھی ہو۔

علماء نے کہا کہ یہ بادلوں سے ٹوٹتا ہے۔ جب بادلوں کے اجسام آپس میں ٹکراتے ہیں۔ وہ لطیف تیز آگ ہے۔ جس چیز پر اس کا گزر ہو اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ مگر تیزی کے باوجود بہت جلد وہ بجھنے والی ہے حکایت ہے کہ وہ کھجور پر گری تو کھجور کا آدھا حصہ جل گیا۔ پھر وہ بجھ گئی۔ اور محاورہ میں کہا جاتا ہے صعقته الصاعقة۔ جب وہ اس کو ہلاک کر دے۔ جس سے وہ مر جائے۔ خواہ شدت آواز کی وجہ سے یا جلنے کی وجہ سے۔

حَذَرَ الْمَوْتِ: (موت کے ڈر سے) نحو: یہ مفعول لہٗ ہے۔ موت: تعمیر انسانی کا بگڑنا یا ایک ایسی عارض جس سے زندگی کے پیچھے پھر آنے والا کوئی احساس درست نہ رہے۔

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ: (اور اللہ کافروں کا احاطہ کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے جس طرح احاطہ میں آیا ہوا محیط بہ سے نکل نہیں سکتا۔ یہ مجاز ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ: (قریب ہے بجلی اچک لے ان کی آنکھوں کو)

الخطف : اُچکنا۔جلدی سے کسی چیز کو لے لینا۔
نَحو : کَادَ کالفظ فعل کے بہت قریب کرنے کے لیے آتا ہے۔یخطف موضع نصب میں ہے کیونکہ کاد کی خبر ہے۔
كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ : (جب بھی روشنی ہوتی ان کے لیے)
نَحو : كُلَّ یہ ظرف ہے ما نکرہ موصوفہ ہے اس کا معنی وقت ہے اور ضمیر محذوف ہے یعنی جس وقت بھی ان کے لیے روشنی ہوتی ہے اس میں عامل اس کا جواب ہے اور وہ مَشَوْا فِيْهِ ہے فیہ یعنی فی ضوءہ اس کی روشنی میں یہ تیسرا جملہ مستانفہ ہے گویا یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہے وہ بجلی کی چمک اور بجھنے کے دوران کیا کرتے ہیں؟ اور یہ منافقین کے معاملے کی شدت کی تمثیل بیان کی۔بادل والوں کی شدت کو ذکر کر کے اور اس تہائی حیرانی اور نادانی کو ذکر کر کے جو کچھ وہ کرتے اور چھوڑتے ہیں۔جبکہ ان کا سامنا بجلی کی چمک سے ہوتا ہے۔اس حالت میں کہ ان کو اپنی آنکھوں کے اچک لئے جانے کا خدشہ ہو۔تو وہ اس چمک کو فرصت شمار کرتے ہیں۔پس چند قدم چلتے ہیں۔جب وہ چمک چھپ جاتی ہے اور دھیمی پڑ جاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔
اضاء : اضاء کا لفظ متعدی ہے جب بھی راستہ اور چلنے کی جگہ روشن ہوتی ہے تو وہ اس پر چلتے ہیں اور مفعول محذوف ہے یا غیر متعدی ہے جب بھی بجلی ان کے لیے چمکتی ہے تو اس کے ڈالے ہوئے نور میں چلتے ہیں المشی۔خاص حرکت کی ایک جنس ہے اگر وہ حرکت تیز ہو جائے تو سعی اور بڑھ جائے یعنی تیزی سے دوڑنا کہلاتا ہے۔
وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ : (جب اس پر اندھیرا چھا جاتا ہے) اظلم غیر متعدی ہے

کلما اور اذا کا فرق:

سوال :اضاء کے ساتھ تو کلما لائے اور اظلم کے ساتھ اذا لایا گیا؟
جواب :جس چیز سے ان کا مقصد منسلک ہے یعنی امکان مشی۔اس کے لیے وہ انتہائی حریص ہیں۔جب بھی فرصت پاتے ہیں۔تو چند قدم اٹھا لیتے ہیں۔مگر کھڑا ہونا ایسا نہیں (کہ اس کے خواہش مند ہوں۔بلکہ وہ تو مجبوری کا کھڑا ہونا ہے۔پس لفظ اذا لائے)
قَامُوْا : (وہ کھڑے ہو جاتے ہیں) قاموا۔کھڑے اور اپنے مقام میں رک جاتے ہیں۔اسی سے قام الماء کہتے ہیں جبکہ وہ پانی جم جائے۔
وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ : (اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو ضائع کر دے) اگر اللہ چاہیں تو ان کے کانوں کو لے جائیں۔بجلی کی کڑک سے۔
وَاَبْصَارِهِمْ : اور آنکھوں کو بجلی کی چمک سے۔
نَحو : شاء کا مفعول محذوف ہے۔کیونکہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں۔ان کے کانوں اور آنکھوں کو لے جانا تو لے جائیں۔
قاعدہ : شاء کے لفظ میں حذف مفعول کثرت سے آیا ہے۔مگر کسی انوکھے مقام پر مفعول کو ظاہر کرتے ہیں۔جیسا اس شعر

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا فرمایا اور ان لوگوں کو بھی پیدا فرمایا جو تم سے پہلے تھے تاکہ

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ

تم پرہیز گار بن جاؤ، جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت، اور اتارا

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

آسمان سے پانی، پھر نکال دیا اس کے ذریعہ پھلوں سے تمہارے لئے رزق، لہٰذا مت بناؤ اللہ کے لئے مقابل،

وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

حالانکہ تم جانتے ہو۔

میں ہے۔

فلو شئت ان ابکی دما لبکیته ☆ علیه ولکن ساحة الصبر اوسع

تَرْجَمَہ: (اگر میں اس پر خون کے آنسو رونا چاہتا تو روتا۔ لیکن صبر کا میدان وسیع ہے) اسی طرح اس ارشاد میں جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۷ میں لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا میں اور سورۃ الزمر لو اراد اللّٰہ ان یتخذ ولدا میں (لھوا اور ولدًا ظاہر فرمائے گئے ہیں) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ : (اللہ تعالیٰ بے شک ہر چیز پر قادر ہے)

سابقہ سے ربط:

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی تین جماعتوں مؤمن، کفار اور منافقین کا ذکر اور ان کی صفات حالات خصوصیات جن سے وہ سعادت مند و بد بخت اور مردود، مقبول ہوتے ہیں بیان کر دیں۔ تو یہاں سے ان کو مخاطب فرمایا۔ یہ التفات کی قسم میں ہے۔ پس فرمایا۔

خطابِ عام:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ : (اے لوگو) حضرت علقمہ نے فرمایا قرآن میں یایھا الناس سے خطاب اہل مکہ کو ہے اور یایھا الذین امنوا سے اہل مدینہ کو خطاب کیا۔ یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔

نحو : یا حرف ندا بعید ہے ای اور ہمزہ قریب کے لئے۔ پھر بھولنے والے اور غافل کو آواز دینے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ بالکل قریب ہو۔ اس کو دور شمار کر کے۔ جب اس سے قریب رہنے والوں کو خطاب کریں۔ تو تاکید کے لئے ہوگا۔ اور

اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ کہ یہ خطاب بہت قابل توجہ ہے۔

یاربّ کا مطلب:

سوال : دعا کرنے والے کا کہنا۔ یارب حالانکہ وہ تو شہ رگ سے قریب تر ہے۔

جواب : یہ کسر نفسی ہے اور نفس مقام قرب سے بہت دور ہے نفس کو مٹاتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اقرار ہے اس کے ساتھ ساتھ، کہ اس کی دعا کو قبول کر لینے میں بہت جلدی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ایّ : الف لام والے منادیٰ کے ساتھ لگاتے ہیں۔ جیسا کہ ذو اور الذی کو اسم جنس کی صفت بنانے کے لیے لایا جاتا ہے اور معرفہ کی صفت کیلئے جبکہ اس کو جملہ لائیں۔ یہ اسم مبہم ہے۔ اس کے ابہام کو دور کرنا ضروری ہے اس لیے اس کے بعد اسم جنس لانا پڑے گا۔ یا جو صفت کیلئے اس کے قائم مقام بن سکے۔ تا کہ اس نداء کا مقصود واضح ہو جو کہ یا کا معمول ہے۔ صفت منادیٰ کے تابع ہوتی ہے۔ البتہ ای کا لفظ بذات خود مستقل نہیں جیسا اس مثال میں زید یا زید الظّریف۔ اس لیے ایّ اپنی صفت سے الگ نہیں رہا۔ صفت موصوف کے درمیان کلمہ تنبیہ لایا گیا۔ تا کہ نداء کا معنی مؤکد ہو جائے اور اضافت کا بدل بن جائے۔

قرآن مجید میں اضافت کا طریقہ بہت استعمال ہوا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کو نداء دی یعنی اوامر و نواہی وعدے، وعیدیں، عظیم کام بڑے مصائب بتلائے، ضروری تھا بندے ان کی طرف دلوں سے مائل اور متوجہ ہوں۔ جبکہ بندے اس سے غفلت کا شکار ہیں۔ تو پھر مؤکد تبلیغ سے ان کو خطاب کرنا چاہئے تھا۔ اس لیے اس طرح خطاب کیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ : (اس کو اکیلا جانو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبادت کا لفظ جہاں بھی قرآن میں ہے اس سے مراد توحید ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ : یہ وضاحت و امتیاز کرنے والی صفت ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اپنے الھہ کو رب کہتے تھے۔

تعریفِ خلق:

الخلق۔ معدوم کو ایک اندازے اور درستگی سے ایجاد کرنا۔ معتزلہ کے نزدیک کسی چیز کو اندازے اور درستگی سے بنانا۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ معدوم کو شئی مانتے ہیں۔

شئی کی تعریف ان کے ہاں جس کو جانا جائے اور اس کے متعلق خبر دی جائے۔

اہلسنّت کے نزدیک شئی موجود کو کہتے ہیں۔

حلقکم : ابوعمرو کے ہاں ادغام کے ساتھ

دلیلِ تخلیق:

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ : (اوران لوگوں کو جوتم سے پہلے ہوئے) اس سے دلیل بیان فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے اوران سے پہلوں کا بھی خالق ہے۔سواس لیے کہ وہ اس کے اقراری تھے۔پس انہیں کہا گیا۔ کہ اگر تم اس کو خالق مانتے ہوتو اسی ہی کی عبادت کرو۔اور بتوں کی عبادت نہ کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : (تا کہ تم متقی بن جاؤ) یعنی اس امید پر عبادت کرو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔تا کہ اس کے سبب تم عذاب سے نجات پا جاؤ۔

لعل کا استعمال:

لعلّ: کالفظ ترجی اور طمع کیلئے ہے لیکن سب سے بڑی سخی ذات کی طرف سے طمع دلائی گئی۔جو کہ حتمی وعدے کی طرح ہوگئی۔

یہ سیبویہ کا قول ہے۔قطرب نحوی کہتے ہیں کہ لعل یہاں کَیْ کے ہم معنی ہے یعنی تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ : (وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو)

نحو: جَعَلَ، صَیَّرَ کے معنی میں ہے اور الذی صفت کی بناء پر محلاً منصوب ہے یا ھُوَ کو مبتداء مانیں تو مرفوع ہے۔

فِرَاشًا (بچھونا) قالین کی طرح کہ اس پر بیٹھتے اور سوتے، آتے جاتے ہو، یہ **جعل** کا دوسرا مفعول ہے۔اس میں کوئی دلیل نہیں کہ زمین مسطح یا کروی ہے۔کیونکہ دونوں صورتوں میں بوریے کی طرح ہونا ممکن ہے۔

وَالسَّمَآءَ بِنَآءً : (اور آسمان کو چھت) چھت جیسا سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۲ میں **وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سقفا محفوظًا**۔بناء جو مصدر ہے مگر مراد اس سے عمارت ہے۔

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : (اوراس نے اتارا آسمان سے پانی) مآء سے مراد بارش ہے۔

حکمتِ تدریج:

فَاَخْرَجَ بِهٖ : (پس اس نے نکالا) یعنی بالماء پانی کے ذریعہ۔پھلوں کا نکلنا۔اگر چہ قدرت الٰہی سے ہے مگر پانی کو اس کے نکلنے کا ظاہری سبب بنایا۔جس طرح (ماء الفحل فی خلق الولد) نر کا پانی بچے کی پیدائش میں سبب ہے باقی قدرت باری تعالیٰ بلاسبب پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔جیسا کہ اسباب، مواد کی ذاتیں (محض قدرت الٰہی کا نتیجہ ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی پیدائش میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تدریج رکھی ہے۔اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف انتقال رکھا۔تا کہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں کے لیے عبرت وحکمت کا باعث ہو۔

مِنَ الثَّمَرٰتِ : (پھلوں سے رزق) مِنَ الثمرات میں مِن کا لفظ تبعیض یا بیان کے لیے ہے۔(یعنی بعض پھل یا پھل نکالے)

نحوی تحقیق:

رِزْقًا لَّكُمْ : (تمہارے لیے) نحو : اگر من تبعیض کے لیے ہوتو یہ مفعول لہٗ ہے اور اگر من بیانیہ ہوتو مفعول بہ ہے الثمرات فرمایا الثمر اور الثمار نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ پانی سے نکالے جانے والے پھل بے شمار ہیں کیونکہ مراد پھلوں کی جماعت ہے کیونکہ جمع بعض کی جگہ بعض اکیلی آتی ہے کیونکہ جمعیت میں جا کر تمام مل جاتی ہیں۔

نحو :لکم اگر اس سے مراد معین ہوتو پھر یہ جار مجرور رزق کی صفت ہے اور اگر اس کو معنی کے لحاظ سے اسم مانا جائے تو پھر یہ مفعول بہ ہے گویا اس طرح فرمایا رزقا ایاکم رزق دینا تمہیں کو رزق خاص تمہارا۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا : (پس تم نہ بناؤ شریک اللہ کے لیے) یہ امر سے متعلق ہے یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور اس کا شریک مت بناؤ۔ کیونکہ عبادت کی جڑ اور بنیاد توحید ہے۔ اور یہ کہ اس کا کسی کو ساتھی و شریک نہ بنایا جائے۔

نحو :الذی مبتداء فلا تجعلوا خبر ہے فلا تجعلوا پر فاء اس لیے لائے کہ کلام میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے یعنی وہ ذات جس کی بڑی بڑی نشانیاں تمہارے اردگرد ہیں اور روشن دلائل اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں پس تم اس کے شریک مت تجویز کرو۔

معنی ند:

الند : ایسا مثل جو مخالف و منافی ہو البتہ اس مشہور قول لیس للّٰہ ند و لا مند اصل میں یہ جملے جن کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے یا جو اس کے منافی مانے جاتے ہیں ان سب کی نفی مراد ہے۔

وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی رزق دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہیں یا تعلمون کا مفعول چھوڑ دیا گیا۔ یعنی تم اہل علم ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا انتہائی جہالت ہے۔

نحو :جملہ انتم تعلمون۔ فلا تجعلوا کی ضمیر سے حال ہے۔

ربط :وحدانیت کے ثبوت اور ابطال شرک پر حجت قائم کر دی۔ کہ اس کو ان کے خلق و احیاء پر قدرت ہے اس نے زمین کو ان کی رہائش گاہ اور مستقر بنایا۔ اور آسمان کو لگے ہوئے خیمے اور قبے کی طرح مضبوط بنایا۔ اور اس طرح کر دیا۔ کہ جیسے زمین و آسمان میں پانی اتارنے سے مناکحت کا رشتہ ہو زمین کے پیٹ سے نسل کی طرح بنی آدم کے لیے پھل پیدا کر دیئے۔ یہ سارے دلائل توحید کی طرف رہنمائی کرتے اور شرک کو باطل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مخلوقات کی کوئی چیز اپنے میں سے کسی چیز کے ایجاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا

اور اگر تم اس کتاب کی طرف سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی تو لے آؤ کوئی سورت جو اس جیسی ہو اور بلا لو

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾

اپنے مدد گاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

فائدہ عطف:

اب اس پر عطف کیلئے وہ چیز لائے جو نبوت محمد ﷺ پر دلیل و حجت بن سکے اور اعجاز قرآن کو بھی پختہ کر دیا جائے۔ پس فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا (الأية) (اور اگر تم شک میں ہو اس چیز کے متعلق جو ہم نے اتاری)

نحو: ممّا میں مَا نکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے

عبد کی تعریف:

عَلٰى عَبْدِنَا : (اپنے بندے پر) العبد! عقلاء کی جنس میں مملوک کو کہا جاتا ہے۔

المملوك : ایسا موجود جس کو غلبہ سے تابع کیا جائے۔

نزلنا کی حکمت:

نزلنا : فرمایا۔ انزلنا کی بجائے۔ کیونکہ تدریج و تنجیم سے اتارنا مراد ہے۔ اور تحدی و چیلنج کے موقعہ پر یہی مقابل بنتا ہے۔

مقولہ کفار:

اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو سورۃ، سورۃ اور تھوڑا تھوڑا، آیت کے بعد آیات اور حوادث کے مطابق نہ اترتا۔ بلکہ ایک مرتبہ اتارا جاتا جیسا سورۂ فرقان آیت نمبر ۳۲ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۔

جواب: قرآن مجید میں وہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ جو خطباء اور اہل شعر کا ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا موقعہ بموقعہ اپنا کلام لاتے ہیں کبھی نظم کرنے والا اپنا دیوان یک بارگی پیش نہیں کرتا۔ اور نہ نثر گو اپنا خطبہ ایک بار کہہ ڈالتا ہے۔

اس پر کفار کو کہا گیا کہ اگر تمہیں اس میں شبہ ہے کہ اس کا اتارنا اس تدریج سے کیوں ہے؟ تو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ (تو لاؤ ایک سورت) تو تم ایک بار کے مقابلہ میں ایک بار بنالاؤ اور ایک ٹکڑا کے مقابلہ میں ٹکڑا لاؤ۔ اور اس کی سورتوں میں سے کوئی انتہائی چھوٹی سورت بنالاؤ۔

لفظ سورۃ کی تحقیق:

جب سورۃ کا عین واؤ ہو۔ السورۃ نمبر ا۔ قرآن کا ایک حصہ جس کی ترجمانی کم سے کم تین آیات سے کی گئی ہے۔ اس لفظ

میں اگر واؤ اصلی ہے تو یہ سُوَرِ مدینہ سے ہے۔ سور دیوار محیط کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ بھی قرآن مجید کا اپنے انداز میں ایک محدود مجموعہ ہے جیسا کہ وہ شہر جس کے ارد گرد دیوار ہو۔

نمبر۲: اس لیے کہ علم کے مختلف فنون کو یہ سمیٹنے والی ہے اور کئی قسم کے فوائد اس میں ہیں جیسا کہ شہر کی دیوار۔ شہر کے اندر جو کچھ بھی ہے اس کو سمیٹنے والی ہوتی ہے۔

نمبر۳: سورۃ بمعنی مرتبہ کیونکہ قرآن کی سورتیں مقامات و مراتب کی طرح ہیں جن پر پڑھنے والا فائز ہوتا ہے۔

یہ سورتیں ذاتی اعتبار سے طوال، اوساط، قصار کے مراتب رکھتی ہیں۔

نمبر۴: سورۃ کو سورۃ شان کی بلندی کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور دین میں اس کے مقام کے بڑے ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے۔

سورۃ کا عین ہمزہ ہو: قرآن مجید کے ایک قطعہ یا مجموعہ کو کہتے ہیں۔ تو یہ بچی ہوئی چیز کی طرح بقایا ہے سوؑر کا معنی جوٹھا

فوائدا لسور: قرآن مجید کی جدا جدا آیات ہونے اور سُوَر کی صورت میں قطعات کا فائدہ بہت ہے

نمبر۱: تمام کتب بمنزلہ تورات انجیل، زبور، اور تمام صحف سور کی صورت میں اتریں مصنفین علماء نے ہر فن میں کتابیں لکھ کر ان میں تراجم کی تزیین سے باب قائم کئے ہیں۔

نمبر۲: جب ایک جنس کے ماتحت کئی انواع ہوں اور ہر نوع کئی اصناف پر مشتمل ہو۔ تو یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ مسلسل ایک ہی بیان ہو۔

نمبر۳: پڑھنے والا جب کتاب کا ایک باب یا سورۃ ختم کر لیتا ہے، پھر دوسرا شروع کرتا ہے تو اس کے نشاط میں ترقی ہو جاتی ہے اور یہ چیز کو مزید پڑھنے کے لیے کام دیتی ہے۔ اور حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر وہ کتاب کو علی الطول پڑھتا جائے تو اتنی نشاط پیدا نہیں ہوتی۔

اسی بات کے پیش نظر قراء نے قرآن مجید کو سات منازل میں تقسیم کیا۔ اور تمیں ۳۰ اجزاء میں اور دس حصوں میں اور پانچ حصوں میں۔

نمبر۴: جب حافظ ایک سورۃ میں مہارت حاصل کر لیتا ہے (پالیتا ہے) تو اس کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اس نے کتاب اللہ کا ایک مستقل حصہ حاصل کر لیا ہے اور اس کی ایک ابتداء ہے ایک انتہا ہے تو جو حصہ اس نے حفظ کیا ہوا ہوتا ہے اس کے ہاں اس کا ایک عظیم مقام بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو بلند قرار دیتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہی بات فرمائی گئی۔ ''کہ جب ہم میں کوئی سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا''

فقہاء کی باریک بینی:

اس سے فقہاء نے فرمایا نماز میں مکمل سورۃ کی قراءت مختلف جگہوں سے پڑھنے سے افضل ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو :مِنْ مِّثْلِهٖ (اس کی مثل) سورۃ کے متعلق ہے اوراس کی صفت ہے۔
نمبرا:اور ہ ضمیر نزلنا کی طرف لوٹتی ہے ،یعنی بسورۃ کائنۃ بمثلہ۔اب مطلب یہ ہوا کہ تم ایک ایسی سورۃ بنالاؤ۔ جو عجیب وغریب بیان میں اورحسن نظم کے بلند ہونے میں اس جیسی ہو۔
نمبر۲:ہ ضمیر عبدنا کی طرف لوٹے تو مطلب یہ ہوگا۔تم ایسا شخص لاؤ جو اسی طرح کا امی ہواور اس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو۔اور نہ ہی پڑھے لکھوں سے علم حاصل کیا ہو۔اور نہ ہی مثل مماثل ہونے کا قصد کیا ہو۔
نمبر۳:ضمیر کو پہلے نازل شدہ حصہ قرآن کی طرف لوٹانا سب سے بہتر ہے۔اس کی تاکید سورۃ یونس آیت نمبر ۳۸ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ اور سورۃ ھود آیت نمبر ۱۳ افاتوابعشر سور مثلہ۔اور سورۃ اسراء آیت۔نمبر ۸۸ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ۔آیات سے ہوتی ہے منزل کی طرف ضمیر لوٹانے سے کلام کی ترتیب زیادہ خوش نما ہےاوراس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کلام تو منزل کے متعلق ہے منزل علیہ کے متعلق نہیں اور سیاق کا تقاضا یہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اگر تم کو شک ہے قرآن کے منزل من عنداللہ ہونے میں تو تم تھوڑا سا اس کے مماثل بنا کر لاؤ۔
اگر ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹایا جائے تو مطلب یہ بنے گا اگر تمہیں محمد ﷺ پر قرآن کے اتارے جانے میں شک ہے توان جیسا قرآن لے آؤ۔
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ : (اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو) یہ تفسیر وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ کے ساتھ زیادہ موافقت کرنے والی ہے

شہداء کا مطلب:

شھداء جمع شہید ہے۔اس کا معنی حاضر ہے یا گواہی دینے والا۔مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ کے سوا) یعنی غیر اللہ یہ شہداء کم کے متعلق ہے یعنی تم ان کو پکارو۔جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا ہے اور جن کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ تم حق پر ہو یا ان کو بلالاؤ جو تمہارے حق میں گواہی دیں کہ وہ قرآن کی مثل ہے۔
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : (اگر تم سچے ہو) اگر تم سچے ہو کہ یہ من گھڑت ہے اور محمد ﷺ کا بنایا ہوا ہے۔
نحو :شرط کا جواب محذوف ہے ماقبل اس پر دلالت کر رہا ہے یعنی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم اس کی مثل بنالاؤ۔اور اس پر اپنے معبودوں سے امداد طلب کرو۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ

سو اگر تم نہ کرو اور ہرگز نہیں کر سکو گے، سو ڈرو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں

أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾

وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا : (اگر تم نہ کر سکو اور تم ہرگز نہ کر سکو گے)

سابقہ آیات سے ربط:

ربط :جب ان کی رہنمائی اس جہت کی طرف کر دی، جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پہچان سکیں تو انہیں فرمایا، اگر تم مقابلہ نہ کر سکو، اور تمہاری عاجزی ظاہر ہو جائے تو پھر (اصولاً) اس کی تصدیق واجب ہوگئی۔ پس تم ایمان لاؤ۔ اور اس عذاب سے ڈر جاؤ۔ جو اس کے مکذبین اور معاندین کے لیے تیار کھڑا ہے۔

دو دلائل:

اِس میں اثبات نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔

نمبرا: جس سے چیلنج دیا جا رہا ہے وہ معجزہ ہے۔

نمبر۲: یہ خبر دے دینا کہ وہ مقابلے کی تاب نہیں لا سکتے۔ یہ غیب ہے جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

کلمہ شک کی وجہ:

جب ان کا عجز تأمل سے قبل ہی مشکوک کی طرح تھا اس لیے کہ ان کو اپنی فصاحت پر بھروسہ اور بلاغت پر اعتماد تھا۔ تو کلام ان کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق کیا گیا۔ اور۔ ''اِنْ'' لائے جو شک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ''اذا'' نہیں لائے جو وجوب کے لیے آتا ہے اور الاتیان کو فعل سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ من جملہ افعال میں سے ایک فعل ہے اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کنایہ کے قائم مقام ہے۔ جس سے عبارت میں اختصار حاصل ہوتا ہے اگر الاتیان کی بجائے فعل نہ لاتے تو کلام یوں طویل ہوتا۔ فان لم تاتوا بسورۃ من مثلہ ولن تاتوا بسورۃ من مثلہ۔ (دونوں کلاموں میں جو فرق ہے وہ صاحب عقل سے مخفی نہیں)۔

نحوی تحقیق:

نحو :لن تفعلوا کا کوئی محل اعراب نہیں اس لیے کہ یہ معترضہ جملہ ہے اور جملہ معترضہ بھی خوب ہے کہ ان حرف تردد تھا تو اس جملے سے لن تفعلوا کہہ کر تردد کو ھباءً منثورا کر دیا۔

تحقیق نحوی: لا،لن مستقبل میں ہم مثل ہیں البتہ لن میں تاکید زیادہ ہے۔
خلیل نحوی: کے ہاں اس کی اصل لا،ان ہے اور فراء کے ہاں لا کے الف کو نون سے بدل دیا۔
سیبویہ: کے ہاں یہ حرف نفی مستقبل کی تاکید کیلئے اپنی اصل وضع کے ساتھ ہی ہے۔ حاصل کلام: اخبار غیب سے ہے اس ساری حقیقت کے ساتھ پھر یہ معجزہ بھی بن گیا۔ کیونکہ اگر انہوں نے اس کا کچھ بھی مقابلہ کیا ہوتا تو ضرور مشہور ہوتا۔ اور کیوں نہ مشہور ہوتا جبکہ منکرین اور طعنہ زنی کرنے والوں کی کثرت تھی۔
آیت میں آگ سے بچنے کے لیے اس جیسی سورۃ کے لانے کی نفی کرنا شرط قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ نہ لائے تو معارضہ سے انکی عاجزی خوب ظاہر ہوگئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی ثابت ہوگئی۔ پھر انہوں نے عناد کو لازم کر کے آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

فائدہ ایجاز:

جس کی بناء پر انہوں نے آگ کو اپنے لیے واجب کر لیا۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہاری عاجزی ظاہر ہوگئی ہے تو عناد کو ترک کرو۔ اس کی بجائے۔
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ : (پس تم بچو اس آگ سے) کہہ دیا۔ اسلئے کہ آگ سے بچنا عناد کو ترک کر دینے کے سبب ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات کنایہ میں سے ہے جو بلاغت کا حصہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ایجاز حاصل ہوا جو قرآن کا زیور ہے۔
الوقود : (ایندھن) جس سے آگ بھڑکتی ہے یعنی لکڑیاں۔ جب یہ مصدر ہو تو مضموم و مفتوح دونوں طرح آتا ہے۔

ایک سوال:

سوال : الذی، التی کا صلہ ضروری ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو۔
جواب : ممکن ہے کہ انہوں نے اہل کتاب سے سنا ہو یا رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو۔ یا اس سے پہلے یہ آیت: نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ انہوں نے سنی ہو۔
نکتہ: تحریم میں نار کو نکرہ لائے اور فاتقوا النار میں معرفہ لائے کیونکہ پہلی آیت مکہ میں اتری پھر یہ آیت مدینہ منورہ میں اتری۔ اس سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا۔ جس کو وہ پہلے پہچان چکے تھے۔
اب آیت: الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ دوسری آگوں سے ممتاز ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگوں اور پتھروں سے جلتی ہے اور وہ پتھر گندھک کے جن کی آگ بہت تیز جلنے والی اور دیر سے بجھنے والی ہے اور شدید بدبو والی اور بدن کو زیادہ لپٹنے والی ہے یا پوجے ہوئے بت وہ حسرت کو بڑھانے کے لیے (ان سے آگ جلائی جائے گی) لوگوں کو پتھروں سے ملایا کیونکہ انہوں نے ان پتھروں سے دنیا میں اپنے آپ کو ملایا۔ اس طرح کہ انکی عبادت کی۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ اور اس کی مثل ہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ میں

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور بشارت دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ بلاشبہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا

ہوں گی جب کبھی بھی ان کو ان باغوں میں سے کوئی پھل بطور غذا کے دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہمیں اس سے

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ

پہلے دیا گیا ، اور ان کو ہم شکل پھل دیئے جائیں گے اور ان کے لئے ان باغوں میں بیویاں ہوں گی جو پاکیزہ بنائی ہوئی ہیں۔ اور وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہے۔یعنی اس کی لکڑی ان کواس کے ساتھ ملایا۔جہنم میں گرم کرنے کے لیےاوران کے دکھ میں مبالغہ کے لیے۔
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ : (وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہےاس میں دلیل ہے کہ آگ مخلوق ہے اس کے برخلاف فرقہ جہمیہ کہتے ہیں (یہ جہم بن صفوان گمراہ آدمی تھااس کونصر بن سیار نے ۱۲۸ھ میں جہنم رسید کیا)

سابقہ آیات سے ربط :

ربط : اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ ترغیب کوترہیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ جو پیش کیا جاتا ہے۔وہ خوش اسلوبی سے حاصل ہواور جو چیز ہلاک کرنے والی ہےاس کے ارتکاب سے بچا جائے۔

جب کفاراوران کے اعمال کا ذکر کیا۔اوران کوعقاب سے ڈرایا۔تواس کے بعد اہل ایمان اوران کے اعمال کا ذکر کیااوران کواپنے اس ارشاد سے خوش خبری دی۔

بشارت :

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : (اورخوش خبری دیں ایمان لانے والوں اوراچھے عمل کرنے والوں کو) بَشِّرْ کا حکم رسول اللہ ﷺ کودیا۔یا پھر ہرایک کواور یہ زیادہ بہتر ہے۔اس لیے کہ وہ اعلان کرتے ہیں۔کہ یہ معاملہ اپنی عظمت و بڑائی کی وجہ سے اس لائق ہے کہ اس کی بشارت ہرایک کودی جائے جوبشارت کے قابل ہو۔

نحوی تحقیق:

بَشِّرُ :اس کا عطف فاتقوا پر ہے۔

نمبرا:یا بنی تمیم احذروا عقوبة ما جئتم وبشر یا فلان بنی اسد باحسانی الیهم

ا۔ بنی تمیم جوتم نے حرکت کی اس کی سزا کے لیے خبردار ہو جاؤ اور اے فلاں بنی اسد کو میرے احسانات کی خوش خبری دے۔

نمبر۲: یا یہ جملہ ہے جس میں ایمان والوں کے ثواب کو بیان کیا ہے اس کا عطف اس جملے پر ہے جس میں کفار کا انجام بیان کیا گیا۔ جیسے زید یعاقب بالقید والا زهاق وبشر عمرًوا با لعفو والا طلاق۔ زید کو قید اور دم گھٹنے کی سزا دی جائے اور عمرو کو معافی اور آزادی کی خوش خبری سنا دو۔

تعریفِ بشارت:

البشارت : ایسی خبر جو مخبر بہ کے سرور کو ظاہر کرے اور اس بات کے پیش نظر علماء اصول نے کہا اگر ایک آدمی نے اپنے غلاموں کو کہا۔ کہ جس نے تم میں سے مجھے فلاں کے آنے کی بشارت دی پس وہ آزاد ہے پس انہوں نے الگ الگ خوشخبری دی۔ تو ان میں اول آزاد ہوگا۔ کیونکہ اس نے ہی اپنی خبر سے آقا کی خوشی کو ظاہر کیا باقی نے نہیں۔ اور اگر اس نے بشرنی کی جگہ اخبرنی کہا تو پھر تمام آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ خبر تو تمام نے دی۔

البشره : کالفظ اسی سے ہے ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔ طباشیر الصبح۔ صبح کی اولین روشنیاں۔

ایک اعتراض:

اعتراض: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ، آل عمران آیت نمبر۲۱ سے تو بات غلط ہو جاتی ہے۔

جواب : وہ اس کلام کی قسم میں سے ہے جس میں مخاطب کے استہزاء میں زائد سختی ظاہر کرنا مقصود ہو جیسا کہ دشمن کو کہا جاتا ہے ابشر بقتل ذریتك ونهب مالك۔ گویا یہ تحکمانہ کلام ہے۔

الصالحه : کالفظ اسم کی جگہ استعمال میں الحسنہ کی طرح ہے۔

مرادِ صالحات:

الصالحات : دلیل عقل و کتاب وسنت سے درست ثابت ہونے والے اعمال۔ اس میں لام جنس کا ہے اس آیت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جنہوں نے اعمال کو ایمان میں داخل مانا ہے اس لیے کہ اعمال صالحہ کو ایمان پر عطف کیا گیا۔

معطوف معطوف علیہ دونوں غیر غیر ہوتے ہیں۔

ایک اعتراض:

تم کہتے ہو کہ مؤمن جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خوش خبری ان کو دی جو ایمان

اور اعمال صالحہ والے ہیں۔

جواب: مطلق جنت کی بشارت کے لیے شرط یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ ملے ہوئے ہوں۔ کبیرہ گناہ والے کے لیے ہم بشارت کو مطلق قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بشارت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مقید کرتے ہیں۔ خواہ وہ بخش دے خواہ گناہوں کی مقدار عذاب دے کر پھر جنت میں داخل کر دے۔

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ : (بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں) یعنی بان لھم (اس لیے کہ ان کے لیے)۔

نحو : سیبویہ کے نزدیک یبشّر سے اَنّ اور اس کا معمول منصوب ہے۔ خلیل کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ قرآن مجید میں کثرت سے ہے۔

جنت کا معنی:

اَلْجَنَّةِ: کھجور اور گھنے درختوں کا باغ جن کی ترکیب میں ستر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی سے جن، جنون، جنین، جنت، جان، جنان ہے ثواب کے مقام کو جنت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں باغات ہیں جنت پیدا کی جا چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے البقرہ آیت نمبر ۳۵ اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ بعض معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے جنت کو جمع اور نکرہ لانے کا مقصد یہ ہے کہ جنت تمام ہی دار الثواب کا نام ہے اور اس میں بے شمار باغات ہیں۔ جو اعمال کرنے والے لوگوں کے مراتب کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ہر طبقہ کے لیے ان باغات میں سے باغات ہونگے۔

تفسیر تجری:

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ **نحو** : یہ جملہ جنات کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اور مراد من تحت اشجارھا۔ یعنی اس کے درختوں کے نیچے جیسا کہ تم جاری رہنے والی نہروں کے کناروں پر درخت اگے ہوئے دیکھتے ہو۔ البتہ جنت کی نہریں گہری جگہوں میں چلنے والی نہ ہونگی۔ (بلکہ سطح زمین پر چلنے والی ہونگی) باغوں میں سب سے شاندار وہی ہوتا ہے جس کے درخت سایہ دار ہوں۔ اور اس کے درمیان پانی کی نالیاں پھیلی ہوئی ہوں۔

الجری : پھسلنا، جاری ہونا۔

النھر : جو جدول سے بڑی پانی بہنے کی جگہ ہو۔ مگر سمندر سے کم ہو۔ دریائے نیل کو نہر نیل کہا جاتا ہے۔ لغت غالبہ کے لحاظ سے۔ نہر کی ترکیب وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ جری کی نسبت نہر کی طرف مجازی ہے۔

الانہار کی وجہ تعریف:

الانھار : کو معرفہ لایا گیا۔

نمبر ۱: اس لیے کہ ممکن ہے کہ انہار ھا جنت کی نہریں مراد لی جائیں۔ اضافت کی جگہ لام تعریف لائے۔ جیسا کہ سورۃ مریم آیت نمبر ۴ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا میں الرأس میں الف لام مضاف الیہ کی جگہ لایا گیا۔

نمبر۲: الف لام لا کر ان نہروں کی طرف اشارہ مقصود ہو جو سورۃ محمد آیت نمبر ۱۵ فِیۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَيۡرِ اٰسِنٍ میں مذکور ہے۔

ایک نکتہ:

جاری پانی بڑی نعمت اور بڑی لذیذ چیز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ انہار جاریہ کا ذکر فرمایا اور تمام صفات سے اس صفت کو مقدم کیا۔

كُلَّمَا رُزِقُوۡا : (جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ) نحو : یہ جنات کی دوسری صفت ہے۔

نمبر۲: یا جملہ مستانفہ ہے۔ اس لیے کہ جب یہ کہا گیا۔ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تو سامع کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ ان باغات کے پھل دنیا کے باغات کے پھلوں کی طرح ہونگے یا دوسری اجناس کے ہونگے۔ جو ان اجناس سے مشابہت نہ رکھیں تو جواب دیا۔ کہ ان کے پھل دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہونگے۔ یعنی ان کی جنس ایک ہوگی۔ اگر چہ فرق ہوگا۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا قَالُوۡا هٰذَا الَّذِىۡ : (یعنی جب بھی ان کو باغات سے رزق دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ وہی ہے)۔

من ابتدائیہ:

مِنۡ : پہلا اور دوسرا ابتداء غایت کے لیے ہے کیونکہ ابتداء رزق جنات سے ہوگی۔ اور رزق باغات کے پھلوں سے ہوگا۔ اس کی نظیر یہ ہے رزقنی فلان۔ مجھے فلاں نے رزق دیا۔ تو تمہیں کہا جائے۔ مِنۡ اَيۡنَ کہاں سے؟ پس تم کہو من بستانه۔ اس کے باغ سے پھر کہا جائے من ای ثمرة رزقك من بستانه اس کے باغ کے کونسے پھل سے تو تم کہو۔ من الرّمّان۔ انار سے ثمرہ سے مراد ایک سیب نہیں یا الگ سیب مراد نہیں بلکہ مراد پھلوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

رُزِقۡنَا : (جو ہمیں دیا گیا) ضمیر حذف کردی گئی۔

مِنۡ قَبۡلُ : (اس سے پہلے) یعنی اس سے قبل قَبۡلُ کا مضاف الیہ منوی ہونے کی وجہ سے مبنی بالضم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی مثل ہے جو ہمیں اس سے پہلے رزق دیا گیا۔ اور اس کے مشابہ ہے جیسا اس آیت میں

مشابہتِ تامہ:

وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا : اور ان کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے (میوے) دیئے جائیں گے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے ابو یوسف ،ابو حنیفه، ابو یوسف تو ابوحنیفہ ہے۔ مراد مشابہت کو مضبوط کرنا ہے گویا دونوں کی ذات ایک ہے

ہ کا مرجع:

نحو : بِهٖ میں ہ ضمیر دنیا اور آخرت میں دیئے جانے والے سارے رزق کی طرف ہے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی: هذا الذی ۔ رزقنا من قبل۔ کے ماتحت دارین میں دیا جانے والا رزق سمیٹ دیا۔

مانوس رزق:

جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح ہونگے۔ان کی جنس الگ نہ ہوگی۔اس لیے کہ انسان دیکھی بھالی چیز سے مانوس ہوتا ہے۔اور جانی ہوئی چیز کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے جب غیر مانوس کو دیکھتا ہے تو اس کی طبیعت نفرت کرتی اور برا سمجھتی ہے اس لیے کہ جب وہ دیکھی ہوئی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اس میں ظاہری مرتبہ اور واضح فرق دیکھتا ہے تو اس کو تعجب و حیرانی زیادہ ہوتی ہے۔(بنسبت اس چیز کے کہ جس سے ناواقفیت ہو)۔جنت والے یہ بات ہر پھل دیئے جانے پر کہیں گے۔یہ دلیل ہے کہ امر کی انتہا ہے اور اس حالت کا برقرار رہنا مرتبے کے اظہار کے لیے اور یہ بتلانے کیلئے ہے کہ یہ عظیم فرق ہی تو ہر گھڑی ان کو تعجب سے پُر رکھے گا۔

نمبر۲: بہ کی ضمیر رزق کی طرف ہے گویا یہ اس کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو جو جنت کے پھلوں سے رزق دیا جائے گا۔وہ ذاتی لحاظ سے ان کے پاس ایک جیسا ان کو ملے گا۔

جیسا کہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنتی کے پاس پیالہ لایا جائے گا اور وہ اس میں سے کھائے گا پھر دوسرا لایا جائے گا تو جنتی کہے گا۔یہ تو ہمیں پہلے دیا گیا۔فرشتہ کہے گا۔کھالو۔رنگ تو ایک ہے ذائقہ مختلف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔**والذی نفس محمد بیدہٖ(الحدیث)** مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔جنتی جب پھل کھانے کے لیے لے گا۔ابھی وہ اس کے منہ تک نہ پہنچے گا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور بدل دے گا۔(طبرانی فی الکبیر،البزار) جب جنتی اس کو دیکھیں گے جبکہ ہیئت پہلے والی ہوگی تو کہیں گے۔

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا : (اور ان کو ان کے مشابہ دیا جائے گا) یہ جملہ معترضہ ہے۔پختگی ظاہر کرنے کے لیے لائے جیسے کہو۔

فلاں احسن بفلان۔ **ونعم مافعل۔ورأى من الرای کذاو کان صوابًا**۔فلاں نے فلاں سے احسان کیا اور اس نے بہت خوب کیا۔اس نے یہ رائے اختیار کی۔اور یہ درست تھی۔اور ارشاد الٰہی میں

وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورۃ النمل آیت نمبر ۳۴) كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ تاکید کے لیے لائے۔

وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ: (ان کیلئے اس میں بیویاں ہونگی) **نحو** : ازواج مبتدا اور لھم خبر ہے فیھا ظرف مستقر ہے۔

طہارت کا مطلب:

نمبر۱: مُطَهَّرَةٌ۔ پاک ہوں گی برے اخلاق سے۔نہ خاوندوں سے بغض رکھنے والی ہونگی اور نہ غیروں کی طرف دیکھنے والی ہوں گی۔نہ اکڑنے والی ہونگی۔

نمبر۲: حیض و استحاضہ سے پاک ہونگی اور بول براز تمام گندگیاں جو ان کے ساتھ خاص ہیں ان سے پاک ہونگی۔موصوف جمع ہے صفت واحد ہے کیونکہ دونوں فصیح لغتیں ہیں۔طاہرہ نہیں کہا اس لیے کہ مطہرہ زیادہ بلیغ ہے اور تکثیر کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں یہ بتلایا کہ کسی پاک کرنے والے نے ان کو پاک کیا ہے۔اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے۔

وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) **الخلد** ایسی دائمی بقاء جسمیں انقطاع نہ ہو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان فرمائے۔ مچھر ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی کوئی چیز ہو، سو جو لوگ

آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ

ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا

وقف لازم

اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا ۙ وَيَهْدِي بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

اللہ نے اس کے ذریعہ مثال دینے کا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت سوں کو ہدایت دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ نہیں گمراہ کرتے مگر فرمانبرداری سے نکل جانے والوں کو

تردید جہمیہ :

اس میں جہمیہ فرقہ کی تردید ہے کیونکہ وہ جنت اور اہل جنت کے فناء کے قائل ہیں۔ دلیل جہمیہ۔ اللہ تعالیٰ ہی اول اور آخر ہیں اور اولیت کی حقیقت مخلوق سے پہلے ہونا تو بالاتفاق ہے پس ضروری ہے کہ آخریت کے وصف میں بھی وہ تمام سے آخر ہو اور یہ تبھی درست ہے جب سب کے سب فناء ہو جائیں پس ضرورۃً افناء کو ماننا پڑا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں اور اسکی صفات بھی باقی ہیں اگر جنت بھی اپنے رہنے والوں کے ساتھ باقی رہنے والی ہو تو خالق و مخلوق میں مشابہت لازم آتی ہے اور یہ محال ہے

جواب : اولیت اللہ تعالیٰ کے حق میں اس طرح کہ اس کے وجود کی ابتداء نہیں اور آخریت اس کے حق میں اس طرح کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور مخلوق کے حق میں اول کا مطلب فرد سابق (پہلے والا فرد) ہے اور آخر فرد لاحق (پچھلا فرد) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا ہونا صفت کمال کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس کی ذات سے نقص و زوال کی نفی کرنے کے لیے ہے اور یہ جنت اور اہل جنت کے متعلق بقاء مٹنے اور فناء ہونے کے احتمال سے ہونے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے نہ وہ جو معتزلہ کہتے ہیں۔ پھر کہاں سے تشابه في البقاء لازم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو ذاتی لحاظ سے باقی رہنے والے ہیں۔ اور اس کی بقاء واجب الوجود ہونا ہے اور مخلوق کا بقاء اس کے باقی رکھنے سے ہے۔ اور وہ جائز الوجود ہے (بینهما بون بعید فلیتبصر)

سابقہ آیات سے ربط :

ربط : قرآن مجید نے جب ذباب و عنکبوت کا ذکر فرمایا۔ اور ان کی مثال بیان کی تو یہود نے ہنسنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے یہ کلام اللہ تو نہیں لگتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار دیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً : (تحقیق اللہ نہیں حیا کرتا کہ مثال بیان کرے مچھر کی)

یعنی اللہ تعالیٰ مچھر سے مثال بیان کرنا ترک نہیں فرماتے اسکی طرح جو حقارت کی وجہ سے ان سے مثال بیان کرنا چھوڑ دے۔

حیاء کی اصل تعریف:

وہ تبدیلی اور شرمندگی جو انسان کو عیب و مذمت کے خوف سے پیش آتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات تو قدیم ہے وہ تغیر و خوف و مذمت سے پاک ہے لیکن ترک حیاء کے لوازم میں سے ہے اس لیے ترک کو حیاء سے تعبیر کیا گیا۔

دوسرا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ عبارت کفار کے کلام میں پائی جاتی تھی۔کہ انہوں نے کہاما یستحی رب محمد ان یضرب مثلا بالذباب والعنکبوت : محمد کا رب حیاء نہیں کرتا کہ مکھی و مکڑی کی مثال بیان کرے۔تو مقابلے اور سوال کے مطابق (ترکی بہ ترکی) جواب دینے کے لیے اس طرح فرمایا اور یہ کلام بدیع میں سے ہے۔

اس میں دو لغات ہیں۔متعدی بنفسہٖ اور متعدی بحرف الجار کہا جاتا ہے استحییتہٗ و استحییت منہ یہاں دونوں کا احتمال ہے۔

مفہوم ضرب مثل:

یہ ضرب اللبن اور ضرب الخاتم سے بنا ہے (اینٹ لگانا یا مہر لگانا) بیان کرنا۔

نحوی تحقیق:

نحو :مَا نمبر ١: یہ اِبھامیہ ہے جب یہ نکرہ کے ساتھ آئے تو اس میں ابہام پیدا کر کے اس کے عموم میں اضافہ کرتا ہے مثلاً کہیں اعطنی کتا باما۔مراد کوئی سی کتاب۔

نمبر ٢: یہ ما تاکید کے لیے لایا گیا۔جیسا سورۃ النساء آیت نمبر ١٥٥۔فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ میں ہے اب معنی اس طرح ہے کسی بھی مثال کا بیان کرنا نہیں چھوڑتا۔

نحو نمبر ١: مَابَعُوْضَةً یہ مثلاً کا عطف بیان ہے اور اس نکرہ سے حال ہے جو اس سے مقدم ہے

نمبر ٢ یا: ضرب بمعنی جعل ہے اور یہ دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

لغت بعوضۃ : یہ بَعض سے بنا ہے اور وہ کاٹنے کو کہتے ہیں جیسے البضع والعضب (کاٹنا) کہا جاتا ہے بعضہ البعوض۔اس کو مچھر نے کاٹا۔اور بعض الشی کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کا حصہ و ٹکڑا ہوتا ہے بعوض فعول کے وزن پر قطوع (کاٹنا) کی طرح صفت ہی ہے۔پھر اسمیت غالب آ گئی۔

فوقیت کا مطلب:

فَمَا فَوْقَهَا : (یا اس سے بڑھ کر) نمبر ١: جو اس سے متجاوز ہے اور اس معنی میں بڑھ کر ہے جس میں وہ مثال بیان کی گئی ہے اور وہ معنی قلت و حقارت ہے۔

نمبر ٢: جو جسم میں اس سے بڑھ کر ہے گویا اس سے اس بات کی تردید کر دی کہ جس چیز کو تم نے عجیب قرار دیا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی

کتاب اور مکھی اور مکڑی کی مثال یہ کیسے ہوسکتا ہے تو جواب دیا کہ مکھی ومکڑی درکنار اللہ تعالیٰ تو مچھر کی مثال بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا حالانکہ یہ ان سے چھوٹا ہے۔

اعتراض: مچھر سے کم کی مثال کیسے بیان کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ انتہائی چھوٹا ہے۔

جواب: مچھر کا پراس سے کئی درجہ قلیل اور چھوٹا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو دنیا کی حقارت کے لیے بطور مثال بیان فرمایا۔ (لو كانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ما سقى منها كافرا شربة ماء)(ترمذی) اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر مرتبہ رکھتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتے۔

تفسیر فَاَمَّا الَّذِيْنَ :

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ : (پس وہ لوگ جو ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے)

نحو : ہٗ کی ضمیر مثل کی طرف ہے یا لان یضرب کی طرف ہے۔

الحق : وہ ثابت شدہ چیز جس کا انکار نہ کیا جاسکے۔ کہا جاتا ہے حق الامر: جب کہ وہ معاملہ ثابت وواجب ہوجائے۔

مِنْ رَّبِّهِمْ : (ان کے رب کی طرف سے) نحو : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا عامل حق کا معنی ہے اور ذوالحال اس کی مستتر ضمیر ہے۔

تفسیر آیت:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا : (اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض تھی) اس پر وقف لازم ہے۔ اگر وقف نہ کریں۔ تو مابعد اس کی صفت بن جائیگا۔ اور اس طرح ہو نہیں سکتا۔ (مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا) میں استحقار ہے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یا عجبالابن عمرو هذا! یہ بات ابن عمرو سے انتہائی قابل تعجب ہے (بطور تحقیر فرمایا)

نحوی لطائف:

نحو : مَثَلًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے یا حال کی وجہ سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۳ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً میں آیت کا لفظ۔ اَمّا۔ یہ حرف ہے جس میں شرط کا معنی ہے اسی لیے جواب میں فا لائے ہیں۔ اور کلام میں اس کا فائدہ زائد تاکید ہے۔ مثلاً تم کہو زید ذاهب۔ جب اس کی تاکید کرنا چاہو تو کہو گے۔ امازيد ذاهب اس لیے سیبویہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا۔ مهما يكن من شئ فزيد ذاهب۔ جو کچھ بھی ہو زید جانے والا ہے یہ وضاحت اس کی تاکید ہونے کے لیے فائدہ مند ہے اور یہ شرط کے معنی میں ہے دونوں جملوں کے شروع میں لائے۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَقُوْلُوْنَ بلکہ اَمَّا کے ساتھ شروع کیا۔ اس طرز میں ایمان والوں کیلئے بڑی تعریف ہے کہ ان کے علم کو برحق شمار کیا۔ اور کافروں کے بارے میں اپنے نصیب سے غفلت کی خبر دی اور ان پر حمقاء کا کلمہ لاکر طنز کیا۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

جواللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اس کی مضبوطی کے بعد، اور کاٹتے ہیں ان چیزوں کو جن کو جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

حکم دیا اور فساد کرتے ہیں زمین میں، یہ لوگ پورے خسارہ والے ہیں۔

نحو: ماذا اس کی دو صورتیں ہیں۔ نمبر۱: ذا اسم موصول ہو اور الذی کے معنی میں ہو

نمبر۲: ما استفہامیہ ہو۔ پس دونوں کلمے مل کر اسم استفہام بن گئے اور ایک کلمہ ہوئے۔

پہلی صورت میں ما مبتدا اور ذا اس کی خبر ہے۔ اپنے جملہ صلہ یعنی اراد کے ساتھ مل کر اور ضمیر محذوف ہے۔ جب اسم استفہام مان لیں تو اراد کی وجہ سے محلاً منصوب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ایّ شی ء اراداللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا ارادہ کیا۔

الارادۃ۔ یہ مصدر ہے اَرَدت الشیٔ کہتے ہیں جب تیرا نفس اس کو طلب کرے اور اس کی طرف مائل ہو۔ متکلمین کے نزدیک ایک وجہ سے خاص کرتا ہے دوسری کی بجائے۔

معتزلہ کا عقیدہ:

البتہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ کے ساتھ حقیقۃً نہیں کی جاسکتی جب اراد اللّٰہ کذا کہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو ارادہ بمعنی فعل ہوگا کیونکہ وہ نہ بھولنے والا اور نہ مجبور ہے اور اگر غیر کا فعل ہے تو اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔

کثرت کا معنی:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا : (وہ گمراہ کرتا ہے اس مثال سے بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہت کو) امّا سے شروع ہونے والے دونوں جملوں کی تفسیر اور بیان کے قائم مقام ہے کہ جاننے والا فریق تو اس کو برحق کہتا ہے اور جہلاء استہزاء کرنے والے ہیں۔ اور یہ دونوں کثرت سے موصوف ہیں۔ اور اس کے حق ہونے کا علم باب ہدایت سے ہے اور اسکے اچھے مورد سے ناواقفیت باب گمراہی سے ہے اور اہل ہدایت خواہ بذات خود کہتے ہوں مگر ان کو اہل ضلال کے بالمقابل بظاہر اً قلت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لیے بھی کہ تھوڑے سے ہدایت والے بھی حقیقت میں کثیر ہیں اگر چہ صورۃً وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ شاعر کے قول میں۔

ان الکرام کثیر فی البلاد وان ☆ قلوا کما غیر ھم قل وان کثروا

شرفاء شہروں میں بہت ہیں۔اگر چہ صورۃً وہ قلیل ہوں۔جیسا کہ ان کے علاوہ قلیل ہیں۔حقیقت میں اگر چہ صورۃً گنتی میں کثیر ہیں۔

والاضلال : بندے میں ضلال کے فعل کا پیدا کرنا۔

الهدایه :ھدایت پانے کے فعل کو بندے میں پیدا کرنا۔

مقصدِ تمثیل:

اہلسنّت کے نزدیک یہ حقیقت ہے۔آیت کا سیاق اس بات کی وضاحت کررہا ہے کہ جس چیز کو جاہل کفار انوکھا اور عجیب خیال کرتے ہیں۔کہ حقیر چیزوں کیساتھ مثال بیان کرنا اچھنبے کی بات ہے۔حالانکہ یہ تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ تمثیل کا مقصد معنی کو واضح کرنا اور وہم والے کو مشاہدے کے قریب کرنا ہوتا ہے۔پس اگر متمثّل لہٗ عظیم ہو تو متمثّل بہٖ بھی عظیم اور اگر وہ حقیر ہو تو متمثّل بہٖ بھی حقیر ہوگا۔ذرا غور تو کرو۔جبکہ حق واضح اور جلی ہے تو اس کی مثال ضیاء اور نور سے دی۔اور باطل غیر واضح ہے تو اس کو ظلمت اور اندھیرے سے تشبیہ دی۔بس اسی طرح اس آیت میں وہ آلہہ جن کو کفار نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔وہ سب سے زیادہ ذلیل ترین اور حقیر ترین ہیں۔اسی لیے مکڑی کے جالے کو ان کی کمزوری اور بودے پن کے لیے بطور تمثیل لائے۔اور ان کو مکھی سے کم درجہ قرار دیا۔اور مچھر کی مثال ان کے لیے بیان کی جو مثال میں مکھی سے بھی کم تر ہے یہ تو کوئی او پری اور نوایجاد بات نہیں۔اس تمثیل بیان کرنے والے کو نہ کہا جائے گا۔کہ مچھر کے ساتھ ان کی تمثیل بیان کرنے سے باز رہو۔اس لیے کہ وہ اپنی تمثیل میں سچا ہے اور بات میں حقیقت پر چلنے والا ہے اور تمثیل کو اس کے مقام پر فٹ کر رکھا ہے۔

مؤمن وکافر کے مزاج میں فرق:

سیاق اور آیت میں یہ بات بھی بیان کر دی۔کہ وہ مؤمن جن کی عادت انصاف اور امور میں صحیح عقل سے غور فکر کرنا ہے وہ جب اس تمثیل کو سنیں گے تو جان لیں گے۔کہ یہ برحق ہے۔کافر لوگ جن کی عقلوں پر جہل غالب ہے وہ سن کر بڑے بنیں گے۔اور عناد و ضد پر اتر آئیں گے۔اور اس کے باطل قرار دینے کی سوچیں گے اور انکار کر کے مقابلہ کریں گے اور یہ چیز مؤمنوں کی ہدایت کا سبب بن جائے گی۔اور فاسقوں کی گمراہی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

ان کفار (مکہ) پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح انکار کر دیا حالانکہ لوگ مکھی، پرندوں اور حشرات الارض کی مثالیں بیان کرتے چلے آرہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

اجمع من ذرّۃ (چیونٹیوں سے زیادہ اکھٹے) اجر أمن الذباب (مکھی سے زیادہ جرأت مند) اسمع من قراد (چچڑی سے زیادہ کانوں والا) اضعف من فراشة (پروانے سے زیادہ کمزور) أکل من السوس (دیمک سے زیادہ کھانے والا) اضعف من البعوضه (مچھر سے زیادہ کمزور) اعزّ من مخ البعوض۔(مچھر کے مغز سے زیادہ عزت والا) لیکن حجت باز اور مبہوت کے مزاج کا تقاضا ہے کہ زیادہ حسرت کی وجہ سے واضح کو مسترد کرے اور چمکتے ہوئے روشن حق کا انکار کر دے۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ :(اور وہ ہرگز گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر فاسقوں کو)

نحوی تحقیق:

نَحو :الفاسقین، ما یضل کا مفعول ہے استثناء کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ یضل کا مفعول پورا نہیں ہوا۔

مفہوم فسق:

الفسق : میانہ روی سے نکلنا۔شرع میں کبیرہ کا ارتکاب کر کے حکم شرع سے نکلنا یہ دو مرتبوں کے درمیان ہے یعنی مؤمن و کافر کے درمیان (نہ وہ مؤمن رہتا ہے اور نہ وہ کافر ہوتا ہے) یہ معتزلہ کے نزدیک ہے۔عنقریب ہم اس کی تردید کریں گے۔انشاء اللہ

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ :(وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں)

النقض : ترکیب کھولنا اور فسخ کرنا العھد۔پکا وعدہ۔ان ناقضین سے ضدی قسم کے احبار یہود یا ان میں سے جو منافقین یا تمام کفار مراد ہیں۔عھد اللّٰہ: عہد سے مراد۔

نمبر ا: توحید کے دلائل جو ان کی عقلوں میں موجود تھے۔گویا وہ وصیت شدہ بات تھی۔اور وثیقہ تھا۔جو ان سے لیا گیا تھا۔

نمبر ۲: ان سے پختہ عہد لیا گیا۔کہ جب رسول ان کی طرف بھیجا جائے گا۔اللہ تعالیٰ معجزات سے اس کی تصدیق فرمادیں گے۔تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔اور اس کی اتباع کریں گے۔اور اس کا تذکرہ نہ چھپائیں گے۔

نمبر ۳: اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ خون نہ بہائیں گے۔اور ایک دوسرے پر سرکشی نہ کریں گے۔اور قطع رحمی نہ کریں گے۔

نمبر ۴: (تین عہد) یہ بھی کہا گیا۔کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے تین وعدے لئے۔عہد اول جو تمام ذریت آدم سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا۔جو سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۲۔وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ میں مذکور ہے دوسرا عہد جو خاص انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔کہ وہ رسالت کو پہنچائیں گے اور دین کو قائم کریں گے وہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ میں ذکر فرمایا ہے۔

اور تیسرا عہد جو علماء سے لیا گیا۔جس کو سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۸۷ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ میں ذکر کیا گیا گویا یہ تینوں مراد ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ :(اس کو پختہ کر دینے کے بعد) یثاق، الوثاقہ سے لیا گیا۔یہ کسی چیز کو مضبوط کرنے کو کہا جاتا ہے۔ہ کی ضمیر عہد کی طرف ہے وہ جس کو قبول کرنے کے لیے انہوں نے مضبوط باندھا۔اور اپنے نفسوں پر لازم کیا نمبر ا: جائز ہے کہ میثاق توثقہ (وعدے کی توثیق کرنے کے بعد) کے معنی میں ہو جیسا میعاد بمعنی الوعد آتا ہے ہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے تو معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ان پر پختہ کر دینے کے بعد مِنْ یہ ابتداء غایت کے لیے ہے

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ :(اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو جن کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا)

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

کیسے کفر کرتے ہو اللہ کے ساتھ، حالانکہ تم بے جان تھے سو اس نے تم کو زندگی دی۔ پھر تم کو موت دے گا، پھر زندہ فرمائے گا، پھر اس کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

لوٹائے جاؤ گے۔

قطع کی حقیقت:

نمبر۱: قطع رحمی کرنا اور مسلمانوں سے دوستی منقطع کرنا۔

نمبر۲: انبیاء علیہم السلام میں سے بعض پر ایمان اور بعض کا انکار کر کے ان کی اجتماعیت علی الحق کو ختم کیا۔ گویا ان یوصل سے مراد اجتماعیت علی الحق اور قطع سے مراد بعض کی تصدیق اور بعض کی تکذیب ہے۔

تعریف امر:

الامر۔ کسی چیز پر استعلاء کے طور پر مخصوص قول سے فعل کا مطالبہ کرنا۔

نحو: ما نکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے ان یوصل نمبر۱: موضع جر میں ہے ھا سے بدل ہے یعنی بوصلہ نمبر۲: موضع رفع میں ہے ای ھو ان یوصل

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ: (وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) ڈاکہ ڈال کر

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: (اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) ایمان لانے پر تنگ کر کے۔

نحو: اولٰٓئك مبتدا ھم ضمیر فصل اور الخاسرون خبر ہے یعنی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

نوعیت نقصان:

اس طرح کہ انہوں نے وفا کے بدلہ میں وعدہ توڑا اور وصل کو قطع سے اور اصلاح کو فساد سے ثواب کو عقاب سے بدل ڈالا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ: (تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو) ہمزہ کا وہ معنی جو کیف میں ہے اس کی مثال یہ قول ہے اتکفرون باللّٰہ ومعکم ما یصرف عن الکفرویدعوا الی الایمان۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے پاس وہ چیز ہے جو کفر سے پھیرنے اور ایمان کی طرف راغب کرنے والی ہے۔

مقصدِ استفہام:

یہ استفہام انکار و تعجب کے لیے ہے۔ اس کی مثال اس قول میں ہے

أتطير بغير جناح و كيف تطير بغير جناح؟ کیا تو بغیر پروں کے اڑتا ہے اور تو بغیر پروں کے کیسے اڑے گا۔ یعنی تو

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے پیدا فرمایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ پھر قصد فرمایا آسمان کی طرف سو ٹھیک طرح بنا دیا،

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾

ان کو سات آسمان، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

بغیر پروں کے ہے اس لیے تو اُڑ نہیں سکتا۔

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا : (حالانکہ تم مردہ تھے) واؤ حالیہ ہے یعنی تم اپنے باپوں کی اصلاب میں نطفہ کی صورت میں تھے اور قد مضمر ہے الاموات جمع میت ہے جیسے اقوال جمع قیل۔ اسی لیے جسمیں زندگی نہ ہو اس کو بھی میت کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۹ میں ہے بَلْدَةً مَّیْتًا۔

فَاَحْیَاكُمْ : (پس اس نے تمہیں زندہ کیا) پس اس نے ماں کے رحموں میں زندہ کر دیا۔

ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ : (پھر وہ تمہیں موت دیں گے) وہ تمہیں موت دیں گے جب تمہاری مدت زندگی پوری ہو جائے گی۔

ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ : (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) پھر وہ بعث کے لیے زندہ کریں گے۔

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ : (پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) پھر تم جزا کی طرف لوٹو گے۔ یا پھر وہ قبور میں تمہیں زندہ کریں گے۔ پھر اس کی طرف نشور کے لیے لوٹائے جاؤ گے۔

فاء اور ثم کا فرق:

یہاں پہلا عطف فاء کے ساتھ ہے اور باقی ثم کے ساتھ ہے کیونکہ احیاء اول بلا تاخیر موت اول کے بعد ہوا۔ باقی موت وہ تو زندگی سے مؤخر ہے اور حیات ثانیہ بھی اسی طرح موت سے متاخر ہے اگر نشور مراد ہو اور اگر قبر کی زندگی مراد ہو تو اس کی تاخیر کا بھی اسی سے علم ہوتا ہے اور جزاء کی طرف لوٹنا وہ نشور سے متاخر ہے۔

کفر انوکھا ہے:

اس موت و حیات کے واقعہ کے ساتھ ساتھ ان کا کفر انوکھی چیز ہے کیونکہ اس واقعہ میں واضح دلائل ہیں جو کفر سے ان کو پھیر سکتے ہیں۔ اور اس لیے بھی ان کا انکار عجیب ہے کہ یہ واقعہ بڑی بڑی نعمتوں پر مشتمل ہے جن کا حق شکر یہ ہے نہ کہ ناشکری کرنا۔

لام کی حکمت:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ : (وہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ بنایا)

نمبر ا: لکم کی لام اجلیہ ہے تمہاری خاطر۔

نمبر۲: اورتمہارے دین دنیا میں فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا۔ اول تو ظاہر ہے اور دوسرے قول میں غور کرو۔ اس میں جو عجائبات ہیں وہ صانع قادر حکیم علیم کی ہستی پر دلالت کرنے والے ہیں اور اس میں آخرت کی یاد ہے۔ کیونکہ زمین کی پناہ گاہ اس کے ثواب کو یاد دلانے والی ہے اور اس کی ناپسندیدہ چیزیں اس کے عقاب کو یاد دلانے والی ہیں۔ علامہ کرخی۔ ابوبکر رازی اور معتزلہ کا استدلال ہے کہ خلق لکم بتلا رہا ہے کہ تمام اشیاء صحیحہ مباح الاصل ہیں۔

جَمِيْعًا (سب کچھ) **نحو**: یہ ما سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ : (پھر آسمان کا قصد کیا) الاستواء۔ اعتدال و درستگی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے استوی العود یعنی قام واعتدل۔ سیدھی لکڑی درست کھڑی ہوئی۔ پھر کہا گیا استوٰی الیه کالسهم المرسل چھوڑے ہوئے تیر کی طرح سیدھا ہوا جبکہ وہ ٹھیک نشانے پر لگے۔ اور کسی طرف نہ مڑے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ۔ یعنی وہ متوجہ ہوا۔ اور آسمان کو بنانے کی طرف توجہ کی زمین کی تمام اشیاء بنانے کے بعد بغیر اس کے کہ اس دوران کسی اور چیز کے پیدا کرنے کی طرف توجہ کرے۔

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ : (انہیں سات آسمان ہموار بنا دیا) یہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سمٰوٰت ہے جیسا کہ ان کے قول رُبَّهٗ رجلاً (بہت سے آدمیوں کو میں ملا ہوں) یہ بھی کہا گیا۔ کہ ضمیر السماء کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ لفظ واحد ہے مگر معنی جمع کا ہے کیونکہ یہ جنس کے معنی میں ہے۔

مرادتسویہ:

تسویتهن : نمبر۱: ان کا پیدائش میں برابر اور پختگی اور ٹیڑھا اور پھٹنے سے محفوظ ہونا

دوسرا قول: ان کی خلقت کی تکمیل۔ ثم سے یہاں آسمان کی پیدائش کی فضیلت زمین کی پیدائش پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ والارض بعد ذلك دحٰها۔ سورۃ النازعات آیت نمبر۳۰ کے مخالف نہیں کیونکہ زمین کا وجود آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچھانا وہ زمین کی پیدائش سے متاخر ہے حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے زمین کی پیدائش موضع بیت المقدس میں مہر (پتھر) کی طرح تھی اس پر چمٹا ہوا دھواں تھا پھر دھواں اٹھایا اور اس سے آسمانوں کو بنا دیا۔ اور سب کو اپنی جگہ رہنے دیا۔ اس سے زمین کو پھیلا دیا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر۳۰ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کا یہی مطلب ہے وہ چمٹنا جس کو رتق فرمایا۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ : (وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے) پس اسی لیے ان کو برابر مضبوط بلا تفاوت و فرق کے بنایا۔ اور زمین میں جو کچھ بنایا وہ زمین والوں کی ضروریات وفوائد کے مطابق بنایا۔

قراءت: وَهُوَ اور اس کے ہم مثلوں کو ابوعمرو ورش رحمہ اللہ کے علاوہ مدنی اور دوسرے قراء نے اس طرح پڑھا ہے۔ ورش اور ابوعمرو اور علی رحمهم الله نے وَهْوَ پڑھا۔ گویا واؤ کو نفس کلمہ سے قرار دیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں زمین میں خلیفہ، فرشتوں نے عرض کیا۔ کیا آپ پیدا فرمائیں گے زمین میں

مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ

جو اس میں فساد کریگا اور خونوں کو بہائے گا اور ہم آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

پس یہ عَضْدٌ کی طرح ہوا اور دیگر قراء کے ہاں عضُد کی طرح ہوا۔

سابقہ آیات سے ربط :

ربط : جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اس میں جنات کو بسا دیا۔ اور آسمان میں فرشتوں کو ٹھہرایا جنات نے زمین میں فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت بھیج کر ان کو سمندروں کے جزائر اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھگا دیا۔ ان فرشتوں نے جنات کی جگہ اقامت اختیار کی، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو انکا واقعہ ذکر فرمانے کا حکم دیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ : (اور جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو) اِذْ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے الملٰئکۃ۔ جمع ملاک شمائل جمع شمال تاء تانیث جمع کے لیے ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ : (بے شک میں بنانے والا ہوں) بنانے والا ہوں یہ جعل سے ہے جس کے دو مفعول ہیں۔

خلیفہ کی تفسیر :

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً : (زمین میں خلیفہ) خلیفہ وہ ہے جو غیر کے بعد آئے یہ فعیلۃ بمعنی فاعلہ ہے۔ ھا اس میں مبالغہ کی بڑھائی گئی ہے۔ اب معنی خلیفۃ منکم تم میں سے نائب کیونکہ فرشتے زمین کے رہائشی تھے پس اس زمین میں ان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو نائب بنایا۔ خلائف اور خلفاء نہیں کہا کیونکہ خلیفہ سے آدم مراد لئے گئے۔ اور اولاد کے ذکر کی بجائے فقط آدم علیہ السلام کے تذکرہ پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ اس قول میں مضر، ہاشم میں قبیلہ کے بڑے کو ذکر کر دیا۔

یا مراد وہ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ یا وہ مخلوق جو تمہارے بعد آئے گی اسی لیے واحد لائے۔

یا خلیفۃ منی۔ میرا نائب کیونکہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ تھے۔ اسی طرح ہر پیغمبر علیہ السلام اللہ کا خلیفہ ہے جیسا کہ سورۃ صٓ آیت نمبر ۲۶ یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ میں ہے۔

فرشتوں کو خبر دی کہ وہ سوال کریں اور ان کو وہ جواب دیا جائے جو دیا گیا۔ تاکہ آدم کے وجود سے پہلے وہ ان کے استخلاف کی

حکمت پہچان لیں۔
نمبر۲: تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کوامور میں اقدام سے پہلے مشاورت سکھائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل اور حکمت بالغہ کی وجہ سے مشاورت سے بے نیاز ہے۔

سببِ قول:

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا : (انہوں نے کہا کہ آپ زمین میں اس کو نائب بناتے ہیں جو فساد کریگا) فرشتوں نے یہ تعجب سے کہا کہ اہل اطاعت کے نائب اہل معصیت کو بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور جہل سے پاک ہے یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے معلوم کی۔ یا لوحِ محفوظ سے معلوم کی۔ یا جنات پر قیاس کر لیا۔
وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ : (اور وہ خون بہائے گا) وہ بہائے گا۔

فائدہ واوحالیہ:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ : (ہم تیری تسبیح کرتے ہیں) و نحن نسبح میں واوٗ حالیہ ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔
أتحسن الی فلان و انا احق منه بالاحسان؟۔ کیا تو فلاں پر احسان کرتا ہے حالانکہ احسان کا میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔
بِحَمْدِكَ : (تیری حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی ہم تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے ہیں۔ اور تیری حمد سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں جیسا کہ اس سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۱ و قد دخلوا بالکفر کا معنی دخلوا کافرین ہے کہ وہ کفر ہی کی حالت میں داخل ہوئے۔

تقدیس کا معنی:

وَنُقَدِّسُ لَكَ : (اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) ہم اپنے آپ کو آپ کے لیے پاک کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ تسبیح و تقدیس۔ اللہ کو برائی سے دور قرار دینا۔ یہ سبح فی الارض و قدس فیھا سے ہے جب وہ زمین میں سفر کرے اور بہت دور جائے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھا دیئے سارے نام، پھر ان کو فرشتوں پر پیش فرمایا پھرفرمایا کہ مجھے بتا دو ان چیزوں کے نام

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ③١

اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : (کہامیں جانتاہوں جوتم نہیں جانتے) میں اس کی وہ حکمتیں جانتاہوں جوتم سے مخفی ہیں۔یعنی ان میں انبیاء اولیاء علماء ہونگے۔

نحو : مَا،الذی کے معنی میں ہے یہ اعلم کا مفعول ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے ای مالا تعلمونہٗ وہ چیز جس کو تم نہیں جانتے ہو۔

قراءت: اِنِّیَ۔حجازی اورابوعمرو نے پڑھا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ : (اورسکھائے آدم علیہ السلام کو) نمبر۱: عجمی نام ہے قریب ترین بات یہ ہے کہ فَاعَلَ آزر کی طرح ہے۔

نمبر۲: آدم کو ادیم الارض سے مشتق مانا جائے۔یا اَدَمَة جیسے کہ یعقوب العقب اور ادریس۔درس سے اور ابلیس ابلاس سے مشتق ہے۔

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا : (نام تمام) یعنی مسمیات کے نام۔مضاف الیہ کے معلوم ہونے اور اسماء کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔کیونکہ اسم مسمّٰی پر دلالت کرتا ہے اور مضاف الف لام کے عوض میں لائے۔جیسے اشتعل الرأس شیبًا۔سورۂ مریم آیت نمبر۴ میں الرَّاس ہے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ : (پھر ان کو فرشتوں کے روبرو پیش فرمایا)۔

اہم تنبیہ:

یہ درست نہیں کہ مقدر مانا جائے اور کہا جائے علّم آدم مسمیات الاسماء کہ مضاف کو حذف کیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا۔اس لیے کہ تعلیم کا تعلق اسماء سے ہے مسمیات سے نہیں جیسا دوسری آیت انبؤنی باسمآء ھٰؤلآء (تو ان کو بتلا ان کے نام) اور انبئھم باسمآءھم میں واضح طور پر اسماء موجود ہیں۔

انبئونی بِھٰٓؤُلَآءِ، انبئھم بھم نہیں فرمایا۔

تعلیم اسماء کا مطلب:

اسمائے مسمیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ اجناس دکھائیں جن کو اس نے پیدا کیا۔اور ان کا نام اس کو سکھایا۔کہ اس کا نام فرس ہے اس کا بعیر اور اس کا فلاں نام ہے اور اس کا نام یہ ہے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۳۲

فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ہمیں اس کے سوا کچھ علم نہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا، بے شک آپ جاننے والے ہیں حکمت والے ہیں

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! ان کو ان چیزوں کے نام بتادو۔ سو جب انہوں نے ان کو ان چیزوں کے نام بتادیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا

لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ

کہ بے شک میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی غیب کی چیزوں کو اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم

تَكْتُمُوْنَ ۳۳

چھپاتے ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر چیز کا نام ان کو سکھایا حتیٰ کہ پیالہ اور کفگیر بھی۔

سوال: ان سے سوال کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کا عجز معلوم تھا۔

جواب: تبکیت ولا جواب کرنے کے لیے۔

فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ، (تم مجھے خبر دو؟) بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (ان چیزوں کے ناموں کی اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو)۔ کہ میں زمین میں مفسدین سفاکین دماء کو خلیفہ بنانے والا ہوں۔

استخلاف میں علمی فوائد:

اس میں فرشتوں کی تردید ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ جس کو میں نے استخلاف دینا ہے اسمیں علمی فوائد ہیں۔ جو تمام فوائد کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ استخلاف کے اہل ہیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ : (انہوں نے کہا تو پاک ہے) نمبر۱: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ سے کوئی چیز مخفی رہے۔

نمبر۲: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی تدبیر پر اعتراض کیا جائے۔

نکتہ عجیبہ:

اسماء کا علم حاصل کرنا عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھنے سے بڑھ کر ہے۔ تو پھر علم شریعت کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

سبحنٰك یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی سبحت اللّٰہ تسبیحًا۔

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا : (نہیں ہے ہمیں علم اس کے سواء جو تو نے ہمیں بتادیا)۔ اور ہمیں کوئی علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں دیا۔ اور

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو، سو انہوں نے سجدہ کر لیا، لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

کافروں میں سے تھا۔

اس میں اسماء کا علم نہیں ہے۔

مَا بمعنی الذی ہے اور العلم بمعنی معلوم ہے یعنی ہمیں معلوم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ : (بے شک تو ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ بغیر سکھانے کے جاننے والے ہیں۔

الْحَكِيْمُ : (حکمت والے ہیں) حکمت والے ہیں ان میں جن کا آپ نے فیصلہ کیا۔ اور اندازہ فرمایا۔

نحو نمبر ۱: یہ انّ کا اسم ہے۔ انت مبتداء مابعد خبر ہے۔ تمام انّ کی خبر ہے۔

نمبر ۲: انت ضمیر فصل اور العلیم خبر اول اور الحکیم خبر دوم ہے۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ : (فرمایا اے آدم تو ان کو خبر دے ان کے ناموں کی تو آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام لیکر بتا دیا)۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا کہ میں جانتا ہوں جو آسمانوں و زمین میں تم سے چھپا ہوا ہے) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا۔

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ : (اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو)

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ : (اور جو تم چھپاتے تھے)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ : (اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم کیلئے سجدہ کرو) یعنی اس کے سامنے جھک جاؤ اور اس کی فضیلت کا اقرار کرو۔

سجدہ کی حقیقت:

حضرت ابی ابن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کمر سے جھکنا تھا۔ یہ ٹھوڑیوں کے بل گرنا نہ تھا۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ان کو زمین پر چہرہ رکھنے کا حکم تھا۔ اور یہ سجدہ آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے تھا۔ صحیح کی روایت میں ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تو ابلیس اس سے باز نہ رہتا۔ اور یہ سجدہ تعظیم پہلی شرائع میں جائز تھا۔ پھر یہ منسوخ ہوا۔

آپ کے اس ارشاد سے جو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جبکہ انہوں نے آپ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا۔

لا ینبغی للمخلوق ان یسجد لا حَدٍ الا للّٰہ تعالیٰ۔ (ترمذی) من ابی ہریرۃ واحمد من انس وعائشۃ

ومعاذ رضی اللہ عنہم۔

کونسا مستثنیٰ ہے؟

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ : (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس) یہ استثناء متصل ہے کیونکہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔اسی طرح حضرت علی وابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔اور اس لیے بھی کہ استثناء مستثنیٰ کی جنس سے ہونا چاہیے تھا۔اسی لیے فرمایا۔سورۃ الاعراف آیت نمبر۱۲

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔

رہا سورۃ کہف آیت نمبر۵۰ كَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ یہ کان، صار کے معنی میں ہے۔جیسا کہ سورۃ ھود آیت نمبر۴۳ میں فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔کہ وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔

یہ بھی کہا گیا کہ یہ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا۔

دلیل نمبر۱: بلکہ نص کے مطابق وہ جنات میں سے تھا۔اور یہی حضرت حسن وقتادہ کا قول ہے۔

نمبر۲: اس لیے بھی کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا۔اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے۔

نمبر۳: اور اس لیے بھی کہ اس نے انکار کیا اور نافرمانی اور تکبر کیا۔اور ملائکہ اللہ تعالیٰ جو حکم دیں اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

نمبر۴: اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِیْ۔ [کہف:۵۰]

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سواء کارساز بناتے ہو۔حالانکہ وہ فرشتوں کی نسل نہیں۔

جاحظ معتزلی کہتے ہیں۔کہ جن اور ملائکہ ایک جنس ہے جو ان میں پاکیزہ ہیں وہ فرشتے اور جو خبیث وناپاک ہیں وہ شیطان۔ اور جو بین بین ہیں وہ جن (مگر جاحظ کا یہ قول بلا ثبوت ہے)

اَبٰی : (اس نے انکار کیا) باز رہا اس سے جو اس کو حکم ملا تھا۔

وَاسْتَكْبَرَ : (اور اس نے بڑائی اختیار کی)

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ : (اور کافروں میں سے ہوگیا)

نمبر۱: اپنے انکار اور تکبر اور امر الٰہی کو رد کرنے کے سبب کافروں میں سے ہوگیا۔اس وجہ سے نہیں کہ حکم پر عمل کرنا اس نے ترک کر دیا۔اس لیے کہ ترک سجود ایمان سے خارج نہیں کرتا۔اور نہ ہی اس سے اہلسنّت کے ہاں کافر بنتا ہے۔

البتہ معتزلہ اور خوارج (کے ہاں ایمان سے خارج ہو جاتا ہے)

نمبر۲: کافروں میں سے تھا۔اللہ تعالیٰ کے علم میں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا۔اس طرح نہیں کہ وہ علم الٰہی میں ہمیشہ کافر تھا۔یہ مسئلہ موافات ہے۔

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہا کرو اور اس میں سے خوب اچھی طرح کھاؤ، جہاں سے چاہو۔ اور نہ

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

قریب جانا اس درخت کے ورنہ تم دونوں ظلم کرنیوالوں میں سے ہوجاؤ گے۔

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ : (اور ہم نے کہا اے آدم رہ تو اور تیری بیوی جنت میں)

نحو : یہ سکن الدار یسکنها سکنٰی سے امر ہے۔ جب وہ مکان میں اقامت اختیار کرے۔کہا جاتا ہے سکن المتحرك سکونا۔حرکت والے نے سکون وٹھہراؤ اختیار کیا۔انت اسکن کی ضمیر سے تاکید ہے اس لیے لائے تاکہ عطف فعل کا وزوجك پر صحیح ہوجائے۔

جنت کی تحقیق:

الجنة : وہ جنت خلد ہی تھی جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔جیسا نقل مشہور میں ہے۔الف لام تعریف کا ہے۔

معتزلہ کا قول:

یہ یمن کا ایک باغ تھا۔کیونکہ جنت میں تکلیف نہیں اور نہ اس سے نکلنا ہے۔

جواب معتزلہ: جنت سے وہ نہیں نکلے گا جو جزاء کے طور پر داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں داخل ہوئے اور پھر نکلے اور اہل جنت کو معرفت الٰہی اور توحید کی تکلیف دی جائے گی۔

وَكُلَا مِنْهَا : (اور تم دونوں اس سے کھاؤ)۔یعنی اس کے پھلوں میں سے کھاؤ مضاف محذوف ہے۔

رَغَدًا : بافراغت۔رغدًا مصدر کی صفت ہے ای اکلا رغدًا واسعا (بافراغت وسیع کھانا)

حَيْثُ شِئْتُمَا : (جہاں سے تم دونوں چاہو) (شِيْتُمَا) اس کا باب بغیر ہمزہ سے ہے ابوعمرو کے نزدیک

حیث : یہ مکان مبہم کے لیے ہے یعنی جنت کے جس مکان میں تم دونوں چاہو۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ : (اور تم دونوں قریب نہ جاؤ اس درخت کے) شجرہ یعنی گندم یا انگور کی بیل یا انجیر۔

نکتہ:

(کیف لا یعصی الانسان وقوته من شجرة العصیان) انسان نافرمانی کیوں نہ کرے جبکہ اس کی خوراک شجرۂ عصیان سے ہے۔انگور بھی ہر فتنے کی اصل ہے (اس سے شراب بنتی ہے)

فَتَكُوْنَا : (پس تم ہوجاؤ گے) لا تقربا پر عطف ہونے کی وجہ سے جزم ہے یا جواب نہی کی وجہ سے ان مقدرہ کے ساتھ

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

سو شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کے ذریعہ سے لغزش دی، سو ان دونوں کو اس سے نکال دیا جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا کہ اتر جاؤ۔ تم میں سے

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝۳۶

بعض، بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا ہے اور ایک زمانہ تک نفع حاصل کرنا ہے۔

منصوب ہے۔

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ : (اپنا نقصان کرنے والوں سے) نمبر۱: تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

نمبر۲: یا ان میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا : (پس ان دونوں کو پھسلایا شیطان نے اس درخت کے متعلق)

لغزش کی وضاحت :

ھا ضمیر شجرہ کی طرف جا رہی ہے یعنی اس درخت کے سبب ان دونوں کو شیطان نے لغزش پر آمادہ کیا۔

نمبر۱: اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ شیطان نے درخت کی وجہ سے ان سے لغزش صادر کروائی۔

نمبر۲ یا: ان دونوں کو جنت سے پھسلا دیا۔ بمعنی نکلوا دیا۔ اور دور کرا دیا۔

قراءت: حمزہ نے فازالھما پڑھا۔ تاویل میں آدم علیہ السلام کی لغزش خطاء تھی۔ خواہ نہی کو تنزیہ پر محمول کرو۔ یا لام کو عہد خارجی کا مانو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جنس آدم کا ارادہ فرمایا۔

مَسْئَلَہ : اس سے یہ ثابت ہوا کہ لغزش کے لفظ کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے لیے درست ہے جیسا کہ مشائخ بخاری نے کہا۔

زلہ کے لفظ کی تفسیر :

زلّہ کا لفظ اسم فعل ہے مخالفت کا قصد کرنے کے بغیر کسی حکم کے خلاف کرنا۔ جیسے زلة الماشی فی الطین چلنے والے کا پاؤں کیچڑ میں بلا قصد پڑتا ہے۔

سمرقند کے مشائخ نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کے افعال پر زلہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ معصیت کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔

پس اس طرح کہا جائے گا۔ انہوں نے فاضل کو کیا اور افضل کو چھوڑا اس لیے ان پر عتاب کیا گیا۔

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ : (پس وہ ان کو نکلوا کر رہا۔ اس جنت سے جس میں وہ دونوں تھے) یعنی جن نعمتوں اور تکریموں میں وہ تھے۔ یا اگر عنھا کی ضمیر الشجرۃ کی طرف ہو تو مراد جنت سے نکلوانا ہے۔

رابطہ کس طرح؟

سوال : شیطان نے ان دونوں سے رابطہ کرلیا حالانکہ اس کوسورۃ الحجر آیت نمبر۳۴ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ کا حکم مل چکا یہ کس طرح؟

جواب : کیونکہ اس کا داخلہ احترام کے طور پر جیسے فرشتے داخل ہوتے ہیں۔منع ہو چکا تھا۔وسوسہ ابتلاء آدم وحوا کے لیے داخلہ ممنوع نہ ہوا تھا۔روایت کیا گیا۔کہ اس نے داخل ہونا چاہا۔تو اس کو داروغہ جنت نے منع کیا۔وہ سانپ کے منہ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہوگیا۔یہ بھی کہا گیا کہ دروازۂ جنت کے پاس کھڑے ہوکراس نے آواز دی۔

مخاطب کون؟

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا : (ہم نے کہا تم اترو)الهبوط کا معنی زمین کی طرف اترنا ہے۔خطاب آدم،حواء اور ابلیس سب کو ہے بعض نے کہا سانپ کو بھی۔صحیح یہ ہے کہ آدم وحواء کو۔مراد یہ دونوں اوران کی اولاد کیونکہ وہ دونوں کل انسان تھے۔تو گویا وہ ساری جنس انسان تھی۔اس کی دلیل سورۂ طٰہٰ آیت نمبر۱۲۳قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا میں ہے۔

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو)اس سے مرادلوگوں میں جو بغض وعداوت ہے اورایک دوسرے کا گمراہ قرار دینا ہے پورا جملہ اھبطوا کی واؤ سے حال کی جگہ میں ہے۔تم اترواس حال میں کہ ایک دوسرے پر تعدی کرنے والے ہو۔

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ : (اورتمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے)استقرار اور چھپنے کی جگہ کومستقر کہتے ہیں۔

وَّمَتَاعٌ : (نفع اٹھانا)زندگی سے نفع اٹھانا۔

اِلٰى حِيْنٍ : (ایک وقت تک)قیامت تک۔یا موت تک۔ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں اس ایک لقمے نے ہمیں طویل غم دیا۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

اس کے بعد آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے بڑا مہربان ہے

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا

ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

تو ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کو جھٹلایا، یہ لوگ دوزخ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

والے ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ : (آدم علیہ السلام نے سیکھ لیے اپنے رب سے چند کلمے) ان کلمات کو قبول کیا حرز جان بنایا۔ اور ان پر عمل کیا۔

نحو: ادم منصوب کلمات مرفوع عند المکی، یعنی ان کلمات نے آدم علیہ السلام کا استقبال کیا۔ یعنی اس تک پہنچ گئے۔ اور اس سے مل گئے اور وہ کلمات سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ اس میں ان کی اولاد کو نصیحت کر دی کہ انہوں نے گناہوں سے بچنے کا راستہ معلوم کر لیا۔

محبوب کلام:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب کلام وہ ہے جو ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے کہا۔ جب غلطی کا ارتکاب کیا۔

سبحنك اللّٰهم وبحمدك وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وتعالٰى جدك ولا اله الا انت ظلمت نفسى فاغفرلى انه لا يغفر الذنوب الا انت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا رب الم تخلقنى بيدك قال بلٰى! قال يا ربّ الم تنفخ فى روحى من روحك۔ الم تسبق رحمتك غضبك؟ الم تسكنى جنتك وهو تعالٰى يقول بلٰى بلٰى، قال فلم اخر جتنى من الجنة قال بشؤم معصيتك۔ قال فلو تبت۔ أراجعنى انت اليها؟ قال نعم

اے میرے رب کیا؟ آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔

پھر عرض کیا اے میرے رب کیا آپ نے مجھ میں اپنی طرف سے روح نہیں پھونکی۔ کیا آپ کی رحمت غضب سے سبقت

کرنے والی نہیں؟ کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟ پھر عرض کیا اے میرے اللہ تو نے مجھے جنت سے کیوں نکالا۔ تو فرمایا تیری معصیت کی نحوست سے۔ عرض کیا اگر میں توبہ کرلوں تو مجھے اس کی طرف واپس کردے گا؟ فرمایا ہاں۔

فَتَابَ عَلَيْهِ : (تو اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت وقبولیت سے ان کی طرف رجوع فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی توبہ کا فقط ذکر کیا۔

کیونکہ حواء تو ان کے تابع تھیں۔ عموماً قرآن وسنت میں عورتوں کا تذکرہ مردوں کے تذکرہ کے ضمن میں سمو دیا گیا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ : (وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے)

الرَّحِيْمُ : (نہایت مہربان ہے) اپنے بندوں پر

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا : (ہم نے کہا تم سب کے سب یہاں سے اترو) جمیعًا حال ہے یعنی اکٹھے

نمبر ۱: اترنے کا حکم دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

نمبر ۲: پہلا ہبوط جنت سے آسمان پر تھا اور دوسرا آسمان سے زمین پر

نمبر ۳: اس لیے اهبطوا دوبارہ لائے کیونکہ دوسرے اهبطوا کے ساتھ اَمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ ...... ملا ہوا تھا۔

اتیان کی مراد:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى : (پس جب بھی آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت)۔ اتیان ہدایت سے مراد رسول جس کو تمہاری طرف بھیجوں گا۔ یا کتاب تمہاری طرف اتاروں گا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ کو فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ کے مقابلے میں لائے یعنی اتباع ہدایت سے مراد قبول ہدایت اور اس پر ایمان لانا ہے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ : (پس نہ خوف ہوگا ان پر) ان پر مستقبل میں خوف نہ ہوگا۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ : (وہ غمگین نہ ہونگے) اس پر جو انہوں نے پیچھے چھوڑا۔ نَحو : دوسری شرط اپنے جواب سمیت اول کا جواب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان جئتنی فان قدرت احسنت الیّ۔ اگر تو میرے پاس آئے پس اگر تو ایسا کرسکا تو تو نے مجھ پر احسان کیا۔

قراءت: یعقوب کہتے ہیں تمام قرآن میں خَوْفَ کا لفظ فتح کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ : (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ)

نَحو : یہ مبتدا ہے اور اَصْحٰبُ النَّارِ (آگ والے) یہ خبر ہے اور اس کے حق دار یہ جملہ موضع رفع میں مبتداء کی خبر ہے میری مراد الذین کفروا ہے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

يٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور پورا کرو میرے عہد کو میں پورا کروں گا اپنے عہد کو

وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾

اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

تفسیر یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کی:

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ : (اے بنی اسرائیل) اسرائیل یعقوب علیہ السلام یہ ان کا لقب ہے ان کی زبان میں اس کا معنی صفوۃ اللہ یا عبداللہ ہے۔ اسراء کا معنی بندہ یا چنا ہوا۔ ایل۔ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ غیر منصرف ہے کیونکہ عجمہ اور علم ہے۔

انعامات کی مراد:

اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ : (تم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کیں) ان کو نعمتیں یاد دلائیں تا کہ وہ ان کے شکر یہ سے خالی نہ رہیں۔ اور دینے والے کی اطاعت کریں۔ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو ان کے آباؤ اجداد پر کیں۔ جن کو شمار کیا وہ یہ ہیں۔ فرعون اور اس کے عذاب سے نجات دلانا۔ فرعون کا غرق۔ بچھڑا بنانے پر معافی۔ توبہ قبول کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو پالینے کا انعام جن کی بشارت تورات و انجیل میں دی گئی ہے۔

وَاَوۡفُوۡا : (اور تم میرا عہد پورا کرو) پورا پورا ادا کرو کہا جاتا ہے۔ وفیت له بالعهد، فانا وافٍ بِهٖ و اوفیت له بالعهد فانا موفٍ به او فیت۔ کو اختیار کیا اور اسی کے مطابق قرآن اترا۔

بِعَهۡدِیۡۤ : (میرا وعدہ) جو تم نے مجھ پر ایمان لانے کا عہد کیا اور میری اطاعت کا۔ یا تم نے نبی رحمت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا عہد کیا۔

اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ : (میں پورا کرونگا تمہارا وعدہ) جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کر رکھا ہے۔ کہ تمہاری نیکیوں پر اچھا بدلہ دونگا۔

فائدہ اضافت:

عہد کی اضافت معاہدہ کرنے والے اور جس سے معاہدہ کیا جائے ہر دو کی طرف ہوتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں عہد لئن اقمتم اور لاکفرن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

اہل اشارہ کا قول:

تم میرے مشقت کے گھر میں وعدہ پورا کرو۔ میری خدمت کی قالین پر بیٹھ کر اور میری حرمت کی حفاظت کر کے۔ میں اپنی نعمتوں کے گھر میں اپنے اکرام کے قالین پر تمہیں پورا پورا دونگا۔ اس حالت میں کہ میرے دیدار کا سرور بھی حاصل ہوگا۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی، حال یہ ہے کہ یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کتاب کے انکار کرنے والوں میں پہل کرنے والے مت بنو۔ اور میری

بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾

آیات کے عوض حقیر معاوضہ مت حاصل کرو۔ اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ : (اور خاص مجھ ہی سے ڈرو) تم میرے وعدے کو نہ توڑو۔ جیسے تم کہو۔ زیداً رھبتہ۔ یہ خصوصیت کا فائدہ دینے میں ایاك نعبد سورۃ الفاتحہ سے بڑھ کر ہے

نحوی تحقیق:

نحو : ایای فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اس کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فارھبوا ایای فارھبون۔ اول کو حذف کرلیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ فارھبون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اس نے تو اپنا مفعول لے لیا ہے اور وہ یاء محذوفہ ہے نون کا مکسور ہونا یہ یاء کی دلیل ہے جس طرح کہ زید کا نصب اس مثال میں زیدا فاضربہ۔ زیدا اضرب جو ظاہر ہے اس کی وجہ سے منصوب نہیں ہے بلکہ محذوف کی بناء پر منصوب ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ : (اور تم ایمان لاؤ جو میں نے اتارا) یعنی قرآن

مُصَدِّقًا : (تصدیق کرنے والا) ھا محذوفہ سے حال مؤکد ہے گویا عبارت اس طرح ہوئی انزلتہ مصدقًا

لِّمَا مَعَكُمْ : (اس چیز کے لیے جو تمہارے پاس ہے) یعنی تورات جو کہ عبادت اور توحید اور نبوت اور محمد ﷺ کے معاملے میں مصدق ہے۔

ایک تعریض:

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ : (اور مت بنو اس کے پہلے منکر) یعنی پہلے انکاری اس کے یا پہلا گروہ اس کا انکار کرنے والا یا پہلی جماعت اس کا انکار کرنے والی یا تم میں سے ہر ایک اس کا پہلا منکر نہ بنے۔ اس میں ان پر تعریض کی گئی کہ ان پر تو لازم تھا کہ وہ اس پر تو پہلے ایمان لانے والے بنتے کیونکہ وہ آپ کو آپ کی صفات کے ساتھ پہچاننے والے تھے۔ بہ میں ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا : (اور نہ بدلے میں لو)

بِاٰيٰتِىْ : (میری آیات کے) یعنی میری آیات میں تبدیلی و تحریف کرکے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو اور نماز قائم کرو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ

ثمن قلیل کی مراد:

ثَمَنًا قَلِيْلًا : (تھوڑی قیمت)

نمبرا: حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں ۔وہ اپنے سامان سمیت پوری دنیا ہے۔ نمبر۲: یہ بھی کہا گیا وہ سرداری مراد ہے جوانہیں اپنی قوم میں حاصل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے جس کے چلے جانے کا ان کو خطرہ ہوا۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ : (مجھ ہی سے ڈرو)

قراءت: تمام قراء کے ہاں پس خافونی ،فارھبونی ،فاتقونی ہر دو حالتوں میں یاء کے ساتھ ہیں قاری یعقوب رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہر یاء کا ہے۔ جو لکھنے میں حذف ہو۔

کتمان ولبس کا معنی:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ : (اور نہ لاحق کرو حق کو باطل کے ساتھ) لبس الحق بالباطل کا مطلب ان کا آپس میں ملانا ہے۔

نمبرا: اگر باءصلہ کی مانیں تو اس قول کی طرح ہے لبست الشیء بالشیء۔ میں نے دونوں چیزوں کو ملایا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تورات میں وہ چیزیں مت لکھو۔ جو اس میں نہیں اسی طرح اتارا ہوا حق اس باطل سے مل جل جائے گا۔ جو تم نے لکھا ہے یہاں تک کہ اس کے حق و باطل میں تمہارے لیے تمیز نہ رہے گی۔

نمبر۲: اگر یہ باءاستعانت ہو تو اس قول کی طرح ہوگا۔ کتبت بالقلم۔ اب معنی یہ بنے گا ولا تجعلواالحق ملتبسا مشتبھا بباطلکم الذی تکتبونہ۔ حق کو ملتبس اور مشتبہ مت کرواپنے اس باطل کی مدد سے جو تم لکھتے ہو۔

نحوی تحقیق:

نحو : وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ (اور نہ چھپاؤ حق کو) یہ مجزوم ہے حکم نہی کے تحت داخل ہے ولا تکتموا۔ یا أن کو مضمر مان کر منصوب ہے۔ واؤ جمع کا معنی دے رہی ہے یعنی حق کو باطل کے التباس اور کتمان حق کو جمع نہ کرو۔ جیسے کہتے ہو۔ لا تاکل السمك وتشرب اللبن مچھلی کھانے کو دودھ پینے کے ساتھ جمع نہ کرو۔ یہ دونوں الگ معاملے ہیں لبس باطل یہ ہے کہ تورات میں وہ چیز لکھ دی جو اس میں نہ تھی اور حق کا کتمان یہ تھا۔ کہ وہ کہتے ہم تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں پاتے۔ یا تورات میں یہ حکم نہیں پاتے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو، اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ

اور مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ، اور بلاشبہ نماز ضرور دشوار ہے مگر خشوع والوں پر جو

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع

یقین رکھتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنیوالے ہیں اور یہ کہ وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ جاننے کی حالت میں کہ تم التباس کرنے والے، چھپانے والے ہو اور یہ ان کے لیے قبیح ترین چیز تھی۔ کیونکہ قبیح سے ناواقفی بسا اوقات مرتکب قبیح کے لیے عذر بن جاتی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ : (اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) یعنی مسلمانوں والی نماز و زکوٰۃ

رکوع کی مراد:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ : (اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ) جو ان میں سے رکوع کرنے والے ہیں کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ (مگر اس کے لیے ثبوت درکار ہے جبکہ حضرت مریم کو فرمایا یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الرٰکعین فرمایا گیا ہے فافھم) یعنی تم اسلام لا کر اہل اسلام کے اعمال کرو۔ اور یہ بھی درست ہے۔ کہ رکوع سے خود نماز مراد ہو جیسا کہ نماز کو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نمازیوں کے ساتھ نماز کا حکم جماعت کے لیے ہے یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔ الگ الگ نہیں۔

برّ کا مفہوم:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ : (کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو) ہمزہ تقریر یہاں توبیخ کے لیے ہے اور ان کی حالت پر اظہار تعجب مقصود ہے۔

بالبر : بھلائی و نیکی پھیلانے کا اور اسی سے البرّ بمعنی جنگل ہے جو اس کی وسعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے البرّ ہر خیر کو شامل ہے اور اسی سے انکا قول صدقت و بررت ہے۔ احبار یہود اپنے اقارب کو خفیہ نصیحت کرتے تو اتباع محمد ﷺ کی نصیحت کرتے مگر خود اتباع نہ کرتے تھے۔

یہ بھی کہا گیا کہ وہ صدقہ کا حکم دیتے مگر صدقہ نہ کرتے۔ جب ان کو صدقات تقسیم کے لیے دیئے جاتے وہ ان میں خیانت کرتے۔

وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ : (اورتم اپنے آپ کو بھلاتے ہو) تم اپنے نفوس سے نیکی چھوڑتے ہو جیسے کوئی بھولی بسری چیزیں ہوتی ہیں۔

وعید یا تبکیت:

وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ : (حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو) نمبر۱: یہ ان کو بطور تبکیت کہا کہ تم تورات پڑھتے ہو حالانکہ اس میں محمد ﷺ کی تعریف موجود ہے۔

نمبر۲ یا: اس میں خیانت پر وعید موجود ہے۔ اور ترک برّ اور قول وعمل کے تضاد پر وعید پائی جاتی ہے۔

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ : (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) کیا تم اس کی قباحت نہیں سمجھتے جس کا تم اقدام کرتے ہو۔ تاکہ اس کی قباحت کی اپنے ہاتھوں تصدیق کرو۔ یہ بہت بڑی توبیخ ہے

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا : (اورتم مدد لو) تم مدد طلب کرو اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ سے۔

صبر و استعانت:

بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ : (صبر و نماز کے ساتھ) ان دونوں کو جمع کرکے اور نماز کی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے تم نماز پڑھو۔ اس طرح کہ اس کی مشقتیں برداشت کرنے والے ہو۔ اور جو چیزیں اس میں ضروری ہیں۔ جیسے اخلاص قلب۔ دفع وساوس شیطانیہ وھواجس نفسانیہ اور مراعاۃ آداب۔ خشوع اور اس بات کا استحضار کہ تم جبار السمٰوٰت والارض کے سامنے کھڑے ہو۔

یا مصائب و آفات میں صبر کرکے مدد طلب کرو۔ اور ان مصائب کے وقوع کے وقت نماز کی طرف جھکو۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی گھبراہٹ والا معاملہ پیش آتا۔ تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔ (رواہ الطبری فی تفسیرہٖ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قُثَم رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دوران سفر ملی تو انہوں نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ الصبر روزے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ روزہ مفطرات سے اپنے آپ کو روک رکھنے کا نام ہے اور اسی طرح رمضان المبارک کو شہر الصبر فرمایا گیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الصلٰوۃ سے دعا مراد ہے یعنی مصائب پر صبر اور دعا کی التجا سے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اس کے دور کرنے میں مدد حاصل کرو۔

مرجع ضمیر:

وَاِنَّهَا : (اور بے شک وہ) نحو نمبر۱: ضمیر نماز کی طرف لوٹ رہی ہے۔

نمبر۲: استعانت کی طرف لوٹ رہی ہے۔

لَكَبِيۡرَةٌ : (البتہ بھاری ہے) شاق اور بھاری ہے جیسا کہ کہتے ہیں کبر علیّ ھذا الامر۔ یہ معاملہ مجھ پر گراں گذرا

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے۔ اور اس بات کو کہ میں نے تم کو فضیلت دی

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا

جہانوں پر، اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی بھی شخص کسی کی طرف سے بھی کچھ ادائیگی نہیں کریگا

وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ

اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ ان لوگوں کی

يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٨﴾

مدد کی جائے گی۔

اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ : (مگر خاشعین پر) کیونکہ وہ توقع رکھتے ہیں اس اجر کی جو صابرین کے لیے ان کی تھکاوٹوں پر ملے گا۔ پس جنت ان پر آسان ہو جائے گی۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نگاہ نہیں ڈالتے؟

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ : (وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اپنے رب کی ملاقات کا) اپنے ثواب کو پانے کی توقع رکھتے ہیں۔ اور اس چیز کے پانے کی جو اللہ کے ہاں ہوگی۔

یظنون کی تفسیر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی وجہ سے یعلمون ہے یعنی وہ جانتے ہیں جزاء کا ملنا یقینی ہے پس ان کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ باقی جن کو جزاء کا یقین نہیں۔ اور جزاء پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ثواب کے امیدوار ہیں۔ ان پر یہ خالص مشقت ہے۔

الخشوع اخبات۔ التطامن۔ فروتنی و عاجزی۔ الخضوع نرمی۔ انقیاد۔ اطاعت

اللقاء کی تفسیر:

رؤیت و دیدار یعنی وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو اس کا بلا کیف دیدار ہوگا۔

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ : (اور بے شک وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں) ان کے معاملات کا آخرت میں اس کے سواء اور کوئی بھی مختار نہ ہوگا۔

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ : (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں) دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : (اور میں نے تمہیں فضیلت دی لوگوں کے جم غفیر پر) یعنی نعمتوں اور فضیلت عنایت کرنے کو یاد کرو۔ عالَم یعنی لوگوں کے جم غفیر پر۔ کہا جاتا ہے۔

رایت عالما من الناس ۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا۔ مراد کثرت ہے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا : (اور تم اس دن سے ڈرو) قیامت کے دن سے ڈرو۔

نَحو : یومًا مفعول بہ ہے ظرف نہیں۔

لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ : (نہ کام آئے گا کوئی نفس) مؤمن نفس۔

عَنْ نَّفْسٍ : (کسی نفس کے) کافر نفس کے لیے۔

شَيْئًا : (کچھ بھی) یعنی کچھ بھی ادائیگی نہیں کرے گا۔ ان حقوق کی جو اس پر لازم ہیں۔

نَحو : شیئًا مفعول بہ ہے یعنی تھوڑا سا بدلہ اور جملہ محلاً منصوب ہے۔ اور یومًا کی صفت ہے۔ اور ضمیر اس میں، موصوف محذوف کی طرف جا رہی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تجزی فیہ۔ اس میں کام نہیں آئے گا۔

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ : (اور اس سے کوئی شفاعت قبول نہ کی جائے گی)

مکی و بصری قراءت میں تاء کے ساتھ ہے۔ اور ضمیر منھا میں نفس مؤمنہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ۱ مطلب یہ ہوا کہ کسی نفس مؤمنہ کی کوئی شفاعت نفس کافرہ کے لیے مقبول نہ ہوگی۔ ۲ کہا گیا ہے کہ یہود کو یہ زعم تھا کہ ان کے آباء انبیاء علیہم السلام تھے وہ شفاعت کریں گے۔ تو ان کو مایوس کر دیا گیا۔ وہ اس ارشاد الٰہی کی طرح ہے جو سورۃ المدثر آیت نمبر ۴۸ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ہے۔

معتزلہ کا جواب:

قول معتزلہ: معتزلہ نے اس آیت سے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کی نفی ثابت کی۔

جواب: ان کا قول مردود ہے کیونکہ نفی شفاعت کفار کی کی گئی۔

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا۔ **شفاعتی لا هل الکبائر من امتی من کذب بھا لم ینلھا** (احمد، ابو داؤد، ترمذی)

دوسرا جملہ صرف احمد نے نقل کیا۔

وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ : (نہ لیا جائے گا اس سے بدلہ) عدل، فدیہ، کیونکہ یہ فدیہ دینے والے کا معادل ہے۔

جمع کی حکمت:

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ : (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) ان کی معاونت نہ کی جائے گی۔ ینصرون کو جمع لایا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نفس جو نکرہ آیا ہے اس سے مراد نفوس کثیرہ ہیں۔ (عباد، اناسی) معنی کا لحاظ کر کے مذکر لائے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

اور جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی وہ تم کو سخت ترین تکلیفیں پہنچاتے تھے

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

طرف سے بڑا امتحان تھا۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنَ اٰلِ فِرْعَوْنَ : (جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی) آل کا اصل اہل ہے اس لیے کہ تصغیر اھیل آتی ہے ھا کو الف سے بدل دیا۔ اس کا استعمال بڑے لوگوں کے لیے آتا ہے مثلاً بادشاہ اور ان کے ہم مثل۔ اواور آل حجام نہیں کہتے۔

فرعون۔ عمالقہ کے ہر بادشاہ کا لقب تھا۔ جیسا قیصر، رومی بادشاہوں کا۔ کسریٰ، فارس کے بادشاہوں کا۔

سوم کا مفہوم:

يَسُوْمُوْنَكُمْ : (وہ تمہیں تکالیف دیتے) یسومونکم یہ آل سے حال ہے۔ تمہیں تکالیف دیتے یہ سامه خسفا سے ہے جبکہ ظلم سے اس کا والی بنے۔ اور اس کا اصل سام السلعة سے ہے۔ جب اس کو طلب کرے۔ گویا یہ یبغونکم کے معنی ہیں یعنی تمہارے لیے طلب کرتے۔

سوءعذاب کی مراد:

سُوْٓءَ الْعَذَابِ : (سخت عذاب) وہ برے عذاب کا تمہارے خلاف ارادہ رکھتے۔

مساومة البيع : زائد کرنا یا بڑھانا یا ایک دوسرے سے مطالبہ کرنا۔

نحو : سوء مفعول ثانی ہے برا عذاب تاکہ تمہیں سزا دیں۔ یہ سیٔ کا مصدر ہے کہا جاتا ہے۔ اعوذ باللّٰہ من سوء الخلق و سوء الفعل۔ میں برے اخلاق اور برے فعل سے پناہ چاہتا ہوں۔ مراد اخلاق و فعل کی برائی ہے۔ اور معنی سوء العذاب۔ سخت رسوا کن عذاب ہے۔ کیونکہ عذاب تو سب ہی برے ہیں۔

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ : (وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے) یہ یسومونکم کا بیان ہے۔ اسی لیے حرف عطف نہیں لائے۔

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ : (وہ تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے) تمہاری بیٹیوں کو خدمت کے لیے زندہ چھوڑتے۔ انہوں نے یہ اس لیے کیا کیونکہ کاہنوں نے فرعون کو ڈرایا۔ کہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے سبب تیرا ملک چلا جائیگا جیسا کہ نمرود کو انہوں نے ڈرایا۔ مگر ان کی تحفظ کی کوشش ناکام رہی۔ اور وہ ہو کر رہا۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ

اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو نجات دے دی، اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا اس حال میں کہ

تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾

تم دیکھ رہے تھے۔

وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ : (اوراس میں آزمائش تھی) مشقت۔ جبکہ مشارالیہ فرعون کی حرکت ہو۔ اور مشارالیہ انجاء ہو۔ تو بلاء کا معنی نعمت ہے۔

مِّنْ رَّبِّكُمْ : (تمہارے رب کی طرف سے) یہ بلاء کی صفت اول ہے۔

عَظِيْمٌ ! : (بڑی) یہ صفت دوم ہے۔

وَاِذْ فَرَقْنَا : (جب ہم نے پھاڑ دیا تمہارے لئے سمندر کو) بعض کو بعض سے جدا کر دیا۔ یہاں تک کہ راستے بن گئے

فَرقنا : یہ شد کے ساتھ پڑھا گیا۔ ہم نے جدا کیا کہا جاتا ہے اس نے دو چیزوں میں جدائی کر دی اور چیزوں میں تفریق کر دی۔ کیونکہ راستے بارہ تھے۔ جتنی قبائل بنی اسرائیل کی تعداد تھی۔

بِكُمُ الْبَحْرَ : (تم پر سمندر کو) وہ ان پر چل رہے تھے۔ اور تمہارے چلتے ہوئے پانی الگ الگ تھا۔ گویا ان کے ساتھ پھاڑا یا ہم نے تمہارے سبب سے پھاڑا۔ یا ہم نے پھاڑا اس حال میں کہ وہ تمہارے ساتھ متلبس تھا۔ اس صورت میں یہ حال بنے گا۔

روایت میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ ہمارے ساتھی کہاں ہیں؟ ہم جب تک ان کو دیکھ نہ لیں۔ راضی نہ ہونگے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ کہ اپنی لاٹھی کو اسی طرح کہو۔ آپ نے دیواروں پر مار کر یہ کہا۔ پس اس میں روشن دان بن گئے۔ پس وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے کی باتیں سنتے جا رہے تھے۔

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ : (پس ہم نے تمہیں نجات دی اور ڈبو دیا آل فرعون کو اس حال میں کہ تم دیکھ رہے تھے) اور مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کرتے تھے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

اور جب وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے ان کے بعد بچھڑے کو معبود

بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

بنا لیا اور تم ظلم کرنیوالے تھے، پھر ہم نے اس کے بعد تم سے درگزر کر دیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

تاکہ تم شکرادا کرو۔ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کرنے والی چیز دے دی تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی : (جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا) کیونکہ وہ وعدہ وحی سے تھا۔ اور وہ طور پر آنے کا تھا۔
وٰعَدْنَا : جہاں تک میری تحقیق ہے۔ بنی اسرائیل مصر میں ہلاکت فرعون کے بعد داخل نہ ہوئے اور اس وقت ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ جس کی طرف رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا۔ وہ ان پر تورات اتاریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کیا۔ ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اور فرمایا۔ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً : کیونکہ مہینہ کی ابتداء راتوں سے ہوتی ہے۔ اور چالیس راتیں۔

نحو : اَرْبَعِیْنَ یہ وعدنا کا مفعول ثانی ہے ظرف نہیں ہے۔ اس لیے اس کا معنی چالیس راتوں میں نہیں ہے (فی اربعین لیلۃ)

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ : (پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو) اتخذتم کا مفعول ثانی حذف کر دیا۔ اس کے باب میں مکی اور حفص کے نزدیک اظہار ہے۔

مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) طور پر جانے کے بعد

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ : (اور تم ظالم تھے) اور تم ظالم تھے اس لیے کہ تم نے عبادت کا مستحق اسکے سواء دوسرے کو قرار دیا۔

نحو : یہ جملہ حال ہے یعنی تم نے اس کی عبادت کی اس حال میں کہ تم ظلم کرنے والے تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ : (پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا) ہم نے تمہارے گناہ تم سے مٹا دیئے۔

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ : (اس کے بعد) یعنی تمہارے بچھڑا بنانے کے بعد

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : (تاکہ تم نعمت کا شکریہ ادا کرو) یعنی معاف کرنے کی نعمت کا شکریہ ادا کرو۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ : (اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور معجزات دیئے)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ط

لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سو اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے پیدا کرنیوالے کے نزدیک

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٤﴾

پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے، اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

فرقان کا معنی :

نمبر۱: یعنی وہ کتاب منزل اور فرقان ہونے میں جامع تھی۔ وہی تورات حق و باطل میں فرق کرنے والی تھی۔ اس کی نظیر یہ جملہ ہے رأیت الغیث واللیث یعنی میں نے ایسے آدمی کو دیکھا جو سخاوت و جرأت کا جامع تھا۔

نمبر۲: تورات اور دلیل مراد ہے جو کفر و ایمان میں فرق کرنے والی تھی عصا۔ ید بیضا و دیگر آیات۔

نمبر۳: شریعت جو حلال و حرام میں فرق کرنے والی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ الفرقان سمندر پھٹنے کو یا وہ مدد جس نے ان کے اور ان کے دشمنوں میں جدائی کر دی۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ : (تا کہ تم ہدایت پاؤ) یہاں لَعَلَّ کَیْ کے معنی میں ہے۔

قوم سے مراد:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) قوم سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی۔

يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ : (اے میری قوم بے شک تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا)

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ : (بسبب تمہارے بنا لینے بچھڑے کو) معبود۔

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ : (پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو)

البارى : وہ ذات جس نے مخلوق کو فرق سے بری بنایا۔ جو ان کو بچھڑے کی عبادت کی طرف لے جاتے جو غباوت و بلادت میں ضرب المثل ہے۔

(فيه لغباوة العابدين للعجل)

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے، جب تک کہ ہم اللہ کو علانیہ طور پر نہ دیکھ لیں، سو پکڑ لیا تم کو کڑک نے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اورحال یہ تھا کہ تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، پھر ہم نے تم کو زندہ اٹھا دیا تمہاری موت کے بعد، تاکہ تم شکر ادا کرو

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا، اور ہم نے تمہارے اوپر من اور سلویٰ نازل کیا، جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس میں سے پاکیزہ

مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا اپنی ہی جانوں کا نقصان کیا کرتے تھے

قتل کا مفہوم:

فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ : (تم اپنے نفسوں کو قتل کرو)

نمبرا: کہا گیا کہ یہ ظاہر پر ہے اور وہ غصہ اور غم سے قتل کرنا ہے۔

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا۔ جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہ کی تھی۔ ان کو حکم دیا۔ کہ بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کریں۔ پس ستر ہزار قتل ہوئے۔

ذٰلِكُمْ : (یہ) یعنی توبہ اور قتل

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ : (تمہارے رب کے ہاں بہت بہتر ہے) گناہ پر اصرار کرنے سے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ : (پس اس نے تم پر توجہ کی پس بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا) وہ قبول توبہ سے فضل فرمانے والا ہے خواہ یہ کثرت سے بار بار ہی ہو۔

الرَّحِيْمُ : (وہ نہایت مہربان ہے) گناہ معاف کرتا ہے خواہ کتنا بڑا ہو۔

تین فاء:

پہلا فاء سبب کے لیے ہے کیونکہ ظلم توبہ کا سبب ہے۔

اور دوسرا فاء تعقیب کے لیے ہے۔ اس لیے معنی یہ ہوگا۔ توبہ کا عزم کرو۔ پس اپنے نفسوں کو قتل کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قتل النفس مقرر فرمائی۔

اور تیسرا فاء شرط محذوف سے متعلق ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ فان فعلتم اگر تم نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً : (جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ دیکھ لیں سامنے)

جهرة : آنکھوں سے دیکھیں۔ نمبرا نحو : یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا قرفصا کا لفظ جلوس کے فعل سے ای جلس قرفصا۔

نمبر۲: یا نَرٰی سے حال ہے یعنی ذوی جهرة۔ ایسا دیکھنا جو کہ ظہور والا ہو۔

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ : (پس تمہیں کڑک نے پکڑ لیا) نمبرا: یعنی موت

نمبر۲: یہ کہا گیا کہ آگ آسمان کی طرف سے آئی اس نے ان کو جلایا۔ روایت کیا گیا کہ جبل طور کی طرف جاتے ہوئے جن ستر ۷۰ افراد نے یہ مطالبہ کیا اور ان کو کہنے لگے ہم نے ان کی طرح بچھڑے کی عبادت نہیں کی پس آپ اللہ کی ذات ہمیں آنکھوں سے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے خود یہ سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر نہ دیکھ لیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر صاعقہ بھیج دیا۔ جس نے ان کو جلا دیا۔

دلیل معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت سے نفی رؤیت باری تعالیٰ ثابت کرنے کی کوشش کی دلیل یہ دی کہ اگر یہ جائز ہوتی تو جائز الثبوت پر ان کو سزا نہ دی جاتی؟

وجوہ سزا:

جواب نمبرا: ان کو سزا تو انکار کے سبب ملی۔ اس لیے کہ ان کا قول انك رأيت الله فلن نؤمن لك حتّٰى نرى الله جهرة۔ ان کی طرف سے کفر و انکار تھا۔

نمبر۲: اس لیے بھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ظہور معجزات کے بعد ایمان سے لوٹ رہے تھے۔ جب تک وہ اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان ظہور معجزات کے بعد لازم ہے ان سے نئی نشانیاں طلب کرنا جائز نہیں۔

نمبر۳: اور اس لیے بھی کہ انہوں نے رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سوال نہ کیا تھا۔ بلکہ محض تعنت و عناد کی خاطر سوال کیا تھا۔ (جس پر سزا ملنی ضروری تھی)

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ : (اور تم اس صاعقہ کو دیکھ رہے تھے) جب وہ اتری۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ : (پھر ہم نے تمہیں اٹھایا) ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ اس کا اصل اثار یثیر اثارةً سے ہے (اٹھانا)

مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : (تمہاری موت کے بعد تا کہ تم احسان مانو) موت کے بعد اٹھائے جانے کے انعام کا۔

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا

اور جب ہم نے کہا داخل ہو جاؤ اس بستی میں سو کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو خوب اچھی طرح، اور داخل ہو جاؤ

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

دروازہ میں جھکے ہوئے، اور یوں کہو کہ ہم گناہوں کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور نیکو کاروں کو اور زیادہ دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

سو بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو اس بات کے علاوہ جوان سے کہی گئی تھی سو ہم نے نازل کر دیا ان لوگوں پر آسمان سے عذاب

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ : (ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کر دیا) ہم نے بادلوں کو تمہیں سایہ کرنے والا بنا دیا یہ میدان تیہ کا واقعہ ہے بادل کو ان کے کام میں لگا دیا۔ کہ ان کے چلنے پر ساتھ چلیں۔ اور دھوپ سے ان پر سایہ کریں۔ اور رات کو روشنی کے ستون اترتے جن کی روشنی میں چلتے۔ ان کے کپڑے میلے نہ ہوتے۔ اور نہ پرانے ہوتے۔

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى : (اور اتارا تم پر من وسلویٰ) ترنجبین وہ طلوع شمس کے وقت برف کی طرح ان پر اترتا۔ ہر انسان کے لیے ایک جیسا ہوتا۔

السلوٰی : جنوبی ہوا سے اللہ تعالیٰ ان پر سلویٰ پرندے بھیجتا۔ وہ بٹیر ہے' پھر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق ذبح کر لیتا۔ اور ہم نے کہا۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ : (تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ)۔ تم لذیذ یا حلال چیزیں کھاؤ۔

مَا رَزَقْنٰكُمْ : (جو ہم نے تمہیں دیں)

وَمَا ظَلَمُوْنَا : (انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا)۔ پس ظلم کیا اس طرح کہ ان نعمتوں کی ناشکری کی۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ : (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے)

نحو : اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ کا مفعول ہے اور وہ کان کی خبر ہے۔

تفسیر آیت : ۵۸ :

وَاِذْ قُلْنَا : (اور جب ہم نے کہا) ہم نے میدان تیہ سے نکلنے کے بعد کہا۔

اُدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ۔ (تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ) یعنی تم بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ۔ یا اریحا میں۔
القریہ۔ اس بات پر اتفاق ہے یہ قریت سے ہے اس لیے کہ بستی لوگوں کو جمع کرتی ہے تیہ کے بعد ان کو داخلے کا حکم ملا۔
فَكُلُوْا مِنْهَا : (تم اس میں سے کھاؤ) تم بستی کے غلہ جات اور پھل کھاؤ۔
حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَداً۔ : (جہاں سے چاہو بافراغت)
وَّادْخُلُوا الْبَابَ : (اور دروازے میں داخل ہو) باب القریہ: الباب سے مراد بستی کا دروازہ یا باب قبہ مراد ہے۔ جس کی طرف وہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے۔ البتہ باب قریہ میں ان کی زندگی میں داخل ہوئے۔
سُجَّدًا : (سر جھکائے) یہ حال ہے اور ساجد کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کا حکم شکریہ کے طور پر دروازے تک پہنچنے کے وقت ہوا یعنی اس کی بارگاہ میں تواضع کرتے ہوئے۔

تفسیر حِطَّة:

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ : (تم حطة کہو) نحو : حطة یہ فعلة کا وزن ہے الحط سے جیسا جلسة۔
نمبر ۱: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی مسئالتنا حطة یا امرك حطة۔ ہمارا سوال گناہ مٹانے کا ہے یا
نمبر ۲: آپ کا حکم بخشش کرنا ہے۔

اصل نصب ہے اور اس کو اس طرح بھی پڑھا گیا۔ حط عنا ذنوبنا حطة۔ ہمارے گناہ ہم سے مٹا دے مٹانا یہ مرفوع اس لیے لائے تاکہ اثبات کا معنی دے۔ یہ بھی کہا گیا۔ اس کا معنی امرنا حطة ہے یعنی یہ کہ ہم اس بستی میں اتریں اور اس میں قرار اختیار کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حطة بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ : (ہم تمہاری غلطیاں بخش دیں گے) خطایاکم جمع خطیئة وہ گناہ کو کہتے ہیں۔ (مدنی نے يُغْفَرْ) اور شامی نے (تُغْفَرْ) پڑھا۔

اضافہ کا مطلب:

وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ : (عنقریب زیادہ دیں گے مخلصوں کو) یعنی جو تم میں سے مخلص ہو تو یہ کلمہ اس کے ثواب میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ اور جو گناہ گار ہوگا اس کے لیے توبہ و بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

بدلنے کی تشریح:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ : (پس بدل دیا ظالموں نے بات کو اور بات سے جو ان کو کہی گئی تھی) اس میں حذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِالَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ پس بدل دیا ظالموں نے اس کہی ہوئی بات کو اور بات سے جو کہی گئی تھی ان کو۔

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ

عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي

نکلے۔ ہر جماعت نے اپنے اپنے پینے کی جگہ جان لی، کھاؤ اور پیو، اللہ کے رزق سے اور مت خرابی کرو

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٦٠

زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

پس بدل یہ ایک مفعول کی طرف متعدی بنفسہٖ ہے اور دوسرے مفعول کی طرف باء سے متعدی ہوگا جو باء کے ساتھ ہے وہ متروک ہے۔ اور جو باء کے بغیر ہے وہ موجود ہے یعنی حطة کی جگہ اور بات کو رکھا یعنی ان کو حکم تو اس بات کا تھا جس سے توبہ واستغفار ہو مگر انہوں نے اس کی مخالفت ایسی بات سے کی جس کا معنی وہ نہ تھا جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ حطة کی بجائے حنطة کہا۔

اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ انہوں نے قبطی زبان میں کہا۔ حطا سمقا ثا یعنی سرخ گندم۔ انہوں نے اس ارشاد الٰہی کا مذاق اڑایا۔ جو ان سے کہا گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس سے منہ موڑ کر اپنا پسندیدہ سامان دنیا طلب کیا

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا : (پس ہم نے ظالموں پر عذاب اتارا)۔ رجز یعنی عذاب۔ الذین ظلموا کا کلمہ دوبارہ لاکر ان کے معاملے کی شدید قباحت کا اظہار مقصود ہے۔ اور اسی بات کا اعلان ہے کہ ان پر عذاب ان کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے اترا۔

مِّنَ السَّمَآءِ : (آسمان سے) یہ رجز کی صفت ہے (رجز نازل من السماء)

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : (بسبب اس کے کہ وہ فسق کرتے تھے) یعنی ان کے فسق کے سبب روایت میں ہے۔ کہ ایک گھڑی میں ۲۴ ہزار آدمی طاعون کا شکار ہوگئے۔ بعض نے ستر ہزار کہا ہے۔

تفسیر آیت: ٦٠

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا) واذ موضع نصب میں ہے گویا اصل اس طرح ہے واذکروا اذ استسقٰی یعنی انہوں نے استدعا کی کہ ان کی قوم کو سیراب کیا جائے۔

پتھر سے مراد کونسا:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ : (پس ہم نے کہا تم اپنا عصا پتھر پر مارو) ان کو تیہ میں پیاس لگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی کی درخواست کی۔ جس پر انہیں حکم ملا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی ماریں۔ اس میں لام عہد کا ہے اس سے مقررہ پتھر مراد ہے۔ روایت

میں آیا یہ طور کا پتھر تھا۔جس کو اپنے ساتھ لائے تھے۔اور مربع پتھر تھا۔جس کی چار طرفیں تھیں۔ ہر طرف سے تین چشمے چلتے تھے ہر قبیلے کیلئے ایک چشمہ تھا۔ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔اور لشکر گاہ کی وسعت بارہ میل تھی یا الف لام جنس کا ہے یعنی اس شئی کو مارو جس کو پتھر کہتے ہیں۔یہ دلیل میں ظاہر اور قدرت میں واضح تر ہے۔

فَانۡفَجَرَتۡ : (پس پھوٹ پڑے بارہ چشمے) یہ محذوف سے متعلق ہے یعنی فضرب فانفجرت یعنی کثرت سے بہنے لگا۔یا فان ضربت فقد انفجرت۔پس اگر تو مارے گا۔پس اس سے جاری ہو جائیں گے۔اس صورت میں فاء فصیحیہ ہے جو کلام بلیغ میں ہوتی ہے۔

مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا : (اس سے بارہ چشمے) قبیلوں کی تعداد کے مطابق۔عَشۡرَةَ کی شین پر کسرہ اور فتح پڑھا گیا ہے۔یہ دو لغتیں ہیں۔عیناً یہ تمیز ہے۔

قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ : (تحقیق جان لیا ہر قبیلے نے) اناس سے مراد قبیلہ ہے۔

مَّشۡرَبَهُمۡ : (اپنا اپنا گھاٹ) انکا وہ چشمہ جس سے وہ پیتے ہیں۔

كُلُوۡا : (کھاؤ) اور ہم نے ان کو کہا تم من وسلوی کھاؤ۔

وَاشۡرَبُوۡا : (اور پیو)۔چشموں کا پانی پیو۔

مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کے رزق سے) یعنی وہ تمام رزق جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔

وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ : (اور تم زمین میں فساد مت مچاؤ) یعنی تم اس میں فساد نہ کرو۔العیثٓ: سخت فساد۔

مُفۡسِدِيۡنَ : (فساد کرنیوالے) یہ مؤکد حال ہے یعنی تم اپنے فساد میں درازی مت اختیار کرو۔وہ اپنے فساد میں درازی اختیار کرنے والے تھے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے دعاء کیجئے وہ ہمارے لئے ان چیزوں میں سے نکال

لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ

دے جن کو زمین اگاتی ہے۔ اس کی سبزی اور کھیرا اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ تم بدلتے ہو اس چیز کو جو گھٹیا ہے اس چیز کے بدلہ میں جو خیر ہے؟ اتر جاؤ کسی شہر میں،

مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

سو بے شک تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے سوال کیا۔ اور مار دی گئی ان لوگوں پر ذلت اور مسکنت اور مستحق ہو گئے غصہ کے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا

جو اللہ کی طرف سے تھا، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ٧ ع ٢ ٧

یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھتے تھے۔

طعام واحد کا مطلب:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ : (اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے) تیہ میں ان کو من وسلوٰی کا رزق دیا گیا۔ مگر انہوں نے کہا طعام واحد ایک کھانے پر حالانکہ وہ دو کھانے تھے۔ کیونکہ انہوں نے واحد سے مراد ایسا کھانا لیا۔ جو نہ بدلے بلکہ ایک ہی رہے۔ اگر کسی آدمی کے دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے ہوں اور ہر روز ان پر وہ مداومت کرے۔ تو کہا جاتا ہے۔ لا یا کل فلان الاطعامًا واحدًا۔ فلاں تو ایک ہی کھانا کھاتا ہے واحد سے مراد وحدت ہے کہ ایک جیسا کھانا مختلف اور تبدیل نہیں کرتا۔ یا مراد ایک قسم کے مانوس کھانے یعنی ساگ دالیں وغیرہ تھیں۔

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ : (تو دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے) یعنی تم اس سے سوال کرو۔ اور کہو وہ ہمارے لیے نکال دے۔

یُخْرِجْ لَنَا : (وہ نکال دے ہمارے لیے) یعنی ہمارے لیے ظاہر کردے۔ ایجاد کردے۔

بقل کی تفسیر:

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا : (ان چیزوں سے جن کو زمین اگاتی ہے جیسے سبزیاں) وہ سبزیاں جو زمین سے اگتی تھیں۔ مراد

اس سے عمدہ ساگ، پودینہ، ککڑی پیاز وغیرہ ہیں۔ایسی چیزیں جو عموماً لوگ کھاتے ہیں۔
وَقِثَّآئِهَا : (کھیرا) یعنی کھیرا۔
وَفُوْمِهَا : (گندم) وہ گندم یا لہسن ہے۔قراءت عبداللہ بن مسعود میں ثُومها آیا ہے۔
وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی : (اور دالیں اور پیاز کہا کیا تم بدلے میں وہ مانگتے ہو جو کہ حقیر ہے) جو مرتبہ میں نزدیک تر اور مقدار میں حقیر تر ہے۔دنو اور قرب کے الفاظ سے قلت مقدار کی تعبیر کی جاتی ہے۔
بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ : (اس کے بدلے جو کہ بہت بلند ہے) اعلیٰ مرتبے والی۔
اِهْبِطُوْا مِصْرًا : (کسی بھی شہر میں اتر جاؤ) تیہ سے اتر جاؤ۔تیہ کا علاقہ بیت المقدس سے قنسرین تک ہے اور یہ ۳۶×۲۴=۸۶۴ مربع میل کا علاقہ ہے۔
نمبر۲: فرعون کے مصر میں چلے جاؤ۔
نحو : مصرًا کا لفظ منصرف لائے حالانکہ دوسبب موجود ہیں۔یعنی تانیث وعلمیت اس لیے کہ مراد شہر ہے یا درمیانہ حرف نوح ٗلوط کی طرح ساکن ہے حالانکہ ان دونوں میں بھی علم ٗعجمیت پائی جاتی ہے۔
فَاِنَّ لَكُمْ : (پس بے شک تمہارے لیے) یعنی اس میں۔
مَّا سَاَلْتُمْ : (جوتم نے مانگا) پس جو تم نے مانگا وہ تو شہروں میں پایا جاتا ہے۔تیہ میں نہیں۔

تسلطِ ذلت :

وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ : (ان پر ذلت و مسکنت ثبت کر دی گئی) ذلت وفقر یعنی ذلت کو۔نمبرا: ان پر طاری کیا گیا۔وہ ذلت کے تحت اسی طرح ہو گئے جیسے کوئی لگے ہوئے خیمے کے نیچے ہوتا ہے۔نمبر۲: یا چمٹا دی گئی ان پر ذلت یہاں تک کہ اس نے ان کو لازم پکڑ لیا جیسے چپکنے والی چیز ہوتی ہے۔جیسے دیوار پر مٹی ماریں تو چمٹ، چپک جاتی ہے۔یہود ذلیل، خوار اور مسکینی اور فقر والے ہیں۔خواہ حقیقۃً ہوں یا وہ بتکلف فقر اور حقارت ظاہر کرنے والے ہیں۔کہ کہیں ان پر جزیہ دوگنا نہ کر دیا جائے۔
قراءت: عَلَیْهِمُ الذلّة۔نمبرا۔حمزہ وعلی نے اسی طرح دونوں پر ضمہ پڑھا ہے۔اور ہر وہ لفظ جس میں ھا سے قبل یا ساکنہ ہو وہ اسی طرح پڑھا جائے گا۔
نمبر۲: ابوعمرو نے ھا اور میم کے کسرہ سے پڑھا علیهِمِ الذلة۔
نمبر۳: بقیہ قراء نے ھا کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا۔عَلَیْهِمُ
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ : (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا غضب کمایا) نمبرا۔باء کا لفظ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں باء فلان بفلان جبکہ وہ اس لائق ہو کہ اس کو اس کے برابر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے یہودیت اختیار کی، اور نصاریٰ اور صابئین، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے سو ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾

رنجیدہ ہوں گے۔

معنی آیت:

اب معنی آیت یہ ہوا۔ وہ اس کے غضب کے حق دار بن گئے۔

نمبر۲: کسائی کہتے ہیں باء کا معنی رجع ہے وہ اس کا غصہ لیکر لوٹے۔

ذٰلِكَ : (یہ) اس کا مشار الیہ۔ ضرب، ذلت مسکنت اور غضب کا حقدار ہونا۔

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ : (یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے اور انبیاء کو قتل کرتے رہے) قراءت۔ نافع نے النبیئین کو ہمزہ سے پڑھا۔ اسی طرح اس کے تمام باب میں پڑھا جائے گا یعنی یہ نتائج بسبب کفر اور قتل انبیاء علیہم السلام کے تھے۔ یہود نے حضرت شعیاء، زکریا، یحیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم کو قتل کیا۔

النبی کی تحقیق:

النبی کا لفظ النبأ سے ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ یہ فعیل بمعنی مُفعِل یا مُفعَل ہے یا نبا یعنی بلند النبوۃ بلند مکان کو کہتے ہیں۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ : (ناحق) یعنی یہ ناحق تھا ان کے ہاں بھی اس لیے کہ اگر وہ انصاف کرتے تو وہ کوئی ایسی چیز ذکر کر سکتے تھے۔ جس سے ان کو قتل کا حقدار قرار دے سکیں۔

نحو : یہ یقتلون کی ضمیر فاعلی سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی یقتلو نهم مبطلین وہ ان کو قتل کرتے اس حال میں کہ وہ باطل حرکت کرنے والے تھے۔

نمبرا۔ ذٰلِكَ : (اس میں) اشارہ تکرار سے لائے۔

حدود سے تجاوز:

بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ : (اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ تھے حد سے بڑھنے والے) اس سبب سے کہ وہ قسم

قسم کے گناہوں میں مبتلا تھے۔اور ہر چیز میں حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے اور انبیاء کو قتل کرنے والے تھے۔

دوسرا قول: یہ بھی کہا گیا کہ مراد اس سے ہفتے کے بارے میں ان کا حد سے گذرنا تھا۔

تیسرا قول: اور یہ بھی درست ہے کہ ذٰلک کا مشار الیہ کفر، قتل انبیاء کو قرار دیا جائے۔اس طرح کہ یہ جرأت ان میں نافرمانی اور حد سے گذرنے کی بناء پر پیدا ہوئی۔اس لیے کہ وہ ان دونوں باتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے ان میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کے دل سخت ہو گئے جس پر انہوں نے انکار آیات اور قتل انبیاء کی جسارت کی۔

چوتھا قول: ذٰلك کا مشار الیہ کفر اور قتل ہے جن کے ساتھ مسلسل نافرمانی ان میں پائی جاتی تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : (بے شک جو لوگ ایمان لائے) یعنی دلوں کی موافقت کے بغیر صرف زبانوں سے ایمان لائے اور وہ منافقین ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هَادُوْا : (اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے) یعنی یہودیت اختیار کی۔کہا جاتا ہے ھاد، یہود، تہود، ھائد جب کوئی یہودیت میں داخل ہو جائے۔ھائد کی جمع ھود ہے۔

نصرانی کی وجہ:

وَالنَّصٰرٰى : (اور نصاریٰ ہوئے) نصاریٰ جمع نصران جیسے ندمان وندامیٰ کہا جاتا ہے رجل نصران وامراة نصرانة۔نصرانی مرد، نصرانی عورت۔نصرانی میں یا مبالغہ کے لیے ہے۔جیسے احمری میں ان کو نصاریٰ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی مدد کی۔

وَالصّٰبِئِيْنَ : (اور صابی ہوئے) جو کسی مشہور دین سے نکل کر کسی غیر معروف دین میں چلے جائیں۔جب کوئی دین سے نکلے تو کہتے صبا فلان۔

نمبر ۱: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہودیت ونصرانیت سے رخ موڑا اور فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔

نمبر ۲: یہ کہا گیا کہ یہ زبور پڑھتے تھے۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ : (جو ان میں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لایا) ان کفار میں سے جو خالص ایمان لایا۔

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ : (اور اس نے نیک عمل کیا پس ان کا بدلہ) اجرھم کا معنی انکا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ : (ان کے رب کے ہاں) یعنی آخرت میں

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ : (اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے)

نحوی لطائف:

نحو: نمبر ۱: اگر من امن کو مبتداء اور فلهم اجر هم خبر بناؤ تو من امن محل رفع میں ہوگا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جب ہم نے لے لیا تمہارا عہد اور اٹھا دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو قوت کے ساتھ جو کچھ ہم نے تم کو دیا اور یاد کرو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ پھر اس کے بعد تم نے روگردانی کی، سو اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

اور اس کی رحمت تو ضرور تم تباہ کاروں میں سے ہو جاتے۔

نمبر۲: اور اگر اس کو اسم انّ ومعطوف علیہ کا بدل مانیں تو منصوب ہے۔ پہلی صورت میں انّ کی خبر اسی طرح جملہ ہوگا۔ دوسری صورت میں **فلھم** اس کی خبر ہے اور فاء اس لیے لائی گئی کیونکہ من شرط کے معنی کو شامل ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ : (جب ہم نے تم سے میثاق لیا) یعنی تورات کی تمام باتیں قبول کرنا۔

رفع طور:

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ : (اور طور کو تم پر بلند کیا) جبل طور۔ یہاں تک کہ تم نے قبول کر کے پختہ وعدہ دے دیا۔

واقعہ: اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام الواح لیکر آئے تو اس میں بنی اسرائیل نے پابندیاں اور مشکل اعمال پائے۔ جوان پر گراں گزرے۔ پس انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے طور کو جڑ سے اکھاڑا اور اٹھا کر ان کے اوپر سائبان کی طرح کر دیا۔ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اگر تم قبول کرتے ہو (تو ٹھیک) ورنہ طور کو تم پر پھینکا جائے گا۔ پس انہوں نے قبول کر لیا۔ تو ہم نے انہیں حکم دیا۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ : (جو ہم نے دیا اس کو مضبوط پکڑو) یعنی کتاب تورات۔

بِقُوَّةٍ : (مضبوطی کے ساتھ) کوشش و پختہ ارادے سے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ : (اور یاد کرو جو اس میں ہے) یعنی یاد کرو جو کچھ کتاب میں ہے اور کتاب کو پڑھو اور نہ بھلاؤ اور نہ غفلت اختیار کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : (تاکہ تم متقی ہو جاؤ) اس امید سے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ : (پھر تم نے منہ موڑا) یعنی پھر تم نے میثاق اور وفاداری سے منہ موڑا۔

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ : (اس کے بعد) قبول کر لینے کے بعد

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

اور البتہ تحقیق تم نے ان لوگوں کو جان لیا جنہوں نے سنیچر کے دن میں زیادتی کی، سو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر

خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً

ذلیل! پھر ہم نے اس کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے۔ اور جو بعد میں آنیوالے تھے۔ اور نصیحت بنا دیا

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

ڈرنے والوں کے لئے۔

فضل ورحمت:

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ : (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت نہ ہوتی) **نمبر ۱**۔ یعنی عذاب کو مؤخر کر کے **نمبر ۲**: یا تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت نہ ہوتا۔

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ : (تو تم نقصان میں پڑ جاتے) یعنی تم عذاب سے ہلاک ہو جاتے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ : (تحقیق تم نے جانا) یعنی تم نے پہچانا۔ عَلِمَ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے۔

الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ : (ان کو جنہوں نے ہفتے کے سلسلہ میں حد سے زیادتی کی)

سبت کی تشریح:

السبت یہ مصدر ہے سبتِ الیہود کا جبکہ وہ ہفتے کی تعظیم کریں۔ یہود اس میں حد سے گذر گئے اور تجاوز کر گئے وہ اس طرح کہ ان کو عبادت کے لیے ہفتے کو خالی رکھنے کا حکم کیا۔ اور اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس دن شکار میں مشغول ہو گئے حالانکہ ان کو اس دن شکار سے منع کیا گیا تھا۔ پھر ان کی آزمائش مزید اس طرح کی کہ سمندر میں کوئی ایسی مچھلی نہ تھی جو ہفتے کے دن اپنا منہ پانی سے نہ نکالتی ہو۔ جب ہفتہ گذر جاتا تو منتشر ہو جاتیں۔ انہوں نے سمندر کے کنارے حوض بنا لیے اور ان کی طرف نالیاں چلا دیں۔ مچھلیاں ہفتے والے دن ان میں داخل ہوتیں کیونکہ وہ شکار سے محفوظ تھیں۔ پس وہ سمندر سے نکلنے والی نالیوں میں بند لگا دیتے اور اتوار کو شکار کر لیتے۔ یہ حوضوں میں روکنا ہی ان کا حد سے گذرنا تھا۔

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ : (پس ہم نے انہیں کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ) پس ہو جاؤ یعنی ہماری تکوین سے

نحو :قردة خاسئين۔ یہ کان کی خبر ہے یعنی تم بندر اور ذلت ہر دو کو جمع کرنے والے بنو۔

فَجَعَلْنٰهَا : (پس ہم نے کر دیا اس واقعہ کو عبرت) مسخ کو

نکالاً : (عبرت) اس کے لیے جو عبرت حاصل کرے۔ اس کو روکے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ کہنے لگے کیا تو ہمارا

هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۞67 قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

مذاق بناتا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں، وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان

لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ

کر دے کہ وہ بیل کیسا ہو، موسیٰ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو بوڑھا نہ ہو اور بالکل جوان بھی نہ ہو ان دونوں کے

ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۞68

درمیان ہو، سو تم اس پر عمل کر لو جس کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا : (موجودہ لوگوں کے لیے) پہلوں کے لیے

وَمَا خَلْفَهَا : (اور آئندہ لوگوں کے لیے) بعد والی امتوں اور بستیوں کے لیے کیونکہ ان کا مسخ پہلی کتابوں میں ذکر کر دیا گیا۔ پس انہوں نے اس سے عبرت حاصل کی اور جن پچھلوں کو یہ پہنچی انہوں نے عبرت حاصل کی۔

مراد متقی:

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ : (اور متقین کے لیے نصیحت) متقین سے مراد قوم کے وہ صالح لوگ جنہوں نے حد توڑنے سے روکا۔ یا ہر متقی کے لیے جوان کو سنے۔

ظروف کا حکم:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) یعنی تم یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یہ نعمتی پر معطوف ہے۔ (اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ) [سورۃ البقرہ آیت: ۴۰] گویا اس طرح ہوگا۔ ان ظروف میں جو گزرے۔ اذکرو انعمتی، اذکروا وقت انجینا ایاکم، اذکروا وقت فرقنا، اذکروا نعمتی، اذکروا وقت استسقاء موسیٰ ربه لقومه اور یہی حکم ان ظروف کا بھی ہے جو یہاں سے لیکر اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (البقرہ آیت نمبر ۱۲۴) تک آئیں گے کہ ان تمام میں اذکروا محذوف ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ : (بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں یہ کہ)

تَذْبَحُوْا بَقَرَةً : (کہ تم گائے ذبح کرو۔) تم ذبح کرو کوئی گائے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا

وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان فرمادے کہ اس بیل کا رنگ کیسا ہو موسیٰ نے کہا کہ بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ تیز رنگ کا پیلا بیل موجود ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کرتا ہو وہ کہنے لگے

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کہ تو اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر ہمارے لئے بیان فرمادے کہ اس بیل کی پوری کیا حقیقت ہے؟ بیشک بیلوں کے بارے میں ہم کو اشتباہ ہو رہا ہے اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي

پالیں گے موسیٰ نے کہا بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو صحیح سالم نکما نہ ہو گیا ہو۔ وہ نہ زمین کو پھاڑتا ہو اور نہ کھیتی کو سیراب

الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا

کرتا ہو اس میں ذرا کوئی دھبہ نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ اب تم نے ٹھیک طرح بیان کیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے وہ بیل ذبح کر دیا

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

اور حال یہ ہے کہ وہ ایسا کرنیوالے نہ تھے۔

علماء مفسرین نے فرمایا۔ قصہ کا اول حصہ تلاوت میں مؤخر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر:۷۲۔

حقیقتِ واقعہ:

واقعہ اس طرح تھا کہ ایک خوش حال آدمی جس کا نام عامیل تھا۔ اس کو اس کے چچا زاد بھائیوں نے جائداد کی خاطر قتل کر دیا تھا۔ اور شہر کے دروازے پر اس کی لاش پھینک دی۔ پھر اس کے خون کا مطالبہ لیکر آ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور میت کو گائے کے گوشت کا کوئی حصہ لگانے کا حکم دیا۔ اس سے وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دے گا۔

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا : (انہوں نے کہا کیا تو ہم سے مذاق کر رہا ہے؟) یعنی کیا تو ہمیں مذاق کی جگہ سمجھتا ہے یا مذاق والے سمجھتا ہے۔ یا تو ہمیں زیادہ استہزاء کی وجہ سے مجسمہ مذاق سمجھتا ہے۔

قراءت: هُزْءً ہمزہ اور زاء کے سکون کے ساتھ۔ حمزہ کے ہاں اور دونوں ضمہ اور واؤ کے ساتھ حفص کے ہاں هُزُوًا بقیہ قراء نے تثقیل اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ : (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں نادان بنوں) عیاذ اور لیاذ کے لفظ ہم معنی ہیں۔ ان اکون من الجاهلین۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر مذاق یہ جہالت وحماقت ہے۔ اس میں ان پر تعریض کی کہ تم نے میری

طرف استہزاء کی نسبت کر کے جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ : (انہوں نے کہا تو پوچھ ہمارے لیے اپنے رب سے کہ وہ بیان فرمادے کہ وہ کیسی ہو) اس میں گائے کی حالت اور صفت کے متعلق سوال ہے۔

ایک سوال و جواب:

سوال ما سے سوال تو جنس کے متعلق ہوتا ہے پھر اس سے وصف کے متعلق سوال کیونکر؟
جواب: کبھی کبھی ما کیف کی جگہ آتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انہوں نے مردہ گائے کے بارے میں تعجب کیا کہ جس کا بعض حصہ مردہ کو لگانے سے مردہ زندہ ہو جائے گا۔ پس انہوں نے اس عجیب حالت والی گائے کے متعلق سوال کیا۔ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ نام گائے کا ہوگا جنس کوئی اور ہوگی اس لیے ماھی سے سوال کیا۔
ترکیب: ھِیَ مبتداء ما اس کی خبر ہے۔

وجہ فارض:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ : (حضرت موسیٰ نے کہا وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی) فارض کا معنی۔ بوڑھی۔ اس کو فارض کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے عمر کو کاٹا ہے۔ اور اس کی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔
نحو: فارض مرفوع ہے اس لیے کہ یہ بقرہ کی صفت ہے۔
وَّلَا بِكْرٌ : (نہ بن بیاہی) جوان۔ اس پر عطف ہے
عَوَانٌ : (درمیان کی)۔ نصف عمر والی۔
بَيْنَ ذٰلِكَ : (ان کے درمیان) جوان اور بوڑھی کے درمیان۔
سوال: لا فارض ولا بکر فرمایا بین ذینک نہیں فرمایا اس کے باوجود کہ بین دو یا دو سے زیادہ کا تقاضا کرتا ہے۔
جواب: کیونکہ مراد بین ھذا المذکور ہے۔ اور وہ اسی عنوان سے یعنی ذٰلک کا مشار الیہ فارض وبکر ہے عمرین متعدد کا تقاضا کرتا ہے۔
قاعدہ: کبھی ضمیر اس میں اسم اشارہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں میں نے رؤبہ شاعر سے اس قول کے متعلق پوچھا۔

فیھا خطوط من سواد وبلق ☆ کانه فی الجلد تولیع البھق

اس میں سیاہ وسفید خطوط ہیں۔ گویا کہ چمڑے پر برص کے داغ ہیں۔
ضمیر سے مراد خطوط ہو تو کانھا اور اگر سواد بلق ہو تو کانھما۔ تو اس نے کہا میں نے کانہ سے کان ذاک مراد لیا۔
فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ : (پس تم کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا) یہ اصل میں تو مرون تھا۔ یا مرکم بمعنی مامور ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا۔ جیسے ضرب الامیر۔ اے مضروبہ

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَالَوْنُهَا : (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح سمجھا دے اس کا رنگ)

استفہام ونحو:

ما مرفوع ہے کیونکہ اس کا معنی استفہام کا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ادع لنا ربك يبين لنا اى شئ لونها تو ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح بتادے کہ کیا حقیقت ہے اس کے رنگ کی۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا : (حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ فرماتے ہیں بے شک وہ گہرے زرد رنگ کی ہو) الفقوع۔ انتہائی زرد۔ فاقع کا لفظ صفراء کی تاکید ہے یہ لونها کی خبر نہیں۔ مگر اس میں رنگ اتنا ہی بلند ہوا جتنا فاعل بلند ہوا۔ یعنی خوب زرد گائے۔ البتہ اس میں تذکیر وتانیث کا فرق نہیں۔ صفیراء فاقعہ اور صفراء فاقع دونوں درست ہیں۔ لونها کا لفظ لاکر تاکید کا فائدہ مقصود ہے کیونکہ لون ایک عارضی ہیئت کا نام ہے اور وہ زردی ہے گویا اس طرح فرمایا شدید الصفرة صفرتها کہ بہت زیادہ زرد ہے اس کی زردی اور یہ اس قول کی طرح ہے۔ جدّ جدّہ اس نے خوب درخوب کوشش کی۔

سرور کیا ہے؟

تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ : (دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہو) اپنے رنگ کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ السرور۔ نفع یا اس کی توقع کے موقعہ پر دل میں حاصل ہونے والی لذت کو کہتے ہیں۔

نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ من لبس نعلاً صفراء قَلّ همّهٗ

جس نے زرد جوتا پہنا اس کا غم کم ہوگیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تسر الناظرين وہ دیکھنے والے کو خوش کردے۔ گویا یہ سرور کی علامت ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ : (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے پوچھو کہ ہمیں اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ کس قسم میں ہے) یہ پہلے سوال کا تکرار ہے جو گائے کی حالت اور صفت کے متعلق مزید انکشاف کیلئے کیا گیا تا کہ اچھی طرح وضاحت ہوجائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر وہ کسی بھی گائے کو لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کے لیے کافی ہو جاتی۔ لیکن انہوں نے سختی کی پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کردی۔ (رواہ البزار، وابن ابی حاتم) اور کسی چیز کے پیچھے پڑ جانا نحوست ہے۔

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا : (بے شک گائے ہم پر مل جل گئی ہے) بلاشبہ درمیانی عمر اور زرد رنگ گائیں تو بہت ہیں پس ہمیں شبہ پڑ گیا ہے۔ (کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصد پورا ہوگا)

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ : (اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پانے والے ہونگے) اللہ نے چاہا تو ہم گائے ذبح کرنے کی طرف راہ پانے والے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم قاتل کے سلسلہ میں راہنمائی پالیں گے

نحو: ان شاء اللہ جملہ معترضہ ہے۔ جو اِنّ کے اسم وخبر کے درمیان واقع ہے

ان شاء اللہ کی برکت :

حدیث میں ہے اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے ابد الآباد تک اس گائے کا پتہ نہ پاتے۔ (ابن جریر بسند معضل)
قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ : (کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ایک گائے ہے نہ محنت والی نہ زمین) ذلول یہ بقرہ کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ بقرہ غیر ذلول یعنی محنت اور زمین میں جوتنے کا اسے عادی نہ بنایا ہو۔
وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ : (اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو) اور نہ وہ ان پانی کھینچنے والیوں میں سے ہو۔ جن سے کھیتوں کو پانی پلانے کا کام لیا جاتا ہے۔
نحو : پہلا لا نافیہ اور دوسرا پہلے کی تاکید کے لیے لایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ نہ اس سے زراعت کا کام لیا جاتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی پلایا جاتا ہو۔ اس طرح دونوں فعل ذلول کی صفت ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا وہ ہل چلانے اور پانی پلانے کی عادی نہ ہو۔
مُسَلَّمَۃٌ : (بے عیب ہو) وہ عمل کے اثرات اور عیوب سے پاک ہو۔

شیۃ کا مفہوم :

لَّا شِیَۃَ فِیْھَا : (نہ ہو داغ اس میں) دوسرے رنگ کا۔ یعنی اس کے رنگ میں زردی کے سواء دوسرے رنگ کا ایک دھبہ بھی نہ ہو وہ مکمل زرد ہو یہاں تک کہ اس کے سینگ اور کھر بھی۔
یہ اصل میں وشاہ وشیاً و وشیۃ کہتے ہیں۔ جب اس کے رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ ملا ہو۔
قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ : (وہ بولے ہاں اب تو لایا ٹھیک بات) وہ کہنے لگے اب تم نے گائے کی پوری تعریف بیان کر دی۔ اور اس کے سلسلہ میں کوئی اشکال نہیں رہا۔
قراءت : ابوعمرو کہتے ہیں۔ جِیْتَ اور اس کا باب بلا ہمزہ ہے۔
فَذَبَحُوْھَا : (پس انہوں نے اس کو ذبح کیا) پھر انہوں نے ایسی گائے حاصل کر لی جو ان تمام اوصاف کی جامع تھی۔ پھر اس کو ذبح کیا۔

تفسیر وما کادوا :

وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ : (اور وہ ایسا کرنے والے نہ تھے) نہ لگتے تھے کہ ایسا کریں گے۔ اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے یا قاتل کے ظاہر ہونے پر رسوائی کے خوف سے۔ روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک نیک آدمی کے ہاں ایک بچھڑی تھی۔ وہ اس کو درختوں کے جھنڈ میں لایا۔ اور چھوڑ کر کہنے لگا۔ اے اللہ اس کو میں تیری امان میں دیتا ہوں۔ اپنے بیٹے کے بڑا ہونے تک وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے والا تھا۔ پس گائے سلامت رہی۔ وہ سب سے بہترین موٹی گائے تھی۔ پس انہوں نے اس یتیم اور بیوہ کے ساتھ سودا کیا۔ یہاں تک کہ اس کی کھال میں سونا بھر کر دینے کے بدلے میں خریدا۔ حالانکہ اس وقت گائے کی قیمت تین دینار ہوتی تھی۔ انہوں نے ان صفات والی گائے کو چالیس سال ڈھونڈا۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور جب تم نے ایک جان کو قتل کر دیا پھر اس کے بارے میں ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کو ظاہر فرمائے جس کو تم چھپا رہے ہو،

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

پس ہم نے حکم دیا کہ اس کا ایک حصہ اس میں مارو، ایسا ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے مردوں کو، اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

عقل سے کام لو۔

وجود فعل سے پہلے نسخ:

اصل یہ وضاحت مطلق کو مقید کرنے کی قسم سے ہے۔ پس نسخ ہوا اور فعل کے وجود سے قبل نسخ جائز ہے بلکہ اس پر اختیار سے قبل بھی ہمارے ہاں جائز ہے البتہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا : (جب تم نے ایک نفس کو قتل کیا) یہاں بھی اذکر و امقدر ہے۔ جماعت کو مخاطب کیا۔ کیونکہ واقعہ قتل ان میں پیش آیا تھا۔

ٹالنا کیا ہے؟

فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا : (پھر ایک دوسرے پر ٹالنے لگے) پس تم نے اختلاف کیا۔ اور اس کے معاملے میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ اس لیے کہ دونوں جھگڑنے والے اپنے سے بات کو ہٹا کر دوسرے پر دھرتے ہیں۔ یا تم نے اس کا قتل ایک دوسرے پر ڈالا پس جس پر ڈالا جاتا وہ ڈالنے والے پر ٹالتا یا پھینکنا بذات خود دھکیلنا ہے۔

صرف:

اور اس کا اصل تدارأتم ہے پھر تخفیف کے لیے تاء کو دال سے بدل کر اس کی جنس سے کر دیا۔ جو کہ فاء کلمہ ہے تاکہ ادغام ہو سکے۔ دال کو ساکن کیا۔ اس لیے کہ شرط ادغام پہلے کا ساکن ہونا ہے۔ پھر ہمزہ وصل بڑھایا۔ اس لیے کہ ساکن سے ابتداء ممکن نہیں۔

قراءت: ابوعمرو نے فادارتُم بغیر ہمزہ پڑھا ہے

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والے تھے جو تم چھپاتے تھے)

یعنی ہر صورت ظاہر کرنے والے تھے۔ جو تم قتل کے معاملے میں چھپاتے تھے۔ کہ وہ اس کو چھپا نہ رہنے دیں گے۔

نحو : صیغہ اسم فاعل مخرج بمعنی مستقبل ہے۔ کیونکہ کلام کے وقت زمانہ مستقبل کی حکایت کر رہا ہے۔ اس لیے اسے عمل دیا

گیا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور وہ فادارأتم اور فقلنا ہے۔

اضربوہ کی ضمیر:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ : (ہم نے کہا تم مارو اس کو) اضربوہ میں ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے اور مذکر لائی گئی ہے بتاویل شخص وانسان یا مقتول کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ آیت ما کنتم تکتمون اسی پر دلالت کرتی ہے۔

بِبَعْضِهَا : (اس کے کسی حصے کے ساتھ) گائے کے ایک ٹکڑے سے اور وہ اس کی زبان تھی یا دائیں ران یا دم کی ہڈی اور مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے لیکر لگایا تو وہ زندہ ہوگیا۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى : (اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے)

تفسیر آیت ۷۳:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى کی اس پر دلالت ہونے کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا۔ روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اس کا ٹکڑا مردہ کو لگایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ مجھے میرے فلاں فلاں چچازاد بھائیوں نے قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مردہ ہو کر گر پڑا۔ پس اس کے قاتل کو پکڑ لیا گیا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔ (اور اس کا قاتل میراث سے محروم رہا) اور اس کے بعد کوئی قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوا (كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى۔ نمبر۱۔ خواہ یہ ان لوگوں کو خطاب ہو جو منکرین زمانہ نبوت محمد ﷺ میں تھے۔

نمبر۲: یا ان لوگوں کو خطاب ہو جو اس مقتول کے زندہ ہونے کے وقت موجود تھے۔

اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے قیامت کے دن۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ : (اور تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے) آیات سے مراد قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ہیں

اندازِ دلیل:

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ : (شاید کہ تم سمجھ جاؤ) پھر اپنی عقلوں کے مطابق عمل کرو۔ اور وہ یہ ہے جو ایک نفس کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اسی طرح تمام مردوں کو بھی زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

خصوصی نکات:

گائے کو ذبح کر کے مقتول کے جسم سے لگانے میں حکمت۔ نمبر۱: یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ بلاواسطہ اس سبب کے بھی زندہ کر سکتے ہیں۔ مگر بتلایا کہ طلب کرنے پر عبادت کو عمدہ طریق سے پیش کرنا چاہیے۔

نمبر۲: اور بندوں کو تعلیم دی کہ معاملات میں شدت نہ اختیار کریں۔ اور

نمبر۳: جلدی سے بلاتفتیش اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کریں۔

نمبر۴: کثرت سوال سے گریز کریں وغیرہ۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دوسرے جانوروں کی بجائے خصوصیت سے گائے کے ذبح کرنے

کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔
نمبر ا: اس لیے کہ وہ ان کے ہاں اونچی قسم کی قربانی شمار ہوتی ہے۔
نمبر ۲: اس لیے بھی کہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان کے معبود کی ان کے ہاتھوں ہی تذلیل ہو جائے

تنبیہ عجیب:

سوال: مناسب یہ تھا کہ مقتول کا تذکرہ اور اس کو گائے کا ٹکڑا لگانے کا حکم ذبح کے حکم سے مقدم ہوتا اور اس طرح کہا گیا (وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا) فقلنا اذبحوا بقرة واضربوه ببعضها۔ کہ جب تم نے ایک نفس کو قتل کر کے اس کے معاملے کو ایک دوسرے پر ٹالا ہے۔ تو ہم نے کہا تم ایک گائے ذبح کرو۔ اور اس مقتول کو گائے کا کوئی ٹکڑا لگاؤ۔

جواب: لیکن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے واقعات کو بیان کیا۔ اور ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کو شمار کرا کر موجودہ لوگوں کو ان پر خبردار کیا۔ یہ دونوں واقعات اگرچہ مستقل ہیں مگر ان میں سے ہر ایک ایک قسم کی تنبیہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس پہلا واقعہ استہزاء پر تنبیہ کے لیے ہے اور اطاعت حکم میں فوری اطاعت نہ کرنے اور اس کے متعلقات پر تنبیہ ہے جبکہ دوسرا واقعہ حرمت والے نفس کو قتل کرنے اور اس کے پیچھے جو بڑی نشانی ظاہر ہوئی اس پر خبردار کرنے کے لیے ہے گائے کو ذبح کرنے والے واقعہ کو مقتول کے تذکرہ سے مقدم کیا کیونکہ اگر اس کا الٹ ہوتا۔ تو پھر یہ ایک ہی واقعہ بن جاتا۔ اور بار بار تنبیہ والا مقصد فوت ہو جاتا۔

عجیب نکتہ:

میرے دل میں دوسرے پورے واقعہ کو دیکھنے اور شروع سے قصہ دہرانے کے بعد ایک عجیب نکتہ پیدا ہوا کہ پہلے واقعہ کے ساتھ دوسرے واقعہ کو ضمیر سے ملایا۔ جو گائے کی طرف لوٹ رہی ہے گائے کا نام نہیں لیا۔ اس آیت میں فرمایا: **اضربوه ببعضها** تا کہ دونوں کا الگ واقعہ ہونا معلوم ہو کر تنبیہ کا مقصد حاصل ہو۔ اور ادھر ضمیر گائے کی طرف لوٹتی ہے۔ اس لیے ایک ہی واقعہ ہونا معلوم ہوا۔

نکتہ: اس واقعہ سے اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہو۔ کہ وہ اپنے دل کو مشاہدات الٰہیہ سے زندہ کرے وہ اپنے نفس کو مختلف قسم کے مجاہدات سے مارے۔ پھر یہ مقصد حاصل ہوگا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوئے ، سو وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر ہوں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بلاشبہ

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ

بعض پتھر ایسے ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر

مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہیں جن کو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

تم کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۷۴:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ : (پھر سخت ہو گئے تمہارے دل) ثُمَّ یہاں استبعادِ قسوت کیلئے ہے یعنی نرمی کے اتنے اسباب دیکھنے پر تمہاری قساوت بڑی بعید ہے۔

مِّنْۢ بَعْدِ : (اس کے بعد) ان مذکورہ اسباب کے بعد جو دلوں میں نرمی و رقت پیدا کرنے والے ہیں اور دلوں کی صفت قسوت سے کرنا در حقیقت وعظ و عبرت سے ان کے انکار کی تمثیل ہے

ذٰلِكَ : (اس) اس احیاءِ مقتول کے بعد ذلك کا مشار الیہ احیاءِ مقتول ہے۔ یا وہ تمام مقررہ نشانیاں جو پہلے گزریں۔

نحوی لطائف:

فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ : (پس وہ پتھر کی طرح) وہ اپنی سختی میں پتھر کی طرح ہیں۔

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً : (یا اس سے زیادہ سخت) یا اس سے سختی میں زیادہ بڑھ کر ہیں۔ اشد کا عطف کاف پر ہے۔ تقدیرِ عبارت یہ ہے۔ او مثل اشد قسوة۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ یا وہ بذاتِ خود اس سے زیادہ سخت ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو ان دلوں کا حال پہچانے تو وہ ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا کسی اور جوہر سے جو پتھر سے زیادہ سخت ہو اور وہ لوہا ہے۔ یا پہچاننے والا ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا وہ کہے کہ یہ پتھروں سے زیادہ سخت ہیں۔ اشد کے لفظ میں جو مبالغہ ہے وہ اَقسٰی کے لفظ میں نہیں اور مفضل علیہ یعنی حجارہ کے لیے ضمیر نہیں لائی گئی کیونکہ وہ ظاہر تھا۔ اور اس میں کوئی التباس نہیں مثلاً کہتے ہیں زید کریم و عمرو اکرم۔

سختی کا بیان:

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ : (اور بے شک بعض پتھروں سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں) یہ پتھروں سے ان کے دلوں کی سختی کے زیادہ ہونے کا بیان ہے۔

صرف: مَا یہ الذی کے معنی میں ہے۔موضع نصب میں اِنَّ کا اسم ہے اور لام تاکید کا ہے۔

التفجر : کسی چیز کا زیادہ اور کثرت سے کھلنا۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ : (اور بعض ان میں پھٹ جاتے ہیں) اس کا اصل یتشقق ہے اعمش نے اس طرح پڑھا ہے تاء کو شین سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ : (پس ان سے پانی نکلتا ہے) یعنی پتھروں میں ایسے پتھر بھی ہیں۔جن میں بڑے بڑے سوراخ ہوتے ہیں۔جن سے کثیر پانی ٹھاٹھیں مار کر ابلتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں جو لمبائی یا چوڑائی میں پھٹ جاتے ہیں۔پھر ان سے بھی پانی اُبلنے لگتا ہے۔مگر ان کے دلوں میں تری بھی نہیں۔(یعنی منفعت کا نام بھی نہیں)

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ : (اور بعض ان میں سے گر پڑتے ہیں) پہاڑ کی بلندی سے گر پڑتے ہیں۔

خشیت کی حقیقت:

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ : (اللہ کے خوف سے) نمبر۱: بعض نے کہا کہ یہ مجاز ہے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کا مطیع ہونا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ان میں ارادہ کرتے ہیں۔اس سے باز نہیں رہتے مگر ان کفار کے دل نہ اطاعت اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا کہ خشیت کا حقیقی معنی مراد ہے۔مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان میں زندگی و تمیز پیدا کر دیتے ہیں۔اور کسی جسم میں زندگی اور تمیز کے لیے کسی خاص معصیت کا ہونا ضروری نہیں۔عنداھل السنة۔ اور قرآن مجید میں سورۃ حشر کی آیت نمبر۲۱۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ کی تفسیر بھی اسی طرح ہے۔یعنی ان کے دل نہیں ڈرتے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو) یہ کفار کو دھمکی ہے ابن کثیر مکی نے تعملون کو یاء سے یعملون پڑھا۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ

کیاتم لوگ یہ امید رکھتے ہو کہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور حال یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو اللہ کا کلام سنتے رہے ہیں۔ پھر

یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اس میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد کہ وہ اس کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے۔

تفسیر آیت ۷۵:

اَفَتَطْمَعُوْنَ : (کیاتم توقع رکھتے ہو) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو فرمایا۔

اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ : (کہ وہ تم پر اعتماد کریں) کہ تمہاری دعوت کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے۔ اور تمہاری بات قبول کرلیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا فاٰمن لهٗ لوط (ان کی دعوت پر لوط ایمان لائے) یعنی یہ یہود۔

وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ : (حالانکہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے) یعنی ان میں سے جو گزرے ایک گروہ ہے

یَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ : (جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں) یعنی تورات

ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ : (پھر اس کو بدل دیتے ہیں) جس طرح انہوں نے صفات رسول اللہ ﷺ اور آیت رجم کو بدل ڈالا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ : (اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو سمجھا) اور عقلوں میں منضبط کرلیا۔ بٹھالیا

تحریف ان کی عادت:

وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ : (اور وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے مفتری ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفر اور تحریف ان کی پرانی عادت ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا

اور جب ملاقات کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۷۶

کیا تم ان کو وہ چیزیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تا کہ یہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے پاس حجت میں تم کو مغلوب کر دیں۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۷۷

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا : (جب وہ ملتے ہیں) یعنی منافقین یا یہود

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : (ایمان والوں سے) یعنی اصحاب محمد ﷺ میں سے مخلص لوگوں سے۔

قَالُوْٓا : (کہتے ہیں) منافقین۔

اٰمَنَّا : (ہم ایمان لائے) کہ تم حق پر ہو اور محمد ﷺ وہی رسول ہیں جن کے متعلق بشارت دی گئی ہے۔

وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ : (جب وہ ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہیں) وہ لوگ جو منافق نہیں ان لوگوں کے پاس جو منافق ہیں۔

قَالُوْٓا : (وہ کہتے ہیں) ان کو عتاب کرتے ہوئے۔

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ : (کیا تم کہتے ہو ان کو) یعنی کیا تم اصحاب محمد ﷺ کو اطلاع دیتے ہو۔

بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ : (جو اللہ تعالیٰ نے تم پر ظاہر کیا) جو اللہ تعالیٰ نے تم پر تورات میں محمد ﷺ کی حالت بیان کی ہے۔

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ : (تا کہ وہ تم سے جھگڑیں اس کے ذریعے تمہارے رب کے پاس)۔ تا کہ وہ تمہارے خلاف دلیل بنائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے اوپر اتاری ہے۔ انہوں نے اپنے خلاف تورات سے حجت کو اور ان کی اس بات کو کہ یہ تمہاری کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حجت قرار دیا۔ جیسے کہتے ہیں (هو فی كتاب الله تعالٰی هاكذا۔) وہ مضمون اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس طرح ہے وهم عند الله هكذا،اور وہ اللہ کے ہاں بھی اس طرح ہے۔ ان دونوں باتوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف مضمر ہے یعنی عند كتاب ربكم۔ تا کہ تمہارے رب کی کتاب میں جھگڑا کریں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تا کہ وہ تم سے مجادلہ اور اس کے ذریعہ مخاصمہ کریں۔ تمہارے رب کے ہاں جو تم نے ان کو کہا۔ وہ مسلمان کہیں گے کہ تم نے کفر کیا اس کی سچائی کی اطلاع پانے کے باوجود۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو ان پڑھ ہیں کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ سوائے آرزوؤں کے اور وہ لوگ صرف گمانوں میں پڑے ہوئے ہیں

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو کتاب کو لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ

تاکہ اس کے ذریعہ خرید لیں تھوڑی سی قیمت، سو بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے۔ اور بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے

مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

اس کی وجہ سے جسے وہ کسب کرتے ہیں۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : (کیا تم سمجھتے نہیں) کہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہے۔ اس طرح کہ تم اس کا اعتراف کرتے ہو پھر اس کی پیروی نہیں کرتے ہو۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ : (کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) تمام باتیں۔

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ : (جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں) ایک ان میں سے ان کا کفر چھپانا اور ایمان ظاہر کرنا بھی تھا۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ : (اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں) یعنی یہود میں سے وہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے کہ تورات کا مطالعہ کر لیتے اور ان کو یقین سے اس کے مضامین معلوم ہو جاتے۔

لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ : (وہ کتاب کو نہیں جانتے) کتاب سے مراد تورات ہے۔

امانی کی تفسیر:

اِلَّآ اَمَانِيَّ : (مگر تمنائیں) نمبر ۱: مگر وہ تمنائیں جن میں وہ مبتلا تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور ان کو چند دنوں آگ میں جانا پڑے گا۔

نمبر ۲: دوسرا قول یہ ہے مگر وہ من گھڑت جھوٹی باتیں جو انہوں نے اپنے علماء سے سن کر ان کو تقلیدی طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں تمنّی کا یہی معنی ہے۔ **ما تمنیت منذ اسلمت**۔ کہ میں نے اسلام لانے کے بعد آج تک جھوٹ نہیں بولا۔

تیسرا قول یہ ہے مگر وہ جو پڑھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں تمنّٰی کا یہی معنی ہے۔

تمنى كتاب اللّٰه اول ليلةٍ وآخر ها لا قى حِمام المقادر

رات کے پہلے حصہ اور پچھلے میں وہ اللہ کی کتاب پڑھتا۔ اور اس کی مقدر موت اسی حالت میں آئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ یہود کتاب منزل کی حقیقت کو نہیں پہچانتے البتہ یہ ایسی چیزیں پڑھتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے احبار سے حاصل کی ہیں۔ اس صورت میں استثناء منقطع ہے۔

وَاِنْ هُمْ : (نہیں ہیں وہ)

اِلَّا يَظُنُّوْنَ : (یہ ان کا خیال ہی خیال ہے) یعنی وہ نہیں جانتے اس میں کیا ہے؟ پس آپ کی نبوت کا انکار محض گمان سے کرتے ہیں۔

سابقہ آیات سے ربط:

ربط : ان آیات میں ان علماء کا ذکر کیا۔ جنہوں نے علم کے باوجود محض عناد سے تحریف کی۔ پھر ان کے عوام کا ذکر کیا۔ جنہوں نے ان کی اندھادھند تقلید کی۔

فَوَيْلٌ : (ہلاکت ہے) حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (رواہ ابن المبارک فی الزوائد عن ابی سعید الخدری)

لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ : (ان پر جو لکھتے ہیں کتاب) تحریف شدہ

بِاَيْدِيْهِمْ : (اپنے ہاتھوں سے) اپنی طرف سے بغیر اس کے کہ ان پر اتاری گئی۔ یہاں ہاتھوں کا تذکرہ تاکید کے لیے ہے۔ اور یہ مجازی تاکید ہے۔

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا : (پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اس کے ذریعے سے تھوڑا سا مال لیں) ثمنا قليلا کا معنی معمولی عوض

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ : (پس ان پر ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ہلاکت ہے ان کی کمائی سے)۔ یعنی رشوت

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ط قُلْ اَتَّخَذْتُمْ

اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر چند دن گنتی کے، آپ فرمائیے کیا تم نے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا

اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے، سو اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا یا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں

تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾

علم نہیں ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً : (وہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں چھوئے گی آگ مگر گنتی کے دن) چالیس دن جتنے دنوں بچھڑے کی عبادت کی تھی۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ دنیا کی عمر کل چھ ہزار سال ہے اور ہمیں ایک ہزار سال کے بدلے ایک دن عذاب دیا جائے گا۔ (اس طرح گویا چھ دن عذاب ہو کر ساتویں دن چھٹی)

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا : (کہہ دیں کیا لے لیا تم نے کوئی وعدہ) یعنی اس نے تم سے عہد کیا کہ وہ تمہیں اتنی ہی مقدار میں عذاب دے گا۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ : (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ خلاف نہ کرے گا اپنے عہد کے) یہ محذوف سے تعلق رکھتا ہے اصل کلام اس طرح ہوا۔ ان اتخذتم عند الله عهدا فلن يخلف الله عهده۔ اگر تم نے اللہ سے عہد لیا ہے پھر تو ہرگز اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ : (یا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر جو نہیں جانتے)

ام کی اقسام:

تفسیر اول: اَمْ معادلہ کے لیے ہے۔ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہو یا تم اس کے بارے میں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے۔

دوسری تفسیر: اَمْ منقطعہ ۔ بَل کے معنی میں ہے بلکہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

ہاں جس نے گناہ کیا اور اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا تو ایسے لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۹

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو گے اور والدین کے ساتھ اور

وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

قرابت داروں اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے اور عام لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم کرنا

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور زکوٰۃ دینا، پھر تم نے روگردانی کی مگر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں نے، اور تم اعراض کرنے والے ہو

بَلٰی : (کیوں نہیں) نفی کے بعد اثبات کے لیے ہے وہ نفی یہ ہے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ۔ یعنی کیوں نہیں تمہیں آگ ہمیشہ کے لیے چھوئے گی۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً : (جس نے برائی کی) سیئۃ سے مراد شرک ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کی یہی تفسیر ہے۔

وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ : (اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہوں نے) یعنی اس پر نجات کے راستے بند ہو گئے اس طرح کہ اس کی موت اس پر واقع ہوئی۔ پھر اگر ایمان کی حالت میں موت آئی تو سب سے بڑی طاعت یعنی ایمان اس کے پاس ہے اس لیے گناہ اس کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔

ردِ خوارج:

گویا یہ نص اس کو شامل ہی نہیں۔ اس تعبیر سے معتزلہ اور خوارج کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے احاطہ کی تفسیر ایک یہ بھی ہے کہ گناہ اس پر حاوی ہو گئے اور مسلط ہو گئے جیسا کہ دشمن حاوی ہو جاتا ہے اور اس نے توبہ کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل نہیں کیا۔

قراءت: مدنی رحمہ اللہ نے خطیّاتہٖ، یا سے پڑھا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (وہ آگ والے ہیں اوراس میں ہمیشہ رہیں گے)

تفسیر آیت ۸۲:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تفسیر آیت ۸۳:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ :(اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا)

مِيْثَاقَ۔ انتہائی پختہ ومؤکد عہد کو کہتے ہیں۔

خبر بصورتِ نہی:

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ : (تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا) یہ نہی کے انداز میں خبر ہے جیسا تم کہو۔تذهب الی فلان تقول لهٗ كذا سے مقصود حکم دینا ہے کہ فلاں کے پاس جا اور اس کو اس طرح کہہ۔ یہ صراحۃً امر و نہی سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ اس طرح ہے گویا کہ بات ماننے اور انتہاء تک پہنچنے میں جلدی کی گئی اور وہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔اور اس معنی کی معاونت حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قراءت لا تعبدوا اور ان کا قول وقولوا کر رہا ہے یہاں قول مضمر ہے۔

قراءت: مکی وحمزہ، علی نے لا یعبدون پڑھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اسم ظاہر ہے۔اور تمام اسماء ظاہرہ غیب ہیں۔اب معنی یہ ہے کہ وہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی جب اَنْ حذف ہوا تو آخر میں رفع آ گیا۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : (اور والدین کے ساتھ احسان کرنا) یعنی تم احسان کرو۔ یہ امر مقدر مانا تاکہ امر پر عطف صحیح ہو جائے۔اور وہ قولوا ہے۔

وَّذِي الْقُرْبٰى :(اور رشتہ داروں کے) رشتہ داری۔

یتیم کا معنی:

وَالْيَتٰمٰى : (اور یتیموں) جمع یتیم جس کا باپ بلوغت سے قبل یا بلوغت تک فوت ہو جائے اس لیے کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: لا يُتْمَ بعد البلوغ۔ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں (ابوداؤد)

وَالْمَسٰكِيْنِ :(اور مساکین کے ساتھ) جمع مسکین۔وہ جس کو حاجت نے ٹھہرا دیا ہو۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا :(اور تم کہو لوگوں کو اچھی بات) قول حسن اچھی بات جو فی نفسہٖ خوبی والی ہو۔

قراءت: حمزہ، علی نے حَسَنًا پڑھا ہے۔

وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ : (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم نے منہ موڑا) میثاق سے پھر گئے اور اس کا انکار کر دیا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ

اور جب ہم نے تم سے عہدلیا کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے

دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

نہ نکالو گے پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو، پھر تم وہ لوگ ہو جو قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو

وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ز تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط

اور نکالتے ہو اپنوں میں سے ایک جماعت کو ان کے گھروں سے، ان کے مقابلہ میں مدد کرتے ہو گناہ اور زیادتی کے ساتھ،

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ

اور اگر وہ آجائیں تمہارے پاس قیدی ہونے کی حالت میں تو تم ان کی جان کا بدلہ دیکر چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا نکالنا تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان

بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ

لاتے ہو اور بعض کے منکر ہوتے ہو۔ سو کیا جزا ہے اس کی جو تم میں سے ایسا کام کرے سوائے اس کے کہ دنیاوی زندگی میں

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ

رسوا ہو، اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں پہنچا دیے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾

غافل نہیں ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ : (مگر تھوڑے تم میں سے) یہ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے

وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ : (اور تم اعراض کرنے والے تھے) تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت اعراض کرنا اور وعدوں سے پھرنا ہے۔

قتل و اخراج نفس کی تفسیر:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ : (جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ نکالنا ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے)

تفسیر نمبر ۱: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ ایسا نہ کرو۔ دوسرے آدمی کو خود اس کا نفس قرار دیا۔ کیونکہ تمام اصل کے ایک ہونے کی

وجہ سے یا دین کے ایک ہونے کی وجہ سے متصل ہیں۔
تفسیر نمبر۲: جب اس نے دوسرے کو قتل کر دیا تو گویا اس نے اپنے آپ کو قتل کیا اس لیے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ : (پھر تم نے اقرار کیا) یعنی میثاق کے ذریعہ اقرار کیا اور اس کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اعتراف کیا

تفسیر شہادۃ:

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ : (اور تم گواہ ہو) نمبرا۔ گواہ ہو تم اس پر۔ جیسا کہتے ہیں فلان مُقِرٌّ علی نفسه بكذا، شاهد عليها۔ جبکہ وہ اس کا پختہ وعدہ کرنے والا ہو۔
تفسیر نمبر۲: اور تم آج بھی گواہی دیتے ہو کہ تمہارے اسلاف نے اس میثاق کا اقرار کیا تھا۔
ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ : (پھر تم وہی ہو) یہ ان کی طرف قتل وجلاوطنی دشمنی میں حد سے نکلنے کی نسبت سے کہا گیا۔ کہ میثاق لیے جانے اور اقرار وشہادت کے بعد یہ بات تم سے بہت ہی بعید ہے۔
نحو: انتم، مبتداء اور هو لاء بمعنی الذین ہے۔
تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ : (قتل کرتے ہو ایک دوسرے کو) یہ هؤ لاء کا صلہ ہے۔ اور یہ صلہ موصول مل کر خبر ہے
وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ : (اور نکالتے ہو ایک جماعت کو ان کے گھروں سے) اللہ تعالیٰ کے میثاق کا لحاظ و پاس کیے بغیر۔
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ : (ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو ان کے مقابلے میں)
قراءت: کوفی کے ہاں تخفیف کے ساتھ ہے دیگر قراء تشدید سے پڑھتے ہیں۔ جنہوں نے تخفیف کی تو انہوں نے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ پھر ایک قول میں وہ دوسری تاء ہے اس لیے کہ ثقل کا باعث وہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی تاء ہے جن قراء نے تشدید پڑھی۔ انہوں نے تائے دوم کو ظا سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔
تفسیر: تم تعاون کرتے ہو۔
بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ : (گناہ اور دشمنی کے ساتھ) معصیت اور ظلم کے ساتھ۔
وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ : (اگر وہی لوگ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو)
قراءت: نمبرا: ابوعمرو نے أسارى تَفْدوهم
نمبر۲: مکی وشامی قراء تُفَادُهم
نمبر۳: حمزہ اُساری تَفْدوهم
نمبر۴: علی اُساری تفادوهم
لغت میں فدی فادی کا ایک ہی معنی ہے۔

نحو: اساریٰ جمع اسیر ہے اسی طرح اُسریٰ بھی جمع اسیر ہے یہ حال ہے۔

ھو ضمیر کی وضاحت:

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ : (حالانکہ وہ حرام ہے تم پر)
نمبر۱: یہ ضمیر شان ہے۔
نمبر۲: یہ ضمیر مبھم ہے جس کی تفسیر اخراجھم ہے۔
اِخْرَاجُهُمْ : (ان کا نکالنا)
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ : (کیا مانتے ہو کتاب کی بعض باتیں) بعض کتاب سے مراد قیدیوں کا فدیہ ادا کرنا۔
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ : (اور نہیں مانتے بعض باتیں) قتال اور جلاوطن کر کے۔

چار قول:

سدی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے چار عہد لیے۔
نمبر۱: قتل نہ کرو۔ نمبر۲: جلاوطن نہ کرو۔ نمبر۳: برائی میں معاونت نہ کرو۔ نمبر۴: قیدیوں کا فدیہ دو۔
انہوں نے قیدیوں کے فدیہ والے حکم کے علاوہ باقی تمام حکم چھوڑ دیئے۔

تفسیر آیت ۸۵:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ : (پس کچھ سزا نہیں اس کی جو تم میں سے ایسا کرے مگر رسوائی) خزی کا معنی رسوائی وذلت ہے۔
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ : (دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) نمبر۱: عذاب وہ جس میں نہ آرام ہو اور نہ خوشی۔
نمبر۲: دنیا کے عذاب سے سخت تر عذاب کی طرف ان کو لوٹایا جائے گا)
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں اس سے جو تم کر رہے ہو)
قراءت: نافع، ابوبکر، مکی نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۚ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلہ مول لے لیا ، سو نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۸۶﴾ ع

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

ع ۱۰

تفسیر آیت ۸۶:

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ :

(یہی لوگ ہیں جنھوں نے مول لے لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے) یعنی انہوں نے اس کو آخرت پر ترجیح دی۔ جیسا کہ خریدار بعض اشیاء کو چنتا ہے۔

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ :

(پس ان سے کم نہ کیا جائے گا عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) عذاب دور کرنے میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَقَفَّيۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ بِالرُّسُلِ ۚ وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم

ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ ۢ

کو واضح دلائل، اور ان کی تائید کی ہم نے روح القدس کے ذریعہ ، کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لایا جو

بِمَا لَا تَهۡوٰٓى اَنۡفُسُكُمُ اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ۚ فَفَرِيۡقًا كَذَّبۡتُمۡ وَفَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ﴿۸۷﴾

تمہارے نفسوں کو گوارا نہ تھے تو تم نے تکبر کیا، سو ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کرتے رہے ہو۔

تفسیر آیت ۸۷:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ : (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) الکتاب سے مراد تورات ہے جو اکٹھی اتاری گئی

وَقَفَّيۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ بِالرُّسُلِ : (اوران کے بعد پے در پے رسول بھیجے) عرب کہتے ہیں قفاہ جب کوئی گردن کے پیچھے سے آئے۔ جیسے ذنبہ یہ ذنب سے ہے۔ اور قفاہ بہ پیچھے چلنا چلانا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے پیچھے بہت سے رسول بھیجے۔ اور وہ یوشع، اشمویل، شمعون، داؤد، سلیمان، شعیاء، وارمیاء، عزیر، حزقیل، الیاس، الیسع، یونس، زکریا، یحییٰ وغیرھم۔

وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ : (اور عیسیٰ بن مریم کو کھلے معجزات دیئے) مریم کا معنی خادم ہے اس کا وزن علماء نحو کے ہاں مفعل ہے کیونکہ فعیلاً کا وزن ثابت نہیں۔

مراد بینات:

الۡبَيِّنٰتِ : واضح معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو درست کرنا مغیبات کی خبریں دینا۔

وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ : (اور قوت دی جبرائیل امین سے) القدس کا معنی طہارت ہے

القدس کا معنی:

قراءت: القُدۡس ابن کثیر مکی کے نزدیک جہاں بھی آئے گا دال کے سکون سے پڑھا جائے گا۔ روح القدس کا معنی پاکیزہ روح۔ جیسا کہتے ہیں حاتم الجود۔ سخی حاتم۔ عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے تعریف بیان کی جاتی ہے۔

نمبر ۱: ان کے ساتھ خصوصیت وقرب کی وجہ سے۔

نمبر ۲: جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی چیز آسمانوں سے لاتے ہیں جس میں دلوں کی زندگی ہے اور خصوصی تائید اس وقت فرمائی جب یہود نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۸۸

اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کو اللہ نے ملعون قرار دیدیا سو بہت کم ایمان لاتے ہیں

یا انجیل دے کر ان کی خصوصی تائید کی۔ جسا کہ سورۃ شوریٰ آیت نمبر۵۲ روحًا من امر نا میں فرمایا یا اسم اعظم مراد ہے۔جس سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى : (کیا جب کبھی لائے تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم جو نا پسند کرتے تھے) تھویٰ کا معنی پسند کرنا۔

اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ : (تمہارے نفس ،تم نے تکبر کیا) تم نے اس کو قبول کرنے سے اپنے آپ کو بڑا قرار دیا

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ : (پس ایک جماعت کو جھٹلایا) جیسے عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ : (اور ایک جماعت کو قتل کیا) جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام۔

ایک نکتہ:

فواصل کی موافقت کے لیے قتلتم کی بجائے تقتلون فرمایا۔ یا مراد یہ ہے کہ ان کی ایک جماعت کو قتل کرنے کے اب بھی درپے ہو۔ کیونکہ تم قتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گردش کرتے ہو۔ اگر میں نے ان کی حفاظت نہ کی ہوتی۔ (تو تم قتل کرڈالتے) اور اس لیے تم نے ان کو سحر کیا۔اور ان کے لیے بکری کے گوشت کو زہر آلود کیا۔

تفسیر : اب مطلب یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے انبیاء کو دیا جو کچھ دیا۔ پس جب بھی تمہارے پاس ان میں سے کوئی رسول حق لے کر آیا۔ تو تم نے اس پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔ فا اور جو اس سے متعلق تھا۔ ان کے درمیان ہمزہ توبیخ یا تعجب کے لئے لایا گیا۔ تا کہ ان کی حالت پر تعجب کا اظہار ہو۔

غلف کی تفسیر:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ : (اور کہا ہمارے دل غلافوں میں ہیں) غُلف جمع اغلاف ہے وہ دل ایسے انداز سے پیدا کیے گئے ہیں کہ جن کو کئی پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ وہ ان تک نہیں پہنچتا ہے۔ اور نہ اس کو وہ سمجھتے ہیں یہ لفظ اغلف سے استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اغلف بے ختنہ کو کہتے ہیں۔

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ : (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب) اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ ان کے دل اس طرح نہیں بنے جس طرح وہ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو فطرت پر پیدا کیے گئے۔ اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ بے شک ان کو تو ان کے کفر وزیغ کی وجہ سے مسترد کیا گیا۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پہنچی وہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے اور حال یہ تھا کہ اس سے پہلے

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ

وہ کافروں کے مقابلہ میں فتح یابی طلب کرتے تھے پس جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جس کو پہچان لیا تو اس کے منکر ہو گئے۔ سو اللہ کی لعنت ہے

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

کافروں پر، بری چیز ہے وہ جس کو اختیار کر کے اپنی جانوں کو خرید لیا یہ کہ کفر کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے اتارا

بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى

حسد کرتے ہوئے اس بات پر کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرمائے، سو وہ لوگ غضب پر غضب کے

غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

مستحق ہو گئے اور کافروں کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا۔

قلیل کا مفہوم:

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ : (بہت تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں) **نَحو** : قلیلاً یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی ایمانا قلیلا یؤمنون۔ وہ تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔ ما زائدہ ہے۔

نمبر۱: اور قلیل ایمان سے مراد کتاب کے بعض حصے پر ایمان ہے۔

نمبر۲: قلیل سے ان کے ایمان کی نفی مراد ہے۔

قراءت: غُلْفٌ یہ غُلُفٌ کی تخفیف ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ جمع غلاف ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارے دل علوم کے برتن ہیں۔ اس لیے ہم دوسروں کے علم سے بے نیاز ہیں۔

نمبر۲: اگر تمہارا لایا ہوا صحیح ہوتا تو اسے ہم قبول کر لیتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ : (جب پہنچی ان کے پاس) هُمْ سے یہود مراد ہیں۔

كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ : (کتاب اللہ کی طرف سے) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ : (جو تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے) **معهم** سے مراد ان کی کتاب جو اس کے مخالف نہیں۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ : (وہ اس سے پہلے)۔ یعنی قرآن (سے پہلے)

معنی استفتاح:

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا : (فتح مانگتے تھے کافروں پر) مشرکین سے لڑائی کے وقت اس طرح دعا نصرت مانگتے تھے۔ اللّٰھم انصرنا بالنّبیّ المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعته فی التوراۃ۔ اے اللہ تو ہماری مدد فرما۔ اس آخر الزمان نبی کے مبعوث ہونے کی برکت سے جس کی تعریف تورات میں ہم پاتے ہیں اور وہ اپنے مشرک دشمنوں کو کہا کرتے تھے۔ اس نبی کا زمانہ قریب آنے لگا ہے۔ جس کی بعثت ہماری بات کی تصدیق بنے گی۔ ہم انکے ساتھ ہو کر تمہیں عاد و ثمود کی طرح قتل کریں گے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا : (پس جب وہ آ گئے جس کو انہوں نے پہچانا) جب وہ پیغمبران کے پاس آئے جن کو انہوں نے پہچانا۔

نحو : ما موصولہ ہے اور عرفوا اس کا صلہ ہے یہ جاء کا فاعل ہے۔

كَفَرُوْا بِهٖ : (تو ان کا انکار کر دیا) ضد اور حسد کی وجہ سے اور سرداری کی حرص میں انکار کر دیا۔

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ : (پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر) یعنی ان کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسم ظاہر کا نکتہ:

یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ اس بات کو بتلانے کے لیے کہ کفر کی وجہ سے وہ لعنت کے مستحق بن چکے۔

الکافرین پر الف لام عہد کا ہے یا جنس کا ہے اور وہ لوگ اس میں سب سے پہلے داخل ہیں۔

پہلے لما کا جواب مضمر ہے، اور وہ اس طرح ہے کذبوا بہ۔ یا

نمبر۲: انکروہ یا نمبر۳: کفروا پہلے دوسرے دونوں لما کا جواب ہے۔

اس لیے کہ دونوں کا مقتضی ایک ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب ان کے پاس وہ پیغمبر آ گئے جن کو انہوں نے پہچانا تو ان کو اوپرا قرار دے کر انکار کر دیا۔ ما ان کا انکار کر دیا۔

بِئْسَمَا : (بری ہے وہ چیز) نحو : ما نکرہ موصوفہ ہے اور بئس کے فاعل کی تفسیر کر رہا ہے۔

قراءت : ابو عمرو اس کو بِیْسَمَا غیر مہموز پڑھتے ہیں تمام باب میں۔ مطلب یہ ہے، بہت بری ہے وہ چیز۔

اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ : (جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنی جانوں کو) یعنی فروخت کر دیا یہ بئس کا مخصوص بالذم ہے۔

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : (کہ انکار کرنے لگے اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) انزل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔

بَغْيًا : (ضد کی وجہ سے) یہ مفعول ہے یعنی حسد اور اس چیز کی طلب میں جو انکے مناسب نہیں۔ یہ اشتروا کی علت ہے بیچنے کا سبب تھا۔

ان کا معنی:

اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ : (کہ اتارا اللہ نے) نمبر۱: لام کے معنی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا یا علی کے معنی میں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ انہوں نے حسد کیا اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو اتارا گیا ہم پر، اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے

بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ

وہ اس کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے، آپ فرما دیجئے سو تم کیوں اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے قتل

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

کرتے رہے ہو اگر تم مومن ہو، اور بلاشبہ موسیٰ تمہارے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر تم نے ان کے بعد بچھڑے کو

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

معبود بنا لیا، حالانکہ تم ظالم تھے۔

قراءت: یُنْزِلُ مکی وبصری تخفیف سے پڑھتے ہیں۔

مِنْ فَضْلِهٖ: (اپنے فضل سے) فضل سے مراد وحی ہے

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ: (اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے) من عبادہٖ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

پے در پے غضب:

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ: (پس کمایا انہوں نے غصہ پر غصہ) پس وہ دہرے غضب کے حق دار بن گئے اس لیے کہ انہوں نے ایک برحق پیغمبر کا انکار کر دیا۔ اور اس کے خلاف سرکشی کی۔ یا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد ﷺ کا انکار کیا۔ یا اس قول کے بعد عزیر اللہ کا بیٹا ہے جو سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۰ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ اور اس قول کے بعد جو آیت نمبر ۶۴ سورۃ المائدہ میں ہے يد الله مغلوله۔ کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ وغیرہ اقوال کے بعد وہ پے در پے غضب کے مستحق ہوئے۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: (اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے) مھین کا معنی ذلت آمیز۔

تفسیر آیت ۸۱:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ: (جب ان سے کہا جاتا ہے) یعنی ان یہود کو۔

اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ: (تم ایمان لے آؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) نمبر ۱: اس سے مراد قرآن مجید ہے نمبر ۲: ماانزل اللہ سے مراد جو بھی اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس طرح ہر کتاب کو شامل ہے۔

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا: (وہ کہتے ہیں ہم تو ایمان لائیں گے اسی پر جو اتارا ہم پر) یعنی تورات

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ : (اور وہ کفر کرتے ہیں اس کے ساتھ جو اس کے بعد ہے) یعنی وہ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تورات پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ تورات کے بعد اترنے والی کتاب کا انکار کرتے ہیں۔

مقولہ یہود کا رد:

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ : (حالانکہ وہ برحق ہے تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے) اس تورات کے مخالف نہیں۔ اس میں ان کے اسی مقولہ (کہ ہم اس تورات پر ایمان رکھتے ہیں) کی تردید ہے اس لیے کہ جب انہوں نے اس وحی کا انکار کر دیا جو تورات کے موافق ہے تو گویا انہوں نے تورات کا انکار کر دیا۔ خواہ زبان سے ایسا نہیں کہا۔

نحو: مصدقًا یہ حال ہے جو تاکید کے لیے لایا گیا۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ : (کہہ دیں پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو) یعنی تم نے کیوں (ان کو) قتل کیا۔ آیت میں یہ واقعہ ماضی کا ہے۔ اور مضارع اس کی جگہ لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : (اس سے پہلے اگر تم مؤمن ہو) قبل سے مراد حضرت محمد ﷺ سے پہلے اس میں ان پر اعتراض کیا گیا۔ کہ تورات پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور ادھر انبیاء علیہم السلام کو قتل بھی کرتے ہو حالانکہ تورات تو قتل انبیاء علیہم السلام کی گنجائش نہیں دیتی۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دن میں تین سو انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا۔

۹۱: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ : (تحقیق آ چکے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام دلائل کے ساتھ) بینات سے نو آیات مراد ہیں۔

قراءت: دال کو جیم میں ہمیشہ ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جہاں بھی آئے یہ ابو عمرو، حمزہ اور علی کا قول ہے لقد جاء میں اسی طرح ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ : (پھر تم نے بنالیا بچھڑا) یعنی معبود

مِنْۢ بَعْدِهٖ : (ان کے بعد) موسیٰ علیہ السلام کے طور کی طرف جانے کے بعد

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ : (اور تم ظالم تھے) نحو: یہ حال ہے یعنی تم نے بچھڑے کی عبادت کی اس حال میں کہ تم عبادت کو اس کے مقام سے ہٹانے والے تھے۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے یعنی تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت ظلم کرنا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ

اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور بلند کر دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو جو کچھ ہم نے تم کو دیا قوت کے ساتھ اور سن لو،

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ

وہ کہنے لگے ہم نے سن لیا اور مانیں گے نہیں۔ اور پلا دیا گیا ان کے دلوں میں بچھڑا ان کے کفر کے سبب، آپ فرما دیجئے

بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۹۳

کہ بری ہیں یہ باتیں جن کا تمہیں حکم دیتا ہے تمہارا ایمان اگر تم مومن ہو۔

۹۳: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ : (اور جب لیا ہم نے تم سے پختہ وعدہ اورتمہارے اوپر طور کو اٹھایا۔ پکڑو جو کچھ دیا ہم نے تم کو مضبوطی کے ساتھ) طور کے اٹھانے کا دوبارہ تذکرہ کیا۔ اس میں یہ اضافہ بھی ملا دیا۔ جو پہلے مقام کے تذکرے میں موجود نہیں۔

وَّاسْمَعُوْا : (اور سنو) جو حکم تمہیں تورات میں ملا۔

قَالُوْا سَمِعْنَا : (انہوں نے کہا ہم نے سنا) تمہارا قول۔

وَعَصَيْنَا : (اور نافرمانی کی ہم نے) تیرے حکم کی

صورتِ مطابقت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان کے جواب کے ساتھ اس طرح مطابقت رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ اسمعوا۔ تم سنو۔ اور تمہارا سننا قبولیت اور اطاعت والا ہونا چاہیے۔ انہوں نے جواب میں کہا ہم نے سنا لیکن اطاعت والا سننا نہیں۔

بچھڑے کی محبت کا رچنا:

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ : (رچ گیا انکے دلوں میں بچھڑا) یعنی اسکی محبت ان کے دلوں میں داخل ہوگئی اور اس کی عبادت کی حرص ان میں رچ بس گئی۔ جیسا کہ کپڑے پر رنگ چڑھتا ہے۔ اور فی قلوبھم میں پائے جانے کی جگہ کا ذکر ہے۔ اور مضاف جو کہ محبت ہے وہ محذوف ہے ای اشرب حب العجل فی قلوبھم۔ بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی۔

بِكُفْرِهِمْ : (ان کے کفر کی وجہ سے) ان کے کفر کے سبب اور اعتقاد تشبیہ کے سبب۔

اضافت تھکم:

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ : (کہہ دیں بہت بری بات سکھاتا ہے تم کو تمہارا ایمان) یعنی تورات کے متعلق یہ بہت برا ہے۔ اس لیے کہ تورات میں گاؤ سالہ پرستی نہیں ہے۔ امر کی اضافت ان کے ایمان کی طرف یہ تھکم کے لیے ہے اسی طرح ایمان

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

آپ فرما دیجئے اگر آخرت والا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ

تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے آگے

اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى

بھیجے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور یہ واقعی بات ہے کہ تم ان کو زندہ رہنے پر سب لوگوں سے زیادہ حریص

حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ

معانقۃ

پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جنہوں نے شرک کیا، ان کا ایک ایک فرد یہ آرزو رکھتا ہے کہ اس کو ہزار سال کی عمر دے دی جائے، اور حال یہ ہے

بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

ع ۱۱

کہ اسے یہ چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو جائے اور اللہ دیکھنے والا ہے ان کاموں کو جن کو وہ کرتے ہیں

کی اضافت بھی ان کی طرف اسی لیے ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : (اگر تم سچے مؤمن ہو) ان کے ایمان میں تشکیک کا اظہار اور ان کے دعویٰ کی صحت کا انکار و مذمت ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ : (کہہ دیں اگر تمہارے لیے آخرت کا گھر ہے) دار آخرت سے مراد جنت ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کے ہاں) نحو : یہ ظرف ہے اور لکم کان کی خبر ہے۔

خَالِصَةً : (خالص) یہ الدار الاخرۃ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے مکمل تمہارے لیے ہے۔

اور تمہارے سوا اور کسی کا اس میں حق نہیں۔ یعنی اگر تمہارے قول لن ید خل الجنۃ الامن کان ھودا سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۱۱ (کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی داخل نہ ہوگا) صحیح ہے۔

مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ : (لوگوں کی بجائے) الناس میں الف لام جنس کا ہے۔

مشتاقانِ موت:

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : (تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) اس بات میں جو تم کہتے ہو کیونکہ جس کو یقین ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو وہ اس کے لیے مشتاق ہوگا۔ ایسے گھر سے چھٹکارہ پانے کے لیے جو مصائب سے پر ہے جیسا کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے ہر ایک موت کو پسند کرتا اور اس کا شوق مند تھا۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا : (وہ ہرگز تمنا نہ کریں گے) ابدًا کو ظرفیت کی وجہ سے نصب دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ہرگز (موت کی) تمنا نہ کریں گے۔ جب تک وہ زندہ ہیں۔

بِمَاقَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ : (بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی جو انہوں نے محمد ﷺ کے ساتھ گذشتہ زمانہ میں کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تحریف وغیرہ کی۔ یہ معجزات نبوت میں سے ہے کہ گذشتہ زمانے کی خبر بتلائی۔ اور جیسا آپ نے خبر دی۔ یہ اسی طرح واقع ہوا۔ جیسا کہ ولن تفعلوا۔ البقرہ آیت نمبر ۲۴ میں (مستقبل میں نہ کر سکنے کی پیش گوئی ہے) اگر یہود موت کی تمنا کرتے۔ تو ضرور قرآن مجید نقل کر دیتا جس طرح دیگر حوادث نقل کیے۔

تہدید کفار:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ : (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جاننے والے ہیں) میں ان کو تہدید کی گئی (دھمکی دی گئی ہے)

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ : (اور تم ضرور پاؤ گے ان لوگوں کو سب سے زیادہ حریص)

نحو :ھم اور احرص الناس۔ یہ دونوں وجد کے مفعول ہیں۔

عَلٰى حَيٰوةٍ : (زندگی پر) حیات کی تنوین تنکیر پر دلالت کرتی ہے اور مراد مخصوص قسم کی زندگی ہے اور وہ مہلت والی زندگی ہے اسی وجہ سے تنوین والی قراءت زیادہ بہتر ہے۔ (علی الحیاۃ) الف لام والی قراءت سے۔ جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا : (اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جو مشرک ہیں) یہ معنی پر محمول ہے کیونکہ احرص الناس کا معنی احرص من الناس۔ لوگوں میں زیادہ حریص۔

الگ تذکرہ کی وجہ:

سوال :مشرک جب الناس میں داخل ہیں تو ان کا الگ تذکرہ کیوں کیا؟

جواب :مشرکین کی حرص سب سے زیادہ ہے جیسا کہ الملائکہ کہیں تو تمام فرشتے داخل ہیں۔ مگر جبرائیل و میکائیل کو خصوصاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ان کی خصوصیت کی وجہ سے اسی طرح یہ حرص میں نمبر اول ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ یہود مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ سابقہ کلام کی دلالت کی وجہ سے۔

''احرص'' کو حذف کر دیا۔ اس میں یہود کو سخت ڈانٹ پلائی گئی اس لیے کہ مشرکوں کو تو آخرت پر بھی ایمان نہیں اور وہ فقط دنیا ہی کی زندگی جانتے ہیں۔ اگر وہ دنیا کے بارے میں حرص کریں تو بعید نہیں۔ کیونکہ یہی ان کی جنت ہے۔ پس اگر کوئی اہل کتاب ہوتے ہوئے زیادہ حرص کرے۔ جبکہ اس کو جزاء و سزا کا اقرار بھی ہے۔ تو وہ عظیم توبیخ کا مستحق ہے۔ مشرکین سے ان کی حرص بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ آگ میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو اپنی حالت معلوم ہے (جس کی سزا جہنم ہی ہے) اور مشرکین کو اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔

شدتِ حرص:

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ : (ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کاش اسے عمر دی جائے ایک ہزار برس) جملہ مستانفہ لا کر ان کی شدت حرص ذکر کی۔ دوسرا قول یہ ہے۔ اَلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا سے مجوس مراد ہیں کیونکہ وہ اپنے بادشاہوں کے بارے میں کہا کرتے تھے۔عش الف نیروز۔! تو جیئے ہزار سال۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ عجمیوں کا قول ہے۔ ہزار سال جیو۔

تیسرا قول: وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ یہ ابتدائی کلام ہے یعنی ومنهم ناس يود احد هم اوران میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے گویا موصوف محذوف ہے،اس صورت میں والذين اشر کوا سے مراد یہود ہونگے۔ کیونکہ انہوں نے کہا۔عزیرابن اللہ کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ : (حالانکہ اس قدر جینا ان کو عذاب سے نجات دینے والا نہیں)

ضمیر کا مرجع:

نحو نمبر ا: ہٖ کی ضمیر احدھم کی طرف لوٹتی ہے اور ان يعمر يہ بمزحزحہٖ کا فاعل ہے۔

اَنْ يُّعَمَّرَ : (یہ کہ اس کو عمر دی جائے) یہ بمزحزحہٖ کا فاعل ہے۔مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی عمر آگ سے بچالے۔

نمبر ۲: ھو ضمیر مبہم اور ان يعمر اس کی توضیح۔ مطلب یہ ہوا وہ عمر دیا جانا ان میں سے کسی کو بھی آگ سے نہ بچا سکے گا۔

الزحزحة : دور ہونا۔ ایک جانب ہونا۔ کتاب جامع العلوم وغیرہ میں لکھا ہے کہ لو يعمّر کا معنی اَنْ يعمّر ہے۔ یعنی عمر دیا جانا۔ یہاں لَو۔ اَن کا قائم مقام ہے۔ اور اَنْ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اور یہ یود کا مفعول ہے ای يود احدهم تعمير الف سنة۔ ان میں سے ہر ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں) یعنی ان کفار کا عمل (جانتا ہے) پس وہ اس پر ان کو سزا دے گا۔

قراءت: یعقوب رحمہ اللہ نے تعملون پڑھا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا

آپ فرما دیجئے کہ جوشخص دشمن ہو جبریل کا سو اس نے اتارا ہے قرآن تمہارے قلب پر اللہ کے حکم سے جو تصدیق کرنیوالا ہے اس کتاب کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ

اس سے پہلے ہے اور ہدایت ہے اور بشارت ہے ایمان والوں کے لئے۔ جو شخص دشمن ہو اللہ کا اس کے فرشتوں کا

وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ﴿٩٨﴾

اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

تفسیر آیت ۹۷:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ : (اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں جوکوئی دشمن ہو جبرائیل کا)

قراءت۔ نمبرا: مکی نے جَبْرِيلَ بغیر ہمزہ پڑھا۔

نمبر۲: حفص کے علاوہ باقی کوفی قراء نے جبرائیل۔ اشباع ہمزہ سے پڑھا۔

نمبر۳: بقیہ تمام قراء نے، جِبْرِيْل۔ بلا ہمزہ پڑھا

نحو : جبریل۔ معرفہ وعجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اس کا معنی عبداللہ ہے۔ کیونکہ سریانی میں جبر۔ عبد کو کہتے ہیں۔ اور ایل اللہ کا نام ہے۔

حجت باز یہودی:

روایت میں ہے کہ ابن صوریا یہودی عالم نے نبی اکرم ﷺ سے حجت بازی کی۔ اور آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ پر کون وحی لاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جبریل۔ ابن صوریا نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اگر اور کوئی فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آتے۔ اس نے بارہا ہم سے دشمنی کی۔ ان میں سب سے شدید تر یہ تھی۔ کہ ہمارے پیغمبر پر یہ حکم اتارا۔ عنقریب بیت المقدس کو بخت نصر تباہ کر دے گا۔ پس ہم نے اس کو قتل کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ اس نے بخت نصر کو بابل میں ایک مسکین لڑکے کی صورت میں پایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دفاع کر کے قاتل سے بچالیا۔ اور کہا جبرائیل علیہ السلام نے۔ اگر تمہارے رب نے اس کو تمہارے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو تمہیں اس پر غلبہ نہ دیں گے۔ اور اگر اس کے ہلاک کا حکم نہیں دیا۔ تو پھر کس گناہ کی وجہ سے اسے تم قتل کرتے ہو۔ (الواحدی فی اسباب النزول)

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ : (اس نے تو اتارا ہے یہ کلام) پس جبرائیل علیہ السلام نے قرآن اتارا۔

اصول: ایسا اضمار جس کا پہلے تذکرہ نہ ہو۔ اس کو کثرت شہرت کی وجہ سے بطور عظمت شان کے ضمیر کی صورت میں لاتے ہیں۔ گویا وہ اپنی ذات پر خود دلالت کرتا ہے۔ اور اس لیے اس کے صریح نام کی بجائے اس کی کسی صفت کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

خصوصیتِ قلب کی وجہ:

عَلٰی قَلْبِكَ : (آپ کے دل پر) یعنی آپ کو یاد کرایا۔ اور دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حفظ کا مقام ہے جیسے سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۹۳، ۱۹۴ میں فرمایا۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۔ علی قلبك کلام کا تقاضا یہ تھا کہ علی قلبی کہا جاتا۔ مگر کلام اللہ کی حکایت کے طور جس طرح آپ سے کلام کیا گیا تھا۔ اسی طرح ذکر کردیا گیا۔ (یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے)

جواب شرط بنائیں:

نمبرا: اس طرح بھی درست ہے کہ فانّہٗ نزّلہ کوشرط کی جزا بنائیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔
ان عادی جبریل احدٌ من اهل الکتب فلا وجه لمعاداته حیث نزّل کتابا مصدقًا للکتب بین یدیه فلو انصفوا لاحبوه واشکروا له صنیعه فی انزاله ما ینفعهم ویصَحّح المنزل علیهم اگر کوئی اہل کتاب میں سے جبرائیل سے دشمنی کرتا ہے تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے کہ اس نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ اس سے محبت کرتے اور اس کے شکر گذار ہوتے۔ ان کے اس احسان پر کہ اس نے ان کیلئے فائدہ مند کتاب اتاری۔ اور انکی کتاب منزل (جس کی انہوں نے تحریف کردی) کی وہ تصحیح کرنے والی ہے۔
نمبر۲: جواب شرط کو محذوف مان کر تقدیر عبارت اس طرح ہو۔ من کان عدو الجبریل فلیمت غیضًا فانه نزل الوحی علی قلبك۔ جو جبرائیل کا دشمن ہے پس اسے غصے سے ڈوب مرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس نے آپ کے دل پر وحی کو اتارا ہے۔
بِاِذْنِ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہاں اذن کا معنی حکم ہے۔
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ : (جو تصدیق کرتا ہے اس کلام کی جو اس سے پہلے ہے اور ہدایت وخوش خبری ہے ایمان والوں کے لیے) اس میں یہود کے اس قول کی تردید ہے کہ جبرائیل تو سختی اور لڑائی لے کرآتا ہے۔ تو ان کو جوابًا کہا گیا۔ کہ وہ تو ہدایت وبشارت بھی لاتا ہے۔
نحو : باذن الله۔ نزل کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ اس کو اجازت دی جاتی ہے۔ مصدقًا یہ نزلہ کی ۃ ضمیر سے حال ہے۔ اسی طرح هدی و بشرٰی بھی اسی ضمیر سے احوال ہیں۔ یعنی ہادی اور مبشر۔

فرقہ شیعہ باطنیہ کا ہذیان:

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر ان حروف میں نہیں اترا جن میں ہم پڑھتے ہیں بلکہ یہ الھام کے طور پر آپ کے دل پر اترا۔ آپ نے عربی الفاظ میں اس کو تعبیر کردیا۔ ان حروف سے جن میں ہم پڑھتے ہیں۔ پس قرآن وہ باطنی معنی ہے یہ الفاظ قرآن نہیں اس کی دلیل نزله علی قلبك ہے۔

جواب: مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ان کی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نظم عجیب کو معجزہ بنایا۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا۔ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ اور سورۃ یوسف آیت نمبر۲ میں فرمایا۔ قرانا عربیًّا (اور ظاہر ہے کہ سورۃ اور عربی زبان دونوں مجموعہ الفاظ سے بننے والی چیزیں ہیں محض معنی کو عربی نہیں کہا جاتا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ کی طرف واضح دلیلیں نازل کی ہیں۔ اوران کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو حکم عدولی کرنے والے ہیں۔ کیا جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد کیا

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اس عہد کو ان میں سے ایک جماعت نے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

۹۸: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ : (جو دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا۔)

وجوہ قراءت:

نمبر ۱: بصری اور حفص نے مِیکال۔ نمبر ۲: مدنی نے میکائل اختلاس ہمزہ کے ساتھ۔

نمبر ۳: بقیہ قراء نے میکائیل ہمزہ اور مد مشبعہ کو کسرہ دے کر۔

وجہ تخصیص: خصوصاً دو فرشتوں کو افضل ہونے کی وجہ سے نام کے ساتھ ذکر کر دیا۔ گویا کہ وہ اور جنس سے ہیں۔ اس لیے کہ وصف میں تغایر یہ ذات کے تغایر کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ : (بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر ذکر کیا گیا۔ تا کہ ظاہر کر دیا جائے کہ ان سے عداوت کی وجہ انکا کفر ہے اور فرشتوں کی عداوت بھی انبیاء علیہم السلام کی عداوت کی طرح کفر ہے۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے

تفسیر آیت: ۹۹: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ : (یقیناً ہم نے اتار دیں آپ کی طرف کھلی نشانیاں اور نہیں انکار کرتے مگر نافرمان) فاسق سے مراد کفر میں آگے بڑھنے والے۔ الف لام جنس کا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب کی طرف اشارہ مراد لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابن صوریا نے آپ کو کہا ہمارے پاس آپ کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور آپ پر کوئی نشانی نہیں اتری۔ جس کی وجہ سے ہم آپ کی اتباع کریں۔ پس یہ آیت اتری۔ (طبری فی تفسیرہ)

۱۰۰: اَوَكُلَّمَا : (کیا جب کبھی) اَوَ اس میں واؤ محذوف پر عطف کے لیے آیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اکفروا بالآیت البینات و کلما۔ کیا انہوں نے واضح آیات کا انکار کیا اور جب بھی۔

عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ : (وہ کوئی عہد کرتے ہیں توڑ دیا) اس عہد کو نبذ کا معنی اس کو توڑ دیا۔ اور اس کا انکار کر دیا۔

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ : (ایک گروہ نے ان میں سے) فرمایا کیونکہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے نہیں توڑا۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ : (بلکہ اکثریت ان کی تو ایمان ہی نہیں رکھتی) یعنی تورات کے ساتھ۔ پس وہ دین میں کسی چیز پر نہیں اس لیے وعدہ توڑنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ اور نہ اس کی پرواہ کرتے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا جو تصدیق کرنے والا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو جن کو کتاب دی گئی تھی

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾

ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ

اور انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھتے تھے۔ اور نہیں کفر کیا سلیمان نے لیکن

الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

شیاطین نے کفر اختیار کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور انہوں نے اس کا بھی اتباع کیا جو نازل ہوا دو فرشتوں پر بابل میں

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

یہ دو فرشتے ھاروت اور ماروت تھے اور یہ دونوں نہیں سکھاتے تھے کسی کو جب تک یوں نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود ایک فتنہ ہے

فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا

لہٰذا تو کفر اختیار نہ کر، پس یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر دیتے تھے۔ اور وہ لوگ

هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ

اس کے ذریعہ کسی کو کچھ بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے، اور وہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر دینے والی ہے اور نفع دینے والی نہیں

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ قف وَلَبِئْسَ

اور البتہ تحقیق انہوں نے یہ بات جان لی کہ جس نے اس کو خریدا ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بے شک وہ بری چیز ہے

مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

جس کے ذریعہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ اگر وہ جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کی

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ١٢

طرف سے اس کا ثواب بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے۔

۱۰۱: وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ : (جب آیا ان کے پاس اللہ کا رسول) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ : (جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے تو پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے جن کو کتاب دی گئی)۔ الکتب سے مراد تورات۔ اوتوا الکتب سے مراد یہود ہیں۔

کتب اللہ سے مراد:

كِتٰبَ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کی کتاب کو) نمبر ا: کتاب اللہ سے مراد تورات۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے انکار کی وجہ سے جو کہ تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ درحقیقت تورات کا انکار کرنے والے اور اس کو چھوڑنے والے شمار ہوتے تھے۔
نمبر ۲: یا کتب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد کہ اس کا قبول کرنا ان پر لازم تھا۔

اعراض کی تمثیل:

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ : (پس پشت ڈال دیا) یہ ان کے چھوڑ دینے اور اعراض کرنے کی تمثیل ہے ان کے اعراض کو اس چیز سے تمثیل دی۔ جس کو بے پروائی اور بے توجہی کی وجہ سے اور اعراض کرنے سے پیٹھ پیچھے پھینک دیا جاتا ہے۔
كَاَنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ : (گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں) کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔
۱۰۲: وَاتَّبَعُوْا مَاتَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ : (اور پیچھے پڑ گئے ان چیزوں کے جو پڑھتے تھے شیاطین) یعنی یہود نے کتاب اللہ کو پھینک دیا۔ اور سحر و منتر کی کتابوں کی اتباع کرنے لگے۔ جن کو وہ پڑھا کرتے تھے۔

عہدِ سلیمانی میں شیاطین کی حرکات:

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ : (سلطنت سلیمان علیہ السلام میں) سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں اور وہ اس طرح کہ شیاطین فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سن لیتے پھر اس کے ساتھ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر ملاتے۔ پھر وہ کاہنوں کے دلوں میں لا ڈالتے۔ کاہنوں نے ان کو کتابوں کی صورت میں مرتب کر لیا تھا۔ جس کو وہ خود پڑھتے اور لوگوں کو سکھاتے تھے۔ یہ چیزیں سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پھیل گئیں۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگے جنات غیب جانتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت بھی اس علم سے مکمل ہوئی۔ اور اسی کے ذریعہ انہوں نے جنات کو تابع کیا اور انسانوں اور ہوا کو ماتحت بنایا ہے۔
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ : (اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے) اس میں شیاطین کی تردید ہے اور سحر کے اعتقاد و عمل جس کا انہوں نے سلیمان علیہ السلام پر بہتان باندھا تھا اس کی تردید ہے
وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ : (لیکن شیاطین نے) وہی ہیں۔
كَفَرُوْا : (کفر کیا) یعنی سحر کو استعمال کر کے اور اس کو مدوّن کر کے۔
قراءت: ولکن الشیطین۔ لکن تخفیف کے ساتھ ہے اور حمزہ، شامی اور علی نے شیاطین کو رفع کے ساتھ پڑھا۔
يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ : (وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے)

نَحْو : یہ جملہ حال کے مقام پر ہے یعنی انہوں نے کفر کیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو سحر سکھانے والے تھے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے ان کی گمراہی واغواء کا قصد کرنے والے تھے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ : (اس کی اتباع کی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر)

عطف کہاں ہے؟

نمبرا: جمہور کہتے ہیں کہ مَآ یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ اور السحر پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی وہ ان کو تعلیم دیتے اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

نمبر۲: اس کا عطف ماتتلوا پر ہے یعنی انہوں نے اتباع کی اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ : (ہاروت ماروت پر بابل میں)۔ یہ دونوں ان کے نام ہیں۔

نَحْو : یہ ملکین کا عطف بیان ہے: ان فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا۔ وہ علم سحر تھا جو انسانوں کی آزمائش کیلئے اتارا گیا تھا۔ جس نے ان سے سیکھ کر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اگر اس میں کوئی ایسی بات ہو جس سے ایمان کی تردید ہوتی تھی۔

اور جس شخص نے اس سے پرہیز کیا یا اس کو سیکھا تاکہ اس سے بچے اور اس کے دھوکے سے محفوظ رہ سکے۔ عمل کی خاطر نہیں سیکھا۔ تو ایسا شخص مؤمن ہے۔

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سحر کے متعلق مطلقاً یہ کہہ دینا کہ یہ کفر ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اس کی حقیقت کو جانچنا ضروری ہے۔ اگر اس میں کسی شرط ایمان کی تردید ہوتی ہو۔ تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ وہ سحر جو کفر ہے اس کے قائل وعامل کو قتل کیا جائے گا۔

البتہ اگر عورت ہو گی تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اور جو قسم سحر کی کفر نہیں مگر اس سے نفس کو ہلاک کرنا لازم آتا ہے اس کا حکم ڈاکوؤں والا ہے۔

(اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ (الآية) اس میں مؤنث ومذکر کا حکم ایک ہے اگر توبہ کر لیں تو توبہ قبول کی جائے گی۔ جنہوں نے توبہ کے قبول نہ کرنے کا قول کیا ہے انہوں نے غلط کہا۔ اس لیے کہ ساحرین فرعون کی توبہ قبول کر لی گئی۔

نمبر۳: انزل کا معنی **قذف فی قلوبهما مع النهی عن العمل**۔ ان کے دلوں میں سحر ڈالا اس پر عمل کی ممانعت سمیت۔

من گھڑت حکایت کا رد:

نمبر۴: یہ بھی کہا گیا کہ یہ دونوں فرشتے وہ تھے جن کا ملائکہ نے انتخاب کیا کہ ان میں شہوت پیدا کی جائے جب انہوں نے بنی آدم کو عار دلائی۔ یہ دن کو زمین میں فیصلہ کرتے اور رات کو آسمانوں پر چڑھ جاتے۔ دونوں نے زھرہ کی خواہش کی اس نے ان کو شراب پینے پر آمادہ کیا۔ پھر اس کے ساتھ وہ زنا میں مبتلا ہو گئے۔ ان کو ایک آدمی نے دیکھ لیا۔ ان دونوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر دونوں

نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کے عذاب کو ترجیح دی۔ اور وہ دونوں بابل کے کنوئیں میں اوندھے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ من گھڑت کہانی ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ معتبر مفسرین نے اس کی تردید کی ہے۔

وجہ تسمیہ: بابل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زبانیں اس میں وہاں مخلوط ہو جاتی تھیں۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ : (وہ فرشتے کسی کو نہیں سکھاتے تھے)

حَتّٰى يَقُوْلَآ (یہاں تک کہ وہ کہتے) یہاں تک کہ اس کو تنبیہ کرتے اور اس کو نصیحت کرتے اور اس کو کہہ دیتے۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ : (بے شک ہم آزمائش ہیں) فتنہ کا معنی ابتلاء ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے

فَلَا تَكْفُرْ : (تو کفر نہ کر) یعنی اس کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے اس انداز میں کہ جو کفر بن جائے۔

نحوی حکایت:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا : (پس وہ ان دونوں سے سیکھتے) نمبر ١: فاء کا عطف يعلمون الناس السحر پر ہے۔ یعنی وہ ان کو سکھاتے پس وہ جادو اور کفر ان سے سیکھتے۔ جادو اور کفر سیکھنے پر کفروا اور يعلمون الناس السحر دلالت کرتے ہیں۔

نمبر ٢: فاء کا عطف مضمر پر ہے پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ فياتون فيتعلمون۔ پس وہ ان کے پاس آتے اور ان سے سیکھتے۔ اور ضمیر اس کی طرف جاتی ہے جس پر من احدٍ دلالت کرتا ہے۔ یعنی فيتعلم الناس من الملكين۔ پس لوگ ان دونوں فرشتوں سے سیکھتے۔

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ : (وہ باتیں جو جدائی ڈال دیں مرد و عورت کے درمیان) یعنی وہ علم سحر جو زوجین کے درمیان تفریق کا سبب بنتا۔ اللہ تعالیٰ ابتلاء کے طور پر عورت میں نافرمانی اور مخالفت پیدا فرما دیتے

اہلسنّت:

کے نزدیک سحر کی ایک حقیقت ہے اور معتزلہ کے ہاں یہ محض تخیل ہے اور ملمع سازی ہے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ : (حالانکہ وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے) ہٖ سے مراد سحر ہے۔

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ : (اس سے کسی کو بغیر حکم الٰہی کے) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم و مشیت کے ساتھ۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ : (اور وہ سیکھتے تھے جو ان کو نقصان نہ پہنچاوے اور نہ نفع) یعنی آخرت میں۔

مَسْئَلَة: اس میں بتلا دیا کہ سحر سے بچنا ضروری ہے جیسا وہ فلسفہ جو گمراہی کی طرف لے جائے۔ اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا : (تحقیق وہ جان چکے) یعنی یہود۔

لَمَنِ اشْتَرٰهُ : (جس نے اس کو خریدا) کتاب اللہ کے بدلہ میں اس کو لیا جو شیاطین پڑھتے تھے۔

مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ : (اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) خلاق کا معنی حصہ ہے۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ : (بہت بری چیز کے بدلے انہوں نے اپنے نفسوں کو بیچا) یعنی اپنے نفسوں کو بیچا۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ : (کاش وہ جان لیتے)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

اے ایمان والو! تم لفظ رَاعِنَا نہ کہو اور لفظ اُنْظُرْنَا کہو اور سنو ! اور کافروں کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

دردناک عذاب ہے۔

سوال: لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ سے علم کی نفی کی۔ اور ولقد علموا سے ان کے لیے علم کا اثبات وتاکید قسم کے ساتھ کیا۔

جواب: کاش لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کا معنی ہے وہ اپنے علم سے جان لیتے جب انہوں نے اپنے علم کو نہ جانا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

تفسیر آیت ۱۰۳:

۱۰۳: وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا : (اگر وہ ایمان لے آئے) آمنوا سے مراد رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانا ہے۔

وَاتَّقَوْا : (اور تقویٰ اختیار کرتے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو کتاب اللہ کا پیٹھ پیچھے پھینکنا اور شیاطین کی کتابوں کی اتباع چھوڑ دیتے۔

لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ : (تو ضرور ثواب ہوتا اللہ تعالیٰ کے پاس سے بہتر اگر وہ جان لیتے) بے شک اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت بہتر ہے ان غلط چیزوں سے جن میں وہ مبتلا تھے۔ اور وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن جب انہوں نے اپنے علم پر عمل ترک کیا۔ تو ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بہتر بدلہ ملتا (اگر اپنے صحیح رخ پر قائم رہتے)

کنایت ثواب:

سوال: لَوْ کے جواب میں جملہ فعلیہ کی بجائے اسمیہ لائے؟

جواب: کیونکہ اس میں ثواب کے ثابت کرنے اور پختہ کرنے کی زیادہ دلالت ہے۔

سوال: لمثوبة الله خير نہیں کہا بلکہ لمثوبة من عند الله خیر کہا گیا۔

جواب: اس لیے کہ لمثوبة من عند الله خير کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا ثواب بھی ان کے لیے کافی تھا۔ لَوْ کو یہاں تمنی کے لیے بھی قرار دیا گیا۔ گویا انہیں یہ کہا گیا۔ کاش کہ وہ ایمان لاتے پھر نیا کلام شروع کر کے کہا لمثوبة من عند الله خير۔

۱۰۴: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا : (اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو) جب مسلمانوں کو آپ کوئی بات فرماتے تو مسلمان کہتے راعنا یا رسول اللہ۔ یعنی ہمارا خیال وانتظار فرمائیں۔ یہاں تک کہ ہم اس کو سمجھ کر یاد کر لیں۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے کہ نازل کی جائے تمہارے اوپر تمہارے رب کی

خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

طرف سے کوئی خیر۔ اور اللہ تعالیٰ مخصوص فرمائے اپنی رحمت سے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑے

الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

فضل والا ہے۔

رَاعِنَا کی وجہ ممانعت:

اور ادھر یہود کے ہاں عبرانی یا سریانی زبان میں، راعینا‘‘’’ کا کلمہ تھا جس سے وہ ایک دوسرے کو گالم گلوچ کرتے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں سے راعنا کا لفظ سنا تو انہوں نے فرصت کو غنیمت جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہی کلمہ کہنا شروع کر دیا۔ اور مراد اس سے وہ اپنا گالی والا کلمہ لینے لگے۔ پس مسلمانوں کو اس کلمہ سے روک دیا گیا۔ اور اس کا ہم معنی کلمہ انظرنا کہنے کا حکم دیا۔ یہ انظر نظر سے انتظار کے معنی میں ہے۔

وَاسْمَعُوْا : (اور غور سے سنو) نمبر ا: غور سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین کو سنو۔ کہ تمہارے کان ان کو محفوظ کرنے والے اور دماغ حاضر ہوں۔ تاکہ اعادہ اور رعایت کرنے والے کے مطالبہ کی حاجت پیش نہ آئے۔

نمبر ۲: قبولیت واطاعت کی غرض سے سنو۔ تمہارا سننا یہود کی طرح نہ ہونا چاہئے کہ انہوں نے کہا۔

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی)

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : (اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے) یہود کے لیے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۵: مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (اہل کتاب میں سے کافر اور مشرک یہ نہیں چاہتے کہ اتاری جائے تم پر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

قراءت: يُنَزَّلَ کو ابو عمرو اور مکی نے يُنْزَلَ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

اقسام من:

مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ : (کوئی بھلائی تمہارے رب کی طرف سے)

نمبر ا: پہلا مِنْ بیانیہ ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

ہم جس کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر

شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ کے لئے آسمان اور زمین کا ملک ہے اور تمہارے لئے اللہ کے

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔

نمبر۲: اور دوسرا زائدہ ہے جو خیر میں استغراق کا معنی پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔یعنی کسی قسم کی کوئی بھلائی۔

نمبر۳: تیسرا مِنْ ابتداء غایت کے لیے ہے۔الخیر سے وحی اور اسی طرح رحمت مراد ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : (اور اللہ تعالیٰ خاص کرتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں) یعنی وہ اپنے بارے میں خیال کرتے ہیں۔کہ وہ وحی اتارے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔پس اے مسلمانو۔وہ تم سے حسد کرتے ہیں۔اور پسند نہیں کرتے کہ تم پر کوئی چیز وحی میں سے اتاری جائے، اللہ تعالیٰ تو نبوت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) اس میں بتلایا کہ نبوت کا ملنا بہت بڑا فضل ہے۔

شَانِ نُزُوْل: کفار نے نسخ کے سلسلہ میں یہ اعتراض اٹھایا کہ محمد ﷺ کو دیکھو۔کہ اپنے اصحاب کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر ان کو منع کر کے اس کے الٹ حکم دیتے ہیں آج ایک بات کہتا ہے اور کل اس سے رجوع کر لیتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔

۱۰۶: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا : (جو کوئی آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں)

لغوی معنی:

لغت میں نسخ تبدیل کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعی تعریف:

کسی ایسے مطلق شرعی حکم کی انتہاء کو متاخر بیان کرنا کہ جس کا ہمیشہ رہنا ہمارے دماغوں میں پختہ ہو چکا ہو۔یہ ہمارے حق میں تو بظاہر تبدیلی ہے مگر صاحب شرع کے لیے یہ بیان محض ہے۔

ہم نے ان لوگوں کا جواب یہ کہہ کر۔''یہ صاحب شرع کے حق میں محض بیان ہے'' ''دے دیا جو نسخ کے منکرین ہیں'' اور نسخ کو بداء قرار دیتے ہیں۔میری مراد اس سے یہود ہیں۔(یا اس طرح کے دیگر گروہ بھی)

محل نسخ:

ایسا حکم جس میں وجود وعدم کا ذاتی طور پر احتمال ہو۔ اور اس حکم کے ساتھ ایسی چیزیں جو نسخ کے خلاف ہوں وہ نہ پائی جائیں۔ مثلاً توقیت، تابید خواہ وہ توقیت وغیرہ نص سے ثابت ہو یا دلالت نص سے۔

شرط نسخ:

دل کے ارادے سے قدرت کافی ہے تمکن فعل سے قدرت ضروری نہیں۔ عندنا۔ البتہ معتزلہ فعل سے قدرت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

نسخ کی صورت:

نمبر۱: تلاوت اور حکم سے نسخ بھی جائز ہے اور
نمبر۲: یہ بھی جائز ہے۔ کہ حکم منسوخ ہو۔ اور تلاوت منسوخ نہ ہو۔
نمبر۳: اور اس کا عکس ہو کہ تلاوت منسوخ ہو مگر حکم منسوخ نہ ہو۔
نمبر۴: اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حکم کا کوئی وصف منسوخ ہو جیسے نص پر اضافہ قید یہ ہمارے نزدیک نسخ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں۔

الانساء : دلوں سے اس کی یادداشت کا مٹ جانا۔
قراءت: ابو عمرو اور مکی نے نَنْسَأْ ھا ہمزہ سے پڑھا ہے۔ نَنْسأ کا معنی موخر کرنا ہے یہ نسأت سے لیا گیا ہے جس کا معنی اَخَّرتُ ہے۔ میں نے مؤخر کیا۔
نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا : (تو نازل کر دیتے ہیں اس سے بہتر) یعنی ہم کوئی آیت لے آتے ہیں جو بندہ کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ عمل میں ثواب کے لحاظ سے
اَوْ مِثْلِهَا : (یا اس جیسی) اس میں اس کی مثل ہوتی ہے اس لیے کہ بعض آیات کو بعض پر (بحیثیت آیت کے) کوئی فضیلت نہیں۔
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ : (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی وہ قادر ہے پس خیر اور اس کی مثل پر یکساں قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر آیت :۱۰۷:

۱۰۷: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی سلطنت اسی اللہ کی ہے۔) وہ تمہارے معاملات کا مالک اور مدبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ناسخ منسوخ میں سے کس کے ساتھ تم سے عبادت کروانی ہے۔
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ : (اور تمہارے لیے اللہ کے مقابل کوئی مددگار دوست نہیں) ایسا جو تمہارے معاملے کا ذمہ دار ہو۔
وَّلَا نَصِيْرٍ : (اور نہ مددگار) اور نہ کوئی مددگار جو تمہیں عذاب سے بچائے۔

أَمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسٰی سے سوال کئے گئے اور جو شخص ایمان کے بدلہ کفر کو

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

اختیار کرے۔ سو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

تفسیر آیت ۱۰۸...... بیجا سوالات کی ممانعت:

اَمْ تُرِيْدُوْنَ : (کیاتم یہ چاہتے ہو کہ) یہ اَمْ منقطعہ ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔اَتُریدون کیاتم ارادہ رکھتے ہو؟

اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ : (سوال کرو جس طرح سوال کئے گئے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے قبل) روایت میں آیا ہے کہ قریش نے کہا۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونا بنادے۔اور مکہ کی زمین سے پہاڑ ہٹا کر اس کو کھلا میدان کر دے۔پس اس آیت میں ان کو نشانیاں مانگنے کی ممانعت کر دی گئی۔جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا۔

اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۸

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ : (جو بدل لے کفر کو ایمان سے) جس نے آیات منزلہ پر یقین کو چھوڑ دیا۔اور ان میں شک کیا اور اپنی طرف سے اور کو ایجاد کیا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ : (پس وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا) سواء کا معنی سیدھا اور درمیانہ راستہ۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ

اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ کاش تم کو تمہارے ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا لیں

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

اپنے دلوں کے حسد کے باعث، بعد اس کے کہ ان کے لئے حق ظاہر ہو گیا ہے، سو تم معاف کرو

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۱۰۹

اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو کچھ پہلے سے بھیج دو گے اپنی جانوں کے لئے کوئی خیر

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۱۱۰

اسے اللہ کے پاس پا لو گے، بے شک اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو

تفسیر آیت ۱۰۹:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ : (اہل کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ تم کو پھیر دیں) یہ کہ وہ تم کو لوٹا دیں۔
مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا : (ایمان کے بعد کفر کی حالت میں) یہ کُمْ ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا۔ یعنی تم کو تمہارے دین سے کفر کی حالت کی طرف لوٹا دیں۔
شانِ نزول: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے واقعۂ احد کے بعد کہا۔ کیا تم نے غور نہیں کیا۔ کہ جو تکلیف تمہیں پہنچی۔ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں شکست نہ ہوتی۔ تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ۔ وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔
حَسَدًا : (حسد کی وجہ سے) یہ مفعول لہ ہے یعنی حسد کی وجہ سے۔ حسد دوسرے کے پاس نعمت کے ہونے پر افسوس کرنا (جلنا اور اس کے زوال کی تمنا کرنا)۔
مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ : (جو ان کے دلوں میں ہے) یہ ودّ کے متعلق ہے یعنی وہ اپنے دلوں سے چاہتے ہیں اپنی شہوت کی بناء پر۔ دین داری اور حق کی طرف میلان کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ : (اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکا حق) کہ ان کو معلوم ہے کہ تم حق پر ہو۔ یا حسد کی بناء پر یعنی ایسا حسد شدید جو ان کے دلوں کی گہرائی سے پھوٹنے والا ہے۔
فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا : (تم معاف کرو اور درگزر کرو) پس تم ان کے ساتھ درگزر اور معافی کا راستہ اختیار کرو اگر ان سے جہالت

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ

اور انہوں نے کہا کہ ہرگز کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سوائے اس کے جو یہودی ہو یا نصرانی ہو، یہ ان کی آرزوئیں ہیں، آپ فرما دیجئے

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

کہ لے آؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو ہاں جس نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری کے لئے جھکا دیا اور وہ محسن ہو

فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اس کے رب کے پاس، اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں، اور نہ یہ لوگ رنجیدہ ہوں گے

ع ۱۳

دشمنی ظاہر ہو۔

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ: (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لے آئے اپنا حکم) یعنی لڑائی والا حکم۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان سے انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۱۰:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ: (اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ بھیج دو آگے اپنے لیے بھلائی) خیر سے مراد کوئی نیکی، نماز یا ان کے علاوہ دیگر عبادات۔

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ: (وہ پاؤ گے اللہ تعالیٰ کے پاس) اس کا ثواب اس کے ہاں پالو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے) اس کے ہاں کسی عامل کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا۔

ادعاء یہود و نصاریٰ:

۱۱۱: وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى: (وہ کہتے ہیں ہرگز نہ جائیں گے جنت میں مگر جو یہودی یا عیسائی ہو) قالوا کی ضمیر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی یہود نے کہا جنت میں فقط یہودی جائیں گے۔ نصاریٰ نے کہا جنت صرف نصاریٰ کیلئے ہے ان دونوں قولوں میں صنعت لف کا لحاظ رکھا گیا۔ کہ ہر فریق دوسرے کی تضلیل کر رہا ہے۔ اور دوسرے کو یقینی طور پر گمراہ قرار دے رہا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۳۔ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ! میں یہ بات مذکور ہے ھودًا جمع ھائد کی جس طرح عائذ جمع عوذ کی۔ مَن کے لفظ کا لحاظ کر کے کان کا اسم واحد لائے۔ اور معنی کی طرف نظر کر کے خبر جمع لائے۔

باطل تمنا:

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ : (یہ ان کی تمنائیں ہیں) اس سے ان کی مذکورہ تمناؤں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ یہ کہ ایمان والوں پر رب کی طرف سے خیر نہ اترے گی، اور ایک تمنا یہ تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹا دیں۔ اور ایک تمنا یہ تھی کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں نہ جائے گا اس قسم کی باطل تمنائیں ان کی تمنائیں تھیں۔ الامنیة۔ یہ تمنی سے افعولة کا وزن ہے۔ جیسے اضحوکة۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ : (کہہ دیں اے محمد ﷺ تم اپنی دلیل لاؤ) تم اپنے جنت میں داخلے کی دلیل لاؤ۔ ھاتِ کا لفظ بمنزلہ ھاء کے ہے۔ جس کا معنی اُحْضُرْ ہے یہ ان کے قول لن ید خل الجنة الا من کان ھودا او نصٰرٰی سے متصل ہے اور تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ کا جملہ معترضہ ہے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : (اگر تم سچے ہو) اپنے دعویٰ میں۔

مذمت اہل کتاب:

۱۱۲: بَلٰى : (کیوں نہیں) دوسروں کے جنت میں داخلے کی یہود و نصاریٰ نے جو نفی کی۔ یہ اس کا اثبات ہے۔

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ : (جس نے حوالے کیا اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے) جس نے اپنے آپ کو اس کے لیے خالص کر لیا۔ اور وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ : (اور وہ نیکوکار بھی ہے) وہ قرآن کی تصدیق کرنے والا ہے۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ : (اس کے لیے اس کا ثواب ہے) یہ من اسلم کا جواب ہے۔ من اسلم یہ ایسا کلام ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اور بلٰی سے ان کی تردید ہے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا۔

عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ : (اس کے پروردگار کے ہاں نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ ص وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ

اور کہا یہود نے کہ نصاری کسی چیز پر نہیں، اور نصاری نے کہا کہ یہود کسی

عَلٰى شَیْءٍ لا وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ

چیز پر نہیں ، حالانکہ وہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں۔ ایسا ہی کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے انہی کی

قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

سی بات، پس اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں جس میں وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں

تفسیر آیت ۱۱۳:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ : (یہود نے کہا کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں) کسی صحیح شئی پر جو شمار کی جا سکے۔
وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ : (اور نصاریٰ نے کہا یہود کسی راہ پر نہیں)
وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ : (حالانکہ وہ سب کتاب الٰہی پڑھتے ہیں) وهم يتلون الكتٰب میں واؤ حالیہ ہے اور الکتاب کا الف لام جنس کا ہے۔یعنی انہوں نے ایسی بات کہی حالانکہ وہ اہل علم اور کتابیں پڑھنے والے ہیں۔اور جو تورات وانجیل کو اٹھانے والا اور ان پر ایمان لانے والا ہے اسے باقی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کی مصدق ہیں۔
كَذٰلِكَ : (اسی طرح)اس جیسی بات جو تو سن چکا۔

توبیخ اہل کتاب:

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ : (کہی ان لوگوں نے جو بے علم ہیں ان جیسی بات) یعنی وہ جاہل جن کو نہ کچھ علم ہے اور نہ ان کے پاس کتاب ہے۔جیسے بت پرست۔دہریئے وہ ہر دین والے کو کہتے ہیں۔کہ وہ کسی ایسی چیز پر نہیں جو کسی شمار وقطار میں آئے۔اس آیت میں اہل کتاب کو سخت توبیخ کی گئی کہ انہوں نے علم کے باوجود اپنے آپ کو جاہلوں کی لڑی میں پرودیا ہے۔
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ : (پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا۔جس میں یہ جھگڑتے تھے)یعنی یہود ونصاریٰ کے درمیان اس سزا کا جو ہر فریق کے لیے اس کے مناسب تجویز کی جائیگی۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اس بات سے روکے کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے،

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ

ان لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے

فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۱۱۴: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ : (اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو منع کرے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے) قراءت: من ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے اور یہ استفہامیہ ہے۔ اظلم یہ اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے ۔

نحوی تراکیب:

نمبر ۱: ان یذکر یہ مَنَعَ کا مفعول دوم ہے کیونکہ محاورہ ہے منعته کذا۔ اس کی مثال سورۃ اسراء کی آیت وما منعنا ان نرسل بالاٰ یات میں منع کا مفعول اول نا اور دوم ان نرسل بالاٰ یات ہے۔ اور اسی سورت کی آیت نمبر ۹۴ وما منع الناس ان یؤمنوا۔ میں الناس اور ان یؤمنوا دومفعول ہیں۔

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے کہ ان کے ساتھ حرف جر کو حذف کردیں۔ اصل اس طرح ہے۔ من ان یذکر اور تم اس کو نصب دو بطور مفعول لہ کے۔ نصب کا مطلب یہ ہے۔ منعها کراهة ان یذکر (ان مساجد سے روکے ذکر سے نفرت کی بناء پر)

ایک مسئلہ :

اللہ تعالیٰ کی تمام مساجد کے لیے یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ان میں روکنے والا ظلم میں حد سے نکلنے والا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عیسائیوں نے بیت المقدس میں گندگی ڈال دی۔ لوگوں نے ان کو اس میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ یا مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ کے سال مسجد حرام میں داخلے سے منع کیا۔

جمع کی وجہ:

سوال : یہاں مساجد اللہ فرمایا گیا۔ حالانکہ روکا تو ایک مسجد سے تھا۔ مسجد بیت المقدس یا مسجد حرام سے ۔

جواب : حکم عام ہے اگر چہ سبب خاص ہے اس کی مثال سورۂ ہمزہ کی آیت نمبر ا ویل لکل همزه ہے۔ جو اخنس بن شریق کے بارے میں اتری۔ حالانکہ مراد عام ہر طعنہ زن ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب، سو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر اللہ کا رخ ہے، بیشک اللہ واسع ہے، علیم ہے

وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا : (اورکوشش کرے ان کے اجاڑنے کی) اللہ کی یاد کو منقطع کر کے۔ مَنْ سے عام مراد ہے جیسا کہ مَسٰجِدَ اللّٰهِ سے مراد عام ہے یعنی ہر ایک مسجد مراد ہے۔

اُولٰٓئِكَ : (یہ لوگ) اولئک کا مشارالیہ وہ رکاوٹ ڈالنے والے ہیں۔

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ : (اس لائق نہیں کہ ان میں داخل ہوں) یعنی ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں داخل ہوں۔

عاجزانہ داخلہ کی اجازت:

اِلَّا خَآئِفِيْنَ : (مگر ڈرتے ڈرتے) یہ ید خلو ھا کی ضمیر سے حال ہے۔ نمبر ا: یعنی مؤمنوں سے ڈرنے کی اور کپکپی کی حالت میں کہ کہیں پکڑ نہ لیے جائیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ناجائز تسلط جمائیں اور منہ موڑیں۔ اور ایمان والوں کو اس سے روکیں۔

مطلب یہ ہوا کہ ان کا یہی حق تھا۔ اگر کفار کا ظلم وسرکشی وغرور نہ ہو۔

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا۔ کہ ما کان لھم فی حکم اللّٰہ یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اور لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ وہ مؤمنوں کی مدد فرمائے گا۔ اور ان کو مضبوط کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں داخل نہیں ہونگے۔ مگر اس حال میں کہ وہ ڈرنے والے ہونگے۔

روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں کوئی عیسائی داخل نہیں ہوتا۔ مگر ناواقف بنکر اس خطرہ کے پیش نظر کہ قتل نہ کر دیا جائے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بیت المقدس میں جو عیسائی پایا جاتا ہے اس کی خوب پٹائی کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا۔ الالا یحجن بعد ھذا العام مشرك (بخاری ومسلم) خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج بیت اللہ کو نہ آئے۔

بعض نے اس ارشاد کا معنی یہ کیا ہے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کو بطور صاحب اقتدار کے وہاں غالب نہ ہونے دو۔ کہ اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے دو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے جو سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۳ میں ہے۔ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللّٰہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء مت دو۔

لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ : (ان کے لیے دنیا میں رسوائی) خزی سے مراد حربی کافر کا قتل وقید کرنا ہے اور ذمی کا جزیہ کی ذلت اٹھانا

وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : (اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے) عذاب سے مراد یہاں آگ ہے۔

۱۱۵: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ : (مشرق ومغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) یعنی مشرق ومغرب کے سارے ملک اس کے ہیں۔ اور وہی ان کا مالک ہے اور متولی ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا : (جدھر تم اپنا منہ کرلو گے) یہ شرط ہے تو لوا یہ جزاء فعل اس کی وجہ سے مجزوم ہے یعنی جس جگہ میں ہو تم چہروں کا رخ قبلہ کی طرف پھیرو۔ اس مطلب کی دلیل سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ کہ تم اے پیغمبر پھیرو اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ بھی تم ہو) تم (مسلمانو) پھیرو اپنے چہروں کو اسی کی طرف۔

فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ : (پس ادھر ہی اللہ کا سامنا ہے) یہ جواب شرط ہے۔ یعنی وہ جہت جس پر وہ راضی ہے اور جس کا اس نے حکم دے رکھا ہے۔ پس مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس میں نماز سے روک دیا گیا۔ تو تمہارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ پس تم زمین کے جس ٹکڑے پر چاہو نماز ادا کرو۔ اور اس میں بیت اللہ کی طرف منہ کرلو کیونکہ جہت کی طرف منہ تو ہر جگہ ممکن ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ : (بے شک اللہ وسعت والے علم والے ہیں) یعنی وہ وسیع رحمت والے ہیں وہ بندوں پر اپنی رحمتوں کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور وہ بندوں کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسافر کی نماز کے سلسلہ میں یہ آیت اتری۔ کہ جب وہ اپنی سواری پر ہو تو جدھر اس کی سواری رخ کرلے ادھر ہی مسافر منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

اشتباہ قبلہ کا حکم:

یہ بھی کہا گیا۔ کہ کچھ لوگوں پر قبلہ مشتبہ ہو گیا۔ انہوں نے مختلف اطراف کی طرف رخ کر کے (اپنے اجتہاد کے مطابق) نماز پڑھ لی۔ جب صبح ہوئی تو ان کو اپنی خطا کا علم ہوا۔ پس ان کا عذر قبول کرلیا گیا۔ یہ روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جہتِ قبلہ:

کیونکہ وہ قبلہ کے مشتبہ ہو جانے والوں میں سے قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز درست قرار نہیں دیتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اینما تو لوا یہ ذکر و دعا کیلئے ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ

اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے، بلکہ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب

لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

اسی کے لئے فرمانبردار ہیں۔ وہ بلا مثال کے پیدا فرمانے والا ہے، آسمانوں اور زمین کو اور جب فیصلہ فرمائے کسی امر کا تو بس یوں فرما دیتا

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ہے کہ ہو جا، پس ہو جاتا ہے۔

۱۱۶: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا : (وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا) ان کے قول سے مراد مسیح ابن اللہ اور عزیر ابن اللہ ہے۔
قراءت: شامی نے قالوا پڑھا ہے پس واؤ کو ثابت ماننے کی صورت میں یہ واقعہ ماقبل پر معطوف ہوگا اور اگر واؤ کا حذف مانیں تو یہ جملہ متانفہ اور الگ واقعہ ہے۔

سُبْحٰنَهٗ : (وہ سبحان ہے)۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور منزہ ہے۔

بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے) یعنی وہ اس کا خالق و مالک ہے۔ اور مسیح و عزیر اس کے مملوک و مخلوق ہیں۔ اور ولادت بذات خود مالکیت کے منافی ہے۔

کل کی نحوی تحقیق:

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ : (سب اسی کے تابعدار ہیں) مطیع ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی اس کی تکوین و تقدیر سے نکل نہیں سکتی۔ كُلٌّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی کل ما فی السموت والارض۔ (آسمان و زمین کی ہر چیز) یا تقدیر عبارت یہ ہے۔

کل من جعلوہ للّٰہ ولداً لہ قانتون مطیعون عابدون مقرون بالربوبیۃ منکرون لما اضافوا الیھم۔ کہ ہر وہ جس کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے سامنے عاجزی کرنے والے عبادت کرنے والے اور اس کی ربوبیت کے اقراری ہیں۔ اور جس چیز کی نسبت لوگوں نے ان کی طرف کی ہے اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

سوال: یہاں ما کا لفظ لایا گیا جو غیر ذوی العقول کے لیے ہے جبکہ قانتون جمع سالم عقلاء کے لیے ہے۔

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے سُبحٰن ما سخرلنا۔ ما بمعنی مَنْ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو ہمارے کام میں لگایا۔

تفسیر آیت ۱۱۷:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (وہ آسمان وزمین کا موجد ہے) ان کا مخترع اور بغیر مثال کے ان کو بنانے والا ہے۔ عرب ہر اس آدمی کو جو ایسا کام کرے جو اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو کہتے ہیں۔ اَبدعت اس لیے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے والوں کو مبتدع کہا جاتا ہے۔

اس لیے کہ وہ دین اسلام میں ایسی چیز رواج دے رہا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے نہیں کی۔

وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا : (جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی کام کا) قضٰی کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : (تو بس فرمادیتا ہے کہ ہو وہ ہو جاتا ہے)

جلد وقوع کی تمثیل:

کن فیکون۔ یہ کان تامہ ہے یعنی وہ کہتا ہے پیدا ہو جا وہ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ حقیقتاً تو جلدی وقوع پذیر ہونے کو مجاز و تمثیل سے ذکر کیا گیا۔ ورنہ نہ وہاں قول ہے نہ حاجت قول مطلب یہ ہوا کہ جن معاملات کا وہ فیصلہ اور ارادہ کرتا ہے تو وہ بلا روک ٹوک وجود میں آجاتے ہیں۔ جس طرح کہ فرمانبردار نوکر اطاعت کرتے ہوئے ذرا توقف نہیں کرتا۔ اور نہ اس سے انکار بن پڑتا ہے ولدیت کے استبعاد کو اس سے اور مؤکد و پختہ طور پر ثابت کر دیا۔ اس لیے کہ جو قدرت کی ایسی صفات کاملہ رکھتا ہو۔ جس کی یہ صفات جسمیت کے منافی ہیں پھر توالد کا تصور کیوں کر ممکن ہو؟

قراءت: فیکونُ میں رفع ہی سب سے بہتر ہے اور عام قراء کی قراءت یہی ہے۔ وہ اسے جملہ مستانفہ جانتے ہیں۔ ای فھو یکون۔

یا یقول پر عطف کی وجہ سے ضمہ آئے گا۔

ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کن کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے کیونکہ اس صورت میں امر ہے اور امر کا جواب فآء کی صورت میں منصوب ہوتا ہے۔ (ان مقدرہ کی وجہ سے)

قولِ فیصل:

کن حقیقت میں امر نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کہا جائے اذاقضٰی امرا فانما یکون فیکون یا اس طرح کہا جائے فانما یقول له کن فیکون۔ تو یہ دونوں برابر ہیں۔

جب اس کا امر ہونا ثابت نہ ہوا تو نصب کا کوئی مطلب نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اگر وہ امر ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس سے موجود کو خطاب ہوگا۔ تو موجود کن سے مخاطب کیا نہیں جاتا۔ یا معدوم کو مخاطب کریں۔ تو معدوم قابل خطاب ہی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ط كَذٰلِكَ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے، کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ، یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی دلیل، ایسا ہی

قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ط تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ط قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

کہاان لوگوں نے جوان سے پہلے تھے انہی جیسی بات،ان کے دل آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئے ۔ بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کے لئے دلیلیں بیان

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾

کردی ہیں جو یقین لاتے ہیں۔

تفسیر آیت ١١٨:

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ : (اور کہتے ہیں وہ لوگ جونہیں جانتے)مشرکین میں سے یا اہل کتاب میں سے۔ان سے علم کی نفی کی۔کیونکہ انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو گویاان کوعلم ہی نہ تھا۔

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ : (کیوں نہیں باتیں کرتا ہم سے اللہ تعالیٰ)وہ ہم سے ہمکلامی کیوں نہیں کرتا۔جیسا کہ ملائکہ سے کرتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا یہ بات وہ تکبر وسرکشی کی بناء پر کہتے ہیں۔

اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : (یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی اسی طرح کہاان لوگوں نے جوان سے پہلے گذرے)شدیدانکار کی وجہ سے۔کیونکہ ان کودی جانے والی آیات وہ آیات ہی توتھیں۔ان آیات کی تحقیر کرتے ہوئے (وہ انکارکرتے تھے)

مِّثْلَ قَوْلِهِمْ : (ان جیسی بات)

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ : (ملے جلے ہیں ان کے دل)ان کے دل اوران سے پہلے والوں کے دل اندھے ہیں۔گویااندھے ہونے میں مشابہ ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ : (بے شک ہم نے بیان کردیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جویقین کرتے ہیں)یعنی اس قوم کے لیے جوانصاف پسند ہیں پس وہ ان آیات پریقین کرتے ہیں۔کہ یہ آیات ہیں جن پریقین لانا اوراعتراف کرنا ضروری ہے۔ اورانہی پروہ اکتفا کرتے ہیں۔مزید کے متلاشی نہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور دوزخ والوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى

اور ہرگز راضی نہ ہوں گے آپ سے یہود اور نصاریٰ یہاں تک کہ آپ ان کے دین کا اتباع کر لیں۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَھُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ

کی ہدایت جو ہے وہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے تو نہ ہو گا

مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

آپ کے لئے کوئی ولی اور مددگار جو اللہ سے بچادے۔

تفسیر آیت ۱۱۹:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا : (بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا) یعنی مؤمنوں کو ثواب کی خوش خبری اور کفار کو عقاب سے ڈرانے والے۔

وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ : (تجھ سے پوچھ نہ ہوگی دوزخ والوں کے متعلق) ہم ان کے متعلق آپ سے پوچھ گچھ نہ کریں گے کہ وہ آپ کے پیغام پہنچانے اور دعوت میں پوری کوشش صرف کرنے کے باوجود کیوں ایمان نہیں لائے۔

نحو :بِالْحَقِّ یہ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا کی طرح حال ہے۔یعنی غیر مؤول ہے یہ جملہ مستانفہ ہے

قراءت: نافع رحمۃ اللہ علیہ نے لَا تَسْـَٔلْ نہی کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دو تفسیریں:

مطلب یہ ہے کہ کفار جس چیز میں مبتلا ہیں اس کا عذاب بہت ہی بڑا ہے اس کا کیا پوچھنا ہے جیسے کہتے ہیں۔ کیف فلان جبکہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو جواباً یہی کہا جاتا ہے۔

لا قال اس کے بارے میں مت پوچھو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کفار کے احوال کے بارے میں سوال سے روک دیا۔ جب کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔

وقف منزل

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور جو شخص

يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

اس پر ایمان نہ لائے سو یہ لوگ پوری طرح خسارہ میں ہیں۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ : (ہرگز تم سے یہود ونصاریٰ خوش نہ ہونگے جب تک کہ تم اختیار نہ کروان کا دین) گویا انہوں نے اس طرح کہا۔ کہ ہم ہرگز تم سے راضی نہ ہونگے اگرچہ تم ہماری رضامندیوں کی طلب میں انتہا کردو۔

یہود کے دخولِ اسلام سے مایوسی:

یہاں تک کہ تو ہماری ملت کی اتباع کرے۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کا یہود ونصاریٰ کے دخول اسلام سے مایوس ہونا ظاہر کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا کلام ذکر کیا۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ : (کہہ دیں کہ اللہ ہی کی ہدایت) وہی ہدایت جس کو وہ اپنے بندوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔

هُوَ الْهُدٰى : (ہدایت ہے) یعنی اسلام جو کہ خالص ہدایت ہے اس سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں اور جس کی طرف تم (اے یہود ونصاریٰ) دعوت دیتے ہو وہ ہدایت نہیں بلکہ ضلالت ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ : (اگر آپ چلے ان کی خواہشات پر) یعنی ان کے ان اقوال پر جو کہ خواہشات، بدعات پر مبنی ہیں۔

بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ : (اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آچکا) یعنی العلم سے مراد یہ کہ جان لینا کہ وہ، وہ دین اسلام ہے یا جانا پہچانا ہوا دین۔ کہ جس کے دلائل واضح اور ثبوت روشن ہیں۔ وہ مراد ہے۔

مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ : (آپ کے لیے کوئی حمایتی) یعنی اللہ کے عذاب سے

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ : (مددگار نہ ہوگا) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) کے معنی میں ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۱:

اَلَّذِيْنَ : (وہ لوگ) نحو : الذین اسم موصول مبتدا

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ : (جن کو ہم نے کتاب دی) نحو : یہ صلہ ہے۔ نمبر ۱: ھم سے مراد اہل کتاب کے مؤمن۔ الکتب سے مراد تورات وانجیل ہے۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر انعام کیا اور اس بات کو بھی کہ میں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی،

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی جان کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہ کرے گا اور نہ کسی کی طرف سے جان کا کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

شفاعت نفع دے گی،　　اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

نمبر۲: یا اصحاب محمد ﷺ۔ کتاب سے مراد قرآن مجید۔

يَتْلُوْنَهٗ : (وہ اس کو پڑھتے ہیں) یہ ھم سے حال مقدرہ ہے کیونکہ کتاب دیئے جانے کے وقت وہ اس کی تلاوت کرنے والے نہ تھے۔ اور

حق تلاوت کا مطلب:

حَقَّ تِلَاوَتِهٖ : (جیسے تلاوت کا حق ہے) مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

ای یقرؤونہ حق قراء تہ فی الترتیل۔ یعنی وہ اس کو پڑھتے تھے۔ جیسے پڑھنے کا حق ہے یعنی ترتیل اور ادائیگی حروف' تدبر و تفکر کے ساتھ۔

یا اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے مضمون پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس میں پیغمبر ﷺ کی تعریف کو نہیں بدلتے۔

اُولٰٓئِكَ : (یہی لوگ) نحو : یہ مبتدا ہے۔ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ یہ اس کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یتلونہ کو خبر مانیں۔ اور یہ جملہ دوسری خبر ہے

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ :- (اور جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں) اس لیے وہ خسارہ پانے والے ہیں کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لے لیا۔

تفسیر آیت ۱۲۲:

۱۲۲: يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ : (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کیں) یعنی انعمتھا علیکم۔ تم پر میں نے انعام کیا۔

وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : (اور میں نے تمہیں فضیلت دی جہاں کے لوگوں پر) میں نے تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند کلمات کے ذریعہ تو انہوں نے ان کو پورا کیا۔ ان کے رب نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے، ان کے رب نے فرمایا کہ میرا عہد ظلم کرنے والوں کو نہ ملے گا

تفسیر آیت ۱۲۳:

۱۲۳: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے معاوضہ قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کی سفارش اسے فائدہ دے گی اور نہ ان لوگوں کی مدد کی جائے گی)

نحو: ھم مبتدا اور ینصرون خبر ہے۔ اور چاروں جملے یومًا کی صفت ہیں۔ یعنی واتقوا یومًا لا تجزی فیه۔ ولا یقبل فیه۔ ولا تنفعها فیه، ولا هم ینصرون فیه۔

بارِ دیگر لانے کی وجہ:

سوال: ان دونوں آیات کو دوبارہ کیوں لایا گیا؟

جواب: ان سے گناہ بار بار ہوئے گویا ہر دفعہ نیا گناہ ہوا۔ بنی اسرائیل کے واقعہ کو جس سے شروع فرمایا اسی پر ختم کیا۔

۱۲۴: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ : (جب آزمایا ابراہیم کو ان کے رب نے چند کلمات کے ساتھ) واذ۔ اذکر محذوف ہے۔ ابتلاء کا معنی اوامر ونواہی سے امتحان کرنا ہے اور بندوں کے اختبار کا مطلب اس چیز کا ظہور جس کو ہم نہیں جانتے۔ اللہ کی طرف سے اختبار کا مطلب جس کو اپنے علم سے جانتا ہے اس کا ظاہر فرمانا۔

نتیجہ ابتلاء:

شاہد وغائب میں کسی خفی امر کا ظاہر ہونا۔ اسی وجہ سے تو ابتلاء کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاسکتی ہے۔

دوسرا قول: یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کا امتحان کرنا یہ مجاز ہے۔ اس سے کہ بندے کو دو کاموں میں ایک کے کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور بندہ چاہتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے رہے ہیں۔ اس کام میں جو بندے سے سرزد ہوگا۔ تاکہ اس کے مطابق وہ بدلہ عنایت فرمائے۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابراھیم ربُّهٗ ابراہیم کو رفع دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے یعنی دعا کے کلمات سے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ جیسے امتحان لینے والا کرتا ہے۔ کہ آیا مخاطب اس کو جواب دے گا یا نہیں۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

اور جب ہم نے بنایا خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن، اور بنا لو مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے

السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

والوں کے لئے۔

اکثر مفسرین کا قول:

اکثر مفسرین نے کلمات کوعشر خصال قرار دیا۔ جن میں پانچ سر اور پانچ جسم میں ہیں۔ مضمضہ، سواک، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کٹوانا۔ مانگ نکالنا۔ استنجاء۔ زیر ناف بال لینا۔ بغل کے بال نوچنا، ناخن کاٹنا، ختنہ کرنا۔

فَاَتَمَّهُنَّ : (پس انہوں نے ان کو پورا کردیا) یعنی ان کو صحیح طور پر ادا کر دیا۔ بغیر کسی سستی اور اضافے کے جیسا کہ سورۃ نجم آیت نمبر۳۷ میں فرمایا۔ وَاِبْرٰهِيْمُ الَّذِیْ وَفّٰى۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے وہ دے دیا۔ جو ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا۔ اور ان چیزوں میں کمی نہ کی۔ اب اس کے مطابق کلمات سے مراد وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی نمبر۱: رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۶) نمبر۲۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۷) نمبر۳) وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (بقرہ آیت نمبر ۱۲۸)

سنن:

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ آیت نمبر۱۲۹) اور قراءت مشہورہ کے مطابق کلمات پانچ سر میں ہیں۔ مانگ نکالنا۔ مونچھیں لینا۔ مسواک کرنا۔ مضمضہ، استنشاق پانچ بقیہ جسم میں ہیں۔ ختنہ۔ ناخن کاٹنا۔ بغل کے بال اکھاڑنا۔ زیر ناف بال، استنجاء۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شرائع کے تیس احکام ہیں جن میں سے دس سورۃ توبہ آیت نمبر۱۱۲۔ التَّائبون، دس احزاب کی آیت ۳۵ میں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اور دس سورت مؤمنون کی آیت نمبر۹ اور معارج کی آیت نمبر۳۴ یخافون۔ تک میں مذکور ہیں۔

قول آخر: یہ ہے کہ یہ حج کے احکامات ہیں۔

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا : (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں) امام اس کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے۔ یعنی وہ اپنے دین میں تیری اقتدا کریں گے۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ : (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور میری اولاد میں سے) یعنی تو میری اولاد میں سے مقتدا بنا جس کی لوگ اقتدا کریں، ذریۃ الرجل۔ مذکر ومؤنث ہر دو اولاد کے لیے آتا ہے۔ یہ ذرء سے فعلیّۃ کا وزن ہے۔ ذرء کا معنی پیدا کرنا۔ ہمزہ کو یاء سے بدل دیا۔

مسلمانوں کا مقتدیٰ کافر نہیں ہوسکتا:

قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ : (کہا ہمارے اس عہد میں وہ داخل نہیں جو ظالم ہیں)

قراءت: الظالمین، حمزہ اور حفص کے نزدیک سکون یاء کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امامت تیری اولاد میں سے اہل ظلم کو نہ ملے گی۔ اہل ظلم سے اہل کفر مراد ہیں۔ اس سے بتلا دیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی امامت اہل کفر کے لیے ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور ان کی اولاد میں مسلمان وکافر دونوں ہونگے۔ جیسا سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۱۳ میں بارکنا علیه تا محسن وظالم لنفسه مبین۔ محسن سے مراد مؤمن اور الظالم سے کافر مراد ہیں۔

معتزلہ کا قول:

فاسق امامت کا حقدار نہیں۔ ظالم کا امامت کے منصب پر مقرر کرنا جائز نہیں اس لیے کہ امام تو دفع ظلم کے لیے ہوتا ہے جب ظالم کو مقرر کر دیا جائیگا۔ تو وہ مشہور مثال کے مطابق بن جائے گا۔ من استرعی الذئب ظلم۔ جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا۔

جواب معتزلہ: یہ ظالم سے مطلق یعنی کافر مراد ہے کیونکہ مطلق ظالم وہی ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ ان کا بیٹا نبی ہو۔ جس طرح ان کو نبوت ملی تو ارشاد ہوا کہ ظالم نبی نہیں ہوگا۔

۱۲۵: وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ : (اور جب ٹھہرایا ہم نے گھر کو) بیت سے مراد کعبہ ہے یہ نام اس پر غالب آ گیا جیسا کہ ثریا کو نجم کہا جاتا ہے۔

ملتجی فی الحرم کی دلیل:

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ : (لوگوں کے لیے اجتماع کی جگہ) حجاج وعمار کے لیے مرجع ہے۔ کہ وہاں سے جدا ہو کر پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں۔

وَاَمْنًا : (اور امن کا مقام) امن کی جگہ جنایت کرنے والا وہاں پناہ لے تو اس پر تعرض نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ خود نکل جائے اور یہ ہمارے لیے مسئلہ ملتجی فی الحرم کے متعلق دلیل ہے۔

مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى : (اور بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز) ہم نے کہا وہاں نماز کی جگہ مقرر کرلو۔ جہاں نماز ادا کیا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ مقام ابراہیم ہے تو عمر نے کہا۔ اس کو نماز کی جگہ نہ بنالیں ۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں ہوا۔ ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا کہ یہ آیت اتری۔ (ابو نعیم، ابن ابی داؤد فی المصاحف بحوالہ کنز العمال ج ٧/ ٣٨١)

دوسرا قول: یہ ہے کہ مصلّی سے مراد مدعیٰ اور وہ پتھر جس پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا اثر موجود ہے یہ مقام ابراہیم ہے۔

تیسرا قول: سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔

قراءت: شامی و نافع نے وَاتَّخَذُوْا۔ ماضی پڑھا۔ اور جعلنا پر عطف کیا۔ یعنی اتخذالناس من مکان ابراھیم الذی وسم به لا ھتما مه به وامکان ذریته عنده قبلة یصلون الیھا یعنی لوگوں نے ابراہیم کے اس نشان زدہ کھڑے ہونے کی جگہ کو مہتم بالشان سمجھ کر اور ان کی اولاد کے وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے قبلہ قرار دیا۔ کہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ : (اور ہم نے کہہ دیا ابراہیم و اسماعیل کو) ان دونوں کو ہم نے حکم دیا۔

طہارت کا معنیٰ:

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ : (کہ صاف رکھو میرے گھر کو) قراءت: بَيْتِىَ۔ یاء کے فتح کے ساتھ مدنی اور حفص نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں پاک کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ بتوں سے اس کو پاک رکھو۔ اور تمام قسم کی انجاس و خبائث سے صاف رکھو

لِلطَّآئِفِيْنَ : (طواف کرنے والوں) اس کے گرد طواف کرنے والوں کے لیے۔

وَالْعٰكِفِيْنَ : (اور اعتکاف کرنے والوں) نمبر ا: جو اس کے پاس اعتکاف کرنے والے ہیں۔

نمبر ٢: وہ مجاور جو اس کے پاس اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ کہ اس کے پاس سے جدا نہیں ہوتے

دوسرا قول: طائفین کے متعلق یہ ہے کہ اپنے شہروں سے وہاں کھنچ کر آنے والے ہیں۔ اور عاکفین سے مراد اہل مکہ۔

١٢٥۔ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ :(اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے) نماز ادا کرنے والے۔ الرُّکع یہ راکع کی جمع ہے اور السجود جمع ساجد ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنا دے اس شہر کو امن والا، اور رزق دے یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں سے جو

اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ

ان میں سے ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت پر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو شخص کفر اختیار کرے گا سو میں اسے تھوڑا سا نفع پہنچاؤں گا۔ پھر

اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

اسے دوزخ کے عذاب کی طرف جبراً پہنچاؤں گا۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا : (جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب بنا اس شہر کو امن والا) یعنی نمبر۱: اس شہر کو کر دے۔ نمبر۲: اس مکان کو کر دے۔

بَلَدًا اٰمِنًا کا مطلب:

بَلَدًا اٰمِنًا : (امن والا شہر) نمبر۱۔ امن والا۔ یہ اس طرح ہے جیسے عيشة راضية۔

نمبر۲۔ ان کے لئے امن والا بنا جو اس میں رہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ ليل نائم ۔ گہری نیند والی رات۔

نحو! هذا۔ یہ مفعول اول ہے اور بلدا مفعول دوم ہے اور امنا اس کی صفت ہے۔

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ : (اور عطا کر اس کے رہنے والوں کو پھل) کیونکہ اہل مکہ کے ہاں پھل نہ تھے۔ پھر اس کا بدل دے۔

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ : (ان لوگوں کو جو ان میں ایمان لائیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر) اس کے رہنے والوں میں سے۔ یہ بدل الکل سے بدل البعض ہے۔ یعنی رزق المؤمنين من اہلہ خاصۃ ۔ خاص کر اس کے رہنے والے مؤمنین کو رزق عنایت فرما۔ رزق کو اپنی امامت پر قیاس کر کے ایمان والوں کے ساتھ خاص کر دیا۔

قَالَ : (فرمایا) اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

وَمَنْ كَفَرَ : (جو کفر کرے) یعنی میں ان کو بھی رزق دوں گا۔ جنہوں نے کفر کیا۔

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا : (پس اس کو فائدہ اٹھانے دوں گا تھوڑا)

نمبر۱۔ تھوڑا فائدہ۔ نمبر۲۔ تھوڑا زمانہ جو اس کی زندگی کا ہے۔

قراءت: شامی ۔ فَاَمْتِعُهٗ

ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ : (پھر اس کو مجبور کروں گا) مجبور کروں گا۔

اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ : (آگ کے عذاب کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

مصیر کا معنی وہ لوٹنے کی جگہ جس کی طرف پہنچتے ہیں وہ آگ ہے پس مخصوص بالذم یہاں محذوف ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اور اسمٰعیل بھی، اے ہمارے رب قبول فرما لے ہم سے

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً

بے شک تو ہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بنا دے ہم کو تو اپنا فرمانبردار، اور بنا دے ہماری اولاد میں سے ایک امت

مُّسْلِمَةً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾

جو تیری فرمانبردار ہو، اور ہمیں بتا دے ہمارے حج کے احکام، اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

۱۲۷۔وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ : (جب ابراہیم بلند کر رہے تھے) یہ زمانہ ماضی کی حکایت بیان کی۔

الْقَوَاعِدَ : (خانہ کعبہ کی بنیادیں) القواعد جمع قاعدہ کی ہے اور قاعدہ کہتے ہیں جو اوپر کے لئے بنیاد و جڑ کا کام دے۔ یہ صفت غالبہ ہے ورنہ اس کا معنی قائم ہونے والی اور رفع الاساس اس پر تعمیر کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جب اس پر تعمیر کی جائے گی۔تو وہ پستی سے بلندی میں منتقل ہو جائے گی اور قصیر ہونے کے بعد طویل ہو جائے گی۔

مِنَ الْبَیْتِ : (بیت اللہ کی) بیت سے مراد بیت اللہ وہ کعبہ شریف ہے۔

وَاِسْمٰعِیْلُ : (اور اسماعیل) اس کا عطف ابراہیم پر ہے ابراہیم علیہ السلام معماری کر رہے تھے اور اسماعیل ان کو پتھر پکڑا رہے تھے۔

رَبَّنَا : (اے ہمارے رب) وہ دونوں ربنا کہتے تھے۔ یہ فعل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور عبداللہ نے اپنی قراءت میں اس کو ظاہر بھی کیا ہے اور اب اس کا معنی یہ ہے وہ دونوں دیواروں کو ربنا کہتے ہوئے بلند کر رہے تھے۔

تَقَبَّلْ مِنَّا : (تو ہم سے قبول کر) اس گھر کی تعمیر کے سبب ہمارا قرب اپنی بارگاہ میں قبول کر۔

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ : (بے شک تو ہر بات سننے والا ہے) ہماری دعاؤں کو سننے والے۔

الْعَلِیْمُ : (اور ہر بات جاننے والا ہے) ہمارے بواطن اور نیات کو جاننے والے ہیں۔ آیت میں قواعد کو پہلے مبہم رکھا اور پھر اس ابہام کے بعد واضح کر دیا اس میں مبین کی عظمت شان کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۹:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ : (اے ہمارے رب تو بنا ہمیں اپنا فرمانبردار)

نمبر ا۔ مسلمین کا معنی ہم اپنے چہروں کو تیرے لئے خالص کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسا البقرہ آیت نمبر ۱۱۲ میں من اسلم وجھه لله۔

دوسرا قول: عاجز و فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہیں اسلم له و استسلم۔ یعنی عاجزی کی اور یقین کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے اخلاص اور اپنے اوپر یقین میں اضافہ فرما۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اے ہمارے رب اور بھیج دے ان میں ایک رسول ان میں سے، جو تلاوت کرے ان پر تیری آیات، اور سکھائے ان کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ ع ربع ۱۵

اور حکمت، اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا: (اور ہماری اولاد میں سے) **نحو**: یہ اجعل کے متعلق ہے تو ہماری اولاد میں سے کر دے۔
أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ: (ایک فرمانبردار جماعت) نمبرا۔ من تبعیضیہ ہے نمبر۲۔ بیانیہ ہے۔

مراد امت:

امت سے مراد ایک قول کے مطابق امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

سوال: اپنی اولاد کو دعا میں کیوں خاص کیا؟

سوال کا مدلل جواب :

جواب: اولاد شفقت کی سب سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ میں قوا انفسکم و اهليكم نارا فرمایا ہے۔ (کہ تم اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ)

وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا: (اور ہماری عبادت کے طریقے ہمیں بتا) اَرِ کا لفظ رأی سے بنا ہے اس کا معنی دکھانا یا بتلانا ہے۔ اس لئے اس کو دو مفعولوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ یعنی تو ہمیں حج میں عبادت کے مقامات دکھا۔ یا بتلا۔ مناسک کا واحد منسك ہے۔ سین (س) کی زیر و زبر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی عبادت کے مقامات ہیں۔ اس لئے عبادت کرنے والے کو ناسک کہتے ہیں۔

قراءت: (مکی نے أَرْنَا پڑھا۔ اس کو فَخْذٌ کے لفظ پر قیاس کیا۔ ابوعمرو نے رکو کسرہ کا اشمام دے کر پڑھا۔
وَتُبْ عَلَيْنَا: (اور توبہ قبول کر) نمبرا۔ جو ہم سے کوتاہی پیش آ گئی ہو۔
نمبر۲۔ اپنی اولاد کے لئے دونوں نے توبہ طلب کی۔ یعنی ہماری اولاد کو معاف فرما۔
إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ: (بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)

تفسیر آیت ۱۲۹:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ: (اے ہمارے رب تو بھیج ان میں) سے مراد امت مسلمہ ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ

اور ملت ابراہیم سے وہی رو گردانی کرے گا جس نے اپنے نفس کو احمق بنایا، اور بے شک ہم نے ان کو منتخب کر لیا

فِی الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ

دنیا میں، اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں، جب فرمایا ان کے رب نے کہ

اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

فرمانبردار ہوجا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ : (رسول انہی میں سے) انہی میں سے پس اللہ تعالیٰ نے ان میں محمد ﷺ کو بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ انا دعوة ابی ابراهیم و بشریٰ عیسی و رؤیا امی۔ (رواہ احمد۔ الحاکم' البزار) میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں) خواب یہ تھا۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ نے ولادت سے قبل ایک روشنی اپنے سے نکلتی ہوئی دیکھی جس نے مکہ کو بھر دیا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ : (جو ان پر تیری آیات پڑھے) ان پر پڑھتا ہے اور ان کو پہنچاتا ہے۔ جو اس کی طرف وحی کے ذریعہ تیری وحدانیت کے دلائل اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کی صداقت کے دلائل بھیجے جاتے ہیں۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ : (اور ان کو تعلیم دے کتاب) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

وَالْحِكْمَةَ : (وحکمت کی) سنت اور فہم قرآن مراد ہے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ : (اور ان کو پاک وصاف بنائے) وہ ان کو شرک اور تمام نجاستوں سے پاک کرتا ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ : (بے شک تو زبردست) وہ غالب جو مغلوب نہ ہو۔

الْحَكِيْمُ : (تدبیر والا ہے) اس چیز میں جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا۔

تفسیر آیت ۱۳۰:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ : (نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے) یہ استفہام انکاری ہے اور اس بات کا شدت سے انکار کیا گیا۔ کہ واضح حق سے بے رغبتی اختیار کرنے والا عقل مند نہیں ہے۔ اور واضح حق ملت ابراہیم ہے۔ الملّة۔ طریقہ، سنت۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کہا ہے۔

اِلَّا مَنْ : (مگر وہ)

نحوی تراکیب:

یہ یرغب کی ضمیر سے بدل ہے اور محل رفع میں واقع ہے اور بدل ہی صحیح ہے۔ کیونکہ جو منہ موڑنے والا ہے وہ لازم کرنے والا نہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ هل جاء ك احدٌ الا زيد' تیرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا۔ اب آیت کا معنی یہ بنے گا۔ نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے مگر وہ۔

مفاہمت کا مفہوم:

سَفِهَ نَفْسَهٗ : (بے وقوف ہے جس کا نفس) یعنی جس کا نفس جاہل ہے۔

نمبرا۔ ای جهل نفسه (یعنی وہ اپنے دل میں سوچتا نہیں)۔ یہاں سفه کو جهل کی جگہ لائے اور اس کو اس کی طرح شمار کر لیا۔

نمبر۲۔ دوسرا قول۔ یہ ہے کہ جس کے نفس میں حماقت ہے۔ پس فی کو حذف کر دیا جس طرح من کو اعراف آیت نمبر ۱۵۵ سے واختار موسٰی قومه۔ اور علی کو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ ولا تعزموا عقدة النكاح ای علی عقدة النكاح۔ یہ دو صورتیں زجاج کے نزدیک ہیں مگر فراء رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ وہ معرفہ ہے۔

ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا حکم:

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ : اس میں اس آدمی کی رائے کی غلطی بتلائی جو ملت ابراہیم سے منہ موڑنے والا ہے کیونکہ جو شخص دونوں جہاں کی عظمت کا جامع ہو تو اس کے طریقے کی طرف رغبت کرنے سے بڑھ کر کسی کا طریقہ نہیں۔

تفسیر آیت ۱۳۱:

اِذْ قَالَ : (جب کہا) نحو۔ نمبرا۔ یہ اصطفيناه کا ظرف ہے۔

نمبر۲۔ یا اذکر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس وقت کو یاد کرو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے وہی منتخب و صالح ہیں۔ کہ جن کی ملت قابل اعراض نہیں۔

لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ : (ان کو ان کے رب نے تو فرمانبردار ہو جا) یقین کر یا اطاعت کر یا اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر۔

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : (کہا میں نے اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا۔ میں خالص ہوا میں نے خالص کیا۔ یا میں مطیع ہوا۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

اور ملت ابراہیمیہ کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی، اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے منتخب فرمایا ہے تمہارے لئے اس دین کو،

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ۝۱۳۲ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

سو ہرگز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم دین اسلام پر ہو۔ کیا تم حاضر تھے جس وقت آنے لگی یعقوب کو

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ

موت، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ کس کی عبادت کرو گے میرے بعد، انہوں نے کہا ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی اور

اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳

آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

مرجع ضمائر:

وَ وَصّٰى بِهَآ : (اور اس کی وصیت کی) قراءت مدنی وشامی نے اَوْصٰی پڑھا۔

نمبرا۔ ھَا کی ضمیر سے مراد ملت ہے یا نمبر۲۔ کلمہ اسلمت لرب العالمین ہے۔

اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ : (ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہا) یعقوب یہ ابراہیم پر معطوف ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے اور مطلب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھی وصیت کی۔

يٰبَنِيَّ : (اے میرے بیٹو) قال مضمر ہے۔

چنا ہوا دین:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ : (بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن کر دین دیا) یعنی تمہیں وہ دین دیا جو دینوں میں منتخب شدہ ہے۔ وہ دین اسلام ہے اس کو تھامنے کی تمہیں توفیق دی۔

ثابت قدمی کا حکم:

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ : (پس تم مسلمان ہو کر ہی مرنا) تمہاری موت اسلام پر ثابت قدمی کی حالت میں ہونی چاہیے۔ حقیقت میں اس بات کی ممانعت کی گئی کہ موت کے وقت ان کی حالت اسلام کے خلاف نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہتے ہیں۔ لاتصل الا وانت خاشع یعنی تمہیں نماز خشوع کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ اس میں نماز کی ممانعت نہیں بلکہ نماز میں خشوع کے ترک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۳:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ : (کیا تم موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا)

ام کی اقسام:

نمبر ا۔ ''اَمْ'' منقطعہ ہے۔ ہمزہ انکار کے لئے ہے شہداء جمع شہید اس کا معنی حاضر ہے۔ یعنی یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت تم حاضر نہ تھے۔ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا۔ اب مطلب یہ ہوا۔ کہ تم اس وقت موجود نہ تھے۔ تمہیں ان کے متعلق وحی سے علم ہوا۔

نمبر۲۔ دوسرا قول۔ ''اَمْ'' متصلہ ہے اس سے قبل مقدر محذوف ہے اور اس وقت خطاب یہود کو ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ جو پیغمبر بھی فوت ہوا۔ وہ یہودیت پر فوت ہوا۔ تو ان کو مخاطب کر کے گویا فرمایا کہ تم انبیاء علیہم السلام پر یہودیت کے دعویدار ہو؟ کیا تم حاضر تھے جبکہ یعقوب علیہ السلام کو موت آئی؟

اِذْ قَالَ : (جب انہوں نے اپنے) نمبر ا۔ یہ پہلے اذ سے بدل ہے اور ان دونوں میں شہداء کا لفظ عامل ہے۔

یا نمبر۲۔ حَضَرَ کا ظرف ہے۔

لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ : (بیٹوں کو کہا تم لوگ میرے بعد کس کی پوجا کرو گے)

ما کی تفصیل:

نحو : ما استفہامیہ ہے اور تعبدون کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے مطلب یہ ہے۔ کس چیز کی تم عبادت کرتے ہو؟ ما عام ہے ہر چیز کے لئے آتا ہے یا ما معبود کی صفت کے متعلق سوال کے لئے ہے۔ جیسا تم کہو۔ مازید ترید أفقیه ام طبیب زید کے متعلق تم کیا جانتے ہو کہ وہ فقیہ ہے یا طبیب من بعدی۔ میری موت کے بعد

الٰہ کو دوبارہ لانے کی وجہ:

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ : (انہوں نے کہا ہم اس کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے آباء کا ہے)۔ الٰہ کا ذکر دوبارہ کیا گیا تاکہ ضمیر مجرور پر عطف بغیر اعادۂ حرف جار کے لازم نہ آئے۔

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ : (ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق کا معبود ہے) یہ اباء ك سے عطف بیان ہے۔

سوال : آباء میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیا حالانکہ وہ ان کے چچا ہیں۔

جواب : چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ هذا بقية آبائى (ابن ابی شیبہ)

نحوی لطائف:

اِلٰهًا وَّاحِدًا : (یعنی ایک معبود ہے) نمبر ا۔ یہ الٰہ ابائك سے بدل ہے جس طرح العلق کی آیت ۱۵۔۱۶ میں ناصیہ۔ بالناصية ناصية كاذبة۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

جو وہ کیا کرتے تھے۔

نمبر۲ دوسرا قول : اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ہم تیرے آباء کے معبود سے ایک ہی معبود مراد لیتے ہیں۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں) نحو نمبر۱: یہ نعبد کے فاعل سے حال ہے ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

نمبر۲ دوسرا قول: یہ نعبد پر جملے کا عطف ہے گویا یہ مقولہ ثانی ہے۔

تیسرا قول : جملہ معترضہ ہے جو تاکید کے لئے لایا گیا۔

۱۳۴۔ تِلْكَ : (وہ) یہ امت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ابراہیم اسماعیل و یعقوب اور ان کی موحد اولاد

اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ : (ایک جماعت تھی جو گزری) گزر چکی

غیر کی کمائی کام نہ آئے :

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ : (ان کے لئے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا) یعنی کسی کو غیر کی کمائی کام نہ دے گی۔ خواہ کان کو مقدم مانیں یا مؤخر۔ کہ ان کو وہ چیز فائدہ دے گی جو انہوں نے کمائی۔ پس اسی طرح تمہیں وہ چیز کام آئے گی جو تم نے کمائی۔ یہ بات فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپوں پر فخر کر کے (برائیوں پر ڈھٹائی اختیار کرنے والے تھے) اور اعمال کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ :(اور تم سے ان کے عملوں کی باز پرس نہ ہوگی) انکی برائیوں کا تمہیں مؤاخذہ بھگتنا نہ پڑے گا۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ

اور انہوں نے کہا کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تم ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرمایئے بلکہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جو پوری طرح

حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

حق ہی کی طرف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، تم لوگ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر بھی جو اس نے نازل کیا

اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

ہماری طرف، اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب پر، اور ان کی اولاد پر،

وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور اس پر بھی جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو کچھ عطا کیا گیا دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے

بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

۱۳۵۔ وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى : (اور کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ) یعنی یہود نے کہا تم یہودی بن جاؤ۔ نصاریٰ نے کہا تم نصرانی بن جاؤ۔

تَهْتَدُوْا : (تو ہدایت پا جاؤ گے) یہ مجزوم ہے کیونکہ یہ امر کا جواب ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ : (کہہ دیں بلکہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے) بلکہ ہم تو ملت ابراہیم کی اتباع کرینگے۔

حنیف کا مفہوم:

حَنِیْفًا : (جو تمام سے یکسو تھے) حنیفاً یہ ابراہیم سے حال ہے جیسا کہ کہتے ہیں رایت وجهَ هندٍ قائمةً میں نے ہندہ کا چہرہ دیکھا اس حال میں کہ وہ کھڑی ہے۔ الحنیف ہر دین باطل سے دین حق کی طرف جھکنے والا۔

تعریض بر مشرکین:

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ : (اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے) یہ اہل کتاب پر تعریض ہے کیونکہ وہ سب ملت ابراہیم کی اتباع کے دعویدار تھے حالانکہ وہ شرک پر تھے۔

۱۳۶۔ قُوْلُوْا : (تم کہو) نمبر۱۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے۔

نمبر۲۔ یہ کفار کو خطاب ہے یعنی تم ان کو کہو کہ تم حق قبول کرلو ورنہ تم باطل پر ہو۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ

سو اگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو بس وہ مخالفت ہی میں

شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۱۳۷ؕ

لگے ہوئے ہیں۔ پس عنقریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہوگا اور وہ سمیع ہے علیم ہے

اٰمَنَّابِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا : (ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف اتارا گیا) انزل الینا سے مراد قرآن مجید ہے۔

سبط کی تفسیر:

وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ : (اور جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف بھیجا گیا) السبط کا معنی پوتے' نواسے' حسن و حسین رضی اللہ عنہما سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ای الاسباط حفدۃ یعقوب کے پوتے اور ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد مراد ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو : انزل کا لفظ الی اور علی دونوں کے ساتھ متعدی بنتا ہے اس لئے یہاں الی کے ساتھ ہے۔ اور آل عمران میں عَلٰی کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۶:

وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ : (اور اس پر جو دیئے گئے موسیٰ عیسیٰ اور جو انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم ان میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔

احد۔ کا معنی یہاں جماعت ہے اس لئے بین کا لفظ اس پر داخل ہوسکتا ہے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ : (اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔

مثل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال:

۱۳۷۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا : (پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو بے شک وہ ہدایت پا جائیں گے) آیت کا ظاہر مشکل ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مثل ہو حالانکہ وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

نمبر ۱۔ پس کہا گیا ہے کہ بازاء اور مثل یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اصل عبارت یہ ہے۔

فان امنوا ایمانا مثل ایمانکم۔ پس اگر وہ ایمان لائیں ایسا ایمان جو تمہارے ایمان کی طرح ہو وہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی

ہے۔ اور بآء کا اضافہ نئی چیز نہیں ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس آیت نمبر ۲۷ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلھا۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ جزاء سیئۃ مثلھا۔ برائی کی جزا اس کی مثل سے ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے جزاء سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا۔ الشوریٰ آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔ برائی کی جزاء اس کی مثل برائی سے ہے۔

دوسرا قول : مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر عبارت یہ ہے فان امنوا ما امنتم بہ (اگر وہ ایمان لائیں جس ذات پر تم ایمان لائے ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بما آمنتم بہ۔ اس کی تائید کرتی ہے۔

مآ الذی کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراء ت بالذی آمنتم بہ ہے۔

تیسرا قول : باء استعانت کے لئے ہے جیسا کہتے ہیں۔ کتبت بالقلم۔ اب مطلب یہ ہوا فان دخلوا فی الایمان بشھادۃ مثل شھادتکم التی امنتم بھا۔ پس اگر وہ داخل ہوں ایمان میں شہادت کے ساتھ جو تمہاری اس شہادت جیسی ہو جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو۔

انحراف کا مطلب :

وَاِنْ تَوَلَّوْا : (اور اگر وہ انحراف کریں) نمبر ۱۔ اس میں سے جو تم انہیں کہتے ہو تو انہوں نے انصاف نہ کیا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول : اگر تم شہادت اور ایمان میں شہادت کے ساتھ داخلے سے منہ موڑو۔

فَاِنَّمَاهُمْ فِیْ شِقَاقٍ : (تو پس وہ ضد پر ہیں) یعنی پس وہ مخالفت اور دشمنی میں مبتلا ہیں۔ وہ طلب حق میں کسی چیز پر نہیں۔

غلبہ اہل کتاب :

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ : (پس کافی ہے تمہاری طرف سے ان کو اللہ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب پر غلبہ کی ضمانت دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان یہود میں سے بعض کے قتل اور بعض کی جلاوطنی سے پورا ہوا۔ سینؔ کا معنی یہ ہے کہ وہ وعدہ ہر صورت میں پورا ہونے والا ہے۔ اگرچہ کچھ دیر ہی۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ : (اور وہ ہر بات کو سننے) جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

ممانعت و وعید :

الْعَلِيْمُ : (اور جاننے والا ہے) جو وہ حسد اور کینہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو خود سزا دیں گے۔ نمبر ۱۔ یہود کے لئے وعید ہے۔

نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وعدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔ جو آپ دعائیں کرتے ہیں۔ اور وہ آپ کی نیت سے واقف ہے اور آپ کے غلبہ دین کے ارادے کو جانتا ہے۔ وہ ان دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور آپ کو منزل مقصود پر پہنچائے گا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم کو اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور وہ کون ہے جس کا رنگ دینا اللہ تعالیٰ کے رنگ دینے سے اچھا ہو اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں

صِبْغَةَ اللّٰهِ کی مراد حقیقی:

۱۳۸۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ : (ہم نے اللہ تعالیٰ کا رنگ لے لیا) نحو۔ صبغة اللّٰه سے مراد اللہ کا دین یہ مصدر مؤکد ہے اور امنا باللّٰه سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۔ منصوب ہے۔ یہ فِعلةٌ کا وزن ہے جو صبغ سے ہے جیسے جِلسة جَلَسَ سے۔ صبغة دراصل اس حالت کو کہتے ہیں۔ جس پر رنگنا واقع ہوتا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کا پاک کرنا ہے کیونکہ ایمان دلوں کو پاک کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نصاریٰ اپنے بچوں کو زرد پانی میں ڈبوتے اور اس کو معمودیہ کہتے اور کہتے یہ بچوں کی تطہیر ہے جب ان میں سے کوئی یہ فعل کر لیتا تو کہتا اب وہ واقعۃً نصرانی بن گیا اس پر مسلمانوں کو حکم ملا کہ وہ ان کو کہیں۔

امنا باللّٰه و صبغنا اللّٰه بالایمان صبغة ولم نصبغ صبغتکم ہم اللہ پر ایمان لائے اور اللہ نے ہمیں ایمان سے خوب رنگ دیا۔ ہم تمہارے رنگ میں اپنے آپ کو نہیں رنگتے آیت میں لفظ صبغہ مشاکلت کے لئے لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں جو درخت اگائے۔ اغرس کما یغرس فلان۔ مراد اس سے وہ آدمی ہے جو نیکی کا کام کر رہا ہو۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً : (اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے) یہ صبغةً تمیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لا صبغة احسن من صبغته۔ کہ کوئی رنگ اس کے رنگ سے زیادہ خوب نہیں۔ مراد اس سے دین یا تطہیر ہے۔

عطف آمنا پر:

وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ : (اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں) یہ آمنا باللہ پر عطف ہے۔ یہ عطف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ صبغۃ اللہ کا قول یہ قولوا آمنا کے مفعول میں داخل ہے۔ ان قولو اهذا و هذا و نحن لهٗ عابدون۔ کہ تم یہ کہو اور یہ بھی کہو کہ ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

بعض کا قول:

یہ ترکیب ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے جو صبغۃ اللہ ملۃ ابراہیم کا بدل مانتے ہیں۔ یا اغراء کی بناء پر منصوب قرار دیتے ہیں۔ یعنی علیکم صبغة اللّٰه تم صبغة اللّٰه کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اس سے نظم قرآن ٹوٹتا ہے اور کلام کا اپنے باہمی جوڑ ربط سے نکلنا لازم آتا ہے۔ (جو مناسب نہیں) اور مصدر مؤکد کہہ کر منصوب قرار دینا یہ سیبویہ کا قول ہے اور بہتر قول وہی ہے جو حزام نے کہا اور ہم نے اولاً نقل کیا۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ

آپ فرمائیے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم اللہ تعالیٰ

مُخْلِصُوْنَ ۙ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا

کے لئے اخلاص والے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم و اسمعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

یہودی تھے یا نصرانی تھے۔ آپ فرما دیجئے کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جس نے چھپایا

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

اس گواہی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جنہیں تم کرتے ہو

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی۔ ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا۔ اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہو گا

عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر آیت ۱۳۹:

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ : (کہہ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو) یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی شان میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اس پر جھگڑتے ہو کہ اس نے تمہاری بجائے عرب سے پیغمبر چنا۔ اور تم کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر کلام اتارنا ہوتا تو وہ ہم پر اتارتا۔ گویا تم اپنے کو نبوت کا بڑا حق دار قرار دیتے ہو۔

وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ : (حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب) ہم اس کے بندے ہونے میں سب شریک ہیں اور وہ ہمارا رب ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عظمت اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان کو پہنچاتا ہے۔

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ : (اور ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے (اعمال) یعنی عمل امر کی بنیاد ہے جس طرح کے تمہارے لئے اعمال ہیں اور اسی طرح کے ہمارے لئے بھی ہوں گے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ : (اور ہم اسی کو خالص ماننے والے ہیں) کہ ہم اس کی وحدانیت کو ماننے والے ہیں اس کو ایمان میں خالص کرتے ہیں اور تم شریک ٹھہراتے ہو اور مخلص عظمت کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور وہ دوسروں کی بہ نسبت

نبوت کا بھی حقدار ہے۔

۱۴۰۔ اَمْ تَقُوْلُوْنَ : (کیا تم کہتے ہو) قراءت ۔ یہ شامی اور کوفی نے ابو بکر کے علاوہ تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

اَمْ کونسا ہے؟

نمبر۱۔ اس صورت میں اَمْ ہمزہ کے معادل ہے جو اَتُحَاجُّوْنَنَا میں ہے یعنی کونسا کام تم کرو گے؟ اللہ کے حکم میں حجت بازی یا دعویٰ یہودیت اور نصرانیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق؟

نمبر۲ دوسرا قول : اَمْ منقطعہ ہے یعنی بلکہ کیا تم کہتے ہو؟

یقولونَ دوسروں نے یاء سے پڑھا ہے اس صورت میں ہمزہ منقطعہ ہی ہوسکتا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى : (کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحق ویعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے) پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ کہ ان کو بطور استفہام کہے انہی کی بات کو ان پر لوٹاتے ہوئے۔

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ : (کہہ دیں کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ) یعنی بے شک اللہ نے ان کے لئے (مسلمانوں کیلئے) تو ملت اسلام کی گواہی دی ہے۔ اپنے اس قول میں۔ ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۷

ملت حنیفی کا چھپانے والا ظالم:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ : (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جس نے اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کو چھپایا جو اس کے پاس ہے۔ وہ شہادت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حنفیت کی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس گواہی کو چھپا دیا۔ حالانکہ اس کو جانتے ہیں۔ یا اگر ہم اس گواہی کو چھپاتے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوتا۔ پس ہم تو اس کو نہیں چھپاتے۔ اس میں ان پر تعریض کی۔ کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نبوت کی گواہی کو جو ان کی کتابوں میں موجود ہے چھپا رہے ہیں۔ مِنَ اللّٰهِ میں مِن اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں ھذہ شھادۃ منّی لفلان اذا شھدت لہ گویا یہ اس کی صفت ہے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان عملوں سے جو تم کرتے ہو) یعنی تکذیب رسل اور کتمان شہادت۔

مَا كَسَبَتْ کا مقصد:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : (یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے کام آئے گا جو تم کرتے ہو۔ تم سے ان کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

نمبر۱۔ یہ تاکید کے لئے لائے۔

نمبر۲۔ پہلی مرتبہ لا کر انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اور دوسری مرتبہ لا کر اسلاف یہود و نصاریٰ مراد لیے ہیں۔

سَيَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ

عنقریب کہیں گے بیوقوف لوگ کس چیز نے پھیر دیا ان کو ان کے اس قبلہ سے

كَانُوۡا عَلَيۡهَا ؕ قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى

جس پر وہ تھے۔ آپ فرما دیجئے اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہے۔ وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے

صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۴۲﴾

سیدھے راستہ کی طرف۔

تفسیر آیت ۱۴۲:

سَيَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ : (عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان کو کس بات نے پھیر دیا ہے ان کے اس قبلہ سے جس پر یہ تھے کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے)

سفیہ کی مراد:

السّفھآء۔ کم عقل اصل سفہ کی ہلکا پن ہے۔ اس سے مراد۔ نمبر ا۔ یہود ہیں کیونکہ وہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ناپسند کرتے تھے اور شریعت کے منسوخ ہونے کے قائل نہ تھے۔

نمبر ۲۔ منافقین ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں پر طعن واستہزاء کے بہت دلدادہ تھے۔

نمبر ۳۔ مشرکین ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ سے اعراض کیا پھر اب اس کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ قسم بخدا وہ اپنی قوم کے دین کی طرف بھی ضرور لوٹ آئیں گے۔

نکتہ: معاملے کے پیش آنے سے پہلے بتلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس عظیم انقلاب کا نفس عادی بن جائے دفعۃً خلاف طبع چیز سے زیادہ گرانی ہوتی ہے نیز مخالف کے اعتراض کا جواب دینے کے لئے طبیعت مستعد ہو جائے۔ جیسا کہ تیر اندازی سے پہلے تیر کو پر لگائے جاتے ہیں۔

قبلہ کا معنی:

مَا وَلّٰىهُمۡ۔ کس چیز نے ان کو پھیر دیا۔ عن قبلتهم التى كانوا عليها۔ اس سے مراد بیت المقدس لیتے تھے۔ القبلة وہ جہت جس کا نماز میں انسان رخ کرتا ہے کیونکہ نمازی اسی کا سامنا کرتا ہے۔ (اصل میں ہیئت قبلہ کو کہتے ہیں) قل للّٰہ المشرق والمغرب۔ کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں۔ یعنی مشرق و مغرب کے علاقے اور تمام زمین اسی کی ملکیت ہے۔ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا جو اعتدال والی ہے تاکہ تم ہو جاؤ لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر

شَهِيْدًا ۭ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

گواہ اور جس قبلہ پر آپ تھے اسے ہم نے مقرر نہیں کیا مگر اس لئے کہ ہم جان لیں کون اتباع کرتا ہے رسول کا اس سے ممتاز ہو کر جو

يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ

پیچھے پلٹ جاتا ہے اپنے الٹے پاؤں، اور بے شک یہ قبلہ بدلنا بھاری بات ہے مگر ان لوگوں پر جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٣﴾

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ضائع کرے تمہارے ایمان کو بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بڑا مشفق مہربان ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىھَا ۠ فَوَلِّ

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا آسمان کی طرف بار بار منہ اٹھانا پس ہم آپ کو ضرور ضرور متوجہ کر دیں گے ایسے قبلہ کی طرف جس سے آپ راضی ہوں گے سو آپ پھیر دیجئے

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ

اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف، اور جہاں کہیں بھی تم لوگ ہو سو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف متوجہ کیا کرو

شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ

اور بلاشبہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حکم حق ہے۔ ان کے رب کی طرف سے ہے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾

اور اللہ غافل نہیں ہے ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں

درست قبلہ؟

مستقیم۔ برابر، درست یعنی جس کو چاہتا ہے اس کی راہنمائی درست قبلہ کی طرف کر دیتا ہے۔
نمبرا۔ اور وہ کعبہ ہے جس کی طرف ہمیں رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
یا نمبر۲۔ تمام مکان اللہ ہی کے ہیں۔ پس وہ جدھر چاہتا ہے ادھر رخ کرنے کا حکم دیتا ہے کبھی کعبہ کی طرف اور کبھی بیت المقدس کی طرف (اس میں خصوصیت مکانی کو دخل نہیں) اور نہ کسی کو اعتراض کا حق ہے۔ کیونکہ حقیقی اکیلا بادشاہ وہی ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۳:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا : (اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا) كذٰلك جعلنكم اس عجیب بنانے کی طرح ہم نے تمہیں بنایا۔

نحوی تحقیق:

نحو : كذلك میں کاف تشبیہ کے لئے ہے اور ذا اسم اشارہ ہے جو کاف کا مجرور ہے لام اشارہ قریب (ذا) اور اشارہ بعید کے درمیان فرق کے لئے لایا گیا۔ کَ ضمیر خطاب ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

امتِ وسط کا معنی:

امة وسطا نمبرا۔ افضل و بہتر۔ بہتر کو وسط بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ خرابی اطراف میں جلد اثر پذیر ہوتی ہے اور درمیان محفوظ رہتا ہے۔

سب سے بہتر قبلہ:

مطلب یہ ہے جس طرح میں نے تمہارا قبلہ سب قبلوں سے بہتر بنایا۔ اسی طرح میں نے تمہیں سب سے افضل امت بنایا اور بنانے کی وجہ یہ ہے تاکہ تم غور سے وہ دلائل جان لو جو تمہارے لئے مقرر کیے گئے۔ اور تم پر کتاب اتاری گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پر بھی بخل نہیں کیا اور نہ ظلم، بلکہ راستے واضح کر دیئے اور رسولوں کو روانہ فرمایا۔ جنہوں نے اس کے پیغامات کو پہنچا دیا اور امتوں کی کامل خیر خواہی کی مگر پھر بھی کفار کو ان کی بدبختی نے شہوات کی پیروی اور دلائل سے اعراض کی طرف موڑ دیا۔
پس اے امت محمد یہ تم اس بات کی گواہی اپنے ہم عصروں اور اپنے سے ماقبل اور مابعد کے متعلق دو گے۔

وسط کی تفسیر دوم:

وسط کا معنی معتدل۔ کیونکہ وسط اطراف کے درمیان میں ہوتا ہے وہ کسی بھی طرف کے قریب تر یا بعید نہیں ہوتا۔ معنی یہ ہوگا۔ جس طرح ہم نے تمہارے قبلہ کو مشرق و مغرب کے درمیان معتدل بنایا۔ اسی طرح تمہیں معتدل امت بنایا۔ جو غلو اور تقصیر کے درمیان ہے۔ پس تم نہ تو نصاریٰ جیسا غلو کرتے ہو کہ مسیح علیہ السلام کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا اور نہ کوتاہی کرنے والے ہو جس طرح یہود نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر تہمت زنا لگائی اور عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ولد الزنا قرار دیا۔

علت امتِ وسط :

لِتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ (تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو) نحو : شہدآ غیر منصرف ہے اس میں الف ممدودہ برائے تانیث ہے۔
عَلَی النَّاسِ : یہ شہداء کا صلہ ہے یکون الرسول علیکم شھیدا اور رسول تم پر گواہ ہوں یہ لتکونوا پر عطف ہے (لام تعلیلیہ لا کرامت وسط کی علت بیان کردی)

روایت میں ہے کہ امتیں قیامت کے دن انبیاء ﷺ کی تبلیغ کا انکار کردیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ انبیاء ﷺ سے ان کے پیغام پہنچانے کے گواہ طلب کرے گا۔ حالانکہ وہ تو خوب جانتا ہے پس امت محمد ﷺ کو گواہی کے لئے لایا جائے گا۔ وہ گواہی دیں گے تو اس وقت امتیں کہیں گی۔ تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے پیغام پہنچایا۔ پس امت محمد یہ جواب دے گی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطلاع دینے سے معلوم کیا جو اس نے اپنے پیغمبر صادق کی زبان پر اتاری۔ اس وقت محمد ﷺ کو بلایا جائے گا اور امت کا حال دریافت کیا جائے گا۔ پس آپ اپنی امت کی عدالت کی گواہی دیں گے اور تزکیہ کا سٹوفکیٹ عنایت کریں گے۔ باقی شہادت کبھی بلا مشاہدہ بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشہور اشیاء کے بارے میں سن کر شہادت۔

لفظ عَلٰی کا راز :

یہ حرف استعلاء ہے اور شہادت نگرانی کی طرح ہے اور شہید نگران کی طرح ہے اسی لئے کلمہ استعلاء لائے۔ جیسا ارشاد الٰہی ہے۔
كنت انت الرقيب عليهم مائده آیت نمبر ۱۱۷

ایک اور تفسیر :

یہ ہے تاکہ تم لوگوں پر دنیا میں گواہی دینے والے بنو یہ شہادت عدول واخیار کی معتبر ہے۔
وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا : (اور رسول اللہ تم پر گواہ ہوں) یعنی رسول تمہارا تزکیہ کریں اور عدالت بیان کریں گے۔

قول شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ :

شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی صفت عدل سے بیان کی اور عادل ہی مستحق شہادت ہے اور اسی کی شہادت قابل قبول ہے۔ پس جب امت کے لوگ کسی بات پر جمع ہو جائیں اور اس کی گواہی دے دیں۔ تو اس بات کا قبول کرنا ضروری ہے۔
نکتہ : شہادت کے لفظ کا صلہ پہلی مرتبہ تو بعد میں لائے اور دوسری مرتبہ پہلے لائے۔ کیونکہ پہلی دفعہ میں امتوں کے خلاف ان کی شہادت کو ثابت کرنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں رسول اللہ ﷺ کا خاص امت کے حق میں گواہی دینا مذکور ہے۔ (علیکم کی تقدیم کیا لطف دے رہی ہے)

القبلہ کی مراد :

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَآ : (اور نہیں بنایا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ پہلے تھے) یعنی نہیں بنایا ہم نے اس قبلہ والی

جہت کو جس پر آپ تھے۔ اور وہ کعبہ ہے پس التی کنت علیھا یہ القبلہ کی صفت نہیں بلکہ یہ جعل کا مفعول دوم ہے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے پھر ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم ہوا۔ تا کہ یہود مانوس ہوں۔ (آپ کا نبی قبلتین ہونا تورات میں ہے اس لئے صخرہ کی طرف نماز کا حکم ہوا۔

اصول: اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز ہے۔ (امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے) کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا وحی غیر متلو سے ثابت ہے اور اس کا نسخ قرآن مجید کی آیت سے ہوا۔

نعلم کی تفسیر:

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ : (مگر اس لئے کہ ہم ظاہر کر دیں ان لوگوں کو جو پیروی کریں رسول کی ان لوگوں سے جو پھر جائیں الٹے پاؤں) نمبرا۔ یعنی تبدیلی کعبہ والی جہت جو آپ کو پسند ہے۔ اس غرض سے ہوئی۔ تا کہ ہم اس شخص کو جان لیں جو اسلام پر پختگی سے قائم رہنے والا ہے اور کون اضطراب کی وجہ سے الٹے پاؤں پھرنے والا ہے۔ اس سے یہ بتلایا کہ تحویل قبلہ کے وقت کئی لوگ اسلام سے پھر جائیں گے۔

قول شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا: لنعلم کا معنی یہ ہے کہ جس شخص یا چیز کا ہم پہلے ہونا جانتے تھے۔ اس کا موجود ہونا جان لیں۔ یعنی ہمارا علم اس کے وجود سے متعلق ہو جائے کہ وہ پائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ازل سے اس شئی کو جانتا ہے جس کے وجود کا وہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ چیز اس وقت پائی جائے گی جس میں وہ اس کا وجود چاہے گا اور ازل میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی فلاں شئی کو جواب تک موجود نہیں ہوئی۔ ازل میں موجود جانتا ہے۔ کیونکہ جو شئی موجود نہیں ہوئی اس کو موجود کس طرح جان سکتا ہے۔ پس جب وہ وجود میں آ جائے گی تو وہ علم ازلی کے تحت داخل ہو جائے گا۔ پس وہ چیز اس کو معلوم ہو جائے گی اور وہ موجود ہو جائے گی۔ تو اس اعتبار سے تبدیلی معلوم میں آئی۔ علم میں تبدیلی لازم نہیں آئی۔

دیگر اقوال:

یا دوسرا قول یہ ہے تا کہ ہم جدا کر دیں تابع کو نافرمان سے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (الانفال: ۳۷) پس اس قول میں علم کی جگہ تمییز کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ تمییز علم سے حاصل ہوتی ہے۔

یا تیسرا قول: تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمن جان لیں گویا ان کے علم کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

یا چوتھا قول: یہ ہے کہ جو نہیں جانتے ان کو ملاطفت کے طور پر خطاب کیا جس طرح کہتے ہیں۔ اس آدمی کو جو سونے کے پگھلنے کا منکر ہو۔ فلنلقه فی النار لنعلم أیذوب۔ کہ ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ تا کہ ہم جان لیں کہ آیا وہ پگھلتا ہے۔

(تو یہاں منکر کو سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو اس کے ساتھ شامل کر کے اس پر فعل کو ثابت کرنا مقصود ہے) آیت میں بھی نعلم کا صیغہ خطاب ان سے ملاطفت کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے۔

لکبیرہ کی تفسیر:

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً :(بے شک یہ گراں گزرا ہے)یعنی تحویل یا جعل یعنی کرنا' بنانا یا قبلہ۔نحو۔کانت کی ضمیر ان تین میں سے کسی ایک کی طرف ہے۔

لکبیرۃً بھاری اور گراں۔ یہ اِنْ دراصل اِنَّ ہے اور لکبیرۃ،کان کی خبر ہے اور لام ان شرطیہ اور مخففہ میں فرق کیلئے لایا گیا ہے۔

اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ :(مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی)یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو ہدایت واتباع رسول پر صادق وثابت قدم فرمایا۔

ایمان سے مراد نماز ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ :(اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کر دے تمہارے ایمان)ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف پڑھی جانے والی نمازیں ہیں۔نماز کو یہاں ایمان فرمایا۔کیونکہ نماز اہل ایمان پر ہی واجب ہے اور وہی اس کو قبول کرنے والے ہیں اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی علامت ایمان ہے۔

شانِ نزول: جب رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا تو صحابہ کرام ؓ نے کہا۔ان لوگوں کا کیا بنے گا؟ جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہوگئے۔تو یہ آیت اتری۔(بخاری ومسلم)

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ :(بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت رکھنے والے بڑے مہربان ہیں)یہ ماقبل کی تعلیل ہے۔ (یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کی کی ہوئی عبادات جو اس کے حکم کے مطابق تھیں ضائع کر دے)

اختلافِ قراءت: حجازی' شامی' حفص رحمہم اللہ نے لَرَءُوْفٌ کو فعول کے وزن پر ضمہ کو خوب ظاہر کر کے پڑھا اور دیگر قراء نے فَعُلٌ کے وزن پر اختلاس حرکت کے ساتھ پڑھا ہے یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔الرأفۃ بہت زیادہ رحمت وشفقت۔رحیمٌ مہربان جو ان کے اجر کو ضائع نہ کرے گا۔

نکتہ: (دونوں کو اسی طرح جمع کر دیا جیسا بسم الله میں الرحمٰن الرحيم کو (بہت زیادہ رحمت کو مقدم اور خصوصی کو مؤخر لایا گیا۔نیز مقطع آیات کا بھی لحاظ ہوگیا)

توقع رسول اللہ ﷺ:

۱۴۴:قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ :(ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے منہ کا آسمان کی طرف بار بار پھرنا)تقلّب کا معنی بار بار چہرے کا لوٹانا۔اور نگاہ کا آسمان کی طرف پھیرنا۔

رسول اللہ اپنے رب سے توقع رکھتے تھے۔کہ وہ آپ کا رخ کعبہ کی طرف ابراہیم کی موافقت اور یہود کی مخالفت میں پھیر دیں گے۔اسلئے کہ آپ اہل عرب کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور کعبہ اہل عرب کیلئے باعث فخر زیارت گاہ اور طواف کا مقام تھا۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا :(بس ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں)

فلنولینك کا معنی ۔نمبرا۔ضرور ہم آپ کو اس کے استقبال پر قدرت عطا کر دیں گے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ ولیتہٗ کذا۔ جب تم اس کو اس چیز کا والی بنا دو۔

نمبر۲۔ ہم آپ کو بیت المقدس کی سمت کی بجائے بیت اللہ کی سمت کے قریب کر دیں گے۔

ترضٰھا۔تو پسند کرتا ہے اور اس کی طرف صحیح اغراض کے پیش نظر میلان رکھتا ہے۔مگر ان اغراض کو دل میں رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت کی موافقت کرنے والا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : (تم اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف)

شطر کا معنی:

اصل میں ''الگ'' ہے پھر طرف کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہ ظرف ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔یعنی اجعل تولیة الوجه تلقاء المسجد۔یعنی اس کی طرف اُس کی سمت میں۔

عین قبلے کا استقبال دُور والے کے لئے مشکل تھا۔اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی بجائے مسجد حرام کا ذکر کر کے ثابت کر دیا۔کہ جہت قبلہ کی رعایت ضروری ہے۔عین کعبہ کی نہیں۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ قدم رنجہ فرمانے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔پھر کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

(تحویل صحیح قول کے مطابق ۱۵ رجب ۲ھ بدر سے دو ماہ قبل بوقت زوال ہوئی جبکہ ہجرت ۵ ربیع الاول بروز سوموار اور مدینہ میں ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار تشریف آوری ہوئی اس سے سولہ ماہ اور چند دن بنتے ہیں)

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ : (اور تم جہاں کہیں ہو) یعنی جس زمین میں ہو اور نماز کا ارادہ کرو تو۔

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ : (تم اپنے منہ اسی کی طرف کر لیا کرو اور وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ برحق ہے ان کے رب کی طرف سے) یعنی تحویل قبلہ برحق ہے کیونکہ بشارات انبیاء میں موجود تھا کہ وہ رسول دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔

واحدی کا قول:

(بقول واحدی آپ نے مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھائی تو اسی میں تحویل ہوئی یہ مسجد قبلتین ہے۔ بخاری میں ہے کہ پہلی نماز کعبہ کی طرف پڑھی جانے والی عصر ہے قباء والوں نے دوسرے دن فجر میں تحویل کی خبر پر عمل کیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ کعبہ کے اندر آپ نے دو ستون بائیں ایک دائیں کے درمیان بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ بےخبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں)

اختلافِ قراءت:

مکی۔ابوعمرو٬ نافع و عاصم رحمہم اللہ نے یعملون پڑھا ہے اور دیگر قراء نے تاء کے ساتھ پہلی قراءت کے مطابق یہ کفار کے

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ج وَمَآ

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی اگر آپ ان کے پاس تمام دلیلیں لے آئیں تب بھی آپ کے قبلہ کا اتباع نہ کریں گے۔ اور نہ

اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ج وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

آپ ان کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں، اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں۔ اور البتہ اگر آپ نے اس کے بعد کہ آپ کے پاس

اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وقف لازم

علم آ چکا ہے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا تو بے شک آپ اس وقت یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے

لئے وعید ہے ان کے انکار پر سزا سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ضرور تمہیں سزا دے گا۔

اور دوسری قراءت کے مطابق ایمان والوں سے قبول واداء کا ثواب دینے کا وعدہ ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں وہ ضرور ثواب دیں گے۔

تفسیر آیت ۱۴۵: وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّاتَبِعُوْا قِبْلَتَكَ :(اگر آپ لے آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی تو وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے)

عنادی لوگ:

اوتوا الکتب۔ وہ لوگ مراد ہیں جو حسد وعناد رکھتے ہیں ایۃ سے مراد قطعی دلیل کہ کعبہ کی طرف رخ نہ کرنا ہی برحق ہے۔ ماتبعوا قبلتك وہ آپ کے قبلہ کی اتباع نہیں کرینگے کیونکہ انکا آپ کی اتباع نہ کرنا۔ کسی شبہ کی وجہ سے نہیں کہ جس کو دلیل سے زائل کر دیا جائے۔ تو وہ ماننے لگیں بلکہ ترک اتباع محض حسد وعناد اور ضد کی وجہ سے ہے اسلئے کہ وہ آپ کی صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ جس سے آپ کا حق پر ہونا ان کو خوب معلوم ہے۔ ماتبعوا یہ جواب قسم ہے جو کہ جواب شرط کے قائم مقام آیا ہے۔

تمنائے یہود کا جواب:

وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ : (اور آپ بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں) اس میں اہل کتاب کی رسول اللہ ﷺ کے متعلق رجوع الی القبلہ کی تمنا کو ختم کرنا مقصود ہے۔ اسلئے کہ اس سلسلہ میں وہ بڑے بے تاب تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر یہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ممکن ہے ہم ان کو نبی منتظر مان لیتے اور یہ بات صرف اسی خاطر کہتے کہ آپ دوبارہ ان کے قبلہ کی طرف لوٹ جائیں اور قبلہ آپ کا اور انکا ایک ہو جائے حالانکہ یہود ونصاریٰ کا خود الگ الگ قبلہ ہے۔ مگر باطل پر اور حق کے خلاف ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔ (اسلئے قبلتھم کو واحد لایا گیا) جب انکے قبلے موافق نہیں تو آپ سے قبلہ میں موافقت کا مطالبہ بیجا ہے۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط (اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں)۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ :(اگر آپ ان کی خواہشات کا اتباع کریں اس علم کے حاصل

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول کو پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ وقف منزل

ایسا ہے جو ضرور حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷/۹

نہ ہو جائیں۔

ہو جانے کے بعد) نمبرا۔ یعنی کعبہ کے قبلہ ہونے کے روشن دلائل آ جانے اور اسلام کے دین برحق ہونے کا علم ہو جانے پر۔

ثبات پر اُبھارنا:

اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ: (تو بے شک ایسی حالت میں آپ بھی نافرمانوں میں سے ہوں گے) یعنی ظلم صریح کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس آیت میں سامعین کے ساتھ مہربانی کی گئی ہے اور حق پر ثبات کے لئے ان کو آمادہ کیا گیا ہے اور ایسے آدمی کو خبردار کیا گیا جو روشن دلیل کے بعد خواہشات کی اتباع کرنے لگے۔

خطاب بامت:

دوسرا قول: کہ ظاہراً خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد امت ہے۔ الظالمین پر وقف لازم ہے ورنہ معنی بگڑ جاتا ہے۔

(یہ آیت مخالف عصمت نہیں کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے طرفین کا صدق لازم نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے دوسری آیت ان كان للرّحمٰن ولد فانا اول العابدين)

تفسیر آیت: يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ:

۱۴۶: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ: (جن کو ہم نے کتاب دی وہ محمد کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) نحو۔ الذین یہ کلام مبتدا اور یعرفونہ اس کی خبر ہے ۂ کی ضمیر سے مراد محمد ہیں۔ یہی راجح ہے۔ بعض نے قرآن اور تحویل قبلہ بھی کہا مگر وہ مرجوح ہے۔ کیونکہ كما یعرفون ابناء ھم فرمایا۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی تو ابناء کی بجائے تورات لاتے۔ عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا میں آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں۔ عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے محمدؐ کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ باقی میرا بیٹا (تو اسکے متعلق گمان ہے) شاید اسکی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اس پر عمرؓ نے انکے سر کو چوما۔

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ: (کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں) فریق سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام نہیں لائے اور ان کی حق پوشی کی بنیاد حسد و عناد ہے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی کتاب میں واضح کر دیا۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

اور ہر جماعت کے لئے ایک جہت ہے، جس کی طرف وہ اپنا رخ کرنے والے ہیں۔لہٰذا تم نیک کاموں کی طرف آگے بڑھو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے

جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

آئے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الحق کی مراد:

۱۴۷۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ :(حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) الحق ۔نمبرا۔الف لام جنس کا ہے یعنی حق وہی ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔نہ کہ کسی غیر کی طرف سے۔

مطلب یہ ہے کہ حق وہی ہے جس کا برحق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو۔جیسا کہ وہ جس پر آپ ہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہونا ثابت نہ ہو وہ باطل ہے۔جیسا کہ اہل کتاب جس کو لیے پھرتے ہیں۔

نمبر۲: یا الف لام عہد کا ہے اس سے خاص وہ حق مراد ہے۔جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

نحو : الحق مبتداء من ربك خبر ہے۔یا مبتداء محذوف ہو اور یہ خبر اور من ربك دوسری خبر یا حال۔الممترین کا معنی رب تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں شک کرنے والے۔

تفسیر آیت ۱۴۸:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ :((ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے پس تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا لائے گا۔بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) یعنی ادیان مختلفہ میں سے ہر گروہ کا ایک قبلہ ہے۔

مرجع ضمیر:

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں وجھۃ کو وجھۃ پڑھا۔ھُوَ۔یہ کل کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔مولیھا۔نمبرا۔ھا ضمیر وجھۃ کی طرف لوٹتی ہے۔یعنی ھو مولیھا وجھۃ۔وہ پھیرنے والا ہے اس کی طرف اپنا منہ۔پس ایک مفعول حذف کر دیا۔

دوسرا قول: ھُوَ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ خاص اس کو اس کی طرف پھیرنے والے ہیں۔

قراءت: شامی رحمہ اللہ نے مُوَلّاھَا پڑھا یعنی وہ حقیقی مولیٰ ہے اس جہت کا جس کا یہ والی بنایا گیا۔آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہر امت خواہ تم میں سے ہو یا تمہارے غیروں میں سے اس کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہوتی ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ اور بلاشبہ یہ ضرور حق ہے

مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ

آپ کے رب کی طرف سے، اور اللہ غافل نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو، اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ ۙ

طرف پھیر دیجئے اور جہاں کہیں بھی تم ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو،

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔ سوائے ان کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔ لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو

وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾

اور مجھ سے ڈرو تاکہ میں پوری کردوں تم پر اپنی نعمت اور تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

سبقت کی تفسیر میں اقوال:

فاستبقوا الخيرات۔ تم بھلائیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھو۔ خواہ وہ قبلہ کا معاملہ ہو یا دیگر این ماتکونوا۔ یعنی جہاں بھی تم ہو اور تمہارے دشمن ہوں گے۔ یاتِ بکم اللہ جمیعا۔ اللہ عزوجل تم کو لے آئے گا قیامت کے دن پس حق پرست اور باطل پرست کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

دوسرا قول:

(اے امت محمدؐ! تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک طرف ہے جنوبی یا شمالی یا شرقی یا غربی جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتا ہے۔ تم اطراف کے فاصلوں کی طرف سبقت کرو۔ وہی اطراف کعبہ کی چوکھٹ ہے۔ اگرچہ وہ مختلف ہیں۔ این ماتکونوا۔ تم مختلف جہات میں سے جس طرف ہو گے۔ یاتِ بکم اللہ یعنی اللہ تم کو جمع کر دیں گے اور تمہاری نماز کو اس طرح قرار دیں گے۔ گویا وہ ایک طرف ہی پڑھی گئی اور گویا تم سب مسجد حرام میں حاضر ہو کر نماز پڑھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: (جس جگہ سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیں اور وہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں) ومن حیث یعنی شہر سے تم سفر کے لئے نکلو تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ جب نماز پڑھو۔

و انهٗ۔ بے شک یہ حکم تیرے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔
قراءت: (ابوعمرو نے یاء کے ساتھ پڑھا۔ یعملون۔

تفسیر آیت ۱۵۰ ...... وجہ تاکید:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ :(اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے۔ اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو تو اپنا منہ اس طرف کر لیا کرو۔) ومن حيث سے حکم کو دوبارہ بیان کر کے تاکید کر دی اور حکم کو پختہ کر دیا۔ کیونکہ نسخ کا حکم محل فتنہ اور شبہ کا باعث ہے پس مناسب ہوا کہ مسئلہ دوبارہ لائے تا کہ وہ ثابت قدم ہو جائیں اور ہر ایک موقعہ سے وہ چیزیں معلق کیں جو دوسرے مقام میں معلق نہ کیں۔ جس سے دوبارہ لانے سے فوائد مختلف ہو گئے۔ پہلی مرتبہ شرف نبوی کو اوّل مرتبہ ذکر کیا۔ پھر علت ذکر کی۔ کہ ہر نبی کا قبلہ الگ ہوتا ہے اس آیت میں شرف نبوی اور علت دونوں کو ذکر کر دیا۔

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ :(تا کہ لوگوں کا تم پر الزام نہ رہے) یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے سلسلہ میں حجت کا طریقہ بتلایا۔ جو کہ ولكل وجهة میں ذکر کیا گیا۔ الناس سے مراد یہود ہیں۔ علیکم حجة تورات میں جو تحویل قبلہ مذکور ہے اس کے خلاف کوئی دلیل نہ رہے۔ یہاں معاندین کی بات کو حجت کہا۔ کیونکہ وہ اپنی بات بطور حجت ہی کرتے تھے۔

ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ :(سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہیں) نمبر ۱۔ یہ الناس سے استثناء ہے یعنی تا کہ لوگوں کے پاس کوئی حجت جس سے وہ تم پر اعتراض کر سکیں نہ رہے۔ مگر ظالم کہ ان کے پاس تو سرے سے حجت ہوتی ہی نہیں۔ یہود اس طرح کہتے ہیں۔ کہ اس نے بیت المقدس کا قبلہ اپنی قوم کی رعایت کی خاطر ترک کیا ہے اور اپنے وطن کی محبت کی خاطر چھوڑا ہے۔ اگر یہ حق پر ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے قبلہ کو لازم پکڑتے۔

ظالم سے مراد کون؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: یہ ہے تا کہ عرب کے پاس تمہارے خلاف الزام اعتراض نہ رہے۔ کہ تم نے کعبہ کی طرف منہ کرنا ترک کر دیا۔ جو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا قبلہ ہے جو کہ تمام عرب کے جدامجد ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں اور وہ اہل مکہ ہیں کہ جو اب اس طرح کہنے لگے ہیں کہ اب اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ کی طرف لوٹنا شروع ہوئے ہیں۔ عنقریب انکے دین کی طرف بھی لوٹ آئینگے۔

طعن سے مت گھبراؤ:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ :(پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔ تا کہ میں اپنا فضل تم پر پورا کروں اور تم ہدایت پاؤ) فلا تخشوهم یہ جملہ مستانفہ بطور تنبیہ لایا گیا۔ کہ تم اے مسلمانو! کفار کے قبلہ کے سلسلہ میں طعن و تشنیع سے مت گھبراؤ۔ انکے طعن تمہارا کچھ بھی نقصان نہ کر سکیں گے اور مجھ سے ڈرو اور میرے حکموں کی مخالفت نہ کرو۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُوْلًا مِّنكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے اندر ایک رسول جو تم میں سے ہے وہ تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیات اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ معانقہ ۲

تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ چیزیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر کرو،

وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع ۵ ۱۸ ۲

اور میری ناشکری نہ کرو۔

نحوی تحقیق:

ولا تم۔ نمبر ا۔ یہ لئلا پر عطف ہے یعنی عرفتكم لئلا يكون حجة ولا تم نعمتي عليكم بهدايتي ايا كم الى الكعبة۔ میں نے تمہیں بتلا دیا تا کہ تمہارے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہ رہے اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں تمہاری کعبہ کی طرف راہنمائی کروں تا کہ تم قبلۂ ابراہیم کی طرف راہ پاؤ۔

تفسیر آیت ۱۵۱:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔

(جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے جو پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیات اور تم کو پاک وصاف کرتے ہیں اور کتاب وحکمت تم کو سکھاتے ہیں اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے وہ تم کو بتاتے ہیں)

کاف کا تعلق ماقبل سے ہے یا مابعد سے:

قول اوّل: (كما ارسلنا۔ کاف کا تعلق ماقبل سے مانیں تو عبارت اس طرح ہوگی۔ ولا تم نعمتي عليكم في الأخرة بالثواب كما اتممتها عليكم في الدنيا بارسال الرسول۔

اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر آخرت میں ثواب دے کر پوری کروں کہ جس طرح کہ میں نے اس نعمت کو دنیا میں رسول بھیج کر پورا کیا۔ اس صورت میں تهتدون پر وقف نہیں۔

دوسرا قول: (کاف کا تعلق مابعد سے ہوا ی كما ذكرتكم بارسال الرسول فاذكروني بالطاعة اذكركم بالثواب یعنی جس طرح میں نے تمہیں رسول بھیج کر یاد رکھا۔ تو تم اطاعت سے مجھے یاد رکھو۔ میں ثواب سے تمہیں یاد رکھوں گا۔ اس صورت میں تهتدون پر وقف لازم ہے۔ منكم سے عرب مراد ہیں۔ يتلوا کا معنی پڑھتا ہے۔ 'اياتنا سے قرآن مجید اور الكتاب سے بھی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو، بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا ادراک نہیں کرتے۔

قرآن مجید مراد ہے الحکمۃ سے سنت وفقہ مالم تکونوا تعلمون سے مراد وہ باتیں ہیں کہ جن کی پہچان کا سوائے وحی کے کوئی راستہ نہ تھا۔

تفسیر آیت ۱۵۲...... ذکر کی بابت چھ اقوال:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ :(تم مجھے یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری نہ کرو) نمبرا۔فاذکرونی پس تم مجھے مقدور بھر یاد کرو۔اذکرکم میں تمہیں مغفرت سے یاد کروں گا۔

دوسرا قول: تم مجھے ثناء سے یاد کرو۔ میں عطاء سے یاد کروں گا۔

تیسرا قول: تم سوال سے یاد کرو۔ میں نوال سے یاد کروں گا۔

چوتھا قول: تم توبہ سے یاد کرو۔ میں معافی سے یاد کروں گا۔

پانچواں قول: تم اخلاص سے یاد کرو۔ میں چھٹکارے سے یاد کروں گا۔

چھٹا قول: تم مناجات سے یاد کرو۔ میں نجات سے یاد کروں گا۔

واشکروالی۔تم میرا ان نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔ جو میں نے تمہیں دیں۔ولا تکفرون۔تم میری نعمتوں کا انکار نہ کرو۔

تفسیر آیت ۱۵۳:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ :(اے ایمان والو مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) صبر سے ہر فضیلت حاصل کی جاتی ہے۔الصلوۃ،نماز ہر رذیلہ سے روکنے والی ہے۔ مع الصابرین۔اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور قبول دعا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۴: شہدائے بدر:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ :(اور تم نہ کہو ان کو جو لوگ مارے جائیں اللہ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ

اور ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں میں اور جانوں اور پھلوں

وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا

میں کمی کر کے، اور خوشخبری سنا دیجئے صبر کرنے والوں کو جن کی صفت یہ ہے کہ جب پہنچے ان کو کوئی مصیبت تو وہ کہتے ہیں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَ

کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عام رحمتیں ہیں اور خاص رحمت بھی ہے اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں سکتے) ولا تقولوا یہ شہدائے بدر کے متعلق نازل ہوئی ان کی تعداد چودہ تھی۔ اموات یہ مبتدا محذوف هُمْ کی خبر ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ بل احیاء یعنی وہ زندہ ہیں۔

عدم شعور کی تفسیر:

لاتشعرون۔ یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ کیونکہ شہید کی زندگی حسًا معلوم نہیں ہوسکتی۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کا رزق ان کی ارواح کو پہنچایا جاتا ہے پس ان کو راحت وخوشی پہنچتی ہے جیسا کہ آگ آل فرعون کی ارواح پر صبح وشام پیش کی جاتی ہے۔ پس ان کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کو جنت کے پھلوں سے رزق ملتا ہے اور اس کی ہوائیں ان کو پہنچتی ہیں۔ مگر وہ جنت میں نہیں۔

معمولی مصائب سے آزمائش:

۱۵۵۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ: (اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر ڈر اور بھوک اور اموال وانفس اور پھلوں کی کمی سے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو) ولنبلونکم یعنی ہم کسی قدر مصائب پہنچا کر برکات سماویہ سے مستفید کریں گے جیسے کوئی کسی قوم کو آزمائے آیا وہ بلاء پر صبر کرتے ہیں یا نہیں اور اطاعت پر باقی رہتے ہیں یا نہیں۔ بشیء۔ یعنی تھوڑے سے ان مصائب میں سے اور معمولی سے۔ تنوین تنکیر شیء پر لا کر انتہائی قلت بیان کر دی۔ تاکہ بتلا دیا جائے کہ ہر مصیبت جو انسان کو پہنچتی ہے خواہ وہ کتنی بڑی ہو مگر وہ ان مصائب کے مقابلہ میں قلیل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہوا ہے۔ تاکہ ان بندوں کو دکھلا دیا جائے کہ اللہ کی رحمت کسی حال میں بھی بندے سے جدا نہیں اور مصیبت کے وقوع سے پہلے یہ پیشینگوئی اس لئے دی تاکہ نزول مصائب کے وقت نفس مطمئن رہے

اور وہ پریشانی کے وقت اس کو برداشت کرنے کا خوگر بنالے۔من الخوف۔خوف سے دشمن کا خوف یا اللہ کا خوف مراد ہے۔ والجوع سے قحط یا بقول امام شافعی رحمہ اللہ صوم رمضان مراد ہے۔ونقص من الاموال والانفس۔کبھی مویشیوں کی موت یا زکوٰۃ سے (ظاہر ہوگی)

نحو : اس کا عطف شیء پر یا خوف پر ہے یعنی شیء من نقص الاموال۔تھوڑی سی اموال کی کمی سے والانفس۔ نفوس کی کمی قتل یا موت یا مرض یا بڑھاپے سے۔والثمرات۔ثمرات کی کمی سے۔کھیتی کے ثمرات (غلہ و پھل) یا اولاد کی موت (بمنزلہ ثمرہ ہے) اولاد بمنزلہ ثمرہ قلب ہے۔

صبر والے لوگ:

بشر الصابرین۔تم انکو خوش خبری دو۔جو ان مصائب پر صبر کرنے والے ہیں۔یا مصائب کے وقت انا للہ کہنے والے ہیں۔کیونکہ استرجاع اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اسکے حکموں پر یقین کرنا ہے حدیث میں آتا ہے جس نے مصیبت کے وقت استرجاع کیا اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو درست کر دیتے ہیں اور اسکا انجام اچھا کر دیتے ہیں اور اچھا پسندیدہ بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔(بیہقی۔طبرانی)

روایت ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ بجھ گیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انا للہ پڑھا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا یہ مصیبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جی ہاں! ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو ایذاء پہنچے۔(ابوداؤد)

کم کا مخاطب:

کم نمبرا۔کا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا۔

نمبر۲۔دوسرا قول: ہر وہ شخص مراد ہے جو بشارت کے لائق ہو۔

تفسیر آیت ۱۵۶:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ :(جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

نمبرا۔الذین۔صابرین کی صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہے اس صورت میں اس پر وقف نہیں۔بلکہ راجعون پر وقف ہے۔

نمبر۲۔صابرین پر وقف کریں تو الذین مبتدا ہے اور اولئک خبر ہے۔مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ الذین اور اس کا صلہ وغیرہ صبر کا بیان ہے۔اذا اصابتهم مصيبة سے مراد ناپسندیدہ بات یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اصابت کا معنی لحقت بمعنی پہنچنا۔ملنا ہے۔مصيبة پر وقف نہیں کیونکہ قالوا یہ اذا کا جواب ہے اور یہ شرط جزاء مل کر الذین کا صلہ ہے۔انا لِلّٰہ۔یہ اللہ کی مالکیت کا اقرار و اعتراف ہے اور انا الیہ راجعون اپنے نفوس کے متعلق فناء کا اقرار ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ سو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

اس پر اس بات میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان آنا جانا کرے اور جو شخص خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ

شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

قدر دان ہے جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۷:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ :(یہ وہی لوگ ہیں جن پر رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں)

رحمت وصلوٰۃ کے جمع کی حکمت:

الصلوات جمع صلوٰۃ شفقت ومہربانی۔اس کو رأفة بمعنی مہربانی کی جگہ لائے اور رحمت اور صلوٰۃ کو جمع کر دیا۔جیسا سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۷ میں رؤف رحیم۔اور سورۃ الحدید میں رأفة و رحمة۔اب مطلب یہ ہوا ان پر مہربانی کے بعد مہربانی اور رحمت کے بعد رحمت ہے۔(صلوٰت کو جمع لانے میں انواع کی طرف اشارہ ہے) و اولئك هم المهتدون۔وہ وہی راہ پانے والے ہیں۔سیدھے راستے کی طرف اس لئے کہ انہوں نے استرجاع کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔دو چیزیں بہترین ساتھی ہیں اور ان پر ایک شاندار اضافہ ہے اور وہ صلوٰۃ اور رحمت ہیں اور اضافہ زیادتی ہدایت ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۸:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ :(بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے۔تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے اور جو شوق سے کوئی نیکی کرے۔پس بے شک اللہ تعالیٰ قدر دان واقف کار ہیں)

ان الصفا و المروة۔صفا و مروہ مکہ میں دو پہاڑ ہیں۔من شعائر اللّٰه۔شعائر جمع شعيرة علامت کو کہتے ہیں۔شعائر اللہ سے مراد عبادت کے مقام اور حج کے مقامات ہیں حج البیت کا معنی کعبہ کا قصد کرنا۔اعتمر زیارت کعبہ کرنا حج لغت میں قصد کرنے اور اعتمار زیارت کرنے کو کہتے ہیں پھر شرعی معنی غالب آ گیا۔اب دو عبادتوں کے نام ہیں۔اس کی مثال اعیان میں النجم البیت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں جو واضح چیزیں ہیں اور ہدایت کی باتیں ہیں بعد اس کے

مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ ۙ

کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کیا یہ چھپانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں لعنت کرنیوالے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا سو یہ وہ لوگ ہیں میں جن کی توبہ قبول کروں گا۔ اور میں

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾

بہت توبہ قبول کرنے والا ہوں رحیم ہوں۔

لاجناح سے نفی گناہ:

فلا جناح علیہ یعنی اس پر گناہ نہیں۔ نحو: ان یطوف بھما تاء کو طا میں ادغام کیا یتطوف سے یطوف بن گیا۔ الطّوف۔ کسی چیز کے گرد چلنا۔ یہاں مراد دونوں کے درمیان سعی کرنا ہے جاہلیت میں صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ دو بت نصب کیے گئے تھے۔ روایت میں ہے کہ یہ دو مرد عورت تھے جنہوں نے کعبہ میں زنا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ عبرت کے لئے ان کو پہاڑوں پر رکھ دیا گیا۔ جب طویل عرصہ گزر گیا۔ تو ان کی پوجا شروع ہوگئی۔ اہل جاہلیت سعی میں ان کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اسلام نے آ کر بت تڑوا دیئے۔ مسلمانوں نے جاہلیت کا فعل سمجھ کر ان کے درمیان طواف کو ناپسند کیا۔ لاجناح کہہ کر گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

❶ نکتۂ فقہیہ:

معلوم ہوا کہ ان کے درمیان سعی رکن نہیں جیسا کہ امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ومن تطوع خیرا۔ جوکوئی شوق سے کوئی نیکی ان کا طواف کر کے کرے۔

❷ نکتۂ فقہیہ:

یہاں بھی تطوع کا لفظ رکن نہ ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یطّوع یا سے پڑھا اصل میں یتطوع ہے تاء کو طا میں ادغام کیا۔ فان اللّٰہ شاکر علیم۔ بے شک اللہ قدردان ہیں قلیل پر کثیر بدلہ دیتے ہیں۔ علیم۔ جاننے والے ہیں اشیاء کو خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔

تفسیر آیت ۱۵۹:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے سو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا،

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع

اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمٰن ہے رحیم ہے ۔

وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ :(بے شک جولوگ چھپاتے ہیں وہ کھلی نشانیاں جو ہم نے فیصلہ اور ہدایت کی اتاریں۔ اسکے بعد کہ ہم نے ان کو کتاب میں لوگوں کیلئے بیان کر دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں)الذین یکتمون یہ چھپانے والے علمائے یہود ہیں۔ ما انزلنا جو اتاری یعنی تورات۔ البینات سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو حضرت محمدؐ کے متعلق شاہد عدل تھیں۔ الھدٰی۔ ہدایت سے مراد آپؐ کے وصف کے سبب اسلام کی طرف راہ پانا ہے بیناہ جس کو ہم نے واضح کر دیا۔

للناس فی الکتاب ۔لوگوں کے لئے تورات میں کہ اس میں کوئی اشکال کی جگہ نہیں چھوڑی مگر انہوں نے اس واضح کا قصد کر کے اس کو چھپا دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور ان پر ملائکہ اور مؤمن لعنت کرتے ہیں۔

تَفْسِیر آیت ۱۶۰:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ :(مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف صاف بیان کر دیا۔ پس یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ کا بڑا قبول کرنے والا مہربان ہوں)تابو ا مگر جن لوگوں نے کتمان حق اور ترک ایمان سے توبہ کی۔ اور اصلحوا اور اصلاح کر لی اس خرابی کی جو کر بیٹھے تھے اور جو زیادتی ہوئی تھی اس کا تدارک کر لیا۔ اولٰٓئک اتوب علیھم ۔ ان کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

مستحقین لعنت:

۱۶۱:اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ :(بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مر گئے انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام آدمیوں کی پھٹکار ہے)ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار ۔یعنی ان حق چھپانے والوں میں سے جو مر گئے اور توبہ نہ کی۔

کیا الناس سے مؤمن و کافر دونوں مراد ہیں:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ان پر اللہ ملائکہ و تمام لوگوں کی زندگی اور موت کے بعد لعنت

ہوگی۔ الناس سے مؤمن مراد ہیں۔ یا مؤمن وکافر دونوں مراد ہیں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کولعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۸ میں فرمایا: كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا کہ جب ان میں سے ایک جماعت جہنم میں داخل ہو چکے گی۔ تو اپنے بعد میں آنے والی جماعت کو لعنت کرے گی۔

تفسیر آیت ۱۶۲...... ینظرون کا معنی:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ: (ان سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ملے گی) خالدین یہ علیھم کی ھُمْ ضمیر سے حال ہے فیھا اس لعنت میں یا آگ میں ضمیر لائی گئی اس چیز کی بڑائی بیان کرنے اور ڈرانے کے لئے۔ ان سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ نمبر ا۔ ینظرون۔ انظار سے ہے جس کا معنی مہلت دینا ہے۔ یعنی معذرت کرنے کے لئے مہلت نہ دی جائے گی۔

یا دوسرا قول: یہ ہے کہ یہ نظر سے ہے کہ ان کو نظر رحمت سے نہ دیکھا جائے گا۔ جیسا فرمایا۔ ولا ینظرا لیھم یوم القیٰمة (الأية)

تفسیر آیت ۱۶۳:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: (تمہارا معبود وہ ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے)۔

الله واحد۔ الوھیت میں یکتا ہے۔ الوھیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ دوسرے کو اِلٰہ کا نام دینا درست ہے۔ لا الله الا ھو۔ اس میں وحدانیت کی تقریر اور غیر کی نفی اور اس کے لئے اثبات ہے۔

نحوی تحقیق:

ھو مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ موضع لا الله کا بدل ہے یہاں نصب جائز نہیں۔ کیونکہ بدل دلالت کرتا ہے کہ اعتماد دوسرے پر ہے اور آیت میں مقصود یہی ہے۔ اگر نصب مانیں تو اس میں اول پر اعتماد ماننا پڑتا ہے (جو کہ درست نہیں) نحو: الرحمٰن الرحیم۔ مرفوع ہے یہ مبتدا کی خبر ہے یعنی وہ تمام نعمتیں۔ وہ اصول ہوں یا فروع ان کا والی ہے۔ کوئی چیز اس کے سواء یہ صفت نہیں رکھتی۔ جو اس کے سواء ہے وہ یا تو خود نعمت ہے بلکہ بدل ہیں کیونکہ ضمیر کی صفت نہیں آتی۔ اب مطلب یہ ہوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی یعنی بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ

بلاشبہ آسمان اور زمین کے پیدا فرمانے میں اور رات و دن کے الٹ پھیر میں اور

الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

کشتیوں میں جو کہ چلتی ہیں سمندر میں وہ سامان لے کر جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور جو کچھ نازل فرمایا اللہ نے

السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ

آسمان سے یعنی پانی پھر زندہ فرمایا اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اور پھیلا دیئے زمین میں ہر قسم کے

دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

چلنے پھرنے والے جانور اور ہواؤں کے گردش کرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

توحید کے دلائل عقلیہ :

۱۶۴۔ شانِ نزول: مشرکین کو اکیلے معبود پر تعجب ہوا تو انہوں نے اس پر نشانی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری۔
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ :(بے شک زمین وآسمان کے پیدا کرنے اور دن رات کی آمدورفت میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں وہ چیزیں لے کر جس سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس سے زمین کو زندہ کر دیا۔ اس کی موت کے بعد اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل میں جو آسمان وزمین کے درمیان تابع کیے ہوئے ہیں۔ ان سب میں سمجھدار لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں) اختلاف الیل والنہار۔ دن و رات۔ رنگ میں۔ طول وقصر میں اور آنے جانے میں ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں مختلف ہیں۔ ینفع الناس۔ کشتی میں جو چیزیں لاد کر لائی جاتی ہیں۔ اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یا کشتیاں لوگوں کے نفع کے ساتھ چلتی ہیں۔ یعنی چلنے میں فائدہ ہے۔ من السماء۔ یہ من ابتدائیہ ہے من ماءٍ سے بارش مراد ہے یہ من بیانیہ ہے کیونکہ آسمان سے اترنے والی بارش اور دوسری چیزیں ہیں۔ فاحیابہ۔ اس کو انزال پر عطف کیا۔ بہ یعنی پانی کے ساتھ۔ الارض بعد موتها۔ موت سے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے علاوہ اس کے شریک تجویز کر رکھے ہیں وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت ہونی واجب ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ لا

اور جو لوگ ایمان لائے ان کا اللہ سے محبت کرنا بہت ہی زیادہ قوی ہے، اور اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا جس وقت دیکھیں عذاب کو

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا لا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾

کہ بلاشبہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

مراد خشک ہونا ہے وبث کو فاحیا پر عطف کیا۔ بَثَّ کا معنی بکھرنا ہے فیھا یعنی زمین میں من کل دآبۃ۔ دآبۃ وہ ہے جو رینگ کر چلے۔

ہواؤں کے پھرنے کا معنی:

و تصریف الریاح۔ نمبر ا۔ ہواؤں کا پھیرنا ان کا مشرق ومغرب اور جنوب وشمال سے چلنا اور گرم وٹھنڈا اور تند، ہلکا اور فائدہ مند اور مضر ہونا ہے۔

نمبر۲۔ دوسرا قول کبھی رحمت کی اور کبھی عذاب کی۔ السحاب المسخر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطیع ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں برستے ہیں۔ بین السمآء والارض آسمان وزمین کے درمیان یعنی فضا میں لقوم یعقلون۔ عقل مندوں کے لئے جو عقل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

پس ان اشیاء سے ان کے ایجاد کرنے والے کی عظیم قدرت اور نو ایجاد کرنے والے کی حکمت اور پیدا کرنے والے کی وحدانیت پر استدلال کرنے والے ہیں۔

عظیم فائدہ:

حدیث شریف میں فرمایا جس نے یہ آیت پڑھی اور اس میں سوچ و بچار کر کے اس سے عبرت حاصل نہ کی اس کے لئے ہلاکت ہے (دیلمی)

موحد ومشرک کا اندازِ محبت:

۱۶۵۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ :(بعض لوگ اللہ کے سوا اوروں کو شریک بناتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو ان سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اگر کوئی ان ظالموں کو دیکھے جبکہ یہ عذاب دیکھیں گے (تو یہ بڑے

خوف کا وقت ہوگا) اس لئے کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے) ومن الناس۔ یعنی اس واضح دلیل کے بعد بھی لوگ من دون اللّٰه اندادا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک بناتے ہیں۔ یحبونھم۔ یعنی بتوں کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے اور ان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں یعنی بتوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کی محبت میں برابری کرتے ہیں کیونکہ وہ ذات باری تعالیٰ کا اقرار کرتے اور اس کا قرب ان کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا قول: ان سے وہ محبت کرتے ہیں جس طرح مؤمن اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للّٰه۔ اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے۔ مشرکین کی اس محبت کے مقابلے میں جو ان کو اپنے معبودوں سے ہے۔ کیونکہ مؤمن کسی حال میں بھی اپنے رب سے منہ موڑنے والا نہیں۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ سخت مصائب میں اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے سامنے گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے ہیں۔

اختلافِ قراءت:

ولو یری۔ کو نافع اور شامی نے تَرٰی پڑھا ہے اس صورت میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا۔ یا ہر مخاطب کو۔ مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب اگر تو وہ منظر دیکھے تو بہت سخت معاملہ دیکھے گا۔ الذین ظلموا۔ سے مراد شریک بنانے والے لوگ ہیں۔ اِذْ یَرَوْنَ کو یا کے ضمہ کے ساتھ یُرَوْنَ شامی نے پڑھا ہے اول صورت میں جب وہ دیکھیں گے اور دوسری صورت میں جب وہ دکھائے جائیں گے۔

نا قابلِ بیان حسرت:

العذاب ان القوة لِلّٰه جمیعا۔ جمیعاً یہ حال ہے۔ وان اللّٰه شدید العذاب۔ یعنی سخت ہے اس کا عذاب۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا۔ اگر یہ لوگ جو اپنے شرک کے سبب ظلم عظیم کا ارتکاب کرنے والے ہیں جان لیں کہ ہر چیز پر ثواب۔ عقاب کی قدرت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ان کے معبودوں کو نہیں اور وہ ظالموں کو دیئے جانے والے سخت عذاب کو بھی جان لیں۔ جبکہ قیامت کے دن اس عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ تو ان کو ناقابل بیان حسرت وافسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں لَوْ کا جواب حذف کیا گیا ہے کیونکہ لَوْ جب کسی شوق مند چیز یا خطرناک چیز پر داخل کریں۔ تو اس کا جواب بہت کم ساتھ لایا جاتا ہے۔ تاکہ دل اس میں ہر راستہ پر جائے۔ جبکہ یہ ماضی پر داخل ہو۔ اسی طرح اِذْ کی وضع بھی ماضی پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔

سوال: مگر یہاں دونوں۔ لو اور اذ مضارع پر داخل ہوئے ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں مستقبل بھی ماضی کی طرح قطعی اور سچا ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

جب کہ بیزار ہو جائیں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی۔ اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور کٹ جائیں گے

بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا

ان کے آپس کے تعلقات اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی کاش ہم کو واپس جانا نصیب ہو جاتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے، جیسا کہ

تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ

وہ ہم سے بیزار ہو گئے۔ اللہ اسی طرح دکھائے گا ان کو ان کے اعمال حسرتیں بنا کر اور وہ

۲۰ ع ۴ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

آگ سے نکلنے والے نہ ہوں گے۔

تفسیر آیت ۱۶۶:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ :(یاد کرو اس وقت کو جب الگ ہو جائینگے وہ سردار جنکی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھیں گے اور انکے سب تعلقات ٹوٹ جائینگے)

اختلافِ قراءت:

اِذْ تَبَرَّاَ۔ عاصم کے علاوہ قرائے عراق نے سارے قرآن میں جہاں ذال اور تاء جمع ہوں تو وہاں ادغام کر کے پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

یہ اذ یرون سے بدل ہے الذین اتبعوا سے مراد رؤسا ہیں جن کی پیروی کی گئی۔

من الذین اتبعوا سے مراد متبع و پیروکار۔ وَرَاَوُا العذاب۔ واو حالیہ ہے ای تبرءوا فی حال رؤیتھم العذاب۔ یعنی وہ عذاب دیکھنے کی حالت میں بیزاری کا اظہار کریں گے۔ و تقطعت۔ اس کا عطف تَبَرَّاَ پر ہے ای تَبَرَّاَ و تقطعت۔

تعریف سبب:

بھم الاسباب۔ اسباب سبب کی جمع ہے وہ تعلق مراد ہے جو ایک دین پر ہونے کی وجہ سے ان کے مابین تھا۔ اسی طرح نسب و محبت کا تعلق بھی اس میں شامل ہے اصل سبب ملانے والے ذریعہ کو کہتے ہیں۔

تفسیر آیت: ۱۶۷......اعمال پر حسرتیں:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا۔ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ

اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي

بے شک وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تم کو صرف برائی کا اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

جن کو تم نہیں جانتے۔

وَمَاهُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ :(جنہوں نے اتباع کیا تھا وہ کہیں گے ہائے کاش، ہمیں ایک بارلوٹ جانا میسر ہوتو ہم بھی ان سے الگ ہو جائیں جیسے یہ ہم سے آج الگ ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ افسوس کرنے والوں کے لئے ان کے عمل ان کو دکھائے گا۔ اور انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں)۔

وقال الذين اتبعوا سے مراد متبعین ہیں۔ کرّۃ واپس لوٹنا دنیا کی طرف فنتبرّاً۔ لَوْ جو تمنّی کیلئے ہے یہ اس کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہوگا کاش ہمارے لئے واپسی ہوتو ہم ان سے بیزار ہو جائیں۔ كما تبرء وا منا جیسا یہ اب ہم سے بیزار ہو گئے۔ كذٰلك سے مراد اس رسوا کن دکھلاوے کی طرح۔ اعمالهم یعنی بت پرستی۔ حسرات عليهم۔ حسرات یہ حسرت کی جمع ہے اس کا معنی شرمندگیاں۔ يريهم۔ یہ افعال قلوب سے ہے اور حسرات اس کا تیسرا مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال ان پر حسرتوں میں بدل جائیں گے۔ اور وہ اپنے اعمال کی جگہ حسرتوں کے سواء کچھ نہ دیکھیں گے۔ وماهم بخارجين من النار۔ انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں۔ بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر آیت ۱۶۸:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ :(اے لوگو۔ کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال اور ستھری اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)

شانِ نزول: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جنہوں نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ تحریمات بنا رکھی تھیں یآیھا الناس کلوا۔ کلوا کا امر اباحت کے لئے ہے۔ ان لوگوں کو مخاطب کیا جنہوں نے بحیرہ وغیرہ بنا رکھے تھے۔

نحوی تحقیق:

مما فی الارض میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی زمین کی بعض اشیاء کیونکہ تمام اشیاء زمین سے کھانے والی نہیں۔ حلالاً۔ نمبرا۔ یہ کلوا کا مفعول ہے یعنی تم حلال چیزیں کھاؤ۔

دوسرا قول: یہ **مما فی الارض** سے حال ہے یعنی تم کھاؤ زمین کی چیزیں اس حال میں کہ وہ حلال ہوں۔ **طیّبًا**۔ ستھری یعنی ہر شبہ سے پاک۔ **وَلَا تتّبعوا خطوات الشیطان**۔ خطوات سے وہ راستے مراد ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ یہ **خطوۃٌ** کی جمع ہے قدموں کی درمیانی مسافت کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں **اتبع خطوته** یعنی اس نے اقتداء کی یا اس کے طریقے پر چلا۔

اختلافِ قراءت:

خطوات کو ابوعمرو نے طاء کے سکون سے **خُطْوَات** پڑھا ہے۔ عیاش، نافع و حمزہ، ابوبکر نے طاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا **خُطُوَات**۔

انهٗ لکم عدو مبین۔ بے شک وہ تمہارا ایسا دشمن ہے جس کی عداوت ظاہر ہے اس میں ذرہ بھر اخفاء نہیں۔ مبین کا لفظ ابان سے ہے یہ متعدی و لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

ظاہری تضاد کا ازالہ:

سوال: **والذین کفروا اولیاؤُھم الطاغوت** سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۷ اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب: وہ آیت اس کے خلاف نہیں کیونکہ طاغوت سے مراد شیطان ہے اور اس کی دوستی فقط ظاہر میں ہوتی ہے اس ظاہری دوستی جتانے کی وجہ سے **اولیاؤھم الطاغوت** فرمایا گیا۔ ورنہ باطن میں تو وہ دشمن ہے۔ وہ دوستی اعمال کو مزین کرنے کے لئے کرتا ہے ورنہ دشمن کی بات کون مانتا ہے اور اس کا اصل مقصد ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

تفسیر آیت ۱۶۹:

اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ :(بے شک وہ تمہیں بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ پر تم وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے) **انمایأ مرکم**۔ اس میں بیان کیا کہ اس کی اتباع سے باز آنا ضروری ہے اور اس سے ظاہر میں عداوت رکھنی چاہیے۔ یعنی شیطان کبھی بھی بھلائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ بلاشبہ وہ تو تمہیں حکم دے گا۔

سوء و فحشاء کا فرق:

نمبرا۔ **بالسوء**۔ برائی کا۔ **والفحشاء** اور بے حیائی کا۔ **فحشاء** وہ برا کام جو قباحت میں حد سے بڑھ جائے۔

دوسرا قول: **سوء** جس گناہ میں حد نہیں آتی۔ **فحشاء**۔ جس میں حد لازم ہو جاتی ہے۔

نحو: **بالسوء** پر عطف کی وجہ سے **ان تقولوا** محل جر میں ہے ای **بان تقولوا**۔ **مالا تعلمون** جو تم نہیں جانتے بغیر علم کے۔ جیسے تمہارا کہنا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

مَسْئَلَه: اس میں ہر بات شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کہنی درست نہیں مگر وہ اس کی طرف منسوب کر دی گئی ہو۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کا اتباع کرو، جو اللہ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

کیا وہ اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں، اور ہدایت پر نہ ہوں۔ اور مثال ان لوگوں کی

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ط صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ

جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال ہے جو آواز دے ایسی چیز کو جو نہ سنے سوائے پکار کے اور بلاوے کے، بہرے ہیں، گونگے ہیں،

فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾

اندھے ہیں سو وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

تفسیر آیت ۱۷۰:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ :(جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر چلو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں نہیں۔ بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا۔ اگر ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں۔ تو پھر بھی ان کے راستہ پر چلیں گے)

هُمْ کا مرجع:

نمبر۱۔ واذا قیل لهم اتبعوا۔ ضمیر جمع کی الناس کی طرف لوٹتی ہے اور التفات کے طور پر ان سے رخ پھیرا گیا گویا اس طرح کہا۔ عقل مندوں کی طرف توجہ کر کے کہ ان احمقوں کو دیکھو۔ کہ ٹھیک بات بتلائی تو کیا جواب دیا؟

نمبر۲۔ دوسرا قول: هُمْ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہے۔

نمبر۳۔ تیسرا قول: یہ یہود کا ایک گروہ تھا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان وقرآن کی طرف بلایا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ قالوا بل نتبع ما الفينا۔ الفينا کا معنی وجدنا ہے علیه اٰبآء نا جس پر ہم نے آباء کو پایا وہ ہم سے بہتر تھے اور زیادہ علم والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولو کان اٰباؤهم۔ سے ان کی تردید کی۔ واؤ اس میں حالیہ ہے ہمزہ تعجب اور تردید کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا یہ ان کی اتباع کریں گے اگر ان کے آباء دین کی کوئی بات نہ سمجھتے ہوں اور نہ ہی درست راستے کی طرف راہ پانے والے ہوں۔

سابقہ آیات سے ربط:

پہلے ان کی تردید کی پھر ان کے متعلق مثال بیان فرمائی۔

تفسیر آیت ۱۷۱:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَالَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (کافروں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو چلاّ چلاّ کر ایسی چیز کو پکار رہا ہو جو سوائے چلاّنے اور پکارنے کے کچھ نہیں سنتا۔ بہرے گونگے، اندھے ہیں پس وہ کچھ نہیں سمجھتے) مثل الذین کفروا۔ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای داعی الذین کفروا کمثل الذی ینعق۔ ینعق کا معنی چیختا ہے۔ بما لا یسمع الا دعاء و نداء سے مراد بہائم ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کافروں کو دعوت دینے والے کی مثال جیسے کوئی حیوانات کو آواز دے جو کہ آواز میں سے گھنٹی کی سر اور آواز کی گونج سنتے ہیں۔ بغیر ذہنوں میں ڈالنے اور سمجھنے کے۔ جیسا کہ بہائم کو آواز دینے والا جو پکارنے والے کی پکار و نداء ہی سنتا ہے جس سے ان کو آواز دیتا۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے وہ جانور اور کچھ نہیں سمجھتے جیسے عقل مند سمجھتے ہیں۔

نعق ونداء میں فرق:

النعیق آواز دینے کو کہتے ہیں جیسے نعق المؤذن نعق الراعی بالضّأن۔ چرواہے نے بھیڑوں کو آواز دی۔ النداء۔ جو سنی جائے۔

الدعآء جو آواز کبھی سنی جائے اور کبھی نہ سنی جائے۔ صُمٌّ۔ یہ ھم ضمیر کی خبر ہے ای ھم صم بکم یہ اسی مبتداء کی دوسری خبر ہے عمی یہ خبر ثالث ہے یعنی وہ حق سے اندھے ہیں۔ فھم لا یعقلون۔ پس وہ نصیحت کو نہیں سمجھتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم

اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١٧٢﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

اس کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جن کے ذبح کرتے وقت

اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو، اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٧٣﴾

بیشک اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

سابقہ آیات سے ربط : تفسیر آیت ۱۷۲:

اس میں بتلایا کہ جن چیزوں کو مشرکین حرام قرار دینے والے ہیں وہ حلال ہیں چنانچہ فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ :(اے ایمان والو۔ہم نے جو تم کو رزق دیا ہے اس سے حلال اور ستھری چیزیں کھاؤ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو) یآیہا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم ۔(۱) طیبات سے مراد لذیذ چیزیں '(۲) حلال چیزیں واشکروا للہ : اور تم اس اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو۔ جس نے تمہیں رزق دیا۔ان کنتم ایاہ تعبدون ۔اگر یہ واقعی صحیح ہے کہ تم عبادت کے ساتھ اس کو خاص کرنے والے ہو اور اس بات کے اقراری ہو کہ تمام نعمتیں فرمانے والے وہی ہیں۔

ماقبل سے ربط...... تفسیر آیت ۱۷۳:

اب حرام چیزوں کو بیان کیا۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (بے شک اس نے حرام کیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے غیر کا نام پھر جو کوئی مجبور ہو جائے نہ ہو خلاف کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

میتہ کی تعریف:

انما حرم علیکم المیتة' میتہ ہراس جانور کو کہتے ہیں جس کی روح ذبح بے پاک کرنے کے بغیر نکل جائے۔ انما حرمت میتہ کو ثابت کرنے اور ماسواء کی نفی کے لئے ہے ای ماحرم علیکم الا المیتة۔ نہیں حرام کیا تم پر مگر مردار۔ و الدم۔ بہنے والا خون۔ کیونکہ دوسری آیت سورۂ انعام نمبر ۱۴۵ میں او دمًا مسفوحًا ہے۔

دودم حلال:

اور دو میتہ اور دودم حدیث سے ان کی حلت ثابت ہے احلت لنا میتتان و دمان السمك و الجراد و الکبد و الطحال (احمد ابن ماجہ) ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ مچھلی۔ مکڑی۔ جگر اور تلی۔

ولحم الخنزیر۔ یعنی خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ۔ گوشت کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ کھانے میں وہ اصل ہے۔ و ما اهل به لغیر اللّٰه۔ یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے۔ الهلال۔ آواز بلند کرنا یعنی بت کے لئے اس پر آواز بلند کی گئی ہو اور اہل جاہلیت کہتے تھے: باسم اللات و العزّٰی۔ فمن اضطر جو مجبور ہو جائے۔

نحو و قراءت:

نون کو کسرہ دیا دو ساکن آنے کی وجہ سے یعنی نون اور ضاد یہ بصری حمزہ اور عاصم کے نزدیک ہے دیگر قراء طاء کے ضمہ کی وجہ سے نون کو ضمہ دیتے ہیں فَمَنُ اضْطُرّ۔ غیر یہ حال ہے ای فاکل غیر اس نے کھایا اس حال میں کہ وہ بغاوت کرنے والا نہ تھا۔

باغی کا معنی:

نمبر ا۔ باغ کا مطلب یہ ہے کہ لذت و شہوت کی خاطر کھانے والا نہ ہو۔ و لا عادٍ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرنے والا ہو۔

دوسرا قول: کہ امام کا باغی نہ ہو اور سفر حرام کی وجہ سے تجاوز نہ کرنے والا ہو یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ سفر طاعت بغیر ضرورت مباح نہیں اور بلا سفر گھر میں رکا رہنا مباح ہے اور دوسری بات یہ بھی کہ بغاوت اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتی۔ پس وہ محرومی کا حقدار نہیں۔

اور مجبور آدمی کو اتنا کھا لینا درست ہے جس سے زندگی بچ جائے اور اس سے گزارہ ہو سکے سیری نہ ہو۔ کیونکہ اضطراری اباحت اتنی مقدار میں ہے جس سے ضرورت ٹل سکے۔ فلا اثم علیه۔ تو اس کو کھا لینے میں گناہ نہیں۔ ان اللّٰه غفور۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینے والے ہیں تو پھر اضطراری حالت میں مردار کے کھا لینے سے کیونکر مؤاخذہ فرمائیں گے رحیم مہربان ہے اس لئے رخصت دے دی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ

بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی یعنی کتاب اور خریدتے ہیں اس کے بدلہ تھوڑی قیمت

اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تو یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں بھرتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ، اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا

وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لیا گمراہی کو

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

ہدایت کے بدلے، اور عذاب کو مغفرت کے بدلے، سو وہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں آگ پر۔ یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ

نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع ٢١ ٩ ٥

نے نازل فرمایا کتاب کو حق کے ساتھ، اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا بے شک وہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں ہیں۔

۱۷۴۔ شانِ نزول: یہ آیت یہود کے ان سرداروں کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تبدیل کر دی اور اس پر رشوت بھی لی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: (بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ان آیات کو جو اللہ تعالیٰ نے اتاریں کتاب میں اور اس کے بدلے لیتے ہیں قیمت یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر کر کھاتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یکتمون مآ انزل اللّٰہ وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا یعنی صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثمناً قلیلا تھوڑی قیمت یعنی بدلہ یا قیمت والی (مراد دنیا اور اغراض دنیا ہیں)۔

اکل بطن کی تشریح:

اولٰٓئک مایأ کلون فی بطونھم۔ وہ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے یعنی پیٹ بھر۔ عرب کہتے ہیں فلان اکل فی بطنہ وا کل فی بعض بطنہ یعنی پیٹ بھر کھایا الا النار۔ مگر آگ۔ اس لئے کہ جب ایسی چیز کھائی جس کی سزا آگ ہے تو گویا آگ کھائی۔ اور عرب کہتے ہیں۔ اکل فلان الدم کہ فلاں تو خون کھاتا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی مال دیت کھا جائے۔ کیونکہ دیت خون کے بدلہ میں حاصل ہوتی ہے۔ شاعر نے کہا۔

یا کلن کل لیلۃ اکافًا۔اکاف سے ثمن اکاف مراد ہے
وہ ہرراتپالان یعنی پالان کی قیمت کھاتی ہیں ثمن اکاف کو اکاف بہت مناسبت کی وجہ سے کہہ دیا۔

کلام سے مراد:

ولا یکلمھم اللّٰہ۔ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائیں گے۔کلام سے مسرور کن کلام مراد ہے لیکن اس طرح کا کلام اخسئوا فیھا ولا تکلمون۔المؤمنون آیت نمبر ۱۰۸ جو دھتکارنے کے لئے ہے وہ کہا جائے گا۔ولا یزکیھم۔نمبرا۔نہ ان کو گناہوں کی میل سے پاک کریں گے۔
نمبر۲۔یااللہ تعالیٰ انکی مدح وثناء نہ کرے گا۔ولھم عذاب الیم۔اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔الیم:بمعنی مولم ہے۔
نحو: تینوں جملوں کا عطف اِنَّ کی خبر پر ہے۔گویا چاروں جملے اِنّ کی خبر ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷۵:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ :(یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اورمہر کے بدلے قہر لے لیا پس کتنا صبر ہے ان کو آگ پر۔یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری اور جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ سخت ضد میں ہیں)اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب یعنی حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو چھپایا۔(تاکہ انکار کریں جو عذاب وگمراہی کا سبب ہیں)۔

استفہام توبیخی:

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۔ کتنا صبر ہے ان کا آگ پر یہ استفہام توبیخی ہے یعنی کس چیز نے ان کو صابر بنادیا۔اس عمل پر جو آگ کی طرف لے جانے والا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہنم کی آگ پر بڑا صبر ہے۔

تفسیر آیت ۱۷۶:

ذٰلك : اس کا مشار الیہ عذاب ہے یعنی یہ عذاب اس سبب سے ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتب سماویہ اتاری ہیں وہ برحق ہیں۔اختلفوا جنہوں نے اختلاف کیا یعنی اہل کتاب فی الکتٰب۔اس میں الف لام جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں مراد ہیں۔انہوں نے بعض کتابوں کو برحق اور بعض کو باطل قرار دیا۔

شقاق بعید کا مطلب:

لفی شقاق ۔شقاق کا معنی مخالفت۔بعید۔دور یعنی حق سے دور۔
دوسرا قول: ان کا یہ کفر اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن برحق اتارا اور جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا وہ ایسی مخالفت میں مبتلا ہیں جو ہدایت سے بہت دور ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیا کرو۔ لیکن نیکی

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى

یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر، اور اپنا

الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ

مال دے اس کی محبت ہوتے ہوئے قرابت والوں کو اور یتیموں کو، اور مسکینوں کو، اور مسافروں کو،

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ

اور سوال کرنے والوں کو، اور گردنوں کے چھڑانے میں، اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوۃ کو، اور پورا کرنے والے ہیں

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ

اپنے عہد کو جبکہ وہ عہد کریں۔ اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور تکلیف میں اور جنگ کے

الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

موقعہ پر۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچائی کی راہ اختیار کی اور یہی لوگ متقی ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷۷:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا۔ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ (نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق ومغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور پیغمبروں پر اور مال کی محبت کے باوجود مال دیا رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرتے رہے نماز اور پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں۔ تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں)

اصلی بر کیا ہے؟

لیس البر ان تولوا۔ تمہارا مشرق ومغرب کی طرف منہ پھیرنا نیکی نہیں اس میں خطاب نصاریٰ کو ہے کیونکہ ان کا قبلہ بیت

المقدس کی جانب مشرق تھا اور یہود کا قبلہ بیت المقدس کی مغربی جانب تھا اور ان میں سے ہر ایک کا خیال یہی تھا۔ کہ اصل نیکی اسی کے قبلہ کی طرف منہ پھیرنا ہے۔ ان کی تردید فرمائی کہ جو تم کہتے ہو یہ درست نہیں بلکہ وہ تو منسوخ ہے۔
نمبرا۔ ولکن البر۔ لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔
نمبر۲۔ دوسرا قول: نیکی والا وہ ہے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔ ان دونوں اقوال کے مطابق مضاف محذوف ہے مگر پہلا قول ان میں سے عمدہ ہے۔ البرّ۔ کا معنی ہر نیکی اور ہر پسندیدہ فعل کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے قبلہ کے معاملے میں بہت دلچسپی لی۔ تو ان کو یہ بات سمجھائی گئی یہ کوئی بڑی نیکی نہیں۔ کہ جس میں مصروف ہو کر تم نیکی کی سب اقسام کو بھول جاؤ۔ لیکن جو نیکی واجب الاہتمام ہے وہ اس شخص کی ہے۔ جو ایمان لایا اور ان اعمال کو انجام دیا۔
نحو: البر لیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ان تولوا بتاویل مصدر اسم ہے۔

اختلافِ قراءت:

البرّ کو نصب کے ساتھ حمزہ اور حفص نے پڑھا ہے اور نافع اور شامی نے وَلٰکِنَّ الْبِرُّ امام مبرد فرماتے تھے اگر میں قاری ہوتا تو میں اس طرح پڑھتا۔ لٰکِنَّ الْبَرَّ ایک قراءت میں لٰکِنَّ البَارَّ پڑھا گیا ہے۔
والیوم الاٰخر۔ آخرت کے دن سے مراد اٹھنے کا دن ہے۔
والملائکة والکتاب۔ نمبرا۔ الف لام کتاب پر جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتب اگر عہد کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ والنّبیّین واتی المال علی حبہ۔

ضمیر کے مراجع:

نمبرا۔ حُبّہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی مال اللہ تعالیٰ کی محبت میں خرچ کیا۔
نمبر۲۔ یا مال کی طرف یعنی مال کی محبت کے باوجود اس کو دیا۔
نمبر۳۔ الایتاء کی طرف لوٹتی ہے مراد یہ ہے مال دے رہا ہو اس حالت میں کہ وہ اس کے دینے میں دل سے راضی وخوش ہو۔
ذوی القربیٰ۔ قرابت والے ان کو مقدم زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا مسکین پر صدقہ تو ایک صدقہ شمار ہوگا اور رشتہ دار پر صدقہ اور صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی، نسائی)
والیتامیٰ۔ یتیم سے مراد قرابت والے فقراء اور یتامیٰ ہیں اور مطلق اسلئے لائے۔ کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔

مسکین کی تعریف:

والمساکین جمع مسکین جو لوگوں میں ہمیشہ سکون پکڑنے والا ہو کیونکہ اسکے پاس کچھ نہیں جس سے چلے پھرے مثلاً سِکّیر۔ جو ہمیشہ نشہ میں رہتا ہو۔ وابن السبیل اگرچہ لفظاً مفرد ہے مگر مراد اس سے جنس ہے اسکو ابن السبیل کہنے کی وجہ سے سفر کا لازم لینا ہے یا مہمان ہونے کی وجہ سے ابن سبیل کہا۔ والسائلین۔ سوال کرنے والے سے مراد کھانا طلب کرنے والے۔ وفی الرقاب۔ گردنوں میں سے مراد مکاتبین کی گردنیں آزاد کروانے میں یا قیدی چھڑوانے میں واقام الصلوٰة صلوٰة سے فرضی نماز مراد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ

اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں آزاد کو

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ

آزاد کے بدلہ اور غلام کو غلام کے بدلہ، اور عورت کو عورت کے بدلہ، سو جس شخص کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی کر دی جائے تو بھلائی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ

اس کا مطالبہ ہو اور اچھے طریقہ پر اس کی ادائیگی ہو۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي

پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لئے درد ناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل

الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

والو! تاکہ تم پرہیز کرتے رہو۔

یہاں زکوٰۃ سے مراد:

واتی الزکوٰۃ۔ فرضی زکوٰۃ ہے بعض نے کہا یہ اول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اول سے مراد نفلی صدقات اور نیکی کے اعمال ہیں۔ الموفون پورے کرنے والے اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں۔ اس کا عطف مَنْ اٰمن پر ہے اور عہد سے اللہ کا عہد یا لوگوں کا عہد مراد ہے۔ والصابرین۔ شدائد میں صبر کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے فعل مدح و تخصیص سے منصوب ہے ای امدح الصابرین۔ اسی طرح قتال کے مقامات کی فضیلت تمام اعمال سے برتر ثابت کرنے کے لئے اسے منصوب ذکر کیا۔ فی الباساء۔ بأساء سے فقر و شدت مراد ہے والضراء مرض اور اپاہج پن۔ حین البأس۔ لڑائی کا وقت اولئک الذین صدقوا یعنی ان صفات والے ہی وہ لوگ ہیں جو دین میں سچے ہیں اور وہی متقی ہیں۔

آیت: ۱۷۸۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى. اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ۔ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

(اے ایمان والو فرض کیا جاتا ہے تم پر بدلہ لینا مقتولوں میں۔ آزاد کے بدلے آزاد قتل کیا جائے غلام کے بدلے غلام اور

عورت کے عوض عورت۔ پس جس شخص کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ تو دستور کے موافق چلنا چاہیے اور اچھے انداز سے چلنا چاہیے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے پھر جو شخص زیادتی کرے۔ اس کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

طرزِ جاہلیت:

روایات میں آیا ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں میں جاہلیت کے زمانے میں خون کا معاملہ تھا اور ایک کو دوسرے پر طاقت اور قوت حاصل تھی۔ تو انہوں نے قسم اٹھائی۔ کہ ہم دوسرے قبیلے کے آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل کریں گے اور ان کے مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کریں گے اور ایک کے بدلے میں ان کے دو قتل کریں گے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاملے میں فیصل بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ یٰآیھا الذین اٰمنوا کہ اے ایمان والو۔ کُتب یعنی فرض کر دیا گیا۔

مفہوم قصاص:

علیکم القصاص ۔قصاص اصل میں برابری کو کہتے ہیں۔ اصل میں یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے۔ **قص اثرہ واقتصہ**۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی کا پیچھا کیا جائے۔ اسی لئے قصہ کہانیاں بیان کرنے والے کو قاص کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حکایات کا پیچھا کرتے ہیں۔ **القتلٰی** جمع قتیل۔ اب مطلب یہ ہوا۔ کہ تم پر فرض کیا گیا کہ تم برابری اور مساوات اختیار کرو۔ مقتولین میں **الحر بالحر** یعنی آزاد پکڑا جائے گا یا مقتول ہوگا آزاد کے بدلے **العبد بالعبد** امام شافعی کا قول آزاد کو غلام کے بدلے میں اس آیت کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا اور ہمارے نزدیک قصاص آزاد اور غلام کے درمیان بھی جاری ہوگا۔ جیسا اس آیت میں ہے جو سورۂ مآئدہ آیت نمبر: ۴۵۔ **ان النفس بالنفس**۔ کہ جان کے بدلے جان۔ جیسا کہ مذکر و مؤنث کے درمیان آپ کے اس ارشاد سے **المسلمون تتکافأ دماء ھم** ۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔

نفوس میں تفاضل معتبر نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک جماعت ایک آدمی کو قتل کرے تو اس کے بدلہ میں ان سب کو قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ حکم کا کسی نوع سے مخصوص ہونا دوسری نوع کی نفی نہیں کرتا۔ بلکہ حکم اس میں دلیل کے آنے تک موقوف رہے گا اور یہاں تو دلیل موجود ہے۔ جیسا ہم واضح کر چکے۔

عفو کی تحقیق:

فمن عفی لہ۔ عفو یہ عقوبت کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے۔ **عفوت عن فلان** جب کہ اس سے درگزر کیا جائے اور اس کی سزا سے اعراض کیا جائے۔ یہ جانی یا جنایت کی طرف متعدی عن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ البقرہ ۵۲ **ثم عفونا عنکم** پھر ہم نے تمہارا گناہ معاف کر دیا اور الشوریٰ آیت نمبر ۲۵ **ویعفوا عن السّیّاٰت**۔ وہ بہت سی برائیاں معاف کرتا ہے اور جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو پہلے کی طرف لام سے متعدی ہوگا۔ جیسے **عفوت لہ عن ذنبہ**۔ میں نے اسے اس کا گناہ معاف کر دیا۔ اور حدیث میں ہے **عفوت لکم عن صدقۃ الخیل والرقیق**۔ (ابوداؤد) میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تمہیں معاف کر دی۔ یعنی

چھوڑ دی۔

حضرت امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ من عفی له کا معنی جس کا دیت کی وجہ سے قتل چھوڑ دیا جائے۔ (یعنی معاف کر دیا جائے) ازہری نے کہا عفولغت میں زائد کو کہتے ہیں۔ جیسے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو۔ اور کہا جاتا ہے عفوت لفلان بمال۔ جبکہ مال اس کو دے اور مہربانی سے زائد دے۔ وعفوت له عمالی علیه جبکہ اس کے ذمہ جو کچھ تھا اس کو چھوڑ دیا جائے۔

قولِ جمہور:

جمہور مفسرین آیت کا معنی یہ بتاتے ہیں۔ بس جس آدمی کو اس کے بھائی کی جانب سے معاف کر دی جائے کوئی چیز زائد۔ اس معنی میں فعل کی نسبت مصدر کی طرف کی گئی ہے جیسے کہ اس مثال میں سیر بزید بعض السیر زید کو کچھ چلایا گیا۔

الاخ لانے کی حکمت:

الاخ اس سے مراد مقتول کا وارث بھائی ہے اور اس لفظ سے تعبیر کر کے درحقیقت مہربانی پر آمادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد اور اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں۔ مَن سے مراد وہ قاتل ہے جس کو اس کا گناہ معاف کیا جا رہا ہے۔ یہاں آیت میں دوسرے مفعول کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ لہٗ کا لفظ عنه کی بجائے لایا گیا۔ اور ضمیر له اور اخیه میں یہ من کی طرف راجع ہے اور علیه میں بھائی کی طرف راجع ہے۔ یا تتبع کے لئے ہے اس کے لئے فاتباع کا لفظ دلالت کر رہا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ مطالبہ کرنے والا قاتل کا پیچھا کرے۔ کس طریقے کے ساتھ۔ یعنی اچھے انداز سے مطالبہ کرے۔ تاکہ اس کو مطلوب ادا کر دیا جائے یعنی قاتل خون کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ اور نہ اس میں کمی کرے۔ شئ من العفو کہا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بعض خون کا حصہ معاف کر دیا گیا۔ یا بعض وارثوں نے معاف کر دیا۔ تو اس وقت معافی کامل ہو گئی۔ اور قصاص ختم ہو گیا۔

دوسرا قول:

نمبر۲۔ جنہوں نے عفی کی تفسیر شئ کے لفظ کو مفعول بہ بنانے کے بغیر کی ہے اور اسی طرح جنہوں نے اعطی کے ساتھ کی ہے یعنی ان الولی اذا أعطی له شئ من مال اخیه۔ یعنی القاتل بطریق الصلح فلیا خذه بمعروف من غیر تعنیف و لیؤدّه القاتل الیه بلا تسویف۔ بے شک ولی کو جب کوئی چیز اپنے بھائی کے مال میں سے دی جائے یعنی قاتل کے مال میں سے بطور صلح تو اس ولی کو چاہیے کہ وہ اس مال کو دستور کے مطابق لے لے۔ اس میں کوئی سختی نہ برتے۔ اور قاتل بھی اس کو مال بغیر افسوس کے ادا کرے۔

نحو: اتباع کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء مضمر کی خبر ہے یعنی الواجب اتباع یعنی واجب ہے اتباع کرنا اس حکم کا جو کہ

معافی کے سلسلے میں ذکر کیا گیا۔ ذٰلك اس سے مراد عفو اور دیت لینے کا جو حکم پیچھے ذکر ہوا تخفیف من ربکم و رحمة۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی ہے۔ اس لئے تورات میں قتل کے علاوہ دوسرا حکم نہیں تھا اور انجیل میں معافی بغیر بدلے کے تھی۔ اور کوئی حکم نہ تھا۔ ہمارے لئے قصاص اور عفو اور مال صلح کے طریقے سے لینا آسانی اور وسعت کی خاطر جائز کیا گیا۔

دلالتِ آیت:

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مؤمن ہے کیونکہ قتل کے پائے جانے کے باوجود ایمان کے ساتھ اس کی تعریف ذکر کی گئی اور ایمان کے ساتھ قائم ہونے والا بھائی چارہ باقی رہا۔ اور وہ تخفیف اور رحمت کا حق دار بن گیا۔

تعدی کی تفسیر:

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ : (جو شخص حد سے بڑھا اس کے بعد) یعنی تخفیف کے بعد اور اس نے تجاوز کیا۔ جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ جیسے غیر قاتل کو قتل کرنا یا دیت لینے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دینا فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ پس اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم۔ سے مراد یہاں آخرت میں سخت دردناک قسم کا عذاب ہے۔

تفسیر آیت ۱۷۹:

وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : (تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو) یہ کلام انتہائی فصیح ہے کیونکہ اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔

قصاص بڑی زندگی ہے:

نمبر۱۔ قصاص میں انسان قتل ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر آیت میں اس کو حیٰوۃ کے لئے بطور ظرف کے ذکر کیا گیا اور قصاص کو معرفہ لایا گیا۔ اور حیٰوۃ کے لفظ کو نکرہ لا کر خوب بلاغت ظاہر کر دی۔ کیونکہ مطلب یہ بنا۔ کہ تمہارے لئے حکم کی اس قسم میں سے جو کہ قصاص ہے۔ بہت بڑی زندگی ہے۔ اس لئے کہ اس سے اس چیز کی روک تھام کی گئی کہ جو ان میں ایک شخص کے بدلے ایک جماعت کا قتل کر دینے کا رواج تھا۔ تو گویا سب کی زندگی بچ گئی۔

نمبر۲۔ پس فرمایا کہ قصاص میں زندگی ہے۔ یعنی خاص قسم کی زندگی ہے۔ یا اعلیٰ قسم کی زندگی ہے اور وہ وہی زندگی ہے جو قتل سے رک جانے کے بنا پر حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اگر وہ بھی قتل کرے گا۔ تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے جب وہ قتل کا ارادہ کرے گا۔ تو یہ بات یاد آتے ہی وہ قتل سے باز رہے گا۔ پس اس کا ساتھی اس کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ اور وہ قصاص سے بچ جائے گا۔ پس قصاص کا حکم انسانوں کی زندگی کا سبب بن گیا۔ یآولی الالباب۔ اے عقل والو۔ لعلکم تتقون۔ تا کہ تم قتل سے بچ جاؤ قصاص سے ڈرتے رہو۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت حاضر ہو جائے تو اپنے والدین اور قرابت

وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا

داروں کے لئے وصیت کرے۔ بشرطیکہ مال چھوڑا ہو۔ یہ حکم لازم ہے ان لوگوں پر جو خدا کا خوف رکھتے ہیں پھر جو شخص سننے کے بعد اس کو

سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ

بدل دے اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہوگا جو اس کو تبدیل کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ سو جو شخص

خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی جانب داری یا گناہ کا خوف کھائے پھر ان کے درمیان صلح کرادے سو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾ ع

غفور ہے رحیم ہے۔

۲۲ ۶

تفسیر آیت ۱۸۰:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ: کتب ۔فرض کیا گیا۔اذا حضر احد کم الموت ۔جب موت آ موجود ہو موت آ موجود ہونے کا مطلب اسباب موت کا ظاہر ہونا ہے۔

مال کو خیر فرمایا:

خیر ۔کا معنی کثیر مال۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے آزاد کردہ غلام نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کے پاس سات سو درہم تھے۔تو میں نے اس کو منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصیت کے بارے میں فرمایا۔ان ترك خيرا۔اگر بہت مال چھوڑے اور تیرے پاس مال نہیں۔(ابن ابی شیبہ)

الوصیّة۔یہ کُتِبَ کا نائب فاعل ہے۔

وصیتِ وارث:

نمبرا۔ابتدائے اسلام میں وصیت وارث کے حق میں ثابت تھی۔پھر سورۂ نساء کی آیت میراث سے منسوخ کردی گئی جیسا کہ ہم شرح المنار میں ذکر کر چکے ہیں۔

نمبر۲: یہ منسوخ نہیں بلکہ یہ ان کے متعلق ہے جو کفر کی وجہ سے وارث نہیں کیونکہ وہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے۔ آدمی مسلمان ہوتا اور اس کے والدین اور دیگر قرابت والے اسلام نہ لاتے اور اسلام رشتۂ وراثت کو منقطع کر دیتا ہے پس ان میں قرابت کے حق کی ادائیگی کے لئے استحباب کے طور پر وصیت جاری کی گئی۔ اس صورت میں کُتِبَ کا معنی فرض نہیں ہوگا۔ (بلکہ لکھ دیا گیا ہوگا) بالمعروف کا معنی عدل ہے۔ اس طرح نہیں کہ مال دار کے لئے وصیت کرے اور فقیر کے لئے نہ کرے اور ثلث مال سے تجاوز بھی نہ کرے حقاً یہ مصدر مؤکد ہے یعنی حق ذلك حقاً۔ یہ ثابت و لازم کیا گیا ہے لازم کرنا علی المتقین۔ ان لوگوں پر جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۸۱:

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: (جو وصیت کو بدل دے اس کے بعد کہ سن چکا۔ تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والے خبر رکھنے والے ہیں)

فمن بدله۔ جس شخص نے اپنی طرف سے بدل دیا۔ جبکہ وصیت کرنے والوں اور گواہوں کی طرف سے وصیت شرع کے موافق تھی۔ بعد ماسمعه۔ سن لینے کے بعد یعنی وصیت کر دینے کے بعد فانما اثمه علی الذین یبدلونه۔ اس کا گناہ ان پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں۔ یعنی تبدیل کرنے کا گناہ بدلنے والوں کے ذمہ ہے۔ موصی یا موصٰی لہٗ کے ذمہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس ظلم سے بری الذمہ ہیں۔ ان اللّٰه سمیع علیم: بے شک اللہ وصیت کے قول کو سننے والا اور تبدیل کرنے والے کے ظلم سے واقف ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۲:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: (جس کو خطرہ ہو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری کا یا گناہ کا پس اس نے اصلاح کر دی ان کے درمیان تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

خوف کا مطلب:

فَمَنْ خَافَ۔ جس کو خطرہ ہوا خاف کا معنی جاننا ہے اور کلام عرب میں یہ معروف ہے۔ کہا جاتا ہے اخاف ان یرسل السمآء۔ مقصد اس سے ظن غالب ہوتا ہے جس کو علم کے قائم مقام لاتے ہیں۔ جیسا اس آیت میں فان خفتم ان لا یقیما۔ اگر تم جانو کہ وہ قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ من موصٍ۔ وصیت کرنے والے سے۔ قراءت۔ یہ قراءت کوفی میں مُوَصٍّ پڑھا گیا۔ سوائے حفص کے۔

جنف و اثم کا فرق:

جَنَفًا اَوْ اِثْمًا۔ وہ طرف داری جو خطاء سے وصیت میں واقع ہو۔ اثم وہ زیادتی جو جان بوجھ کر کی جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے ان لوگوں پر جو تم سے

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ چند دن کے روزے رکھ لو سو جو شخص تم میں سے مریض ہو

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ

یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان کے ذمہ ہے فدیہ

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

ایک مسکین کے کھانے کا۔ پس جو شخص اپنی خوشی سے کوئی خیر کا کام کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

اگر تم جانتے ہو۔

ہر تبدیلی باطل نہیں:

فاصلح بینھم۔اس نے ان کے درمیان اصلاح کر دی۔یعنی اولاد اور قرابت داروں کو طریق شرع پر لا کر ان میں اصلاح کر دی۔تو اس صورت میں اس پر گناہ نہ ہوگا۔کیونکہ اس کی یہ تبدیلی تو تبدیلی باطل الی الحق ہے۔اس کا تذکرہ جو باطل سے تبدیل کر کے پھر اس کو حق سے بدل دے تو پھر بھی گناہ نہیں۔تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہر تبدیلی سے گناہگار نہیں ہوتا۔

دوسرا قول: یہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں حکم ہے یعنی جو آدمی کسی وصیت کرنے والے کی وصیت کے وقت موجود تھا۔پھر اس کو خلاف شرع پا کر اس سے اس کو منع کیا اور اس کو اصلاح پر آمادہ کیا۔تو اب وصیت کرنے والے کے پہلے قول پر اس کو گناہ نہ ملے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

۱۸۳۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ :(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے۔تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

تفسیر آیت ۱۸۴:

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ :(چند گنتی کے دن ہیں۔پس جو شخص تم

میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی ضروری ہے۔ اور ان لوگوں پر جو طاقت نہیں رکھتے ایک محتاج کا کھانا کھلانا ہے پھر جو اپنی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم سمجھو)

فرضیتِ روزہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ۔ کتب یعنی فرض کیے گئے۔ صیام۔ یہ صام کا مصدر ہے مراد رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ کما کتب۔ یعنی لکھا جانا جس طرح کہ لکھا گیا۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ علی الذین من قبلکم۔ تم سے پہلے لوگوں سے وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور امتیں مراد ہیں۔ جو آدم علیہ السلام سے تمہارے زمانے تک ہو گزریں۔ یہ قدیم عبادت ہے اور تشبیہ صرف فرضیت میں ہے کہ ہر ایک پر ان سابقہ امم میں کچھ دنوں کے روزے تھے۔ یعنی جس طرح تم ان دنوں روزہ سے عبادت کرنے والے ہو۔ اس طرح دیگر امتیں بھی روزہ سے عبادت گزاری کرنے والی تھیں۔

روزہ ذریعۂ تقویٰ:

لعلکم تتقون۔ تاکہ تم بچو۔ یعنی روزے کے ذریعے گناہوں سے بچو۔

نمبر ۱۔ کیونکہ روزے نفس کو اس کی خواہشات سے خوب روکنے والے ہیں اور برائی کے مقامات سے نفس کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: تاکہ تم زمرۂ متقین میں پرو دیئے جاؤ۔ اس لئے کہ روزہ متقین کا شعار ہے۔

نحو: ایامًا یہ الصیام مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ان تصوموا ایامًا لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو صوموا محذوف کا مفعول مانیں۔ کیونکہ مصدر کی صورت میں اجنبی فاصل حائل ہے۔ معدودات۔ گنتی کے معلوم دن یعنی تھوڑے سے دن ہیں۔ کیونکہ قلیل چیز کو ہی گنا جاتا ہے۔ نہ کہ کثیر کو۔

حکم مریض:

فمن کان منکم مریضًا۔ جو تم میں سے بیمار ہو اور روزے کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو۔ یا وہ سفر پر ہو۔ فعدۃ۔ بس اس پر گنتی ہے یعنی اگر اس نے روزہ نہ رکھا۔ تو جتنے دنوں افطار کیا۔ تو اس کے ذمے ان ایام افطار کے دنوں کی گنتی کے مطابق روزے ہیں۔ پس عدۃ کا لفظ معدود کے معنی میں ہے۔ من ایام اخر۔ جو ایام سفر و مرض کے علاوہ ہوں۔ اخر یہ غیر منصرف ہے کبریٰ سے کبر اور صُغریٰ سے صُغَر علی الذین یطیقونہ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں اور وہ معذور بھی نہیں۔ پس وہ روزہ نہ رکھیں۔ (یہ ان مفسرین کے ہاں ہے جو اس آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور جو اس کو منسوخ نہیں مانتے وہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے مانتے ہیں) تو ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جو گندم سے نصف صاع اور دوسری اجناس سے ایک صاع دیا جائے گا۔ طعام یہاں فدیہ سے بدل واقع ہے۔

قراءت: ابن ذکوان اور مدنی نے فدیة طعام مساکین پڑھا ہے۔ ابتدائے اسلام میں طبائع روزے کی عادی نہ تھیں اس لئے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے بارے میں اس کے بیانات خوب

الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ

واضح ہیں اور حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر کرنے والے ہیں سو جو شخص تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو وہ اس میں روزہ رکھے اور جو شخص

مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا

مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ فرماتا ہے۔ دشواری کا ارادہ

یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَ

نہیں فرماتا اور تاکہ تم گنتی پوری کیا کرو۔ اور تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اور تاکہ تم شکر کرو۔

افطار وفدیہ کی رخصت دی گئی پھر اختیار آیت فمن شهد منكم الشهر (الأية) اس سے منسوخ ہو گیا۔ اسی وجہ سے فمن كان منكم مريضا (الاية) کو ناسخ ومنسوخ دونوں میں ذکر کر دیا۔ تاکہ وہ حکم کی بقاء پر دلالت کرے۔

دوسرا قول: یہ بھی ہے کہ آیت کا معنی اس طرح ہے کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔ لا مضمر ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ اس طرح منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں۔ فمن تطوع خیرا۔ جو مقدار فدیہ سے زائد ثواب کی خاطر دے۔ تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ یعنی تطوع یا خیر اس کے لئے بہتر ہے۔

اختلافِ قراءت:

حمزہ وعلی رحمہما اللہ نے یطَّوع بمعنی تطوع پڑھا ہے۔

تفسیر وَاَنْ تَصُوْمُوْا:

یعنی طاقت والو! تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں فدیہ اور تطوع سے بہت بہتر ہے یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ تمہارا سفر ومرض میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ نفس پر زیادہ گراں ہے اگر تم روزے کی فضیلت کو جانتے ہو۔ گویا ان شرطیہ کا جواب محذوف ہے۔

۱۸۵۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : (رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور معجزہ (حق و باطل میں) فرق کرنے والی بات پس جو شخص موجود ہو تم میں سے اس مہینے میں پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں سے اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتے کہ تم پورا کرو گنتی کو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے راہنمائی فرمائی تاکہ تم احسان مانو)

نحو : ا۔شھر رمضان۔ یہ مبتداء ہو تو الذی اپنے صلہ کے ساتھ اس کی خبر ہے۔

نمبر۲۔ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ھو شھر تو صلہ موصول مل کر شھر رمضان کی صفت ہے۔

نمبر۳۔ کتب علیکم الصیام میں الصیام سے بدل ہے۔

انزل فیه القراٰن۔ نمبرا۔ اس میں قرآن اتارا گیا۔ یعنی اتارنے کی ابتداء ہوئی اور لیلۃ القدر میں ابتداء کی گئی۔

دوسرا قول: انزل فی شانه۔ کہ اس کی شان میں قرآن مجید اتارا گیا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔

کتب علیکم الصیام۔ رمضان۔ یہ رمض سے مصدر ہے۔ جس کا معنی گرمی سے جلنا ہے۔ پھر شہر کی اضافت اس کی طرف کر کے ایک خاص مہینے کا نام بنا دیا۔ یہ غیر منصرف ہے۔ الف۔ نون۔ اور تعریف کی وجہ سے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ:

اور اس کے نام رکھنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں بھوک سے جلتے اور سختی برداشت کرتے ہیں۔ اور انہوں نے مہینوں کے نام انہی اوقات سے رکھے تھے۔ جن میں وہ واقع ہوئے۔ یہ مہینہ گرمیوں کی شدت میں واقع ہوا اسی لئے یہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال: حدیث میں آیا ہے' من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه۔ اس میں مضاف اور مضاف الیہ قسمیہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

جواب: التباس کا خطرہ نہیں۔ یہ حذف مضاف کی قسم میں سے ہے گویا یہ من صام شھر رمضان ہوا۔

قراءت: القرآن کا لفظ:

القراٰن یہ پورے قرآن میں غیر مہموز ہے۔ مکی رحمہ اللہ کے ہاں۔

هُدًى۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی وہ قرآن اتارا گیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے حق کا ہادی ہے اور حق کی طرف راہنمائی کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور قرآن حق و باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی صفت ہدایت بیان کی۔ پھر فرمایا یہ من جملہ ان واضح دلائل سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور کتب سماویہ کے ذریعہ حق و باطل میں واضح تفریق کر دی۔

فمن شھد۔ پس جو شاہد ہو یعنی موجود و مقیم ہو مسافر نہ ہو۔ پس وہ اس میں روزہ رکھے اور افطار ہرگز نہ کرے۔

نحو : الشھر کالفظ منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح لیصمہُ کی ہٗ ضمیر بھی منصوب بوجہ مفعول بہ نہیں۔ کیونکہ مقیم ومسافر مہینہ میں حاضر وموجود ہوتے ہیں۔

افطار مرض وسفر میں مباح ہے:

ومن کان مریضًا تافعدۃ من ایام اخر عدۃ مبتدا اور خبر محذوف ہے یعنی فعلیہ عدۃٌ ای صوم عدۃ۔ پس اس پر گنتی کے روزے ہیں۔ یرید اللّٰہ بکم الیسر۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اسی لئے سفر ومرض میں افطار کو مباح کردیا۔ ولا یرید بکم العسر اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتے۔

مسئلہ: جن حضرات نے مریض ومسافر پر افطار کو فرض قرار دیا۔ انہوں نے اس آیت کے مفہوم سے اعراض کیا۔ ولتکملوا العدۃ۔ تاکہ تم گنتی پوری کرو۔ قضا کے ساتھ جو تم نے افطار کیا۔ جب مرض وسفر زائل ہوجائیں۔ فعل معلل محذوف ہے اور ماسبق اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لتعلموا ولتکملوا العدۃ تاکہ تم جان لو اور تاکہ تم اس گنتی کو قضا سے پورا کرلو۔ جو تم نے افطار کیا ہے۔

حکم شکر:

ولتکبروا اللّٰہ علی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون۔ (اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ اور تاکہ تم شکر ادا کرو) مشروعیت پر۔ یعنی ان تمام باتوں پر جو مذکور ہوئیں۔ حاضر کو مہینے کے روزہ کا حکم۔ افطار کیے ہوئے ایام کو دوسرے دنوں میں گن کر پورا کرنے کا حکم اور رخصت کے وقت افطار کی اباحت پر شکر ادا کرو۔ ولتکملوا گنتی کی رعایت کا حکم جو دیا اس کی یہ علت ہے۔ ولتکبروا اللّٰہ۔ یہ قضاء اور افطار کی ذمہ داری سے نکلنے کی جو کیفیت معلوم ہوئی۔ اس کی یہ علت ہے۔ اور لعلکم تشکرون۔ یہ رخصت ملنے کی علت ہے۔

عجیب ترتیب:

یہ انتہائی شاندار قسم کی ترتیب ہے۔ تکبیر کو عَلٰی سے متعدی کیا گیا۔ اس لیے کہ اس میں حمد کا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا یوں فرمایا تاکہ تم اس کی تعظیم کرو۔ اس حالت میں کہ تم اس کی اس بات پر حمد کرنے والے ہو۔ کہ اس نے اپنی طرف سے تمہیں ہدایت دی۔

قراءت: ابوبکر رحمہ اللہ نے لتکملوا تشدید میم سے پڑھا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں سو بلاشبہ میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

سو وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تا کہ وہ نیک راہ پر رہیں۔

تفسیر آیت ۱۸۶:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ :(جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہیں۔ میں قریب ہوں۔قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرے۔پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔تا کہ وہ سیدھا راستہ پائیں)

شانِ نزول: ایک بدو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم چپکے چپکے دعا کریں۔یا دور ہے کہ زور سے پکاریں۔تو یہ آیت اتری۔(تفسیر طبری)

مرادِ قرب:

قرب سے مراد قرب مکانی نہیں۔کیونکہ اس سے ذات باری تعالیٰ بلند و بالا ہے۔قرب علم و اجابت مراد ہے۔(بلکہ قرب واقعی مراد ہے جس کا ادراک وحی سے ہوسکتا ہے)

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْن۔ میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔تا کہ وہ سیدھا راستہ پائیں۔

اختلافِ قراءت:

سہل، یعقوب، ابوعمرو، نافع رحمہم اللہ نے سوائے قالون کے حالت وصل میں الداع، دعان کو الداعی، دعانی پڑھا ہے۔دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں بغیر یاء پڑھا ہے۔

اجابت کے رخ:

اجیب۔اجابت دعا کا تو سچا وعدہ ہے وعدہ خلافی ناجائز ہے۔البتہ اجابت دعا میں حاجت کے پورے ہونے میں تخالف ہے۔اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اجابت دعوت یہ ہے کہ بندہ کہے۔یارب پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔لبیك عبدی۔تو یہ بات ہر بندۂ مؤمن کے لئے موجود ہے اور رہی قضائے حاجت یعنی مراد دینا۔نمبر۱۔تو اس میں کبھی تو فوراً مل جاتی ہے۔نمبر۲۔کبھی کچھ مدت بعد۔نمبر۳۔اور کبھی آخرت میں ملے گی۔نمبر۴۔اور کبھی اس مطلوب چیز کے علاوہ میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے۔وہ دے دی جاتی ہے۔فلیستجیبوا لی۔پس ان کو میرا حکم ماننا چاہیے۔جبکہ میں ان کو ایمان و طاعت کی طرف

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ

حلال کیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں بیویوں میں مشغول ہونا۔ وہ لباس ہیں تمہارے لئے

أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ

اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بلاشبہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہاری توبہ

عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠

قبول فرمائی اور تم کو معاف فرما دیا۔ سو اب ان سے میل ملاپ کرو، اور تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید تاگہ سیاہ تاگہ سے ممتاز ہو کر ظاہر ہو جائے۔

مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ

یعنی فجر کا تاگہ پھر تم روزے پورے کرو رات تک اور بیویوں سے میل ملاپ نہ کرو اس حال میں کہ تم

عٰكِفُونَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ؕ كَذٰلِكَ

اعتکاف کئے ہوئے ہو مسجدوں میں۔ یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں لہٰذا ان کے پاس نہ پھٹکو اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں۔

بلاؤں جیسا کہ وہ حاجات کے وقت مجھے پکارتے ہیں۔ تو ان کی حاجات پوری کرتا ہوں۔ ولیؤمنوا بی۔ اور مجھ پر ایمان لائیں۔

ان دونوں میں لام امر ہے۔

لعلھم یرشدون تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں یعنی گزشتہ خصلتوں پر کاربند ہوں تاکہ ہدایت پانے کے امیدوار ہوں۔ رشد یہ غیّ کی ضد ہے۔

شانِ نزول: ابتدائے اسلام میں جب آدمی عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا اس سے پہلے سو یار ہتا تو اس پر کھانا پینا جماع اگلی رات تک حرام ہو جاتا۔ صرف کھانا پینا اور جماع شام کے بعد عشاء پڑھنے اور جاگتے رہنے تک درست تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد اپنی زوجہ سے صحبت کر لی۔ پس جب غسل کر چکے۔ تو رونے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ مناسب نہ تھا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۷: اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ :(حلال کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا وہ تمہارا لباس اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم چوری سے اپنا نقصان کرتے ہو۔ پس اس نے معاف کیا۔ اور تم سے درگزر کیا۔ پس اب تم ان سے ہم بستر ہو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تمہارے لئے اور کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے۔ تمہیں صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے۔ پھر پورا کرو روزہ رات تک۔ اور نہ ہم بستر ہو ان سے جبکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں۔ پس ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ اسی طرح اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں لوگوں کے لئے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں)

لباس سے تشبیہ کی وجہ:

احل لكم ليلة الصيام الرفث۔ رفث جماع کو کہتے ہیں۔ الی نساء کم۔ رفث کو الی سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں افضاء یعنی جماع کا مفہوم پایا جاتا ہے اور افضاء الیٰ سے متعدی ہوتا ہے البتہ رفث کے لفظ کو کنایہ کے لئے استعمال کیا۔ حالانکہ اس میں قبح کا معنی پایا جاتا ہے افضاء کا لفظ نہیں لائے۔ اس سے اس قباحت کی طرف اشارہ کیا۔ جو قبل از اباحت پائی گئی تھی۔ جیسا کہ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ میں خیانت سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ مرد و عورت ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر مثل لباس کے مشتمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی۔ جو کہ جسم کو ڈھانپنے والا ہوتا ہے۔ اپنے اس ارشاد سے هن لباس لكم وانتم لباس لهن۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ لباس جس طرح پہننے والے کو چھپا لیتا ہے اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں۔

نحو: هن لباس لكم یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہ بیان کی طرح ہے احلال کے سبب کے لئے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب تمہارے اور ان کے درمیان اتنا گہرا میل جول ہے۔ اور تمہارا ان سے صبر ممکن نہیں۔ اور ان سے پرہیز تم پر گراں ہے اسی لئے ان کے ساتھ مباشرت کی اجازت تمہیں دے دی گئی۔ علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اپنے نفسوں پر جماع کر کے ظلم کرتے ہو۔ اور اپنے خیر کے حصہ میں کمی کرتے ہو۔ الاختنان یہ خیانت سے ہے جیسا کہ اکتساب کسب سے ہے۔ مزید میں زیادتی اور شدت ہے۔ فتاب عليكم۔ پس اس نے تم پر رجوع فرمایا جبکہ تم نے ارتکاب ممنوع سے توبہ کی۔ وعفا عنكم اور اس نے معاف کر دیا جو تم نے رخصت سے پہلے کیا۔ فالئٰن باشروهن۔ اب ان سے ملو۔ یعنی روزے کی راتوں میں جماع کرو یہ امر اباحت کے لیے ہے مجامعت کو مباشرت اس لیے کہا۔ کیونکہ دونوں کے چمڑے آپس میں ملتے ہیں۔

تلاش کا مطلب:

وابتغوا ما كتب الله لكم اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ یعنی

نمبر ا۔ تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوح محفوظ میں لکھ دی ہے مطلب یہ ہوا کہ فقط قضائے

شہوت کی خاطر مت مباشرت کرو۔ بلکہ نکاح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو توالد و تناسل کا سلسلہ بنایا ہے اس کو سامنے رکھو۔

نمبر۲۔ اس مقام میں تلاش کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور اس کو حلال کر دیا ہے نہ وہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

دھاگے کی مشابہت:

و کلوا واشربوا حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود ۔خیط ابیض سفید دھاگے سے مراد افق میں پھیلنے والی سفیدی جو کھنچے ہوئے دھاگے کی طرح ہوتی ہے۔ سیاہ دھاگے سے مراد رات کی وہ سیاہی جو افق میں پھیلی ہوتی ہے۔ ان کے افق میں پھیلنے کی بناء پر سیاہ و سفید دھاگے سے تشبیہ دی۔ **من الفجر** ۔ نمبر۱۔ یہ **خیط ابیض** کا بیان ہے کہ فجر کی سفید دھاری مراد ہے نہ اور کچھ۔ خیط اسود کا بیان ترک کر دیا۔ کیونکہ متضاد میں ایک کا بیان خود دوسرے کا بیان ہے۔

نمبر۲۔ مِنْ تبعیضیہ ہے کیونکہ یہ فجر کا بعض اور خصوصاً پہلا بعض ہے۔

بلاغت: اس کو استعارہ قرار دے کر تشبیہ بلیغ بنایا گیا جیسا کہو۔ **رأیت اسدًا** ۔ مجاز ہے۔ اگر اس پر **من فلان** کا لفظ اضافہ کر دیا تو یہ تشبیہ بن گئی۔

حضرت عدیؓ بن حاتم ۹ ھ میں مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سفید و سیاہ دھاگے لے کر ان کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ میں نے ان کو نکال کر دیکھا۔ تو سیاہ و سفید میں امتیاز نہ ہو سکا۔ پس میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا **انک لعریض القفا** یعنی تو سلیم القلب ہے کیونکہ یہ محاورہ تو قلت عقل و فہم پر بولا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے تو دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی مراد ہے۔

ثم اتموا الصیام الی الّیل ۔ پھر تم روزہ پورا کرو رات تک یعنی ان چیزوں سے رات تک رکو۔

مسئلۂ عجیب:

نمبر۱۔ اس میں دلیل ہے کہ صوم رمضان کی نیت دن میں کی جا سکتی ہے۔

نمبر۲۔ فجر تک غسل کا مؤخر کرنا جائز ہے۔

نمبر۳۔ وصال کے روزے کی نفی کی گئی۔

نمبر۴۔ کھانے پینے سے بھی کنارہ لازم ہے۔

نمبر۵۔ جنابت روزے کے منافی نہیں۔

آیت سے ماخوذ مسائل:

وانتم عاکفون فی المسٰجد ۔ اور تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں ۔ یعنی ان میں حالت اعتکاف میں ہو۔

مَسْئَلَہ: اس سے واضح ہو گیا۔ کہ رمضان شریف کی راتوں میں جماع حلال ہے لیکن اس کی حلت غیر معتکف کے لئے ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل ذریعہ سے مت کھاؤ۔ اور نہ لے جاؤ ان کو حاکموں کی طرف

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳

تاکہ کھا جاؤ ایک حصہ لوگوں کے مالوں میں سے گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو۔

وانتم یہ جملہ موضع حال میں ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہی ہوسکتا ہے کسی بھی مسجد میں ہوسکتا ہے کوئی مسجد مخصوص نہیں۔

تلك۔ اس سے ان احکام کی طرف اشارہ ہے جو ذکر ہو چکے۔ حدود اللّٰہ۔ اللہ کی حدود سے مراد مقررہ احکام ہیں۔ فلا تقربوھا۔ ان کے قریب مت جاؤ یعنی ان کی مخالفت اور تبدیلی کے قریب بھی مت گزرو۔ کذٰلك يبين اللّٰه اٰياته۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر اپنی آیات بیان کرتے ہیں۔ آیات سے مراد احکامات ہیں لعلهم يتقون۔ تاکہ وہ متقی بن جائیں۔ یعنی حرام سے بچیں۔

۱۸۸۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ :(اور نہ کھاؤ آپس میں اپنے مال ناحق اور نہ ذریعہ بناؤ ان مالوں کو حاکموں تک رسائی تاکہ کھاؤ تم تھوڑا مال لوگوں کا گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو) ولا تاكلوا۔ تم نہ کھاؤ اپنے اموال اپنے درمیان یعنی تم ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ بالباطل۔ ناحق کے ساتھ یعنی اس طریق سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مباح نہیں کیا اور نہ مشروع قرار دیا ہے۔

ناحق فیصلے کی مذمت:

وتدلوا بها الى الحكام اور نہ حکام کے پاس لے جاؤ تاکہ تم لوگوں کے اموال میں سے کچھ کھاؤ یہ مجزوم ہے نہی کے تحت داخل ہے۔ یعنی نہ ڈالو اموال کا معاملہ اور ان میں فیصلہ حکام کے پاس۔ لتاكلوا، تاکہ تم کھاؤ یعنی فیصلہ کے ذریعہ۔ فريقا، کچھ۔ من اموال الناس بالاثم، لوگوں کے اموال میں سے گناہوں کے ساتھ۔ اثم۔ سے مراد جھوٹی گواہی یا جھوٹی قسم یا صلح کے ساتھ یہ جانتے ہوئے کہ جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہے وہ ظالم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریق کو فرمایا۔ انما انا بشر وا نتم تختصمون اليّ ولعلّ بعضكم الحن بحجته من بعض فاقضى له على نحو ما اسمع منه فمن قضيت له بشئ من حق اخيه فلا يأخذن منه شيئًا فان ما اقضى له قطعة من نار۔ اے لوگو! میں تمہاری طرح انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے، فیصلے کرانے کے لئے لاتے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض تم میں سے اپنی دلیل اور اظہار بیان میں دوسرے سے زیادہ زبان آور اور فصیح ہو پھر اسکے بیان پر میں اسکے موافق فیصلہ کر دوں تم کو چاہیے کہ جس کے لیے میں اسکے بھائی مسلمان کے حق میں سے کچھ دلاؤں۔ اس کو نہ لو کیونکہ یہ لینے والے کے لئے میں نے گویا آگ کا ایک انگارہ دیدیا۔ (بخاری و مسلم)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ

وہ آپ سے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اور نیکی

الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا

نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں کی طرف سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے۔ اور آ جاؤ تم

الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۸۹

گھروں میں ان کے دروازوں سے۔ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پس اس فرمانے پر وہ دونوں رونے لگے اور ہر ایک نے کہا میرا حق میرے ساتھی کا ہے (احمد)

بعض نے وتدلوا بها کا مطلب یہ کیا بعض کو نہ لے جاؤ برے مقام کے پاس رشوت کے طور پر۔ عرب کہتے ہیں ادلی دلوہ۔ اس نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا پانی نکالنے کے لئے۔ وانتم تعلمون حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ تم باطل پر ہو اور جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب قباحت میں برتر ہے اور اس کا مستحق توبیخ کا زیادہ مستحق ہے۔

شانِ نزول: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کیونکر دھاگے کی طرح باریک ظاہر ہو کر بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھ کر برابر ہو جاتا ہے۔ پھر کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ جس میں شروع میں تھا۔ آخر یہ سورج کی طرح ایک حالت میں کیوں نہیں رہتا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۹ : يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے لوگ پہلی رات کے چاند کا حال پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ یہ وقت ہیں لوگوں کے (معاملات) کے لئے اور حج کے واسطے اور نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے اور آؤ گھروں میں ان کے دروازوں کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ) يسئلونك عن الاهلة۔ اهله هلال کی جمع ہے۔ ہلال کو ہلال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آوازیں چاند دیکھتے وقت بلند کرتے تھے۔

چاند ذریعۂ وقت ہے:

قل هي مواقيت للناس والحج۔ کہہ دیں وہ لوگوں اور حج کے لئے اوقات ہیں۔ یعنی نشان ہیں۔ جن سے لوگ اپنے کھیتوں، تجارات، قرضہ جات، روزے، افطار، عدت نساء، ایام حیض، مدت حمل وغیرہ کے احکام کا وقت معلوم کرتے ہیں اور حج کے نشان ہیں۔ جن سے حج کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔

طریق انصار:

بعض انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو وہ کسی دروازے کی طرف سے احاطۂ گھر اور نہ ہی کسی خیمہ میں داخل ہوتے۔ اگر وہ کچے مکانات والے ہوتے تو گھر کے پچھلی طرف سوراخ کر کے داخل ہوتے اور گھر سے نکلتے۔ اور اگر خیمے والا ہوتا تو خیمے کی پچھلی جانب سے نکلتا پس (اس رسم بد کے ازالہ کے لئے) یہ آیت نازل ہوئی۔ ولیس البر کہ نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں پچھلی جانب سے داخل ہو۔ یعنی نیکی نہیں دروازہ سے داخل ہونے میں بتکلف اپنے آپ کو تنگی میں ڈالنا۔

نحوی تحقیق:

البر کے رفع میں یہاں سب کا اتفاق ہے کیونکہ آیت اس جگہ دونوں احتمال رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا تھا۔ پس رفع نصب اس جگہ درست ہے مگر اس آیت میں ایک ہی احتمال ہے اور وہ رفع ہے اس لئے کہ لیس کی خبر پر باء ہی داخل ہوتی ہے ولکن البر لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

اختلافِ قراءت:

البیوت کو کسرہ اول کے ساتھ (ابن کثیر) ابن عامر' کسائی نے پڑھا اسی طرح اس کے باب العیون۔ الشیوخ وغیرہ میں مگر مدنی۔ بصری' حفص رحمہم اللہ نے البیوت کو ضمہ کے ساتھ اصل ہی پڑھا ہے۔ جیسے کعب کعوب۔

کسرہ کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس کے بعد یاء آ رہی ہے مگر اس سے لازم آتا ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا لازم ہے۔ اس کے مطابق مطلب یہ ہوا۔ کہ جب جانداروں کے بارے میں انہوں نے سوال کیا اور اس کے نقصان کی حکمت دریافت کی۔ تو ان کو کہا گیا کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہ عین حکمت ہے پس یہ سوال ترک کر دو اور غور کرو۔ اس ایک خصلت کے متعلق کہ یہ نیکی میں سے کسی درجہ کی بھی نہیں۔ حالانکہ تم اس کو نیکی خیال کرتے ہو۔ ماقبل سے اس آیت کے تعلق کی یہ وجہ ہے۔

دوسرا قول: یہ بھی ممکن ہے کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا یعنی مواقیت حج ان کے لئے بطور استطراد (کلام کو اس انداز سے ذکر کرنا کہ دوسرا کلام خود لازم آ جائے) لایا گیا ہو۔ چونکہ یہ ان کے من جملہ افعال حج میں سے تھا۔

تیسرا احتمال: ممکن ہے کہ یہ تمثیل ہو کیونکہ انہوں نے سوال الٹ کیا تو ان کو کہا گیا تمہاری مثال اس میں اس جیسی ہے جیسے کوئی گھر کا دروازہ چھوڑ کر گھر کی پشت سے داخل ہو اب مطلب یہ ہوا یہ کوئی نیکی نہیں اور نہ تمہیں اس پر قائم رہنا مناسب ہے کہ الٹ سوال کرو۔ لیکن اصل نیکی تو اس کی ہے جو ان چیزوں سے بچا اور اس نے پرہیز کیا۔ اور اس قسم کی جسارت نہ کی۔

افعالِ الٰہی میں حکمت:

وأتوا البیوت من ابوابھا۔ آؤ گھروں میں ان کے دروازوں سے یعنی معاملات کو اس طرح اختیار کرو۔ جیسے لازم ہوتے ہیں الٹ مت کرو۔ یا

دوسرا قول: مراد یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں حکمت ہے اور درست ہیں ان کے متعلق دل میں

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی مت کرو،

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور تم ان کو قتل کرو جہاں بھی پالو،

وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا، اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْہِ ۚ فَاِنْ

اور ان سے جنگ مت کرو مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ تم سے اس میں خود نہ لڑیں۔ سو اگر

قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ ؕ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَھَوْا

وہ تم سے جنگ کریں تو تم ان کو قتل کر دو، ایسی ہی جزا ہے کافروں کی۔ سو اگر وہ باز آ جائیں

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ

تو اللہ غفور رحیم ہے۔ اور ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ فتنہ باقی نہ رہے

وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور ہو جائے دین اللہ ہی کے لئے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔

کوئی شبہ نہیں لانا چاہیے اور نہ کوئی اعتراض کر کے شک کرنا مناسب ہے بلکہ سوال بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ سوال کے متعلق شک کا قرین ہونے کی وجہ سے اتہام والزام ہے جیسا سورۂ انبیاء آیت نمبر۲۳ میں فرمایا۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس کا سوال نہیں کیا جا سکتا لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ واتقوا اللّٰہ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کے تمام احکام میں جن کا اس نے حکم دیا اور جن سے روکا لعلکم تفلحون۔ تاکہ تم کامیاب ہو کر سرمدی نعمتوں کو پالو۔

مفہوم آیت میں چار اقوال:

۱۹۰۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ : اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اللہ کے راہ میں مقاتلہ کا مطلب اعلائے کلمۃ اللہ اور عظمت دین کے لئے جہاد کرنا ہے الذین یقاتلونکم۔ جو تم

سے لڑائی کرتے ہیں نہ ان سے جو کہ باز رہنے والے ہیں اس صورت میں یہ آیت سورۃ التوبہ آیت نمبر ٢٦ قاتلوا المشرکین کآفۃ سے منسوخ مانی جائے گی۔

دوسرا قول: یہ آیت سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے سلسلہ میں اتری۔ پس رسول اللہ ﷺ اس سے لڑتے جو آپ سے لڑتا اور اس سے ہاتھ روکتے جو لڑائی سے باز رہتا۔

تیسرا قول: جو تم سے لڑائی قائم کرنے والے ہیں یعنی نوجوان نہ وہ جو لڑائی کے قابل نہیں مثلاً بوڑھے، بچے، رہبان عورتیں۔

چوتھا قول: تمام کفار مراد ہیں کیونکہ وہ تمام ہی مسلمانوں سے لڑائی کا قصد کرنے والے ہیں اور قاصدین مقاتلین کے حکم میں ہیں۔

حد سے نہ بڑھنے کا مطلب:

ولا تعتدوا۔ حد سے نہ بڑھو۔ یعنی قتال میں ابتداء کر کے۔

دوسرا قول: حد سے نہ بڑھو ان سے لڑائی کر کے ان سے لڑائی منع کی گئی مثلاً بوڑھے عورتیں وغیرہ

تیسرا قول: مثلہ کر کے حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر آیت ١٩١:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ : (اور ان کو قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ) الثقف کسی چیز کو جلدی پالینا اور اس پر غلبہ حاصل کر لینا۔ یعنی جس جگہ ان کے قتل پر قادر ہو۔

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ :(اور ان کو وہاں سے نکالو۔ جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا) یعنی مکہ سے

وعدۂ الٰہی:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اسلام نہ لانے والوں کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا۔

فتنہ سے مراد:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ نمبر ا۔ فتنہ سے مراد یہاں شرک ہے جو قتل سے عظیم تر ہے یہ قتل ایک وقت میں مسلمانوں کے لئے مباح کر دینگے۔

دوسرا قول: فتنہ سے عذاب آخرت مراد ہے۔

تیسرا قول: وہ مشقت و مصیبت جو انسان پر اترتی ہے اور قتل سے بڑھ کر اس سے سزا پاتا ہے۔

نکتہ: ایک عقل مند سے کسی نے پوچھا۔ ماالشد من الموت موت سے زیادہ سخت کونسی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا وہ مصیبت جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ تو گویا اخراج عن الوطن کو اُن فتن سے قرار دیا جن میں ابتداء کے وقت موت کی تمنا کی جاتی ہے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ : (ان سے مسجد حرام کے پاس مت لڑو) یعنی حرم میں ان کے ساتھ لڑائی کی ابتداء نہ کرو۔ (یہاں تک کہ وہ ابتداء کریں)۔ عند المسجد سے مراد سارا حرم ہے۔

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ : (اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو) حرم میں۔ ہمارے نزدیک اشہر حرم میں بھی قتل نہ کریں گے۔ مگر جب کہ وہ ہمارے ساتھ قتل میں ابتداء کریں۔ پس اس وقت ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگر چہ فاقتلوھم حیث ثقفتموھم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قتل ہر جگہ مباح ہے لیکن آیت۔ لاتقاتلوھم عندالمسجد الحرام سے حرم کی تخصیص ہوگئی۔ سوائے اس صورت کے جس میں وہ ابتداء کریں۔

(تفسیر شرح التاویلات میں اسی طرح مذکور ہے) كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (کافروں کی سزا اسی طرح ہے) نحو۔ یہ مبتداء و خبر ہے۔

اختلاف قراءت:

حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے اس طرح پڑھا۔ ولا تقْتلوھم حتّٰی یقتلوکم فان قَتَلُوکم

تفسیر آیت ۱۹۲:

فَاِنِ انْتَهَوْا : (اگر وہ باز آ جائیں) یعنی شرک سے اور قتال سے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ : (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے) ان تمام سرکشیوں کو جو پہلے کی جا چکیں۔

رَّحِيْمٌ : (مہربان ہے) ان کے ایمان و توبہ کو قبول فرمائے گا۔

۱۹۳۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ : (ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے) یعنی شرک

نحوی تحقیق:

یہ کان تامہ ہے اور حتی کَیْ کے معنی میں ہے یا اِلٰی اَنْ کے معنی میں

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ : (اور دین ہو جائے خالص) اس طرح کہ شیطان کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔ یعنی اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کی جائے۔

ظالم سے مراد:

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ : (اگر وہ باز آ جائیں تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ظالموں کے) یعنی اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو ان سے مت لڑو۔ اس لئے کہ زیادتی صرف ظالمین پر ہی ہے اور یہ ایمان کی وجہ سے ظالم نہیں رہے)

دوسرا قول: ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہ کرو۔ جو ظالم باز نہ آنے والے ہوں۔

بلاغت: آیت میں مشاکلہ ہے کہ جزائے ظلم کو ظلم کہہ دیا جس طرح سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ میں فمن اعتدٰی علیکم فاعتدوا علیہ میں بدلہ اعتداء کو اعتداء کہہ دیا گیا ہے۔

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کے عوض، اور حرمتیں معاوضہ کی چیزیں ہیں، سو جو شخص تم پر کوئی زیادتی

عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا

کرے تو اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کرو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾

کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۴:

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ :حرمت والا مہینہ بدلہ میں حرمت والے مہینے کے اور حرمت والی چیزوں میں برابری ہے۔ جو زیادتی کرے تم پر تو تم اس پر زیادتی کرو اسی قدر جتنی اس نے زیادتی کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کر لو اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے)

۶ ھ۔ ذیقعدہ حدیبیہ والے سال مشرکین نے مسلمانوں سے شہر حرام ذوالقعدہ میں لڑائی کی۔ پس عمرۃ القضاء ۷ ھ ذیقعدہ میں یہ بات کہی گئی۔ لڑائی کو ذیقعدہ کی بناء پر ناپسند کیا تو فرمایا۔ حرمت والا مہینہ بدلے حرمت والے مہینے کے ہے اور اس کی بے حرمتی ان کی بے حرمتی کے بدلے میں ہے۔ یعنی تم اس کی حرمت سے بے پروائی ان کے بے حرمتی کے مقابلہ میں کر رہے ہو۔

وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ۔ حرمت کی اشیاء میں برابری جاری ہوتی ہے جو کسی چیز کی بے حرمتی کرے۔ تو اس حرمت کا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کہ اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ پس جب انہوں نے تمہارے مہینے کی حرمت کو توڑا ہے تو تم بھی ان سے اسی طرح کرو اور کوئی پرواہ نہ کرو۔ اور فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ ۖ۔ کہ جو حد سے گزرے۔ پس اس پر اتنی زیادتی کرو۔ جتنی اس نے تم پر کی۔ سے اس کی تائید کر دی۔ مَنۡ شرطیہ ہے اور باء زائدہ نہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعقوبة مماثلة یعنی ایسی سزا جو مماثل ہو اور ان کی عداوت کے پیش نظر تقویٰ اختیار کرو۔

یا باء زائدہ مان لیں۔ تو تقدیر عبارت یہ ہے۔ عدوانًا مثل عداونهم۔ یعنی ایسی زیادتی جو ان کی زیادتی جیسی ہو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس حالت میں کہ تم زیادتی کرنے والوں پر غلبہ پانے والے ہو۔ پس ان پر ایسی زیادتی نہ کرو۔ جو تمہارے لئے حلال نہ ہو۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۔ اور یقین کر لو بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہیں۔ اپنی مدد کے ساتھ (معیت، نصرت و مدد ہی مراد ہے)

مع وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں، اور خوبی کے ساتھ کام کیا کرو، بے شک

اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿١٩٥﴾

اللہ تعالیٰ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ١٩٥:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ : (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے) وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور خرچ کرو اللہ کی رضا مندی میں یہ انفاق جہاد اور دیگر میں عام ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ج اور تم اپنے نفسوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ ایدیکم سے مراد نفس ہیں۔ باء زائدہ ہے۔ یا نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو اپنے ہاتھوں جیسا عرب کہتے ہیں اھلك فلان نفسه بیده جب کہ وہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب بنے۔ مطلب یہ ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترک کرنے کی ممانعت ہے۔

ترک انفاق ممنوع ہے:

کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب ہے یا خرچہ میں فضول خرچی کرے یہاں تک کہ فقیر ہو جائے اور اپنے اہل کو ضائع کر دے۔ یا نفس کو خطرات میں مبتلا کرنا۔ یا غزوہ کے ترک سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ وہ دشمن کی تقویت کا باعث ہے۔ التھلکه: ہلاک الهلك یہ ایک ہی ہیں۔ واحسنوا: اور نیکی کرو۔ یعنی اس کے بدلے کے متعلق اچھا گمان اللہ پر رکھو۔ ان اللّٰه یحب المحسنین۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) جو محتاجوں کو دیتے ہیں۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج

اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پس اگر تم کو روک دیا جائے تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دو،

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ

اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ مونڈو جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ سو جو شخص تم میں سے مریض ہو یا اس کے

اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج

سر میں تکلیف ہو تو فدیہ دیدے روزوں سے یا صدقہ سے یا قربانی کے جانور سے۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ وقفہ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج فَمَنْ

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو سو جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہو تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دے، سو جو شخص

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط

نہ پائے تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات دن کے روزے ہیں جب کہ تم لوٹ آؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام میں حاضر نہ ہوں۔ اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو

ع ٢٤ ٨ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ع ﴿١٩٦﴾

کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

١٩٦۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ: (اور تم پورا کرو اللہ تعالیٰ کیلئے حج اور عمرہ کو پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ تو جو کچھ ہو سکے قربانی معین ہے اور نہ منڈواؤ اپنے سر یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جائے پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو اس پر بدلہ لازم ہے روزہ یا خیرات ہدی میں سے پس جب تم امن میں ہو جاؤ۔ تو جو شخص نفع اٹھائے عمرہ کا حج کے ساتھ ملانے کا تو جو کچھ میسر ہو ہدی میں سے۔ پس جو شخص ہدی نہ پائے پس وہ حج کے دنوں میں تین دن کے روزے رکھے اور سات جب تم لوٹو۔ یہ دس دن مکمل ہوئے یہ حکم اس کیلئے

ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہیں ۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اور یقین کرو بے شک اللہ سخت بدلہ لینے والے ہیں)۔
وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ : اور پورا کرو حج وعمرہ اللہ تعالیٰ کے لئے یعنی ان کی ادائیگی ان کی شرائط کے ساتھ اور فرائض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے پوری کرو۔بغیر کسی نقص اور سستی کے اور یہ بھی کہا گیا۔تکمیل تو شروع کرنے کے بعد ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے ان دونوں کو شروع کیا۔اس پر ان کی تکمیل لازم ہے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے پس اس آیت میں لزوم عمرہ کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے کوئی موقع استدلال کا نہ رہا۔کیونکہ یہاں تو تکمیل کا حکم ہے اور واجب ونوافل دونوں کی تکمیل کا بھی حکم دیا جاتا ہے۔

تکمیل کا حکم:

یا ان کا اتمام یہ ہے کہ اپنے گھر سے ان کا احرام باندھے۔
یا ان دونوں کے لئے الگ الگ سفر کرے۔
یا ان دونوں میں حلال مال خرچ کرے۔
یا ان دونوں کی ادائیگی کے ساتھ تجارت نہ کی جائے۔

احصار کا مفہوم:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ : اگر تم روک دیئے جاؤ۔عرب کہتے ہیں۔احصر فلان۔جبکہ اس کو کچھ خوف یا مرض یا عاجزی نے روک دیا۔ وحصر۔جب دشمن جانے سے روک دے۔ہمارے نزدیک احصار ہر رکاوٹ خواہ وہ دشمن یا بیماری یا ان کے علاوہ کسی بھی چیز سے پیش آ جائے ظاہر نص سے یہی معلوم ہوتا ہے۔
حدیث میں آیا ہے کہ من کُسرا و عرج فقد حل کہ جس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہو گیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حلال ہو اور اس پر آئندہ سال حج ہے۔(ابوداؤد وترمذی) امام شافعیؒ کے نزدیک احصار صرف دشمن سے ہے اور ظاہر نص دلالت کر رہی ہے کہ احصار عمرہ کے دوران بھی واقع ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (جو ہدی میسر ہو) عرب کہتے ہیں یسر الامروا ستیسر۔اس کو میسر ہوا جیسا کہ صعب و استصعب بولتے ہیں۔مجرد و مزید دونوں کا ایک ہی معنی ہے الھدی ہدیۃ کی جمع ہے یعنی اگر بیت اللہ کی طرف جانے سے تم روک دیئے جاؤ اس حالت میں کہ تم حج کا احرام باندھنے والے ہو یا عمرہ کا پس تم پر لازم ہے کہ جب تم ان سے حلال ہونے کا ارادہ کرو۔تو جو ہدی میسر ہو خواہ اونٹ یا گائے یا بکری (وہ دیکر حلال ہو جاؤ)
نحو :ما یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے تقدیر عبارت فعلیکم ما استیسر ہے یا منصوب ہے تقدیر عبارت فاھدوا ما استیسر۔

مقام ذبح کونسا ہے؟

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (اور تم سر نہ منڈواؤ یہاں تک کہ ہدی اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچ جائے) اس میں ان لوگوں کو خطاب کیا جن کو روک لیا گیا ہو۔یعنی سر منڈا کر حلال نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ہدی جو تم نے حرم روانہ کی ہے وہ اپنے مقام ذبح پر پہنچ چکی ہے وہ مقام جہاں اس کا نحر کرنا ضروری ہے اور وہ حرم ہے۔
مَسْئَلَه : یہ آیت ہماری دلیل ہے کہ دم احصار حرم میں ہی ذبح ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غیرحرم میں بھی اس کا ذبح کرنا درست ہے۔
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا : (پس جو تم میں سے بیمار ہو) جس شخص کو تم میں سے ایسی بیماری ہو جس سے حلق کی ضرورت پڑ جائے۔
اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ : اس کو سر کی تکلیف ہو۔یعنی جوئیں پڑ جائیں۔یا زخم ہو جائے۔
فَفِدْيَةٌ : (تو فدیہ ہے) یعنی اس کے ذمہ فدیہ ہے اگر وہ سر منڈوا دے۔
مِّنْ صِيَامٍ ۔(روزوں سے) یعنی تین دن کے روزے۔اَوْ صَدَقَةٍ ۔(یا صدقہ) یعنی چھ مسکین پر صدقہ جبکہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم کا دیا جائے۔
اَوْ نُسُكٍ ۚ (یا قربانی) یعنی بکری نسك مصدر ہے یا جمع نسيكة ہے۔
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ (جب تم امن میں ہو جاؤ۔یعنی احصار سے یعنی احصار نہ ہو اور تم حالت امن و سلامتی میں ہو۔

نفع اٹھانا کیا ہے؟

فَمَنْ تَمَتَّعَ ۔فائدہ اٹھایا جس نے بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ۔(عمرہ کو حج سے ملانے کا) اس کا نفع اٹھانا عمرہ کے ساتھ وقت حج میں یہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کا فائدہ حاصل کر لیا۔حج کے تقرب سے پہلے اور یہ بھی کہا گیا کہ نفع اٹھانا یہ ہے کہ جب وہ عمرہ سے حلال ہو گیا تو اس نے نفع اٹھایا اس چیز کو اپنے لئے مباح کر کے جو اس پر احرام حج کی تکمیل تک حرام تھی۔اب حج کے احرام باندھنے تک حلال رہے گی۔
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ (پس جو ہدی میسر ہو) یہ ہدی متعہ ہے یہ دم نسک یعنی شکرانہ ہے اس لئے اس کا گوشت کھایا جائے گا اور یوم نحر کو ذبح کریں گے۔

ہدی کے بدلے دس روزے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ : (پس جو شخص نہ پائے) یعنی ہدی۔فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ ۔پس وہ تین دن کے روزے رکھے حج میں یعنی اس کے ذمہ تین دن کے روزے ہیں۔حج کے ایام میں اور وہ اس کے مہینے ہیں جو دونوں احراموں کے درمیان ہونگے احرام عمرہ اور احرام حج ۔وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ (اور سات جب تم لوٹو) یعنی جب تم سفر کر لو اور افعال حج سے فارغ ہو جاؤ۔(خواہ مکہ میں ہو یا گھر پہنچ کر) تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ۔(یہ دس پورے ہوئے) یعنی یہ دس روزے ہدی کے بدلے میں پورے ہیں۔یا ثواب میں پورے ہیں۔یا واو یہاں اس ابہام کو دور کرنے کے لئے لائے کہ واؤ کو یہاں اباحت کے لئے نہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ اس مثال میں ہے جالس الحسن و ابن سيرين۔اب اس مثال میں دونوں کے پاس بیٹھنا یا ایک کے پاس بیٹھنے میں وہ تکمیل حکم کرنے والا ہوگا۔
ذٰلِكَ : سے تمتع کی طرف اشارہ کیا اس لئے کہ مسجد حرام کے پاس رہنے والوں کے لئے تمتع و قران ہمارے نزدیک جائز نہیں۔عند الشافعی رحمہ اللہ۔یہ اشارہ اس حکم کی طرف ہے جو وجوب ہدی صیام ہے حالانکہ ان پر کوئی چیز واجب نہیں۔
لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ ۔(یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہ ہوں) وہ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ

حج کا وقت چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، سو جس شخص نے ان میں حج کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تو نہ کوئی فحش بات ہے نہ فسوق ہے

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ

نہ کسی قسم کا جھگڑا ہے۔ اور جو بھی کوئی نیک کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۱۹۷

اور زادِ راہ ساتھ لے لیا کرو چونکہ بہتر زادِ راہ بچا رہنا ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ

تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ معاش تلاش کرو جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جب

مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ

تم عرفات سے واپس ہو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے نزدیک۔ اور اس کو یاد کرو

كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۱۹۸

جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پھر تم اسی جگہ سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں، اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۹۹

غفور ہے، رحیم ہے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اہل مواقیت پھر وہ جو ان کے علاوہ ہیں مکہ تک۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور تم اللہ سے ڈرو) ان احکام میں جن کا اس نے تمہیں حکم دیا اور جن سے حج وغیرہ کے سلسلہ میں روک دیا۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور یقین کر لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں ان سے جو اس سے نہ ڈرے)

آیت ۔۱۹۷: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ

تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ. ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: (حج کے مہینے مقرر ہیں پس جو شخص لازم کرے اپنے اوپر حج کو نہ وہ عورت کے پاس جائے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے اور نہ وہ جھگڑا کرے حج میں اور جو کچھ تم نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور زادِراہ لے لو پس بے شک بہترین زادِراہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو۔ اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل (یعنی) رزق اپنے پروردگار کا۔ پس جب تم عرفات سے لوٹو پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں بتایا اور بے شک تم تھے اس سے پہلے گمراہوں میں پھر تم لوٹو جہاں سے دوسرے لوگ لوٹیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشن ہار رحم کرنے والے ہیں)

اَلْحَجُّ : سے مراد وقت حج ہے جیسے کہتے ہیں: البرد شهران۔ سردی کا وقت دو مہینے۔ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ج معلومات سے مراد لوگوں کے ہاں معروف اور جانے پہچانے۔ جن کا لوگوں کو پہچاننا مشکل نہیں وہ شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں۔

فائدۂ توقیت:

ان مہینوں کو حج کے لئے مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی فعل حج ان مہینوں کے علاوہ ادا نہیں ہوسکتا۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو احرام بھی منعقد نہیں ہوسکتا۔ ہمارے نزدیک اگر پہلے باندھ لیا۔ کراہیت کے ساتھ منعقد ہوجائے گا۔

الاشهر۔ جمع لائے کیونکہ دو ماہ مکمل اور تیسرے کا کچھ حصہ ہے یا یہ اسم جمع ہے اور اسم جمع واحد کے بعد سب کو شامل ہوتا ہے اس کی دلیل سورۃ التحریم آیت نمبر ۴ فقد صغت قلوبكما ہے۔

کہ قلوب جمع لائے دو کے لئے۔ فَمَنْ فَرَضَ جس نے فرض کیا۔ یعنی احرام سے اپنے اوپر لازم کرلیا۔ فِيْهِنَّ الْحَجَّ۔ ان مہینوں میں حج کو۔ فَلَا رَفَثَ۔ وہ نہ جماع کرے۔ رفث جماع کو کہتے ہیں یا تذکرہ جماع عند النساء یا فحش کلام۔

فسوق کی وضاحت:

وَلَا فُسُوْقَ ۔ نہ گناہ کرے۔ فسوق سے مراد گناہ یا گالم گلوچ ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سباب المؤمن فسوق (بخاری) مؤمن کو گالم گلوچ کرنا فسق ہے یا برے القاب سے یاد کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۱۔ بئس الاسم الفسوق کہ فسق والا نام بہت برا ہے۔

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ اور نہ جھگڑا کرے حج میں۔ یعنی نہ جھگڑے رفقاء کے ساتھ اور نہ خدام اور جانور ہنکانے والوں کے ساتھ۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: حج میں ان سے اجتناب کا حکم دیا حالانکہ ان سے ہر حال میں بچنا واجب ہے۔

جواب: حج کے ساتھ تو یہ اور زیادہ عیب والے اور برے ہیں۔ جیسا کہ نماز میں ریشم پہننا قرآن مجید کی قراءت نفی سے مراد یہاں ان کے انتفاء کا لازم ہونا ہے کہ وہ بالکل نہ پائے جائیں۔

اختلافِ قراءت:

ابوعمرو اور مکی نے پہلے دو فلا رفثٌ ولا فسوقٌ پڑھا اور دونوں کو نہی پر محمول کیا۔ گویا یوں کہا فلا یکونن رفثٌ ولا فسوقٌ۔ کہ ہرگز جماع وفسوق نہ کرو۔ اور تیسرے ولا جدال کونصب سے پڑھا۔ خبر کے معنی میں۔ جدال کی نفی کی گویا اس طرح کہا لاشك ولا خلاف فی الحج۔ یعنی اس میں شک اور نزاع نہیں کہ حج ذوالحجہ میں قرار پکڑ گیا۔ (جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے) (اس میں اختلاف مت کرو) برائیوں سے روک کر پھر خیر پر ابھارا کہ وہ برائی کی جگہ اچھا کام کریں۔ اور برے اعمال کی جگہ برو تقویٰ اختیار کریں اور جدال کی جگہ موافقت اور اخلاق جمیلہ کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ فرمایا: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ اور جو بھی تم بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور تم یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ان افعال کو جاننے والے ہیں۔ وہ ان پر بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو جزئیات کا (نعوذ باللہ) علم نہیں۔

شانِ نزول: اہل یمن جب حج وعمرہ کے لئے جاتے تو زادِ سفر ساتھ نہ لیتے۔ بلکہ کہتے ہم تو متوکل ہیں۔ پس وہ لوگوں پر بوجھ بنتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَتَزَوَّدُوْا۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ لوگوں سے کھانا مانگنے اور تنگ کرنے سے بچو۔ اور ان پر بوجھ نہ بنو۔

بہترین زادِ راہ:

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ پس بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ یعنی لوگوں کو تنگ کرنے اور ان پر بوجھ بننے سے بچنا۔

دوسرا قول: آخرت کے لئے زادِ راہ لو اپنے آپ کو محظورات احرام وحج سے بچاؤ اس لئے کہ بہترین آخرت کا زاد ممنوعات سے بچنا ہے۔ وَاتَّقُوْنِ اور میری سزا سے بچو۔ یہ دعا ن کی طرح ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے وصل کی حالت میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور بقیہ تمام قراء نے وصل ووقف میں حذف یاء سے پڑھا ہے۔

يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (اے عقل والو) یعنی تقاضۂ عقل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور جو شخص عقل والا ہو کر اس سے نہیں ڈرتا وہ گویا عقل سے خالی ہے۔

شانِ نزول: ان لوگوں کے متعلق اتری۔ جن کا خیال یہ تھا کہ اونٹ والے اور تاجر پر حج نہیں۔ اور وہ کہا کرتے: ھؤلاء الداج ولیسوا ابا لحاج۔ کہ یہ معاون ہیں حاجی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

حج میں تجارت ممنوع نہیں:

۱۹۸: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا) یعنی حج کے ایام میں روزی جو فضل وعطیۂ خداوندی ہے اس کی تلاش میں کوئی حرج نہیں۔ فضل سے مراد نفع یا تجارت ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ : (جب تم عرفات سے لوٹو۔) یہ افاضۃ الماء سے ہے۔
پانی کا زور سے بہنا۔ اور اصل اس طرح ہے افضتم انفسکم۔ مفعول کو ترک کر دیا گیا یعنی جب تم کثرت سے چلاؤ۔ اپنے آپ کو اور لوٹو۔

عرفات جمع ہے:

عرفات۔ یہ موقف حج کا نام ہے یہ نام جمع ہی ہے۔ جیسے اذرعات۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں تاء تانیث کی نہیں۔ بلکہ الف کے ساتھ یہ جمع مؤنث کی علامت ہے (واحد اس کا عرفۃ ہے)
وجہ تسمیہ: اس کا نام عرفات اس لئے رکھا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کی نشان دہی کی گئی تو انہوں نے اس جگہ کو جونہی دیکھا پہلی نظر میں پہچان لیا۔
دوسرا قول: اس میں آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

دلیل فرضیت عرفات:

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ وقوف عرفات فرض ہے کیونکہ افاضہ ٹھہرنے کے بعد ہوتا ہے۔
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ: (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی تلبیہ اور لا الہ الا اللّٰہ اور حمد وثناء اور دعا کے ساتھ۔ یا نماز مغرب وعشاء پڑھ کر۔

مشعر حرام کو جمع کہنے کی وجہ:

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص : (مشعر حرام کے پاس) اور یہ قزح ہے یعنی وہ پہاڑ ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اور اس پر میقدہ بطور علامت ہے۔ المشعر۔ علامت اور نشان کیونکہ وہ عبادت کے مقامات میں سے ہے۔ الحرام۔ اس کو حرام حرمت (بمعنی روکنا) حرم میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ اس میں بھی ممنوع ہیں۔ یا عظمت کی وجہ سے کہہ دیا۔ یا مشعر حرام مزدلفہ ہے اس کو مزدلفہ اور جمع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کے ساتھ یہاں جمع ہوئے اور ان کے قریب ہوئے۔ یا یہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں یا یہاں وقوف کر کے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔
وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج: (اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہاری راہنمائی کی) مَا مصدریہ ہے یا کافہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح یاد کرو۔ جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔ کہ کیسے تم نے اس کو یاد کرنا ہے اور اس سے عدول نہ کرو۔
وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ : (اگرچہ تم اس ہدایت سے پہلے)

ان مخففہ:

لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ : (البتہ جاہلوں میں سے تھے) اور تم نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کرنا ہے۔ ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور لام اس کے بعد فارقہ ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

سو جب تم پورا کر لو اپنے حج کے کاموں کو سو اللہ کو یاد کرو، جیسے تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے رہے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر ذکر کرو،

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ

سو بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں دے دیجئے، اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں

خَلَاقٍ ٢٠٠ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

کوئی حصہ نہیں، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بہتری عطا فرمایئے، اور آخرت میں بہتری عنایت کیجئے

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٢٠١ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ٢٠٢ النصف

اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچایئے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے لئے بڑا حصہ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے

تفسیر آیت ۱۹۹:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ : (پھر تم لوٹو جہاں سے ہو کر لوٹیں لوگ) صرف مزدلفہ سے ہی مت لوٹو۔ کہا گیا کہ یہ قریش کو عرفات سے ہو کر مزدلفہ آنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ مزدلفہ میں ٹھہرتے جبکہ بقیہ تمام لوگ عرفات میں جاتے۔ اور کہتے ہم تو حرم کے باشندے ہیں۔ ہم حرم سے نہ نکلیں گے۔

افاضہ کا معنی:

دوسرا قول: افاضہ عرفات تو مذکور ہے یہاں سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنا ہے۔ اس صورت میں النّاس سے مراد قریش ہوں گے۔ اور خطاب عام افیضوا کا مؤمنین کو ہوگا۔

حمس: یہ قریش کا لقب تھا۔ کیونکہ وہ اپنے دین میں مضبوط اور متشدد تھے۔

معافی مانگو:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ: (اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) جو تم نے موقف میں آج تک مخالفت کی۔ اسی طرح جاہلیت کے دیگر اعمال۔ یا اعمال حج میں اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور استغفار کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : (بے شک اللہ غفور رحیم ہیں) تم پر

تفسیر آیت ۲۰۰:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ : (جب تم اپنے افعال حج پورے کر چکو) جن کا تمہیں حکم دیا گیا حج میں اور وہاں سے کوچ کرو۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ :(تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے آباء کو یاد کرتے تھے) یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور اس میں مبالغہ کرو۔ جس طرح اپنے آباء کے تذکرہ میں مبالغہ کرتے تھے اور ان کے مفاخر اور ان کے واقعات زندگی بیان کرتے تھے۔

طریقۂ جاہلیت :

جب وہ حج کے افعال ادا کر لیتے تو مسجد منیٰ اور پہاڑ کے درمیان ٹھہرتے اور اپنے آباء کے فضائل و محاسن اور ان کے کارنامے بیان کرتے۔

طریقۂ جاہلیت :

اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا : (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر)

نحو : یہ کذکرکم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے جیسا کہتے ہیں۔ کذکر قریش آباء ھم۔ یاقوم اشد منھم ذکرا۔ اس صورت میں ذکرًا تمیز ہے۔ یعنی ایسی قوم کی طرح یاد کرو۔ جو ان سے زیادہ یاد کرنے والی ہو۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ ۔(پس بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دنیا کی لذات مانگتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں۔

دُنیا کے طالب :

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ : (اے ہمارے رب ہمارا عطیہ دنیا کے ساتھ خاص کر دے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) یعنی مالداری' مرتبہ وغیرہ کیونکہ ان کا مقصد دنیا کے گرد ہے اس لئے کہ وہ آخرت کے انکاری ہیں ۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حجاج تم اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو اور اس سے دعا کرو۔ کیونکہ لوگ کوتاہی کرنے والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے سوائے اغراض دنیا کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور کچھ لوگ کثرت والے ہیں جو ان دونوں جہاں کی خیر مانگتے ہیں۔ پس تم ان کثرت والوں میں سے بنو جن کے بارے میں جو کہا گیا وہ آگے آتا ہے۔

۲۰۱۔ وَمِنْهُمْ :(اور ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جو مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عنایت فرما) حسنة سے مراد نعمت اور عافیت یا علم و عبادت۔

آخرت کی بھلائی :

وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً : (اور آخرت میں بھلائی) یعنی معافی و مغفرت یا مال اور جنت یا تعریف خلق اور رضائے حق یا ایمان و امان یا اخلاص و خلاص جہنم یا سنت و جنت یا قناعت و شفاعت یا نیک عورت اور حور العین یا سعادت والی زندگی اور بشارت والی بعثت۔

نار سے مراد :

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ : (اور تو ہمیں عذاب سے بچا) تو جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔ یا عذاب نار سے یا بری عورت سے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ

اور اللہ کا ذکر کرو چند دنوں میں پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر

اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کچھ گناہ نہیں، اور جو شخص تاخیر کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

۲۰۲۔ اُولٰٓئِكَ : (یہ) یعنی دنیا و آخرت کی دعا کرنے والے۔

لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا : (ان کو ان کی کمائی کا حصہ ملے گا) یعنی اس جنس میں سے حصہ ملے گا۔ جو اعمال حسنہ انہوں نے کمائے اور وہ ثواب ہے جو کہ عمدہ منافع ہیں۔ یا من اجلیہ ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کمائی کی۔

دُعا کمائی ہے:

سوال : دعا کو کسب کیوں کہا؟

جواب : کیونکہ دعا اعمال میں سے ہے اور اعمال کی تعریف کسب سے کی جاتی ہے یا ممکن یہ ہے کہ اولٰئک سے فریقین مراد ہیں۔ کہ ہر فریق کو اس جنس سے حصہ ملے گا جو اس نے کمائی۔

سرعتِ حساب:

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ : (اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) قریب ہے کہ قیامت قائم فرما دیں اور بندوں کا حساب لیں۔ پس کثرت ذکر میں جلدی کر لو۔ اور طلب آخرت میں تیزی کرو۔ یا اللہ تعالیٰ نے سرعت حساب کی صفت اپنے لئے بیان فرمائی کہ مخلوق اور اس کے اعمال کتنے زیادہ ہیں مگر وہ ان کا جلد حساب لے لے گا۔ تاکہ کمال قدرت کی دلیل بن جائے۔ اور ایسی کامل قدرت والے سے ڈرنا چاہیے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک پل بھر میں مخلوق کا حساب لے لیں گے۔

تفسیر آیت ۲۰۳:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گنتی کے دنوں میں پھر جو جلدی چلا گیا۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو ٹھہر ا رہا اس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ ان کے لئے ہے جو پرہیز گاری اختیار کرے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور یقین کر لو کہ تم اس کے ہاں جمع کیے جاؤ گے) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ گنتی کے دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى

لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی گفتگو آپ کو دنیاوی زندگی میں پسند آتی ہے اور وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو

مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ

اس کے دل میں ہے۔ حالانکہ وہ سخت ترین جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے

لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

تاکہ اس میں فساد کرے اور کھیتی کو اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ سے ڈر تو اس کا غرور نفس اس کو گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ سو اس کے لئے جہنم کافی ہے

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

اور بلاشبہ وہ برا بچھونا ہے۔

مراد ذکر:

اور وَاذْكُرُوا اللّٰهَ سے مراد نماز کے بعد کہی جانے والی تکبیرات اور رمی جمار کے وقت کی تکبیر ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ۔ جو جلدی کرے کوچ میں۔ یا کوچ میں سبقت کر جائے تعجّل اور استعجل یہ دونوں ایک دوسرے کے مطاوع بن کر عجل کے معنی میں آتے ہیں۔ اور یہ متعدی بھی آتے ہیں۔ مگر مطاوعت زیادہ مناسب ہے کہ اس نے اسکو جلدی کا حکم دیا اس نے جلدی کر لی۔

فِىْ يَوْمَيْنِ۔ دو دنوں میں یعنی ان تین دنوں میں دو دن گیارہ بارہ کی رمی پر اکتفاء کیا اور تیسرے دن کے لئے نہ رکا۔

نفی گناہ کی وجہ:

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس پر گناہ نہیں۔ یعنی اس ایک دن کی رمی ترک کرنے سے وہ گناہگار نہ ہوگا۔ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ۔ اس کے لئے جو بچا شکار کرنے یا جماع اور فسوق سے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو جلدی کا اختیار ہے۔ اگرچہ تاخیر افضل ہے۔ کبھی فاضل و افضل میں تخییر واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ مسافر کو روزے اور افطار میں اختیار ہے اگرچہ روزہ افضل ہے۔

دوسرا قول: اہل جاہلیت دو قسم کے تھے بعض جلدی رمی کرنے والے کو گناہگار قرار دیتے اور بعض تاخیر کرنے والے کو گناہگار سمجھتے۔ پس قرآن مجید نے آکر دونوں کی نفی کر دی۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں ڈرو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور یقین جانو کہ تم اس کی بارگاہ میں جمع ہو گے۔ جب وہ تمہیں قبور سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔

۲۰۴۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا

تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ : (بعض لوگ ایسے ہیں جن کی بات آپ کو پسند آتی ہے دنیا کی زندگی میں اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ کھیتی و نسل کو تباہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے اور جب اس کو کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو غرور اس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ۔ یہ آیات اخنس بن شریق کے متعلق اتریں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو نرم بات کرتا اور دعویٰ کرتا کہ وہ مسلمان ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اپنی اس حجت میں سچا ہے تو اللہ نے وَمِنَ النَّاسِ نازل فرمائی۔

دعویٰ محبت سے مقصود دُنیا:

یُعْجِبُكَ قَوْلُهٗ آپ کو پسند آتی ہے اور تمہارے دل میں بڑی معلوم ہوتی ہے اسی سے الشيء العجيب یعنی وہ شیء جو نفس میں معظم معلوم ہو۔ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ فِیْ یہ قول کے متعلق ہے۔ ای یعجبك ما یقوله فی معنی الدنیا۔ آپ کو پسند آتی ہے وہ بات جو وہ کہتا ہے دنیا کے سلسلہ میں کیونکہ دعویٰ محبت سے اس کا مقصود دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

دوسرا قول: آپ کو پسند آتا ہے یعنی اس کا شیریں کلام دنیا کے سلسلہ میں آپ کو پسند آتا ہے آخرت کے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس موقعہ پر اس کی زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بناتا ہے یعنی وہ قسم اٹھا کر کہتا ہے۔ الله شاهد علی ما قلبي من محبتك۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے اور میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ حالانکہ وہ شخص جھگڑالو ہے۔

نحوی لطائف:

نحو: یہ اضافت فی کے معنی میں ہے کیونکہ افعل کا وزن اسکی طرف مضاف ہوتا ہے جو کہ اس کا بعض حصہ ہوتا ہے جیسے تم کہو۔ زید افضل القوم اور آدمی جھگڑے کا حصہ تو بن نہیں سکتا۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ الد في الخصومة۔ وہ جھگڑے میں سخت ہے۔ یا الخصام جمع خصم ہے جیسے صَعْبٌ وَ صِعَابٌ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے وہ خصومت کے اعتبار سے سخت جھگڑالو ہے۔

۲۰۵۔ وَاِذَا تَوَلّٰی : (جب وہ تم سے منہ پھیر کر جاتا ہے) اور جاتے ہوئے نرم و میٹھی بات کہہ کر گیا۔

فسادی منافق:

سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا : (وہ دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ فساد برپا کرے) جیسا اس نے ثقیف کے ساتھ کیا۔ کہ اس کے اور ان کے درمیان مخالفت تھی۔ ان پر شب خون مارا اور ان کے مویشیوں کو ہلاک کیا۔ اور کھیتیوں کو آگ لگا دی۔

وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ : (اور ہلاک کرے کھیتی اور نسل) یعنی کھیتی اور حیوان یا جب کہ یہ یاء کے ساتھ یهلك ہو تو پھر اس سے مراد وہ حرکت ہے جس کو برے حکام زمین میں فساد پھیلانے کیلئے کرتے ہیں۔ کھیتیوں کی ہلاکت اور نسل کشی کی صورت میں ایک اور

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو خرید لیتا ہے اپنے نفس کو اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا

بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

مہربان ہے۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں کے پیچھے

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ

نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، سو اگر تم لغزش کھا جاؤ اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں

الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

آ چکی ہیں تو جان لو کہ بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

قول یہ ہے۔ کہ ظلم کو اختیار کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ظلم کی نحوست سے بارش کو بند کر دیں۔ جس سے کھیتیاں اور نسل برباد ہو جائیں۔ گویا ہلاکت کی نسبت مجازاً اس کی طرف کر دی گئی۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ : (اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے)

۲۰۶۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ : (جب اس کو کہا جاتا ہے) ہٗ ضمیر کا مرجع اخنس ہے۔

اتَّقِ اللّٰهَ : (تو اللہ سے ڈر) زمین میں بگاڑ پیدا کرنے اور ہلاکت پھیلانے کے سلسلے میں

جاہلی غیرت کی مذمت:

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ : (اس کو غرور گناہ پر آمادہ کرتا ہے) یعنی تکبر اور جاہلی غیرت اس کو گناہوں پر برانگیختہ کرتی ہے حالانکہ اس سے روکا گیا ہے مگر وہ اس کے ارتکاب کو لازم سمجھتا ہے۔

دوسرا قول: یا باء سببیہ ہے یعنی پکڑ لیتا ہے اس کو غرور اس گناہ کے سبب سے جو گناہ اس کے دل میں ہے اور وہ کفر ہے۔

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ : (پس اس کے لئے کافی ہے جہنم)

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ : (اور جہنم بہت برا بچھونا ہے)

شانِ نزول : یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مشرکین نے انکو اسلام کے چھوڑنے کیلئے کہا اور انکے ساتھ والے کچھ لوگوں کو شہید کر دیا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں اپنا وہ مال جو مکہ میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ بتا دوں۔ اور تم اس پر قابض ہو جاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ انہوں نے پتہ بتا دیا اور مدینہ میں آ گئے تو یہ آیت اتری۔

۲۰۷۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ : یا ان لوگوں کے حق میں اتری جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ یہاں تک کہ قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

يَشْرِىْ نَفْسَهُ۔ کا معنی اپنے آپ کو بیچنا۔
اِبْتِغَآءَ : (واسطے طلب کرنے) کا معنی چاہنے کے لئے ۔مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۔اللہ کی رضامندی۔ یہاں اس کو حاصل ہو سکے۔
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ : (اوراللہ تعالیٰ اپنے بندوں پرنرمی کرنے والے ہیں)
۲۰۸۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ مَاجَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ: (اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم پھسل گئے اس کے بعد کہ واضح دلائل تمہارے پاس آ چکے تو یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں)
قراءت :يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ ' علی اورحجازی نے سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے سلم کا معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع بن جاؤ۔ یا اس کا معنی اسلام ہے اور خطاب اہل کتاب کو ہے کیونکہ وہ اپنے پیغمبر اور کتاب پر ایمان لائے تھے۔ یا منافقین کو خطاب ہے۔ کیونکہ وہ صرف زبانوں سے اسلام کے دعوے دار تھے۔ كَآفَّةً۔ پورے پورے یعنی کوئی ایک بھی تم میں سے اپنا ہاتھ اسلام کی فرمانبرداری سے نہ نکالے۔ یہ ادخلوا کی ضمیر سے حال ہے اور اس کا معنی ہے تمام'
دوسرا قول: یا یہ سلم کے لفظ سے حال ہے کیونکہ وہ بھی لفظاً مؤنث ہے اب مطلب یہ ہوگا گویا ان کو حکم دیا گیا کہ وہ تمام طاعات میں داخل ہو جائیں۔یعنی ان کو انجام دیں۔
تیسرا قول: وہ اسلام کے شعبوں اور اس کے تمام احکام میں داخل ہو جائیں یہ کافۃ کا لفظ کف سے ہے گویا ان کو روک دیا گیا۔ کہ کوئی ایک ان میں سے اپنی اجتماعیت سے نہ نکلے۔
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ خطوات۔ سے مراد وساوس ہیں۔عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔یعنی اس کی عداوت ظاہر ہے۔
۲۰۹۔فَاِنْ زَلَلْتُمْ ۔ پس اگر تم پھسل گئے یعنی اسلام میں داخل ہونے سے تمہارے قدموں نے لغزش کھائی۔مِّنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔تمہارے پاس دلائل آنے کے بعد بینات سے مراد واضح ثبوت اور روشن شواہد ہیں۔جس چیز میں داخل ہونے کے لئے تمہیں دعوت دی گئی ہے وہ برحق ہےفَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پس تم یقین کرلو اللہ زبردست حکمت والے ہیں۔عزیز ایسے غلبے والے کو کہتے ہیں۔ جس کو کوئی چیز بھی مانع نہ بن سکے۔حکیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی حکمت والا ہے کہ وہ حق پر انتقام لیتا ہے۔
نکتہ: ایک قاری نے اس آیت میں عزیز حکیم کی بجائے غفور رحیم پڑھ دیا ایک بدو نے اس آیت کو اس کی زبان سے جب سنا۔ حالانکہ وہ قرآن پڑھا ہوا نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ کیونکہ حکیم لغزش اور معصیت کے وقت مغفرت کا تذکرہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس طرح تو معصیت پر خود آمادہ کرنا لازم آتا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ اللہ اور فرشتے بادلوں کے سائبانوں میں ان کے پاس

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع

آ جائیں اور سارا قصہ ختم ہو جائے۔ اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے

۲۱۰۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ (نہیں وہ انتظار کررہے مگر اس بات کا کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس بادل کے سائبانوں میں اور فرشتے اور معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ هَلْ۔ یہاں ما نافیہ کے معنی میں ہے۔ نہیں وہ انتظار کررہے اور یا تیکم اللّٰہ کا مطلب اللہ کا حکم اور اس کی پکڑ کا آنا ہے جیسا کہ سورۃ النحل آیت نمبر ۳۳ میں فرمایا او یاتی امر ربك اور سورۃ اعراف آیت نمبر ۴ میں فرمایا: فَجَآءَ هَا بَاْسُنَآ ۔

دوسرا قول: جس چیز کو لایا جانا ہے وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ لائے اس پر پچھلی آیت فاعلموا ان اللّٰہ عزیز حکیم۔ دلالت کر رہی ہے۔ فی ظلل۔ ظلل جمع ظلة کی۔ ظلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو ڈھانپ لے غمام کا معنی بادل اس میں دراصل ڈرایا گیا ہے کیونکہ بادل سے بارش کا بھی گمان ہے جب اس سے عذاب اترے۔ تو معاملہ زیادہ خوفناک اور رسوا کن ہوتا ہے۔ والملئکۃ یعنی وہ فرشتے آ جائیں جن کو عذاب پر مقرر کیا گیا ہے یا اس سے مراد قیامت کے دن ان کا حاضر ہونا ہے۔ وقضی الامر اور معاملہ طے کر دیا جائے یعنی ان کی ہلاکت کا معاملہ پورا ہو جائے اور اس سے فراغت حاصل ہو جائے۔ والی اللّٰہ ترجع الامور۔ اور اللہ کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بعض امور کا اختیار دیا ہے۔ پس سارے معاملات حشر کے دن اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اختلافِ قراءت:

قرآن مجید میں جہاں بھی تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ہے، شامی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ کے نزدیک تَرْجِعُ الْاُمُوْرُ پڑھا جائے گا۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ

آپ بنی اسرائیل سے دریافت فرمائیے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دیں۔ اور جو شخص

نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

اللہ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ نعمت اس کے پاس آ جائے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے

۲۱۱۔ سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (اے محمد ﷺ آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتنی کھلی نشانیاں دیں۔ اور جس نے اللہ کی نعمت کو بدل دیا۔ ان کے آ جانے کے بعد پس بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) سَلْ اصل میں اسئل ہے۔ ہمزہ کو فتح سے بدل کر سین کر دیا اور ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اب سین کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصل کی بھی ضرورت نہ رہی پس یہ سَلْ ہو گیا اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا۔ یا ہر مخاطب کو۔ یہ سوال توبیخ کیلئے ہے۔ جس طرح کہ کافروں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

معجزات و دلائل:

اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ۔ سے مراد وہ آیات جو انبیاء کے ذریعے ان کو دی گئیں۔

دوسرا قول: یا وہ آیتیں جو ان کی کتابوں میں دین اسلام کے صحیح ہونے پر گواہی دے رہی ہیں۔

نحو: یہ کم یہاں استفہامیہ ہے یا خبریہ۔ کم استفہامیہ کی صورت میں سل کو مفعول ثانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر خبریہ کی صورت میں یہ سَلْ کا مفعول ثانی ہوگا۔

اسباب ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا:

وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ۔ نعمت اللہ سے مراد اللہ کی نشانیاں ہیں اور وہ حقیقت میں اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ کیونکہ وہ ہدایت کے اسباب اور گمراہی سے نجات کا ذریعہ ہیں اور یبدل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے وہ آیات اس لئے ظاہر فرمائیں۔ تاکہ وہ ان کی ہدایت کا سبب بن جائیں۔ انہوں نے انہی کو اپنی گمراہی کا سبب بنا دیا۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۲۵۔ فزادتھم رجسا الی رجسھم۔ میں فرمایا گیا کہ ان آیات نے ان کی پلیدی میں (بوجہ شدید انکار کے) اضافہ کر دیا۔

یا دوسرا قول: انہوں نے اپنی کتابوں کی ان آیات کو بدل ڈالا جو دین محمد ﷺ پر دلالت کرنے والی تھیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ (اس کے بعد کہ وہ آ چکیں)۔ آنے کا مطلب یہ ہے اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو پہچان لیا اور ان کی صحت ان کے ہاں ثابت ہو گئی کیونکہ جب آدمی کسی چیز کو نہ پہچانے تو وہ چیز اس سے غائب شمار ہوتی ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) اس کو جو اس کا مستحق ہو۔

وقف لازم

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ

مزین کی گئی ان لوگوں کے لئے دنیاوی زندگی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں ان لوگوں سے جو لوگ ایمان لائے

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

حالانکہ جن لوگوں نے پرہیزگاری کو اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان سے بالا ہوں گے، اور اللہ جسے چاہے بلا حساب رزق عطا

حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۱۲:

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (دنیا کی زندگی ان کے لئے خوش نما بنا دی گئی جنہوں نے کفر کیا اور یہ کفار ان لوگوں سے ہنستے ہیں جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو متقی ہیں۔ ان سے اوپر ہونگے قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے)

دُنیا کا پسندیدہ بنایا جانا:

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو مزین کر دیا گیا۔ یہ تزیین کرنے والا شیطان ہے اس نے دنیا کو مزین اور اپنے وساوس سے خوبصورت بنایا اور پسندیدہ کر دیا کہ وہ اس کے سواء اور کسی چیز کو چاہتے ہی نہیں۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ہی انسانوں میں خواہشات پیدا کرنے والا ہے کیونکہ تمام کائنات اسی کی مخلوق ہے اور اس پر مجاہد ابن محیصن وحمید کی قراءت زَيَّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا معروف کے ساتھ دلالت کرتی ہے وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (وہ ایمان والوں سے ہنستے ہیں) کفار مکہ فقراء مؤمنین ابن مسعود، عمار، صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہم سے تمسخر کرتے تھے۔ کیونکہ کافر دنیا کو مقصود سمجھتے تھے۔ جن کے پاس دنیا نہیں تھی وہ ان سے تمسخر کرتے یا ان کا مذاق اڑاتے جو دنیا کے علاوہ اور کسی چیز کو مطلوب بناتا۔ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ۔ (اور وہ لوگ جو متقی ہیں ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن) تقویٰ سے مراد شرک سے بچنا ہے اور یہ بچنے والے فقراء مؤمنین تھے۔ اوپر ہونگے کیونکہ وہ بلند جنتوں میں ہونگے۔ اور کافر کو جہنم کے گڑھے میں۔

ہر توسع نعمت ہے:

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اور اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے) بغیر کمی کے یعنی وہ توسیع کرتا ہے جس پر توسیع کا ارادہ فرماتا ہے۔ جیسا قارون وغیرہ پر توسیع فرمائی۔ اور یہ وسعت تم پر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے پیش نظر ہے اور وہ نعمت کے ساتھ استدراج ہے۔ اگر یہ اکرام ہوتا تو پھر اہل ایمان اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ

سب لوگ ایک جماعت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے،

وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

اور ڈرانے والے، اور ان کے ساتھ کتاب اتاری حق کے ساتھ، تاکہ فیصلہ فرمائے لوگوں کے درمیان

فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ

اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف ان ہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی۔ اور انہوں نے یہ اختلاف باہمی ضد اضدی کے باعث

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا

اس کے بعد کیا جبکہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آ چکی تھیں، پھر اللہ نے اپنے فضل سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

امرِ حق کی ہدایت دی جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے کی ہدایت

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

دیتا ہے

تفسیر آیت ۲۱۳:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری۔ تاکہ فیصلہ کرے لوگوں میں اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا' اور نہیں اختلاف کیا اس کتاب میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ گئیں۔ آپس کی ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے وہ راہ دکھا دی جس میں اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔)

اُمت سے مراد دین ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔امت واحدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک ایک دین پر متفق تھے۔یا نوح علیہ السلام اوران کے ساتھ جو کشتی میں تھے۔پس انہوں نے اختلاف کیا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ۔پس پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ مَااخْتَلَفُوْا کے حذف پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی کان الناس امة واحدة فاختلفوا اور سورۂ یونس آیت نمبر۱۹۔وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا بھی دلالت کرتی ہے۔یا

دوسرا قول:

لوگ ایک ہی جماعت کفر کی حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا پس انہوں نے ان پر اختلاف کیا۔(پہلی توجیہ راجح ہے)مبشرین خوش خبری سنانے والے مؤمنین کوثواب ملنے کی و منذرین۔اور ڈرانے والے عذاب کے ساتھ کفار کو۔

نحو :مبشرین اور منذرین دونوں حال ہیں۔وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ۔اوراس نے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک کتاب اتاری۔بِالْحَقِّ یعنی جوحق کی وضاحت کرنے والی تھی۔لِيَحْكُمَ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ یا کتاب یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں جو اترا۔بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لوگوں کے درمیان ان باتوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔دین اسلام کے سلسلہ میں۔کیونکہ انہوں نے اتفاق کے بعد اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ۔اس میں اختلاف نہیں کیا۔یعنی حق میں۔اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ۔مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی حالانکہ کتاب تو ازالۂ اختلاف کے لئے اتاری گئی تھی۔مطلب یہ ہوا کہ وہ اختلاف میں اور بڑھ گئے جب ان پر کتاب اتاری گئی۔مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل اس کی سچائی کے آچکے۔بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ۔اپنے درمیان حسد اور ظلم کی بناء پر کیونکہ ان میں دنیا کی حرص اور قلت انصاف پائی جاتی تھی۔

نحو :بَغْيًا یہ مفعول لهٗ ہے۔

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔پس ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کوحق کی طرف وہ حق کہ جس میں اختلاف کیا جن لوگوں نے بھی کیا۔مِنَ الْحَقِّ یہ اخْتَلَفُوْا کا بیان ہے۔بِاِذْنِهٖ اپنے حکم کے ساتھ یعنی اپنے علم کے ساتھ۔وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

کیا تم نے خیال کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ان لوگوں جیسے واقعات تمہیں پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے

قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

گزرے ہیں۔ ان کو پہنچی سختی اور تکلیف اور وہ لوگ جھنجھوڑ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول نے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

اور ان مومنین نے جو رسول کے ساتھی تھے کہہ دیا کہ کب ہو گی اللہ کی مدد، خبردار بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے

۲۱۴۔اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ (کیا تم نے یہ سمجھا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ جو تم سے پہلے (انبیاء مؤمنین) گزرے ان کی سی حالت (تنگی) تمہیں پیش نہیں آئی انہیں سختی پہنچی اور (فقر و بیماری کی) تکلیف سے بھی اور ان کو جھنجھوڑا گیا یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب آئے گی آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے)

نحو : اَمْ حَسِبْتُمْ یہ ام منقطعہ ہے متصلہ نہیں۔ کیونکہ متصلہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہوتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں أعندك زيدٌ ام عمرو؟ یعنی کونسا دونوں میں تیرے پاس ہے اس کے جواب میں زید کہیں گے اگر زید وہاں ہو یا عمرو کہیں گے جب عمرو وہاں ہو۔

باقی ام منقطعہ استفہام و خبر دونوں کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ بل اور ہمزہ کے معنی میں آتا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بَلْ أَحَسِبْتُمْ ہمزہ تقریر کے لئے ہو اور مؤمنین کے خیال کے انکار اور استبعاد کے لئے اس سے غرض یہ ہے کہ مؤمن سختی اور تکلیف میں صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جب امتوں کا اپنے انبیاء علیہم السلام پر اختلاف کا ذکر کیا جو اختلاف امتوں نے واضح دلائل آنے کے بعد ڈالا۔ اس سے مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو ثابت قدمی اور صبر پر تسلی دینا مقصود تھا۔ اس موقعہ پر جبکہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ ان کے ساتھ اختلاف کر رہے تھے اور ان کے ساتھ محض عداوت کی وجہ سے آیات کا انکار کر رہے تھے۔

ایسے موقع پر طریق التفات سے فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ بلکہ تم نے گمان کر لیا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے۔ حالانکہ تمہارے پاس نہیں آئی یہاں لمّا بمعنی لم ہے اور لمّا میں معنی توقع کا بھی ہے۔ یعنی ایسے حالات آنے کی توقع و انتظار ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا خلوا کا معنی گزرنا ہے یعنی ان کا حال وہ مثال ہے شدت و سختی کی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ سے مراد انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ہیں۔ مستهم یہ حالت کا بیان ہے جملہ مستانفہ ہے گویا کہنے والا یوں کہہ رہا ہے کہ وہ حال کیسا تھا؟ تو جواب آیا مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ۔ ان کو تنگیوں نے گھیر لیا۔ وَالضَّرَّآءُ بیماری اور بھوک حملہ آور ہوئی وَزُلْزِلُوْا قسما قسم کی مصیبتوں سے

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جو مال تم خرچ کرو اس کا مصرف والدین

وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ

اور قرابت دار اور یتیم اور مسکین لوگ ہیں۔ اور جو بھی خیر کا کوئی کام تم کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾

سو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

ان کو حرکت دی گئی اور جھنجھوڑا گیا۔ جیسا زلزلہ سے حرکت آتی ہے۔

بے قراری انتہاء کو:

حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ اس حد تک کہ رسول اور مؤمن کہنے لگے۔ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ۔ کب آئے گی اللہ تعالیٰ کی مدد یعنی بے قراری انتہا کو پہنچ گئی اور صبر باقی نہ رہا حتی کہ وہ کہنے لگے مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ مطلب یہ ہے کہ مدد طلب کرتے اور اس کی تمنا میں شدت کا زمانہ طویل ہو گیا۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ۔ جلدی مدد سے ان کی طلب کو پورا کرتے ہوئے انہیں کہا گیا۔ آگاہ رہو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

اختلافِ قراءت:

یَقُوْلُ نافع اور علی رحمہما اللہ نے رفع سے پڑھا اور اس کو حکایت حال ماضی میں قرار دیا' جیسے کہتے ہیں شربت الابل حتی یجیء البعیر یجر بطنه تو یہاں یجیء حکایت حال ماضی ہے باقی قراء نے اَن مقدرہ مان کر منصوب پڑھا ہے اور معنی استقبال کا کیونکہ ان اس کی علامت ہے۔

۲۱۵۔ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں تم کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو۔ تو ماں' باپ اور رشتہ داروں کو یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور تم جو کچھ نیکی کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

شانِ نزول: جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ہم کس قسم کے اموال اور کہاں کہاں خرچ کریں تو یہ آیت اتری۔ (ابن حبان)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ

فرض کیا گیا تم پر جنگ کرنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

تمہارے لئے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع ۲٦ ۱۰

نہیں جانتے۔

صراحتِ مصارف میں حکمت:

يَسْئَلُوْنَكَ اللہ تعالیٰ نے مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ عام فرما کر خرچ کے مصارف کو صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا۔ اور سائل کے سوال کے جواب کو اشارہ میں بیان فرمایا۔ اس سے یہ واضح کر دیا کہ اصل قابل اہتمام مصرف کا لحاظ و خیال رکھنا ہے کیونکہ خرچ قابل اعتبار وہی ہوتا ہے۔ جو صحیح موقع پر صرف ہو جائے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ نفلی نفقہ جات کے سلسلہ میں ہے۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ جو بھی تم بھلائی کرو پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

تفسیر آیت ۲۱۶:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور شاید تمہیں ایک چیز بری لگے۔ حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور شاید ایک چیز تمہیں اچھی معلوم ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہے اور اللہ تعالیٰ (تمہاری بھلائی اور برائی کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) کتب علیکم القتال۔ تم پر کفار سے جہاد فرض کیا گیا۔

صفت سے مقصود اظہارِ مبالغہ:

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ۔ یہاں مصدر کو صفت کی جگہ لایا گیا۔ تاکہ مبالغہ ظاہر ہو جیسا کہ اس شعر میں۔

فَاِنَّمَا هِيَ اِقْبَالٌ وَاِدْبَارٌ تو یہاں شاعر نے گھر کے پچھلے حصے اور سامنے والے حصے کو اقبال وادبار کہہ دیا۔ گویا بذات خود وہ کوئی ناپسند چیز ہے کہ جس سے اتنی طبعی ناپسندیدگی ہے یا یہ فُعْلٌ کا وزن مفعول کے معنی میں ہے۔ جیسے خُبْزٌ بمعنی اَلْمَخْبُوْزُ۔ یعنی مکروہ لکم۔ وہ ناپسندیدہ ہے تمہیں۔ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو۔ پس تم غزوہ کو ناپسند کر رہے ہو۔ حالانکہ اس میں دو میں سے ایک خیر ضرور مل جائے گی یا کامیابی اور

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ

آپ سے شہر حرام کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا جرم ہے،

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ

اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور اہل مسجد حرام کو

اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ

وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پردازی قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ اور کافر لوگ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ

برابر تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں پھیر دیں تمہارے دین سے اگر ان سے ہو سکے، اور جو شخص تم میں سے

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

اپنے دین سے پھر جائے پھر حالت کفر میں مر جائے، سو دنیا و آخرت میں ایسے لوگوں کے اعمال

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

اکارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے،

غنیمت یا شہادت و جنت۔ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا۔ اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ غزوہ میں بیٹھ رہنا ہے۔ وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہ تمہارے لئے بہت بری ہو اس لئے کہ اس میں ذلت و فقر اور اجر و غنیمت سے محرومی ہے۔

اللہ جل شانہٗ جو فرمائیں کر ڈالو:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اللہ جانتے ہیں وہ چیز جو تمہارے حق میں خیر ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور تم نہیں جانتے اس کو پس جلدی سے وہ کر ڈالو جس کا وہ حکم دے رہے ہیں خواہ وہ تمہیں گراں ہو۔

نکتہ: عَسٰى یہاں لایا گیا۔ اصل میں یہ شک کے لئے ہے کیونکہ نفس جب پاک ہو جاتا ہے تو اس کی تمام خواہشات شریعت کے مطابق ہو جاتی ہیں پھر وہ ان چیزوں سے نفرت کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں اور ان چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔

تفسیر آیت ۲۱۷:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

(اے محمد ﷺ وہ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو۔اس (ماہ حرام) میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد اس قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ قابو پالیں اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں مرجائے گا تو ایسے لوگوں کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

آیت یَسْئَلُوْنَكَ اس سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔جس کو رسول اللہ ﷺ نے جمادی الاخری میں روانہ فرمایا تھا۔انہوں نے مشرکین سے لڑائی کر لی یہ سمجھ کر کہ رجب کا چاند نہیں ہوا حالانکہ رجب ہو چکا تھا۔قریش نے پروپیگنڈا کیا محمد (ﷺ) نے تو اشہر حرام کو بھی حلال کر دیا حالانکہ ان میں خائف کو بھی امن حاصل تھا۔یَسْئَلُوْنَكَ آپ سے کفار سوال کرتے ہیں یا مسلمان سوال کرتے ہیں کہ اشہر حرام میں قتال کا حکم کیا ہے؟

نحو :الشهر سے قتالٍ فيه بدل الاشتمال ہے۔

قراءت : عن قتالٍ فيه تکرار عامل کے ساتھ پڑھا گیا۔جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۵ میں لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔میں لام کو دوبارہ لایا گیا ہے۔قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔کہہ دیں کہ لڑائی اس میں بڑا یعنی گناہ ہے۔

نحو :قتالٌ، مبتداء کبیر،خبر ہے نکرہ کو مبتداء بنانا درست ہے کیونکہ فيه کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے وہ قتالٌ کی صفت ہے۔

رائے مفسرین : اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم التوبہ آیت نمبر ۵ سے منسوخ ہے (مگر جن دلائل کو نسخ کے لئے پیش کیا جاتا ہے وہ خود محل نظر ہیں البتہ بعض مفسرین نے الشهر الحرام بالشهر الحرام سے اس کو منسوخ مانا ہے۔جس سے ابتداء قتال فی الاشہر الحرام تو حرام رہے گی البتہ جوابی کارروائی اس آیت سے حلال ثابت ہوگی۔واللہ اعلم۔

حدیبیہ میں روکنا:

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا یعنی کفار کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو حدیبیہ والے سال روکنا۔

نحو : یہ مبتداء ہے و کفر بہ اس کا معطوف علیہ ہے اور اخراج اهله یہ بھی اس کا معطوف علیہ ہے ان تینوں اسماء کی خبر

اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ہے۔ والمسجد الحرام۔ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ والمسجد الحرام کا عطف کفر بہ میں بہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے کفر بہ وبالمسجد الحرام

علمائے بصرہ کا قول: ضمیر مجرور پر عطف اس صورت میں جائز ہے جبکہ حرف جار کو دوبارہ لایا جائے۔ پس اس طرح نہیں کہہ سکتے مررت بہ وزید۔ بلکہ اس طرح کہیں گے مررت بہٖ وبزید پس اگر یہاں عطف بہٖ پر ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی۔ وکفر بہٖ وبالمسجد الحرام

وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ۔ وہاں کے رہنے والوں کا نکالنا یعنی مسجد حرام کے رہنے والوں کا نکالنا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمن تھے اس کا عطف بھی صَدٌّ پر ہے۔ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے جو کچھ کہ فعل قتال اشہر حرام میں سریہ نے خطاءً کیا ہے اور گمان کی بناء پر کیا۔ (قصداً نہیں) وَالْفِتْنَةُ۔ اور نکالنا یا شرک کرنا۔ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ یہ شہر حرام میں قتل سے بڑھ کر ہے یا کفار کا مسلمان کو دکھ دینا ان مسلمانوں کے شہر حرام میں قتل کفار سے زیادہ قبیح ہے۔

پیشینگوئی:

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ۔ وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے لوٹا دیں یعنی کفر کی طرف۔

اس آیت میں اطلاع دی گئی ہے کہ کفار کی ہمیشہ مسلمانوں سے عداوت رہے گی۔ اور وہ اس سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ایمان سے پھیر دیں۔

نکتہ: حَتّٰی یہاں تعلیل کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں يَعْبُدُ اللّٰهَ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے گا تا کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہوا۔ کہ وہ تم سے لڑتے رہیں گے تا کہ وہ تمہیں ایمان سے لوٹا دیں۔ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ اگر وہ ایسا کر سکیں ان میں ایسا کر سکنے سے استبعاد ظاہر کیا گیا۔ جیسے تم دشمن کو کہتے ہو۔ ان ظفرت بی فلا تبق علی۔ کہ اگر تم مجھ پر کامیابی پاؤ۔ تو مت چھوڑنا۔ حالانکہ تمہیں یقین ہے کہ وہ تم پر کامیابی نہ پا سکے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسا نہ کر سکیں گے کیونکہ تم ایمان میں مضبوط ہو۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ۔ اور جو شخص تم میں سے پھر گیا اپنے دین سے یعنی اسلام سے کفر کی طرف۔

کفر سے مراد ارتداد ہے:

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ۔ اور کفر کی حالت میں اس کی موت آگئی۔ یہاں کفر سے ارتداد مراد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے۔ اس لئے کہ ارتداد سے مسلمانوں والے تمام ثمرات سے محرومی ہوگئی۔ اور آخرت میں ثواب اور اچھے ٹھکانے سے محروم ہو گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ وہ آگ والے ہیں اور وہ اس آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

استدلال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے اعمال حبط نہیں ہوں گے جب کہ موت ارتداد پر نہ آئے۔ گویا اگر توبہ کر لی تو سابقہ اعمال بحال ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۵ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ میں حبط عمل کو فقط ارتداد سے معلق فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف ارتداد سے حبط اعمال ہو جاتا ہے۔ اصل اس اختلاف کی بنیاد وہ کلیہ ہے کہ مطلق کو مقید پر ہمارے ہاں محمول نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے اپنے مقام پر رہیں گے اور ان کے ہاں مطلق کو مقید پر محمول کر کے اس میں بھی وہ قید معتبر مانیں گے۔

والدلائل فی اصول الفقه۔

شانِ نزول: مجاہدین سریہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس جہاد کا اجر ملے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر آیت ۲۱۸:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ یعنی انہوں نے مکہ کو اور اپنے خاندانوں کو چھوڑا۔

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا) مشرکین کے خلاف۔

قراءت: یہاں وقف نہیں۔ کیونکہ اولئك یرجون یہ انّ کی خبر ہے۔

اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں کہا جاتا ہے من رجا طلب ومن خاف هرب۔

نکتہ: (امید کو ان کے لئے اس وجہ سے ثابت کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ عمل نہ موجب ثواب ہے اور نہ ثبوت ثواب کا یقین دلانے والا۔ خاص کر اس وقت جبکہ اعتبار خاتمہ کا ہے)

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں،

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے، اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ جو زائد ہو وہ خرچ کر دیں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے آیات، تاکہ تم فکر کرو دنیا میں اور آخرت میں،

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں یتیموں کے بارے میں، آپ فرما دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ آپس میں ملا لو

فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ

تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم میں مفسد کون ہے مصلح کون ہے اور اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا،

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

۲۱۹۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ (آپ سے اے محمد (ﷺ) یہ لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو۔ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں۔ اور ان کے فائدے سے انکا گناہ بڑا ہے اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں کہہ دو۔ جو ضرورت سے زیادہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ تم غور کرو)۔ شراب کے متعلق چار آیات اتریں۔ مکہ شریف میں نمبرا۔ سورۂ نحل ومن ثمرات النخیل والا عناب تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا۔ مسلمان شراب کو استعمال کرتے تھے اور اس وقت حلال بھی تھی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں شراب کے بارے میں فتویٰ دیں۔ یہ عقل کو دور کرنے والی اور مال سلب کرنے والی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

واقعۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ:

نمبر۲۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ پھر کچھ لوگوں نے تو شراب پینی چھوڑ دی۔ جبکہ دوسرے استعمال کرتے رہے

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک دن دوستوں کی جماعت کو دعوت دی انہوں نے شراب پی اور نشہ چڑھ گیا۔نماز کا وقت آ گیا۔ تو ان میں سے کسی نے امامت کروائی۔تو قل یآیہا الکفرون لا اعبد کو اعبد ماتعبدون پڑھ دیا۔اس پر یہ آیت اتری۔

واقعۂ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ:

نمبر۳۔ لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ النساء آیت نمبر۴۳ اب اس کے بعد پینے والوں کی تعداد کم ہوگئی۔ پھر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے دوستوں کی ایک جماعت کو بلایا۔ جب انہوں نے شراب پی اور اس کا نشہ چڑھا۔ تو ایک دوسرے سے جھگڑے اور باہمی مار پٹائی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا بَيَانًا شَافِيًا۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت۔
نمبر۴۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ۔تا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ اتاری۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر۹۰۔۹۱ اس آیت کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا۔ انتهينا انتهينا یا رب اے ہمارے رب ہم باز آئے باز آئے۔

ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ شراب کنوئیں میں گر جائے پھر اس کی جگہ منارہ بنایا جائے۔ میں علی اس پر اذان نہ دوں گا۔ اور اگر دریا میں قطرہ گر جائے پھر وہ دریا خشک ہو جائے اور اس میں گھاس اُگ آئے تو میں اس کو اپنے جانوروں کو نہ چراؤں گا۔ خمر۔ انگور کا شیرہ جو گاڑھا ہو جائے جھاگ نکالے اصل میں خمرہ خمراً مصدر پر اسمیت کا معنی غالب آ گیا۔ اس نے ڈھانپا ڈھانپنا۔ شراب بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

میسر کا مآخذ:

المیسر۔ کا معنی ہے جُوّا یہ یسر سے مصدر ہے جیسا موعد اپنے فعل سے۔
کہا جاتا ہے۔ یسرته۔ جبکہ اس سے جوا کھیلے۔ اور ایسر سے مشتق ہے۔ کیونکہ دوسرے کا مال اس میں سہولت و آسانی بغیر محنت و تھکاوٹ کے حاصل کر لیتا ہے یا ایسار سے مشتق ہے گویا اس کے بائیں ہاتھ نے یہ مال چھین لیا ہے۔ جوئے کی صورت حال اس طرح تھی ان کے ہاں دس تیر تھے۔ جن پر خطوط تھے۔ اور وہ درج ذیل تھے۔

جوئے کے تیر:

نمبر۱۔ الفذ اس کا ایک حصہ تھا۔ نمبر۲۔ التوام اس کے دو حصے تھے۔ نمبر۳۔ الرقیب اس کے تین حصے تھے۔ نمبر۴۔ الحلس اس کے چار حصے تھے۔ نمبر۵۔ النافس اس کے پانچ حصے تھے۔ نمبر۶۔ المسبل اس کے چھ حصے تھے۔ نمبر۷۔ المعلیٰ اس کے سات حصے تھے۔ تین تیر بلا علامت تھے ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ نمبر۱۔ المنیح نمبر۲۔ السفیح۔ نمبر۳۔ الوغد وہ ان تمام تیروں کو ایک تھیلے میں ڈالتے۔ اور ایک عادل آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔ پھر وہ ان تیروں کو حرکت دیتا۔ اور اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈال کر ہر آدمی کے نام پر باری باری ایک ایک تیر نکالتا جاتا۔ جس کا تیر ان تیروں میں سے نکلتا جن کے حصے مقرر تھے۔ وہ مقررہ حصے لے لیتا۔ اور جس کا ایسا تیر نکلتا جن کے حصے مقرر نہ تھے وہ کچھ وصول نہ کرتا۔ بلکہ سارے اونٹ کی قیمت بطور تاوان دیتا۔ وہ حصے وصول

کرنے والے اپنے حصے فقراء پر بانٹ دیتے۔ اس میں سے خود کچھ بھی استعمال نہ کرتے اور اس پر فخر کرتے اور جو اس میں داخل نہ ہوتا۔ اس کی مذمت کرتے۔ قمار کی تمام اقسام۔ نرد۔ شطرنج وغیرہ اسی کے حکم میں ہیں۔

لین دین کے متعلق سوال:

وہ آپ سے ان کے لین دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں۔ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (کہ ان میں گناہ بہت بڑا ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں)۔ باہمی جھگڑے اور گالم گلوچ کی وجہ سے اور فحش گوئی اور جھوٹ کی وجہ سے۔

قراءت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے کبیر کی جگہ کثیر پڑھا ہے۔

ومنافع للناس سے مراد تجارت خمر کے فوائد اور پینے کی لذت اور جوئے میں فقراء کا نفع یا مال بلا محنت کے میسر آ جانا۔ وَاِثْمُهُمَآ۔ ان کے لین دین کے گناہ کی سزا۔ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ وہ ان دونوں کے فائدے سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ شرابی اور جوا باز طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو فرما دیں جو بچ رہے۔ **عفو** زائد کو کہتے ہیں۔ یعنی تم وہ خرچ کرو۔ جو ضرورت سے بچا ہوا ہو۔ ابتدائے اسلام میں تمام زائد مال کا خرچ کرنا فرض تھا کھیتی والے کو اپنا سال کا خرچہ رکھ کر مہینے کے بعد زائد کے خرچ کر ڈالنے کا حکم تھا۔

جب آیت زکوٰۃ نازل ہوئی۔ تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

نحو و قراءت: ابو عمرو نے اس کو ضمہ کے ساتھ اَلْعَفْوُ پڑھا ہے جنہوں نے اس کو نصب دیا تو انہوں نے ''مَاذَا'' کو ایک اسم قرار دے کر ینفقون سے منصوب بنایا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے قل ینفقون العفو۔ **نحو**: اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے مَا کو مبتدا اور ذا کو صلہ سمیت اس کی خبر بنایا ہے ذا یہاں الّذی کے معنی میں ہے ینفقون یہ ذا کا صلہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ما الذی ینفقون؟ تو اس کے جواب میں العفو لایا گیا۔ یعنی ھو العفو۔ تو جواب کو سوال والا اعراب دے دیا۔ تاکہ سوال و جواب میں مطابقت ہو۔

كَذٰلِكَ۔ کاف یہ موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تَبْيِيْنًا مِّثْلَ هٰذَا التَّبْيِيْنَ۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ تم سوچ و بچار کرو۔

تفسیر آیت ۲۲۰:

فِي الدُّنْيَا۔ (دنیا میں) یعنی دنیا کے معاملے میں۔

وَالْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) فی یہ یتفکرون سے متعلق ہے۔ یعنی تم دونوں جہانوں کے متعلق غور و فکر کرو۔ اور ایسے اعمال کرو۔ جو تمہارے لئے نہایت درست ہوں۔ یا دونوں جہانوں کے متعلق سوچ و بچار کرو اور ان میں جو باقی رہنے والا ہے اور کثرت منافع والا ہے اس کو ترجیح دو۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ یبین کے متعلق بھی ہوسکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

یبین لکم الأیات فی امر الدارین وفیما یتعلق بھما اور وہ تمہارے لئے اپنی آیات دونوں جہانوں کے سلسلے میں اور جو چیزیں ان سے متعلق ہیں واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ لعلکم تتفکرون۔ تا کہ تم سوچ بچار کرو۔ جب یہ آیت نمبر ۱۰ سورۃ نساء ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما اتری تو کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یتامیٰ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور ان سے میل جول چھوڑ دیا۔ اور ان کے مالوں کی نگرانی ترک کر دی۔ اور اس بات کا تذکرہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو یہ آیت اتری۔

مداخلت برائے احتیاج:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ (وہ آپ سے یتیموں کے بارے سوال کرتے ہیں تم کہہ دو اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے) یعنی ان کے معاملات میں اور اموال میں اصلاح کی خاطر مداخلت الگ تھلگ ہو جانے سے بہتر ہے۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ (تم ان سے میل جول کرو) اور علیحدگی اختیار مت کرو۔

فَاِخْوَانُكُمْ۔ (پس وہ تمہارے دینی بھائی ہیں) اور بھائی کا حق ہے کہ دوسرے بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ان کے اموال میں بگاڑ پیدا کرنے والے کا ان کی اصلاح کرنے والے سے) پس مداخلت کے مطابق بدلہ دے گا۔ پس احتیاط کرو اور اصلاح کے علاوہ اور کوئی چیز مت تلاش کرو۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ۔ (اور اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تنگی منظور ہوتی)

لَاَعْنَتَكُمْ۔ (تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا) تمہیں مشقت اٹھوا کر اور تنگی میں مبتلا کرتا۔ اور شرکت کو مطلق مباح نہ کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ زبردست) یعنی غالب ہے وہ اپنے بندوں پر مشقت ڈالنے کی قدرت رکھتا ہے اور تنگی میں مبتلا کرنے کی۔

حَكِيْمٌ۔ (حکمت والا ہے) وہ وسعت کے مطابق اور طاقت کے لحاظ سے حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور البتہ ایمان والی باندی بہتر ہے مشرک عورت سے اگر چہ

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

وہ تمہیں اچھی لگے، اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرکین سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، البتہ ایمان والا غلام بہتر ہے

مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ

مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، اور اللہ

يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے، اور اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ وہ نصیحت

٢٧ ع٥ ١١ يَتَذَكَّرُوْنَ ع ﴿۲۲۱﴾

حاصل کریں۔

۲۲۱۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ (اور مشرکہ عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں۔ان سے نکاح نہ کرو۔اور البتہ مؤمنہ لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں اچھی معلوم ہو۔اور نہ نکاح کرو مشرک مردوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے بہت بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں پسند آئے۔ یہ دوزخ کی طرف بلانے والے ہیں۔اور اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں۔اپنے حکم سے اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔

شانِ نزول: جب مرثد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آیا وہ عناق مشرکہ سے نکاح کرے۔تو یہ آیت اتری۔

تفسیر آیت ۲۲۱:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ۔تم مشرکہ عورتوں سے نکاح مت کرو۔جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔نکح کا معنی خود نکاح کرنا اور انکح نکاح کروانا۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ؕ۔مؤمنہ لونڈی بہت بہتر ہے مشرکہ سے خواہ وہ تمہیں زیادہ بھائے یعنی اگر چہ حالت یہ ہو کہ مشرکہ تمہیں پسند ہو اور تم اس سے محبت کرتے ہو۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى

اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے، سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض

الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ

کے زمانہ میں، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ

جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو، اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی

الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

اختیار کرنے والوں کو۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ ۔نہ نکاح کر کے دو مشرکین کو۔یعنی کسی مسلمہ کا نکاح ان سے مت کرو۔

امام زجاج رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا۔

جامع العلوم:

نے فرمایا۔یہاں ایک مفعول کوحذف کیا گیا ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَا تُنْكِحُوا هُنَّ الْمُشْرِكِيْنَ کہ نہ نکاح کر کے دو ان مسلمات کا مشرکین کو۔حَتّٰى يُؤْمِنُوا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ ۔یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور مومن غلام بہت بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے۔

اُولٰٓئِكَ اس میں ماقبل کی علت بیان کی گئی اور اس کا مشار الیہ مشرکہ عورتیں اور مشرک مرد ہیں۔

ان سے رشتہ قطع کریں:

يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۔(وہ آگ کی طرف دعوت دینے والے ہیں) یعنی اس کفر کی طرف دعوت دینے والے ہیں جو اہل نار کا عمل ہے پس وہ اس بات کے مستحق ہیں۔کہ ان سے دوستی نہ کی جائے۔اور نہ ان سے دامادی کا رشتہ قائم کیا جائے۔

ان سے موالات واجب ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ ۔(اور اللہ تعالیٰ جنت ومغفرت کی طرف دعوت دینے والے ہیں) اور جو چیز انکی طرف پہنچانے والی ہو یہی وہ لوگ ہیں جن کی موالات واجب ہے اور انکی مصاہرت درست ہے۔بِاِذْنِهٖ۔اپنے اذن سے یعنی اپنے علم سے یا اپنے حکم سے۔وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ اور اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۲۲۲۔وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا

تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے۔ سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض کے زمانہ میں' اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں' پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو۔

شانِ نزول: اہل عرب حائضہ عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش رکھتے جیسا کہ یہود مجوس کرتے۔ حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا۔ یارسول اللہ! حیض کی حالت میں عورتوں سے کس طرح معاملہ کریں؟ پس یہ آیت اتری۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ (وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں) المحیض۔ یہ مصدر میمی ہے کہا جاتا ہے۔ حاضت حیضًا۔ اس کو حیض آیا حیض آنا۔ جیسے جاء مجیئًا۔

قُلْ هُوَ اَذًى۔ (کہہ دیں وہ ناپاکی ہے)۔ یعنی حیض گندگی ہے اور صحبت کرنے والے کو ایذاء دیتی ہے۔

اعتزالِ عورت کا دائرہ:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ (تم عورتوں سے حیض میں الگ رہو) یعنی ان سے پرہیز کرو۔ یعنی مجامعت نہ کرو۔ یہ بھی کہا گیا کہ نصاریٰ ان سے مجامعت میں حیض کی پرواہ نہ کرتے۔ اور یہود ان سے بالکل علیحدگی اختیار کرتے پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان میں میانہ روی کا حکم دیا۔

مَسْئَلَه: امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ازار کے نیچے والے حصہ سے پرہیز کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک فقط شرمگاہ سے پرہیز واجب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ خون کے نشان یعنی شرمگاہ سے بچے۔ اور اس کے لئے بقیہ جسم میں اختیار ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ۔ (ان کے قریب نہ جاؤ) یعنی مجامعت مت کرو۔ یا ان کی مجامعت کے قریب نہ جاؤ۔

حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ (یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں)

اختلافِ قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ غسل کر لیں اور یہ اصل میں یتطهرن۔ تاء۔ طاء کو قربِ مخرج کی وجہ سے ادغام کر لیا۔ دیگر قراء نے يَطْهُرْنَ۔ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اسکا معنی خون کا منقطع ہونا ہے۔

مَسْئَلَه: دونوں قراءتیں دو آیات کی طرح ہیں ہم نے دونوں پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ کہ دم حیض کے اکثر دن گزر جانے پر اگر خون منقطع ہو گیا۔ اور اگر عورت نے غسل نہیں بھی کیا۔ تو مرد اسکے قریب جا سکتا ہے قراءت تخفیف کا یہ تقاضا ہے اور اگر خون قلیل دنوں میں منقطع ہو گیا۔ تو جب تک عورت غسل نہ کرے اس کے قریب نہ جائے۔ یا اس پر ایک وقت نماز کا نہ گزر جائے۔ تاکہ انقطاع بالیقین ثابت ہو جائے۔ اس طرح قراءت تشدید پر عمل ہو گیا۔ اور اس پر محمول کرنا آیت کا یہ اس کے عکس پر محمول کرنے سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ عکس کی صورت میں ایک پر عمل کا ترک لازم ہوگا۔ جمع نہ کیا جا سکے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مرد اس وقت تک قریب نہیں جا سکتا۔ جب تک خوب طہارت حاصل نہ کرے۔ اور ان کی دلیل یہ آیت: فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ز وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ط

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں آ جاؤ جس طرف سے ہو کر چاہو اور تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیج دو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ط وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو، اور مومنین کو خوشخبری سنا دو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صورتِ جمع:

آنے کا مطلب ان سے جماع کرنا ہے۔ پس اس طرح انہوں نے دونوں آیات کو جمع کیا۔
مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۔ (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا) یعنی ان مقامات سے جہاں سے اس نے تمہیں آنے کا حکم دیا۔ اور اس کو حلال کیا اور وہ شرمگاہ ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ۔ (بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) توابین سے مراد ممنوعات کے ارتکاب سے رجوع کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے خواہ وہ غلطی پر غلطی کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی پہچان یہ ہے کہ اس کی عظیم معافی کے سبب مایوس نہ ہو۔
وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ (اور خوب پاکیزگی والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی پانی سے پاکیزگی اختیار کرنے والے یا عورتوں کے ساتھ دبر میں وطی سے بچنے والے ہیں۔ یا حیض میں جماع سے بچنے والے یا فواحش سے بچنے والے ہیں۔
شانِ نزول: یہود کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی اپنے اہل کے ساتھ بیٹھ کر وطی کرے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوگا تو یہ آیت اتری۔

مقصودِ جماع بقائے نسل ہے:

۲۲۳۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۔ (تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں) یعنی کھیتی کے مقامات ہیں۔ اور یہ مجاز ہے عورتوں کو کھیتیوں سے تشبیہ دی۔ اس لئے کہ ان کے رحموں میں نطفے ڈالے جاتے ہیں جو نسل کے لئے بمنزلہ بیج ہے اور لڑکا بمنزلہ نبات کے ہے در اصل نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ یہ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کا بیان اور توضیح بن گئی۔ یعنی وہ مقام جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا۔ وہ مقام کھیتی ہے مقام گندگی نہیں۔ اس سے درحقیقت متنبہ کر دیا کہ مجامعت کا مقصد قضائے شہوت نہیں بقائے نسل ہے پس ایسے مقامات سے آؤ جس سے یہ مقصد متعلق ہے۔
فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۔ (اپنی کھیتی میں آؤ جیسے تم چاہو) یعنی ان سے جماع کرو جب چاہو۔ یا جس طرح چاہو۔ آؤ بیٹھ کر۔ یا چت لیٹ کر یا پہلو کے بل لیٹ کر مگر آنے کا مقام ایک ہی ہے۔ وہ مقام حرث ہے۔
یہ درحقیقت تمثیل ہے یعنی تم ان کے پاس آؤ جیسا تم اپنی اراضی جن میں تم کاشت کرنا چاہتے ہو جس طرف سے آتے ہو کوئی ایک طرف مخصوص نہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ

اور اپنی قسموں کے ذریعہ نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اللہ کو آڑ نہ بناؤ

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بلاغت:

ان آیات میں لطیف کنایات اور خوبصورت تعریضات ہیں۔

تعلیم آداب:

ھوا ذی فاعتزلوا النساء۔ من حیث امرکم اللّٰہ۔ فاتوا حرثکم انّٰی شئتم۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان آداب کو اختیار کرے۔ اپنے محاورات اور مکاتبات میں بتکلف یہ انداز اختیار کرے۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۔ (اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو) یعنی جن اعمال صالحہ کا مقدم کرنا ضروری ہے اور ممنوعات کی مخالفت سے بچو یا اولاد طلب کرو یا اس سے مراد وطی ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی ممنوعات پر جرأت مت کرو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۔ (اور یقین کرلو بے شک تم اس کو ملنے والے ہو) یعنی تم اس کی طرف جانے والے ہو پس اس کی ملاقات کی تیاری کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو) ثواب کے ساتھ اے محمد ﷺ۔

عجیب نکتہ:

تین مرتبہ يَسْئَلُوْنَكَ بغیر واؤ کے آیا۔ پھر تین مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا گیا۔ کیونکہ پہلے تین حوادث کے متعلق سوال گویا متفرق حالات میں پیش آیا اس لئے حرف عطف نہیں لایا گیا کیونکہ ہر سوال ابتدائی سوال تھا اور پچھلے حوادث کے متعلق سوال ایک ہی وقت میں پیش آئے اس لئے واؤ جمع کا ان کے درمیان لایا گیا۔

۲۲۴۔ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کو روکنے والا اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کرو گے۔ اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اصلاح کرو گے لوگوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں)۔

عرضہ کی تفسیر:

العُرضه۔بروزن فُعله بمعنی مفعول ہے جیسا قبضہ بمعنی مقبوض۔اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے لئے رکاوٹ بنے۔یہ عرض العود علی الاناء سے لیا گیا ہے جولکڑی اس برتن سے آڑ اور رکاوٹ بن جائے۔جیسے تم کہتے ہو۔عرضة دون الخیر۔فلاں آدمی بھلائی کے راستہ میں رکاوٹ ہے بعض لوگ صلہ رحمی کے بعض کاموں پر قسم اٹھاتے یا اصلاح رشتہ داری کرنے کی قسم کھا لیتے یا کسی پر احسان نہ کرنے کی یا عبادت نہ کرنے کی۔پھر کہتے۔

اخاف الله ان احنث فی یمینی۔میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ میری قسم ٹوٹ جائے پس وہ نیکی کو اس لئے چھوڑتا ہے اپنی قسم میں نیکی کا ارادہ کر کے۔

قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا:

پس ان کو کہہ دیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔یعنی اس چیز کے لئے رکاوٹ نہ بناؤ اس چیز کو جس پر قسم اٹھائی ہے اور محلوف علیہ کو یمین کہا کیونکہ وہ قسم سے متعلق ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی چیز پر قسم اٹھائے پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔(احمد، نسائی) تو اس شیٔ کو یمین کہا گیا۔

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔(کہ تم نیکی نہ کرو گے اور تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور لوگوں کے مابین اصلاح نہ کرو گے)۔

لام کی دو قسمیں:

جملہ لایمانکم کا عطف بیان ہے یعنی للا مور المحلوف علیها التی هی البر والتقوی والاصلاح بین الناس۔یعنی وہ امور جن پر قسم اٹھائی گئی ہے وہ بر تقویٰ اور اصلاح بین الناس ہے اور لام فعل سے متعلق ہے۔یعنی ولا تجعلوا الله عرضة لایمانکم نہ بناؤ اللہ کو اپنی قسموں کے لئے پردہ۔

دوسرا قول: لام تعلیل کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور ان تبروا فعل سے متعلق ہو یا عرضة سے متعلق ہو یعنی ولا تجعلوا الله لاجل ایمانکم به عرضة لان تبروا۔اللہ تعالیٰ کی قسموں کو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے سے تم آڑ نہ بناؤ کہ تم قسم کھا لو کہ فلاں کے ساتھ سلوک نہ کرو گے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ۔(اور اللہ سننے والے ہیں) تمہاری قسموں کو۔عَلِيْمٌ۔(اور جاننے والے ہیں) تمہاری نیات کو

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

اللہ تعالیٰ تمہارا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔ تمہاری لغو قسموں کے بارے میں، لیکن مؤاخذہ اس بات پر فرمائے گا جس کا تمہارے دلوں نے

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۲۲۵

ارادہ کیا اور اللہ غفور ہے حلیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۲۵:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ۔(اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہ کرے گا تمہاری قسموں میں بے ہودہ قسموں پر)
اللغو۔ وہ بے ہودہ اور نکمی چیز جس کا اعتبار نہ ہو خواہ کلام ہو یا اور کچھ۔

یمین لغو:

وہ بے ہودہ قسم جس کا قسموں میں اعتبار نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسی چیز پر قسم کھائے کہ جس کے متعلق گمان ہو کہ اس نے قسم نہیں اٹھائی اور معاملہ اس کے الٹ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لغو یمین اٹھانے والے کو سزا نہ دیں گے۔
عندالشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ جو زبان پر بلاقصد جاری ہو جائے مثلاً لا واللّٰہ وبلی واللّٰہ
وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ ۔(لیکن وہ مؤاخذہ کریں گے) یعنی سزا دیں گے۔

یمین غموس اور مؤاخذۂ آخرت:

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۔(اس پر جو کمایا تمہارے دلوں نے) یعنی جو جان بوجھ کر قسم میں جھوٹ بولا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ آدمی ایسی چیز کی قسم جان بوجھ کر کھائے جس کے متعلق جانتا ہو۔ کہ وہ اس کے برخلاف ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور یہی یمین غموس ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے یمین غموس پر کفارہ کو لازم کیا کیونکہ وہ دل کا کسب ہے۔ عزم اور قصد ہے اور مؤاخذہ یہاں واضح نہیں۔ بلکہ سورۃ المائدہ کی آیت میں واضح ہے۔ پس وہاں کا بیان یہاں کیلئے ہوگا۔
جواب: ہم کہتے ہیں اور وہ اگلے جہان کا معاملہ ہے اور مواخذہ اس جگہ دار ابتلاء سے مقید ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول کرنا درست نہیں۔
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔(اللہ تعالیٰ بخشنے والے بردبار ہیں) کہ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کے بارے میں قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینہ کا انتظار ہے پھر اگر رجوع کر لیں تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۲۶:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ۔وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں۔یؤلون کا معنی قسم اٹھانا ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔مِنْ نِّسَآئِهِمْ یہ جار مجرور سے متعلق ہے۔یعنی للذین کے جیسا تم کہو۔
لك منی نصرة۔ ولك منی معونة۔اب مطلب یہ ہوا للمؤلین من نساء هم۔اپنی عورتوں کے بارے میں قسم کھانے والوں کے لئے۔

ایلاء کی تحقیق:

تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۔(چار ماہ انتظار کرنا ہے)یعنی قسم اٹھانے والے کے لئے ثابت ہوا چار ماہ کا انتظار گویا یہ استقر کے متعلق ہوا۔یؤلون کے متعلق نہیں کیونکہ وہ آلی' علی سے متعدی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں آلی فلان علی امرأته۔صحیح محاورہ ہے اگر کسی نے آلی فلان من امرأته کہا۔تو اس آیت کو دیکھ کر غلط وہم کیا ہے۔البتہ اس طرح کہا جا سکتا ہے۔یہاں من سے آلی کو متعدی اس لئے کیا گیا کیونکہ اس قسم میں بُعد اور دوری کا معنی پایا جاتا ہے گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے یبعدون من نساء هم مؤلین وہ دوری اختیار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے اس حال میں کہ وہ قسم اٹھانے والے ہیں۔
فَاِنْ فَآءُوْ ۔پس اگر وہ رجوع کریں ان مہینوں میں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں فان فاء و فیهن ہے وہ اس معنی کی تاکید کرتی ہے یعنی وطی کی طرف لوٹ آئیں۔اور ترک پر اصرار چھوڑ دیں۔
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔(پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں)اسی لئے کفارہ مشروع کیا۔

تفسیر آیت ۲۲۷:

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ ۔(اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا)رجوع کو ترک کر کے پس وہ مدت کے اختتام کا انتظار کریں۔
فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۔(پس اللہ سننے والا ہے)اس کی قسم والی بات کو۔

قولِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

عَلِيْمٌ ۔(اور جاننے والا ہے)اس کی نیت کو۔دراصل یہ جملہ اصرار علی القسم ترک رجوع پر وعید ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنی جانوں کو روکے رکھیں تین حیض آنے تک، اور ان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ

يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ

جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اسے چھپائیں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور یوم آخرت

الْاٰخِرِؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

پر، اور ان کے شوہر ان کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اس مدت کے اندر اگر اصلاح کا ارادہ کریں،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

اور عورتوں کے لئے اس جیسا حق ہے جو ان کے اوپر ہے اچھے طریقہ پر، اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے

۲۸ ع ۷ ۱۲ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ؑ ﴿۲۲۸﴾

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اس کا معنی یہ ہے پس اگر وہ رجوع کرلیں مدت کے گزرنے کے بعد گویا رجوع مدت کے گزرنے کے بعد ہے کیونکہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔

شاندار جواب:

جواب: مگر اس کا جواب یہ ہے فان فاء و وان عزموا درحقیقت للذین یؤلون من نساء ھم کی تفصیل ہے۔ اور تفصیل مفصل کے بعد آتی ہے۔ جیسا کہ تم کہو۔

انا نزیلکم ھذا الشھر فان احمدتکم اقمت عندکم الی آخرہ وِاِلَّا لَمْ اُقِمْ الاریثما أتحول۔ میں اس مہینہ تمہارا مہمان ہوں پس اگر میں تمہاری تعریف کروں تو ہمیشہ تک کے لئے تم میں قیام کروں گا۔ ورنہ قیام نہ کروں گا اور تھوڑی دیر میں کوچ کر جاؤں گا۔

تفسیر آیت ۲۲۸: وَالْمُطَلَّقٰتُ۔ (اور طلاق شدہ عورتیں) یعنی مراد مدخول بہا حیض والی عورتیں۔

امر بصورتِ خبر:

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ۔ (وہ اپنے آپ کو روکیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے اصل کلام اس طرح ہوگا۔ ولتتربص المطلقات چاہیے کہ مطلقہ عورتیں انتظار کریں امر کو بصورت خبر لاکر تاکید امر مقصود ہے اور اس بات کی طرف نشان دہی کی گئی کہ یہ ان کاموں میں سے ہے جن کو فی الفور پورا کرنا مناسب ہے گویا ان عورتوں نے اس حکم کو انتظار سے تسلیم کرلیا ہے پس اس کے

پائے جانے کی خبر دی جا رہی ہے۔ اہل عرب دعا میں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ رحمك الله یہ کلمہ دعائیہ بھی خبر کی صورت میں اسی لئے لایا جاتا ہے۔ کہ قبولیت پر یقین واعتماد ہوتا ہے گویا رحمت ابھی موجود ہے اور یہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ پھر یہاں مبتداء پر اس کی بنیاد رکھ کر تاکید میں اضافہ کر دیا۔ کیونکہ جملہ اسمیہ دوام وثبات پر دلالت کرتا ہے بخلاف جملہ فعلیہ کے نیز انفس کا ذکر کر کے ان کو انتظار پر مزید برانگیختہ کیا گیا اور مزید اس پر ابھارا کیونکہ عورتوں کے نفس مردوں کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ پس ان کی ذوات کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو ہٹائیں۔ اور طمع پر غالب کریں اور انتظار پر مجبور کریں۔

قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل:

ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ (تین حیض) قرٗ جمع قرء یا قُروء کی اور اس کا معنی حیض ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دعی الصلوۃ ایام اقراء ك (دارقطنی)

تو نماز اپنے حیض کے ایام کی مقدار چھوڑ دو۔ اسی طرح یہ ارشاد طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان۔ (ابوداؤد ترمذی) آپ ﷺ نے طہران نہیں فرمایا اور سورۃ الطلاق آیت نمبر ۴ واللّٰئی یئسن من المحیض من نساء کم ان ار تبتم فعد تہن ثلاثة اشهر۔ میں اشهر کو حیض کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ اطہار کو قائم مقام قرار نہیں دیا گیا۔ (پس گویا اشارۃ النص سے اس معنی کی تاکید ہوگئی) ان نصوص کے علاوہ دلائل عقلیہ۔

اس معنی کے تین دلائل عقلیہ:

دلیل عقلی نمبر ۱: عدت کا مقصود استبراء رحم ہے حیض سے رحم کا استبراء حاصل ہوتا ہے نہ کہ طُہر سے اسی بناء پر بالاتفاق لونڈی کے لئے استبراء ایک حیض سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ اگر طہر مراد لیا جائے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے تو عدت دو قرء اور تیسرے کے کسی قدر حصہ سے ختم ہو جائے پس تین کی عددیت حاصل نہ ہوئی کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طُہر کے آخر میں طلاق دے تو وہ حیض امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں عدت میں پورا شمار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اگر اس کو حیض کے آخر میں طلاق دے تو ہمارے ہاں وہ حیض گنتی میں نہ آئے گا اور یہ ظاہر بات ہے کہ تین ایک خاص عدد ہے جو تین سے کم پر بولا نہیں جاتا۔

نمبر ۳۔ محاورۂ عرب ہے اقرأت المرأة جبکہ اس کو حیض آئے اور امرأة مقرئ حائضہ عورت

نحوی تحقیق:

نَحْو: ثلاثة منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یعنی یتربصن ثلاثة قروء نمبر ۱۔ یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی یتربصن مدة ثلاثه قروء نمبر ۲۔ یعنی وہ روکیں اپنے کو مدت تین حیض کے گزرنے تک۔ تمیز جمع کثرت ہے نہ جمع قلت جو کہ اقراء ہے کیونکہ اتساعاً یہ جمعیت میں مشترک ہیں۔ شاید قروء کا لفظ قرء کی جمع کے طور پر اقراء سے زیادہ استعمال ہوتا ہے پس اس کو قلیل الاستعمال پر ترجیح دے کر ذکر کیا گیا۔ کیونکہ قلیل الاستعمال بمنزلہ مہمل کے ہے۔

کتمان کی مراد:

وَلَايَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ۔(اوران کے لئے جائز نہیں کہ وہ چھپائیں اس چیز کو جواللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے)یعنی حمل ٗ یادم حیض یا دونوں میں سے کوئی ایک اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عورت اپنے خاوند سے جدائی کا ارادہ رکھتی ہو پس وہ حمل کو چھپائے تاکہ وہ خاونداس کی طلاق میں وضع حمل تک انتظار نہ کریں۔اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لڑکے کے بارے میں شفقت کرتے ہوئے اس کو رخصت سے گریز کرے۔یا وہ عورت اپنا حیض چھپائے اور کہے کہ وہ حائضہ ہے حالانکہ وہ طہر میں ہو،تاکہ جلدی طلاق حاصل کرلے۔

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔(اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں) یہاں ان کی اس حرکت کو بڑا کر کے پیش کیا گیا۔کیونکہ جس کواللہ تعالیٰ پراور آخرت کی سزا پرایمان ہووہ اس کے گناہ پر جرأت نہیں کرتا۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ۔(اوران کے خاوند)البعول جمع بعل ہےتاء جمع مؤنث کے لئے لائی گئی ہے۔

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔(ان کےلوٹانے کےزیادہ حق دار ہیں)یعنی ان کے خاوند رجعت کے زیادہ حقدار ہیں۔

لفظ زوج کی حکمت:

مَسْئَلَہ:اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ طلاق رجعی سے وطی حرام نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کوطلاق کے بعد بھی زوجاً کےلفظ سے ذکرفرمایاہے۔

فِيْ ذٰلِكَ۔(اس میں)یعنی مدت انتظار میں۔مطلب یہ ہے کہ جب آدمی رجوع کا ارادہ کرلےاورعورت انکارکرے تو مرد کی بات کوعورت کی بات پرترجیح دی جائے گی۔اورمرداس بات کا زیادہ حقدار ہےاس بناء پرنہیں کہ اس کورجوع کا حق ہے۔

اِنْ اَرَادُوْٓا۔(اگروہ ارادہ کریں)یعنی رجوع کا۔

اِصْلَاحًا ۔(درستگی کا)اپنے اوران کے مابین۔اوران پراحسان کاارادہ رکھتے ہوں۔ان کونقصان پہنچانامقصود نہ ہو۔

طرفین کےحقوق وفرائض:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ(اوران عورتوں کاحق ہےاسکی مثل جیساعورتوں پرہے)یعنی ان عورتوں کامردوں پرحق لازم ہےجیسے مہرونفقہ اورحسن معاشرت اورترک مضرت وغیرہ اسکی مثل جوخاوندوں کاان عورتوں پرلازم ہےجیسے ناپسند باتوں سےروکنااوراچھی باتوں کاحکم دینا۔

بالمعروف سےمماثلت فی الاصلاح مرادہے:

بِالْمَعْرُوْفِ۔(دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جوشریعت و عادات میں نامناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ یہاں مماثلت سےجنس فعل میں مماثلت مرادنہیں بلکہ ایک دوسرے کےحقوق ذمہ ہونے اوراصلاح ودرستی اختیار کرنے میں مماثلت مرادہے۔

پس مردپرلازم نہیں کہ جب عورت اس کے کپڑے دھوئے یااس کے لئے کھانا تیارکرےتو وہ مرد بھی اسی طرح اس کے لئے کرے۔بلکہ اس کے بالمقابل وہ کام کرے جومردوں کےلائق ہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط وَلَا

طلاق دو مرتبہ ہے پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ، یا چھوڑ دینا ہے اچھے طریقہ پر، اور

يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا

تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم کچھ بھی لے لو اس مال میں سے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ مگر اس صورت میں کہ میاں بیوی اس بات سے ڈرتے ہوں کہ حدود اللہ

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ لا فَلَا جُنَاحَ

قائم نہ رکھ سکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو کوئی گناہ نہیں

عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ

ان دونوں پر اس بارے میں کہ عورت اپنی جان کا بدلہ دے دے، یہ اللہ کے حدود ہیں۔ سو تم ان سے آگے مت بڑھو۔ اور جو کوئی

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

شخص اللہ کے حدود سے آگے بڑھ جائے تو ایسے لوگ ظلم کرنے والے ہیں، پھر اگر اس کو طلاق دے دی تو اس کے لئے اس کے بعد حلال نہ

لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

ہوگی یہاں تک کہ اس شوہر کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ سو اگر اس نے طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی

عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ

گناہ نہیں کہ پھر آپس میں رجوع ہو جائیں۔ اگر دونوں کو اس بات کا گمان ہو کہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے اور یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

اللہ کی حد بندیاں ہیں وہ انہیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ (اور مردوں کو ان پر درجہ حاصل ہے) یعنی زائد حق ہے اور اس کے معاملات کی ذمہ داری میں افضلیت ہے اگرچہ لذت واستمتاع' انفاق' ملک نکاح میں دونوں شریک ہیں۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کے معاملات پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) وہ اسی بات کا حکم فرماتے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۲۹:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ (طلاق (رجعی) دوبار ہے) الطلاق بمعنی التطلیق یعنی طلاق دینا ہے جیسے السلام بمعنی تسلیم۔ مطلب یہ ہے کہ

شرعی طلاق ایک طلاق کے بعد طلاق متفرق طور پر دینا ہے۔ نہ کہ اکٹھی اور نہ ایک ہی لفظ سے مرتین سے مراد تثنیہ نہیں بلکہ دفعہ (مرتبہ) مراد ہے۔ جیسے سورۂ ملک آیت نمبر ۴ میں ثم ارجع البصر کرتین یعنی کرّۃً بعد کرّۃٍ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ ہے نہ کہ دو مرتبہ۔

طلاقِ بدعت:

مَسْئَلَہ: اس آیت میں ہماری دلیل ہے۔ دو طلاقوں اور تین کو اکٹھا ایک ہی طہر میں دینا بدعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں الگ الگ کر کے دینے کا حکم دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں اگرچہ یہ خبر ہے مگر یہ امر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں تخلف لازم آتا ہے اس لئے کہ طلاق اکٹھی بسا اوقات پائی جاتی ہے۔

ایک قول: یہ بھی ہے کہ ایک انصاریہ نے عرض کیا۔ میرے خاوند نے کہا ہے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں پھر رجوع کرتا رہوں گا۔ پس یہ آیت اتری۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ کہ طلاق رجعی تو دو بار ہے کیونکہ تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں۔

بِمَعْرُوْفٍ۔ پھر دستور کے موافق رکھنا ہے یعنی رجوع کر کے مطلب یہ ہے کہ تم پر دستور کے موافق رو کے رکھنا لازم ہے۔

اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (یا حسن سلوک سے رخصت کر دے) یعنی اس سے رجوع نہ کرے۔ یہاں تک کہ عدت سے بائنہ ہو جائے۔

تیسری طلاق اور خلع:

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کو تیسری طلاق تیسرے طہر میں دے دے۔ یہ آیت جمیلہ اور ان کے خاوند ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں اتری۔ جمیلہ ان کو ناپسند کرتی تھی۔ جبکہ ثابت اس سے محبت کرتے تھے۔ ثابت نے ان کو مہر میں ایک باغ دے رکھا تھا۔ پس جمیلہ نے وہ باغ واپس کر کے ان سے خلع کر لیا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا خلع تھا (تفسیر طبری صفحہ ۴۶۱ جلد ۲)

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ۔ (اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے) اے خاوند یا اے حکام کیونکہ فیصلے کے وقت وہی لینے دینے کا حکم کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے انہی کو خود لینے' دینے والے کہہ دیا گیا۔

اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا ۔ (کہ تم لو اس میں سے کچھ جو کہ تم انہیں دے چکے ہو) یعنی اس میں سے جو مہر تم ان کو دے چکے ہو۔

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ (مگر جب دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں خدائی قوانین پر قائم نہ رہ سکیں گے) یعنی مگر یہ کہ میاں بیوی' جان لیں کہ ازدواجی زندگی برقرار رکھنے میں حقوق زوجیت میں حدود اللہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اس لئے کہ بیوی کی بداخلاقی اور نافرمانی ظاہر ہو چکی۔

فَاِنْ خِفْتُمْ۔ (پس اگر تمہیں ڈر ہو) یعنی اے حکام۔ یہ بھی جائز ہے کہ اول خطاب ازواج کو ہو اور دوسرا حکام کو۔

حدود اللہ کی مخالفت:

اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۔ (کہ وہ دونوں اللہ کے قوانین کی پابندی نہ کرسکیں گے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں) یعنی نہ مرد پر لینے کا گناہ اور نہ عورت پر دینے کا گناہ۔

فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۔ (اس چیز میں جو وہ عورت اپنے خاوند کو فدیہ میں دے) یعنی اس چیز کے دینے میں جس سے وہ اپنی جان چھڑا لے۔ اور جو مہر اس کو ملا ہے اس کے بدلے میں اپنے خاوند سے خلع کرے۔

نحو وقراءت:

حمزہ، یعقوب ابوجعفر رحمہم اللہ نے الا ان یخافا کو مبنی للمفعول پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے قراءت حفص کی طرح مبنی للفاعل ہی پڑھا ہے۔

اور الا یقیما یہ بمعنی صلہ یخافا کی ضمیر تثنیہ سے بدل الاشتمال ہے۔ مثلاً خیف زیدتر کہ اقامۃ حدود اللّٰہ۔ زید سے چھوڑنے کا خطرہ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کا قیام۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ یعنی انکی مخالفت کر کے تجاوز نہ کرو۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں) یعنی اپنے نفسوں کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۳۰:

فَاِنْ طَلَّقَهَا ۔ (پس اگر اس نے عورت کو طلاق دے دی) یعنی تیسری بار۔ دو بار کے بعد۔

خلع طلاق بدل:

سوال: خلع ہمارے نزدیک طلاق ہے اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے۔ تو اس طرح یہ چوتھی طلاق بن گئی۔

جواب: خلع طلاق بالبدل ہے (اور پہلی دو جو مذکور ہوئیں وہ بلا بدل ہیں) پس یہ تیسری طلاق ہوئی۔ اور یہ اسی کا بیان ہے یعنی اگر اس نے تیسری طلاق بالبدل دے دی۔ تو اس سے تحلیل کا حکم اس طرح ہے۔

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ ۔ (تو اب اس کے بعد وہ اسکے لئے حلال نہیں ہے) یعنی تیسری طلاق کے بعد۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ (جب تک کہ شوہر ثانی کے نکاح میں نہ آئے) یعنی اس وقت تک جبکہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ نکاح کی اسناد عورت کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے مرد کی طرف جیسے تزوج کا لفظ ہے۔ اس میں دلیل ہے۔ کہ نکاح عورت کی تعبیر سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اور وطی کی قید حدیث عسیلہ سے لگائی ہے۔ جیسا اصول فقہ میں معروف ہے۔

نکتہ: جب خاوند نے فراق کا اقدام کیا اور شرمندگی سے نکلنے کیلئے کوئی راستہ باقی نہ رہنے دیا تو عورت کو دوسرے خاوند کے دخول کے بغیر حلال نہ قرار دیا گیا۔ جب اس نے دخول کر لیا تو اب یہ عورت حلال ہوگئی اور دخول اس لئے لازم کیا۔ تا کہ آئندہ اس فعل

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت گزر جانے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو روک لو بھلائی کے ساتھ یا

سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ

ان کو چھوڑ دو خوبی کے ساتھ، اور ضرر پہنچانے کے لئے انہیں روک کر کے نہ رکھو تاکہ تم زیادتی کرو، اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ز

شخص ایسا کرے گا سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ

اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، اور جو کچھ اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے کتاب اور حکمت اس کو بھی یاد کرو۔

يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

اللہ اس کے ذریعہ تم کو نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بے شک ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ربع الثلثة

کے ارتکاب سے باز رہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے اس عورت کو طلاق دے دی یعنی زوج ثانی نے وطی کے بعد فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ (ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں) یعنی پہلے خاوند اور اس عورت پر اَنْ يَّتَرَاجَعَآ (کہ پھر رجوع کرلیں) اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (اگر ان کو یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے)۔

تعبیری حکمت:

سوال: (ان علما انهما يقيمان) نہیں فرمایا بلکہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا کہا گیا۔

جواب: کیونکہ یقین ان سے غائب ہے۔ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جن کو وہ بیان کرتے ہیں) قاری المفضل نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی نُبَيِّنُهَا۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں) یعنی اس کو سمجھتے ہیں جو ان کیلئے بیان کیا گیا۔

تفسیر آیت ۲۳۱:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ (جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرنے کو ہوں) یعنی جب ان کی عدت انتہا کو پہنچ جائے اور اسکے انتہا کے قریب ہو جائیں۔

لفظ اجل کا معنی:

الاجل کا لفظ تمام مدت پر بھی بولا جاتا ہے اور آخر مدت پر بھی انسان کی عمر کو بھی الاجل کہا جاتا ہے۔ اور موت کو بھی الاجل کہتے ہیں۔ جس سے عمر ختم ہوتی ہے۔

حسن معاشرت کا حکم:

فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ۔ انہیں حسن معاشرت سے روک لو یا سلوک کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔ یعنی یا تو ان سے رجوع کر لے مگر اس سے ان کو دکھ دینا مقصود نہ ہو۔ یا پھر اس کا راستہ چھوڑ دے تا کہ اس کی عدت ختم ہو جائے اور بلا ایذاء کے ہونا ظاہر ہو جائے۔

خاتمۂ رواج:

وَلَا تُمۡسِكُوۡهُنَّ ضِرَارًا (اور ان کو تنگ کرنے کیلئے مت روکو) ضِرَارًا۔ مفعول لهٗ (ترجمہ اسکے مطابق ہے) یا حال ہے۔ مت ان کو روکو اس حال میں کہ ان کو تنگی دینے والے ہو۔ عرب میں رواج یہ تھا کہ عورت کو طلاق دے کر چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ اس کی عدت کا زمانہ قریب اختتام ہوتا۔ تو پھر اس سے رجوع کر لیتے۔ مگر یہ رجوع ضرورت کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ عدت کو لمبا کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس کو قرآن مجید میں الامساك ضِرَارًا۔ فرمایا گیا۔ لِّتَعۡتَدُوۡا تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔ یعنی ان پر ظلم کرو یا ان کو فدیہ دینے پر مجبور کرو۔ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ۔ (جو اس طرح کرے گا) یعنی دکھ دینے کیلئے روکے گا۔

تاکید عمل:

فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ۔ (بس یقیناً اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا)۔ اس جان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا کر وَلَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ)۔ یعنی تم ان آیات کو اپنانے اور ان کے فرامین پر عمل کی کوشش کرو۔ اور ان کی پوری پوری نگہبانی کرو۔ ورنہ تو تم انکا مذاق بنانے والے ہو عرب اس آدمی کو جو کسی معاملے میں کوشش نہ کرے کہتے ہیں۔ انما انت لا عب وهازئٌ۔ تو تو کھیل تماشہ اور مذاق اڑانے والا ہے۔ وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں)۔ یعنی اسلام دے کر اور نبوت محمد ﷺ دے کر۔

وَمَاۤ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ وَالۡحِكۡمَةِ (اور جو کتاب اس نے نازل کی اور حکمت)۔ حکمت سے مراد کتاب اور سنت ہے۔ ذکر نعمت۔ یہ ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرے۔

يَعِظُكُمۡ بِهٖ (وہ اس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتے ہیں) یعنی ہ کی ضمیر ما انزل کی طرف جا رہی ہے اور یہ حال واقع ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس چیز میں جس میں اس نے تمہارا امتحان لیا ہے۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ۔ (اور یقین کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) خواہ وہ ذکر ہو یا تقویٰ نصیحت حاصل کرنا وغیر ذلك یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعد و وعید ہے۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ

نکاح کریں جبکہ آپس میں خوبی کے ساتھ رضا مند ہو جائیں۔ اس کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے

كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر آیت ۲۳۲:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں) یعنی ان کی عدت ختم ہو جائے۔

بلوغ کا معنی:

نکتہ: دونوں کلاموں کا سیاق ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بلوغ کا دونوں جگہ معنی الگ الگ ہے۔ یہاں تو نکاح کے بعد بلوغ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ عدت کے بعد ہی ہوتا ہے۔ پس یہاں معنی ختم ہونا اور پہلی آیت میں رجعت کے بعد ذکر کیا اور رجعت عدت کے دوران ہوتی ہے۔ اور پہلے میں معنی قریب اور اختتام ہونا ہے۔

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ۔ (پس تم مت ان کو روکو)۔ یعنی مت ان کو منع کرو۔

العضل ۔ روکنا اور تنگی دینا۔

اَنْ يَّنْكِحْنَ ۔ (یہ کہ وہ نکاح کریں)۔ یعنی اس بات سے کہ وہ نکاح کریں۔

اَزْوَاجَهُنَّ ۔ (اپنے خاوندوں سے) یعنی وہ خاوند جن کی طرف یہ عورتیں رغبت رکھتی ہیں اور وہ ان کے لئے مناسب بھی ہیں۔

عجیب استنباط:

مَسْئَلَہ: اس سے بھی اشارہ نکلا کہ عورتوں کی تعبیر سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

نکتہ: آیت میں خطاب ان ازواج کو ہے۔ جو اپنی عورتوں کو ظلم کے طور پر عدت کے ختم ہونے کے بعد روکتے ہیں اور اس وقت بھی ان کو چھوٹ نہیں دیتے کہ وہ جن خاوندوں سے پسند کریں نکاح کرلیں۔ ان کو ازواج مایؤول کے اعتبار سے کہا گیا۔ یا خطاب اولیائے عورت کو ہے۔ جو ان عورتوں کو اپنے سابقہ خاوندوں کی طرف لوٹنے سے روکنے والے ہیں۔ ان کو ازواج ماضی کے اعتبار سے کہا۔

واقعۂ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ آیت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری جب انہوں نے اپنی بہن جملاء بن یسار کو اپنے سابقہ خاوند بداح بن عاصم عجلانی کے ساتھ دوبارہ نکاح سے روکا۔ یا عام لوگوں کو خطاب ہے کہ تمہارے درمیان عضل یعنی روکنا نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ جب وہ پایا جائے اور لوگ اس سے راضی ہوں تو وہ تمام منع کرنے والے کے حکم میں ہوتے ہیں۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ۔ (جب وہ باہم رضا مند ہو جائیں) یعنی جب منگنی کا پیغام دینے والا اور عورتیں رضامند ہوں۔ بِالْمَعْرُوْفِ (دستور کے مطابق) جو دین و مروّت کے ساتھ اچھی شرائط یا مہر مثل کے ساتھ اور کفو میں کیونکہ جب دونوں میں سے ایک معدوم ہو تو اولیاء کو تعرض کرنا درست ہے۔ اور ذٰلك میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ یا ہر ایک مخاطب کو۔ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو) اس لئے کہ نصیحت انہی میں کامیاب ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ یہ (اے لوگو) یعنی منع کرنا۔

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ (یہ تمہارے حق میں نفع دینے والی اور زیادہ پاک کرنے والی ہے) یعنی تمہارے لئے گناہوں کی گندگی سے زیادہ پاک کرنے والی ہے یا افضل اور اطیب ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ۔ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) اس چیز کو جس میں پاکیزگی اور طہارت ہے۔

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے ہو) اس کو

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے اس کے لئے جو دودھ پلائے کی مدت پوری کرنا چاہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ ماؤں کا کھانا اور کپڑا ہے قاعدہ کے مطابق، کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی برداشت کے مطابق،

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ

نہ تکلیف دی جائے والد کو اس کے بچہ کی و سے اور نہ اس کو تکلیف دی جائے جس کا بچہ ہے اس کے بچہ کی و سے اور وارث کے ذ اسی طرح

ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ

سے لازم ہے۔ سو اگر دونوں آپس کی رضا مندی اور باہم مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے،

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ

اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جبکہ تم سپرد کر دو

مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جنہیں تم کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۳:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ (اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو) یہ صورۃً خبر ہے مگر امر مؤکد کے معنی میں ہے جیسا کہ یتربصن مگر یہ امر بطور استحباب ہے یا بطور وجوب جبکہ بچہ ماں کا دودھ ہی قبول کرتا ہو یا اس کے لئے کوئی دایہ نہ ملتی ہو یا والد اجرت سے عاجز ہو۔ یا مطلقہ والدات مراد ہوں۔ اور نفقہ اور کپڑے بطور رضاعت واجب کئے گئے ہوں۔

حَوْلَيْنِ (دو سال) یہ ظرف ہے كَامِلَيْنِ (پورے دو) یہ حَوْلَيْنِ کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس میں تسامح ہو سکتا ہے جس طرح تم کہتے ہو۔ انك اقمت عند فلان حولين ولم تستكملهما تم نے فلاں کے ہاں دو سال قیام کیا۔ اور ان کو پورا نہ کیا ہو۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ (اس شخص کے لئے جو رضاعت کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو) اس میں اس شخص کا بیان ہے جس کی طرف حکم متوجہ ہو۔ یعنی یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتا ہو۔

باپ کی ذمہ داری:

حاصل کلام: یہ ہے کہ باپ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلائے ماں کے ذمہ نہیں۔ اور باپ کے ذمہ ہے یا لازم ہے کہ اس کے لئے ایک دایہ کا انتظام کرے۔ مگر یہ کہ ماں دودھ پلانے پر خوش دلی سے راضی ہو۔ اور وہ خود رضا مندی ظاہر کرنے والی ہو۔ اس پر اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ماں کو مزدوری طلب کرنی جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ بیوی ہے یا معتدہ ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ (اور والد پر) ہٗ ضمیر لام کی طرف لوٹتی ہے اور لام اَلّذی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے علی الذی یولدله وھو الوالد

نَحْو: لہ فاعلیت کی وجہ سے محل رفع میں ہے جیسا کہ علیھم غیر المغضوب علیھم۔ الفاتحہ آیت نمبر ے میں ہے۔

مولود لہ کی تعبیر میں حکمت:

سوال: یہاں مولود له فرمایا گیا والد نہیں فرمایا۔

جواب: تاکہ معلوم ہو جائے کہ ماؤں نے ان بچوں کو ان کے لئے جنا ہے۔ اس لئے کہ اولاد باپوں کی ہے نسب کی نسبت باپوں کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔ پس ان باپوں پر لازم ہے کہ وہ ان (والدات) کو کھانا اور کپڑا دیں۔ جبکہ وہ ان کی اولاد کو دودھ پلائیں۔ جیسا کہ دایہ کو کھانا کپڑا دیا جاتا ہے ذرا غور تو کرو۔ جہاں ایسا موقعہ نہ تھا۔ وہاں والد کا نام لے کر ذکر کیا سورۂ لقمان: ۳۳ ...... وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اور تم ڈرو اس دن سے کہ والد اپنی اولاد کی طرف سے کام نہ آئے گا اور نہ مولود اپنے والد کے کچھ کام آ سکے گا۔

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (ان کے خرچے اور کپڑے کی دستور کے موافق ذمہ داری ہے) یعنی بغیر فضول خرچی اور بغیر کمی کے۔ اس کی تفسیر لا تكلف نفس الا وسعها ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو ایسی چیز کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ جو اس کی وسعت میں نہیں۔ اور نہ وہ دکھ دیئے جائیں گے۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا (نہ تکلیف دی جائے گی کسی نفس کو مگر اس کی وسعت کے مطابق) یعنی جو پائی جائے یا امکان کی حد تک۔ التكليف۔ اس چیز کو لازم کرنا جس کو تکلف میں ترجیح دی جاتی ہے۔

نحو و قراءت:

نَحْو: وسعها۔ یہ لا تکلف کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ استثناء کی وجہ سے نہیں اور اِلّاَ دو مفعولوں کے درمیان آیا ہے لَا تُضَارَّ۔ قراءت: قرائے مکہ و بصرہ ابن کثیر و یعقوب نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ لا تکلف سے بدل ہے پس یہ خبر بمعنی نہی ہے۔ باقی قراء نے لا تضآرّ کو نصب سے پڑھا ہے نہی مان کر۔

ان دونوں صورتوں میں معروف و مجہول ہونے کا احتمال ہے اور اس کی اصل تُضَارِرْ یا تُضَارَرْ ہے بقیہ قراء نے لا تضآرّ نہی پڑھا اور اصل تُضَارَرْ پہلی راء کو ساکن کر دیا اور دوسری میں ادغام کر دیا۔ اب دو ساکن جمع ہوئے تو دوسری راء کو فتح دیدیا۔

ضرر کی صورتیں:

وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (والدہ اپنے بیٹے کی وجہ سے اور نہ والد تکلیف دیا جائے بیٹے کی وجہ سے) نہ ماں اپنے خاوند کو تکلیف دے اپنے بیٹے کے سبب سے۔ وہ یہ ہے کہ نخرے کرے اور اس سے رزق اور کپڑے ایسے مانگے جو خلاف انصاف ہوں۔ اور اس کے دل کو پریشان کرے۔ لڑکے کی دیکھ بھال میں کوتاہی برتے۔ اور بچے کو اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد کہے کہ کوئی دودھ والی دایہ اس کے لئے تلاش کرلو۔ بس اسی طرح کی دیگر مائیں۔ یعنی نہ والد اپنی بیوی کو بیٹے کی وجہ سے تکلیف دے کر اس سے ایسی چیز روک لے جو اس پر لازم ہے کپڑے اور رزق میں سے۔ یا اس سے بیٹا چھین لے حالانکہ وہ اس کو دودھ پلانا چاہتی ہو۔ جب یہ مجہول ہو پھر یہ ممانعت اس بات کی بنے گی۔ کہ عورت کو تکلیف پہنچے خاوند کی طرف سے اور تکلیف خاوند کو پہنچے عورت کی طرف سے لڑکے کی وجہ سے۔

دوسرا قول: لا تضار بمعنی لا تضر ہے اور باء اس کے صلہ میں آئی ہے۔ یعنی نہ نقصان پہنچائے والدہ اپنے بیٹے کو نہ اس کی غذا کا خیال رکھے۔ اور نہ نگہبانی اور نہ اپنے سے مانوس کرنے کے بعد والد کے سپرد کرے۔ اور والد نقصان دے بیوی کو اپنے بیٹے کے سبب۔ وہ اس طرح کہ عورت سے بچہ چھین لے یا اس کے حق میں کوتاہی کرے۔ جس کے نتیجہ میں وہ لڑکے کے حقوق میں کوتاہی کرے۔

نسبت میں حکمت:

نکتہ: والد اور والدہ دونوں کی طرف لڑکے کی نسبت کی تا کہ ان کی شفقت اور محبت میں جوش آئے۔ وہ دونوں اس پر خصوصی شفقت کریں۔ (اپنے اختلاف کو بھول جائیں)

نحو: وَعَلَى الْوَارِثِ۔ یہ علی المولود له رزقهن و کسوتهن پر معطوف ہے اور ان کے درمیان میں معروف کی تفسیر ہے جو بطور جملہ معترضہ معطوف اور معطوف علیہ میں حائل ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے۔ وعلی الوارث الصبی عند عدم الاب مثل ذٰلك۔ کہ بچے کے وارث پر والد نہ ہونے کی صورت میں اسی کی مثل ہے۔

مِثْلُ ذٰلِكَ۔ اس کی مثل سے مراد یعنی کپڑے اور رزق جو والد کی زندگی میں اس کے ذمہ تھا وارث پر بھی وہی لازم ہے۔

وارث کی تفسیر:

وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ نمبر ۱: ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر وہ جو اس کا وارث بنا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔

نمبر ۲۔ احناف کے نزدیک۔ ذی رحم محرم مراد ہے۔ کیونکہ قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذٰلك ہے۔

نمبر ۳۔ عند الشافعی رحمہ اللہ۔ والد کی جائیداد سے خرچہ ادا کیا جائے گا۔

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا (اگر دونوں دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں) یعنی دونوں ماں باپ دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں اور وہ ارادہ۔

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ (رضامندی اور باہمی مشورے سے صادر ہونے والا ہو)

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (تو ان دونوں پر اس سلسلہ میں کوئی گناہ نہیں) ان الفاظ سے تحدید کے بعد توسع فرمایا گیا۔ کہ دو سال سے بڑھائیں یا کم کریں۔

اَلتَّشَاوُرُ۔ (ایک دوسرے سے رائے لینا) یہ شُرتُ العسل سے لیا گیا۔ جب کہ تم شہد کو چھتے سے نکالو۔ اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ باہمی رضامندی سوچ و بچار کے ساتھ ہو۔ جس سے بچے کو تکلیف وضرر نہ پہنچے۔

مصنف کا ذوقِ سلیم:

سُبحان الذی ادب الکبیرو لم یھمل الصغیرواعتبر اتفا قھما لان للاب النسبة والو لایة وللام الشفقة والعنایة۔

مصنف کے یہ ذوقی جملے بعینہٖ نقل کئے گئے تا کہ پڑھنے والا ان کے ذوق سلیم کی داد دیئے بغیر نہ رہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے بڑے کو ادب سکھایا اور چھوٹے کو ضائع و بیکار نہ ہونے دیا۔ اور والدین کے اتفاق کا اعتبار کیا۔ کیونکہ باپ کو نسبت اور ولایت حاصل ہے۔ اور ماں کو ممتا اور عنایت وہاب حقیقی سے ملی ہے۔

اضافت عدمی کا فائدہ:

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ۔اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہتے ہو۔ یعنی اولاد کم کی اضافت لام کے معنی میں ہے۔ **لا ولادکم**۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ بعض نے کہا استرضع یہ ارضع سے منقول ہے۔ عرب کہتے ہیں **ارضعت المرأة الصبی واسترضعتھا الصبی** عورت نے بچے کو دودھ پلایا۔ میں نے بچے کے لئے اس کا دودھ طلب کیا۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ یعنی تم دودھ پلانے والیوں سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ۔ تو ایک مفعول حذف کر دیا گیا۔ یعنی ماں کے علاوہ اور کسی عورت سے تم دودھ پلواتے ہو۔ جبکہ ماں انکاری ہے۔ یا دودھ پلانے سے عاجز ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ (پس کوئی گناہ نہیں جبکہ تم سپرد کر دو)۔ دودھ پلانے والیوں کو۔ مَآ اٰتَيْتُمْ (جو تم نے دینا ہو) یعنی جو تم مزدوری دینے کا ارادہ رکھتے ہو۔

قراءت: مکی نے اَتَيْتُمْ بِهٖ پڑھا ہے۔ یہ اَتَى اِلَيْهِ اِحْسَانًا سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ احسان کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورۂ مریم۔ ۶۱ **کان وعدهٗ ماتیا** میں یہی معنی ہے۔ پورا کیا ہوا۔ **التسلیم** یہ حوالے کرنا مستحب ہے۔ جواز کی شرط نہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ یہ سلمتم کے متعلق ہے۔ یعنی اجرت مراضع کے سپرد کر دو بطیّب خاطر اور بسرور نفس

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین کر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اس پر تمہارے اعمال مخفی نہیں۔ پس وہ ان اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں اپنی جانوں کو روکے رکھیں چار مہینے

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

دس دن، پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی میعاد کو سو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ عورتیں اپنی جانوں کے بارے میں خوبی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

کوئی فیصلہ کرلیں، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

۲۳۴: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ۔ (وہ جو تم میں سے مرجائیں) توفیت و استوفیت اس وقت بولتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا پورا لیا جائے۔ یعنی ان کے ازواج کو پورا پورا لے لیا جائے۔ وَيَذَرُوْنَ (اور وہ چھوڑ جائیں)۔

انتظار کا مطلب:

اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ (وہ بیویاں وہ روکیں اپنے کو) یعنی ان کی بیویاں اپنے آپ کو روکیں جو تم میں سے فوت ہو جائیں۔ یعنی عدت گزاریں یا مطلب یہ ہے۔ ان کے بعد اپنے آپ کو روکیں اور انتظار کریں۔ بَعْدَهُمْ کو معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ جو جملہ خبر بنے اس میں ایک ضمیر ہونی چاہیے۔ جو مبتداء کی طرف لوٹنے والی ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وازواج الذین يُتَوَفَّوْنَ يَتَرَبَّصْنَ بَعْدَهُمْ۔

قراءت: مفضل نے يَتَوَفَّوْنَ معروف یا کے فتحہ سے پڑھا اور اس کا معنی اپنی عمریں پوری کرلیں۔

تذکرہ میں لیالی کا لحاظ:

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ چار ماہ دس دن یعنی دس راتوں کے ساتھ دن بھی داخل ہوں گے۔ لفظ عشر کو مؤنث لانا لیالی کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اہل عرب جب عدد کو لیالی و ایام میں مبہم ذکر کرتے ہیں۔ تو لیالی کا لحاظ کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صمت عشرًا۔ جبکہ قرآن مجید میں فرمایا: ان لبثتم الا عشراً۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں)۔ یعنی پس اگر ان کی عدت ختم ہو جائے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) اے ائمہ اور حکام

فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ (جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں دستور کے مطابق کریں)۔ یعنی منگنی کرنے والوں کا پیغام وصول کرنا۔ بِالْمَعْرُوْفِ دستور کے مطابق یعنی اس طریق سے جس کو شرع درست قرار دیتی ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے)۔ یعنی تمہارے باطن سے واقف ہے۔ (اس کے مطابق جزا دے گا)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو کنایۃً نکاح کا پیغام دیدو یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو،

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا

اللہ کو معلوم ہے کہ بے شک تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے۔ اور لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کر لینا، مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو

مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا

جو قاعدہ کے موافق ہو، اور تم نکاح کرنے کا ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت قانون کے مطابق ختم ہو جائے، اور تم جان لو

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع ٣٠ ١٤

کہ بے شک اللہ جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر آیت ٢٣٥:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ (تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اسمیں کہ تم اشارۃً ان عورتوں کو نکاح کا پیغام دو)۔

تعریض و کنایہ کا فرق:

خطبہ کا مطلب طلب نکاح اور تعریض یہ ہے کہ تم کہو بیشک تو خوبصورت ہے۔ یا نیک ہے۔ اور میرا مقصد نکاح کرنا ہے۔ اس طرح کا قدم جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو اس کے لئے روک کر رکھے۔ اگر وہ پسند کرے۔ البتہ صراحت نکاح کی نہیں کرسکتا۔ کہ اس طرح کہے۔

اِنی اریدان اتزوجك کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تعریض و کنایہ کا فرق۔ یہ معنی کہ کسی چیز کا ذکر ان الفاظ کے علاوہ دیگر الفاظ سے کرے۔ جو اس کے لئے بنائے گئے اور مخصوص ہیں۔ کنایہ کہلاتا ہے۔

اور تعریض کسی چیز کا تذکرہ کرنا جو دلالت کے انداز سے ہو مثلاً محتاج کہے کہ میں سلام کرنے آیا ہوں۔ اور آپ کے سخاوت والے چہرے کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ اس لئے اہل عرب کہتے ہیں۔

حسبك بالتسليم منى تقاضيا گویا اس نے کلام ایسے انداز سے کیا جو قائل کی غرض پر دلالت کرتا ہے۔

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ (یا اپنے دلوں میں چھپاؤ) یعنی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ اور اپنے دلوں میں رکھو اور زبان سے تعریض و تصریح کسی طور پر ظاہر نہ کرو۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ (اللہ تعالیٰ کومعلوم ہے کہ تم عنقریب ان کا تذکرہ کرو گے)یعنی ہرصورت ان کا تذکرہ کرو گے۔ان کی طرف رغبت کوزبان سے ظاہر کرنے سے نہیں رکو گے۔

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا (لیکن ان سے خفیہ جماع کا وعدہ نہ کرو)۔کیونکہ یہ پوشیدہ کیے جانے والے افعال میں سے ہے۔یعنی عدت میں اس طرح مت کہو کہ میں جماع پر قدرت رکھتا ہوں۔

اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (مگر یہ کہ ان سے دستور کی بات کہو)۔تعریض وکنایہ سے اِلَّآ کا تعلق لا تواعدوهن سے ہے یعنی لا تواعدوهن مواعدة قط۔

الا مواعدة معروفة غير منكرة ان سے وعدہ نہ لو پختہ وعدہ مگر دستور کا وعدہ جو نامناسب نہ ہو۔

عزم فعل کی طرح ہے:

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ (اور عقد نکاح کا قصد نہ کرو) یہ عزم الامر اور عزم علیہ پختہ ارادہ کرنا عقد نکاح کی نہی میں مبالغہ کیلئے عزم عقد سے منع فرمایا۔ کیونکہ کسی فعل کا پختہ ارادہ اس پر اقدام کرنا ہی ہوتا ہے۔ جب عزم سے منع فرمایا تو فعل کی ممانعت اور زیادہ ہوگئی۔مطلب یہ ہے کہ نکاح کی گرہ کو باندھنے کا عزم مت کرو۔ یا دوسرا قول: نکاح کی گرہ کو قطع مت کرو۔ کیونکہ عزم کی حقیقت قطع ہے۔اوراس حدیث کا یہی معنی ہے۔

لا صيام لمن لم يعزم الصيام من الّيل ۔جورات کو روزے کا قطعی فیصلہ نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔اور دوسری روایت میں لم يبيت الصيام (نسائی) بھی وارد ہوئے ہیں۔قطعی فیصلہ مراد ہوگیا مطلب آیات کا یہ ہے۔عقد نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو۔

حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ جب تک کہ لکھا ہوا اپنے وقت کو نہ پہنچ جائے۔یعنی یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔ عدت کو کتاب کہا کیونکہ اس کی فرضیت کتاب سے ثابت ہوئی مطلب یہ ہوا کہ یہاں تک لکھا ہوا انتظار اپنے وقت مقررہ یعنی انتہاء کو نہ پہنچ جائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَافِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تم یقین کرلو۔اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جو تمہارے دلوں میں ہے۔یعنی وہ پختہ ارادہ جو جائز نہیں۔

فَاحْذَرُوْهُ پس اس سے ڈرو یعنی اس کا پختہ ارادہ نہ کرو۔وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حلم والے ہیں۔اسی لئے تمہیں جلدی سزا نہیں دیتے (بلکہ مہلت دیتے ہیں)

شانِ نزول: یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نہ تو بیوی کو طلاق دی تھی اور نہ ہی اس کا مہر مقرر کیا تھا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

کوئی گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو جبکہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو اور مہر مقرر نہ

فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا

کیا ہو اور ان کو متعہ دے دو، گنجائش رکھنے والے پر گنجائش کے بقدر ہے، اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے موافق ہے، یہ فائدہ پہنچانا

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

عمدہ طریقہ پر ہو، واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں پر۔ اور اگر تم ان کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

ان کو چھوا ہو حالانکہ ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس صورت میں اس کا آدھا ہے جتنا تم نے مقرر کیا ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا

یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور یہ بات کہ تم معاف کر دو زیادہ قریب ہے تقویٰ سے۔ اور نہ

تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

بھولو آپس میں احسان کرنے کو، بے شک اللہ اس کو دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۶:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ تم پر کچھ گناہ نہیں یعنی تم پر وجوب مہر کا تاوان نہیں۔

اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ یہ شرط ہے۔ اور اس کے جواب پر لا جناح علیکم دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں)۔

مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ (جب تک کہ تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو)۔ یعنی ان سے مجامعت نہ کی ہو۔ ما شرطیہ ہے۔ یعنی ان لم تجامعوھن۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہ کی ہو۔

اختلافِ قراءت:

حمزہ، علی رحمہما اللہ نے قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا اس کو تُمَاسُّوْهُنَّ پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ فعل دو کے درمیان ہونے والا ہے۔

اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً اورنہ مقرر کیا ہواُن کے لئے مہر۔ یعنی مگر یہ کہ مقرر کیا ہوتم نے ان کے لئے مہر یا یہاں تک کہ تم مقرر کرو۔ فرض الفریضۃ مہر مقرر کیا۔

غیر موطوءہ کا مہر:

مَسْئَلَہ: اگر مطلقہ غیر موطوءہ ہے۔ تو مقررہ مہر کا نصف اس کو دیا جائے گا اور اگر مہر مقرر ہی نہ ہو تو مہر مثل کا نصف نہ دیا جائے گا بلکہ جوڑا دیا جائے گا۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ اور تم انہیں متعہ دو۔ یہ فعل محذوف کا معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ وَ مَتِّعُوْهُنَّ طلاق دے دو اور انہیں فائدہ پہنچاؤ اور متعہ۔ تین کپڑے چادر اوڑھنی' کرتہ ہے۔ عَلَى الْمُوْسِعِ (وسعت والے پر) یعنی وہ جس کو وسعت حاصل ہے۔ قَدَرُهٗ اس مقدار کے مطابق جس کی وہ قدرت رکھتا ہو۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ باقی کوفی قراء نے قَدْرُهٗ دال کے جزم سے پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

وَعَلَى الْمُقْتِرِ تنگدست پر۔ تنگ حال والا۔ اور اس بات کی دلیل کہ مہر کا تاوان گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ تا فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ہے۔ پس نصف فرضتم سے اس گناہ کا اثبات جس کی اس جگہ نفی فرمائی قَدَرُهٗ اس کی حیثیت سے اور یہ متعہ مستحب ہے۔ مَتَاعًا یہ مَتِّعُوْهُنَّ کی تاکید ہے۔ یعنی متعوھن تمتیعًا۔ تم ان کو متعہ دو متعہ دینا۔

بِالْمَعْرُوْفِ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شرع میں مستحسن ہے۔ اور مروت کے اعتبار سے درست ہے۔ حَقًّا یہ حق ہے یہ متاعًا کی صفت ہے۔ یعنی ایسا متعہ جوان پر واجب ہے۔

یا دوسرا قول: حَقَّ ذٰلِكَ حَقًّا یہ ثابت ہوا ثابت ہونا۔

مستقبل کا محسن:

عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (نیکی کرنے والوں پر)۔ مسلمانوں پر یا ان لوگوں پر جو مطلقات پر متعہ دے کر احسان کرتے ہیں۔

سوال: ان کے فعل کرنے سے قبل ہی ان کو محسنین کیوں فرمایا۔ حالانکہ ابھی انہوں نے احسان تو نہیں کیا؟

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: من قتل قتیلا فله سلبه (بخاری و مسلم) تو قتیل مایؤول کے اعتبار سے کہا۔ اور یہ احسان و تبرع نہیں جو اس کے ذمہ نہ ہو بلکہ یہ متعہ تو واجب ہے۔

پھر اس عورت کا حق بتلایا کہ طلاق دیتے وقت اس کا مہر مقرر تھا مگر طلاق قبل المس واقع ہوگئی۔ پس فرمایا۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (اگر تم ان کو طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو)۔ اِنْ یہاں فعل پر داخل ہوا بتاویل مصدر فعل موضع جر میں ہے یعنی اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو۔

وَقَدْ فَرَضْتُمْ (اور تم معین کر چکے ہو) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ تم نے معین کر دیا۔

لَهُنَّ فَرِيْضَةً (ان کے لئے مہر)

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ (پس نصف ہے اس کا جو تم نے مقرر کیا مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں) مراد اس

سے مطلقات ہیں۔ان فعل کے ساتھ استثناء کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ پس تم پر نصف ہے جو تم نے مقرر کیا۔تمام اوقات میں مگر اس وقت میں کہ وہ تم سے نصف مہر معاف کر دیں۔

صیغوں میں فرق:

سوال: مردوں کے لئے یعفوا اور عورتوں کے لئے یعفون کا صیغہ لایا گیا۔حالانکہ تانیث وتذکیر کا فرق ہونا چاہیے۔

جواب: یعفوا۔اس میں واؤ ضمیر ہے اور نون علامت رفع تھی ان کی وجہ سے گر گئی اور یعفون میں واؤ لام کلمہ ہے اور نون ضمیر جمع مؤنث ہے اس لئے عامل کا اس میں چنداں اثر نہیں۔او یعفوا۔ یہ یعفون کے محل پر معطوف ہے۔

نکاح کی گرہ والا:

الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی خاوند جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تفسیر فرمائی۔اور یہی سعید بن جبیر اور شریح اور مجاہد۔امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قولِ جدید بھی یہی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔پس عقد کو باقی رکھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شرعی واجب تو نصف مہر ہی ہے مگر عورت کل کو ساقط کر دے تو اس کی مرضی۔یا مرد اپنی عظمت کا خیال کرتے ہوئے تمام ادا کر دے۔

امام مالکؒ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا پرانا قول یہ ہے کہ بیدہ عقدة النکاح سے ولی مراد ہے۔

ایک اہم سوال:

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق ولی چھوٹی بچی کے حق میں تبرع کا مالک نہیں تو یہاں بڑی عورت کے سلسلہ میں عقدة النکاح کیسے بن گیا۔

نحو: ان تعفوا۔ یہ بتاویل مبتداء ہے اور اقرب للتقوىٰ یہ خبر ہے اس میں خطاب ازواج اور زوجات کا بطور تغلیب ہے۔

مقام عفو:

زجاج رحمہ اللہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ خاوند کا عفو یہ ہے کہ وہ کل مہر دے دے اور یہ عفو اس کے حق میں بہت بہتر ہے اور عورت کا عفو تمام کا وصول نہ کرنا بلکہ تمام سے دستبردار ہونا یہ عورت کے لئے بہت بہتر ہے۔

یا دوسرا قول: خاوندوں کے لئے عفو بہت بہتر ہے۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ (اور تم فضل کو نہ بھلاؤ) یہاں فضل افضلیت کے معنی میں ہے۔

بَیْنَكُمْ (اپنے درمیان) یعنی اس بات کو مت بھولو کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے جیسے دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے) پس وہ تمہاری افضلیت پر تمہیں بدلہ دیگا۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

پابندی کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی، اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۸:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (تم تمام نمازوں کی حفاظت کرو) یعنی ان کو ان کے اوقات میں ادا کرنے کا التزام کرو۔ اور ان کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے کا التزام کرو۔

نمازِ عصر کی عظمت:

وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (اور درمیانی نماز) یعنی جو نمازوں کے درمیان میں ہو۔ یعنی فضیلت والی۔ عرب کے لوگ فضیلت والی چیز کے لئے وسط کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ کو مفرد لا کر صلوٰت پر عطف کیا کیونکہ یہ نماز فضیلت میں منفرد مقام رکھتی ہے اور وہ صلوٰۃ عصر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

دلیل نمبر ۱: اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مشغول کیا یعنی صلوٰۃ عصر سے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔ (بخاری، مسلم، احمد)

نمبر ۲۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا یہی وہ نماز ہے کہ جس سے سلیمان ؑ مشغول ہوئے یہاں تک کہ سورج حجاب میں چھپ گیا۔ (ابن ابی شیبہ)

نمبر ۳۔ مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا میں الصلوٰۃ الوسطیٰ۔ صلوٰۃ العصر کے الفاظ ہیں۔

نمبر ۴۔ یہ نماز دو دن اور دو رات کی نمازوں کے درمیان میں واقع ہے۔

نمبر ۵ اور اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی تجارت اور معیشت کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔

تفسیری اقوال:

دوسرا قول: یہ نماز ظہر ہے کیونکہ یہ دن کے درمیان میں ہے۔

تیسرا قول: نماز فجر ہے۔ کیونکہ یہ دن کی دو اور رات کی دو نمازوں کے درمیان ہے۔

چوتھا قول: نماز مغرب ہے کیونکہ یہ دو اور چار رکعات کے مابین تین رکعات والی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ دو، سری نمازوں اور دو جہری نمازوں کے درمیان ہے۔

پانچواں قول: نماز عشاء ہے کیونکہ وہ دو طاق نمازوں کے درمیان ہے یعنی مغرب اور نماز وتر۔

چھٹا قول: یہ لیلۃ القدر کی طرح غیر معین ہے تا کہ تمام نمازوں کی حفاظت کریں۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ

پھر اگر تم کو خوف ہو تو کھڑے ہوئے یا سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو، پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

نہیں جانتے تھے۔

قنوت قیام ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو) یعنی نماز میں

نحو: قانتین۔ یہ حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم اطاعت کرنے والے اور خشوع کرنے والے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کو قیام میں یاد کرنے والے ہو۔

القنوت۔ کا معنی قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

دوسرا قول: اس میں کہ وہ قیام کو لمبا کرنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۳۹:

فَاِنْ خِفْتُمْ (پس اگر تم کو خوف ہو) یعنی دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی۔

فَرِجَالًا (پس پیدل) یہ حال ہے یعنی تم پیدل نماز پڑھو۔ رجالا جمع راجل ہے جیسے قائم اور قیام۔

اَوْ رُكْبَانًا (یا سواری پر) یعنی ایک اکیلے اشارہ کے ساتھ۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہ ہوگا۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ (جب تم امن میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو جائے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی پس امن والی نماز پڑھو۔

كَمَا عَلَّمَكُمْ (جیسا اس نے تمہیں سکھایا) یعنی یاد کرنا اس طرح جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔

مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (وہ باتیں جو تم نہ جانتے تھے) یعنی صلوٰۃ امن۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور جو لوگ وفات پا جائیں اور چھوڑ جائیں بیویوں کو وصیت کر دیں اپنی بیویوں کے لئے متتمع ہونے کی

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ

ایک سال تک اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں، پس اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں جو وہ اپنی

اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

جانوں کے لئے قاعدہ کے مطابق اختیار کرلیں، اور اللہ عزت والا ہے، حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۰:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا (اور وہ جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور چھوڑ جائیں بیویاں وصیت کرنا ہے اپنی بیویوں کے لئے)

نحو واختلاف قراءت:

شامی، ابوعمرو، اور حمزہ حفص نے وصية کو نصب سے پڑھا ہے فليوصوا وصية۔ وہ وصیت کریں وصیت کرنا۔ یہ زجاج رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے یعنی فعليهم الوصية ان پر وصیت لازم ہے۔

نمبرا۔ متاعًا یہ وصیت کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ مصدر ليوصوا وصية متاعاً وہ وصیت کریں وصیت فائدہ دینے کی۔

منسوخ وناسخ کا ذکر:

دوسرا قول: متعوهن متاعًا۔ تم ان کو سامان کا فائدہ دو۔

اِلَى الْحَوْلِ (ایک سال تک) یہ متاعًا کی صفت ہے۔

غَيْرَ اِخْرَاجٍ (بلا نکالے) یہ مصدر مؤکد ہے جیسا تمہارا قول هذا القول غير ماتقول۔ میں غير ماتقول قول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: متاعًا سے بدل ہے مطلب آیت کا یہ ہوا کہ ان لوگوں پر حق بنتا ہے کہ جو فوت ہو رہے ہوں کہ وہ قریب المرگ ہونے سے پہلے بیویوں کے متعلق وصیت کریں کہ ان کی بیویاں ان کے بعد ایک سال مکمل نان ونفقہ لے لیں گی۔ یعنی یہ خرچہ ان پر ترکہ میت مشترکہ میں سے کیا جائے گا اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے۔

ابتدائے اسلام میں یہ مقرر کیا گیا پھر اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا الى قوله اربعة اشهر و عشرا۔ یہ نسخ والی آیت اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متأخر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سيقول السفهاء من الناس سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۱۴۲ میں ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ کَذٰلِکَ

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ پر، یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر، اسی طرح اللہ بیان

یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

فرماتا ہے اپنی آیات تاکہ تم سمجھو۔

قد نریٰ تقلب وجهك في السمآء البقرہ آیت نمبر۱۴۴۔ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے اور قد نری تلاوت میں متاخر اور نزول میں مقدم ہے۔

فَاِنْ خَرَجْنَ (پس اگر وہ نکل جائیں) یعنی ایک سال کے بعد۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں کریں) یعنی زینت، پیغام منگنی کا وصول کرنا۔

مِنْ مَّعْرُوْفٍ (دستور کے مطابق) یعنی شرعاً غلط نہ ہو۔

وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (اور اللہ زبردست حکمت والا ہے) ان احکام میں جو وہ کرتے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۴۱:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ (مطلقہ عورتوں کو فائدہ دینا ہے) یعنی عدت کا نفقہ۔

بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ (دستور کے موافق یہ حق ہے متقین پر) حَقًّا یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۲:

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آیات بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو) اگر اس سے مراد متعہ ہو تو مراد مطلقہ مذکورہ کے علاوہ ہے اور یہ متعہ مستحب ہے۔

تَعْقِلُوْنَ یہ محل رفع میں اول کی خبر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ

تو نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ تعداد میں ہزاروں تھے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

نے کہ مر جاؤ' پھر ان کو زندہ فرما دیا' بے شک اللہ ضرور فضل والا ہے لوگوں پر' لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

لوگ شکر نہیں کرتے' اور قتال کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۳:

اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) یہ ہمزہ تقریر و تاکید کے لئے ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اہل کتاب اور احبار اولین سے یہ واقعہ سن رکھا تھا اور ان کی حالت پر تعجب کے اظہار کے لئے بھی ہے۔

دوسرا قول: یہ کلام تعجب دلانے میں ایک مثل بن گیا۔ اس سے ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو نہ دیکھا اور نہ سنا تھا۔ تاکہ مثل سے بے خبر ہونے سے ان پر تعجب کا اظہار ہو۔

دیار سے مراد:

اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے نکلے) یعنی اپنی بستی و شہر سے بعض نے کہا یہ بستی واسط ہے جہاں طاعون پڑنے پر لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔

دوسرا قول: یہ بنی اسرائیل کے لوگ ہیں ان کے بادشاہ نے ان کو جہاد کی دعوت دی۔ تو یہ موت سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آٹھ دن تک موت کی نیند سلایا۔ پھر ان کو زندہ کیا۔

وَهُمْ اُلُوْفٌ (اور وہ ہزاروں تھے) نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ اُلُوْفٌ کا لفظ کثرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جمع کثرت ہے یہ اَلْف کی جمع ہے۔ الاف کی نہیں۔

حَذَرَ الْمَوْتِ (موت کے ڈر سے) یہ مفعول لہٗ ہے۔

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ مر جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔

موت' موت میں فرق:

نکتہ: یہ انداز تعبیر اس لئے اختیار فرمایا گیا تاکہ ظاہر ہو کہ ان تمام کی موت ایک آدمی کی طرح تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و مشیت سے یہ

موت عادۃً موت سے مختلف ہے۔

اس میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا کہ جب موت کے بغیر چارہَ کار نہیں۔ اوراس سے بھاگنے کا چارہ نہیں تو زیادہ بہتر ہے کہ وہ موت اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔

ثُمَّ اَحْيَاهُمْ (پھران کو زندہ کیا) تا کہ وہ عبرت حاصل کریں اور جان لیں اللہ کے حکم و فیصلے سے بھاگنا ممکن نہیں۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے تقدیرعبارت یہ ہے۔ پس وہ مر گئے پھران کو زندہ کر دیا۔ یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فقال لهم الله موتوا کا معنی ہی یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ وہ معنوی اعتبار سے اس پر عطف تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان کو ایسے واقعات دکھاتے ہیں جن سے وہ عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ ان کو دکھایا اور جیسا ان کا واقعہ بیان کر کے تمہیں دکھایا۔

یا دوسرا قول: لوگوں پر فضل فرمانے والے ہیں کہ ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔ تا کہ وہ عبرت حاصل کریں اور کامیاب ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے۔ تو ان کو مردہ چھوڑ دیتے۔ قیامت کے دن تک

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اس پر)

۲۴۴: اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے لایا گیا۔ یہ بعد والا واقعہ لائے اوراس میں قتال کا حکم دیا۔ اور وہ یہ ارشاد ہے۔

آمادگی بر جہاد:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو) اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا۔ یہ بتلانے کے بعد کہ موت سے فرار فائدہ مند نہیں۔

یہ خطاب امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ یا

دوسرا قول: ان کو خطاب ہے جن کو زندہ کیا گیا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والے ہیں) جو باتیں پیچھے رہنے والے اور سبقت کرنے والے کرتے ہیں۔

عَلِيْمٌ (جاننے والے ہیں) ان چیزوں کو جو انسان کو نقصان دینے والی ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ

کون ہے جو قرض دے اللہ کو قرض حسن، پھر اللہ اس کے لئے اضافہ فرما دے چند در چند بہت سے اضافے فرما کر، اور اللہ

یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

تنگی فرماتا ہے اور کشادہ فرماتا ہے، اور اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

۲۴۵۔مَنْ ذَا الَّذِیْ (کون ہے ایسا) جو قرض دے۔ نحو : مَنْ استفہام کے لئے ہے۔ اور مبتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اور ذَا اس کی خبر ہے۔ الذی یہ ذا کی صفت ہے۔ یا بدل ہے۔

یُقْرِضُ اللّٰهَ (وہ اللہ تعالیٰ کو قرضہ دے) یہ جملہ الذی کا صلہ ہے۔

قرض کہنے کی حکمت :

نکتہ : اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کو قرض فرمایا۔ کیونکہ قرض اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال میں سے دوسرے کو اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے برابر اس کو واپس پھیر دے۔ اور قرض کا لغوی معنی قطع کرنا ہے اور اس کو قرض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو وہ اپنے مال سے قطع کرتا ہے اور مقروض کو دیتا ہے اور مقراض قینچی اور قرض الفار۔ انقراض تمام میں کاٹنے کا مفہوم ہے اس کو قرض کہہ کر متنبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو اپنے پاس نہ رکھے گا۔ بے شک وہ ان کو بہر صورت اس پر بدلہ عنایت فرمائے گا۔

قَرْضًا حَسَنًا (قرض حسنہ) یعنی پاکیزہ مال میں سے جو بطیب خاطر دیا جائے اس سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے اسلئے کہ جب قتال کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو اس میں مال کی ضرورت ہوگی۔ اسلئے صدقہ پر آمادہ کیا تاکہ اسباب جہاد مہیا کیے جائیں۔

فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ (تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو کئی گنا کر دے)

قراءت : نمبر ۱۔ ابن عامر اور عاصم نے استفہام کا جواب بنا کر انْ مقدرہ کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ باقی قراء ابو عمرو۔ نافع، حمزہ اور علی رحمہم اللہ نے یقرض پر عطف کر کے اس کو مرفوع پڑھا ہے۔ یا جملہ مستانفہ ہے۔ ای فهو یُضَاعِفُهٗ۔

نمبر ۲۔ شامی نے فَیُضَعِّفَهٗ پڑھا۔ جبکہ مکی نے فَیُضَعِّفُهٗ پڑھا۔ بقیہ قراء نے مفاعلہ کے صیغہ سے ہی پڑھا۔

اَضْعَافًا (بڑھانا) یہ مصدر کی جگہ ہے۔

كَثِیْرَةً (بہت زیادہ) کہ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یہ بھی کہا گیا کہ ایک کا بدلہ سات سو۔

وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (اور اللہ تعالیٰ تنگدست کرتا ہے اور کھولتا ہے) یعنی اپنے بندوں پر رزق کو تنگ کرتا ہے اور وسیع کرتا ہے پس تم بوقت وسعت بخل نہ کرو۔ وہ وسعت کے بدلے تنگی نہ دے گا۔

قراءت : یبصط۔ حجازی، عاصم اور علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) پس وہ تمہیں اس پر جو تم نے آگے بھیجا بدلہ عنایت فرمائے گا۔

وقف لازم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ

کیا آپ کو بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا قصہ معلوم ہے جو موسیٰ کے بعد پیش آیا، جب انہوں نے اپنے نبی سے عرض کیا

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ

کہ مقرر کر دیجئے ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں، انہوں نے فرمایا کیا ایسا ہو گا کہ اگر تم پر قتال فرض

الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

کیا گیا تو تم قتال نہ کرو؟ وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ

حالانکہ ہم نکال دیئے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں کے پاس سے، پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾

تو پھر گئے سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۶:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ (کیا تم نے اس جماعت کو نہیں دیکھا) یعنی شرفاء۔ ان کو ملاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ دلوں کو راہنمائی سے بھر دیتے ہیں اور آنکھوں کو رعب سے۔

مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (بنی اسرائیل میں سے) یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

واقعۂ بنی اسرائیل:

مِّنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى۔ (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) یعنی ان کی وفات کے بعد یہاں مِنْ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔

اِذْ قَالُوْا (جب انہوں نے کہا)

لِنَبِیٍّ لَّهُمُ (اپنے پیغمبر کو) اور وہ شمعون یا یوشع یا شموئیل علیہم السلام تھے۔

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا (تو ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر) یعنی تو ہمارے ساتھ قتال کے لئے اٹھا بطور امیر کے ایک شخص تاکہ اس کی رائے سے ہم لڑائی کی تدبیریں کریں۔ اور اس کے حکم پر اتریں۔

نُّقَاتِلْ (ہم قتال کریں) یہ جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور نون کے ساتھ ہے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) یہ نقاتل کا صلہ ہے۔

قَالَ (ان کو نبی علیہ السلام نے کہا)۔

هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (کیا قریب ہے کہ اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے)

قراءت: عَسَيْتُمْ۔ کو عَسِيْتُمْ جہاں بھی آئے نافع نے پڑھا ہے۔

عَسٰی کی خبر اور اسم میں فاصل شرط ان کتب علیکم القتال ہے۔ اور عَسٰی کی خبر اَلَّا تُقَاتِلُوْا ہے اب مطلب یہ ہوا کیا تم قریب ہو اس بات کے کہ نہ قتال کرو تم۔ یعنی کیا بات اس طرح ہے جیسے میں توقع کرتا ہوں۔ کہ تم نہ قتال کرو گے۔ بلکہ بزدلی کرو گے۔ ہل استفہامیہ داخل ہے تاکہ ان سے وہ پوچھا جائے جس کی ان کو ان سے توقع تھی۔ اور مقصد استفہام سے تقریر ہے اور ثابت کرنا ہے کہ جس کی توقع ہے وہ ہونے والا ہے اور وہ اپنی توقع میں درست ہے۔

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (انہوں نے کہا ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑیں گے) یعنی ترک قتال کی طرف کونسی چیز ہمیں دعوت دینے والی ہے اور ترک قتال میں ہمارا کیا مقصد پورا ہوتا ہے۔

قصۂ خروج بنی اسرائیل:

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا (حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے نکالا گیا)

وقد میں واؤ حالیہ ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ قوم جالوت مصر و فلسطین کے درمیان رہتے تھے۔ انہوں نے ان کے ۴۴۰ شہزادے قید کر لیے تھے۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے تو جہاد ضروری ہے۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا) یعنی جس چیز کی تم نے التماس کی ہے۔ آؤ اس کو قبول کرو۔

تَوَلَّوْا (انہوں نے منہ موڑا) یعنی اس سے اعراض کیا۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) ان کی تعداد ۳۱۳ تھی جتنی کہ اہل بدر کی تھی۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتے ہیں) اس میں انہوں نے ترک جہاد کی جو زیادتی کی تھی۔ اس پر یہ وعید ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ

اور کہا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ وہ کہنے لگے کہ ان کو

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ

ہم پر حکمران ہونے کا حق کیسے پہنچتا ہے حالانکہ ہم ان سے زیادہ حکمرانی کے مستحق ہیں اور ان کو مالی گنجائش نہیں دی گئی،

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ

ان کے نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے ان کو تم پر حکمرانی کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم میں اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔ اور کہا ان سے ان کے نبی نے

اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا

کہ بلاشبہ اس کے حکمران ہونے کی یہ نشانی ہے کہ آ جائے گا تمہارے پاس تابوت جس میں تسکین ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی

تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

چیزیں ہیں ان میں سے جنہیں چھوڑا تھا آل موسیٰ اور آل ہارون نے جس کو فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے تمہارے لئے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع ۳۲ ع ۱٦

اگر تم ایمان والے ہو۔

۲۴۷: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ ان کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو مقرر فرمایا ہے۔ **نحو**: طالوت یہ جالوت کی طرح عجمی نام ہے اور اسی طرح داؤد بھی یہ غیر منصرف ہیں علمیت کی وجہ سے اور عجمہ ہونے کی بناء پر

مَلِكًا۔ (ایک بادشاہ) یہ حال ہے۔

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا (انہوں نے کہا کیسے ہوگی اس کو سربراہی ہم پر) یعنی کیسے؟ اور کہاں سے؟ اس میں طالوت کی سپہ سالاری کا انکار اور اس پر اظہار بعد ہے کہ یہ بہت دور کی بات ہے۔

وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ (ہم اس سے زیادہ سربراہی کے حقدار ہیں) واؤ حالیہ ہے۔

دُنیا پرستوں کا مزاج:

وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (اس کو مالی وسعت میسر نہیں) یعنی وہ ہم پر سربراہ کیسے بنے گا جبکہ حالت یہ ہے کہ وہ سربراہی کے لائق ہی نہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ مستحق موجود ہیں۔ اور شان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے اور بادشاہ کے لئے مال ہونا چاہیے جس سے وہ مضبوطی حاصل کر سکے۔ بنی اسرائیل نے یہ بات کہی کیونکہ نبوت تو لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تھی۔ اور بادشاہت یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں اور طالوت یہ بنیامین کی اولاد سے تھا اور یہ پانی پلانے والا آدمی تھا۔ یا رنگنے والا محتاج آدمی تھا۔

روایات میں ہے کہ ان کے پیغمبر علیہ السلام نے اس وقت دعا کی جب انہوں نے اس سے سپہ سالاری کا مطالبہ کیا۔ پس ان کو ایک لاٹھی دی گئی۔ جس سے قد کی پیمائش کی گئی۔ ان لوگوں کی جو بادشاہ بننے والے تھے۔ اس کے مطابق کوئی بھی پورا نہ اترا سوائے طالوت کے۔

حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں:

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ (اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر چن لیا ہے) اصطفی میں طاء یہ تاء کا بدل ہے صاد ساکنہ کی جگہ۔ معنی اس کا پسند کرنا اور چننا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو چنا ہے وہ مصالح کو تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس کے حکموں پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پھر دو مصلحتوں کا تذکرہ بھی فرمادیا جوان مصالح سے زیادہ نفع بخش تھیں جوانہوں نے ذکر کی تھیں۔ یعنی نسب اور مال اور وہ مصلحتیں علم مبسوط اور جسامت۔

پیغمبر علیہ السلام نے کہا۔ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا اس کو علم و جسم کی وسعت میں) بسطةً یہ مفعول دوم ہے۔

بڑا ماہر:

کہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت میں بنی اسرائیل کی لڑائی کے فنون اور علوم دیانات میں سب سے بڑھ کر تھا۔ اور ہر انسان سے اپنے سر اور کندھے کے لحاظ سے لمبا چوڑا تھا۔

البسطہ وسعت درازی کو کہتے ہیں۔ اور بادشاہ کے لیے علم والا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جاہل ذلیل وحقیر ہے اور اس سے مخلوق کو فائدہ نہ ہوگا۔ اور وہ جسامت والا ہو کیونکہ اس سے دلوں میں اس کی شان اور رعب بیٹھتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ اپنا ملک جن کو چاہتے ہیں عنایت فرماتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں اس کا کوئی منازع نہیں۔ وہ جس کو چاہتا عنایت کر دیتا ہے اس کا وراثت سے تعلق نہیں۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ ۔ (اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل وعطا والے ہیں اس پر وسعت فرما دیتے ہیں جن کے پاس

وسعت مالی نہیں ہوتی۔ اس کو فقر کے بعد غنی کر دیتے ہیں۔

عَلِيْمٌ (وہ جاننے والے ہیں) کہ جس کو بادشاہی کے لیے چننا ہے۔

پھر بھی انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے طالوت کے چناؤ اور نشانی کا مطالبہ کر دیا۔

تفسیر آیت ۲۴۸:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ (ان کو ان کے پیغمبر علیہ السلام نے کہا بے شک اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس آ جائے گا) یعنی وہ صندوق جس میں تورات تھی جب موسیٰ علیہ السلام قتال کرتے اس کو آگے رکھتے بنی اسرائیل کے نفوس کو اس سے سکون حاصل رہتا۔ اور وہ فرار اختیار نہ کرتے۔

صندوق سکینہ:

فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اس میں سکینہ ہے تمہارے رب کی طرف سے) سکون واطمینان ہے

وَبَقِيَّةٌ ۔ (بقیہ چیزیں) یعنی الواح کے ٹکڑے۔ عصائے موسیٰ' ثیاب موسیٰ' کچھ تورات۔ موسیٰ علیہ السلام کے نعل اور عمامہ ہارون علیہ السلام۔

مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ (جن کو چھوڑا آل موسیٰ اور آلِ ہارون نے) یعنی جن کو چھوڑا موسیٰ وہارون علیہما السلام نے۔ آل کا لفظ ان دونوں ہستیوں کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

فرشتے تابوت لائے:

تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (اس کو فرشتے اٹھانے والے ہونگے) یعنی تابوت کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اٹھا لیا تھا۔ پس فرشتے اس کو لے کر اٹھائے ہوئے اترے۔ جبکہ بنی اسرائیل دیکھ رہے تھے۔

نحو: یہ جملہ موضع حال میں واقع ہے اور اسی طرح فیه سکینة بھی اور من ربکم یہ سکینہ کی صفت ہے اور مما ترک یہ بقیة کی صفت ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اس میں نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم مؤمن ہو) یعنی تابوت کے تمہاری طرف لوٹ آنے میں اس بات کی علامت ونشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی طالوت کو تم پر بادشاہی دی ہے۔ اگر تم اس کی تصدیق کرنے والے ہو۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ

طالوت لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے، سو جس نے اس میں سے

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ

پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے اور جس نے اس سے نہ پیا تو وہ مجھ سے ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو

بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پی لیا، پھر تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب نے اس میں سے پی لیا پھر جب آگے بڑھے طالوت اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان

مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

لائے تھے تو کہنے لگے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، جو لوگ اللہ کی ملاقات کا

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

یقین رکھتے تھے وہ کہنے لگے کتنی ہی کم تعداد جماعتیں اللہ کے حکم سے بھاری تعداد والی جماعتوں پر غالب ہو چکی ہیں

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کے لئے نکلے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم پر صبر

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ؕ

ڈال دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

۲۴۹: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ (جب طالوت لشکر لے کر جدا ہوئے) فصل کا معنی خرج یعنی نکلنا ہے۔ یعنی جب نکلے اپنے اس شہر سے دشمن کے خلاف جہاد کے لئے۔

تعدادِ لشکر:

بالجنود کا لفظ موضع حال میں ہے یعنی لشکروں کو ساتھ لینے والے تھے۔ جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ یہ وقت گرمی کا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے پانی کی نہر جاری کر دے۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ (انہوں نے کہا بے شک اللہ تمہارا امتحان کرنے والے ہیں) یعنی تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرنے والے ہیں جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے۔

دریائے فلسطین:

بِنَهَرٍ (ایک دریا کے ساتھ) یہ دریائے فلسطین ہے۔ یہ ابتلاء اسی لئے تھا تا کہ سچے مجاہد اور نکمے پہچان لیے جائیں۔

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ (پس جس نے اس میں سے پیا) یعنی منہ لگا کر

فَلَيْسَ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے نہیں) یعنی وہ میرا سچا پیروکار نہیں اور میرا حمایتی نہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ (جس نے نہ چکھا) یہ طعم الشئ سے ہے جب کہ اس کو چکھا جائے۔

فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے ہے)

قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے مِنِّيَ یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ (یہ استثناء ہے۔ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ سے۔ اور دوسرا جملہ استثناء سے جملہ متاخرہ کے حکم میں ہے۔ صرف عنایت کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

غُرْفَةً بِيَدِهٖ (ایک چلو ہاتھ سے)

قراءت: حجازی اور ابوعمرو نے غَرْفَةً غین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی مصدر والا ہے۔ اور غُرْفَةٌ غین کے ضمہ کے ساتھ بمعنی مغروف بمعنی چلّو۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کے ایک چلّو کی رخصت ہے۔ منہ لگا کر پینے کی اجازت نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

فَشَرِبُوْا مِنْهُ (پس انہوں نے اس سے پیا) یعنی منہ لگا کر پیا۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ (پس جب وہ اس کو عبور کر گئے) یعنی نہر کو۔

هُوَ (وہ) اس سے مراد طالوت ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (اور وہ لوگ جو ان کے قول پر یقین کرنے والے تھے) یعنی قلیل تعداد میں۔

قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ (وہ کہنے لگے ہمیں آج طاقت نہیں) یعنی کوئی قوت نہیں۔

جابر جالوت:

بِجَالُوْتَ (جالوت کے ساتھ) یہ عمالقہ کا ایک جابر بادشاہ ہے جو عملیق بن عاد کی اولاد میں سے تھا۔ اس کے خود میں تین سو، رطل لوہا تھا۔

وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۔ (اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کیا۔ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں) یعنی شہادت پر یقین کرنے والے ہیں۔

بعض نے کہا۔ قالوا کی ضمیر ان میں بہت سے لوگوں کی طرف لوٹتی ہے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے۔

اور والذین یظنون میں ضمیر ان قلیل کی طرف ہے۔ جو ثابت قدم رہنے والے تھے۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ

سو ان کو شکست دے دی اللہ کے حکم سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے ان کو ملک دے دیا اور حکمت عطاء فرما دی، اور ان کو جو کچھ

مِمَّا یَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

چاہا علم دے دیا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا دفع فرمانا لوگوں کو بعض کو بعض کے ذریعہ تو زمین میں فساد ہو جاتا

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ

اور لیکن اللہ جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ پر تلاوت کرتے

بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۵۲﴾

ہیں اور بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک چلّو آدمی کے پینے اور برتن کے لئے کافی ہو جاتا۔ جنہوں نے پانی پیا۔ ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے۔ اور پیاس ان پر غالب آ گئی۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ (بہت سی تھوڑی جماعتیں ہیں)

نحو: یہ کَمْ خبریہ ہے اور ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔

غَلَبَتْ (غالب آ گئیں) یہ کَمْ کی خبر ہے۔

فِئَةً كَثِیْرَةً (بڑی جماعتوں پر)

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یعنی اس کی مدد سے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اپنی مدد کے ذریعہ۔

تفسیر آیت ۲۵۰:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ (جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے) یعنی ان سے لڑائی کرنے نکلے۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا (کہنے لگے اے ہمارے رب تو انڈیل ہم پر صبر) افراغ کا معنی انڈیلنا ہے صبر سے مراد لڑائی میں ثابت قدمی ہے۔

وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا (اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر) ہمارے دلوں کو مضبوط کر کے اور ہمارے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر۔

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (اور تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) یعنی ہماری اعانت فرما۔

تفسیر آیت ۲۵۱:

فَهَزَمُوْهُمْ (پس انہوں نے ان کو شکست دی) یعنی طالوت اور مؤمنین نے جالوت اور اس کے لشکروں کو۔

فیصلۂ قضاءوقدر:

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے اذن سے) یعنی اس کے فیصلۂ قضاوقدر سے

تذکرہ داؤد علیہ السلام:

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا) داؤد علیہ السلام کے والد ایشی بھی طالوت کے لشکر میں اپنے چھ بیٹوں سمیت شامل تھے۔ داؤد ان میں ساتویں تھے۔ اور وہ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور بکریاں چراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ داؤد ہی جالوت کو قتل کرے گا۔

انہوں نے ان کے والد سے داؤد کو طلب کیا وہ آ گئے۔ راستے میں چلتے ہوئے تین پتھروں نے داؤد کو کہا۔ ہمیں اٹھالو۔ اور اس سے کہا تم ہمارے ساتھ جالوت کو قتل کرو گے۔

داؤد نے ان پتھروں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور وہ پتھر جالوت کی طرف پھینکے پس اس کو قتل کر دیا۔ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح داؤد علیہ السلام سے کر دیا۔ پھر ان کو حسد پیدا ہوا اور اس کو قتل کرنا چاہا (مگر قدرت نہ پا سکا) پھر تائب ہو کر موت آئی۔

ملک سے مراد:

وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دے دی) ارض مقدس کے مشرق و مغربی علاقوں میں داؤد سے پہلے بنی اسرائیل کسی بادشاہ پر مجتمع نہ ہوئے تھے۔

وَالْحِكْمَةَ (اور حکمت) یعنی نبوت۔

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (اور اس کو جو چاہا علم دیا) یعنی صنعت زرع اور کلام طیور وغیرہ۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو دور نہ کرتے)

نحو: الناس یہ مفعول بہ ہے۔

بَعْضَهُمْ یہ الناس کا بدل ہے یعنی بعض لوگوں کو۔

قراءت: دفعُ کو مدنی رحمہ اللہ نے دِفَاعُ پڑھا ہے۔ یہ دفاع دفع کا مصدر ہے۔ یا اس کا معنی دافع دفاع کرنے والا ہے۔

فساد کا مطلب:

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (بعض لوگوں کے ساتھ تو بگڑ جاتی زمین) یعنی اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے اور ان کے ذریعے ان کا فساد نہ روکے تو مفسد غالب آ جائیں اور زمین بگڑ جائے اور اس کے منافع کھیتی و نسل باطل ہو جائیں۔

دوسرا قول: اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کافروں کے خلاف مدد نہ کرتا۔ تو غلبۂ کفار سے زمین بگڑ جاتی اور نیک قتل کر دیئے جاتے۔ اور شہر برباد ہو جاتے اور بندے دکھوں میں مبتلا ہو جاتے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر فضل فرمانے والے ہیں) یعنی ان سے فساد کا ازالہ کر کے۔

یہ آیت معتزلہ کے خلاف اہلسنّت کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اصلح کو اختیار فرماتے ہیں۔

آیات کا مفہوم:

۲۵۲: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔

نحو: تلک مبتداء اور آیات اللہ خبر ہے۔

مطلب یہ ہوا یہ ہزاروں کے واقعات جو بیان کیے گئے اور ان کی موت کا تذکرہ ہوا اور پھر زندگی بخشنے کا اور طالوت کی بادشاہت۔ جابروں پر ایک بچہ کے ذریعہ ان کا غلبہ وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

نَتْلُوْهَا (ہم ان کو پڑھ کر سنا رہے ہیں)

نحو: یہ اٰيٰتُ اللّٰهِ سے حال ہے اور اس کا عامل تلك کا معنی ہے۔ یا اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ تلك سے بدل ہے اور نتلوھا اس کی خبر ہے۔

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ پر حق کے ساتھ) یعنی اس یقین کے ساتھ کہ جس میں اہل کتاب کو شک کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ واقعات ان کی کتابوں میں بھی اسی طرح ہیں۔

دلیل رسالت:

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بے شک آپ البتہ رسولوں میں سے ہیں) اس لئے کہ آپ ان کو کسی کتاب کی قراءت کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں۔ یا آپ ان کو کسی اہل کتاب سے سننے کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں جو رسالت کی کھلی نشانی ہے۔

الجزء ٣ وقف لازم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ

یہ رسول ہیں ہم نے فضیلت دی ان میں بعض کو بعض پر، ان میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو

بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ

درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا، اور ہم نے دیئے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات، اور ہم نے ان کی تائید کی روح القدس کے ذریعہ،

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے جو ان کے بعد تھے، اس کے بعد کہ آئے ان کے پاس کھلے ہوئے معجزات

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ قف

لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ تھے جنہوں نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ ع ٣٣ ٥ ١

لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۵۳:

تِلْكَ الرُّسُلُ (یہ رسل) تِلْكَ کا اشارہ رسولوں کی جماعت کی طرف ہے۔

جن کے واقعات اس سورت میں مذکور ہو چکے۔ آدم علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک۔

یا دوسرا قول: جن رسل کی جماعت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کے نزول سے قبل ہو چکا۔

طاعات میں تفاوت:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی) یعنی رسالت کے علاوہ خصوصیات کے ساتھ فضیلت دی۔ کیونکہ رسالت و نبوت میں تو تمام برابر ہیں۔ جیسا کہ مؤمن صفت ایمان میں تمام برابر ہیں اور ایمان کے بعد طاعات میں متفاوت ہیں۔ پھر اس ارشاد

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (ان میں سے بعض وہ تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا) مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ سے امت کی وضاحت کی۔ یعنی ان سے کلام کیا اللہ تعالیٰ نے۔ ضمیر عائد کو صلہ سے حذف کر دیا۔ یعنی منهم من فضله الله بان كلمه من غير سفير۔ ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اس طرح دی۔ کہ بغیر سفیر کے ان کو شرف کلام بخشا اور وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بلند درجات سے مراد:

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (اور بعض کے درجات بلند کئے)

نحو: بعضهم پہلا مفعول اور دَرَجٰتٍ دوسرا مفعول ہے۔ یعنی بدرجات یاالی درجات۔

مطلب یہ ہوا کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو تمام انبیاء علیہم السلام پر رفعت عنایت فرمائی پس فضیلت میں تفاوت کے بعد وہ ان میں درجات کثیرہ کے ذریعہ افضل ہو گئے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ کیونکہ آپ ہی ان میں تمام کائنات کی طرف بھیجے جانے کی وجہ سے افضل ہو گئے اور اس لیے بھی کہ آپ کو وہ نشانات و معجزات دیئے گئے جو کثرت تعداد میں ایک ہزار یا اس سے بھی بڑھنے والے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ کے چہرہ پر باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اس ابہام میں تفخیم اور وضاحت ہے کیونکہ وہ ایک ایسی علامت ہے۔ جو کسی پر مخفی نہیں اور ایسا امتیاز ہے جس میں کسی کو التباس نہیں۔

دوسرا قول: اس سے مراد حضرت محمد وابراہیم علیہما السلام وغیرہما انبیائے اولوالعزم مراد ہیں۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ (اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانات دیئے) جیسے مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ وغیر ذلک

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اور ہم نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد کی) یعنی ہم نے ان کو قوت دی۔ یا انجیل کے ساتھ مدد دی۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ لوگ نہ لڑتے) یعنی باہمی اختلاف نہ کرتے۔ جس کی وجہ سے نوبت قتال آئی۔

الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے) یعنی ان رسل علیہم السلام کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلے دلائل آ گئے) یعنی ظاہر معجزات

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا (لیکن انہوں نے اختلاف کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ۔ پھر اختلاف کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ (پس کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ وہ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے رسولوں کے معاملات کو اس طرح جاری کیا۔ یعنی کسی پیغمبر کی تمام امت اس کی زندگی میں اس پر متفق نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ان کی زندگی کے بعد بلکہ انہوں نے ان کے متعلق۔ فمنهم من اٰمن ومنهم من كفر۔ پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے اور ان میں سے بعض نے کفر کیا۔ یعنی اختلاف کا رویہ اختیار کیا۔

کفر کا مطلب:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ قتال نہ کرتے) اس جملہ کو تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ یعنی اگر میری مشیت میں ہوتا کہ وہ آپس میں قتال نہ کریں تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے۔ اس لئے کہ میری مملکت میں میری مشیت چلتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِیَ

اے ایمان والو، اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ

آئے جس میں نہ بیع ہو گی نہ دوستی اور نہ سفارش، اور جو کافر ہیں وہ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

ظلم کرنے والے ہیں۔

تردیدِ معتزلہ:

اس آیت سے معتزلہ کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اگر اللہ چاہتے کہ وہ قتال باہمی نہ کریں۔ تو وہ نہ کرتے۔ حالانکہ معتزلہ کہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں تو بھی وہ لڑ پڑتے۔

ثبوتِ ارادہ:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (اور لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ارادہ کو ثابت کیا۔ جیسا کہ مذہب اہلسنّت ہے۔

تفسیر آیت ۲۵۴:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (اے ایمان والو! تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا) یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو۔

یا دوسرا قول: (اس سے مراد ہر صدقہ واجبہ زکوٰۃ وغیرہ ہے)

عدم تدارک کا دن:

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِیَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی) یعنی اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں تم اس انفاق کا تدارک نہ کر سکو گے جو رہ جائے کیونکہ اس دن میں نہ خرید وفروخت ہوگی کہ اس میں تم خرید لو جو تم نے خرچ کرنا ہو۔

وَّلَا خُلَّةٌ (اور نہ دوستی ہوگی) کہ دو دوست دوستی کا لحاظ کر کے چشم پوشی کر سکیں۔

وَّلَا شَفَاعَةٌ (اور نہ سفارش) یعنی کافروں کے لئے سفارش نہ ہوگی۔ باقی مسلمانوں کے لئے ہوگی۔ یا شفاعت ہوگی مگر اس کی اجازت سے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِی

اللہ ایسا ہے کہ معبود نہیں ہے مگر وہی، وہ زندہ ہے ، قائم رکھنے والا ہے ، اس کو نہیں پکڑتی اونگھ اور نہ نیند، اسی کے لئے ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ یَعْلَمُ

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی اجازت کے ساتھ، وہ جانتا ہے

مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور وہ احاطہ نہیں کرتے اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا مگر جو وہ

شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

چاہے، گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمانوں کی، اور زمین کی اور اسے بھاری نہیں ہے ان دونوں کی حفاظت، اور وہ

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

برتر ہے، عظمت والا ہے۔

دوقول:

وَالْکٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور کافر وہی ظالم ہیں) یعنی کافر اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی حاجت کے دن کی طرف بڑھنا چھوڑ دیا۔

یا دوسرا قول: یہ ہے کہ اس دن کا انکار کرنے والے وہی ظالم ہیں۔

قراءت: لَا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ۔ مکی اور بصری قراء نے اسی طرح پڑھا۔

تفسیر آیت ۲۵۵:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اللہ تعالیٰ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی)

نحو: لفظ اللہ مبتداء اور جملہ اسمیہ لا الہ الا ھو اس کی خبر ہے۔ لانفی جنس الہ اس کا اسم اِلّا ادات حصر ھُوَ بدل از محل لَا۔

اَلْحَیُّ (زندہ) یعنی ایسی باقی رہنے والی ذات جس پر فنا کا کوئی راستہ نہ ہو۔

اَلْقَیُّوْمُ (مخلوق کو تھامنے والا) یعنی ایسی ہمیشگی والی ذات جو مخلوق کی تدبیر کرنے والی ہو۔ اور اس کی نگہبانی کرنے والی ہو۔

نیند و اونگھ کا فرق:

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی) سنة اونگھ اعصاب دماغی کی وہ سستی جو نیند سے پہلے آئے۔ النوم

نیند دماغ کے اعصاب میں استرخائی کیفیت کو کہتے ہیں۔

مفضل رحمۃ اللہ علیہ: کہتے ہیں۔ کہ السنة سر کا بوجھل ہونا۔ النعاس آنکھ کا بوجھ النوم دل کے بوجھ کو کہتے ہیں۔

نحو: لا تاخذہ سنة ولا نوم یہ القیوم کی تاکید ہے کیونکہ جس کو نیند و اونگھ آجائے وہ قیوم نہیں بن سکتا۔

سب کو تھامنے والا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی۔ ان کو کہہ دو کہ میں آسمان و زمین کو اپنی قدرت سے تھامنے والا ہوں۔ اگر مجھے اونگھ یا نیند آجائے تو یہ دونوں فنا ہو جائیں (ابویعلی)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے) یعنی ملک وملک کے لحاظ سے یعنی بادشاہ بھی وہی اور مالک بھی وہی۔

کبریائی باری تعالیٰ عزوجل:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کون سفارش کر سکتا ہے؟) یعنی کسی کی ہمت و جرأت نہیں۔ کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا بیان ہے اور کوئی شخص قیامت کے دن کلام کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہوگا۔ مگر جب وہ خود اس کو کلام کی اجازت دے۔ اس میں کفار کے اس زعم کی تردید ہے۔ کہ بت ان کے لئے شفاعت کریں گے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہی ان کے سامنے اور پیچھے کی چیزوں کو جانتا ہے) یعنی جو ان سے پہلے تھا۔ اور جو آئندہ ہوگا۔

نحو: هم ضمیر عقلاء کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ (اور اہل علم اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے) یعنی اس کی معلومات میں سے۔ دعا کا یہ کلمہ اللهم اغفر علمك فينا۔ میں علم بمعنی معلوم ہے۔

اِلَّا بِمَا شَآءَ (مگر وہ جو چاہے) یعنی مگر جو وہ سکھائے۔

کرسی کے متعلق اقوال:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اسکی کرسی آسمان اور زمین کو اپنے اندر سمانے والی ہے) یعنی اس کا علم اور اسی سے الکراسة کاپی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں علم ہوتا ہے۔ اسی الکراسی کا معنی میں علماء اور علم کو کرسی کہا جاتا ہے۔ اسکے مرتبہ وعظمت کا لحاظ کر کے جو جہاں کی کرسی ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ غافر کی آیت ربنا وسعت کل شئ رحمة و علما۔

دوسرا قول: ملک کو کرسی کہا۔ اس کے اس مرتبہ کا لحاظ کر کے جو کہ بادشاہت کی کرسی ہے۔

تیسرا قول: اس کا عرش۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

چوتھا قول: عرش کے علاوہ تخت ہے حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایک چھلے کی مانند ہیں۔ جو وسیع بیابان میں پڑا ہو۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسا کہ وسیع بیابان کو اس چھلے پر۔ (ابن مردویہ)

پانچواں قول: اس کی قدرت، اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ولا یؤدہٗ حفظھما۔

وَلَا يَئُوْدُهٗ (اس کو تھکاتی نہیں) یعنی اس کو بوجھل نہیں کرتی اور نہ اس پر گراں کرتی ہے۔

حِفْظُهُمَا (ان دونوں کی حفاظت) یعنی زمین و آسمان کی حفاظت۔

بلند اور عزت وجلال والا:

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (وہ بلند و بالا عظمت والا ہے) یعنی اپنی ملک و سلطنت میں بلند اور عزت وجلال میں بڑائی والا ہے۔

دوسرا قول: العلی۔ ان صفات سے اعلیٰ جو اس کے لائق نہیں۔ العظیم۔ ایسی صفات سے موصوف جو اس کے لائق ہیں۔ یہ دونوں صفات کمال توحید کو جامع ہیں۔

نکتہ: آیت الکرسی میں جملوں کو بغیر حرف عطف کے لایا گیا۔ کیونکہ وہ جملے بطور بیان آئے ہیں۔

پس پہلا جملہ اس بات کو بیان کر رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تدبیر خلق کرنے والے ہیں اور وہ مخلوق کے نگہبان ہیں۔ اس میں غفلت برتنے والے نہیں۔

دوسرے: میں فرمایا۔ یہ تمام اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مخلوق کے خود مالک ہیں۔

تیسرے: اس لئے کہ اس کی شان کبریائی والی ہے۔

اور چوتھے: اس لئے کہ وہ خلق کے حالات کا احاطہ کرنے والے ہیں۔

پانچویں: اس لئے کہ اس کا علم وسیع ہے اور اس کا علم تمام معلومات سے متعلق ہے۔ یا اس کے جلال اور عظیم قدرت کی وجہ سے۔

فضیلت آیت الکرسی:

یہ آیت فضیلت والی ہے یہاں تک کہ اس کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت ان میں سے وہ ہے جس کو حضرت علیؓ نے بیان کیا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے آیت الکرسی پڑھی۔ ہر فرض نماز کے بعد۔ اسکو دخول جنت سے صرف موت ہی رکاوٹ ہے اور اس پر ہمیشگی صدیق یا عابد ہی کرتا ہے۔ جس نے اسکو بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے نفس اور اسکے پڑوس اور پڑوس کے پڑوس اور اس کے اردگرد گھروں کو امان میں رکھتے ہیں۔ (بیہقی)

دوسری روایت: نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ سید البشر آدم (یعنی سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام) اور عرب کے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا۔

(اس روایت میں نکارت ہے کیونکہ صحیح مرفوع روایت انا سید ولد آدم ولا فخر کے الفاظ مروی ہیں) فارسیوں کے سردار سلمان رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے سردار صہیب رضی اللہ عنہ اور حبشیوں کے سردار بلال رضی اللہ عنہ اور پہاڑوں کا سردار طور اور دنوں کا سردار جمعہ اور کلاموں کا سردار قرآن۔ قرآن کا سردار سورۂ بقرہ اور بقرہ کی آیات کی سردار آیت الکرسی۔ (دیلمی فی مسند الفردوس)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙۗ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ

نہیں ہے زبردستی دین میں، ظاہر ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو کر، سو جو شخص منکر ہو طاغوت کا

وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ

اور ایمان لائے اللہ پر تو بے شک اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔ جو ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

نمبر۳۔فرمایا۔جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے۔اس کو شیاطین تیس دنوں تک چھوڑ جاتے ہیں۔اوراس گھر میں جادوگر اور جادوگرنی چالیس راتوں تک داخل نہیں ہوسکتی۔(بقول ابن حجر اس کی اصل نہیں ملی)

نمبر۴۔فرمایا جس نے سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی۔اس پر ایک فرشتہ مقرر کردیا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہو۔(درمنثور)

نمبر۵۔اورفرمایا۔جس نے یہ دو آیات شام کے وقت پڑھیں تو صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر صبح بھی پڑھ لیں۔تو شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

نمبر۱۔آیت الکرسی نمبر۲۔حٰم مؤمن کی آیات الیه المصیر تک۔(ترمذی)

وجہ فضیلت:

کیونکہ یہ دونوں آیات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اوراس کی تعظیم اور بزرگی اور عظیم صفات پر مشتمل ہیں۔اوررب العزت کے تذکرہ سے اورکونسا تذکرہ بڑھ کر ہوسکتا ہے جو اس کا ذکر ہوگا وہ تمام ذکروں سے افضل ہے اس سے بخوبی یہ معلوم ہوگیا کہ تمام علوم میں سب سے اعلیٰ علم توحید ہے۔

نکتہ: سب سے زیادہ عظمت والی آیت، آیت الکرسی۔سب سے زیادہ خوف والی آیت۔من یعمل مثقال ذرة خیرا یره۔ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره۔اورسب سے زیادہ امید والی آیت قل یا عبادی الذین اسرفوا۔کذا عن ابن مسعودؓ)

تفسیر آیت ۲۵۶:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں جبر نہیں) یعنی دین حق پر کسی کو جبراً نہیں لایا جاسکتا۔دین حق سے مراد دین اسلام ہے۔

ایک قول: یہ ہے اگرچہ یہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی نہی کا ہے۔یعنی دین پر لانے کے لئے جبر نہ کرو۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے دو بیٹے نصرانی ہوگئے ان کے والد نے ان کو پکڑا اور کہا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ

اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، وہ ان کو نکالتا ہے اندھیریوں سے نور کی طرف، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

کفر اختیار کیا ان کے اولیاء شیاطین ہیں وہ ان کو نکالتے ہیں نور سے اندھیریوں کی طرف، یہ لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵۷ ع

دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں تک کہ تم مسلمان ہو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے دیکھتے ہوئے میرا بعض حصہ آگ میں چلا جائے؟ پس یہ آیت اتری۔ اس انصاری نے ان کا رستہ چھوڑ دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے کہا۔ کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر آیات قتال سے یہ منسوخ ہو گیا۔

(مگر نسخ تو تب ہو جب ان میں تعارض ہو اور یہاں تو تعارض بھی نہیں)

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (تحقیق واضح ہوگئی رشد گمراہی سے) یعنی ایمان کفر سے دلائل واضحہ کے ذریعہ نکھر چکا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ (پس جو شخص طاغوت کے ساتھ کفر کرے) طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ یا اصنام

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (اور وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس واقعی اس نے مضبوط تھام لیا مضبوط رسّی کو) استمساك کا معنی تھامنا ہے۔ العروة جس کو تھاما جائے جس سے چمٹا جائے۔ الوثقی۔ یہ اوثق کی مؤنث ہے یعنی انتہائی مضبوط رسی۔ پختہ، محفوظ۔

شاہد محسوس سے مثال:

لَا انْفِصَامَ لَهَا (اس کے لئے ٹوٹنا نہیں) یعنی اس رسّی کے لئے ٹوٹنا نہیں۔

یہ معلوم و معروف چیز کی نظر و استدلال سے تمثیل بیان کی گئی ہے اور شاہد محسوس سے مثال بتلائی گئی ہے تاکہ سامع اس کو تصور کرے۔ کہ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پس اس کا اعتقاد پختہ ہو جائے مطلب یہ ہے۔ اس نے اپنے نفس کو دین سے مضبوط باندھ دیا ہے۔ جس کو کوئی اشتباہ کھول نہیں سکتا۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) یعنی اس کے اقرار کو۔ عَلِيْمٌ (جاننے والے ہیں) اس کے اعتقاد کو۔

تفسیر آیت ۲۵۷:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے) اٰمنوا سے مراد جو ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ولی کا معنی

ناصر اوران کے امور کا ذمہ دار۔

نورِ واحد اور ظلمات جمع لانے کی حکمت:

یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ (ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے) یعنی کفر وضلالت کے اندھیروں سے۔ کفریات وضلالات بہت اقسام کی ہیں اس لئے جمع کا لفظ لایا گیا۔

اِلَى النُّوْرِ (روشنی کی طرف) یعنی ایمان وہدایت کی طرف۔ نور کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ ایمان ایک ہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (اور کافر)

اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ (ان کے دوست شیطان ہیں)

نحو: والذين كفروا مبتداء ہے اور اولياء هم الطاغوت خبر ہے۔

شبہات کی دلدل:

یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (وہ ان کو نور سے نکالتے ہیں ظلمات کی طرف) یہاں ظلمات کو جمع لایا گیا۔ کیونکہ طاغوت معناً جمع ہے۔

مطلب یہ ہے وہ لوگ جو کفر پر پختہ ہو گئے ان کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔

یا دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ولی ہیں وہ ان کو شبہات دینیہ سے نکالتے ہیں اگر کبھی راہ ہدایت میں ان کو شبہ واقع ہو جائے تو ان کو اس شبہ کے ازالہ کی توفیق دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ شبہ سے نکل کر نور یقین میں پہنچ جاتے ہیں اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں۔ وہ ان کو واضح دلائل کی روشنی سے جو ان کے سامنے ظاہر باہر ہیں نکال کر شکوک وشبہات کی گمراہیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

استفہام تعجب:

پھر تعجبی انداز میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نمرود اور ابراہیم علیہ السلام کا مجادلہ سنایا اور تسلی دی۔ نمرود ربوبیت کا دعویدار تھا۔

وقف لازم

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے حجت بازی کی ان کے رب کے بارے میں اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت

الۡمُلۡكَ‌ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُۙ قَالَ اَنَا

دی تھی، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں

اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ

زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا سو بلاشبہ اللہ لاتا ہے سورج کو

الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى

پورب سے تو اس کو لے آ پچھم سے پس حیرانی میں پڑ گیا وہ شخص جو کفر اختیار کئے ہوئے تھا اور اللہ قوم ظالمین

الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ‌ۚ ﴿۲۵۸﴾

کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر آیت ۲۵۸:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ (کیا تمہیں اس شخص کا واقعہ معلوم نہیں جس نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا) یعنی اپنے اس جھگڑے میں جو رب ابراہیم کی ربوبیت کے سلسلہ میں اس نے کیا۔

نحو: ربہ۔ کی ضمیرہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یا اس کی طرف جس نے جھگڑا کیا۔ اسلئے کہ وہ دونوں کا رب ہے۔

اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ (کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطاء کی تھی) اصل اس طرح ہوا لان اٰتاہ اللّٰہ۔ یعنی حکومت کے مل جانے نے اسے غرور وتکبر میں مبتلا کر دیا۔ پس وہ اسی وجہ سے جھگڑنے لگا۔

ردِ معتزلہ:

یہ آیت بھی معتزلہ کے خلاف اصلح کے مسئلہ میں دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کافر کو اللہ حکومت نہیں دیتے۔ یہاں دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(معتزلہ کا قول یہ ہے کہ اصلح اللہ تعالیٰ پر واجب ہے جبکہ اہلسنّت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جو کچھ دیتا ہے یہ اس کا فضل واحسان ہے)

دوسرا قول: وہ اس وقت جھگڑا کرنے لگا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک عنایت کیا۔

اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے)

تحقیق نحو وقراءت :

نحو :اذ قال یہ حَاجَّ کی وجہ سے منصوب ہے یا ان اٰتاہ اللّٰہ سے بدل ہے جبکہ جعل بمعنی وقت ہو۔

قراءت :حمزہ نے رَبِّیَ کو رَبِّیْ پڑھا ہے سکون یاء کے ساتھ۔

گویا بادشاہ نے سوال کیا۔من ربُّکَ۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی نمرود نے۔

اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ (میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہوں) اس کی مراد یہ تھی کہ میں قتل کو معاف کرتا اور قتل بھی کر دیتا ہوں۔ یہ بات کہہ کر لعین جھگڑے سے رک گیا۔

تلبیس کی قاطع دلیل :

پس ابراہیم علیہ السلام نے وہ بات پیش کی۔جس میں کمزور دماغ والوں پر تلبیس کا احتمال نہ تھا جبکہ فرمایا۔

قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے چڑھاتے ہیں تو اس کو مغرب سے لے آ۔)

ازالۂ وہم :

یہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال نہیں۔جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا۔کیونکہ پہلی دلیل ہی لازم ہونے والی تھی۔لیکن جب اس نے عناد سے زندہ کرنے کی دلیل کو ایک کے چھوڑنے اور دوسرے کے قتل کر دینے سے ٹال دیا۔تو آپ نے ایسے انداز سے کلام فرمایا جس سے عناد نہ کیا جا سکے۔وہ تمام ستارہ پرست لوگ تھے۔اور کواکب کی حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ان کو معلوم تھی اور سورج کی مشرقی حرکت جو ہمیں محسوس ہوتی ہے یہ زبردستی وجبری حرکت ہے جیسا کہ پن چکی۔جس پر چیونٹی بیٹھی ہو اور وہ دوسری طرف کو حرکت کرنے والی ہو جبکہ پانی چکی کو دوسری طرف حرکت دے رہا ہے اور چیونٹی اس کو دوسری طرف سمجھ رہی ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔بے شک میرا رب سورج کو زبردستی اس کی اپنی حرکت کے الٹ حرکت دے رہا ہے اگر تو رب ہے تو اس کی اصلی حرکت پر چلا۔جو کہ آسان تر ہے۔

فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (پس کافر متحیر و دہشت زدہ ہو گیا)

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو زبردستی سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا)

بعض : نے کہا کہ نمرود نے یہ نہیں کہا۔کہ تیرا رب سورج کو مغرب سے لا کر دکھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کی طرف نہ آنے دیا۔بلکہ اس سے پھیر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے متعلق ربوبیت کا دعویدار تھا اور اپنے علاوہ دوسرے کی ربوبیت کا قائل نہ تھا اور اس کے اس قول کا مطلب انا احیی و امیت کہ میں ہی تو وہ ہوں جس کی طرف احیاء و اماتت کی نسبت کی جاتی ہے میرے سواء اور کوئی نہیں۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ

یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھیں، یہ شخص کہنے لگا

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ

کہ اللہ کیونکر زندہ فرمائے گا اس بستی کو اس کی موت کے بعد، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے اٹھا دیا،

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ

اس سے سوال فرمایا کہ تو کتنے عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا کہ میں ایک دن یا ایک دن سے کم ٹھہرا ہوں، فرمایا بلکہ تو سو سال

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ

تک ٹھہرا رہا ہے، سو تو دیکھ لے اپنے کھانے کو اور پینے کی چیز کو وہ سڑی گلی نہیں ہے اور دیکھ لے

اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ

اپنے گدھے کو، اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنا دیں لوگوں کے لئے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف ہم ان کو کیسے

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ

جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہنا دیتے ہیں، سو جب اس پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔

نکتہ :اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم کلام میں بات کرنا اور مناظرہ کرنا مباح ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں وہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ ان کے رب کے متعلق۔

حاج باب مفاعلہ سے ہے اور وہ دو کے مابین ہوتا ہے۔ جیسے مقاتلہ۔ پس اس سے خود یہ نکل آیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس سے مناظرہ کیا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس کو بذات خود نہ کرتے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ارتکاب حرام سے معصوم ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں کفار کو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف بلانے کا حکم دیا گیا۔ جب ہم ان کو دعوت دیں گے تو لازماً وہ ہم سے اس پر دلیل طلب کرینگے۔ اور یہ مناظرہ کے بعد ہوگی۔ (انظر شرح التاویلات)

تفسیر آیت ۲۵۹:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ (یا اس کی طرح جس کا گزر ہوا) مطلب یہ ہے۔

یا ارأیت مثل الذی ۔کیا تمہیں معلوم ہے اس کا حال جس کا گزر ہوا پس اس کو حذف کر دیا کیونکہ الم تر اس پر دلالت کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ یہ دونوں تعجب کے کلمات ہیں۔

دوسرا قول:

یہ معنی پر محمول ہے لفظ پر نہیں۔تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ارأیت کالذی حاج ابراھیم او کالذی مر۔
علامہ زمخشری: نے متوفی ۵۳۸ھ کشاف میں کہا۔کہ اس میں کاف زائدہ ہے اور الذی کا عطف الی الذی حاج پر ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ گزرنے والا کافر تھا۔اور بعث کا منکر تھا اس لئے اس کو نمرود کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پرو کر ذکر کیا۔
دوسری دلیل: یہ ہے کہ انی یحی کلمۂ استبعاد کا استعمال کیا گیا۔جو بعث بعد الموت کو بعید جاننے کی طرف مشیر ہے۔

جمہور مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کی رائے:

مگر اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔انہوں نے احیائے موتی کا معائنہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ بصیرت تامہ حاصل ہو جائے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا اور انّٰی یحی تو زندہ کرنے کا طریقہ اور زندہ کرنے والے کی عظیم قدرت کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف ہے۔

بیت المقدس کا اُجڑنا:

عَلٰی قَرْیَةٍ (بستی پر) یہ بیت المقدس شہر تھا۔جبکہ اس کو بخت نصر نے برباد کر دیا تھا۔یا وہی بستی ہے جس سے وہ ہزاروں لوگ نکلے تھے۔

وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا (وہ گرنے والی تھی اپنی چھتوں پر) یعنی چھتوں سمیت گر چکی تھی۔
یا دوسرا قول: چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں بھی گر پڑیں۔عرش ہر بلند چیز کو عرش کہتے ہیں۔

قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ (اس نے کہا کیسے زندہ کرے گا۔اس کو اللہ تعالیٰ اس کے ویران ہونے کے بعد پس اس کو موت دی اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو اٹھا کھڑا کیا) انّٰی یہ کیف کے معنی میں ہے۔هٰذِهٖ سے مراد اھل هذه اس کے رہنے والے بعث سے مراد زندہ کرنا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی اس کو فرشتے نے کہا۔

کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ (تو کتنا عرصہ ٹھہرا اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا) یعنی اپنے گمان کی بناء پر۔

جوازِ اجتہاد:

مَسْئَلَه :اس میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

روایت میں ہے کہ ان کو موت چاشت کے وقت آئی اور سو سال بعد ان کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے اٹھایا۔ پس انہوں نے سورج کی طرف نگاہ ڈالنے سے پہلے کہا۔ یومًا ایک دن۔ پھر وہ متوجہ ہوئے۔ تو انہوں نے ابھی سورج کو باقی پایا۔ تو کہنے لگے۔ اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ۔ یا دن کا کچھ حصہ۔

قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ (اس نے کہا بلکہ تو سو سال ٹھہرا ہے پس تو دیکھ اپنے کھانے کو اور اپنے مشروب کو)

مشروب کی جنس:

روایت میں ہے کہ ان کا کھانا انجیر اور انگور تھے اور مشروب جوس اور دودھ تھا۔ پس انہوں نے انگور اور انجیر کو اس طرح پایا گویا ابھی تازے چنے گئے ہیں اور مشروب بھی اپنی اصلی حالت میں ہے۔

لَمۡ یَتَسَنَّهۡ (وہ باسی نہیں ہوا) یعنی اس کا ذائقہ نہیں بدلا۔ اس کی ھاء اصلی ہے یا ہائے سکتہ ہے؟

اور السنة سے اس کے اشتقاق کے دو طریق ہیں۔

دو طریق اشتقاق:

نمبر ا۔ کیونکہ اس کا لام کلمہ ہاء ہے۔ تو اصل سَنۡهَةٌ اور فعل سانَهۡتُ فلانًا یعنی میں نے اس سے ایک سال معاملہ کیا۔

نمبر ۲: اصل سنوةٌ تھا اور فعل سانیت بنا۔ اس کا معنی ہے اس کو سالوں نے تبدیل نہیں کیا۔ اور لم یتسن میں ھاء کو وصل میں حذف کر دیا۔ اور وقف میں ھاء قائم رکھی۔ حمزہ و علی رحمہما اللہ کے ہاں۔

گدھے کی سواری کا جواز:

وَانۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِکَ (اور تم اپنے گدھے کو دیکھو) یعنی کس طرح اس کی ہڈیاں تک بکھر چکی اور کھوکھلی ہو چکی ہیں)

ان کی سواری گدھا تھا۔ جس کو باندھا ہی تھا۔ کہ موت آ گئی۔ اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

دوسرا قول: تو دیکھ اس کو کہ وہ صحیح سالم ہے جیسا تم نے باندھا۔ اور یہ عظیم نشانات قدرت میں سے ہے کہ اس کو سو سال بغیر چارے اور پانی کے زندہ رکھا۔ جیسا اس کے کھانے اور مشروب کی تبدیلی سے حفاظت فرمائی۔

نشانی کا مطلب:

وَلِنَجۡعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ (اور تا کہ تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیں) یعنی نمبر ا۔ ہم نے یہ کہا ہے مراد اس سے ان کا موت کے بعد زندہ کرنا تھا اور ان تمام چیزوں کی حفاظت کرنا جو ان کے ساتھ تھیں۔ نمبر ۲۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ واؤ محذوف پر عطف ہے ای لتعتبر ولنجعلك۔ تا کہ تو عبرت حاصل کرے اور تا کہ ہم تجھے بنائیں لوگوں کے لئے نشانی۔

نمبر۳۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس گدھے پر سوار تشریف لائے اور کہا کہ میں عزیر علیہ السلام ہوں۔ انہوں نے جھٹلایا۔ انہوں نے تورات کو لانے کا حکم دیا۔ پس اس کو زبانی پڑھنے لگے۔

حضرت عزیر علیہ السلام سے پہلے کسی نے تورات کو زبانی نہ پڑھا تھا۔ پس یہی ان کا نشانی ہونا ہے۔

نمبر۴۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ گھر لوٹ کر گئے تو اپنی اولاد کو دیکھا۔ تو وہ بوڑھے ہو چکے اور یہ نوجوان تھے۔

ہڈیاں کس کی؟

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ (اور تم ہڈیوں کو دیکھو) نمبر۱۔ یعنی گدھے کی ہڈیاں۔ یا

دوسرا قول: ان مردوں کی ہڈیاں جن کے زندہ ہونے پر تعجب کیا تھا۔

كَيْفَ نُنْشِزُهَا (کس طرح ہم ان کو زمین سے اٹھا کر جوڑتے ہیں) یعنی ان کو حرکت دیتے اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کے لئے اٹھاتے اور بلند کرتے ہیں۔

قراءت: اہل حجاز و بصری قراء نے نَنْشُرُهَا راء کے ساتھ پڑھا یعنی زندہ کرتے ہیں۔

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (پھر ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں) هَاء سے مراد ہڈیاں۔ لحما۔ گوشت۔ تو گوشت بمنزلہ لباس قرار دیا مجازی طور پر۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ (پس جب ان کے سامنے واضح ہو گیا) اس کا فاعل مضمر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے **فلما تبین له ان الله على كل شئ قدير**۔ کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہونا خوب واضح ہو گیا۔

دلالت کی وجہ سے حذف:

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اس نے کہا میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) پہلے **ان الله على كل شئ قدير**۔ کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا تھا۔ جیسا محاورۂ عرب ہے **ضربنی و ضربت زیداً**۔ یعنی مجھے زید نے مارا اور میں نے زید کو مارا۔ تو اول زید کو حذف کر دیا۔

دوسرا قول: یہ درست ہے کہ **فلما تبین له** سے مراد جو اُن پر مشکل ہوا۔ یعنی احیائے موتی کا معاملہ۔ **قراءت:** حمزہ رحمہ اللہ و علی رحمہ اللہ نے کہا: اَعْلَمُ، اِعْلَمْ صیغۂ امر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا اِعْلَمْ تو جان یا انہوں نے خود اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا اے نفس تو سمجھ لے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى‌ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ‌ؕ قَالَ

اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب آپ مجھے دکھا دیجئے مردوں کو کس طرح زندہ فرماتے ہیں، فرمایا کیا تم کو یقین نہیں ہے؟ عرض کیا

بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ‌ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ

یقین ہے لیکن اس غرض سے سوال کرتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے، فرمایا سو تم لے لو چار پرندے پھر ان کو اپنے سے ہلا لو

ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا‌ؕ وَاعۡلَمۡ

پھر ہر پہاڑ پہ ان میں سے ایک ایک حصہ رکھدو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۲۶۰

کہ بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۰:

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب تو مجھے دکھا)

كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى (تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے)

نحو : کیف یہ تُحیی کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔

قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تو یقین نہیں رکھتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں؟ مگر میرے دل کو اطمینان ہو جائے)

فائدہ سوال:

سوال : اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا اولم تؤمن۔ کیا تمہیں یقین نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ وہ ایمان میں تمام لوگوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔

جواب : یہ سوال اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا۔ تاکہ وہ وہی جواب دیں جو انہوں نے دیا۔ اس لئے کہ اس میں سامعین کے لئے عظیم الشان فائدہ ہے۔

علم ضروری اور استدلالی کا فرق:

نحو : بَلٰی۔ نفی کے بعد ایجاب کے لئے آتا ہے۔ اس کا معنی ہے کیوں نہیں۔

اٰمَنۡتُ یعنی میں ایمان لایا۔ لیکن تاکہ میرا سکون وطمانیت بڑھ جائے۔ علم ضروری کو علم استدلال کے ساتھ ملا کر اور دلائل کا

ظاہر ہونا قلوب کے لئے زیادہ سکون کا باعث اور بصیرت میں مزید اضافہ کرنے والا ہے۔اس لئے کہ علم استدلالی کے ساتھ تو شک کا امکان ہے۔مگر علم ضروری کے قریب بھی شک کا گزر نہیں۔

نحو : لام محذوف سے متعلق ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے: ولکن سالت ذٰلك ارادة طمانينة القلب لیکن میں نے یہ سوال اطمینان قلب کے ارادے سے کیا۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تو چار پرندے لے)الطیر سے مور' مرغ' کوا' کبوتر مراد ہیں۔

فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (تو ان کو ہلا لے)مادہ صور' صار' یصور

قراءت: حمزہ وابوجعفر نے صِرْهُنَّ پڑھا ہے۔جس کا معنی پارہ پارہ کرنا ہے۔

مادہ صار۔یصیر۔صیرا ہے۔صُرْهُنَّ کا معنی مائل کرنا' ملانا اور جمع کرنا ہے۔

پہاڑ کتنے؟

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے)یعنی ان کے ٹکڑے کر دے اور ان کے اجزاء ان پہاڑوں پر منتشر کر دے۔جو تیرے سامنے اور تیرے علاقے میں ہیں اور یہ چار پہاڑ تھے یا سات۔

قراءت: جُزُءًا۔دونوں ضموں اور ہمزہ کے ساتھ ابوبکر نے پڑھا ہے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ (پھر ان کو بلاؤ)یعنی ان کو کہو تم میرے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔

يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا (وہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے) یہ موضع حال میں ہے یعنی ساعیات مسرعات فی طیرانهن وہ دوڑنے اور اپنی پرواز میں تیزی کرنے والے ہونگے۔یا اپنے پاؤں پر چلنے میں جلدی کرنے والے ہونگے۔

نکتہ: ان کو اپنی طرف ملانے کا حکم اس لئے دیا تا کہ وہ ان کو پکڑ کر تامل کر سکیں اور ان کی شکلیں اور ہیئت اور اترنا۔زندہ کرنے کے بعد ان پر ملتبس نہ ہو۔اور یہ وہم نہ ہو کہ وہ اور ہیں۔روایت میں ہے کہ ان کو ذبح کا حکم ہوا اور ان کے پر نوچنے اور کاٹنے اور ان کے اجزاء کے متفرق کرنے اور ان کے پروں' خونوں اور گوشتوں کو خلط ملط کرنے کا حکم ہوا اور سروں کو اپنے پاس رکھنے کا۔پھر حکم ہوا کہ ان کے اجزاء کو پہاڑوں پر رکھیں۔ہر پہاڑ پر ہر پرندے کا چوتھا حصہ پھر ان کو آواز دینے کا حکم ہوا کہ تعالين باذن الله کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔پس ہر جزء دوسرے جز کی طرف اڑ کر جانے لگا۔یہاں تک کہ جسم بن گئے۔پھر وہ اپنے سروں کے ساتھ آملے۔اس طرح کہ ہر جثہ اپنے سر کے ساتھ لگ گیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (اور جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں)یعنی جو وہ ارادہ فرمائے۔کوئی چیز اس کے سامنے انکار نہیں کر سکتی۔

حَكِيْمٌ (وہ حکمت والے ہیں)ان کاموں میں جن کی وہ تدبیر کرتے ہیں۔وہی کرتے ہیں جس میں حکمت ہوتی ہے۔

ربط آیت:

زندہ کرنے پر اپنی قدرت کے دلائل خوب واضح کر دیئے۔تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ پر آمادہ کیا اور بتلایا کہ جو آدمی اس کی

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ

مثال ان لوگوں کی جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس نے اگائیں

سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ

سات بالیں، ہر بال میں ہیں سو دانے، اور اللہ چند در چند کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔

راہ میں خرچ کرتا ہے اس کو اس خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر ہے۔ اور وہ اس کے دینے پر قدرت رکھتا ہے پس فرمایا۔

تفسیر آیت ۲۶۱:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں) یعنی ان کے خرچ کرنے کی مثال۔ یہاں مضاف کا محذوف جاننا ضروری ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ (ایک دانے کی مثال ہے) یا ان کی مثال غلہ بونے والے کی ہے۔

انبات کی صورت:

اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (جو سات بالیں اگائے ہر بال میں سو دانے ہوں) اُگانے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ دانہ چونکہ ظاہری سبب ہے اس کی طرف اگانے کی نسبت کردی جس طرح زمین اور پانی کی طرف کی جاتی ہے۔

اور سات بالیں اگانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا پودہ نکلے جس سے سات پودے شاخوں کی صورت میں نکلیں۔ کہ ہر شاخ پر ایک سٹہ ہو۔

درحقیقت یہ بال کئی گنا اضافے کی تصویر ہے گویا اس کا بڑھنا دیکھنے والے کی آنکھوں کے سامنے موجود کھڑا ہے اور یہ مثال چنا مکئی میں موجود ہے اور بسا اوقات گندم کا پودہ زرخیز زمین جو غلہ آور ہو اس مقدار تک پہنچ جاتی ہے۔

(اور آج کل تو متوسط زمینوں میں یہ پیداوار بے شمار غلہ جات میں واضح نظر آتی ہے) اس صورت میں یہ تمثیل صحیح ہے اور اگر نہ پائی جائے تو فرض' تقدیر کے طور پر بطور مثال اضافہ کو سمجھانا مقصود ہے۔

جمع کی وجہ:

یہاں سنابل کو سنبلات کی بجائے لایا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا قروء کو اقراء کی جگہ لانا یعنی یہ جمع کثیر الاستعمال ہے اس لئے لائی گئی۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان

مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

نہیں دھرتے اور ایذاء نہیں پہنچاتے ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب کے پاس، اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ

رنجیدہ ہوں گے بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کر دینا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ

اور اللہ غنی ہے حلیم ہے، اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف

وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یوم

الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو

صَلْدًا ۗ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾

زور دار بارش سو کر چھوڑا اس کو بالکل ہی صاف، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

احوال پر فیصلہ:

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے کئی گنا بڑھا دیتے ہیں) یعنی جس کے لئے اتنا بڑھانا چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔ ہر خرچ کرنے والے کے لئے یہ اضافہ نہیں۔ کیونکہ خرچ کرنے والوں کے احوال مختلف ہیں۔

دوسرا قول: سات سو سے زیادہ جن کے لئے چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔

قراءت: شامی رحمہ اللہ نے يُضَاعِفُ پڑھا۔ اور مکی رحمہ اللہ نے يُضَعِّفُ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل وجود والے ہیں۔ عَلِيْمٌ (جاننے والے ہیں) یعنی خرچ کرنے والوں کی نیات کو۔

تفسیر آیت ٢٦٢:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا (وہ لوگ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے

ہیں۔پھر جو کچھ کیا اس کے بعد احسان نہیں دھرتے)۔

من وایذاء کی وضاحت:

مَنّ یہ ہے کہ جس پر احسان کیا ہو اس پر زیادتی کرے اور اس کو وکھلائے کہ اس نے اس سے بھلائی کی ہے۔اور اس کی وجہ سے اس پر حق لازم کرے۔

عرب کے لوگ کہا کرتے تھے۔اذا صنعتم صنیعة فانسوھا جب تم کوئی احسان کرو۔تو اس کو بھلا دو۔

وَّلَآ اَذًی (اور نہ دکھ دینا) ایذاء یہ ہے کہ احسان کے بدلے اس پر بالا دستی ظاہر کرے۔ثم کے لفظ سے یہاں انفاق اور من و ایذاء چھوڑنے میں فرق ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ کہ من وایذاء کا ترک کرنا انفاق سے بہت بہتر ہے۔

جس طرح استقامت علی الایمان کو دخول ایمان سے۔ اس ارشاد خداوندی کی روشنی میں۔(ثم استقاموا ۔فصلت۔۳۰) بہتر قرار دیا گیا۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے) یعنی ان کے انفاق کا ثواب

خوف وغم کی نفی:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (ان پر نہ خوف ہوگا) یعنی اجر کے کم ہو جانے کا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) یعنی اجر کے فوت ہو جانے پر یا

دوسرا قول: نہ خوف عذاب اور نہ حزن فوت ثواب

نکتہ: یہاں لهم اجرهم فرمایا۔اور بعد والی آیات میں فلهم اجرهم۔کیونکہ یہاں موصول میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جبکہ اس جگہ معنی شرط کا متضمن ہے اس لئے فاء جزائیہ لائی گئی۔

۲۶۳:قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (اچھی بات) یعنی اچھے انداز سے جواب

وَّمَغْفِرَةٌ (اور بخشش) اور سائل کو معاف کرنا جبکہ اس سے مسئول کو ناگواری ہو۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ملتی ہے اچھے جواب کی بناء پر۔

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًی (وہ بہت بہتر ہے ایسے صدقہ سے جس کے بعد ایذاء پہنچائی جائے قول اگرچہ نکرہ ہے مگر صفت کے ساتھ مخصوص ہونے کی بناء پر اس کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ (اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں) اس کو کوئی ضرورت نہیں کسی ایسے خرچ کرنے والے کی جو احسان جتائے اور ایذاء دے۔(یعنی ایسے منفق سے اس کو نفرت ہے)

حَلِيْمٌ (وہ بردبار ہیں) جلدی سزا نہیں دیتے۔

یہ ایسے شخص کے لئے وعید ہے۔پھر اپنے اس ارشاد سے اس کو مزید مؤکد کر دیا: يٰٓاَيُّهَا الذين اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتكم بالمن و الا ذٰی۔

۲۶۴ : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَ ذٰی کَالَّذِیْ (اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح) کَالَّذِیْ کا کاف مصدر محذوف کی صفت کے طور پر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ابطالا مثل ابطال الذی۔ باطل کرنا اس کے باطل کرنے کی طرح۔

احسان جتلانے کا نقصان:

یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَایُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا) یعنی نہ باطل کرو اپنے صدقات کا ثواب احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس منافق کے باطل کرنے کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس انفاق سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ ہی ثواب آخرت کا طالب ہے۔

نحو : رئاء یہ مفعول له ہے۔

شاندار مثال:

فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ (اس کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر مٹی ہو) اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے اس خرچ کی مثال جس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ ایک ملائم پتھر سے دی جس پر مٹی ہو۔

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ (پس اس کو موسلا دھار بارش پہنچی) وابل موٹے قطرے والی بارش کو کہتے ہیں۔

فَتَرَکَهٗ صَلْدًا (پس اس کو صاف کر کے چھوڑا) یعنی مٹی سے بالکل صاف وہ مٹی جو اس پر پڑی تھی۔

لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا (وہ کسی چیز پر قادر نہ ہونگے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا) یعنی وہ اس چیز کا کچھ بھی ثواب نہ پائیں گے۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

دوسرا قول: کاف محل نصب میں ہے حال ہونے کی وجہ سے یعنی تم اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ اس حال میں کہ تم اس کو مماثل بنانے والے ہو۔ اس شخص کے جو خرچ کرتا ہے (من وایذاء کے ساتھ) آیت میں لا یقدرون کو لایا گیا۔ کالذی ینفق کے بعد۔ کیونکہ مراد انفاق سے جنس انفاق ہے۔ یا وہ فریق جو خرچ کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ نہیں راہنمائی کرنے والے کافر قوم کی) یعنی جب تک وہ کفر کو اختیار کرنے والے ہیں۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ

اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور نفسوں کو پختہ

اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ

کرنے کے لئے ایسی مثال ہے جیسے ایک باغ ہو کسی ٹیلہ پر جس کو پہنچ جائے زور دار بارش پھر وہ دوگنا پھل لایا ہو، پس اگر

لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

زور دار بارش نہ پہنچی تو ہلکی بونداباندی بھی اسے کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۵......مؤمن کے انفاق کی مثال:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ان لوگوں کی حالت جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے اور اپنے نفسوں کو ثواب پہنچانے کیلئے خرچ کرتے ہیں یعنی اسلام کی تصدیق اور اپنے دلوں میں جزاء پر یقین کے لئے۔ اس لئے کہ جب مسلمان اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصدیق اور ثواب پر اس کا ایمان دل کی گہرائی سے ہے اور دل کے اخلاص سے ہے۔

نحو: مِنْ ابتدائے غایت کے لئے ہے یہ مفعول لہٗ پر معطوف ہے یعنی ابتغآء اور تثبیت کی خاطر۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خرچ کی مثال اللہ کے ہاں پاکیزگی میں۔

كَمَثَلِ جَنَّةٍ (باغ جیسی ہے)

بِرَبْوَةٍ (ٹیلے پر) یعنی بلند جگہ پر۔ بلند جگہ کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی جگہ میں درخت زیادہ پاکیزہ اور عمدہ پھل والے ہوتے ہیں۔

قراءت: عاصم و شامی رحمہما اللہ نے رَبْوَۃ کو راء کے فتحہ کے ساتھ اور بقیہ قراء نے راء کے ضمہ سے پڑھا ہے۔

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا (اس کو بارش پہنچے۔ پس وہ اپنا پھل لائے)۔ اُکُل کا معنی پھل۔

قراءت: نافع، مکی اور ابوعمرو رحمہم اللہ نے اُکْلَهَا۔ ضمہ ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

ضِعْفَيْنِ (دوگنا) وہ بارش کے سبب دوگنا پھل لائے۔ اس سے پہلے اتنا پھل نہ لاتا تھا۔

مثال کے دورُخ:

فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ (اگر اس کو موسلادھار بارش نہ پہنچے۔ تو ہلکی بارش بھی کافی ہے)۔ طلّ چھوٹے قطرات والی بارش کافی ہے کیونکہ وہاں کی زمین زرخیز ہے۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا

کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے نیچے جاری ہوں

الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ

نہریں اس میں اس کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا آجائے اور اس کی ضعیف آل و اولاد ہو

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

پھر پہنچ گئی اس کو سخت تیز آندھی جس میں آگ ہو، سو وہ باغ جل جائے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے آیات

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع ركوع

تاکہ تم فکر کرو۔

دوسرا قول: ان کی حالت کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں اس باغ سے ہے جو اونچی جگہ پر ہو اور ان کے تھوڑے اور زیادہ نفقات کی مثال موسلادھار بارش اور پھوار سے ہے۔ جس طرح ان میں سے ہر بارش باغ کے پھل کو کئی گنا کرتی ہے اسی طرح ان کے تھوڑے یا زیادہ خرچہ جات جن سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ اور اپنے مرتبہ میں بلند ہے اور ان کا مال اللہ تعالیٰ کے ہاں خوب ہوگا۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے) وہ تمہارے اعمال کثیر ہوں یا قلیل ان کو دیکھتے ہیں۔ تمہاری نیات کو جانتے ہیں۔ کہ ریاء و اخلاص میں سے کیا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۶:

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ (کیا چاہتا ہے تم میں سے کوئی ایک) ہمزہ انکار کے لئے ہے۔

اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ (کہ اس کے پاس باغ ہو) جنت کا معنی باغ ہے۔

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ (کھجور اور انگوروں کا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں) له میں ہ ضمیر باغ والے کی طرف لوٹتی ہے۔

فِيْهَا (اس میں) ھَاء کی ضمیر جنت کی طرف لوٹتی ہے یعنی باغ میں۔

ثمرات کی مراد:

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (ہر قسم کے پھل ہوں) مراد ثمرات سے وہ منافع ہیں۔ جو باغ سے اس کو حاصل ہوتے ہیں۔

دوسرا قول: کھجور اور انگور جب درختوں میں عمدہ اور منافع میں برتر ہیں۔ اسی لئے تمام پھلوں میں انکا تذکرہ فرمایا اور باغ ہی انہی کا قرار دیا۔ اگرچہ وہ دوسرے درختوں پر بھی مشتمل تھا۔ گویا ان کو تمام درختوں پر غلبہ دیا۔ پھر ان کے پیچھے تمام پھلوں کا تذکرہ کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو، اور اس میں سے جو ہم نے نکالا تمہارے لئے

مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ

زمین میں سے، اور مت ارادہ کرو ردی چیز کا کہ اس میں سے خرچ کرو، اور تم خود اس کے لینے والے نہیں ہو

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کر جاؤ، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ غنی ہے اور حمید ہے۔

ریاکاری کی مثال:

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ (اور اس کو بڑھاپا آلے) یہ حال کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس باغ ہو اور ادھر اس کو بڑھاپا آلے۔ (گویا بڑھاپا کے رزق کا ایک ہی سہارا ہو)

وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ (اور اس کی اولاد ہو کمزور) ضعفاء سے مراد چھوٹے بچے۔ نَحو: یہ بھی جملہ حالیہ ہے اور اصابه کی ضمیر ھاء سے حال ہے۔

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ (پھر اس کو ایسی آندھی پہنچے) اعصار کا معنی بگولا ہے جو زمین میں گول ستون کی شکل میں بھاگتا نظر آتا ہے۔

فِيْهِ (اس میں) یعنی اس بگولے میں آگ ہو اور وہ آگ بلند ہو۔

نَارٌ (آگ) ظرف کے ساتھ اور ظرف اعصار کا وصف ہے یعنی ایسا بگولہ کہ جس میں آگ ہو۔

فَاحْتَرَقَتْ (پس وہ باغ جل جائے)

یہ اس آدمی کی مثال ہے جو اعمال ریاکاری کی خاطر کرتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ ان اعمال کو ضبط شدہ پائے گا۔

پس اس وقت وہ اسی طرح حسرت و افسوس کرے گا۔ جس طرح یہ باغ والا جس کا باغ تمام اقسام و انواع کے پھلوں پر مشتمل تھا اور یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا۔ اور اس کی اولاد کم عمر ہو۔ حالانکہ باغ پر اس کی معیشت کا دارومدار ہو پس ادھر وہ باغ بگولے سے جل اٹھا۔

كَذٰلِكَ (اس بیان کی طرح) جو ابھی ہو چکا۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے نشانات توحید و دین بیان کرتے ہیں)

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (تا کہ تم سوچ و بچار کر کے اور متنبہ ہو جاؤ)

تفسیر آیت ۲۶۷:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ۔ (اے ایمان والو! تم اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو) طیبات

سے مراد عمدہ کمائی۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ:

مَسْئَلَه: اس میں دلیل ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ لازم ہے۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (اور اس میں سے جو ہم تمہارے لئے زمین میں سے نکالیں) یعنی غلہ جات، پھل، معدنیات وغیرہ۔

تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من طيبات ما اخرجنا لكم۔ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے نکالی ہیں۔ البتہ طیبات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ (اور قصد نہ کرو ردی مال کا) یعنی ردی مال کا قصد بھی نہ کرو۔

مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (کہ اس میں سے تم خرچ کرو) یعنی اس کو انفاق کے ساتھ خاص کرلو۔ یہ جملہ محل حال میں ہے کہ نہ قصد کرو خبیث مال کا اس حال میں کہ تم خرچ کرنے والے ہو یعنی تم خرچ کو طے کرنے والے ہو۔

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ (حالانکہ تم اس کو لینے والے نہیں ہو) یعنی تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ تم اپنے حقوق میں اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔

غمض کا مطلب:

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (مگر یہ کہ تم چشم پوشی کرو اس میں) یعنی مگر یہ کہ تم اس کے لینے میں تسامح سے کام لو اور رخصت پر عمل پیرا ہو جیسے عرب کہتے ہیں۔ اغمض فلان عن بعض حقه۔ کہ فلاں نے اپنے بعض حق سے چشم پوشی کی۔ اور بائع کو کہا جاتا ہے۔ اغمض ای لا تنقص كانك لاتبصر۔

روایتِ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ لوگ ردی کھجور اور سوکھی کھجوریں صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ ان کو اس سے روک دیا گیا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ (کہ تم یقین کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) یعنی تمہارے صدقات سے۔

حَمِيْدٌ (تعریف والے ہیں) یعنی حمد کے حقدار یا محمود ہیں۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ

شیطان تم کو ڈراتا ہے تنگدستی سے، اور حکم دیتا ہے تمہیں فحش کاموں کا، اور اللہ وعدہ فرماتا ہے تم سے

مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ

اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا، اور اللہ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے، وہ حکمت دیتا ہے جس کو

يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ

چاہتا ہے، اور جس کو حکمت دی گئی اسے خوب زیادہ خیر عطاء کی گئی، اور وہی لوگ

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶۸:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ (شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی انفاق کے متعلق

الْفَقْرَ (تنگ دستی کا) یعنی تمہیں کہتا ہے کہ تمہارے انفاق کا انجام یہ ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ گے۔ اَلْوَعْدُ۔

وعد کا لفظ خیر و شر میں استعمال ہوتا ہے۔

وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ (وہ تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے) یعنی تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بخل پر آمادہ کرتا ہے اور صدقات سے روکتا ہے۔ اغراء کسی مامور کو حکم دینا۔ الفاحش۔ عرب بخیل کو کہتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتے ہیں) یعنی انفاق میں۔

مَّغْفِرَةً مِّنْهُ (مغفرت کا اپنی طرف سے) یعنی تمہارے گناہوں کی مغفرت کا اور گناہوں کے کفارے کا (وعدہ دیتے ہیں)

وَفَضْلًا (اور فضل کا) یعنی اس بات کا کہ وہ تم پر نائب بنا دیں گے اس سے زیادہ افضل جو تم نے خرچ کیا ہے۔ یا آخرت میں ثواب دیں گے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (اور اللہ وسعت والا ہے) وہ وسعت کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔

عَلِيْمٌ (علم والے ہیں) یعنی تمہارے افعال و نیات کو پہچانتے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶۹:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ (وہ حکمت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) حکمت سے مراد علم قرآن و سنت ہے یا علم نافع جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی تک پہنچانے والا ہے اور اس پر عمل کرنے تک پہنچانے والا ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ط

جو کچھ کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو بلاشبہ اللہ اس کو جانتا ہے

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

اور ظلم کرنے والوں کیلئے کوئی بھی مددگار نہیں۔

حکیم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو کہ عالم عامل ہو۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ (جس کو حکمت ملی) اسے یعقوب نے مَنْ يُّؤْتِ پڑھا ہے۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ حکمت دیتا ہے۔

فائدہ تنوین:

فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (اس کو بہت سی بھلائی دی گئی) خَيْرًا كَثِيْرًا میں تنوین تنکیر تعظیم کو ظاہر کرتی ہے۔ یعنی اس کو بہت سی بھلائی دی گئی۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل والے) یعنی اللہ تعالیٰ کی ان مواعظ سے سلیم العقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یا علماء عاملین۔ مقصد آیت کا یہ ہے کہ انفاق پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۰:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ (جو تم خرچ کرتے ہو کسی طرح کا خرچ) یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں۔

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ (یا تم نذر مانتے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خاطر یا معصیت کی خاطر۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ (پس اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں) یعنی اس پر کچھ بھی مخفی نہیں اور وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

ظالم سے مراد کون؟

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کا نہیں) ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدقات سے باز رہتے ہیں۔ یا اپنے مال گناہوں کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یا گناہوں کی نذر مانتے ہیں۔ یا نذر مان کر پوری نہیں کرتے۔

مِنْ اَنْصَارٍ (کوئی مددگار) یعنی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکے۔ اور اس کے عذاب سے محفوظ کر سکے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ

اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ اچھی بات ہے، اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾

تو وہ زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے، اور اللہ تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا

آپ کے ذمہ نہیں ہے ان کی ہدایت لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو بھی کچھ اچھا مال

مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا

تم خرچ کرتے ہو، تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہے، اور تم نہیں خرچ کرتے ہو مگر اللہ کی رضا کے لئے، اور جو کچھ

تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾

بھی خرچ کرو گے اچھا مال وہ پورا پورا تمہیں دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

تفسیر آیت ۲۷۱:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ (اور اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بہت خوب ہے) پس اس کا اظہار بہت خوب ہے۔

نعمّا کا ما نکرہ ہے لیکن نہ موصولہ اور نہ موصوفہ اور مخصوص بالمدح هِيَ ہے

قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے نِعمّا کو نون کے کسرہ اور سکون عین کے ساتھ نِعْمَا۔ مگر ورش نے نِعَمَا پڑھا ہے۔

دوسرے قراء نے نِعِمَّا عین کے فتحہ اور میم کی تشدید کے ساتھ پڑھا۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ (اگر تم اس کو چھپاؤ اور فقراء کو دو) یعنی تم ان اموال کو اخفاء کے ساتھ مصارف تک پہنچانے والے ہو۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (پس وہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے) یعنی اخفاء تمہارے لئے بہتر ہے۔

ارشادِ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم:

مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا۔ مراد اس سے صدقات نفلیہ ہیں اور فرائض میں ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ اس پر الزام نہ لگے۔ کہ یہ فرائض ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اگر زکوٰۃ دینے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جو خوش حال مشہور نہیں ہیں۔ تو اس کا اخفاء افضل ہے اور نفلی صدقہ کرنے والا اگر یہ ارادہ کرے کہ لوگ اس کی اتباع کریں تو اس کا اظہار افضل ہے۔

وَیُکَفِّرُ (وہ مٹاتا ہے)

اختلافِ قراءت:

(نُکَفِّرْ مدنی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ اور یُکَفِّرُ راء کا رفع دے کر شامی، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے نُکَفِّرُ۔نون اور رفع کے ساتھ پڑھا۔

جنہوں نے جزم دی انہوں نے محل فاء اور اس کے مابعد پر عطف کیا ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔ جنہوں نے رفع دیا۔تو انہوں نے جملہ مستانفہ بنایا ہے اور یاء کی صورت میں معنی یکفر اللّٰہ یعنی اللہ بخش دیں گے۔

عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِکُمْ (تم سے تمہاری برائیاں) یعنی تم سے تمہاری برائیاں۔اور نون کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ہم مٹا دیں گے تمہاری برائیاں تم سے۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال خواہ وہ اظہار کی صورت میں ہوں یا اخفاء کی شکل میں)

خَبِیْرٌ (خبر رکھنے والے ہیں) یعنی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

تَفْسِیْر آیت ۲۷۲ ...... ہدایت ذمہ نہ ہونے کا مطلب:

لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰھُمْ (تمہاوے ذمہ ان کی ہدایت نہیں) یعنی تمہارے ذمہ لازم نہیں کہ تم ان کو انتہاء تک پہنچانے والے ہوان چیزوں میں جن سے ان کو منع کیا گیا۔یعنی مَنّ ایذاء اور انفاق مال خبیث وغیرہ۔آپ کے ذمہ صرف ممنوعات کی ممانعت بتلا دینا ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں)

دوسرا قول: آپ کے ذمہ توفیق ہدایت نہیں یا ہدایت کا پیدا کرنا نہیں۔بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو۔)

فَلِاَنْفُسِکُمْ (پس وہ تمہارے اپنے نفسوں کے لئے ہے) یعنی اس کا فائدہ تمہارے علاوہ اور کسی کو نہ پہنچے گا پس تم ان کا احسان لوگوں پر مت جتلاؤ۔اور نہ ہی ظلم سے ان کو ایذاء دو۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ (اور تم خرچ نہیں کرتے۔مگر صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرنے کے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جو کچھ اس کے ہاں ہے اس کو چاہنے کے لئے تم خرچ کرو۔تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم احسان جتلاتے ہو۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو گے۔وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا) یعنی اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر۔پس تمہارے پاس اس کے خرچ کرنے سے اعراض کرنے کا کوئی عذر نہیں۔اور وہ مال بہترین وخوب تر انداز سے ہونا چاہیے۔

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائیگا) یعنی تمہارے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔جیسا کہ سورۂ کہف آیت نمبر ۳۳ ولم تظلم منہ شیئًا۔اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی تھی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي

صدقات فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں روکے ہوئے ہیں وہ زمین میں سفر نہیں

الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

کر سکتے۔ سوال سے بچنے کے سبب انجان آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے، تو انہیں پہچان لے گا

الربع ۳۷ ع ۷ ۵ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

وہ لگ لپٹ کر لوگوں سے سوال نہیں کرتے، اور جو بھی کچھ تم خرچ کرو گے۔ اچھا ہی سو اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۳: لِلْفُقَرَآءِ...... اصحابِ صفہ کی جماعت:

لِلْفُقَرَآءِ: (صدقات فقراء کیلئے ہیں) نحو: للفقراء میں لام جارہ محذوف کے متعلق ہے ای اعمدوا للفقراء تم فقراء کا قصد کرو۔ یا مبتدائے محذوف هذه الصدقات کی یہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ صدقات ان فقراء کے لئے ہیں۔

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (جو روک دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہاد نے روک دیا اور یہ کہ وہ کام کاج نہیں کر سکتے۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی اس میں مشغولیت کی وجہ سے

ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ (زمین میں آجا نہیں سکتے) یعنی کمائی کے لئے۔

دوسرا قول: یہ اصحاب صفہ ہیں۔ یہ مہاجرین قریش میں سے چار سو آدمی تھے۔ مدینہ میں ان کے مکانات نہ تھے۔ اور نہ ان کا قبیلہ وخاندان۔ یہ مسجد کے چبوترے میں قیام پذیر تھے۔ یہ وہی چھپر ہے جس کے نیچے وہ رات کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے۔ اور دن کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹتے اور ہر سریہ میں نکلتے جن کو کسی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرماتے۔ پس جن کے پاس زائد کھانا ہوتا وہ لا کر ان کو پیش کرتے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ (گمان کرتے ان کو جاہل) یعنی ان کی حالت کی وجہ سے

قراءت: شامی، یزید، حمزہ، عاصم نے یحسَبُ سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

باقی قراء نے یَحْسِبُ کسرۂ سین کے ساتھ پڑھا۔

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (غنی سوال سے بچنے کی وجہ سے) یعنی انکو غنی گمان کرنے والے ہیں۔ اسلئے کہ وہ سوال سے بچنے والے ہیں۔

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ (تم انکو پہچانو گے انکی نشانیوں سے) یعنی بھوک کی وجہ سے چہرے کی زردی اور حالت کی پراگندگی سے۔

اصرارِ سوال کی مذمت:

لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے) الحاف کا معنی اصرار کرنا، لئے بغیر نہ چھوڑنا۔ کہا گیا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر سو ان کے لئے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ وقف منزل

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ

جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان لپٹ کر

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ وقف لازم

مخبوط بنا دے، یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو سود ہی کی طرح سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى

بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا، سو جس کے پاس آ گئی نصیحت اس کے رب کی طرف سے پھر وہ باز آ گیا

فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج

تو اس کے لئے وہ ہے جو گزر چکا، اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اور جو شخص پھر عود کرے سو یہ لوگ دوزخ والے ہیں،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کہ اس میں سوال اور اصرارِ سوال دونوں کی ممانعت ہے۔ جیسا شاعر کا قول۔ علی لاحِبٍ لا یهتدی بمناره۔ اس میں منار اور اهتدای دونوں کی نفی ہے۔ الحاح لازم پکڑنا۔ اس وقت تک جدا نہ ہونا جب تک کوئی چیز دی نہ جائے۔ حدیث میں وارد ہے بیشک اللہ تعالیٰ حیادار حوصلہ مند' سوال سے بچنے والے کو پسند کرتے ہیں اور بے حیاء تیز مزاج' لپٹ جانے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔

دوسرا قول: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگر سوال کریں تو نرمی سے سوال کرتے ہیں اور اس کے لئے اصرار نہیں کرتے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (اور جو تم خرچ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی اس کو اپنے ہاں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

تفسیر آیت ۲۷۴ ...... راہِ الٰہی میں خرچ کے حریص:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (وہ لوگ جو اپنا مال رات دن' پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں)

نحو: سراو علانیہ۔ یہ دونوں حال ہیں۔ای مسرین و معلنین ۔مطلب یہ ہوا۔ بھلائی میں بہت زیادہ حرص کی بناء پر صدقہ عمومی اوقات میں کرتے ہیں۔ جونہی ان کوکسی محتاج کی محتاجی معلوم ہوئی تو اس کے پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔اور اس کو مؤخر نہیں ہونے دیتے۔کسی وقت و حالت کا بہانہ نہیں بناتے۔

ایک قول: یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت اتری۔ جب انہوں نے چالیس دینار خرچ کیے۔دس رات کو دس دن کو دس پوشیدہ اور دس علانیہ۔

ایک قول کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری۔ جبکہ وہ کل چار درہم کے مالک تھے۔ان میں سے ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک پوشیدہ اور ایک درہم علانیہ دیا۔

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (ان کی مزدوری ان کے رب کے ہاں ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے)

۲۷۵: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا (وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں) ربوا۔وہ اضافہ جو عوض سے خالی ہو۔جبکہ مال کا مال سے معاوضہ دیا جائے۔

الربوا۔الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کی طرح واؤ کے ساتھ ان لوگوں کے نزدیک لکھا جاتا ہے جو اس کو پر کر کے پڑھتے ہیں اور الربوا میں واؤ کی کتابت میں واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ یہ واؤ جمع کے مشابہ ہے۔

لَا يَقُوْمُوْنَ (وہ نہ کھڑے ہونگے) یعنی جب وہ قبور سے اٹھائے جائیں گے۔

مجنون و خبطی کی مثال:

اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ (مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو چھو کر شیطان نے دکھ پہنچا دیا ہو) یعنی جنون زدہ کیونکہ وہ سود خور معاملے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے اس لئے اس کو سزا تقابل کے طور پر دی گئی۔ **الخبط**۔زور سے مارنا۔جیسے اندھی اونٹنی کا ٹیڑھا چلنا۔

مِنَ الْمَسِّ (چھوکر) یعنی جنون کی وجہ سے

نحوی نکات:

نحو: من المس یہ لایقومون سے متعلق ہے ای لایقومون من المس الذی بھم الا کما یقوم المصروع یعنی وہ اس چھونے سے کھڑے نہ ہونگے جس کا ان پر اثر ہے مگر اس طرح جیسے مجنون کھڑا ہوتا ہے۔

یا دوسرا قول: یہ یقوم سے متعلق ہے جیسا کہ مجنون اپنے جنون سے کھڑا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کے دن مجنونوں کی طرح مخبوط الحواس کھڑے ہونگے یہ موقف حساب میں قیامت کے دن ان کی علامت ہے۔

نمبر ۲ دوسرا قول: جو قبور سے سیدھے نکل کر محشر کی طرف جائیں گے سوائے سود خوروں کے کہ وہ گرتے پڑتے چلیں گے۔جیسے

مجنون چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے سود کھایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے پیٹوں میں بڑھا کر بوجھل کر دیا۔ جس سے وہ سیدھے اٹھ کر چلنے کی قدرت سے محروم کر دیئے گئے

ذٰلِكَ (یہ) یعنی سزا۔ بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے)

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (کہ انہوں نے کہا بے شک بیع سود کی طرح ہے)

رباء سے محبت کا حال:

سوال: اس طرح نہیں کہا کہ ربا بیع کی طرح ہے۔ باوجودیکہ گفتگو ربا کے سلسلہ میں ہے بیع کے متعلق نہیں۔

جواب: یہ کلام مبالغہ کے انداز سے لایا گیا اور وہ اس طرح کہ ربا کے حلال ہونے میں ان کا اعتقاد اس حد تک پہنچ چکا۔ کہ انہوں نے ربا کو اصل اور حلال ہونے میں بطور قانونی چیز کے پیش کیا۔ حتیٰ کہ بیع سے اس کو تشبیہ دے کر پیش کیا۔

باطل قیاس کا رد:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام کیا۔ اس میں ان کے برابر قرار دینے کی تردید کی گئی۔ کہ حلت وحرمت دو مخالف ضدیں ہیں یہ ایک دوسرے کے مماثل کیسے ہو سکتے ہیں؟

مَسْئَلَہ: نص سے قیاس منہدم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیاس کو باطل کرنے کے لئے بیع کا حلال کرنا اور سود کا حرام کرنا بطور دلیل ذکر کیا۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (پس جس شخص کے پاس نصیحت اس کے رب کی طرف سے آ جائے) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور ربا کی ممانعت والی تنبیہ پہنچ گئی۔

فَانْتَهٰی (پس وہ باز آ گیا) اور ممانعت کو مان لیا اور سود چھوڑ دیا۔

فَلَهٗ مَا سَلَفَ (پس اس کیلئے ہے جو وہ لے چکا) یعنی اس سے گزشتہ کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے نزول حرمت سے پہلے لیا۔

وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ (اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے تمہارا اس کے معاملہ سے اب کچھ تعلق نہیں۔ تم اس سے مت مطالبہ کرو۔

وَمَنْ عَادَ (جو سود خوری کی طرف لوٹا) یعنی سود کو حلال قرار دینے کی طرف یہ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یا ربا کی طرف لوٹا اس حال میں کہ اس کو حلال قرار دینے والا ہے۔

حرام کو حلال ماننا کفر ہے:

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنم والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے) اس لئے کہ سود کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والا کافر ہے اسی وجہ سے جہنم میں ہمیشگی کا حق دار بن گیا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو، اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی کفر کرنے والے گناہ کرنے والے کو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز قائم کی اور

الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

زکوٰۃ ادا کی سو ان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

غمگین ہوں گے۔

مَسْئَلَه: اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ فاسق کے خلود فی النار والے مسئلے سے آیت کا کوئی تعلق نہیں وہ معتزلہ کی اپنی اختراع ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۶:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا (اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں) یعنی اس کی برکت کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اس مال کو تلف کر دیتے ہیں جس میں سود شامل ہو جائے۔

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (اور صدقات کو بڑھاتے ہیں) یعنی اضافہ کرتے اور بڑھاتے ہیں اس مال میں اضافہ کرتے ہیں جس سے صدقہ نکالا جائے اور اس میں برکت دیتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہے زکوٰۃ مال میں کمی نہیں کرتی۔ (مسلم)

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ (اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پسند نہیں کرتے) کفار بڑا کافر اس لئے کہ اس نے ربا کو حلال قرار دیا۔

اَثِيْمٍ (گنہگار یعنی سود کھا کر گناہ پر اڑنے والا)

تفسیر آیت ۲۷۷:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو،

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ

پس اگر تم نہ کرو تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

ایک قول: یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ربا کی حرمت پر ایمان لائے۔

۲۷۸: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا ۔ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ربوا میں سے جو باقی ہے اس کو چھوڑ دو)۔

انہوں نے لوگوں پر جو ربا کی شرط لگائی تھی وہ لے لیا۔ اور ابھی ان کے بقایا جات لوگوں کے ذمہ باقی تھے۔ پس ان کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور اس کا مطالبہ نہ کریں۔

روایت میں ہے کہ یہ بنو ثقیف کے متعلق اتری۔ ان کے بعض قبائل کا قریش کے ذمہ سود تھا۔ انہوں نے وقت آنے پر مال کے ساتھ سود کا مطالبہ کیا۔ (تو ان کو حکم دیا گیا کہ سود کو چھوڑ دیا جائے)

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم کامل الایمان ہو) ایمان کے کمال کی دلیل حکم کو پورے طور پر مان لینا ہے۔

۲۷۹۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے) یعنی تم آگاہ ہو جاؤ اذنوا یہ اذن بالشیء سے لیا گیا۔ جب کہ اس کو جان لے۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ کی قراءت اس معنی کی تائید کرتی ہے انہوں نے فَاَيْقِنُوْا پڑھا ہے۔

حمزہ، ابوبکر رحمہما اللہ نے فَاٰذِنُوْا بروزن آمِنُوْا پڑھا ہے۔

بقیہ قراء نے فَاْذَنُوْا پڑھا ہے۔

ایک سوال:

سوال: یہاں فاذنوا بحرب من الله ورسوله فرمایا۔ بحرب الله ورسوله نہیں فرمایا۔

جواب: کیونکہ یہ انداز کلام زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ اس کا معنی پس تم تیار ہو جاؤ اس قسم کی لڑائی کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بہت بڑی ہے۔

روایت میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو ثقیف والے کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کی

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینا ہے آسودہ ہو جانے تک ، اور یہ بات کہ تم صدقہ کر دو تمہارے لئے بہتر ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ قف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

تم جانتے ہو، اور ڈرو تم اس دن سے جس میں لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف، پھر ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ

۳۸ ع ۸ ۶

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ع ﴿۲۸۱﴾

دیا جائے گا جو کچھ اس نے کسب کیا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تاب نہیں لاسکتے (پس سر تسلیم خم کرتے ہیں)

وَاِنْ تُبْتُمْ (اور اگر تم توبہ کرلو) یعنی سودخوری سے

فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ (پس تمہارے لئے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو۔ یعنی اپنے قرض پر اضافہ لے کر وَلَا تُظْلَمُوْنَ (اور نہ تم پر ظلم ہوگا)۔ یعنی اصل کو کم کر کے۔

تفسیر آیت ۲۸۰:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ (اگر وہ تنگدست ہے) یعنی اگر تمہارے مقروض مفلوک الحال اور تنگدست ہیں۔

فَنَظِرَةٌ (پس مہلت دینا ہے)۔ پس حکم یا امر مہلت دینے کا ہے۔ اول صورت کا معنی یہ ہے۔ فراخ دستی تک انتظار کا حکم ہے۔ دوسری صورت کا معنی پس فراخ دستی تک انتظار لازم ہے۔

اِلٰى مَيْسَرَةٍ (آسانی آنے تک)

قراءت: نافع نے مَيْسُرَةٍ سین کے ضمہ سے پڑھا دیگر قراء نے سین کے فتحہ کے ساتھ میسرہ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا (اور یہ بات کہ تم صدقہ دو) عاصم نے تَصَدَقُوْا تخفیف کے ساتھ اپنے اصل اموال یا بعض اموال کو اپنے قرض داروں میں سے زیادہ تنگدستوں کو دے دو۔

دوسرے قراء نے تَصَدَّقُوْا۔ تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ تم دوسروں کو صدقہ دو۔ تخفیف میں ایک تا حذف ہے اور تشدید میں ادغام ہے۔

خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) یعنی قیامت کے دن۔ ایک قول یہ ہے کہ تصدق سے مراد مہلت دینا ہی ہے۔ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لایحل دین رجلٍ مسلم فیؤخره الا کان لہٗ بکل یوم صدقة۔ (ابن ماجہ)

کسی مسلمان کو قرض کا مؤخر کرنا درست نہیں ۔مگر یہ کہ ہر دن کے بدلے میں (اتنے مال کے) صدقہ کا ثواب ملے گا۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (اگرتم جانتے ہو) کہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔پس تم اس پرعمل کرو گویا بےعمل کو علم کے باوجود بےعلم قرار دیا۔

تفسیر آیت ۲۸۱:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ (اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے)۔

قراءت: ابوعمرو نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔رجع لازم ومتعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

آخری آیت:

کہا گیا کہ یہ آخری آیت ہے۔جس کو جبرائیل علیہ السلام لائے اور کہا۔اس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ کے بعد رکھ دو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیس دن بقید حیات رہے۔یا اکاسی ایام یا سات ایام یا تین ساعات:

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ہر نفس کو جو اس نے کمایا) یعنی کمائے ہوئے کا بدلہ۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) یعنی ان کی نیکیاں کم کر کے اور گناہوں میں اضافہ کر کے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ

اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو،

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ

اور چاہئے کہ جو شخص تمہارے درمیان لکھنے والا ہو وہ انصاف کے ساتھ لکھے، اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا

اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ

ہے، سو چاہئے کہ لکھ دیا کرے، اور جس کے اوپر حق ہے اسے چاہئے کہ لکھوا دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں سے کچھ بھی کم

مِنْهُ شَيْئًا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ

نہ کرے، سو اگر وہ شخص کم سمجھ ہو جس پر حق ہے یا ضعیف ہو یا املا کرانے پر قدرت

اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ

نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ

رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

بنا لیا کرو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم

مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ

پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ

اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے، اور قرضے کے معاملہ میں لکھنے سے مت اکتاؤ چھوٹا ہو

كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى

یا بڑا ہو اس کی مدت مقررہ تک، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی ہے اور اس سے زیادہ قریب ہے

اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ کوئی تجارت ہو جس میں لینا دینا دست بدست ہو جس کا تم آپس میں معاملہ کر رہے ہو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ص

سو تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ لکھا پڑھی نہ کرو، اور گواہ بنا لیا کرو جب کہ تم آپس میں خرید و فروخت کا معاملہ کرو،

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ

اور نہ ضرر دیا جائے کاتب کو، اور نہ گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو تو بلاشبہ اس میں گناہ گاری ہے

بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ ۳۹ ع ۷

تمہارے لئے، اور اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیتِ دین:

۲۸۲: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ ۔ (اے ایمان والو۔ جب تم باہمی قرض کا معاملہ کرو) ۔یعنی جب ایک دوسرے کو قرض لو۔ دو۔ عرب کہتے ہیں۔ داینت الرجل۔ جب کسی کو قرض دیا جائے۔ یا لیا جائے۔

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک مقررہ وقت تک) مقررہ مدت تک۔ مثلاً کٹائی یا گہائی یا حجاج کے لوٹنے تک

نکتہ: دَیْن کا لفظ واضح ذکر کیا۔ اذا تدا ینتم الی اجل مسمّٰی فقط نہیں کہا تا کہ فاکتبوہ کی ضمیر اس کی طرف لوٹ سکے۔ اگر دَیْن کا لفظ واضح نہ ہوتا تو لازم آتا تھا۔ کہ کہا جاتا فاکتبوا الدین اور اس طرح سے کلام میں وہ خوبصورتی نہ ہوتی۔ جواب ہے۔

دو وجوہ:

وجۂ اول: یہ انداز کلام قرض کی اقسام مؤجل اور دَیْنِ حالی کو بیان کرنے میں زیادہ واضح ہے۔

وجۂ دوم: قرض کے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ یہ زیادہ پختہ بات ہے اور بھول چوک سے محفوظ ہے اور انکار سے دور ہے۔

مطلب آیت: مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جب تم باہمی مؤجل قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

استنباطی مسائل:

مَسْئَلَہ: یہ حکم استحبابی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس سے مراد بیع سلم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا تو بیع سلم کو جائز کر دیا۔ جو کہ کتاب اللہ میں مدت معلوم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس میں طویل ترین آیت نازل فرمائی۔ اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے۔ کہ بیع سلم میں مدت شرط ہے۔

وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ (اور چاہیے کہ تمہارے درمیان لکھے) یعنی قرض دار اور قرض دینے والے کے درمیان۔

امین کاتب کی تعریف:

کَاتِبٌ م بِالْعَدْلِ (کاتب انصاف کے ساتھ) بالعدل یہ کاتب کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے یعنی ایسا کاتب جو

احتیاط سے لکھے۔اور جو کچھ لکھتا ہے اس پر امین ہو۔جس چیز کا لکھنا ضروری ہے اس میں اضافہ اور کمی نہ کرے۔

مَسْئَلَه: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کاتب سمجھ دار اور شرائط کو جاننے والا ہو۔تا کہ اس کا لکھا ہوا شرع کے مطابق ہو۔

مَسْئَلَه: کاتب کے چناؤ کا حکم قرض دینے والے لینے والے دونوں کو ہے اور وہ ایسے آدمی سے کتابت کروائیں جس پر فریقین کو اتفاق ہو۔

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ۔(اور کاتب انکار نہ کرے) یعنی کوئی کاتب تحریر سے انکار نہ کرے۔

اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ (لکھنے سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو علم دیا) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا ہے نہ اس میں تبدیلی کرے اور نہ تغیر۔ كَمَا کا لفظ ان یکتب کے متعلق ہے۔

فَلْيَكْتُبْ (پس چاہیے کہ وہ لکھے) یعنی دستاویز لکھے اس سے عدول نہ کرے۔

مدیون کی املاء اقرار ہے:

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (اور چاہئے کہ وہ شخص املاء کروائے جس کے ذمہ حق ہے) یعنی مدیون لکھوالے اسی کا اقرار حجت الزامی ہے کہ قرض اس کے ذمہ ہے اور یہ لکھوانا اپنے متعلق اقرار بن جائے گا زبان سے۔

املال اور املاء یہ دونوں لغات ہیں۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے) یعنی مدیون اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور املاء سے انکار نہ کرے۔کیونکہ اس طرح تو اس کے تمام حق کا انکار ہوگا۔

وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا (اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے) یعنی املاء کروانے میں حق واجب سے کوئی چیز کم نہ کرے۔ اس میں مدیون کے بعض حق کا انکار لازم آتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا (پس اگر مدیون سفیہ ہو) یعنی مجنون کیونکہ سفہ خفت عقل کو کہا جاتا ہے۔یا فضول خرچ اور تصرف سے جاہل ہونے کی بناء پر ممنوع التصرف ہو۔

اَوْ ضَعِيْفًا (یا کمزور ہو) یعنی نادان بچہ ہو۔

اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ (یا وہ املاء کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو) یعنی عاجزی یا جہالت یا زبان سے ناواقفیت کی بناء پر۔

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ (پس اس کا ولی املاء کرائے) یعنی وہ شخص جو اس کا سرپرست و وکیل ترجمان ہے۔

بِالْعَدْلِ (انصاف کے ساتھ) یعنی سچائی اور حق کے ساتھ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ (اور تم دو گواہ بناؤ) تا کہ وہ قرض پر گواہی دینے والے بن جائیں۔

شروطِ گواہی:

مِنْ رِّجَالِكُمْ (اپنے مردوں میں سے) یعنی مسلمانوں میں سے اسلام کے ساتھ آزادی و بلوغ بھی شرط ہے۔

مَسْئَلَه: احناف کے نزدیک کفار کی گواہی کفار کے متعلق درست ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ (پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں) یعنی اگر دو گواہ مرد نہ ملیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

حدود و قصاص کے علاوہ بقیہ معاملات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی مقبول ہے۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ (جن کو تم بطور گواہ پسند کرو) یعنی جن کی عدالت سے تم واقف ہو۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ ناپسندیدہ بھی شاہد بن سکتا ہے۔

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی (اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے) یعنی اس بناء پر کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اختلاف قراءت:

حمزہ کی قراءت میں اِنْ تَضِلَّ میں ان شرطیہ ہے اور فَتُذَکِّرُ مرفوع ہے اور پورا جملہ جزاء ہے۔

تَضِلَّ پر شرط کی وجہ سے جزم آنی چاہیے مگر تشدید کی وجہ سے جزم نہیں آئی۔ جیسا کہ سورۃ المآئدہ میں آیت نمبر ۹۵ و من عاد فینتقم اللّٰہ منہ، تو فَیَنْتَقِمُ میں باوجود جزاء کے رفع ہے۔

مکی اور بصری قراء نے فَتُذْکِرَ نصب کے ساتھ پڑھا۔ اور اصل اس کی الذِکر سے بتلائی نہ کہ الذُکر سے۔

وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَادُعُوْا (اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے) یعنی ادائیگی شہادت کے لئے یا گواہ بنانے کے لئے تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

نکات:

یہاں ان کو گواہ بننے سے پہلے ہی ان کو شہداء کہا گیا۔ کیونکہ آئندہ چل کر وہ گواہ بننے والے ہیں۔ پہلی صورت میں تو فرض ہے اور دوسری صورت میں مستحب ہے۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا (نہ اکتاؤ) جیسا شاعر نے کہا۔

سئمتُ تکالیف الحیاۃ و من یعش ☆ ثمانین حو لا لا ابالك یسأم (اکتا جانا)

محل استدلال یسئام ہے۔

نحو: ان تکتبوہ کی ضمیر دَین کی طرف لوٹ رہی ہے یا الحق کی طرف

صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا (تھوڑا ہو یا زیادہ) یعنی جس حالت میں ہو خواہ تھوڑا حق ہو یا زیادہ۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ بیع سلم کپڑے میں بھی جائز ہے کیونکہ جو کیل وزن میں آ سکے۔ اس کے لئے صغیر و کبیر کا لفظ نہیں لا سکتے۔ البتہ تھوڑی چیز کے لئے ذرعی استعمال کرتے ہیں۔

نحو: ممکن ہے کہ ضمیر کُتّاب کی طرف لوٹے۔ مطلب یہ ہو کہ وہ تحریر کو مختصر مشتمل لکھیں۔

اِلٰٓی اَجَلِہٖ (وقت مقررہ تک) یعنی وہ وقت جس پر دونوں دائن و مدیون متفق ہوئے ہیں۔

ذٰلِكُمْ (یہ) یعنی لکھنا۔اس کا مشارالیہ ان تکتبوہ ہے۔
اَقْسَطُ (زیادہ انصاف والی بات ہے) یہ قسط سے ہے جس کا معنی عدل ہے۔
عِنْدَاللّٰهِ (اللہ کے ہاں یہ اقسط کا ظرف ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ (یہ ادائے شہادت کو بہت قائم کرنے والا ہے) یعنی اقامت شہادت میں زیادہ معاون ہے۔
نحو: اقسط، اقوم یہ دونوں سیبویہ کے نزدیک تفضیل کے صیغے ہیں۔
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا (اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو) یعنی گواہ اور حاکم اور صاحب حق کے لئے شک کو زیادہ دور کرنے والی چیز ہے۔اس لئے کہ بسا اوقات مقدار وصفات میں شک پڑ جاتا ہے جب دستاویز کی طرف رجوع کریں گے۔تو شک زائل ہو جائے گا۔
صرف: اَدْنٰى: کی الف اصل میں واؤ تھی۔کیونکہ یہ دَنُوٌّ سے ہے۔
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً (ہاں اگر دست بدست تجارت ہو)

قراءت ونحو:

عاصم نے اس طرح پڑھا۔الا ان تکون التجارۃُ تجارۃً یا الا ان تکون المعاملۃُ تجارۃً حاضرۃً نصب کے ساتھ۔اسم کو محذوف مان کر تجارۃً حاضرۃً کو خبر بنایا۔
دیگر قراء نے تجارۃٌ حاضرۃٌ پڑھا۔اور جمہور کا یہی قول ہے۔اس صورت میں کان تامہ ہے۔
تقدیر عبارت یہ ہے۔الا ان تقع تجارۃٌ حاضرۃٌ۔کہ تجارت حاضرہ پیش آئے۔
یا کان ناقصہ ہے۔اور تجارۃٌ حاضرۃٌ مرفوع اس کا اسم اور تدیرونہا اس کی خبر ہو۔
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ۔(تم اس کو اپنے درمیان لوٹانے والے ہو) بینکم، تدیرون کا ظرف ہے۔اس کا معنی اپنے درمیان پھیرنا۔فوری لین دین کرنا۔
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا۔تمہیں نہ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔جبکہ تم دست بدست فوری لین دین کرو۔اگر اس کو نہ لکھو تو کچھ حرج نہیں۔کیونکہ اس میں وہ وہم نہیں جو قرض میں ہوتا ہے۔

نقد میں گواہی:

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔(اور خرید وفروخت کے وقت گواہ بنا لو) خرید وفروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار گواہ بنا لیا کرو۔کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔اور یہ گواہ بنانا اختلاف میں پڑنے سے بچانے والا ہے۔
دوسرا قول: اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ تجارت حاضرہ والی بیع کرو۔تو اس میں گواہ کافی ہیں کتابت کی ضرورت نہیں۔اور امر استحباب کے لئے ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ

اور اگر تم سفر میں ہو اور حال یہ ہو کہ نہ پاؤ کسی کاتب کو تو رہن کی چیزیں قبضہ میں دے دی جائیں۔ سو اگر تم میں سے ایک دوسرے پر اطمینان

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا

کرے تو جس کو امانت دار سمجھا گیا ہے صاحب امانت کو امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو

الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

مت چھپاؤ، اور جو شخص گواہی کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ ان کاموں کو جانتا ہے

عَلِيْمٌ ۲۸۳ ع

جو تم کرتے ہو۔

ربع ۳/۴

دو قراءتیں اور مراد نہی:

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ۔ (کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے) نمبر۱۔ احتمال یہ ہے کہ یہ معروف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لَا يُضَارِرْ۔

نمبر۲۔ قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق مجہول ہے۔ لَا يُضَارَرْ معنی یہ ہے کہ کاتب اور گواہ سے جو طلب کیا جائے۔ اس کو ماننے میں وہ پس و پیش نہ کریں۔ تحریف، زیادتی، نقصان سے باز رہیں۔

نمبر۳۔ نہی ضرار مراد ہے کہ فریقین نہ کاتب کو دکھ دیں اور نہ گواہ کو کہ اس کو جلدی پر مجبور کریں۔ لازم پکڑیں۔ یا کاتب کو آنے جانے کا خرچہ نہ دیں۔ یا گواہ کو اس کے شہر سے آنے کی مشقت اسی پر ڈالیں۔

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لئے گناہ ہے) یعنی اگر تم ضرر پہنچاؤ گے تو یہ ضرار گناہ ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت نہ کرو۔

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ (اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتے ہیں) یعنی اپنے دین کے احکام

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) اس کو سہو و قصور لاحق نہیں ہوتا۔

تفسیر آیت ۲۸۳:

وَاِنْ كُنْتُمْ۔ (اگر تم ہو) یعنی اے قرض خواہو۔

عَلٰی سَفَرٍ۔(سفر پر)یعنی سفر کی حالت میں
وَلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا۔(اورتم نہ پاؤ کاتب)
فَرِھٰنٌ۔(تو رہن رکھنا ہے)

قراءت۔ابوعمرو،مکی نے فَرُھُنٌ پڑھا ہے۔اور قابل اعتماد زیادہ رُھُنٌ ہے۔

دونوں رہن کی جمع ہیں۔جیسے سَقْفٌ وَسُقُفٌ اور بَغْلٌ، و بِغَالٌ اس طرح رِھانٌ جمع ہے رہن اصل میں مصدر ہے اب تو نام بن گیا۔پھر اسماء کی طرح اس میں توڑ پھوڑ کی گئی۔

ارشادی حکم:

سفر میں چونکہ عموماً گواہوں کے اور کاتبوں کے نہ ملنے کا گمان غالب ہے تو بطور ارشاد وراہنمائی کے حفاظت مال کی خاطر رہن کا حکم دیا گیا تاکہ رہن کے ذریعہ امکانی حد تک اعتماد حاصل کرلیا جائے۔اس بناء پر نہیں کہ رہن رکھنے کیلئے سفر ضروری ہے۔

مَّقْبُوْضَةٌ(قبضہ کیا ہوا)اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ شرط نہیں۔صرف ایجاب وقبول سے پورا ہو جاتا ہے۔

اظہارِ اعتماد:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا(اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو)یعنی اگر بعض قرضداروں اور قرض خواہوں کو ایک دوسرے پر حسن ظن ہو۔تو پھر قرض دار کو چاہیے۔کہ وہ اپنے ذمہ لازم ہونے والی رقم کو واپس کردے کیونکہ اس نے رہن نہ لے کر اس پر اعتماد کا اظہار کیا۔تو یہ اعتماد پر پورا اترے۔

یہاں دَیْن کو امانت کہا گیا۔کیونکہ وہ اس کا ضامن بن گیا۔کیونکہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے رہن نہیں لیا۔
وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ(اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔جو اس کا رب ہے)اور اس کے حق کا انکار نہ کرے۔
وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ(اور تم گواہی کو مت چھپاؤ)یہ گواہوں کو خطاب کیا گیا۔
وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ(جو اس کو چھپاتا ہے پس اس کا دل گنہگار ہے)

نحو:قَلْبُہٗ کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ آثم کا فاعل ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔
فانہ آثم قلبہٗ یاقَلْبُہٗ مبتداء اور آثم خبر مقدم ہے اور یہ جملہ اِنّ کی خبر ہے۔

ایک سوال:

سوال: اثم کی نسبت قلب کی طرف ہے حالانکہ وہ سارا ہی گنہگار ہے نہ کہ صرف دل

نسبت کی تین وجوہ:

جواب: کیونکہ گواہی دل ہی میں چھپائی جاتی ہے اور اس کو منہ سے نہیں بولتا۔ جب گناہ کمانے میں دل ساتھی بنا۔ تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی۔ کیونکہ فعل کی نسبت آلہ عمل کی طرف بلیغ تر ہے۔ جیسا تم کہو۔ **هذا مما ابصرته عينى**۔ یہ وہ چیز ہے جس کو میری آنکھ نے دیکھا ہے۔ او **مما سمعته اذنى و مما عرفه قلبى**۔ اور کان نے سنا اور دل نے پہچانا۔

۲ دوسری وجہ: یہ ہے کہ دل رئیس الاعضاء ہے اور جسم کا وہ ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا کہ گناہ اس کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکا ہے اور اس کے سب سے اعلیٰ مقام پر قابض ہو چکا۔

۳ تیسری وجہ: یہ ہے افعالِ قلوب، اعمال جوارح سے عظیم تر ہیں۔

ذرا غور تو کرو۔ کہ تمام حسنات و سیئات کی جڑ ایمان و کفر ہے۔ اور یہ دونوں دل کے فعل ہیں۔ چنانچہ جب کتمان شہادت کو آثام قلب سے قرار دیا۔ تو گویا اس کے لئے گواہی دے دی۔ کہ یہ عظیم گناہوں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اکبر الکبائر یہ ہیں۔

نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ گواہی چھپانا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے) یعنی کتمان شہادت اور اظہار شہادت سے عَلِيْمٌ (واقف ہیں) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ
اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے نفسوں میں ہے یا اس کو پوشیدہ رکھو
يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
اللہ اس کا محاسبہ فرمائے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ
ہر چیز پر قادر ہے، ایمان لایا رسول اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے رب کی طرف سے، اور
الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ
مومنین بھی ایمان لائے، سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا
پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، ہم آپ کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، اے ہمارے رب
وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ
اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ نہیں مکلف بناتا کسی جان کو، جس کی اسے طاقت نہ ہو، ہر جان کے لئے وہی ہے جو اس نے کسب کیا،
وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا
اور اس کے اوپر وبال ہے اس کا جو وہ گناہ کرے، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے چوک ہو جائے۔ اے ہمارے رب
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا
اور نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں پر بھاری بوجھ رکھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب
تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟
اور ہم پر ایسا بار نہ ڈالئے جس کی ہم کو طاقت نہ ہو، اور ہمیں معاف فرما دیجئے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے،
اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾
آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ سو ہماری مدد فرمایئے کافر قوم کے مقابلہ میں۔

تفسیر آیت ۲۸۴:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) یعنی اس کا پیدا کیا ہوا اور اسی کی ملک ہے۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ (اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو چھپاؤ) یعنی برائی میں سے۔

مؤاخذہ کی حقیقت:

یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (وہ اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کریں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے۔ اس میں وساوس قلبیہ اور حدیث نفس جس کو انسان چھپاتا ہے وہ داخل نہیں۔ لیکن جس کو دل میں پختہ کرلے۔ وہ قابل مؤاخذہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عزم کفر بھی کفر ہے۔ اور گناہوں کا خیال آنا بغیر پختہ ارادہ کے معاف ہے اور گناہ کا ارادہ کرکے اگر شرمندہ ہو اور اس سے رجوع کرے اور استغفار کرے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اگر وہ کسی برائی کا پختہ ارادہ کرے اور وہ اس پر ثابت و قائم بھی ہو۔ تو گناہ ہے مگر یہ کہ وہ اس سے باز آ گیا۔ کسی رکاوٹ کی وجہ سے (یعنی مجبوراً) اپنے اختیار سے نہیں۔ تو اس پر کرنے کا گناہ تو نہ ملے گا۔ یعنی زنا کا ارادہ کرنے سے زنا کی سزا تو نہ ملے گی۔

عزم کا حکم:

اب اس کو عزم زنا کی سزا ملے گی یا نہیں۔

قول اوّل: سزا نہ ملے گی۔ کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ **ان اللّٰه عفا عن امتی ماحدثت به انفسها مالم تعمل**۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کردیا۔ جو ان کے خیال میں آئے اور اس پر عمل نہ کیا ہو (بخاری)

دوسرا قول: جمہور کہتے ہیں کہ حدیث نفس سے مراد خطر فی القلب، خیال آنا ہے۔ عزم گناہ مراد نہیں۔ اور عزم پر مؤاخذہ ثابت ہے۔

شیخ ابو منصور، علامہ حلوانی رحمہما اللہ کا رجحان اسی طرف ہی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة ۔ الآیة** سورۃ النور آیت نمبر ۱۹ یہ لوگ فاحشہ خود کرنے والے نہیں۔ صرف اس کی اشاعت میں شریک ہیں۔ ان کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جس گناہ کا بندہ ارادہ کرتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔ اس کو اس پر دنیا کے غم و حزن کی صورت میں سزا دی جاتی ہے۔

شانِ نزول: اکثر تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم گھبرا گئے اور کہنے لگے کیا ہمارا ہر اس بات پر مؤاخذہ ہوگا۔ جو ہمارے دلوں میں حدیث نفس کی صورت میں پیدا ہوتی ہے تو یہ آیت اتری۔

اٰمن الرسول سے لایکلف اللّٰہ تا ما اکتسبت۔پس یہ کسب سے متعلق ہے عزم سے نہیں۔بقول بعض یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی۔

قولِ محققین:

مگر محققین کا فرمان یہ ہے کہ نسخ تو احکام میں ہے اور یہ تو خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں۔فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ پس وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔

قراءت: شامی، عاصم رحمہما اللہ نے یغفرُ اور یعذّبُ کو ضمہ سے پڑھا ہے۔

یعنی فھو یغفرُ و یعذبُ مگر دیگر قراء رحمہم اللہ نے جواب شرط پر عطف کی وجہ سے جزم پڑھی ہے۔

ابوعمرو رحمۃ اللہ علیہ نے ادغام سے پڑھا۔(کذا فی الا شارۃ و البشارۃ)

صاحب کشاف کا قول:

صاحب کشاف نے کہا راء کو لام میں ادغام کرنے والا لاحق ہے اور غلطی پر ہے کیونکہ راء حرف مکرر ہے۔پس وہ مضاعف کی طرح ہوگیا۔اور مضاعف میں ادغام درست نہیں ہے۔اس لئے ابوعمرو سے اس کی روایت کرنا دوہری غلطی ہے۔

کیونکہ ایک تو وہ خود لحن کا مرتکب ہے اور دوسرا ایسے شخص کی طرف غلط نسبت کر رہا ہے۔جو عربیت کا اپنے زمانہ میں سب سے بڑا ماہر تھا۔بس یہ بات عظیم جہل کی نشان دہی کرتی ہے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر)۔خواہ مغفرت ہو یا عذاب و غیرھما

قَدِیْرٌ (قدرت رکھتے ہیں)۔

۲۸۵: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (ایمان لائے رسول اس پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر اتارا گیا۔اور مؤمن ایمان لائے)۔

نحو: اگر المؤمنون کا عطف الرسول پر کیا جائے تو ضمیر کا نائب کلٌّ کی تنوین کو مانا جائے گا۔اور ضمیر رسول اور مؤمنون دونوں کی طرف راجع ہوگی۔یعنی کلھم۔

اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر)۔

نحو و قراءت:

اس پر وقف ہے اور اگر یہ مبتداء ہو تو پھر کُلٌّ مبتداء ثانی ہے۔

اور تقدیر یہ ہے کل منھم اور اٰمَنَ یہ مبتدائے ثانی کی خبر بنے گی۔اور یہ تمام جملہ خبر اول بن جائے گی۔اور ضمیر مؤمنین کی طرف راجع ہوگی۔اور اٰمَنَ میں ضمیر کُلٌّ کی طرف واحد لائی گئی۔گویا کُلٌّ واحد منھم اٰمن فرمایا۔حمزہ علی رحمہما اللہ نے کِتَابِہٖ

پڑھا اور مراد قرآن مجید لیا۔ یا جنس کتاب رسل مراد لی۔

لَا نُفَرِّقُ (ہم تفریق نہیں کرتے)

لَا نفرق۔ یعنی وہ کہتے ہیں ہم تفریق نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تمام پر ایمان لاتے ہیں۔

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان) احدٍ یہ جمع کے معنی میں ہے۔

اس وجہ سے بین اس پر داخل ہے۔ کیونکہ بین اس اسم پر داخل ہوتا ہے۔ جو ایک سے زیادہ پر دلالت کرے۔ جیسے تم کہو۔ المال بین القوم۔ اس طرح نہیں کہتے المال بین زید۔

وَقَالُوْا سَمِعْنَا (انہوں نے کہا ہم نے سنا) یعنی تیرے فرمان کو قبول کیا۔

وَاَطَعْنَا (اور تیری اطاعت کی) یعنی تیرا حکم مانا۔

غُفْرَانَكَ (تو بخش دے) یعنی تو اپنی بخشش سے ہمیں بخش دے۔

یہ فعل مضمر سے منصوب ہے ای اغفرلنا غفرانک۔

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے) المصیر لوٹنے کی جگہ اس آیت میں بعث وجزاء کا اقرار ہے۔

مَسْئَلَه: اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان واستثناء باطل ہے اور کبیرہ گناہ کے باوجود ایمان باقی رہتا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے) یہ جملہ مستانفہ ہے یا محکی عنہ ہے۔

تکلیف کا مطلب کفایت ہے:

اِلَّا وُسْعَهَا (مگر اس کی وسعت کے مطابق) کیونکہ تکلیف اسی کی طرف لوٹتی ہے جس پر مکلّف کو قدرت ہو۔ (کذا فی شرح التاویلات)

صاحب کشاف کہتے ہیں الوسع جو انسان کو کفایت کرے اور اس پر تنگی نہ کرے نہ اس سے تکلیف میں مبتلا ہو۔ یعنی نہیں اسکو تکلیف دیتا۔ مگر اتنی جتنی اس میں گنجائش ہے اور اس پر آسان ہو۔ انتہائی مشقت میں مبتلا ہونے کے بغیر آسانی کے ساتھ اسکو ادا کرے۔ انسان کی طاقت میں تھا کہ پانچ سے زیادہ نمازیں پڑھے اور مہینہ سے زیادہ روزے رکھے اور ایک سے زیادہ حج کر سکتے ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (اس کے لئے جو اس نے کمایا اور اس پر وبال ہے جو اس نے گناہ کمایا) یعنی جو بھلائی کمائی وہ اس کو فائدہ دے گی۔ اور اس کو نقصان دے گی۔ جو اس نے برائی کمائی۔

کسب واکتساب کا فرق:

سوال: آیت میں خیر کو کسبت سے اور شر کو اکتسبت سے تعبیر کیا گیا۔

جواب: کیونکہ اکتسب کسی دوسرے کے لئے کمانا اور نفس شر پر اپنے آپ عمل کرنا ہے اور بھلائی کے لئے تکلف کرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ (اے ہمارے رب تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں) یعنی تیرے حکموں میں سے

کوئی حکم بھول کر چھوڑ دیں۔

اَوْ اَخْطَاْنَا (یا ہم غلطی کریں)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نسیان وخطاء پر مؤاخذہ جائز ہے۔

اختلافِ معتزلہ:

البتہ معتزلہ اسکے متعلق اختلاف کرتے ہیں کیونکہ دونوں سے بچنا ممکن ہے اگر مؤاخذہ درست نہ ہوتا تو سوال کا کوئی مطلب نہیں۔

اِصر کی مراد:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (اے ہمارے رب نہ لاد ہم پر بوجھ زائد جو اٹھانے والے کو بوجھل کر دے) یعنی بوجھ والے کو جو بوجھ اس کی جگہ پر روک دے۔

یعنی ایسا زائد کام جو اٹھانے والے کو بوجھ کی وجہ سے اس کی جگہ پر روک دے۔ یہ لفظ سخت تکلیف کیلئے بطور استعارہ استعمال کیے گئے ہیں جیسے قتل جان اور جلد میں سے نجاست کے مقام کو کاٹنا۔ (جلد سے موزہ کی جلد مراد ہے) وغیرہ اور کپڑے میں سے۔

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (جس طرح تو نے ان لوگوں پر لادا جو ہم سے پہلے ہوئے) جیسے یہود۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (اے ہمارے رب ہم سے نہ اٹھوا وہ چیز جس کی ہم میں طاقت نہیں) یعنی وہ سزائیں جو ہم سے پہلے لوگوں پر اتریں۔

وَاعْفُ عَنَّا (تو ہم کو معاف فرما) یعنی ہماری برائیاں مٹادے۔

وَاغْفِرْ لَنَا (اور تو ہمیں بخش دے) اور ہمارے گناہ کو چھپادے۔ یہ تکرار نہیں۔ اول کبائر کیلئے اور دوسرا صغائر کے لئے۔

وَارْحَمْنَا (تو ہم پر رحم فرما) ہمارے افلاس کے ہوتے ہوئے ہمارے میزان کو بوجھل کر کے یا اول مسخ سے اور دوم دھنسنے سے اور سوم غرق ہونے سے۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا (تو ہمارا کارساز ہے) یعنی تو ہمارا آقا ہم تیرے غلام یا تو ہمارا مددگار ہے اور ہمارے امور کا ذمہ دار ہے۔

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) اسلئے کہ کارساز کا حق ہے کہ اپنے غلاموں کی مدد کرے۔

آیت کی فضیلت:

① حدیث میں وارد ہے کہ جس نے امن الرسول سے الکفرین تک رات کے آخری حصہ میں پڑھا۔ تو یہ اس کیلئے کافی ہے۔

② جس نے ان کو عشاء آخرہ کے بعد پڑھا تو قیام لیل کی طرف سے کافی ہیں۔

③ جائز ہے کہ کہا جائے قراءت سورۃ البقرہ یا قراءت البقرہ۔

اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ بقرہ کی اختتامی آیات عرش کے نیچے خزانہ ہے۔ بعض نے کہا۔ اس طرح کہنا مکروہ ہے بلکہ اس طرح کہا جائے گا۔ قرأت السورة التی تذکر فیها البقرة ۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ آلِ عمران مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیات ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۭ ② نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

الٓمّٓ۔ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ③ ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى

ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، اور اس سے پہلے نازل فرمایا توریت کو اور انجیل کو جو لوگوں

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ

کے لئے ہدایت ہیں اور نازل فرمایا فرقان کو۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

اور اللہ غلبہ والا ہے بدلہ لینے والا ہے۔ بے شک اللہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں زمین میں اور نہ

السَّمَآءِ ۭ ⑤ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥

آسمان میں۔ اللہ وہ ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے رحموں میں جس طرح چاہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا، وہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے۔

نحو: تفسیر آیت ۱، ۲:

الٓمّٓ ۔ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں۔ وہ حی وقیوم ہے اس نے تم پر تورات وانجیل حق کے ساتھ اتاری۔ یہ اپنے سے پہلے آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات وانجیل کو اتارا)۔

انتقالِ حرکت کا مسئلہ:

الٓمّٓ کی میم کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حرکت دی گئی۔ میری مراد ساکنین سے میم اور لفظ اللہ کی لام ہے۔ پھر میم کو ملانے کے لئے فتحہ دیا۔ جو کہ اخف الحرکات ہے اور کسرہ نہیں دیا کیونکہ ماقبل میم مکسور اور یائے ساکن ہے تاکہ پے در پے کسرات کی آمد لازم نہ

آئے۔ میم کا فتحہ اسکے سکون کی وجہ سے اور ماقبل یاء کے سکون کی وجہ سے نہیں۔ اگر اس طرح ہوتا تو حمٓ میں بھی میم پر فتحہ دینا پڑتا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اگر اس نے میم کو فتحہ دیا تو یہ فتحہ لفظ اللہ کے ہمزہ سے منتقل ہو کر میم کی طرف آیا ہے۔ کیونکہ وہ ہمزہ تو ہمزۂ وصل ہے۔ جو درمیان کلام میں گر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی حرکت بھی گر جاتی ہے۔ اگر اس کی حرکت کا منتقل کرنا جائز ہوتا۔ تو اس کا قائم رکھنا بھی جائز ہوتا۔ حالانکہ اس کو ثابت رکھنا جائز نہیں۔

قراءت: یزید اور اعشیٰ نے میم کو ساکن قرار دے کر الف کو ہمزہ قطعی قرار دیا۔ بقیہ قراء نے وصل الف اور فتحہ میم کے ساتھ پڑھا۔

نحو : لفظ اللہ مبتداء اور لا الٰہ الا ھو یہ اس کی خبر ہے۔ اور "لآ" کی خبر مضمر ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا الٰہ فی الوجود الّا ھو۔

ھُوَ: یہ موضع رفع میں موضع "لآ" سے بدل ہے اور اس کا اسم الحی القیوم مبتدائے محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ھو الحیّ، یا ھو سے بدل ہے۔ القیوم یہ فیعول کے وزن پر قام سے ہے۔ مراد وہی ذات انصاف کو قائم کرنے والی اور ہر شخص کے اعمال پر نگران ہے۔

نزل اور انزل کا فرق:

۳: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيلَ۔ (اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور اس سے پہلے نازل فرمایا توریت کو اور انجیل کو)۔ نَزَّلَ یعنی اسی نے اتارا۔ علیك الکتاب، الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ بالحقّ یہ حال ہے یعنی اس نے قران دین حق کا حامل اتارا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد ماقبل اتاری جانے والی کتب ہیں۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيلَ تورات وانجیل یہ دونوں عبرانی الفاظ ہیں۔ الوری اور النجل سے ان کا اشتقاق محض تکلف ہے۔

اس وقت ان کا وزن تَفْعَل اور اِفْعِيل ہوگا اور ان کو عربی ماننا پڑے گا۔

سوال: قرآن مجید کے لیے نَزَّلَ اور تورات وانجیل کے لیے اَنْزَلَ لایا گیا؟

جواب: کیونکہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا اترا اور یہ دونوں کتابیں یکبارگی مکمل طور پر نازل ہوئیں۔

تفسیر آیت ۴:

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ۔ (اس سے پہلے سب لوگوں کی ہدایت کیلئے اور اس نے حق وباطل میں فرق کر دینے والی کتابیں اتاریں، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی آیات کا انکار کیا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب انتقام والا ہے) مِنْ قَبْلُ یعنی قرآن سے پہلے هُدًى لِّلنَّاسِ سے مراد قوم موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ یا تمام لوگ مراد ہیں۔

فرقان کی مراد:

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ فرقان سے مراد جنس کتب ہے۔ کیوں کہ تمام کتابیں حق و باطل میں فرق کرتی رہیں یا زبور مراد ہے۔ یا قرآن مجید کا تذکرہ دوبارہ اس صفت کے ذریعے اس کی عظمت شان کی خاطر کر دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ آیات اللہ سے کتب منزلہ مراد ہیں۔یعنی کسی بھی آسمانی کتاب کو نہ ماننے کی وجہ سے عذاب میں ہونگے۔

ذُو انْتِقَامٍ کا معنی سخت سزا دینے والے ہیں کہ کوئی منتقم اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے:

۵: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ (یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں) آسمان و زمین سے مراد سارے جہانوں میں ہے جسکی تعبیر فہم انسانی کے قریب کرنے کے لیے آسمان و زمین سے کر دی۔

مطلب یہ ہوا کہ وہ کافر کے کفر اور مؤمن کے ایمان سے واقف ہے اور وہ ہر دو کو اس کا بدلہ دے گا۔

۶: هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (وہ ہی ہے جو ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے) يُصَوِّرُكُمْ یعنی مختلف شکلیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہ اپنی سلطنت پر غالب اور تدبیر میں حکمت والا ہے۔

وفدِ نجران کی آمد:

روایت میں وارد ہے کہ جب نجرانیوں کا وفد آیا۔ جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ان کا امیر عاقب اور امیر سفر ایہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا پادری اور عالم تھا۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا اگر عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں تھا تو پھر انکا باپ کون تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔انہوں نے کہا جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہیں ان پر نہ موت آسکتی ہے نہ آئے گی۔اور عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہونگے اور ہمارا رب تعالیٰ تو بندوں کا نگران اور محافظ ہے۔اور ان کو رزق دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر قدرت حاصل نہیں۔اور اللہ تعالیٰ پر تو کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔اور عیسیٰ علیہ السلام وہی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر رحم مادر میں بنائی جس طرح چاہی۔پس انکی ماں حاملہ ہوگئیں اور ان کو جنا اور دودھ پلایا۔اور وہ کھانا کھاتے اور بول و براز کرتے تھے اور ہمارا رب تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔پس یہ سن کر وہ تمام لاجواب ہوگئے ان کے متعلق ہی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۰ سے کچھ زائد آیات نازل ہوئیں۔(رواہ ابن جریر وابو حاتم)

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

اللہ وہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ اس میں آیات محکمات ہیں جو اُم الکتاب ہیں اور دوسری

مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

متشابہات ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑتے ہیں جو قرآن میں متشابہات

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔج وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔم وَالرّٰسِخُوْنَ

ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لئے اور اس کا مطلب تلاش کرنے کے لئے، اور نہیں جانتا اس کے مطلب کو مگر اللہ اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں

فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ

وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر

اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦

عقل والے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

٧: هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری متشابہات ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہات کے پیچھے چلتے ہیں۔ فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور (مرضی کے موافق) اس کی تاویل ڈھونڈنے کی غرض سے۔ حالانکہ اس کی اصل مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور جو لوگ علم میں مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور صرف صحیح عقل والے ہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں) الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ منه مِن بیانیہ ہے اور ہٗ ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہے۔ مراد قرآن مجید ہی ہے۔ محکمات۔ جس کی عبارت محکم ہے کسی احتمال واشتباہ سے محفوظ ھن ام الکتب ۔ وہ کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات کو انکی طرف پھیرا جائے گا۔ اور ان کے مطابق مراد لیجائے گی۔ اُخَرُ یعنی دوسری آیات اس کا موصوف آیات محذوف ہے۔

متشابہات کی توضیح:

مُتَشٰبِهٰتٌ، احتمال واشتباہ والی۔ اس کی مثال سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵ الرحمٰن علی العرش استوی ہے پس استواء تو جلوس یعنی بیٹھنے کے معنی میں ہوتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنی بھی آتے ہیں اور پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق محکم دلیل اور

لیس کمثلہ شیئ ۔ (الشوریٰ آیت نمبر ۱۱)
دوسرا قول: محکم وہ ہے جس کا حکم ہر منزلہ کتاب میں دیا گیا ہو۔ جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱، قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم، الآیہ۔ میں فرمایا سورۃ الاسراء آیت نمبر ۲۳ وقضٰی ربك الا تعبدوا الّا ایاہ۔ اور متشابہ وہ ہے جو اس کے علاوہ آیات ہیں۔ یا متشابہ کی ایک قسم وہ ہے جس میں ایک ہی جانب کا احتمال ہو۔ دوسری قسم یا جس میں کئی طرح کا احتمال ہو یا ایک قسم متشابہ کی وہ ہے جس کی تاویل معلوم ہو سکے یا ناسخ مراد ہے جس پر عمل ہوتا ہو اور منسوخ جس پر عمل نہ ہوتا ہو۔

تمام قرآن کی آیات محکم نہیں لائی گئیں بلکہ متشابہ بھی لائی گئیں کیونکہ اس میں ان لوگوں کیلئے ابتلاء اور امتحان ہے جو حق پرست اور متزلزل ہیں۔

متشابہات کے معانی معلوم کرنے کے لیے علماء کا باہمی ردوقدح اور طبائع کا اس میں تھکانا اور پھر محکم کی طرف اس کا لوٹانا اس میں بہت سے عظیم الشان فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سا علم میسر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات قرب حاصل ہوتے ہیں۔

نکتہ: قرآن مجید کی تمام آیات کے محکم ہونے کا مطلب فساد معنی سے پاک ہونا ہے اور اسی طرح متشابہ ہونے کا مطلب حسن و کمال میں ایک جیسا ہونا ہے اور بعض آیات کے محکم ہونے کا مطلب ان کے معانی کا واضح ہونا ہے اور متشابہ کا مطلب ان کے معانی کا مخفی ہونا ہے۔

اہلِ بدعت کا طرزِ عمل:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ۔ ٹیڑھ کا مطلب حق سے مائل ہونا ہے اور اس کا مصداق اہل بدعت ہیں۔ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ یعنی وہ متشابہ کا وہ معنی اختیار کرتے ہیں جس میں احتمال ہے اور اہل بدعت کے طرز عمل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے اور محکم سے مطابقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل حق کے قول سے موافقت کرنے والا ہے۔ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وہ متشابہات کے پیچھے اس لئے لگتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں دین کے سلسلہ میں فتنہ پیدا کریں اور ان کو گمراہ کریں۔ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وہ متشابہات کے پیچھے اس لیے پڑتے ہیں تاکہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی تاویل کریں۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ حالانکہ متشابہات کی اصل مراد و منشاء کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ اور وہ لوگ جو علم میں پختہ کار یعنی جمے ہوئے ہیں اور اس پر پورا قابو ہے ان کو اس پر شبہ ہوتا ہی نہیں بلکہ مضبوط داڑھوں سے اس کو پکڑنے والے ہیں۔

نحوی تحقیق:

نحو: جمہور کے ہاں یہ جملہ مستانفہ ہے اور وقف اِلَّا اللّٰهُ پر لازم ہے اسلئے متشابہ اس کو کہتے ہیں۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

جمہور کے ہاں وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مبتداء اور يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ یہ خبر ہے اور اس میں راسخین کے ایمان قلبی پر مدح و ثناء کی گئی ہے اور کیفیت کا سوال کرنے کے بغیر اس کی حقانیت کے اعتقاد کو سراہا گیا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو کج نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ آپ نے ہم کو ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے بڑی رحمت عطا فرمائیے!

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ

بے شک آپ بہت بڑے عطا فرمانے والے ہیں، اے ہمارے رب! بیشک آپ لوگوں کو اس دن میں جمع فرمانے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔ بیشک

اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٩﴾ ع

اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔

متشابہ کے نزول کا فائدہ:

سوال: متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ ہے جبکہ اس کی حقیقی مراد معلوم نہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی جو اس سے مراد ہے اس کی حقانیت پر ایمان و اعتقاد کرنے کا امتحان اور انسانوں کا ان چیزوں کے معلوم کرنے سے قاصر رہنا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلائی اور مقرر کی۔

حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔

قراءت: ویقول الراسخون اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ان تاویله الا عند الله۔

دوسرا قول: بعض وقف نہیں کرتے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم متشابہ کو جانتے ہیں مگر یہ قول سیاق قرآن سے موافقت نہیں کرتا۔ (بغوی)

نحو: ویقولون یہ جملہ مستانفہ ہے اور راسخین سے حال ہے۔ معنی یہ ہوگا یہ تاویل کا علم رکھنے والے کہتے ہیں ہم متشابہ پر یا مکمل کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کل من عند ربنا ہر ایک متشابہ ہو یا محکم وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو کہ حکیم ہیں وہ حکمت والا جس کے کلام میں تناقض نہیں۔

وما یذکر اور نصیحت حاصل نہیں کرتے یہ اصل میں یتذکر ہے۔

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ مگر صرف عقلوں والے ہی اس میں راسخین کے عمدہ ذہن اور حسن تامل کی تعریف کی گئی ہے۔

بعض نے کہا کہ یقولون یہ راسخین سے حال ہے۔

ترغیبِ دُعا:

۸: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا: (اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو حق سے نہ پھیر کہ ان میں ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے) بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا (اس کے بعد

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور اولاد اللہ کے نزدیک کچھ بھی کام نہیں آئیں

شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ⑩ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ

گے، اور یہ لوگ وہ ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں ان کا طریقہ وہی ہے جو آل فرعون کا اور ان لوگوں کا تھا جو ان سے

قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ

پہلے تھے، ان لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو اللہ نے ان کو پکڑ لیا ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور اللہ سخت

الْعِقَابِ ⑪

عذاب والا ہے۔

کہ تو نے محکم پر عمل اور متشابہ کو تسلیم کرنے کی طرف راہنمائی فرمائی) وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (اور تو اپنی طرف سے توفیق و ثابت قدمی کی نعمت عنایت فرما) اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (بیشک آپ وہاب ہیں) یعنی بہت زیادہ ہبہ کرنے والے ہیں۔ یہ آیت راسخین کا مقولہ ہے اور جملہ مستانفہ ہونے کا بھی احتمال ہے یعنی تم اس طرح دعا کرو۔ اور بعد والا جملہ بھی اسی طرح ہے۔

الٰہ ہونا اور وعدہ خلافی متضاد ہیں:

۹: رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ (اے ہمارے رب بے شک آپ لوگوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں) یعنی لوگوں کو آپ حساب کے لیے جمع کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن یا قیامت کے فیصلے کے لیے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ (جس کے واقع ہونے میں شک نہیں) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بے شک اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) میعاد کے معنی وعدہ ہے مطلب یہ ہے کہ الوہیت وعدے کی خلاف ورزی کے منافی ہے جیسے کہتے ہیں۔ ان الجواد لا يخيب سائله سخی اپنے سائل کو ناکام نہیں کرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مسلمانوں اور کفار سے ثواب وعقاب کا کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (بے شک جو لوگ کافر ہوئے) رسول کا انکار کر کے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ (ہرگز ان کو فائدہ نہیں دیں گے) یا ان سے ہرگز دور نہ کریں گے۔ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یا چھڑانے کے لیے شَيْئًا (کچھ بھی) فائدہ نہ دینا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ (وہ لوگ اس آگ کا ایندھن ہونگے)۔

۱۱: كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ، وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ كَدَاْبِ اٰلِ

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫

آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے اور جمع کئے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور وہ برا بچھونا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى

بلاشبہ تمہارے لئے نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو آپس میں مقابل ہوئیں ایک جماعت لڑ رہی تھی اللہ کی راہ میں اور دوسری جماعت

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ

کافر تھی، وہ دیکھتی آنکھوں مسلمانوں کی جماعت کو دوگنی دیکھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہے تائید فرماتا ہے۔ بلاشبہ

فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ⑬

اس میں ضرور بڑی عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو آنکھوں والے ہیں۔

فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (انکی عادات فرعون اور جو ان سے پہلے ہوئے ان جیسی ہیں) الدأب کالفظ دأب فی العمل سے لیا گیا۔ جبکہ اس میں کوشش کرے۔ پس انسان کی حالت وکیفیت کی جگہ اس کو لایا گیا۔

نحو وقراءت:

کاف محلًا مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ دأب هؤ لاء الكفرة في تكذيب الحق كدأب من قبلهم من آل فرعون وغیرهم کہ ان کفار کا طرز عمل حق کو جھٹلانے میں آل فرعون وغیرہ کی طرح ہے۔

یا یہ کاف محلًا منصوب ہے عامل لن تغنی ہے۔ یعنی لن تغنی عنهم مثل مالم تغن عن اولئك ان کو بھی کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ جیسے ان کو کام نہ آئی۔

قراءت: کدأب یہ ابوعمرو کے ہاں بلا ہمزہ پورے قرآن میں پڑھا جائے گا۔

سوالِ مقدر کا جواب:

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہ دابهم کی تفسیر ہے یا جو ان کا انجام ہونے والا ہے اس کی تفسیر ہے۔

اس صورت میں یہ ایک سوال مقدر کا جواب بنے گا جو ان کے حالات کے متعلق پیدا ہوتا ہے کہ انکی حالت کس طور پر ان جیسی ہے اس حال میں کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو، فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا) یعنی پکڑ کا سبب گناہ تھے، عرب کہتے ہیں اخذ ته بكذا یعنی میں نے اس پر اس کو سزا دی، بدلہ دیا۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ: اللہ تعالیٰ سخت بدلہ والے ہیں) یعنی اس کا بدلہ بڑا سخت ہے۔ یہ اضافت اضافت محضہ نہیں ہے۔

۱۲: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آپ کفار کو کہہ دیں)

کفار سے مراد یہاں مشرکین مکہ ہیں۔ سَتُغْلَبُوْنَ (عنقریب تم مغلوب ہوگے) یعنی بدر کے دن۔ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ (اور تم کو جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا) یعنی گہرے کنوئیں سے جہنم کی طرف اکٹھا کریں گے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے تُحْشَرُوْنَ کو یاء سے یُحْشَرُوْنَ پڑھا ہے۔

اس طرح ستغلبون کو سیغلبون۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) مہاد مستقر کو کہتے ہیں اور وہ جہنم ہے۔

۱۳: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ (تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے) کُمْ سے خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (ان دو گروہوں میں جو آپس میں ملے) یعنی بدر کے دن (معرکہ آراء ہوئے) فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے) اور وہ مؤمن ہیں وَاُخْرٰى (اور دوسرا گروہ) كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ (کافر ہے جو ان کو اپنے سے دوگنا دیکھتا ہے) نمبرا۔ یعنی مشرک مسلمانوں کو اپنی تعداد سے دوگنا یعنی دو ہزار دیکھتے ہیں۔ **نمبر۲:** مسلمانوں کی تعداد سے دوگنا چھ سو چھبیس یا اٹھائیس، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کفار کو دوگنی کر کے دکھائی تاکہ کفار مرعوب ہوں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے میں بزدل ہو جائیں۔

قراءت: تَرَوْنَهُمْ نافع نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا۔ **نمبرا۔** اے مشرکین قریش تم مسلمانوں کو اپنے کافر گروپ سے دو مثل دیکھتے تھے۔ **نمبر۲:** ان مسلمانوں کی ذاتی تعداد سے دوگنا دیکھتے تھے اور یہ مفہوم سورۃ انفال کی اس آیت کے مخالف نہیں وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ (الانفال۔۴۴) (وہ تمہیں تھوڑا دکھا رہا تھا ان کفار کی آنکھوں میں) کیونکہ ابتداء میں کفار نے مسلمانوں کی تعداد کو قلیل دیکھا تبھی تو جرات مند ہو کر لڑنے لگے۔ جب حملہ آور ہو گئے تو مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ دکھایا یہاں تک کہ کفار مغلوب ہو گئے۔ گویا تقلیل و تکثیر دو مختلف حالتوں میں واقع ہوئی۔ اس کی نظیر کہ مختلف حالات پر محمول کیا جائے۔ یہ آیت ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔ [الرحمٰن ۳۹] اور دوسری آیت وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصافات ۲۴) ایک آیت میں سوال کا ہونا اور دوسری میں سوال کا نہ ہونا مذکور ہے۔ اور اس سے الگ الگ حالتیں مراد ہیں)

انکی قلت و کثرت ظاہر کرنا قدرت کو زیادہ ظاہر کرنے والا ہے۔ اور نشان قدرت اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔

نحو: مثلیهم حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ یہ دیکھنا آنکھوں سے تھا جیسا کہ رَاْيَ الْعَيْنِ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ رأی العین کا معنی کھلی آنکھوں سے جسمیں کوئی التباس نہ تھا۔ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے جسکی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں) جیسا کہ اہل بدر کی تعداد دشمن کی آنکھوں میں زیادہ کر کے نصرت فرمائی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ۔ (اس میں) یعنی تکثیر و تقلیل میں لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (نصیحت ہے بصیرت والوں کیلئے)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

خوش نما بنا دی گئی ہے لوگوں کے لیے خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور بڑے بھاری مال

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ

سونے کے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتیاں، یہ دنیا والی زندگی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

کا فائدہ اٹھانا ہے اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانہ۔

۱۴: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے مزین کر دیا گیا) جمہور کے نزدیک مزین کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ (الکہف۔ ۷) (بیشک ہم نے زمین کیلئے جو کچھ اس پر ہے اس کو زینت بنایا تا کہ ہم ان کو آزمائیں) مجاہد کی قراءت اس کی دلیل ہے۔ زَيَّنَ لِلنَّاسِ میں فعل معروف کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے فاعل الشیطان بھی مذکور ہے۔

ذریعۂ شہوات کو شہوات کہا:

حُبُّ الشَّهَوٰتِ (خواہشات کی محبت) شہوت، کسی چیز کی طرف نفس کی شدید خواہش نمبر ۱۔ وہ اعیان جو ذریعۂ شہوات ہیں ان کو مبالغۃً خود شہوات کہہ دیا۔ نمبر ۲۔ ان اسباب کو شہوات کہہ کر انکی حقارت وخست کی طرف اشارہ کیا کیونکہ شہوت حکماء کی نگاہ میں رذالت ہے اور اس کا پیروکار قابل مذمت ہے اور اپنے نفس پر بہیمیت کی گواہی دینے والا ہے۔ اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔ مِنَ النِّسَآءِ (عورتوں سے) اس میں لونڈیاں بھی داخل ہیں۔ وَالْبَنِيْنَ (اور بیٹوں سے) یہ ابن کی جمع ہے۔ اس مقام کے علاوہ یہ مذکر ومؤنث ہر دو کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں صرف بیٹے مراد ہیں۔ کیونکہ طبیعت میں انکی طلب زیادہ ہوتی ہے اور عموماً دفاع بھی ماں باپ کی طرف سے یہی کرتے ہیں۔

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ: (اور جمع شدہ خزانے) یا مدفون خزانے۔ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ : (سونے چاندی سے)

لطیف نکتہ:

سونے کو ذہب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خرچ کرنے سے جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اور فضہ کو فضہ کہنے کی وجہ یہ ہے۔ وہ خرچ سے متفرق ومنتشر ہو جاتی ہے۔

لفضّ : تفریق کو کہا جاتا ہے۔ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (اور نشاندار گھوڑے) ۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتا دوں؟ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور بیویاں ہیں پاکیزہ، اور رضا مندی ہے اللہ کی طرف سے،

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑮ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم ایمان لائے لہٰذا بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑯ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

ہمارے گناہوں کو اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، اور سچے ہیں، اور حکم ماننے والے ہیں،

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ⑰

اور خرچ کرنے والے ہیں، اور راتوں کے پچھلے حصوں میں مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

نکتہ: خیل کو خیل کہنے کی وجہ کیونکہ وہ نازو انداز سے چلتے ہیں۔ مسوّمہ کا معنی نشان زدہ۔ السومہ علامت کو کہتے ہیں۔ یا چرنے والے یہ اسام الدابة وسوّمها سے ماخوذ ہوگا۔ وَالْاَنْعَامِ (اور چوپائے) اس سے مراد وہ آٹھ قسمیں ہیں (جن کا تذکرہ سورۃ انعام میں ہے) وَالْحَرْثِ (اور کھیتی) ذٰلِكَ (یہ) مراد مذکورہ اشیاء۔ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگی کا سامان ہے) جن سے دنیا میں انسان نفع اٹھاتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے) مآب لوٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۱۵: قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ پھر ان کو دنیا میں زہد کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر کی اطلاع و خبر نہ دوں۔ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، (آپ فرما دیں کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو بہتر ہے ان تمام چیزوں سے) ان تمام سے بہتر جو مذکور ہوئیں۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ۔ (متقین کیلئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں)

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں اس بات کی طرف دلالت ہے کہ یہ چیز مذکورہ چیزوں سے بہت بہتر ہے۔ جَنّٰتٌ مبتدا اور لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اس کی خبر ہے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) یہ جَنّٰتٌ کی صفت ہے۔ اور للذین کا لام خیر کا متعلق بھی بن سکتا ہے۔

وجہ تخصیص:

متقین کو جَنّٰتٌ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنات سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔

نَحو : جنات کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مبتداء ھو محذوف ہے۔ جنہوں نے جنات کو کسرہ سے پڑھا۔ وہ اس کا مؤید ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خیر سے بدل ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی) رضوان کا معنی رضائے الٰہی ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ (اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال سے واقف ہیں۔ پس انہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے۔ یا متقین کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے اور ان کے احوال سے واقف ہیں۔ اسی لئے ان کے لئے باغات تیار کیے۔

۱۶: اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ : (وہ لوگ جو کہتے ہیں)

نَحو : یہ امدح فعل کی وجہ سے منصوب ہے یا محذوف مبتداء کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے یا متقین کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ عباد کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے) تیری دعوت کو قبول کرتے ہوئے۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (تو ہمارے گناہ ہمیں بخش دے) اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اپنے فضل و کرم سے

صفاتِ صالحین:

۱۷۔ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۔ اَلصّٰبِرِيْنَ (وہ صبر کرنے والے ہیں۔ طاعات پر اور مصائب پر

نَحو : یہ بھی امدح فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَالصّٰدِقِيْنَ (وہ سچ بولنے والے) حق بات کہہ کر زبانی سچ اور احکام پر عمل کر کے فعلی سچ اور پختہ ارادہ پورا کر کے نیت سے سچائی اختیار کرنے والے ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ (اور عاجزی کرنے والے ہیں) دعوت دینے والے ہوں یا اطاعت اختیار کرنے والے ہوں وَالْمُنْفِقِيْنَ (اور وہ خرچ کرنے والے ہیں) وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں) یعنی نماز پڑھنے والے یا مغفرت طلب کرنے والے۔

تخصیص سحر کی وجہ:

سحری کے وقت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے اور خلوت کا وقت بھی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ اے بیٹے! مرغا تم سے زیادہ عقل مند ثابت نہ ہو کیونکہ وہ تو سحری کے وقت اذان دے اور تو سویا رہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ النصف

اللہ نے گواہی دی کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں اس کے سواء اور فرشتوں نے اور اہل علم نے، وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی،

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ ⑱ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ قف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

وہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے، بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو

الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کتاب دی گئی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا محض آپس میں ضدا ضدی کی وجہ سے، اور جو شخص اللہ کی آیات

فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ

کا انکار کرے سو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، سو اگر وہ آپ سے حجت بازی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا

اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ

اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی آپ ان سے اور ان پڑھوں سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ کے فرمانبردار ہوئے؟ پس اگر وہ

اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳ ع ١١/٢/١٠

فرمانبردار ہو جائیں تو انہوں نے ہدایت پالی، اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ بس پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

فَائِدَہ : نمبرا: بار بار صفات کے درمیان واؤ کو لا کر بتلا دیا کہ وہ ہر صفت میں کامل ہیں۔ نمبر۲۔ ہر صفت تعریف میں اپنے مقام پر مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

سب سے بڑی شہادت:

۱۸ : شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔
شَهِدَ اللّٰهُ (اللہ گواہ ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا فرمایا اَنَّهٗ (اس کا) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں) اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کی عظیم قدرت کو آنکھوں سے دیکھا۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اور علم والے) یعنی انبیاء علیہم السلام اور علماء گواہی دیتے ہیں کہ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ (وہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں) وہ رزق اجل ثواب و عقاب کی تقسیم میں انصاف کرنے والے ہیں اور جو اس نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے معاملے میں انصاف کا حکم دے رکھا ہے اور باہمی برابری کا فرما دیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نمبر ا۔ اللہ کے لفظ سے حال ہے یعنی انصاف کے ساتھ تمام مخلوق کا انتظام وانصرام کرنے کی حالت میں وہ شاہد ہے عدل کے ساتھ

نمبر ۲: ھو ضمیر سے حال ہے اس کومفرد لانا حال کے نصب کی وجہ سے جائز ہے البتہ اس کے دونوں معطوفوں کومفرد لانا صحیح نہیں۔ اگر تم کہو جاء زید و عمرو راکبا: یہ کہنا درست نہیں کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں البتہ اس طرح کہنا جاء نی زید و ھند راکبا تو یہ درست ہے کیونکہ تمیز مذکر لائی گئی ہے اور مؤنث مذکر کے تابع ہے۔

نمبر ۳: فعل مدح محذوف ہے اس کا یہ مفعول ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) کو دوبارہ تاکید مزید کے لیے لایا گیا (دلائل کے بعد توحید کی طرف مزید توجہ کے لئے لائے) اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ: (وہ زبردست حکمت والا ہے) وہ اپنی حکومت میں غالب اور صنعت میں حکیم ہے۔

نحوی تحقیق:

یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یعنی ھو العزیز الحکیم یہ ھُوَ کی صفت نہیں کیونکہ ضمیر نہ صفت بنتی ہے نہ موصوف۔ پس معنی یہ ہوگا کہ وہ ایسا زبردست کہ مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا حکیم کہ حق سے ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔

۱۹: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ، وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَ ھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًاۢ بَیْنَھُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ: (بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے (یہ جمہور کی قراءت کے مطابق ہے)

قراءت: کسائی نے اَنَّ الدِّیْنَ پڑھا۔ اس صورت میں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ سے بدل ہے یعنی شھد اللّٰه اَنَّ الدین الایة۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔

آیت کی فضیلت:

ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد نمبر ۶۔ اور طبرانی نے ضعیف سند سے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ جس نے اس آیت کو سوتے وقت پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار مخلوق پیدا کر دیتے ہیں۔ جو اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔ اور جس نے اس آیت کو پڑھنے کے بعد یہ کہہ لیا میں بھی وہی شہادت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اس شہادت کو اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں۔ یہ اسلام کی شہادت اللہ تعالیٰ کے پاس میری امانت ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے پاس میرے بندے کا عہد ہے اور میں سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا ہوں لہٰذا میرے بندے کو جنت میں داخل کردو۔ (بغوی فی الدر جلد نمبر ۲)

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ: (نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی) اُوْتُوا الْکِتٰبَ سے مراد یہود و

نصاریٰ ہیں۔ان کا اختلاف یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا یعنی توحید کو چھوڑ کر نصاریٰ نے تثلیث اور یہود نے ابنیت عزیر کا عقیدہ بنالیا۔

اصل سببِ اختلاف:

اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَ هُمُ الْعِلْمُ (مگر ان کو علم ہو جانے کے بعد) کہ یہ اسلام ایسا حق ہے جس سے مفر نہیں بَغْيًا بَيْنَهُمْ (اپنے مابین عناد وحسد کی وجہ سے) یعنی

نمبر ۱: اس اختلاف کی وجہ اپنے مابین حسد کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔اور دنیاوی اغراض اور عہدوں کی طلب وجۂ اختلاف بنی اور لوگوں کی ایک جماعت کو اپنا پیر بنانا اس کا سبب تھا۔اسلام میں کسی قسم کا اشتباہ اس اختلاف کا مبنیٰ نہیں تھا۔

نمبر ۲: اختلاف سے مراد نبوت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تھی کیونکہ کچھ لوگوں نے ان میں سے آپ ﷺ کو مان لیا جبکہ دوسرے منکر ہو گئے۔

نمبر ۳: اوتوا الکتٰب سے مراد خاص یعنی نصرانی ہیں اور اختلاف سے مراد پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اختلاف کرنا ہے۔کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔(مگر انہوں نے ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا)

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ :(جو اللہ کی آیات کا انکار کریگا) آیات سے مراد دلائل و براھین ہیں۔فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ جلد بدلہ چکانے والے ہیں)

مجادلین خاص وعام:

۲۰: فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ، وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ فَاِنْ حَآجُّوْكَ (پس اگر وہ آپ سے اس بارے میں مجادلہ کریں) کہ اللہ تعالیٰ کا دین تو اسلام ہی ہے۔مجادلہ کرنے والوں سے مراد جمہور کے نزدیک وفد بنی نجران ہے۔فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ (تو آپ ان سے کہہ دیں میں نے اپنے نفس اور تمام اعضاء کو اللہ وحدہ کے سپرد کر دیا ہے) اور میں نے اس کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہیں دیا۔اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو حاجات میں پکارتا ہوں۔یعنی میرا دین تو دین توحید ہے اور یہی وہ مضبوط دین ہے جسکی صحت تمہارے ہاں بھی ثابت ہے۔جیسا کہ میرے ہاں ثابت ہے میں کوئی انوکھی چیز تو نہیں لایا۔کہ جس کی مخالفت پر تم اترے ہوئے ہو۔اور اس کی مثل یہ آیت ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔(آل عمران ۶۴)

اس میں انکی حجت بازی کا جواب ہے کہ جس پر میں اور ایمان والے قائم ہیں وہ ایسا یقین ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔پھر ان کا اس کے متعلق جھگڑا بالکل بے جا ہے۔

قراءت: مدنی، شامی، حفص، اعشی، برجمی رحمہم اللہ نے وَجْهِيَ پڑھا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں کو قتل

الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ

کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں سو ان کو آپ دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ یہ وہ لوگ

الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٢﴾

ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِ (اور جو میرے پیروکار تھے انہوں نے بھی) اسلمتُ کی تاء پر اس کا عطف ہے یعنی میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا واؤ فاصلہ کے لیے لائی گئی ہے اور اگر واؤ کو مع کے معنی میں مان لیں تو یہ مفعول معہ بن جائیگا۔ ومن تبعنی یہ دونوں حالتوں میں آتا ہے۔ سہل ویعقوب نے وصل میں ابوعمرو کی موافقت کی ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی، کہہ دیں) مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَالْاُمِّيّٖنَ (اور ان پڑھوں کو) یعنی جن کے پاس کوئی کتاب نہیں، جیسے مشرکین عرب۔

استفہام توبیخی:

ءَ اَسْلَمْتُمْ (کیا تم بھی اسلام لاتے ہو) کوفی کے نزدیک دونوں ہمزوں کے ساتھ ہے

نمبر ۱: اسلام کے دلائل واضح ہو چکے کیا اب تم اسلام کو قبول کرتے ہو یا اس کے بعد بھی کفر پر قائم رہتے ہو۔

نمبر ۲ یہ بظاہر تو صیغہ استفہام کا ہے مگر معنی امر کا ہے کہ تم اسلام لاؤ۔ پس یہ کلام فھل انتم منتھون (سورۃ المآئدہ آیت نمبر ۹۱) کی طرح بن گیا۔ ای انتھوا گویا استفہام توبیخی ہے۔

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا (پس اگر وہ اسلام لائیں تو وہ ہدایت پا گئے) یعنی انہوں نے ہدایت کو پالیا اس لیے کہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف نکل آئے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ (اور اگر وہ اسلام سے روگردانی اختیار کریں پس تمہارے ذمہ پہنچا دینا ہے) یعنی وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ آپ خبردار کرنے والے رسول ہیں۔ آپ کے ذمہ پیغام کو پہنچانا اور ہدایت کے راستے سے متنبہ کرنا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو خوب دیکھتا ہے) پس مؤمن و کافر میں سے ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔

۲۱: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ (بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں) سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جو اپنے آباؤ واجداد کے فعل قتل انبیاء پر راضی تھے۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ (اللہ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء کو قتل کرتے) بِغَيْرِ حَقٍّ (ناجائز) یہ يَقْتُلُوْنَ کا حال مؤکدہ ہے کیونکہ کسی بھی نبی برحق کا قتل تو بہرحال ناحق ہی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا

فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک فریق اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ہرگز

النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا

ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر چند گنے چنے دنوں میں، اور ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جس کو وہ افترا کرتے تھے،

جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

پس کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے اس دن جس میں کوئی شک نہیں، اور ہر جان کو اس عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(ان کے معاملے کی شناعت بیان کردی کہ خود بھی ناحق سمجھنے کے باوجود قتل کا ارتکاب کرتے تھے ورنہ وہ اپنے ہاں قتل کی کوئی وجہ جواز نہ رکھتے تھے)۔

قتل انبیاء وزہاد:

وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ (وہ ان لوگوں کو جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں قتل کرتے ہیں) اَلْقِسْط کا معنی عدل ہے۔

قراءت: ہمزہ نے یقاتلون پڑھا ہے۔ مِنَ النَّاسِ (لوگوں میں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل نے ۴۳ انبیاء کو ایک ساعت میں دن کے ابتدائی حصہ میں قتل کیا۔ پھر بنی اسرائیل کے زہاد کی ایک جماعت جنکی تعداد ایک سو بارہ (۱۱۲) تھی۔ انہوں نے ان قاتلین کو امر بالمعروف کیا اور ممنوعات سے روکا اور معروف کا حکم دیا چنانچہ اسی دن کے آخر میں ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو) یہ اِنَّ کی خبر ہے اور اس پر فاء اس لیے لائے کیونکہ اِنَّ کا اسم جزاء کے معنی کو متضمن ہے۔ (جس سے اس کو شرط سے مشابہت پیدا ہوگئی) گویا اس طرح کہا گیا الذین یکفرون فبشرھم معنی اس طرح ہوگا۔ جو کفر کرے گا تم ان کو خوش خبری دے دو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اِنَّ ابتدا کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا۔ اور وہ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے گویا اس کا داخل ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ اگر اس کی جگہ لیت اور لعل ہوتے تو فاء سے انکی خبر نہ لائی جا سکتی کیونکہ وہ جملہ خبریہ کو انشاء کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ جس سے شرط کی مشابہت فوت ہو جاتی ہے۔

۲۲: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہوگئے۔ دنیا اور آخرت میں) پس دنیا میں تو لعنت و رسوائی انکا مقدر ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا)۔ جو بربادی اعمال اور گرفتاری عذاب سے بچا سکے نٰصِرِيْنَ کو آیات کے وقوف کی رعایت سے جمع لائے ورنہ واحد نکرہ نفی کے عموم کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۳۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

مُّعْرِضُوْنَ۔ (کیانہیں دیکھے آپ نے ایسے لوگ جو دیئے گئے کتاب کا ایک حصہ وہ بلائے جاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تا کہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان پھر ایک جماعت ان میں سے مُنہ موڑنے والی ہے)۔ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوْا سے مراد احبار یہود ہیں جنہوں نے تورات کا وافر حصہ پایا تھامِنْ تبعیض کے لیے یا بیان کیلئے ہے یُدْعَوْنَ یہ الذین سے حال واقع ہے کتاب اللہ سے مراد تورات یا قرآن مجید ہے۔

کتاب یا نبی فیصلہ کرے:

لیحکم بینھم تا کہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ کتاب کو حاکم سبب حکم کی وجہ سے کہا گیا۔ (گویا حکم کی نسبت اسکی طرف مجازی ہے) یا وہ نبی انکے درمیان فیصلہ کرے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ انکے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور انکو اسلام کی طرف بلایا تو آپ کو نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا تو کس دین پر ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا ملت ابراہیم پر دونوں کہنے لگے ابراہیمؑ تو یہودی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آ ؤ تورات سے اس بات کا فیصلہ کرلیں۔ تو دونوں نے انکار کر دیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲)
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے) اس جگہ ثُمَّ استبعاد کے لیے لا کر بتلایا گیا کہ (سزائے رجم سے منہ موڑنا بہت بعید ہے) مگر وہ ہمیشہ اعراض کو اپنا مذہب بنائے رہیں گے۔

تفسیر آیت ۲۴:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ یہ (اعراض) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں ہرگز جہنم کی آگ سوائے چند دنوں کے نہ چھوئے گی اور ان کو دھوکے میں انکی افتراء پردازیوں نے ڈالا ہے) ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ روگردانی اور اعراض ہے جس کا سبب انکا عذاب کے معاملے کو معمولی قرار دینا اور چند دنوں میں جہنم سے فراغت کا گمان ہے وہ قلیل مدت چالیس دن یا سات دن ہیں۔
نحو : ذلك مبتداء بانهم اس کی خبر ہے۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ یعنی ان کو ان کے افتراء علی اللّٰہ نے دھوکہ میں ڈال دیا اور وہ افتراء یہ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں وہ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے معمولی مدت سزا دے گا۔
۲۵: فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (پس انکا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایک یقینی دن میں جمع کریں گے۔ اور ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی)
فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ (اس وقت میں ان کا کیا حال ہوگا جس دن کی آمد میں کوئی شبہ نہیں)
وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ جزائے اعمال مراد ہے وَهُمْ یہ جمع کی ضمیر كُلُّ کے معنی کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ کل الناس یعنی جمع کے معنی میں ہے۔ لَا يُظْلَمُوْنَ یعنی کسی انسان کی نہ نیکی میں کمی ہوگی اور نہ برائیوں میں اضافہ۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِی الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۫

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ جو ملک کا مالک ہے تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے

وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ

اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر

قَدِیۡرٌ ﴿۲۶﴾ تُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَتُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ ۫ وَتُخۡرِجُ الۡحَیَّ

قادر ہے، تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں، اور تو نکالتا ہے

مِنَ الۡمَیِّتِ وَتُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ ۫ وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

۲۶: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِی الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ، بِیَدِكَ الۡخَیۡرُ، اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ (آپ کہہ دیں کہ اے اللہ جو تمام ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے بادشاہ بنادے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی (مبارک) ہاتھ میں ہے بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے)۔

اسم جلالی کی خصوصیت:

قُلِ اللّٰهُمَّ ۔ اللّٰهم اصل میں یااللہ ہے حرف نداء کو حذف کر کے میم بدلے میں لائے اور میم اور یاء دونوں نہیں لائے کیونکہ اصل و عوض جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ اسم جلالہ کی ایک خصوصیت ہے۔

نمبر۲: دوسری خصوصیت لام تعریف کے ساتھ حرف نداء کا آنا ہے۔

نمبر۳: تیسری خصوصیت اس کا ہمزہ قطعی ہے۔

نمبر۴: چوتھی خصوصیت یہ تفخیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

نمبر۵: پانچویں خصوصیت اس پر تاء قسمیہ آتی ہے۔ تاللّٰهِ

مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تو جنس ملک کا مالک ہے پس تو اس میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح بادشاہ اپنی مملوکہ چیزوں میں۔

نحو: یہ دوسرا منادی ہے یاملك الملك

یہود کے تعجب کا جواب:

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ (تو ملک میں سے جس کو جتنا تو نے اس کے لیے طے کیا ہے، دیتا ہے) وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (یعنی تو جس سے چاہے چھین لیتا ہے) پہلا لفظ ملک عام ہے اور دوسرا اور تیسرا کل میں سے خاص ہیں روایت میں وارد ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے فارس روم کی سلطنتوں کا وعدہ فرمایا اس پر یہود و منافقین نے کہا بہت بعید بات ہے۔ کہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہاں مملکت فارس و روم۔ وہ تو بڑے غلبہ اور لاؤ لشکر والے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری، (اسباب النزول للواحدی)

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ۔ (جس کو چاہتے ہیں بادشاہی سے عزت دیتے ہیں)۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (اور جس کو چاہتے ہیں بادشاہی چھین کر ذلیل کر دیتے ہیں) بِیَدِکَ الْخَیْرُ۔ (تیرے ہاتھ میں خیر و شر ہے) یہاں ضدین میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفا کیا گیا (جبکہ دوسرا، خود سمجھ آجاتا ہے) یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ خیر کو خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ رفتار کلام کا تقاضا یہی تھا۔ کیونکہ ایمان والوں کی طرف خیر کو کھینچ کر لایا جا رہا تھا اور کفار کو یہی بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ پس کہا تیرے ہاتھ میں بھلائیاں ہیں جو تو اپنے دوستوں کو عنایت فرمائے گا۔ باوجود اس کے کہ تیرے دشمن اس کو پسند نہیں کرتے۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (تو ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے) جبکہ دوسروں کی تھوڑی بہت قدرت بھی تیری ہی قدرت کا مرہون منت ہے۔

لطیف تفسیر:

ایک اور تفسیر یہ ہے کہ ملک سے مراد سلطنت عافیت یا سلطنت قناعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے بادشاہ میری امت کے وہ لوگ ہونگے جو ایک یوم کی خوراک پر قناعت کرنے والے ہونگے یا صرف قیام لیل کا اختیار رہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے تھے کائنات کے بنانے والے پر استغناء اختیار کرنا کونین سے بے پروائی اختیار کرنا ملک ہے اور عزت سے معرفت کی عزت یا استغناء با سکون یا قناعت کی عزت مراد ہے۔ اور ذلت سے انکی اضداد مراد ہیں

ربط: پھر اپنی عظیم قدرت کو دن اور رات کے تقابل سے بیان کیا۔ اور زندہ اور مردہ کو ایک دوسرے سے نکالنے کا حال بیان کیا۔ اور اس پر بطور عطف بلا حساب رزق کو لائے۔

دلائلِ قدرت:

۲۷: تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ (تو رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)۔ تُوْلِجُ ایلاج ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں وہ مجاز ہے مطلب یہ ہے کہ تو رات کے اوقات کو کم کر کے دن میں بڑھا دیتا ہے اور دن کے اوقات گھٹا کر رات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (زندہ سے مردہ) جیسے حیوان سے نطفہ اور مرغی سے انڈہ یا مؤمن سے کافر۔ (وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ

نہ بنائیں مؤمن کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر، اور جو شخص یہ کام کرے

ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَیُحَذِّرُکُمُ

گا تو اللہ سے دوستی کرنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر اس حالت میں کہ دشمنوں سے کچھ بچاؤ کرنا ہو، اور اللہ تم کو اپنے

اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾

سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حِسَابٍ۔) (تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے) مخلوق اس رزق کی مقدار و کیفیت نہیں جانتی اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے تاکہ یہ دلالت ہو کہ جو ذات ان عقول کو حیرت زدہ کرنے والے افعال کی قدرت رکھتی ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے بغیر حساب کے رزق دیتی ہے وہ ذات اس بات پر قادر ہے کہ عجم سے بادشاہی چھین لے اور ان کو ذلیل کردے اور عربوں کو دے کر عزت دے دے۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ شہنشاہ ہوں۔ اور بادشاہوں کی پیشانیاں اور قلوب میرے قبضہ قدرت میں ہیں اگر بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کو لوگوں پر مہربان کردیتا ہوں اور اگر میرے نافرمان ہو جائیں تو میں ان کو لوگوں پر عذاب بنادیتا ہوں۔ پس تم بادشاہوں کو گالی دینا مشغلہ نہ بناؤ بلکہ میری بارگاہ میں توبہ کرو، تاکہ میں ان کو تم پر مہربان بنادوں اور ارشاد نبوی کما تکونوا یولّی علیکم (قضاعی فی مسند الشہاب) کا یہی مطلب ہے۔

قراءت: الحی من المیّت و المیّت من الحی قرآن مجید میں مدنی وکوفی قراء کے نزدیک شد سے پڑھے جائیں گے البتہ قاری ابوبکر اس طرح نہیں پڑھتے۔

۲۸: لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ۔ (مؤمن کافروں کو دوست نہ بنائیں، اہل ایمان کو چھوڑ کر جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کچھ تعلق نہیں مگر یہ کہ (کافروں کی طرف سے تم کو کچھ شر کا اندیشہ ہو تو) تم ان سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے)

موالاتِ کفار کی ممانعت:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مسلمانوں کو قرابت کی بناء پر کفار کے ساتھ گہری دوستی سے روکا گیا۔ یا اسلام سے قبل پائی جانے والی دوستی کی بنیاد پر ہو یا کسی بناء پر اور قرآن مجید میں یہ بات بار بار دہرائی اور حبّ فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان میں ایک عظیم دروازہ اور موثر ہے۔ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں کی دوستی کفار سے نہ ہونی چاہئے۔ پس کفار کو ایمان والوں پر ترجیح نہ دو۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا

آپ فرما دیجئے اگر تم چھپاؤ گے جو تمہارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو گے تو اللہ اس کو جان لے گا، اور اللہ جانتا ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن ہر شخص

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۛ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا

اپنے نیک عمل کو حاضر پائے گا اور ان کاموں کو بھی پا لے گا جو برے تھے، اس کی خواہش ہوگی کہ کاش اس کے

وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ

اور اس دن کے درمیان بہت دور کی مسافت ہوتی، اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر

بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ع

مہربان ہے

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ یعنی جو کفار کی موالات اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ دوست کی دوستی اور دشمن کی دوستی ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً (مگر یہ کہ ان کی طرف سے تمہیں ایسا معاملہ پیش آئے جس سے بچنا ضروری ہو۔) یعنی کافر کو مسلمان پر غلبہ حاصل ہو۔ اور مسلمان کو اس کی طرف سے اپنے مال و جان کو خطرہ ہو اس صورت میں ان سے موالات کرنا اور دشمنی نہ رکھنا جائز ہے۔ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (اللہ تعالیٰ بظاہر تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں) پس کفار کی موالات اختیار کر کے اپنے آپ کو غضب الٰہی کا نشانہ نہ بناؤ۔ یہ سخت وعید ہے۔ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (تم نے اس کی بارگاہ میں پہنچنا ہے) اور عذاب اس کے ہاں تیار ہے۔ یہ دوسری وعید ہے۔

۲۹: قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَافِیْ صُدُوْرِكُم اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اے محمد ﷺ کہہ دیں اگر تم چھپاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو ظاہر کرو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَافِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یعنی کفار کی ولایت وغیرہ اور جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں یَعْلَمْهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں) یہ انتہائی بلیغ وعید ہے۔

وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ یہ جملہ مستانفہ ہے یہ جواب شرط کا معطوف نہیں (یعنی وہ وہی ذات ہے جو آسمان و زمین کی ہر چیز سے واقف ہے) اس پر تمہارا باطن وظاہر پوشیدہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس وہ تمہاری سزا پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

غفور ہے رحیم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، سو اگر وہ اعراض کریں تو بلاشبہ اللہ دوست نہیں رکھتا

الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲

کافروں کو۔

۳۰: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ (جس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور جو بدی کی ہوگی اس کو بھی سامنے موجود پائے گا۔ تمنا کریگا کاش اس کے اور اس کے برے عمل کے درمیان لمبی مسافت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مؤمن بندوں پر بڑا مہربان ہے)

یوم کا فائدہ:

يَوْمَ تَجِدُ تا بعيدا: نحو: نمبر۱: یوم ظرف ہے اس کا تعلق تودّ سے ہے اور بينه کی ضمیر یوم کی طرف ہے یعنی قیامت کے دن جبکہ ہر نفس اپنے خیر وشر کو موجود پالے گا۔ وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔

نمبر۲: اس کا فعل اذکر محذوف ہے اور ماعملت پر اکیلا واقع ہے اور ماعملت ابتداء کی وجہ سے مرفوع اور تودّ اس کی خبر ہو گی یعنی جو برا کام اس نے کیا وہ اس کے متعلق چاہے گا کہ اس عمل اور اس کے درمیان مسافت بعید ہوتی۔ اور یہ ترکیب صحیح نہیں۔ ما شرطیہ تودّ کے مرفوع ہونے کی وجہ سے۔ البتہ اس میں کلام نہیں کہ جب شرط ماضی ہو تو مضارع جزاء پر رفع جائز ہے لیکن وہاں بھی جزم زیادہ مستعمل ہے۔ مبرد تو اس مقام پر رفع کو شاذ قرار دیتے ہیں۔

رؤف کی رأفت:

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رأفت ہے کہ ان کو اپنی ذات سے ڈرایا تا کہ وہ اپنے کو اس کی ناراضگی کے مقام پر پیش نہ کریں۔

نمبر۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ باوجودیکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس سے ڈرا جائے کیونکہ وہ کامل قدرت والا ہے مگر اس کی وسعت رحمت امید کی آماجگاہ ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا۔

ان ربك لذو مغفرة و ذو عقاب اليم فصلت آیت نمبر۴۳ کہ تمہارا رب بے شک بخشنے والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

۳۱: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میرا

اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے)

شانِ نزول: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ۔ بندے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے۔

محبت کی حقیقت:

اور اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر راضی ہو۔ اور اس کے فعل کی تعریف فرمائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گمان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ان کے اس قول کی عمل سے تصدیق مقرر کردیں۔

اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوے دار ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اور کتاب اللہ اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی دائمی خشیت اور دل کا ہمیشہ اس کی ذات اور یاد میں مصروف رہنا اور ہمیشہ اس سے موانست کا اظہار کرنا ہے۔ بعض نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت درحقیقت نبوت کی اس کے اقوال، افعال، احوال میں اتباع کا نام ہے۔ البتہ احوال مخصوصہ بالذات اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ ایک اور قول یہ ہے محبت کی علامت ہمیشہ سوچ و بچار، کثرت خلوت دائمی خاموشی اختیار کرنا ہے جس میں حال یہ ہو کہ جب نگاہ اٹھائے تو کچھ نہ دیکھے، جب آواز دیں تو کچھ نہ سنے اور جب دکھ پہنچے تو غم زدہ نہ ہو اور جب کوئی چیز پالے تو اترائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ کسی سے امید لگائے۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (وہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

۳۲: قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی۔ پس اگر منہ موڑ لیں یعنی اطاعت قبول کرنے سے اعراض کریں) تَوَلَّوْا میں مضارع کے صیغہ بننے کا احتمال بھی ہے یعنی اِنْ تتولوا۔ (اگر تم منہ موڑ لو)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۔ (پس اللہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتے)۔ یعنی ان سے محبت نہیں کرتے)۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ إِبْرٰهِيمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿۳۳﴾

بے شک اللہ نے منتخب فرما لیا آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سارے جہانوں پر

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ

بعض ان میں بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے، جب عرض کیا عمران کی

عِمْرٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۚ إِنَّكَ أَنْتَ

بیوی نے کہ اے میرے رب بے شک میں نے آپ کے لئے نذر مان لی کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ آزاد ہوگا لہٰذا آپ اس کو مجھ سے قبول فرمائیے، بے شک

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَآ أُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ

آپ ہی ہیں سننے والے جاننے والے۔ پس جب اس کو جنا تو کہنے لگیں اے میرے رب بلاشبہ میں نے اس کو لڑکی جنا ہے، اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى ۚ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا

کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا، اور نہیں ہے بیٹا بیٹی کی طرح سے، اور میں نے اس کا نام رکھ دیا ہے

مَرْيَمَ وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا

مریم، اور بے شک میں اس کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے، سو اس کے رب نے قبول فرمالیا

رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا

اس بچی کو اچھی طرح کا قبول فرمانا اور اس کو بڑھایا اچھی طرح سے بڑھانا اور اس کو زکریا کی کفالت میں دے دیا۔ جب بھی

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى

زکریا داخل ہوئے ان پر محراب میں تو پایا ان کے پاس رزق، تو انہوں نے کہا کہ اے مریم کہاں سے ہے

لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

یہ تیرے لئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

۳۳: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ إِبْرٰهِيمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ (بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان والوں پر) بیشک اللہ تعالیٰ نے چنا آدم علیہ السلام کو جو ابوالبشر ہیں اور نوح علیہ السلام جو شیخ المرسلین ہیں۔ اور آل ابراہیم سے مراد اسماعیل و اسحاق علیہما السلام اور ان دونوں کی اولاد ہے۔

آل عمران کی مراد:

آل عمران سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام جو دونوں عمران بن یصہر کے بیٹے تھے اور دوسرا قول یہ بھی نقل کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم بنت عمران بن ماثان مراد ہیں۔ ان دونوں عمرانوں کے درمیان اٹھارہ سو سال کا فاصلہ ہے۔ علی العالمین سے ان کے زمانوں کے لوگ مراد ہیں۔

۳۴: ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سننے جاننے والے ہیں) ذُرِّيَّةً یہ آل ابراہیم اور آل عمران سے بدل ہے۔ بعضها من بعض ۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر موضع نصب میں واقع ہو کر ذریت کی صفت ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: ان الآلين ذرية واحدة متسلسلة بعضها متشعب من بعض۔ یعنی دونوں آل ایک مسلسل لڑی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے شاخ در شاخ چلنے والے ہیں۔ جیسے موسیٰ و ہارون عمران سے اور عمران یصہر سے اور وہ قاہث سے اور قاہث لاوی سے اور لاوی یعقوب سے اور یعقوب اسحاق سے اور اسی طرح عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن ماثان اور یہ سلسلہ یہودا بن یعقوب بن اسحاق سے جاملتا ہے۔ اور آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔

دوسرا قول: یہ ایک دوسرے سے دین میں متعلق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات سننے جاننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کون چنے جانے کے لائق ہے یا عمران کی زوجہ کا قول سننے والے اور اس کی نیت کو جاننے والے ہیں۔

حنہ کا تذکرہ:

۳۵: اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ (جبکہ عمران کی بی بی نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاویگا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے) اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (بے شک آپ سننے والے جاننے والے ہیں)۔

اِذْقَالَتِ : **نحو** : اِذْ عَلِيْمٌ کا ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا اُذکر محذوف کا ظرف ہے۔ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ یہ عمران بن ماثان کی بیوی ہے جو حضرت مریم کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہے۔ اس کا نام حنہ بنت ناقوذا ہے۔ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر واجب کرلیا)

نحو : یہ ما بمعنی الذی۔ ذوالحال ہے اور محررا اس کا حال ہے۔ یعنی بیت المقدس کی خدمت کیلئے اسکو آزاد چھوڑ وں گی۔ جس پر مجھے کچھ بھی اختیار نہ ہوگا اور نہ ہی میں اس سے خدمت لوں گی۔ یہ نذر انکی شریعت میں درست تھی۔ یا عبادت کیلئے اسکو فارغ کردونگی۔ دنیا کے جھمیلوں سے اس کو سروکار نہ ہوگا۔ جیسے محاورہ میں کہتے ہیں۔ طِيْنٌ حُرٌّ یعنی خالص مٹی۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ۔

قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے مِنِّيَ پڑھا ہے۔ التقبل کسی چیز کو رضامندی سے لینا۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (بیشک آپ ہر بات کو سننے اور جاننے والے ہیں)

۳۶: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى (پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ

الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا ، ھا ضمیر مافی بطنی یعنی حمل کی طرف راجع ہے، مؤنث حاملہ یا نفس یا نسمہ کے اعتبار سے لائی گئی۔قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى یہ وَضَعْتُھَا کی ضمیر سے حال ہے۔یعنی حاملہ یا نفس یا نسمہ نے لڑکی جنی۔حنہ نے یہ بات بطور معذرت کہی کیونکہ لڑکیوں کی نذر کا رواج نہ تھا۔اس نے غمزدہ ہو کر حسرت ورنج سے یہ بات کہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حسرت پر تسلی:

واللّٰہ اعلم بما وضعت (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا) اس کلام سے پیدا شدہ بچی کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو بچی اس نے جنی ہے۔اور جو عظیم معاملات اس سے متعلق ہیں۔

قراءت: وَضَعْتُ شامی اور ابوبکر نے اس طرح پڑھا۔کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو میں نے بچی جنی ہے شاید اس کی اس میں کوئی حکمت اور کوئی راز ہے۔اس قراءت کے مطابق یہ سابقہ قول حنہ سے متعلق ہوگا اور پہلی قراءت کے مطابق اُنْثٰى پر وقف کیا جائے گا۔اور واللّٰہ اعلم یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشینگوئی ہے۔

لَيْسَ الذَّكَرُ : (نہیں ہے وہ مذکر) جو تم نے طلب کیا، كَالْاُنْثٰى (اس عورت کی طرح) جو اس کو دی گئی ان دونوں میں الف لام عہد کا ہے۔وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ (اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا) اس کا عطف انی وضعتھا انثی پر ہے۔درمیان میں دونوں جملے معترضہ ہیں۔حنہ نے اس کا نام مریم رکھا۔کیونکہ انکی زبان میں مریم عابدہ کو کہتے تھے۔یہ نام رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ مانگا کہ وہ اس کی حفاظت فرما کر اسم بامسمّٰی بنادے۔

اور اسکے متعلق اس کا گمان سچا کردے۔کیا تم غور نہیں کرتے کہ اس نے اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان سے اسکے لئے اور اسکے لڑکے کیلئے ان الفاظ سے طلب کی اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان ملعون سے تیری پناہ میں دیتی ہوں) حدیث میں وارد ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے ولادت کے وقت شیطان اس کو چوک لگاتا ہے۔جس سے وہ چیختا ہے۔سوائے مریم اور اسکے بیٹے کے۔(بخاری، مسلم، احمد)

قراءت: مدنی نے اِنِّيْ کو اِنِّيَ پڑھا ہے۔

۳۷: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پس ان کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا جب کبھی زکریا ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے تو یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں)۔فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا (اللہ تعالیٰ نے مریم کو قبول کرلیا) اور مذکر کی جگہ اس کی نذر پر راضی ہوگیا۔

اعلیٰ قبولیت کا راز:

بقول حسن اچھی طرح قبول کرنا، قبول اس چیز کو کہتے ہیں۔جس سے کسی چیز کو قبول کرتے ہیں (کشادہ روئی و مسرت) جیسے

سعوط وہ دوائی جوناک میں ڈالی جاتی ہے قبول حسن سے مراداللہ تعالیٰ کا وہ مخصوص معاملہ کہ مریم کو مذکر کی جگہ قبول کرلیا گیا۔اس سے پہلے کسی عورت کواس مقصد کیلئے قبول نہ کیا گیا تھا۔یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کی والدہ سے ولادت کے بعد پرورش سے قبل ہی نگرانی میں لے لی گئی حالانکہ اس وقت بیت المقدس کی خدمت کے قابل نہ تھیں۔روایت میں ہے کہ جب حنہ نے اس کو جنا تو کپڑے میں لپیٹ کر مسجد کی طرف اٹھالائیں اور احبار کی خدمت میں جو ہارون علیہ السلام کی اولاد تھے رکھ دیا۔جبکہ وہ بیت المقدس میں تھے۔جیسا کہ حجاب کعبہ (بنوعبدالدار) اوران کو کہنے لگی لو یہ نذیرہ ہے مریم چونکہ ان کے امام اور قربانی کے ذمہ دار کی بیٹی تھی اس لئے سب نے ان کو لینے کی بڑھ چڑھ کر خواہش ظاہر کی کیونکہ بنو ماثان بنی اسرائیل کے سرداراوران کے علماء تھے۔اس پر زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کا تم سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے نکاح میں اس کی والدہ کی بہن ہے انہوں نے کہا اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ قرعہ اندازی نہ کرلیں وہ چل دیئے انکی تعداد ستائیس (۲۷) تھی۔دریا پر پہنچ کر انہوں نے اپنے قلم ڈال دیئے۔ زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے اوپر بلند ہوا اور دوسروں کے قلم پانی میں بہہ گئے۔پس اس کی کفالت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔بعض نے کہا کہ قبول مصدر ہے اوراس کا مضاف محذوف ہے۔یعنی فتقبلها بذی قبول حسن یعنی اس کوایسے امر سے قبول کیا جواچھی قبولیت والا تھا۔اوروہ اس کا خاص کرنا (خصوصیت پیدا کرنا) تھا۔وَانبتها نباتا حسنا۔اللہ تعالیٰ نے مریم کواچھی بالیدگی سے بڑھایا۔یہ جملہ تربیت حسنہ سے مجاز ہے۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ اس کا عیسیٰ جیسا ثمرہ دینا یہی احسن نبات تھی یا ابتداء کے برخلاف یہ مصدر ہے۔یا تقدیر عبارت یہ ہے کہ فنبتت نباتاً۔ کفلها اس کو قبول کرلیا۔یا اسکے سنبھالنے کی ذمہ داری لے لی۔

قراءت: کوفی نے كَفَّلَها پڑھا یعنی كفّلها الله زكريا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے زکریا کواس کا کفیل بنادیا۔اوراس کی مصلحتوں کا ضامن مقرر کردیا۔اس صورت میں زکریا مفعول ہے۔

زَكَرِيَّا ۔کوفی اس کو تمام قرآن میں مقصور پڑھتے ہیں۔سوائے ابوبکر کے اور ابوبکر نے یہاں مداورنصب سے پڑھا اور دوسروں نے مداوررفع سے جیسا کہ ثانیہ اور ثالثہ،عبرانی زبان میں زکریا کا معنی ہمیشہ ذکروتسبیح کرنے والا۔

محراب سے مراد:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ کہا گیا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے مریم کیلئے مسجد میں ایک کمرہ بنوایا تھا وہ ایسا کمرہ تھا جس میں سیڑھی لگا کر چڑھا جاسکتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محراب اصل میں بہترین اوراعلیٰ بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں گویا انہوں نے بیت المقدس کے اعلیٰ ترین مقام پر اسکے لئے کمرہ بنوایا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ انکی مساجد کو محاریب کہتے تھے۔اور حضرت زکریا اکیلے مریم کے پاس جاسکتے تھے۔ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا مریم علیہا السلام کا رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت سے اتارا جاتا۔مریم علیہا السلام نے ایک دن بھی پستان کو منہ میں نہیں لیا۔زکریا علیہ السلام اسکے ہاں سردیوں کے پھل گرمیوں میں پاتے اور گرمیوں کے پھل سردیوں میں۔قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا یہ رزق تمہیں کہاں سے ملا جو کہ دنیا کے ارزاق کے مشابہ نہیں۔یہ اپنے وقت کے علاوہ میسر ہونے والا ہے۔قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اس موقعہ پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا

طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ

فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں، پس فرشتوں نے ان کو آواز دی اس حالت میں کہ وہ کھڑے ہوئے

يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ

محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بلاشبہ اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

کرنے والا ہوگا اور سردار ہوگا اور عورتوں سے دور رہنے والا ہوگا۔ اور نبی ہوگا صالحین میں سے، وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب کہاں سے

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ

ہوگا میرے لڑکا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح

اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک

النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱/۱۲

لوگوں سے بات نہ کرے گا مگر صرف اشارہ سے، اور یاد کر اپنے رب کو کثرت کے ساتھ اور اللہ کی پاکی بیان کر شام اور صبح۔

اللّٰهِ مریم نے جواب دیا اس کو بعید مت سمجھو۔ بعض نے کہا کہ مریم علیہا السلام نے بچپن میں یہ کلام کیا۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ یہ مریم کے کلام کا حصہ ہے یا کلام رب العالمین ہے، بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر اندازہ کے کیونکہ یہ بہت ہے یا محض بطور عطیہ ملا ہے۔ اس پر پوچھ گچھ نہ ہوگی اور استعمال پر باز پرس نہ ہوگی۔

بے وقت پھل کی تمنا:

۳۸: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (اس موقعہ پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں۔) هُنَالِكَ یعنی اسی جگہ جہاں وہ مریم کے پاس حجرہ میں تشریف فرما تھے یا اسی وقت جب وہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ هُنَا یہاں استعارةً لایا گیا حیث اور ثم زمان کیلئے آتے ہیں۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کا مرتبہ اور انکی کرامت دیکھی تو اس بات کی طرف رغبت پیدا ہوئی کہ انکی بیوی ایشاع سے اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عنایت فرما دے جس طرح حنہ کو مریم علیہا السلام عنایت کی ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں شان والی ہے۔ اگرچہ ایشاع بوڑھی بانجھ ہو چکی ہے کیونکہ مریم علیہا السلام کی والدہ بھی عمر کے اسی اسٹیج پر تھیں۔

دوسروں نے یہ کہا جب بے وقت پھل مریم سلام اللہ علیہا کے پاس دیکھے تو بانجھ کے ہاں بیٹے کے تولد پر انتباہ ہوا۔ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً ، ذُرِّيَّةً کا لفظ واحد وجمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ مراد اس سے لڑکا ہے۔ طَيِّبَةً مبارک، طیبہ کا لفظ تانیث کی صورت میں ذریت کے لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا ہے۔

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے)

۳۹: فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ، (کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللّٰہ کی تصدیق کرنے والے ہونگے اور مقتداء ہونگے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہونگے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے) فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، (پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے)

قول اول: جبرئیل علیہ السلام نے ان کو آواز دی۔ الْمَلٰٓئِكَةُ کا لفظ لایا گیا کیونکہ معنی یہ ہے کہ ان کو اسی جنس کی آواز سنائی دی۔ جیسا کہتے ہیں: فلان یرکب الخیل، فلاں گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔ فَنَادٰىهُ امالہ اوریا سے پڑھا گیا علی وحمزہ نے اسی طرح پڑھا وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ جبکہ وہ کھڑے حجرے میں نماز ادا کر رہے تھے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ مرادیں نمازوں کے ساتھ مانگی جاتی ہیں۔ اور نمازوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔

ابن عطاء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر جو عمدہ حالت کھولی ہے۔ وہ اوامر الٰہی کی اتباع اور طاعات میں اخلاص سے میسر آئی ہے۔ اور خلوت گزینی سے ملی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ شامی اور حمزہ نے قال کو مضمر مان کر اِنَّ پڑھا ہے یا اس وجہ سے کہ نداء قول ہے۔ باقی قراء نے فتحہ سے پڑھا یا با کو محذوف مان کر (بِاَنَّ اللّٰهَ) يُبَشِّرُكَ قراءت حمزہ اور علی نے يَبْشُرُكَ پڑھا تشدید اور تخفیف دونوں لغتیں ہیں۔ بِيَحْيٰى میں یحییٰ غیر منصرف ہے جبکہ اس کو عجمہ مانیں۔ تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں جیسا موسیٰ عیسیٰ (ان میں الف مقصورہ بھی دو سبب کے قائم مقام موجود ہے) اور اگر یہ عربی ہیں تو تعریف و وزن فعل جیسا کہ یعمر میں ہے۔

مصداق کلمۃ اللہ:

مُصَدِّقًاۢ یہ یحییٰ سے حال ہے بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مصدق ہوگا۔ اور ان پر پہلا ایمان لانے والا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کا خطاب دیئے جانے کی وجہ ان کی کلمۂ کُنْ سے بن باپ ولادت ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کے ساتھ تصدیق کرنے والے اور اس کی طرف سے ملنے والی کتاب پر ایمان لانے والے ہونگے۔ وَسَيِّدًا وہ اپنی قوم کی سیادت و سرداری کرنے والے ہونگے اور شرافت میں ان سے فوقیت لے جانے والے ہونگے۔ حضرت یحییٰ اپنی قوم

میں سبقت لے جانے والے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا انکی قیادت کتنی شاندار تھی۔ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدوہ ہے جس نے دونوں جہان کے عوض خالق کو لے لیا ہو۔ وَّ حَصُوْرًا وہ شخص جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ قدرت کے باوجود اپنے نفس کو روکے یعنی نفس کو خواہشات سے روکنے والا ہو۔ وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں سے پیدا ہونے والے ہونگے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کی صلب سے تھے۔ یا من جملہ صالحین میں سے ہونگے۔

۴۰: قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ، قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا) یہ عادت کے اعتبار سے استبعاد کا اظہار ہے اور قدرت کو عظیم تر قرار دینا ہے۔ شک ظاہر کرنا نہیں۔ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ (پس تحقیق مجھے بڑھاپا پہنچ چکا) جیسا کہتے ہیں ادرکتہ السن العالیۃ یعنی وہ بڑی عمر کا ہوگیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ مجھ میں بڑھاپے کا اثر ہوگیا اور اس نے مجھے ضعیف کر دیا۔ اس وقت انکی عمر ۹۹ سال تھی۔ اور بیوی کی عمر ۹۸ سال تھی وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ (اور میری بیوی بانجھ ہوگئی) یعنی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں افعال عجیبہ ظاہر کرتے ہیں)۔

۴۱: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔ (انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے سوائے اشارہ کے اور اپنے رب کو بکثرت یاد کرنا اور تسبیح کرنا دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ ابوعمرو اور مدنی نے لِیَ پڑھا۔ اٰيَةً آیت سے مراد ایسی نشانی ہے جس سے میں حمل کو پہچان لوں اور نعمت کا استقبال شکریے سے کروں۔

انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا:

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ یعنی لوگوں سے کلام پر قدرت نہ رہے گی۔ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔ مگر ہاتھ سے اشارہ یا سر سے یا آنکھ سے یا ابرو سے اشارہ۔ رمز کا اصل معنی حرکت دینا ہے کہا جاتا ہے۔ ارتمز اس نے حرکت دی۔ رمز کو استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنس کلام سے نہیں البتہ اگر ایذاء کی حد تک پہنچ جائے اور اس سے وہی سمجھا جائے جو کلام سے سمجھا جاتا ہے تو اس کو کلام کہتے ہیں۔ یا یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ لوگوں سے گفتگو کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں کے ساتھ گفتگو پر انکی زبان کو قدرت نہ ہوگی مگر ذکر اللہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اسی لئے فرمایا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ یعنی لوگوں کے ساتھ گفتگو سے عاجزی کے زمانہ میں تم خوب اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو۔ یہ کھلی نشانیوں اور واضح دلائل میں سے ہے کہ ان کی زبان کو لوگوں کے ساتھ گفتگو سے روک دیا گیا۔ تاکہ اس زمانے کو وہ ذکر کیلئے خاص کر دیں۔ اور اپنی زبان کو اور کسی چیز میں مشغول نہ کریں، گویا کہ جب شکر کیلئے انہوں نے نشانی طلب کی تو ان کو بتلا دیا گیا کہ انکی زبان شکریہ کے علاوہ ہر چیز سے رک جائے گی۔ بہترین جواب وہی ہوتا ہے جو سوال سے ہی اخذ کیا جائے۔ الْعَشِيِّ زوال سے غروب تک کا وقت الْاِبْكَارِ طلوع فجر سے چاشت تک کا وقت۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے منتخب فرما لیا اور پاک بنا دیا اور سب جہانوں کی

نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

عورتوں کے مقابلہ میں تم کو چن لیا، اے مریم تم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

۴۲: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ اس کا عطف اذ قالت امراة عمران پر ہے یا اذکر محذوف کا یہ ظرف ہے۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (روایت میں کہ انہوں نے روبرو کہا) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ (بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چھانٹ لیا) پہلی مرتبہ اسی وقت جب تمہاری ماں سے تمہیں قبول کرلیا اور تیری تربیت کی اور شاندار کرامات سے تجھے نوازا۔ وَطَهَّرَكِ (اور تجھے پاک رکھا) ناپاک افعال سے۔

منفرد فضیلت:

وَاصْطَفٰكِ (اور ثانیاً تجھے چنا) عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (تمام جہان کی عورتوں پر) وہ اس طرح کہ تجھے بلا باپ عیسیٰ بیٹا عنایت کردیا اور یہ فضیلت کسی اور عورت کو حاصل نہیں۔

۴۳: يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ (اے مریم تو عاجزی کر اپنے رب کیلئے) یعنی ہمیشہ اطاعت گزاری اختیار کر۔ یا نماز میں طویل قیام کر۔ وَاسْجُدِىْ (اور تو سجدہ کر) یہ بھی کہا گیا کہ ان کو قیام وسجود کا حکم دے کر نماز ہی کا حکم دینا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نماز کے ارکان میں سے ہیں پھر انہیں فرمایا گیا۔

مرتبہ جماعت:

وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (پھر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر) یعنی تمہیں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے یعنی جماعت کے ساتھ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ من جملہ نمازیوں کے ساتھ تو بھی اپنے کو منظم کر اور ان میں اپنے کو گن اور شمار کر۔ اور ان کے علاوہ اور لوگوں میں اپنے آپ کو شمار نہ کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جب

یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ

کہ وہ ڈال رہے تھے اپنی قلموں کو کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے۔ اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جس وقت

یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

کہ وہ جھگڑ رہے تھے۔

۴۴: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ۔ ذٰلِكَ کا مشارالیہ حنہ مریم اور زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ (یہ غیب کی اطلاعات ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ آپ کے پاس بھیج رہے ہیں) جو ان غیوبات میں سے ہیں جن کو وحی کے سواء آپ نہ جانتے تھے۔

اقلام کی مراد:

وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے) اقلام سے ازلام یعنی تیر مراد ہیں۔ جبکہ قرعہ اندازی کیلئے انہوں نے دریا میں ڈالے یا وہ قلم تھے جن سے تورات کو لکھتے تھے۔ ان قلموں کو بطور تبرک قرعہ اندازی کیلئے استعمال کیا۔ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ (کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے گا) اَیُّهُمْ کا متعلق ینظرون محذوف ہے یلقون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا عبارت اس طرح تھی یلقونها ینظرون ایهم یکفل مریم یا لیعلموا محذوف ہے یا یقولون محذوف ہے وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ جھگڑا کر رہے تھے) یعنی مریم کے بارے میں پرورش کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ

جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ تمہیں خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا اس کا نام

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ

مسیح ہو گا وہ عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت میں باوجاہت ہو گا اور

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

مقربین میں سے ہو گا اور وہ لوگوں سے بات کرے گا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں، اور وہ صالحین میں سے ہو گا

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ

وہ کہنے لگیں کہ اے رب میرے لڑکا کس طرح ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا اللہ اسی طرح

اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ فرما دے، تو فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

۴۵: اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ (جب فرشتوں نے کہا) یہ اذ اُذْكُرْ فعل کا ظرف ہے۔ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسے کلمہ کی خوشخبری دے رہے ہیں جس کا نام مسیح ہوگا) کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں مِنْهُ یہ موضع جر میں کلمہ کی صفت ہے اسْمُهُ یہ مبتداء ہے کلمہ کیلئے ضمیر مذکر کی لائی گئی کیونکہ مراد مذکر ہے۔

مسیح ایک عظیم لقب:

الْمَسِيْحُ یہ مبتداء کی خبر ہے۔ یہ جملہ موضع جر میں کلمہ کی صفت ہے۔ مَسِيْحُ یہ عظیم الشان لقب ہے جیسا صدیق وفاروق عبرانی زبان میں اصل یہ مِشِيْحاً ہے اس کا معنی مبارک ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ و جعلنی مُبَارکاً این ماکنت (مریم ۔۳۱) میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس کسی بیمار دکھی کو ہاتھ لگاتے وہ صحیح ہوجاتا۔ (ان دونوں صورتوں میں مادہ مسح ہوگا یا تیسرا قول یہ ہے کہ سیاحت کرتے اور کسی جگہ مستقل قیام اختیار نہ کرتے (اس صورت میں سیاحت مادہ ہے) عیسیٰ یہ مسیح سے بطور بدل لایا گیا۔ ابْنُ مَرْيَمَ یہ مبتداء محذوف هُوَ کی خبر ہے۔ یہ عیسیٰ کی صفت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ انکا نام عیسیٰ ہی کافی ہے۔ انکا نام عیسیٰ ابن مریم نہیں۔ ابن مریم اس لئے لائے کیونکہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے پس انکی نسبت ماں ہی کی طرف ہوگی۔ وَجِيْهًا (وہ باعزت و باوجاہت ہونگے) فِى الدُّنْيَا (دنیا میں) نبوت اور اطاعت کے ساتھ وَالْاٰخِرَةِ (اور

آخرت میں) بلند درجات اور شفاعت کے ساتھ ۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (وہ مقربین میں سے ہونگے) ان کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف اٹھائیں گے ۔

نَحو : وَجِیْهًا یہ کلمہ سے حال ہے ۔ کیونکہ کلمہ نکرہ موصوفہ ہے اس طرح مقربین بھی ثابتاً کے متعلق ہو کر حال دوم ہے ۔ اور ویکلم الناس بھی مکلمًا کے معنی میں حال ثالث ہے اور فی المهد یہ یکلم کی ضمیر سے حال ہے ۔ ای ثابتًا فی المهد۔ اور ومن الصالحین بھی ثابتاً سے متعلق ہو کر حال ہے ۔

کلام مہد و کہولت :

۴۶ : وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ، وَیُکَلِّمُ النَّاسَ (وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور کہولت میں) الْمَهْدِ ، پنگھوڑا جو بچے کو لٹانے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ یہ مہد ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے ۔ وَکَهْلًا اس کا عطف مہد پر ہے یعنی یکلم الناس طفلاً و کھلاً یعنی وہ ان دونوں حالتوں میں یکساں کلام کرے گا ۔ جیسا انبیاء علیہم السلام کلام کرتے ہیں طفولیت و کہولت کے کلام میں فرق نہ ہوگا کہولت وہ زمانہ ہے جس میں عقل پختہ ہوتی اور نبوت ملتی ہے ۔ وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور شائستہ لوگوں میں سے ہوگا) یہ بھی حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں وہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا ۔

۴۷ : قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لیے بچہ حالانکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا ۔ کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں ۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) یعنی جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو بغیر تاخیر کے بنا ڈالتا ہے ۔ لیکن اس کی تعبیر لفظ کُنْ سے فرما کر اشیاء کے بنانے میں سرعت و تیزی کی خبر دی گئی ہے ۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى

اور اللہ سکھا دے گا اس کو کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل، اور بنا دے گا اس کو رسول بنی

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ

اسرائیل کی طرف، بنی اسرائیل سے ان کا یہ خطاب ہوگا کہ بلاشبہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر، کہ بلاشبہ میں بناتا ہوں

لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک چیز پھر اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے،

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ

اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو، اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں

بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور ذخیرہ رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بلاشبہ اس میں تمہارے لئے نشانی ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ

اگر تم ایمان قبول کرنے والے ہو، اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو تورات ہے اور تاکہ میں حلال کروں

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا

تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئیں، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے، لہذا تم اللہ

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

۴۸، ۴۹: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِ يْلَ اَنِّيْ قَدْجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (اور وہ اس کو کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی کی ایک مورت بناؤں گا پرندہ کی شکل جیسی پس اس

مورت میں میں پھونک مارونگا پس وہ پرندہ بن جائیگی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور نابینا اور کوڑھی کو تندرست کرونگا اور مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرونگا اور تمہیں جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں جمع رکھتے ہو بتاؤں گا۔ بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو)۔

قراءت ونحوی تحقیق:

قراءت: یُعَلِّمُهُ مدنی و عاصم نے اسی طرح پڑھا و جیھًا پر عطف کی وجہ سے یہ موضع حال میں ہے۔ باقی قراء نے نون کے ساتھ پڑھا اور اس کو ابتدائی کلام قرار دیا۔ الکتاب سے مراد کتابت ہے آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ خوبصورت خط والے تھے اور دوسرا قول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں مراد ہیں۔ اَلْحِكْمَةَ حلال وحرام کی وضاحت یا کتاب سے مراد ہاتھ سے لکھنا اور حکمت سے مراد زبان سے اس کی وضاحت کرنا،

التوراۃ و الانجیل - وَرَسُوْلًا نحو: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یا یہ موضع حال میں ہے وَرَسُوْلًا پر عطف ہے۔ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ اَنِّیْ۔ بآ اس سے قبل محذوف ہے۔ بِنِّیْ ۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ آیت سے مراد ایسی دلالت جو میرے دعوئ نبوت میں سچائی پر دلالت کرے۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ نحو: نمبر ا۔ یہ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ بِاٰيَةٍ کا بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے یا نمبر ۳۔ یہ ھی مبتداء محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قراءت: نافع نے جملہ مستانفہ قرار دے کر اِنِّیْ پڑھا ہے۔

معجزات عیسوی:

مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ میں تمہارے لئے پرندے جیسی شکل کا اندازہ کرونگا فَاَنْفُخُ فِيْهِ اس میں ہ کی ضمیر کاف کی طرف جارہی ہے۔ یعنی اس پرندے کی مماثل شکل میں فَيَكُوْنُ طَيْرًا پس وہ تمام پرندوں کی طرح پرندہ بن جائیگا۔

قراءت: مدنی نے طَیْرًا کو طائرًا پڑھا ہے۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض نے کہا کہ انہوں نے سوائے چمگادڑ کے اور کوئی پرندہ نہ بنایا۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ ۔ اکمہ پیدائشی نابینا وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ بِاِذْنِ اللّٰهِ کے لفظ کو بارے دیگر لا کر الوھیت کے وہم کو دور کر دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح علیہ السلام کو لوگوں کے سامنے زندہ کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے پس تم کوئی نشانی دکھاؤ تو آپ نے فرمایا اے فلاں! تو نے فلاں چیز کھائی ہے اور اے فلاں تیرے لئے فلاں چیز چھپا کر رکھی گئی ہے جیسا اس آیت میں ہے وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۔ مَا دونوں جگہ الَّذِیْ کے معنی میں ہے یا مَا مصدر یہ ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ ماسبق اشیاء ہیں لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

۵۰: وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو کہنے لگے کہ کون ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کی طرف، حواریوں نے

الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیے کہ ہم فرمانبردار ہیں،

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو آپ نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کا اتباع کیا آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرنے والے ہیں۔

وَاَطِيْعُوْنِ۔ اور میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ بعض چیزیں جو تمہارے لئے حرام کر دی گئی تھیں ان کو حلال کروں۔ اور میں تمہارے پاس ایک بڑی نشانی لے کر آیا ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ یعنی میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں اور تمہارے پاس مصدق بن کر آیا ہوں۔

بعض حلال کردہ اشیاء:

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ یہ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی میں تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں تا کہ میں تمہارے لئے حلال کر دوں جو اللہ تعالیٰ نے شریعت موسوی میں حرام قرار دی ہیں۔ مثلاً چربیاں اونٹ کا گوشت مچھلی اور ہر ناخن والا جانور۔ ان میں سے بعض کو عیسیٰ علیہ السلام نے حلال کر دیا۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ تم میری تکذیب و مخالفت میں خدا سے ڈرو۔ وَاَطِيْعُوْنِ اور میرے حکموں کی اطاعت کرو۔

۵۱: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے) یہ اقرار عبودیت ہے اور اپنے سے ربوبیت کی نفی ہے برخلاف اس کے جو نصاریٰ گمان کرتے ہیں۔

فَاعْبُدُوْهُ تم اس ہی کی عبادت کرو نہ کہ میری هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ (یہ سیدھا راستہ ہے) جو چلنے والے کو جنت کی قائم رہنے والی نعمتوں تک پہنچا دے گا۔

تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل:

۵۲: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے تکذیب اور کفریہ کلمات سنے تو کہا کون میری مدد کرنے

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِينَ ﴿۵۴﴾ ع اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰٓى ع ۵ ۱۴

اور ان لوگوں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ

اِنِّىْ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ

میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا، اور جن

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ

لوگوں نے تمہارا اتباع کیا ان کو غالب رکھوں گا قیامت کے دن تک ان لوگوں پر جنہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر میری طرف تم سب کو لوٹنا ہوگا۔

فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

پھر فیصلے کروں گا تمہارے درمیان اس چیز کے بارے میں جس میں تم اختلاف رکھتے تھے۔

والا ہے۔ اللہ کی راہ میں' حواریین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو گواہ ہو جا کہ ہم مسلمان ہیں۔) فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ علم کی جگہ اَحَسَّ لائے تا کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ ان کو اس طرح علم ہو گیا تھا جیسا کہ کسی محسوس چیز کا علم ہوتا ہے۔

قَالَ مَنْ اَنْصَارِىٓ قراءت: مدنی نے انصارِیَ پڑھا ہے یہ انصار بروزن اصحاب۔ ناصر کی جمع ہے یا نصیر بروزن شریف جمع اشراف ہے۔ اِلَى اللّٰهِ یہ محذوف فعل کے متعلق ہے یا انصاری کی یا سے حال ہے۔ یعنی مَنْ اَنْصَارِىْ ذاهباً الى الله يا ملتجأ اليه۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ جمع حواری پسندیدہ اور منتخب آدمی نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں)۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (اے عیسیٰ تو گواہ ہو جا کہ ہم فرمانبردار ہیں)۔ انہوں نے اپنے ایمان کیلئے آپ کو گواہ بنایا تا کہ ان کے ایمان کی تاکید ہو جائے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے حق میں یا خلاف اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے۔ اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔

۵۳: رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو آپ نے اتارا اور ہم نے رسول کی اتباع کی پس تو ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ لے) رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ۔ الرَّسُوْلَ سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ الشّٰهِدِيْنَ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی امتوں کی گواہی دیں گے۔ یا ان لوگوں کے ساتھ جو اے اللہ تیری وحدانیت کی گواہی دینے والے ہیں۔ یا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ وہ لوگوں پر گواہ ہونگے۔

۵۴: وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ (انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں)

مکر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم:

وَمَكَرُوْا : یعنی کفار بنی اسرائیل جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے کفر محسوس کیا جبکہ انہوں نے آپ کے قتل وصلیب کی خفیہ تدبیر کی۔ وَمَكَرَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے انکی تدبیر کا اس طرح بدلہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور جس نے دھوکا سے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر شبیہ ڈال دی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

مَسْئَلَہ : مکر کے لفظ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر صرف جزائے مکر کے مفہوم میں کیونکہ یہ لفظ لوگوں کے ہاں مذمت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یہی حکم خداع، استہزاء کے الفاظ کا ہے۔ (کذافی شرح التاویلات)

وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (اللہ تعالیٰ سب بدلہ دینے والوں سے زیادہ طاقتور اور سزا دینے پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔) اس طرح کہ سزا یافتہ کو پتہ بھی نہیں چلتا اور سزا مل جاتی ہے۔

متوفیک کی تفسیر:

۵۵: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تیری اجل مقررہ پوری کرنیوالا ہوں) مطلب یہ ہے کہ میں تجھے کفار کے قتل سے بچانے والا اور طبعی موت دونگا کفار کے ہاتھوں قتل نہ ہونے دونگا۔ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ (اور تمہیں اپنے آسمان کی طرف جو ملائکہ کا مستقر ہے بلانے والا ہوں) وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور تجھے کفار کے بُرے پڑوس سے پاک کرنے والا اور انکی صحبت کی خباثت سے محفوظ کرنے والا ہوں)

دوسری تفسیر۔ میں تمہیں زمین سے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔ یہ تو فیت مالی علی فلان سے ماخوذ ہے جب کہ اس سے پورا پورا لے لے۔ یا تمہارے آسمان سے اترنے کے بعد موت دینے والا ہوں اور اب تمہیں اٹھانے والا ہوں۔

یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ واؤ ترتیب کا معنی ہر جگہ نہیں دیتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ میری امت پر بطور خلیفہ اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور خنازیر کو قتل کر ڈالیں گے اور چالیس سال زندہ رہیں گے اور نکاح کریں گے اور انکی اولاد ہوگی پھر وفات پائیں گے اور وہ امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہے اور مہدی جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ اس کے درمیان میں ہوگا (روایت کے الفاظ میں نکارت ہے فتدبر)۔ (ابن جریر ج ۳)' (الدرالمنثور ج ۲)

یا نیند طاری کر کے تجھے حالت نوم میں آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ تاکہ کسی قسم کا خوف تجھے پیش نہ آئے اور جب تو بیدار ہوگا تو آسمان میں امن سے پہنچ چکا ہوگا۔ اور قرب پا چکا ہوگا۔

فَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ز

سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا پس میں ان کو سخت عذاب دوں گا دنیا میں اور آخرت میں

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو اللہ ان کو پورے پورے

أُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

اجر عطا فرما دے گا۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور ذکر حکیم ہم آپ کو پڑھ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

کر سناتے ہیں۔

پیروکار کی مراد مسلمان:

وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ (اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں) اور تیرے پیروکاروں کو یعنی مسلمانوں کو کیونکہ اصل اسلام میں وہ ان کے سچے پیروکار ہیں۔ خواہ شرائع مختلف ہیں۔ وہ لوگ مراد نہیں جنہوں نے انکی تکذیب کی اور ان پر جھوٹ بولا خواہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے کیوں نہ ہوں۔

فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (ان لوگوں پر جنہوں نے تمہارا انکار کیا) اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن تک) وہ حجت سے ان پر غالب رہیں گے اور اکثر حالات میں غالب رہیں گے اور تلوار سے غالب رہیں گے۔ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے آخرت میں میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے) فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پس میں تمہارے مابین ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے)

۵۶، ۵۷: فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پھر وہ لوگ جو کفر اختیار کریں گے پس میں ان کو سخت عذاب دونگا دنیا و آخرت میں اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ پس وہ ان کو انکا پورا پورا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں)

قراءت: فَيُوَفِّيْهِمْ حفص نے پڑھا ہے

۵۸: ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ (یہ ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ منجملہ دلائل کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے) یہ جو واقعات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ گزرے۔ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کی مثال، پیدا فرمایا ان کو مٹی سے پھر ان سے فرما دیا

كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ

ہو جا پس ان کی پیدائش ہوگئی، یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں، سو جو

حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا

شخص ان کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے۔ اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو

وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ۚ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور تم بلالو اپنے بیٹوں کو اور ہم بلالیں اپنی عورتوں کو اور تم بلالو اپنی عورتوں کو اور ہم حاضر کر دیں اپنی جانوں کو اور تم بھی حاضر ہو جاؤ اپنی جانوں کو لے کر پھر ہم سب مل کر خوب سچے دل سے

فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا

اللہ سے دعا کریں اور لعنت بھیج دیں جھوٹوں پر، بلاشبہ یہ سچی بات ہے، اور کوئی

مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ

معبود نہیں اللہ کے سوا، اور بے شک اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اس میں کوئی شک نہیں

ع ٦ ٩ ١٤

اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع

کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔

نحو : یہ مبتداء ہے اور نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ اسکی خبر ہے۔ دوسری خبر من الآیات ہے یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ (حکمت والا ذکر) اس سے مراد قرآن مجید ہے حکیم بمعنی محکم و مضبوط یا پر حکمت

عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ:

۵۹: اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں آدم جیسی ہے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا) یہ آیت اس وقت اتری جب بنی نجران کے وفد نے کہا کیا تم نے بغیر باپ کے بیٹا دیکھا ہے تو فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور عجیب حالت آدم علیہ السلام جیسی ہے۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ مٹی سے انکا جسم بنایا یہ جملہ آدم علیہ السلام سے مشابہت والی حالت کی تفسیر ہے۔ اور اعراب کے لحاظ سے اسکا ماقبل سے تعلق نہیں یعنی خلق آدم من تراب وہاں نہ انکا کوئی باپ تھا اور نہ ماں۔ پس اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا حال ہے۔ بلکہ بغیر ماں و باپ کے پیدا ہونا زیادہ تعجب انگیز ہے۔ صرف ماں سے بغیر باپ کے پیدائش سے۔ اور یہ عادت کے زیادہ خلاف

ہے۔پس عجیب کو عجیب تر سے تشبیہ دینا مخالف کی دلیل کو خوب قطع کرنے والا اور شبہ کو زیادہ مٹانے والا ہے جبکہ وہ اس سے عجیب تر دیکھے جس کو اس نے عجیب خیال کیا۔

عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ:

بعض علماء کا بیان ہے کہ جو رومیوں کے ہاں قید ہو گئے تھے۔ کہ ہم نے رومی عیسائیوں سے کہا تم عیسیٰ کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، اس لئے کہ انکا کوئی باپ نہیں۔ تو علماء نے کہا پھر تو آدم اسکے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کے ماں، باپ دونوں ہی نہیں۔ رومیوں نے کہا کہ عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا حزقیل اسکے زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو چار آدمی زندہ کیے اور حزقیل علیہ السلام نے آٹھ ہزار زندہ کیے۔ پھر انہوں نے کہا وہ نابیناؤں کو بینا کرتے اور کوڑھی کو درست کرتے تھے۔ ہم (علماء) نے کہا پھر جرجیس اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کو پکا ڈالا اور جلا ڈالا گیا پھر وہ صحیح سالم کھڑے ہو گئے۔

قَالَ لَهٗ كُنْ یعنی انسان بنا دیا۔ فَيَكُوْنُ یعنی وہ بن گئے۔ یہ ماضی کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ثُمَّ کا لفظ خبر کو خبر پر مرتب کرنے کیلئے لائے۔ مخبر عنہ کی ترتیب کیلئے نہیں۔ یعنی واقعہ کی تاخیر مدت مراد نہیں ہے۔

ایک نحوی تحقیق:

۶۰: اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (یہی حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس نہ ہو تو شک کرنے والوں میں سے)

نحو : یہ مبتدائے محذوف هو کی خبر ہے فَلَا تَكُنْ (پس اے سامع تو نہ ہو) مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (شک کرنے والوں میں سے) یہ احتمال بھی ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو۔ اس صورت میں یہ ثابت پر مزید ابھارنے کیلئے فرمایا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شک سے معصوم تھے۔

۶۱: فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (جو آپ سے جھگڑے اس علم کے آجانے کے بعد تو کہہ دیں آؤ) یعنی ان نصاریٰ میں سے جو آپ کے ساتھ جھگڑا کرے۔ فِيْهِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ یعنی ایسے دلائل جو علم کو لازم کرنے والے ہیں۔ یہاں مَا الذی کے معنی میں ہے۔ فَقُلْ تَعَالَوْا تو ان کو کہہ دیں آؤ! مراد ارادہ اور عزم کے ساتھ آنا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں۔ تعال تفكر فی هذه المسئالة یعنی اس مسئلہ پر غور کر لے۔

دعوتِ مباہلہ:

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلالو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم خود آتے ہیں تم بذات خود آؤ) یعنی ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے بیٹوں، عورتوں

اور اپنی ذات کو مباہلہ کیلئے بلالے۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ (پھر یہ کہہ کر مباہلہ کریں) بَهْلَةُ اللّٰه علی الكاذب منّا و منكم اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ہم تم میں سے جھوٹے پر۔ الْبُهْلَةُ ۔ یہ بَا کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ آتا ہے اس کا معنی لعنت ہے۔ بهله اللّٰه کا معنی اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اس کو رحمت سے دور کر دیا۔ یہ تو ابتہال کا اصل معنی ہے۔ پھر یہ خوب گڑ گڑا کر دعا کیلئے استعمال ہونے لگا۔ خواہ اس میں لعنت تلعن نہ ہو۔ روایت میں ہے کہ جب ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ہم غور وفکر کر لیں۔ چنانچہ عاقب جو صاحب رائے تھا اس نے کہا اے عیسائیو! تم قسم بخدا جان چکے کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور جب کسی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا تو انکا بڑا بچا اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم اپنے دین کی محبت میں انکار کرتے ہو تو ان سے معاہدۂ صلح کر کے اپنے علاقے کی طرف لوٹ چلو۔ پس وہ رسول ﷺ کی خدمت میں۔ اس حالت میں آئے کہ آپ نے حسین کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑنے والے تھے فاطمہ آپ کے پیچھے چلنے والیں تھی جبکہ علی ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس پر نجران کے پادری نے کہا اے وفد نجران! میں اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو انکی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گا۔ پس تم ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور سطح زمین پر کوئی ایک عیسائی بھی باقی نہ رہے گا۔ اس پر عیسائیوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے رائے قائم کی ہے کہ مباہلہ نہ کریں نبی اکرم ﷺ نے دو ہزار حلّے ہر سال ادا کرنے پر ان سے صلح کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران پر ہلاکت لٹک رہی تھی۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر و سور بن جاتے۔ (ابو نعیم بالرواۃ المتروکین و المتهمين بالكذب)

اہم سوالات کے جوابات:

سوال: مباہلہ تو آپ اور آپ کے جھٹلانے والوں کے درمیان تھا پھر ابناء ونساء کو کیوں شامل کیا۔

جواب: ابناء ونساء کو اس لئے ملایا تاکہ آپکی اپنے دعویٰ کے متعلق سچائی اور پختگی خوب واضح ہو جائے۔ کہ آپ نے اپنے جگر پارے اور اعزہ کو بھی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا اور فقط اپنے آپ کو ہی پیش نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو اپنے مخالف کے بمعہ اعزہ واقارب ہلاک ہونے کا یقین تھا۔ اگر مباہلہ پیش آتا۔

سوال: اعزہ میں سے ابناء ونساء کو خاص کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ وہ اہل میں سب سے زیادہ پیارے اور دلوں میں محبوب ہوتے ہیں۔

سوال: انفس سے نساء اور ابناء کو پہلے کیوں لائے؟

جواب: ان کے مرتبہ ومقام پر متنبہ کرنے کیلئے

اس میں آپ کی نبوت کی سچائی کی واضح دلیل ہے کیونکہ مخالف وموافق کسی سے بھی یہ مروی نہیں کہ انہوں نے اس کو قبول کیا ہو۔

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (پھر ہم اپنے اور تم میں سے جو عیسٰی کے معاملہ میں جھوٹے ہوں ان پر لعنت بھیجیں)

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آ جاؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم عبادت نہ کریں

اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ

مگر اللہ کی، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم آپس میں کوئی کسی دوسرے کو رب

اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾

نہ بنائے، سو اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

نحو: نَبۡتَهِلۡ اور نَجۡعَلۡ یہ دونوں جملے نَدۡعُ پر معطوف ہیں۔

۶۲: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ وَ مَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ۔ اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام جو آپ کو بیان کیا گیا۔ لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ (البتہ سچا واقعہ ہے)

نحو: هُوَ، اِنَّ کے اسم وخبر کے درمیان ضمیر فصل ہے۔ یا هو مبتداء اور القصص الحق خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ ضمیر فصل پر لام کا داخلہ درست ہے کیونکہ یہ لام خبر پر جب داخل ہو سکتی ہے تو ضمیر فاصل پر بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ کیونکہ وہ ضمیر مبتداء سے خبر کی بنسبت قریب تر ہے اور اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ یہ لام مبتداء پر داخل ہو۔

وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ (اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)

نحو: مِنۡ یہاں اِلٰهٍ پر داخل ہونے کے باوجود کلام میں استغراق کا اسی طرح فائدہ دے رہا ہے جیسا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں الٰہ مبنی بالفتح ہے۔ یہاں مقصود تثلیث کے سلسلہ میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست ہے انتقام میں) اور الۡحَكِيۡمُ (حکمت والا ہے) تدبیر احکام میں۔

۶۳: فَاِنۡ تَوَلَّوۡا ۔ (پس اگر وہ اعراض کریں اور قبول نہ کریں) فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ۔ (پس اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے) اس میں ان کو اس عذاب سے ڈرایا گیا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يُفۡسِدُوۡنَ (النحل ۸۸)

۶۴: قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـــًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ۔ (کہہ دیں اے اہل کتاب) اہل کتاب سے تورات وانجیل والے ہر دو مراد ہیں یا صرف وفد نجران یا یہود مدینہ۔ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برابری والا یعنی ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابری والی ہے)۔

ارباب کا معنی:

بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ (ہمارے اور تمہارے درمیان) جس میں قرآن مجید اور تورات وانجیل مختلف نہیں ہیں۔ کلمہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر)۔ یعنی اس بات کی طرف آؤ۔ تاکہ ہم عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ نہ کہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہمارے جیسا انسان ہے اور ہم اپنے پادریوں کی ان چیزوں میں اتباع نہ کریں جو انہوں نے اپنی طرف سے تحریم وتحلیل کے سلسلہ میں بنا رکھی ہیں اور ان میں شرع کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم انکی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ وہ تمہارے لئے چیزوں کو حلال وحرام کرتے ہیں اور تم انکی بات اختیار کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا یہی تو رب بنانا ہے۔ (ترمذی)

فَاِنْ تَوَلَّوْا (اگر وہ توحید سے منہ موڑ لیں) فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (تو تم انہیں کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم تو فرماں بردار ہیں) یعنی میں نے تم پر حجت تمام کر دی پس اب تم پر واجب ہو گیا کہ تم یہ اعتراف کرو اور مان لو کہ ہم تمہارے سواء فرمان برداری اختیار کرنے والے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جیسا کہ جدال ومصارعت میں غالب مغلوب کو کہتا ہے۔ اعترف بانی انا الغالب تو مان لے کہ میں غالب ہوں اور تو غلبہ میرے سپرد کر دے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ

اے اہل کتاب تم کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارے میں، حالانکہ نہیں اتاری گئی توریت

وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ

اور انجیل مگر ان کے بعد، کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو، اے لوگو! تم ایسے لوگ ہو

حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ

جنہوں نے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں کچھ علم تھا۔ پھر تم کیوں حجت کرتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں

بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ

علم نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہیں تھے ابراہیم

يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ

یہودی اور نصرانی، لیکن وہ حق کو اختیار کرنے والے فرمانبردار تھے۔ اور مشرکین

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

میں سے نہ تھے، بلاشبہ انسانوں میں ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾

اور یہ نبی ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سب مومنین کا ولی ہے۔

ردِنصاریٰ کا دیگر انداز:

۶۵: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات وانجیل تو ان کے بعد اتریں) دراصل یہود ونصاریٰ میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام ان میں سے تھے۔ اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے اس سلسلہ میں مجادلہ کیا۔ اس پر ان کو کہا گیا۔ کہ یہودیت کا وجود تو نزول تورات کے بعد ہوا جبکہ نصرانیت انجیل کے آنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اور موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اس دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جو ان کے سینکڑوں سال بعد بنا ہو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (کیا تم عقل نہیں رکھتے) کہ اس قسم کا ناممکن قول اپنی زبانوں پر لاتے ہو۔

٦٦: هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔ (دیکھوایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم بھی تھا۔ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات وانجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ پھر کیوں جھگڑتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

نحوی تحقیق:

ھٰٓاَنۡتُمۡ ھٰٓؤُلَآءِ (خبردار تم وہ لوگ ہو) نحو: ھا یہاں تنبیہ کیلئے ہے۔ اَنۡتُمۡ مبتداء اور ھٰٓؤُلَآءِ اسکی خبر ہے۔

حاججتم: نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے جسکی بناء پہلے جملے پر ہے کہ تم ایسے احمق لوگ ہو۔ تمہاری حماقت اور قلت عقل اس انداز کی ہے کہ تم مسلمانوں سے مجادلے پر اترے ہوئے ہو۔ فِيۡمَا لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات و انجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ (ان چیزوں کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں) اور نہ ہی انکا تذکرہ تمہاری کتاب میں موجود ہے جیسے دین ابراہیم علیہ السلام

نحو: یہ بھی کہا گیا کہ ھٰٓؤُلَآءِ۔ الَّذِيۡنَ کے معنی میں ہے۔ اور حَاجَجۡتُمۡ یہ اسکا صلہ ہے قراءت ابوعمرو اور مدنی نے ھَاَنۡتُمۡ کو پورے قرآن میں مد کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بات جس میں تم حجت بازی کر رہے اور تم اس سے ناواقف ہو) اگلی آیات میں ان کے دین سے براءت کا اس طرح اظہار کیا گیا۔

٦٧: مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّ لَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔ (کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ حنیف مسلم تھے اور مشرکین میں سے بھی نہ تھے) گویا یہاں مشرکین سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ عزیر و مسیح کو الوہیت میں شریک کرتے تھے۔ یا معنی یہ ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہ تھے جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں سے نہ تھے۔

ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین:

٦٨: اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ (لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر اور ان کے ساتھ خاص البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز و مددگار ہے)۔ اَوۡلٰى یہ الوَلِیُّ سے ہے۔ جس کا معنی قرب ہے۔ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ (البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی)۔

وَهٰذَا النَّبِىُّ (اور یہ پیغمبر) خاص طور پر۔ آپ کا خاص طور پر تذکرہ فضیلت میں خاص ہونے کی وجہ سے ہے۔ مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی انکی امت میں سے۔ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز و مددگار ہے)۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۗ وَمَا يُضِلُّوْنَ

اہل کتاب کی ایک جماعت نے اس بات کی خواہش کی کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں۔ اور وہ گمراہ نہیں کرتے

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٦٩ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ

مگر اپنے ہی نفسوں کو اور وہ نہیں سمجھتے، اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی

اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝٧٠ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

آیات کے ساتھ، حالانکہ تم اقرار کرتے ہو، اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں مخلوط کرتے ہو

وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٧١ ع ۷ ۸ ۱۵

اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

یہود کے طرزِ عمل کی مذمت:

٦٩: وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں) طائفہ سے مراد یہود ہیں انہوں نے عمار، حذیفہ معاذ رضی اللہ عنہم کو یہودیت کی طرف بلایا۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں) یعنی انکی گمراہی کا وبال ان پر پڑے گا۔ کیونکہ ان کے اضلال اور ضلال کی وجہ سے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اسکا شعور بھی نہیں)۔

منکرین نبوت کو خطاب:

٧٠: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور تم گواہی دیتے ہو) آیات سے مراد تورات وانجیل ہیں۔ اور ان کے ساتھ کفر سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کتابوں کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرنے والی تھیں۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ (حالانکہ تم گواہی دیتے ہو) یعنی یہ اعتراف کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ یا تم قرآن کا انکار کرتے ہو۔ اور نبوت کے دلائل کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ آپ کی تعریف دونوں کتابوں میں موجود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ برحق ہیں۔

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ

اور کہا اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہ ایمان لاؤ اس پر جو نازل کیا گیا مسلمانوں

اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا

پر دن کے شروع حصہ میں، اور منکر ہو جاؤ دن کے آخر حصہ میں امید ہے کہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں۔ اور اقرار مت کرنا

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ

مگر ایسے شخص کے سامنے جو تمہارے دین کا تابع ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔ یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ کسی

مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

دوسرے کو ایسی چیز مل رہی ہے جو تمہیں دی گئی یا اس لئے کہ وہ تم پر دلیل میں غالب ہو جائیں گے تمہارے رب کے پاس۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ فضل

بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ ۚۙ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ واسع ہے خوب جاننے والا ہے۔ وہ مخصوص فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ

مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾

جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر آیت ۷۱:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں حق کو باطل سے ملاتے ہو) عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام پر ایمان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے ساتھ ملاتے ہو۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ (اور تم حق کو چھپاتے ہو) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ سچے ہیں۔

یہودیانہ چال:

۷۲: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ (اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا) اپنے درمیان۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (تم اس پر ایمان لاؤ۔ جو ان لوگوں پر اتارا جائے) یعنی قرآن وَجْهَ النَّهَارِ (دن کی ابتداء میں) یعنی شروع دن میں جو قرآن مسلمانوں پر اترے اس پر ایمان ظاہر کرو۔ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ (اور دن کے آخر میں اسکا انکار کردو) لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ (شاید کہ مسلمان لوٹ جائیں) یعنی

مسلمان یہ کہنے لگیں کہ یہ اہل کتاب اور اہل علم ہو کر اس کو چھوڑ رہے ہیں ان کو اس میں خرابی معلوم ہوئی ہوگی۔ پس اس طرح کرنے سے یہ بھی اسلام سے لوٹ آئیں۔

یہود کا جھوٹا زعم کہ تورات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی:

۷۳: وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِیۡنَکُمۡ قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰی هُدَی اللّٰهِ اَنۡ یُّؤۡتٰۤی اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ اَوۡ یُحَآجُّوۡکُمۡ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ۔ (اور نہ تم اعتماد کرو مگر اسی کا جو تمہارے دین کی اتباع کرے۔ کہہ دیں بیشک حقیقی ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے ایسی باتیں اس لیے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی)

وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا پہلا مطلب:

نحو: وَلَا تُؤۡمِنُوۡا کا تعلق اَنۡ یُّؤۡتٰۤی اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ سے ہے۔ اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے اب معنی یہ ہوگا اپنے ایمان کو اپنے اہل دین کے سواء اور کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اس طرح کہ کسی کو تم جیسی کتاب مل سکتی ہے۔ مقصد انکا یہ تھا کہ اپنی اس بات کو خفیہ رکھو کہ مسلمانوں کو بھی تم جیسی کتاب مل گئی ہے اور یہ راز فقط انہی کے سامنے افشا کرو جو تمہارے خاص گروہ کے لوگ ہوں۔ مسلمانوں کو مت بتا دینا کہیں وہ اسلام پر زیادہ پختہ نہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی یہ راز مشرکین کے سامنے ظاہر کرنا تاکہ مسلمان ان کو اسلام کی طرف دعوت نہ دینے لگیں۔ اَوۡ یُحَآجُّوۡکُمۡ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ (یا وہ حجت میں تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کی نزدیک)۔

دوسرا معنی:

نحو: اَنۡ یُّؤۡتٰۤی پر عطف ہے اور اَوۡ یُحَآجُّوۡکُمۡ کی ضمیر اَحَدٌ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اَحَدٌ اگرچہ واحد ہے مگر معنی جمع ہے کیونکہ دائرۂ نفی میں واقع ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے لوگوں کے سواء دوسروں پر اعتماد نہ کرنا کہ مسلمان تم پر حجت حق میں غالب آجائیں گے۔ اور جملہ معترضہ کا معنی یہ ہے کہ اِنَّ الۡهُدٰی هُدَی اللّٰهِ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو چاہے اس ہدایت کو اختیار کر کے اس پر ایمان لے آئے یا اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور یہ اسی طرح ہوا۔ (مقصد یہ تھا کہ تم ہدایت پر نہیں ہو صرف حسد تمہیں اس مکاری پر آمادہ کر رہا ہے۔) مگر تمہاری یہ مکاری اور حیلہ بازی اور مسلمانوں کی تصدیق سے رکنا اور مشرکین کو روکنا فائدہ نہ دے گا۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ (کہہ دیں کہ بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عنایت کرتا ہے) فضل سے مراد ہدایت وتوفیق ہے۔

تفسیر معنی ومطلب:

یا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِیۡنَکُمۡ پر کلام تام ہوگیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم یہ ظاہری ایمان جو شروع دن میں لاتے ہو مت لاؤ مگر ان لوگوں کے سامنے جو پہلے تمہارے دین کے پیروکار تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ کیونکہ ان کے اسلام سے پھر جانے کی دوسروں کی

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ

اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اگر بہت زیادہ مال امانت رکھ دو گے تو وہ تمہاری طرف ادا کر دیں گے اور ان میں

مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو گے تو تمہاری طرف ادا نہیں کریں گے مگر یہ کہ تم برابر سر پر کھڑے رہو

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، ہاں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔

بنسبت زیادہ امید ہے۔ اور اَنْ يُّؤْتٰٓى کا معنی لِاَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ تم اس لئے جلتے ہو کہ دوسروں کو اسی جیسی کتاب دی گئی جیسی تمہیں دی گئی۔ تم نے یہی بات کہی اور اسی خاطر تدبیر کرتے ہو اور کوئی غرض نہیں۔ بس حسد و بغض ہے، جو تمہارے اندر ہے۔ اس بناء پر کہ کسی کو اس جیسی کتاب اور علم میسر ہو جو تمہیں ملا ہے۔ اور اسی بات نے تمہیں اس بات کے کہنے پر آمادہ کیا۔ جو تم نے کہی ابن کثیر کی قراءت مدّ اور استفہام کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی الا ان یوتی احدٌ مثل ما اوتیتم من الکتاب تحسد و نھم۔ کیا اب کسی کو اس جیسی کتاب دی گئی جیسی کتاب تمہیں ملی۔ کہ تم ان پر حسد کرتے ہو۔ (یعنی اس جیسی کتاب کسی کو کب مل سکتی ہے) اس صورت میں اَوْيُحَآجُّوْكُمْ کا معنی یہ ہوگا کہ تم نے ساری تدبیر اسی خاطر کی ہے کہ کسی کو تم جیسی کتاب دے دی گئی۔ یا ابھی تک تمہارے انکار کی وجہ سے تمہارے رب کے ہاں انکی حجت بازی تمہارے ساتھ متعلق نہیں ہوئی۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والے ہیں) عَلِيْمٌ۔ (مصلحتوں کو جاننے والے ہیں)

شاہی اعلان:

۷۴: يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (وہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کرتے ہیں) رحمت سے مراد یہاں نبوت یا اسلام ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں)۔

یہود میں امین اور خائن طبقہ:

۷۵: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (اہل کتاب میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ امانت رکھیں وہ اس کو تمہیں ادا کر دیں) وہ عبداللہ بن سلامؓ ہیں کہ

انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے بارہ سو اوقیہ سونا لیا۔انہوں نے واپس ادا کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ (ان میں بعض وہ ہیں کہ اگر تم ان کو ایک دینار بطور امانت دو تو بھی تمہیں ادا نہ کریں) اسکا مصداق فنحاص بن عازوراء تھا کہ جس کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار بطور امانت رکھا تو اس نے انکار کر دیا۔اور کھا پی گیا۔اور یہ بھی کہا گیا کہ یہود میں غلبہ خیانت کی وجہ سے امین قلیل اور نصاریٰ میں غلبۂ امانت کی وجہ سے خائن قلیل ہیں۔اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا (مگر اتنی مدت کہ تم اس پر ہمیشگی کرو) یا صاحب حق اسکے سر پر مسلط رہے۔اور اس کو لازم پکڑ لے۔

قراءت: يُؤَدِّهٖ اور لَا يُؤَدِّهٖ۔ ھا کے کسرہ کو اشباع کے ساتھ مکی، شامی، نافع، علی اور حفص نے پڑھا ہے۔ جبکہ ابوعمرو کی ایک روایت میں اختلاس اور دوسروں نے سکون ھا ء سے پڑھا ہے۔ ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ ترک اداء ہے۔ جس پر لَا يُؤَدِّهٖ دلالت کر رہا ہے۔ بِاَنَّهُمْ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں۔قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ یعنی انہوں نے ادائیگی حقوق اس وجہ سے ترک کی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ (کہ ان پڑھوں کا مال کھانے میں ہمیں کچھ گناہ نہیں) مقصد انکا یہ تھا کہ جو اہل کتاب نہیں ہم انکا مال کھائیں۔ان کو نقصان پہنچائیں ہمیں کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہمارے دین پر نہیں وہ اپنے مخالفین پر ظلم کو حلال قرار دیتے اور کہا کرتے تھے۔ ہماری کتاب میں اس کو حرام قرار دیا گیا۔(بقول کسے۔رام، رام جپنا پرایا مال اپنا یہ انکا مذہب تھا) یہ بھی کہا گیا کہ بعض یہود نے کسی قریشی سے سودا کیا۔جب وہ قریشی مسلمان ہو گئے تو انہوں نے مال کا تقاضہ کیا تو یہود نے کہا تمہارا ہمارے ذمہ کوئی حق نہیں اس لئے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ یہ ہماری کتاب کا مسئلہ ہے۔وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) یہ دعویٰ کر کے کہ یہ بات انکی کتاب میں موجود ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے ہیں۔

دعویٰ بے گناہی کی تردید:

۷۶: بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ بَلٰى (کیوں نہیں) ان پڑھوں کا مال کھانے میں بے گناہی کے دعویٰ کی تردید ہے۔ کہ ان پر ضرور گناہ ہوگا۔مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے یہ جملہ مستانفہ ہے یہ اس جملہ کیلئے دوبارہ لایا گیا۔جس کے قائم مقام بَلٰى ہے۔بِعَهْدِهٖ کی ضمیر ہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔یعنی ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کیا اور اس سے ڈرا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو متقی لوگ پسند ہیں۔

نکتہ: یہاں ضمیر ھم کی بجائے الْمُتَّقِيْنَ۔ اسم ظاہر کو لائے پھر ضمیر کا مرجع خاص مَنْ تھا۔ اسکی بجائے متقین کو عام کر دیا۔ تا کہ اس میں ایمان اور دیگر تمام صالحات داخل ہو جائیں اور کفر وغیرہ اور دیگر برے اعمال جن سے بچنا ضروری ہے۔ان سے پرہیز کو بھی تقویٰ میں شامل کر دیا۔

تارکین خیانت اللہ کو پسند ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ اور انہی جیسے اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے اس سے مراد ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ ضمیر مَنْ اَوْفٰى کی طرف لوٹانی جائز ہے۔مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ شخص جس نے اس معاہدہ کو پورا کیا جو اللہ تعالیٰ سے کر رکھا تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ

بے شک اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے مقابلہ میں جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں

لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا

کوئی حصہ نہیں اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک

يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ

فرمائے گا اوران کے لئے عذاب ہے دردناک۔ اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانوں

لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ

کو موڑ کر کتاب بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اس کو کتاب سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے، اور وہ

وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾

کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں ہے، اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اور ترک خیانت وغدر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں۔

۷۷: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ، وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

شانِ نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے تورات کی تحریف کی۔ اور جن یہود نے آپ کی صفات تورات میں بدل ڈالیں۔ اوراس پر رشوت وصول کی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ (بیشک وہ لوگ جو تبدیل کرتے ہیں) بِعَهْدِ اللَّهِ (اللہ کے اقرار کو) جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے رسول مصدق پر ایمان لانے کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وَأَيْمَانِهِمْ (اور اپنی قسموں کو) اوراس پر ایمان لانے کے سلسلہ میں جو حلف دے رکھا ہے۔ کہ قسم بخدا ہم اس پر ضرور ایمان لائیں گے اور انکی نصرت کریں گے۔ ثَمَنًا قَلِيلًا (تھوڑی قیمت) یعنی دنیا کا سامان، سرداری، رشوت وغیرہ اوراسی طرح کی دیگر چیزیں۔

نحو: بِعَهْدِ اللَّهِ سے یہ بات مزید پختہ ہوجاتی ہے کہ بِعَهْدِهِ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کریں گے) جس سے انکو خوشی ہو۔ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اور نہ انکی طرف قیامت کے دن توجہ فرمائیں گے) نظر سے مراد نظر رحمت ہے۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ (اور نہ انکی تعریف فرمائیں گے) وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (ان کیلئے دردناک عذاب ہے)۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ

کسی بشر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ اسے کتاب حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یوں کہے

لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ

کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ اس وجہ سے

تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا

کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور وہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۸/۹/۱۶

کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب بنا لو۔ کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

ایک اور یہودی چال:

۷۸: وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ (اور بیشک ان میں سے) ھم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ لَفَرِيْقًا (ایک گروہ ایسا ہے) وہ کعب بن اشرف، مالک بن صیف حیی بن اخطب وغیرہ ہیں۔ يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ (وہ اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ موڑتے ہیں) اپنی قراءت کے ساتھ ان کو صحیح سے محرف کی طرف بل دیتے ہیں۔ اَللَّيُّ۔ بٹنا اور وہ پھیرنے کو کہتے ہیں۔ مراد انکا تحریف کرنا ہے۔ مثلاً آیت رجم اور صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح کی دیگر امثلہ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ۔ (تا کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں وہ کتاب میں سے ہے) ہٗ کی ضمیر اسکی طرف لوٹتی ہے جس پر يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ کی دلالت ہے۔ اور وہ محرف شدہ مضامین ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ کتاب کے ہم شکل مضامین کیلئے وہ اپنی زبانیں موڑتے ہیں تا کہ تم ان مضامین کو کتاب میں سے خیال کرو۔ الکتاب سے مراد تورات ہے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ (حالانکہ وہ تورات سے نہیں) وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یہ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی تاکید ہے اور انکی مزید مذمت کے لئے لائی گئی ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں)

معبودیت مسیح کا رد:

۷۹: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ (کسی انسان کے لئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو

کتاب دے) اس آیت میں عبادت عیسیٰ کا جو دعویٰ انہوں نے کیا تھا اسکی تکذیب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کے لئے سجدہ مناسب نہیں۔ لیکن اپنے پیغمبر کا احترام کرو اور ان کے اہل کا حق پہچانو!

(واحدی فی اسباب النزول)

وَالْحُكْمَ (اور حکمت) اور مراد اس سے سنت یا معاملات کے فیصلے۔ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ اور نبوت دے پھر وہ کہنے لگے۔ يَقُوْلَ کا عطف يُّؤْتِيَهُ پر ہے۔ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ (لوگوں کو کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے تم ربانیین بن جاؤ)۔

ربانی کون ہیں؟

الربانی یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ الف نون اس میں زائد لگا ہے۔ ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اسکے دین کی اطاعت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو محمد بن حنفیہ نے کہا مات رَبَّانِيُّ هذه الامة اس امت کا ربانی مر گیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ ربانیین علماء وفقہائے امت کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے۔ علمائے معلمین مراد ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ربانی عالم باعمل کو کہتے ہیں۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ۔

قراءت: کوفی وشامی نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف سے پڑھا۔ تُعَلِّمُوْنَ کا معنی دوسروں کو پڑھانے والے ہو۔

علم والے ہو تو عمل والے بنو:

(وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ) اور اس سبب سے کہ تم پڑھتے ہو مطلب یہ ہے اس وجہ سے کہ تم علم والے ہو اور اس وجہ سے کہ علم خود پڑھنے والے ہو یہ ربانیت یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کی قوت۔ تعلم وتعلیم ہی کی وجہ سے تھی۔ اور اس انسان کی بد نصیبی کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اپنی روح کو تکلیف دی تاکہ اپنے اندر علم کو جمع کرلے پھر اس علم کو ذریعہ عمل نہیں بنایا۔ اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے پر رونق خوبصورت درخت لگایا مگر اسکے پھل سے فائدہ نہ اٹھایا۔

دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا کہ تدرسونه علی الناس۔ تم وہ لوگوں کو پڑھاتے ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ (الاسراء آیت:۱۰) پس تدرسون کا معنی پڑھانا ہے۔ جیسا ابن جبیر کی قراءت میں ہے۔

۸۰: وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

مَا كَانَ کو نفی میں تاکید کے لئے لائے:

نحو: وَلَا يَاْمُرَكُمْ (اور نہ یہ بات بتلاویگا کہ تم) یہ نصب کے ساتھ ثم یقول پر عطف ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لا کو ماکان لبشرٍ کی نفی میں تاکید پیدا کرنے کیلئے لا يَاْمُرَكُمْ پر بڑھا دیا ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے انسان کو مناسب نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نبوت پر فائز کرے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور شرکاء کو ترک کرنے کی توفیق دیدیں۔ تو پھر وہ لوگوں کو

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو کچھ بھی تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ

پھر آ جائے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا

ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

کیا تم نے اقرار کر لیا اور تم نے اس پر میرا مضبوط عہد قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا سو تم گواہ رہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو شخص اس کے بعد روگردانی کرے گا سو یہی لوگ

الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

نافرمان ہیں۔

حکم دینے لگے کہ وہ اسکے بندے اور عابد بن جائیں اور وہ یہ حکم دینے لگے کہ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا (کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو رب بنالو) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ ما كان لزيد ان اكرمه ثم يهينني ولا يستخف بي۔ زید کو مناسب نہیں کہ میں اسکا اکرام کروں اسکے باوجود پھر وہ میری توہین و تخفیف کرے۔ یعنی اکرام کے ہوتے ہوئے توہین و تخفیف روا نہیں۔

قراءت رفع کا معنی:

اگر رفع والی قراءت ہو وَلَا يَاْمُرُكُمْ جیسا کہ حجازی، ابوعمرو علی نے پڑھا ہے تو اس صورت میں یہ ابتدائی کلام ہے اور اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ (کیا وہ تم کو کفر کی بات بتاویگا) کی ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہوگی اور لَا يَاْمُرُكُمْ اور اَيَاْمُرُكُمْ کی ضمائر فاعلیہ بشیر کی طرف لوٹیں گی یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گی۔

مطلب یہ ہوا کہ تعجب ہے کہ وہ تم کو کفر کا حکم دے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اسکے بعد کہ تم مسلمان ہو) یہ آیت کا حصہ دلالت کر رہا ہے کہ مخاطبین مسلمان تھے اور وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی۔

تذکرۂ میثاق النبیّین اور دو تفسیریں:

۸۱: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ

وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں) یہ آیت انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے کے سلسلہ میں اپنے ظاہر پر ہے۔

پہلی تفسیر: اولاد کا لفظ میثاق کے بعد محذوف ہے کہ اولاد انبیاء یعنی بنی اسرائیل مراد ہیں اس صورت میں لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ کیونکہ میثاق لینے کا معنی ہی قسم لینا ہے اور لَتُؤْمِنُنَّ کی لام جواب قسم کے لئے ہے۔ مَا شرطیہ اور لَتُؤْمِنُنَّ شرط وقسم دونوں کا جواب ٹھہرا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے قسم لے لی تھی کہ اگر میں تم کو کتاب عطاء کروں پھر اس کتاب کی تصدیق کرنے والا رسول تمہارے ہوتے ہوئے آجائے تو تم اسکی تصدیق کرنا۔

نمبر۲۔ ما موصولہ ہو اور مِن کتاب اسکا صلہ اور لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ آخر تک خبر ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس پر تم ضرور ایمان لانا۔ ثُمَّ جَآءَ کُمْ اسکا عطف صلہ پر ہے اور اسکی ضمیر ما محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہے ثم جاء کم بہ (پھر لایا تمہارے پاس وہ کتاب) رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ ایک ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ (تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا) اور وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (اور تم ضرور اس رسول کی امداد کرنا) رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لِمَآ اٰتَیْتُکُمْ حمزہ کی قراءت میں لِمَا کی لام جارہ مکسورہ ہے۔ اور مَا، الَّذِیْ کے معنی میں ہے۔ یا مَا مصدریہ ہے مطلب یہ ہوا اس لئے کہ میں نے تمہیں کتاب و حکمت دی پھر اس رسول کے آنے کی وجہ سے جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے۔

دوسری تفسیر: لام تعلیلیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا کہ تم رسول پر ضرور ایمان لانا اور انکی ضرور مدد کرنا اس لئے کہ میں نے تمہیں حکمت دی ہے اور وہ رسول جس پر ایمان لانے اور اسکی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور وہ رسول جن پر ایمان کیلئے میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے موافق ہیں مخالف نہیں۔

قراءت: اٰتَیْتُکُمْ کو مدنی نے اٰتَیْنَاکُمْ پڑھا ہے۔ قَالَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ (کیا تم نے عہد قبول کرلیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا) عہد کو اصر کہا کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو پختہ اور مضبوط کیا جاتا ہے۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا (انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے پر اقرار میں گواہ ہو جاؤ)۔

تاکید برائے احتیاط مزید:

وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں درحقیقت یہ تاکید کیلئے فرمایا تاکہ عہد کی خلاف ورزی سے وہ اور زیادہ محتاط رہیں جبکہ وہ یہ مانیں کہ یہ جان کر کہ اس پر تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے پر گواہ ہے۔ اور خود ذات باری تعالیٰ بھی گواہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ۔

۸۲: فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (جو اس تاکید اور پختہ عہد کے بعد اس سے منہ موڑے گا) اور قبول کر لینے کے بعد اس عہد کو توڑ دے اور آنے والے پیغمبر پر ایمان سے اعراض کرے۔ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (وہ وہی فاسق ہیں)

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ وہ سب اس کے فرمانبردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

خوشی سے اور مجبوری سے۔ اور اسی کی طرف سب واپس ہوں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہم پر

وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر

وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

اور اس پر جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں

مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ

کرتے اور ہم اس کے لئے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کو طلب کرے گا تو ہرگز

يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾

اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

یعنی سرکش کفار ہیں۔

دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طلب نہیں ہوسکتی:

۸۳: اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ یہاں ہمزہ استفہام انکاری کا فَاعاطفہ پر داخل ہوا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ وہی فاسق ہیں تبھی تو اللہ تعالیٰ کے دین کے علاوہ اور دین کے متلاشی ہیں۔ پھر ہمزہ کو درمیان میں فَاعاطفہ پر داخل کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں)

دوسری تفسیر: یہ کہ محذوف پر عطف ہو اور عبارت اس طرح ہو اأيتولون فَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (کیا وہ منہ موڑتے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے سواء اور (دین کے) متلاشی ہیں) غیر دین اللہ مفعول ہے۔ اس کو اپنے فعل سے مقدم کیا کیونکہ وہ زیادہ اہم ہے۔ اس طرح کہ ہمزہ میں جو انکار ہے وہ معبود باطل کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔ (گویا یہ اشارہ کر دیا کہ دین اللہ کے ساتھ دوسرے دین کی طلب نہیں ہوسکتی) وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ (حالانکہ اسی ہی کے فرماں بردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں) یعنی فرشتے

وَالْاَرْضِ (اور زمین میں) یعنی جن وانس طَوْعًا (مان کر) یعنی دلائل وانصاف کو سامنے رکھتے ہوئے۔ وَّکَرْھًا (مجبوری سے) تلوار کے ذریعہ یا عذاب کو آنکھوں سے دیکھ کر جیسے طور لٹکا کر۔ فرعون اور آل کا غرقاب ہوتے دیکھ کر یا موت کو جھانک کر۔ جیسا فرمایا فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا جب انہوں نے ہماری پکڑ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم تو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو مانتے ہیں۔

نحو وقراءت:

نحو : حال ہونے کی بناء پر طَوْعًا اور کَرْھًا منصوب ہے۔ ای طائعین و مکرھین۔ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ (اسی کی بارگاہ میں ان کو لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

قراءت: یَبْغُوْنَ اور یُرْجَعُوْنَ دونوں میں حفص کے نزدیک یا پڑھیں گے۔ مگر ابوعمرو نے یُرْجَعُوْنَ کو تُرْجَعُوْنَ کیونکہ باغی ہی منہ موڑنے والے ہیں۔ اور لوٹنے والے تو تمام لوگ ہیں۔ باقی تمام قراء نے دونوں میں تا پڑھی ہے اور جیم پر فتحہ پڑھا ہے۔

۸۴: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (کہہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا) اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے اور ایمان والوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی خبر دیں۔ اسی لئے قُلْ صیغہ واحد کا اور اٰمَنَّا میں جمع کا صیغہ اور ضمیر لائی گئی۔ یا اپنی طرف سے اس انداز سے بات کریں جیسے بادشاہ بات کرتے ہیں۔ یہ انداز اپنے پیغمبر کی قدر و منزلت کو بڑھانے کیلئے اختیار کیا گیا۔

لطیف نکتہ:

اُنْزِلَ یہاں حرف عَلٰی جو استعلاء اور بلندی کو ظاہر کرتا ہے اس کے ساتھ متعدی کیا گیا۔ اور سورۂ بقرہ میں حرف اِلٰی جو انتہاء کیلئے آتا ہے۔ اس سے متعدی کیا گیا تاکہ دونوں معانی پائے جائیں وحی اترتی تو بلندیوں سے ہے۔ اور رسول تک ختم ہوتی ہے۔ کبھی ایک معنی ثابت کیا جبکہ دوسری مرتبہ دوسرا معنی۔

ایک محل نظر قول:

صاحب لباب نے کہا کہ سورۂ بقرہ میں "قولوا" سے خطاب امت کو کیا گیا اور وہ خطاب الٰی کے لفظ سے درست ہوسکتا ہے۔ کیونکہ کتابیں انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں قُلْ سے آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے نہ کہ امت کو پس آپ کے مناسب علٰی کا لفظ تھا کیونکہ کتاب پیغمبر ﷺ پر اتری ہے امت کی اس میں شرکت نہیں۔ مگر انکی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران۔۷۲) یہاں اُنْزِلَ کو عَلٰی کے ساتھ ایمان والوں کیلئے ذکر کیا گیا۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (اور جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف) الاسباط سے اولاد یعقوب علیہ السلام میں جو پیغمبر ہوئے وہ مراد ہیں۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ (اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام دیئے گئے) سورۂ بقرہ میں وَمَآ اُوْتِیَ کو دوبارہ لایا گیا مگر یہاں لما

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ

اللہ کیونکر ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ بلاشبہ رسول

حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ

حق ہے اور ان کے پاس واضح دلائل بھی آ گئے، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں

جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ۙ

جن کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ۙ اِلَّا

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی، سوائے

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ غفور ہے

رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ

رحیم ہے۔ بیشک جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے رہے ہرگز

تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کی توبہ قبول نہ ہو گی اور یہ لوگ پکے گمراہ ہیں بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا

وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سونا قبول

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ

نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنی جان کے بدلہ میں دینا چاہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کے لئے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ؑ ع ۱۷ ۹

کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اتیتکم میں ایتاء کا تذکرہ آ چکا تھا۔اسلئے ایک مرتبہ ہی ذکر کیا۔مِنْ رَّبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں سے)لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (ہم ان میں سے کسی کے مابین ایمان کے سلسلہ میں تفریق نہیں کرتے) جس طرح یہود و نصاریٰ نے کر رکھی ہے۔وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور ہم اس کو یکتا ماننے والے ہیں)اور اپنے نفوس کو خالص کرنے والے ہیں کہ اسکی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

مرتدین کا حکم:

۸۵:وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاش کرے)دین اسلام سے مراد توحید اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یا دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔دِيْنًا یہ يَّبْتَغِ سے تمیز ہے۔فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (پس وہ ہرگز اس سے قبول نہ کی جائے گی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا) یعنی ان لوگوں میں سے ہوگا۔یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو مکہ میں اسلام لائے پھر اسلام سے ارتداد اختیار کر کے اہل مکہ سے جا ملے۔

بے ڈھنگے ہدایت سے محروم رہتے ہیں:

۸۶:كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے) وَشَهِدُوْٓا میں واؤ حال کیلئے ہے اور قَدْ مضمر و محذوف ہے۔ای کفروا وقدشَهِدُوْا انہوں نے کفر کیا حالانکہ وہ گواہی دے چکے کہ رسول برحق ہیں۔الرسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔یا واؤ عاطفہ ہے اور ایمان مصدر ہونے کے باوجود اپنے اندر فعل کا معنیٰ رکھتا ہے کیونکہ اسکا معنی یہ ہے اس کے بعد کہ وہ ایمان لا چکے۔وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ بینات سے مراد روشن دلائل جیسے قرآن اور تمام معجزات۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔اللہ تعالیٰ کافروں کو کفر پر رہتے ہوئے جنت کی راہ پر نہ لے جائیگا۔یا ان کو جنت کا راستہ نہ دکھائے گا۔اگر انکی موت کفر پر واقع ہوئی۔

۸۷:اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی)

نحوی تحقیق:

نحو :اُولٰٓئِكَ یہ مبتدائے اول ہے جزاء هم مبتدائے ثانی۔اسکی خبر ان علیهم لعنة اللّٰه ہے اور یہ دونوں مل کر اُولٰٓئِكَ کی خبر بن گئی۔

دوسری ترکیب: جَزَآؤُ هُمْ یہ اُولٰٓئِکَ کا بدل الاشتمال ہے یہ دونوں مل کر مبتداء باقی خبر۔ علیہم کی ہم ضمیر سے خالدین ۔ حال ہے۔ فیھا ھَا سے مراد لعنت ہے۔

توبہ کا فائدہ:

۸۸، ۸۹: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (ان سے عذاب کو نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ مہلت دی جائے گی مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کفر کے بعد) ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ کفر وارتداد ہے۔ وَاَصْلَحُوْا (اور اصلاح نفس کر لی) یعنی جو بگاڑ پیدا کیا تھا اسکی ایمان کے بعد درستگی کر لی۔ یا بھلائی میں داخل ہو گئے (یعنی ایمان قبول کر لیا) فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کے کفر کو رَّحِیْمٌ (ان پر رحم کرنے والے ہیں) یہ آیت یہود کے متعلق اتری۔

۹۰: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ۔ (بلاشبہ جنہوں نے انکار کیا) عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا۔ بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ اسکے بعد کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان تھا)۔

کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں:

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اسکے بعد کہ آپکی بعثت سے قبل آپ پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر کفر پر اصرار کر کے اس میں ترقی کی اور ہر وقت ان پر طعن و تشنیع کر کے کفر میں اضافہ کیا۔

نمبر۲۔ یا ان لوگوں کے متعلق اتری جو مرتد ہو کر مکہ چلے گئے اور پھر اپنے کفر میں اس طرح کہہ کر مزید اضافہ کیا۔ کہ تم نے ان کو جلاوطن کر دیا ہے۔ ہم حوادث زمانہ کے ان پر گھومنے کے منتظر ہیں۔ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ (انکی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائیگی) یعنی پکڑ کے وقت اگر وہ ایمان لائیں گے تو توبہ قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ موت کے وقت رجوع کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (غافر۔۸۵) انکا ایمان لانا جب وہ ہماری پکڑ دیکھ لیں ہرگز نفع بخش نہ ہوگا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ۔ (اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں)

کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے:

۹۱: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں انکی موت واقع ہوئی پس ہرگز ان میں سے کسی سے بھی زمین بھر سونا قبول نہ کیا جائیگا) فَلَنْ یُّقْبَلَ کی فَا اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ کلام شرط و جزاء والا ہے۔ اور

قبولیت فدیہ کے ممنوع ہونے کا سبب کفر پر موت کا آنا ہے اور شروع کلام میں فا کو چھوڑ دیا۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ کلام مبتداء و خبر ہے اور شرط و جزاء ہونے کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ذھبا یہ تمیز ہے۔ وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (خواہ وہ فدیہ میں دے ڈالے) یعنی ہرگز ان میں سے کسی ایک سے فدیہ قبول نہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ زمین بھر سونا دے ڈالے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن کافر کو کہا جائیگا اگر زمین بھر کر سونا دے دیا جائے۔ کیا تو عذاب سے بچنے کیلئے اس کو قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں تو اسے کہا جائیگا تم سے تو اس سے آسان تر سوال کیا گیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ واؤ تاکید نفی کیلئے ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ (اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا) جو ان سے عذاب کو دفع کرے۔

الجزء ۴

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

ہرگز نہ پاؤ گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز میں سے جس سے تم محبت کرتے ہو، اور جو بھی کوئی چیز خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو

عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى

جاننے والا ہے۔ سب کھانے حلال تھے بنی اسرائیل کے لئے سوائے اس کے جو اسرائیل نے اپنے اوپر حرام

نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ

کر لئے تھے۔ اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم تورات لے آؤ پھر اس کو پڑھو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ

وقف جبریل علیہ السلام

اگر تم سچے ہو، پھر اس کے بعد جس شخص نے اللہ پر جھوٹا بہتان

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

باندھا سو وہی لوگ ہیں بڑے بے انصاف آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو

حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

جو باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرنے والے تھے۔ اور مشرکین میں نہ تھے۔

محبوب ترین چیز کا صدقہ :

۹۲: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ (تم ہرگز کمال نیکی نہیں پا سکو گے) یعنی تم حقیقی نیکی ہرگز نہ حاصل کر سکو گے یا تم ہرگز نیک نہ بن سکو گے۔ یا تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے ثواب کو نہ پا سکو گے۔ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی تم اپنے اموال میں سے کچھ اموال جن کو تم پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہو خرچ کرو۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ہر وہ شخص جس نے اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صدقہ کیا خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس آیت میں داخل ہے۔ گویا نفلی و فرضی ہر دو قسم کے انفاق اس میں شامل ہیں۔ واسطیؒ کہتے ہیں۔ برّ تک اسی وقت پہنچا جا سکتا ہے جبکہ کچھ محبوب اشیاء اسکی راہ میں خرچ کی جائیں اور کونین سے یکسوئی اختیار کی جائے۔ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم میرے احسان کو اس وقت نہیں پا سکتے جب تک تم اپنے بھائیوں سے احسان مندی نہ کرو۔ اور حال یہ ہے کہ مطلوب تک اس وقت تک پہنچ نہیں سکتے ہو۔ جب تک کہ محبوب چیز کو اپنے سے نہ نکالو گے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چینی کے گٹو خرید کر خیرات کرتے تھے۔ ان سے کسی نے کہا آپ اسکی قیمت کیوں صرف نہیں کرتے؟ تو فرمایا کیونکہ چینی مجھے پسند ہے اس لئے میں نے پسندیدہ چیز راہ خدا میں دینا پسند کی۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ (جو چیز تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس کو تم خرچ کررہے ہو پس وہ اسکا بدلہ اسکے مطابق دے گا۔

نحو : پہلا مِنْ تبعیضیہ ہے۔ حضرت عبداللہ کی قراءت اسکی تصدیق کرتی ہے حَتّٰی تُنْفِقُوْا بَعْضَ مَاتُحِبُّوْنَ۔ دوسرا مِنْ تبیین کیلئے ہے۔ جس چیز میں سے انفاق ہو خواہ وہ پاکیزہ چیز ہو کہ جو تمہیں پسند ہو یا خبیث چیز ہو کہ جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔

شانِ نزول : جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیم کے دعوے دار ہیں حالانکہ اونٹ کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ملت ابراہیم میں اونٹ کا گوشت اور لبن دونوں حرام تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملت ابراہیمی میں حلال تھا اس لئے ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس پر یہود نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے لیکر آج تک حرام چلا آرہا ہے۔ تو یہ آیات انکی تکذیب میں اتاری گئیں۔

۹۳: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

یہود کے اعتراض کا جواب:

كُلُّ الطَّعَامِ (تمام کھانے) یہاں طعام بمعنی مطعوم یعنی غذا کے معنی میں ہے۔ جن میں نزاع چل رہا تھا۔ بعض تو ان میں سے وہ تھیں جو پہلے سے حرام چلی آرہی ہیں مثلاً مردار، خون۔ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (بنی اسرائیل کیلئے حلال تھے) حِلًّا مصدر ہے اور صفت کے معنی میں استعمال ہورہا ہے۔ یعنی حلال جیسے عرب کہتے ہیں حل الشیٔ حِلًّا مصدر ہونے کی وجہ سے اس میں تذکیر و تانیث، واحد، جمع کا فرق نہیں جیسے ارشاد الٰہی ہے۔ لا ھن حِلٌّ لھم (الممتحنہ۔۱۰) وہ عورتیں ان مردوں کے لیے حلال نہیں۔ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ (مگر جو حرام کی اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے) عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ (اپنے اوپر اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو)۔

قراءت: مکی و بصری قراء نے تُنَزَّلَ کو تُنْزَلَ پڑھا ہے۔ مراد اس سے اونٹ کا گوشت اور دودھ ہے یہ دونوں چیزیں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت محبوب تھیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام کھانے بنی اسرائیل کیلئے تورات اترنے سے پہلے تک حلال رہے۔ سوائے ان کھانوں کے جنکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ پھر جب تورات نازل ہوئی تو بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کردیا گیا۔ اسلئے کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (کہہ دیں اے محمدؐ! تم تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو) اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آپ ان سے انکی کتاب کے ذریعہ گفتگو کر کے ان کو لاجواب کریں۔ وہ کتاب خود بول دیگی کہ ان چیزوں کی تحریم ان پر وقتی طور پر انکی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے نافذ کی گئی تھی۔ قدیم تحریم نہ تھی۔ جس کے وہ مدعی ہیں۔ (اس چیلنج کے بعد) وہ تورات کو لانے کی جرأت نہ کرسکے پس لاجواب ہوگئے۔ اس میں اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ محمدؐ سچے پیغمبر ہیں۔ اور جس نسخ کا وہ انکار کرتے ہیں۔ وہ بھی جائز و درست ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِينَ ﴿٩٦﴾

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ جو برکت والا ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے

فِيهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ إِبْرٰهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہو گا امن والا ہو گا اور اللہ کے لئے

عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ

لوگوں کے ذمہ ہے اس گھر کا حج کرنا جسے طاقت ہو اس گھر تک راہ طے کر کے جانے کی، اور جو شخص منکر ہو سو اللہ

غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾

بے نیاز ہے سارے جہانوں سے۔

حق ناشناس ظالم ہے:

۹۴: فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ۔ (پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے) اس طرح گمان کر کے کہ یہ چیزیں ملت نوحؑ وابراہیمؑ میں حرام تھیں۔ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ (اس قطعی حجت کے پیش کر دینے کے بعد) فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ۔ (وہ ہی ظالم ہیں) یعنی بیجا جھگڑا کرنے والے ہیں نہ وہ خود حق شناس ہیں اور نہ ہی دلائل کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔

کذبِ یہود پر تعریض:

۹۵: قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا) اپنی اطلاعات میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا۔ اس آیت میں ان کے کذب پر تعریض کی گئی ہے یعنی یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز اتاری ہے وہ اسکے اتارنے میں سچے ہیں۔ اور تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ (تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو) ملت ابراہیم سے مراد ملت اسلام ہے۔ جس پر محمد ﷺ اور ان کے پیروکار کاربند ہیں۔ تاکہ تم اس یہودیت کو خیرباد کہہ دو جس نے تمہیں باندھ کر یہاں تک مجبور کر دیا کہ تم اپنی اغراض کی خاطر کتاب اللہ کی تحریف کرنے لگے۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین کیلئے حلال کیا تھا۔ ان کو حرام کرنے پر اتر آئے۔

حَنِيفًا (وہ سب سے یکسو ہونے والے تھے)۔ یہ ابراہیم سے حال ہے یعنی باطل دینوں سے دین حق کی طرف جھکنے والے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) شانِ نزول: یہود نے کہا ہمارا قبلہ تمہارے قبلہ سے پہلے کا قبلہ ہے تو یہ آیت اتری۔

پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے:

۹۶: إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِينَ ۔ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے قائم کیا

گیا (یعنی عبادت کے لئے) بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وضع کرنے کا مطلب بطور عبادت گاہ کے لوگوں کیلئے مقرر کرنا ہے۔گویا اس طرح فرمایا لوگوں کے لئے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے۔حدیث میں ہے کہ مسجد حرام بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنائی گئی۔

دوسرا یہ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنایا۔تیسرا قول یہ ہے کہ پہلا گھر جس کا طوفان کے بعد حج کیا گیا وہ بیت اللہ ہے۔چوتھا قول یہ ہے پہلا گھر (جسکی جگہ) پانی میں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوا۔پانچواں قول یہ ہے۔ یہ پہلا گھر ہے جس کو آدم علیہ السلام نے سطح زمین پر بنایا۔

نحو: وُضِعَ لِلنَّاسِ یہ موضع جر میں بیت کی صفت ہے اور لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ خبر ہے۔ای لِلْبَیْتِ الَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔

مکہ کا نام بکّہ ہے:

لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (جو کہ مکہ میں ہے) بکہ یہ مکہ مکرمہ کا نام ہے۔مکہ اور بکہ دو لغتیں ہیں۔

دوسرا قول: مکہ شہر کا نام ہے اور بکہ مسجد کی جگہ کو کہتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بکہ سے مشتق ہے جو از دحام کو کہتے ہیں۔کیونکہ مکہ میں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔یہ بھی کہا گیا کہ بکہ کا معنی توڑنا ہے کیونکہ یہ جابروں کی گردنوں کو توڑ دیتا ہے جو جابر بھی اسکا قصد کر کے آتا ہے۔مُبٰرَکًا بہت (برکت والا) اس لئے کہ حج وعمرہ کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور جہان والوں کیلئے ہدایت ہے) کیونکہ وہ انکا قبلہ اور عبادت گاہ ہے۔

نحو: مُبٰرَکًا یہ وُضِعَ کی ضمیر سے حال ہے۔

کعبہ خودنشانات میں سے بڑا نشان ہے:

۹۷: فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اس میں واضح نشانات ہیں) جو کسی پر مشتبہ نہیں مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ مقام ابراہیم یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔یعنی کعبہ میں کثرت سے واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم ہے۔جمع کا عطف بیان واحد آسکتا ہے۔ کیونکہ نمبر۱۔وہ اکیلا ہی کئی واضح نشانات کے قائم مقام ہے۔کیونکہ اس کی شان ظاہر ہے اور قدرتِ الٰہی پر اسکی دلالت انتہائی قوی ہے۔اور نبوت ابراہیم علیہ السلام پر مضبوط دلالت ہے کہ ان کے قدم کا اثر اس سخت پتھر پر ظاہر ہوا۔

نمبر۲۔وہ پتھر کئی نشانات پر مشتمل ہے کیونکہ ان کے قدم مبارک کا اثر سخت چٹان پر ایک نشانی اور پاؤں کا ٹخنوں تک دھنسنا دوسری نشانی ہے۔

نمبر۳۔بعض پتھروں کا نرم ہونا اور دوسروں کا نہ ہونا۔نمبر۴۔ابراہیم علیہ السلام کی نشانی کے طور پر اسکا باقی رہنا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے نشانات موجود نہیں۔وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوگیا) یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔اور

اگر چہ یہ جملہ ابتدائیہ یا شرطیہ ہے معنوی لحاظ سے کیونکہ یہ حرم میں داخل ہونے والے کے مامون ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم اور داخل ہونے والے کا مامون ہونا۔ یہ تثنیہ ہی معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں نشانات کا ذکر کر دیا جائے اور بقیہ نشانات کا تذکرہ سمیٹ دیا جائے کیونکہ ان دونوں میں ان نشانات پر کافی دلالت پائی جاتی ہے گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح آیات مقام ابراہیم اور اس میں داخل ہونے والے کا مامون ومحفوظ ہونا اور ان دونوں کے علاوہ اور بہت سی نشانیاں ہیں جیسے۔ پرندے اسکے اوپر نہیں اڑتے و غیر **ذلك** گویا ان دونوں نشانیوں میں سارے تذکرہ کو اس طرح لپیٹ دیا گیا جیسا رسول ﷺ کے اس ارشاد میں **حبّبَ الَیَّ من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء و قرة عینی فی الصلٰوة** اس ارشاد مبارک میں تیسری چیز کو چھوڑ دیا گیا اور اسکی بجائے جملہ ابتدائیہ کے طور پر **قرة عینی فی الصلوة** فرما دیا جو دنیا سے متعلق نہیں گویا آپ نے تیسری چیز کا تذکرہ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے چھوڑ دیا کہ میرے مرتبے کا تقاضہ نہیں کہ میں دنیا کی کسی چیز کا ذکر کروں۔ اس لئے دین کی ایک چیز کو ذکر کر دیا۔

نشان قدم مبارک:

پتھر پر قدم کے اس نشان کے بارے میں کہا گیا کہ جب بیت اللہ کی دیوار بلند ہوگئی اور ابراہیم علیہ السلام کیلئے پتھر اٹھانے ممکن نہ رہے تو آپ اس پتھر پر کھڑے ہوگئے اس میں آپ کے قدم گڑ گئے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ آپ شام سے واپس لوٹے۔ تاکہ مکہ میں بیٹے سے ملاقات کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے کہا آپ اتریں آپ سر مبارک دھولیں۔ آپ سواری سے نہ اترے۔ تو وہ یہ پتھر اٹھالائیں اور انکے دائیں طرف اس پتھر کو رکھ دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنا قدم اس پتھر پر رکھا یہاں تک کہ اپنے سر کی دائیں جانب دھولی۔ پھر وہ اس پتھر کو بائیں جانب لے گئیں یہاں تک کہ انہوں نے سر کی بائیں جانب بھی سواری کی حالت میں دھولی۔ پس آپ کے قدمین کا اثر اس پتھر پر باقی رہ گیا۔

حرم امن کی مراد:

اور حرم میں داخل ہونے والے کیلئے امن کا میسر آنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے تھا **رب اجعل هذا البلد امنا** (ابراہیم۔ ۳۵) اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے۔ عرب جاہلیت میں جب کوئی آدمی جرم کر کے حرم میں پناہ گزیں ہو جاتا۔ تو اس کو تلاش نہ کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر میں خطاب کے قاتل کو اسکے اندر پانے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں اس کو وہاں سے نکلنے تک ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔

مَسْئَلَہ: جس آدمی پر حِلُ میں قصاص لازم ہوا یا ارتداد کے باعث یا زنا کی وجہ سے قتل کے قابل ہوا۔ پھر وہ حرم میں گھس گیا۔ تو اس کو وہاں قتل نہ کیا جائے گا۔ مگر اس کو ٹھکانہ لینے اور کھانا، پانی لینے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ اور نہ خرید و فروخت کی اجازت دی جائیگی۔ تا آنکہ نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ امن سے مراد مامون من النار ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو حرمین میں سے کسی میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کو آگ سے مامون اٹھایا جائے گا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا۔ حجون اور بقیع کو انکی اطراف سے پکڑ کر جنت میں

پھیلا دیا جائے گا۔ یہ دونوں مدینہ و مکہ کے قبرستان ہیں۔ رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے جس نے مکہ کی گرمی پر دن کا تھوڑا سا حصہ صبر کیا اس سے جہنم دوسوسال کے فاصلے پر دور ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فرض حج لازم ہوا)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے حِجُّ الْبَيْتِ بطور نام کے پڑھا ہے اور حج البیت۔ فتح کی صورت میں یہ مصدر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج مصدر میں یہ دونوں لغتیں ہیں۔ مَنِ یہ موضع جر میں بدل البعض ہے۔ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (اسکی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر زاد و راحلہ سے کی ہے۔ اور اِلَيْهِ کی ضمیر کا مرجع البیت یا حج ہے اور ہر وہ چیز جو کسی چیز کی طرف جانے کا ذریعہ ہو وہ سبیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔

ملّت مسلمہ کا اقرار:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل ادیان کو جمع کیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا پس تم حج کرو۔ پس آپ پر ایک ملت والوں نے یقین کیا اور وہ مسلمان تھے۔ اور پانچ ملتوں والوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور اسکی طرف رخ کر کے نہ نماز پڑھیں گے اور نہ ہی اس کا حج کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ (جس نے انکار کیا پس بیشک اللہ تعالیٰ جہان والوں سے مستغنی ہیں) اور انکی اطاعت سے بھی بے نیاز ہیں۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں کئی تاکیدات ہیں۔ مثلاً لام، علی، مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لازم حق ہے۔ جو لوگوں کی گردنوں پر پڑا ہوا ہے۔ نیز اس میں ابدال ہے، مراد دو مرتبہ تکرار سے لایا گیا۔ کیونکہ ابہام کے بعد وضاحت اور اجمال کے بعد تفصیل کرنا۔ دو الگ صورتوں میں اس حکم کو لانے اور ذکر کرنے کی طرح ہے۔

تارکِ حج پر اللہ غضبناک ہے:

اور اسی قسم میں سے یہ حصہ ارشاد الٰہی کا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ فرمایا۔ مَنْ لم یحج نہیں فرمایا۔ تارک حج پر سختی کرتے ہوئے اس کو کافروں کا عمل قرار دیا۔ اور اس میں سے ایک جہان والوں سے بے نیازی کا ذکر فرمانا ہے۔ اور یہ ناراضگی اور غصے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تارک حج سے اللہ غضبناک ہے۔ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ میں لفظ اللہ کو دوبارہ لائے ضمیر ذکر نہیں کی۔ تاکہ تارک حج کی طرف اللہ تعالیٰ کا استغناء بصورت تعمیم مدلل طور پر ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب معلوم ہو جائے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا

اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی آیات کے ساتھ حالانکہ اللہ کو تمہارے سب کاموں کی

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

اطلاع ہے، آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اس شخص کو جو ایمان لائے

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو، اور اللہ ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو،

۹۸: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ گواہ ہیں تمہارے اعمال پر) وَاللّٰهُ میں واؤ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے تم ان آیات اللہ کا کیوں انکار کرتے ہو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف ہیں پس وہ ان پر تمہیں سزا دیں گے۔

اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید:

۹۹: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو) الصدُّ۔ منع کرنا۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے) یعنی تم دین حق سے کیوں روکتے ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا وہ راستہ جس پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ اسلام ہے۔ جو آدمی اسلام میں داخل ہونا چاہتا وہ پوری کوشش کر کے اس سے روکتے۔ تَبْغُوْنَهَا (تم اس میں تلاش کرتے ہو) ای تطلبون لها تم اللہ کے راستہ کے کج ہونے کے طلب گار رہو۔

نَحو: یہ محل نصب میں حال ہے۔

عِوَجًا (ٹیڑھ) یہ بمعنی اعوجاجا ہے۔ ٹیڑھا ہونا وہ میانہ روی اور استقامت سے ہٹ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو بگاڑ کر بیان کرتے وغیرہ۔ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ (تم گواہ ہو کہ) وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا راستہ ہے جس سے کوئی انتہائی گمراہ شخص روک سکتا ہے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں) جیسے اسکی راہ سے لوگوں کو روکنا اس میں سخت وعید ہے۔ اگلی آیت میں ایمان والوں کو ایسے لوگوں کی اتباع سے منع کر دیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے ایک جماعت کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ⑩⑩ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى

تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں واپس کافر بنا دیں گے، اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی

عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

تلاوت کی جاتی ہے اور تمہارے اندر اس کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑ لے سو اس کو

ع ١٠ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ

سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دی گئی، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے

تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ

کا حق ہے اور ہرگز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو، اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو

جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

مضبوطی سے پکڑ لو، اور آپس میں متفرق نہ ہو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تمہارے اوپر ہے جبکہ تم دشمن تھے۔

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا

سو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی لہٰذا تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے

حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

کنارے پر تھے سو اللہ نے تم کو اس سے بچا دیا۔ اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

۱۰۰: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ (اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی ایک جماعت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں گے)

شاس بن قیس یہودی کی شرارت:

کہا جاتا ہے کہ شاس بن قیس یہودی کا گزر اوس وخزرج کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جہاں بیٹھ کر وہ باتوں میں مصروف تھے۔اس کو مسلمانوں کی باہمی الفت ومحبت ایک آنکھ نہ بھائی۔اس نے ایک یہودی نوجوان کو کہا کہ وہ ان کے مابین جا کر جنگ بعاث کا تذکرہ کرے شاید کہ یہ لڑ پڑیں یہ جنگ بعاث ایسا دن تھا جس میں اوس وخزرج کے بہت سے لوگ قتل ہوئے تھے۔نتیجۃً اوس کو فتح ملی تھی۔اس یہودی نے جا کر ان کے مابین اس کا تذکرہ کیا۔اس پر ان کے مابین تنازع پیدا ہوا۔اور السلاح۔السلاح نعرہ ہائے جاہلیت بلند کرنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جاہلیت کی آوازیں دے رہے ہو حالانکہ ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اسکے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام سے عزت دی اور تمہارے مابین الفت پیدا فرما دی۔پس اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیطانی چوک ہے۔چنانچہ ہتھیار پھینک کر ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

استفہام تعجّبی ہے:

۱۰۱: وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ (اورتم کفر کیسے کر سکتے ہو) كَيْفَ میں استفہام انکار وتعجب کیلئے ہے۔یعنی تعجب ہے کہ کہاں سے کفر تمہاری طرف چل کر آیا حالانکہ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ (اور تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں) تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن معجز حضرت محمد ﷺ کی زبان سے تازہ بتازہ پڑھا جاتا ہے۔وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (اور تمہارے درمیان اسکا رسول ﷺ موجود ہے) جو تمہیں منع کرتا اور وعظ ونصیحت کرتا اور تمہارے شبہات کو مٹاتا ہے۔وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ (اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے) جو اللہ تعالیٰ کے دین کو یا اسکی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو یا اس میں اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ کفار کے شرور وفریب کو دور کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں۔فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔(تو اس کو ضرور ہدایت میسر آ گئی سیدھے راستہ کی طرف) یعنی دین حق کی طرف اسکی راہنمائی کر دی گئی۔یا جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا ماویٰ وملجا قرار دے جبکہ شبہات پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ اس کو شبہات سے محفوظ فرماتے ہیں۔

حق تقویٰ کامل اطاعت ہے:

۱۰۲: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔(اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا ہے اور سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا) حَقَّ تُقٰتِهٖ کا مطلب جو تقویٰ لازم ہے اور جو کچھ اس سے لازم ہوتا ہے اور وہ واجبات کو اختیار کرنا اور محرمات سے پرہیز کرنا ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اطاعت کرنے اور نافرمانی نہ کرنے اور شکر بجالانے اور ناشکری سے گریز کرنے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور نہ بھلانے کو کہتے ہیں۔یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت رکاوٹ نہ بنے اور وہ انصاف کرے خواہ اپنے نفس

اور اولاد و والد کے خلاف کیوں نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر ڈرتا ہے۔ اسکی زبان حکمت کا خزینہ ہوگی۔
صرف: التقاۃ یہ اتقی سے ہے جس طرح تؤدۃ۔ اٰتّاد سے ہے۔
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ جب تمہیں موت کا ادراک ہو جائے تو تمہاری حالت اسلام کے سواء دوسری ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

اعتصام بحبل اللہ کا حکم:

۱۰۳: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو) یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھام لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسّی ہے۔ اسکے عجائبات کی انتہا نہیں۔ اور بار بار لوٹانے سے پرانا نہیں ہوتا۔ جس نے قرآن کی بات کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ رشد و ہدایت پا گیا۔ اور جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا اس نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت پالی۔ وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اور باہم نااتفاقی مت کرو)

اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو:

نحو: وَّلَا تَفَرَّقُوْا یہ وَاعْتَصِمُوْا کی ضمیر مخاطب سے حال ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اسکی دلیل وَّلَا تَفَرَّقُوْا ہے یعنی ایسا فعل نہ کرو جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ اور اس سے اجماع امت زائل ہو جائے۔ دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ اپنے درمیان اختلاف میں پڑ کر حق سے علیحدگی مت اختیار کرو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اختلاف کیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس طرح تم زمانہ جاہلیت میں متفرق تھے ایک دوسرے سے لڑائی کرتے تھے۔ اس طرح مت کرو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (اور اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو۔ جب کہ تم دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اسکی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے) زمانہ جاہلیت میں ان کے مابین دشمنی اور لڑائیاں تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام کے ذریعہ الفت ڈال دی اور ان کے قلوب میں محبت پیدا کر دی پس وہ آپس میں محبت کرنے لگے اور بھائی بھائی بن گئے۔

گرنے والے گڑھے کا کنارہ جہنم:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے) یعنی تم کنارے پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور تم اس میں جا گرتے کیونکہ کفر پر تھے۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (پس اس نے تمہیں اس سے نجات دی) اسلام نصیب کر کے۔ اس میں فرقۂ معتزلہ کی تردید ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں وہ خود اپنے آپ کو نکالنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نکالنے والے نہیں۔ ھَا کی ضمیر حفرۃ، نار یا شفاء کی طرف راجع ہے۔ اور حفرۃ کی طرف اضافت کی وجہ سے مؤنث لائے۔ شَفَا حُفْرَةٍ گڑھے کا کنارا۔ اس کا لام کلمہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اورتم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو دعوت دیتے ہوں خیر کی طرف، اور حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

برے کاموں سے، اور یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں، اور مت ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

جو آپس میں متفرق ہوگئے اور اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچے آپس میں اختلاف کر لیا، اور یہ لوگ ہیں جن کے لئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

بڑا عذاب ہے، جس دن چہرے سفید ہوں گے اور چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے کفر اختیار کیا اپنے ایمان کے بعد، سو چکھ لو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ

عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے، اور جن کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ

رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں ہم آپ پر ان کی تلاوت کرتے ہیں

بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

حق کے ساتھ، اور اللہ جہانوں کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا، اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱/۲

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

واؤ ہے اسی لئے اس کی تثنیہ شفوان آتی ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) ایسے شاندار بیان سے يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) یعنی قرآن جس میں امرونہی، وعدووعید ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (تاکہ تم راہ پاؤ) یعنی تاکہ تم ہدایت کے امیدوار بنو۔ یا تاکہ تم اسکے ذریعہ درست راستہ اور جس سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ وہ راہ پاؤ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت :

۱۰۴: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دینے والی ہو) المعروف سے مراد جس کو شرع اور صحیح عقل درست قرار دے۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور برائی سے روکنے والی ہو) الْمُنْكَرِ جس کو شریعت اور صحیح عقل برا سمجھیں یا معروف وہ جو کتاب وسنت کے موافق اور منکر وہ ہے جو کتاب وسنت کے مخالف یا معروف اطاعت کو کہتے ہیں جبکہ منکر معاصی کو کہتے ہیں۔ خیر کی طرف دعوت تمام افعال تکلیفیہ اور ممنوعات میں عام ہے۔ اور جو اس پر عطف کیا گیا وہ خاص ہے۔

مِّنْكُمْ میں مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ اور یہ اسی کے لئے مناسب ہے جو معروف و منکر کی خبر رکھتا ہو۔ اور اس کو یہ معلوم ہو کہ اسکے قائم کرنے کیلئے ترتیب کیا ہوگی۔ وہ آسان سے شروع کرے اگر فائدہ نہ ہو تو پھر اس سے مشکل کی طرف ترقی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاصلحوا بینھما کہ ان کے مابین درستگی کرو پھر فرمایا: فقاتلوا (الحجرات:۹) پھر اس سے لڑو۔

نمبر۲۔ دوسری تفسیر مِنْ بیانیہ ہے تم ایسی امت بن جاؤ جو حکم کرنے والی ہو بھلائی کا جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت لِلنّاس تامرون بالمعروف کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہو تم حکم کرتے ہو معروف کا۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہ وہی لوگ کامیاب ہیں) یعنی کامل فلاح کے ساتھ خاص ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امر بالمعروف کیا اور برائی سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کا خلیفہ ہے اور اسکے رسول کا خلیفہ اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ افضل الجهاد الامر بالمعروف والنهی عن المنكر افضل ترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

تفرقہ تو یہود و نصاریٰ کی خصلت ہے :

۱۰۵: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے (عداوت سے) تفرقہ ڈالا) وَاخْتَلَفُوْا (اور اختلاف پیدا کیا) دین میں وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ انہوں نے اختلاف کیا اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیا۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ (اسکے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے) جو کہ کلمہ حق پر سب کے اتفاق لازم کرنے والے تھے۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے)

۱۰۶: يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ جس روز بعض چہرے سفید ہو جائیں گے۔ يَّوْمَ کو اذکروا محذوف کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے گا۔ یا عظیم یا لھم کی وجہ سے اور وجوہٌ سے مراد وجوہ المؤمنین ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (اور کافروں کے چہرے سیاہ ہونگے) بیاض نور کے باعث ہوگا جبکہ سیاہی ظلمت کی وجہ سے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ (پھر وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوئے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَكَفَرْتُمْ (کیا تم نے کفر کیا) یہاں قول اور فا کو حذف کر دیا کیونکہ وہ معلوم ہے اور ہمزہ توبیخ کیلئے اور انکی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد' منافق و اہل کتاب:

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اپنے ایمان کے بعد۔ یعنی ایمان سے مراد یثاق کے دن والا اقرار ہے۔ پس مراد اس سے تمام کفار ہونگے۔ یہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ظاہر قول بھی یہی ہے۔

دوسرا قول: مرتد یا منافق مراد ہیں۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کیا تم نے باطن میں انکار کیا بظاہر اسلام کا اقرار کر لینے کے بعد۔

تیسرا قول: اہل کتاب مراد ہیں ایمان کے بعد ان کے کفر کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل آپ کا اعتراف کیا مگر آمد کے بعد انکار کر دیا۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ (پس تم اپنے کفر کے باعث عذاب چکھو)

۱۰۷: وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ (اور پھر وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہونگے) رحمت سے یہاں مراد نعمت اور ہمیشہ کا ثواب ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) یہ جملہ مستانفہ لائے۔ کہ نہ وہ جنت سے کوچ کریں گے اور نہ ہی ان پر موت واقع ہوگی۔

۱۰۸: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) جو وعد و وعید وغیرہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (ہم ان کو تم پر پڑھ رہے ہیں اس حال میں کہ وہ حق سے ملی ہوئی ہیں) اور عدل کے ساتھ یعنی محسن کا بدلہ اور مجرم کو سزا۔

اللہ جل شانہ بلا جرم گرفتار نہیں کرتے:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ جہان والوں کے ساتھ ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرماتے) یعنی وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتے کہ کسی کو بغیر جرم کے گرفتار کر لیں یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دیں یا نیکی کرنے والے کا ثواب کم کر دیں۔

۱۰۹: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام امور لوٹائے جائینگے) پس وہ محسن کو اسکے احسان اور مجرم کو اسکی برائی پر سزا دیگا۔

قراءت: شامی اور حمزہ اور علی نے تَرْجِعُ۔ تا کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اہم تنبیہ:

كَانَ سے زمانہ ماضی میں ابہام کے طور پر کسی شئے کے وجود کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اس میں عدم سابق اور انقطاع مستقبل کی کوئی دلیل نہیں۔ مطلب یہ ہے كَانَ کا زمانہ ماضی کے لیے آنا کسی چیز کے ثبوت پر تو دلالت کرتا ہے مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ثبوت ماضی منقطع ہو گیا یا آئندہ منقطع ہو جائیگا۔ یہ تعیین تو خارجی قرائن کی محتاج ہے۔ اس لئے جب انقطاع کا قرینہ نہ ہوگا تو استمرار ہی ثابت ہوگا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ

تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لئے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا

سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے

لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۱۰

بہتر ہوتا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر ان میں سے فرمانبرداری سے باہر ہیں۔

بہترین امت کا لقب:

۱۱۰: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (کہ تم بہترین امت ہو) (اور تھے اور ہو گے) گویا اس آیت میں كُنْتُمْ کہہ کر یہ کہا گیا تم بہترین امت پائے گئے یا تم اللہ تعالیٰ کے علم میں بہترین امت تھے۔ یا لوح محفوظ میں بہترین امت تھے۔ یا تم بہترین امت ہو ان امتوں میں جو تم سے قبل ہو گزریں اس لئے کہ تم خیر امت کی صفت سے موصوف ہو۔ اُخْرِجَتْ تم ظاہر کی گئی ہو۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اُخْرِجَتْ کے متعلق ہے تَاْمُرُوْنَ (تم حکم دیتے ہو) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یہ جملہ لا کر خیر امت ہونا مزید واضح کیا جیسا تم کہو۔ زید کریم یطعم الناس ویکسوھم دراصل زید کی سخاوت کو اطعام اور الباس سے خوب واضح کیا۔ بِالْمَعْرُوْفِ بھلائی کا۔ بھلائی سے ایمان اور اطاعت رسول ﷺ مراد ہے۔ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور تم برائی سے روکتے ہو) منکر سے یہاں کفر مراد ہے اور ہر ممنوع بھی اسکے تحت داخل ہے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اور اس پر ایمان میں مداومت اختیار کرنے والے ہو۔ (تو گویا پہلے ایمان کا ویسے تذکرہ فرمایا اور یہاں ایمان پر مداومت کے لحاظ سے ذکر فرمایا) یا واؤ ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی اس لئے امر بالمعروف کے بعد ایمان کے ذکر میں حرج ہی کیا ہے۔ (بلکہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ امر بالمعروف دکھاوے کیلئے نہیں کرتے بلکہ دل کی ترجمانی کرتے ہوئے کرتے ہیں)۔

اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے:

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (اگر اہل کتاب (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لے آتے) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کیلئے بہتر ہوتا) تو ان کے لئے ایمان بہت بہتر ہوتا اس سے جس میں وہ مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو دین اسلام پر ریاست کی محبت میں ترجیح دی اور تاکہ عوام ان کے پیرو رہیں۔ اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کو وہ سرداری بھی مل جاتی اور اتباع بھی میسر آجاتی دنیا سے نفع اندوزی بھی ہو جاتی جس کی خاطر انہوں نے دین باطل کو ترجیح دی۔ بلکہ ایمان پر جس کامیابی کا وعدہ کیا گیا اور دومرتبہ اجر دینا بتلایا گیا وہ بھی ان کو حاصل ہو جاتا۔

لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ

تم کو ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا سی تکلیف، اور اگر تم سے جنگ کریں گے وہ تو پشت پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر

لَا یُنْصَرُوْنَ ⑪١ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ

ان کی مدد نہ کی جائے گی، جمادی گئی ان پر ذلت جہاں کہیں بھی پائے جائیں، مگر ایسے سبب سے

مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ

جو اللہ کی طرف سے ہو اور ایسے سبب سے جو لوگوں کی طرف سے ہو، اور وہ لوٹ گئے اللہ کے غصہ کو لے کر، اور جمادی گئی

عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ

ان پر مسکنت ، یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے اللہ کی آیتوں کے ساتھ

یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ⑫١ ۬ۚ

اور وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ (ان میں کچھ مومن ہیں) جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور اکثریت انکی فساق ہے) یعنی کفر میں ضدی اور سرکش۔

کفار کی معمولی ایذائیں تو رہیں گی:

۱۱۱: لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ (وہ ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ مگر معمولی) یعنی تھوڑی تکلیف جو زبانی طور پر دین میں طعن کرنے کی حد تک ہو۔ یا اسی طرح کی دوسری تکلیف دھمکی وغیرہ۔ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ (اگر وہ تم سے لڑ پڑیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں) یعنی شکست کھا کر۔ وہ تمہیں قتل وقید کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ (پھر انکی مدد نہ کی جائیگی) پھر ان کو کسی طرف سے مدد نہ ملے گی اور نہ تم سے بچا سکیں گے۔ اس میں ان لوگوں کیلئے جو ایمان قبول کرنے والے ہیں تسلی دی۔ کیونکہ ان کو یہود ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے۔

نحو: یہ جملہ ابتدائیہ ہے اس کا عطف جملہ شرطیہ پر ہے۔ یُوَلُّوْكُمْ پر عطف نہیں اگر اس پر عطف ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْا۔

نکتہ: یہ جملہ مستانفہ لائے تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کسی صورت میں مدد نہ کریں گے خواہ وہ لڑیں یا نہ لڑیں تقدیر کلام اس طرح ہے: اُخْبِرُكُمْ انهم اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ ینهزموا ثم اخبركم انهم لَا یُنْصَرُوْنَ۔ میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ اگر

وہ تم سے لڑائی کرینگے تو شکست کھا جائیں گے پھر میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ انکی مدد نہ کی جائیگی۔
ثُمَّ: رتبہ میں تراخی کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ ان پر رسوائی کا مسلط ہونا ان کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۱۲: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَاثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ضُرِبَتْ (لازم کردی گئی) عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ (یہود پر ذلت) اَيْنَ مَاثُقِفُوْٓا (جہاں وہ پائے جائیں) اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے) بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ محل نصب میں واقع ہے حال ہونے کی وجہ سے اور با محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ **الا معتصمین اومتمسکین بحبل من اللہ** مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہوں۔ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (اور لوگوں کی ذمہ داری سے) الحبل سے مراد عہد وذمہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر حال میں ذلت ان پر چمٹنے والی ہے۔ مگر وہ حالت جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور لوگوں کی ذمہ داری کو تھامنے والے ہوں یعنی ان کو صرف اس طریقے سے عزت مل سکتی ہے اور وہ انکا جزیہ قبول کر کے ذمہ داری میں آنا ہے۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لیے لازم کرلیا) وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (ان پر مسکینی مسلط کردی گئی) یہ فقر انکی اس بات پر سزا کے طور پر ہے۔ جو انہوں نے کہی۔ اِنَّ اللّٰهَ فقير و نحن اغنيآء (آل عمران۔۱۸۱) کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی ہیں۔ یا فقر کا خطرہ خواہ مالی وسعت سے موجود ہو۔ (جیسے موجودہ دور میں ساری دنیا کا مال اپنے پیٹ میں بھر لینا چاہتے ہیں۔) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے رہے) ذٰلِكَ کا مشارالیہ ضرب ذلت ومسکنت اور بواء غضب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور انبیاء علیہم السلام کے ناحق قتل کی وجہ سے ہوا۔ پھر فرمایا ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اس میں وہ حد سے گزر گئے) یعنی یہ کفر وغیرہ والا فعل اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود پھاند گئے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ

یہ لوگ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق پر قائم ہے رات کے اوقات میں

اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ

امر بالمعروف کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں

وَاُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ

اور یہ لوگ صالحین میں سے ہیں، اور یہ لوگ جو بھی کچھ خیر کا کام کریں گے تو اس کی ناقدری نہ کی جائے گی

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ متقیوں کو جاننے والا ہے۔

اہل کتاب کی عدل والی جماعت:

۱۱۳: لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ (تمام اہل کتاب برابر نہیں) مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (اہل کتاب میں)

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے یہ لَيْسُوْا سَوَآءً کا بیان ہے جیسا کہ تامرون بالمعروف ۔ کنتم خیر امۃ کا بیان ہے۔ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ (ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہے) ایک مضبوط عادل جماعت ہے یہ قائمہ کا لفظ اقمت العود فقام سے ہے کہ میں نے لکڑی کو سیدھا کیا پس وہ سیدھی ہوگئی۔ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لائے۔ يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ) وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ آیات اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اٰنَآءَ الَّيْلِ (رات کے اوقات میں) اٰنَآء جمع ہے اس کی واحد اَنْيٌ جیسے مَعْنًى یا اَنْوٌ جیسے قنوٌ یا اِنْيٌ جیسے نِحْيٌ۔ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ (اس حال میں کہ وہ سجدہ کرنے والے ہیں) یسجدون سے مراد نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد نماز عشاء ہے کیونکہ اہل کتاب اس کو نہ پڑھتے تھے۔ بعض نے کہا تہجد کی نماز کو تلاوت قرآن سے تعبیر کیا گیا جو ساعات لیل میں ہوتی ہے۔

مزید اعلیٰ خصائل کا تذکرہ:

۱۱۴: يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓىِٕكَ

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔(وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کے دن پر اور امر بالمعروف کرنے والے ہیں) یعنی ایمان اور ابواب برّ کے ساتھ معروف کا حکم دینے والے ہیں۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور وہ برائیوں سے روکنے والے ہیں) منکر سے یہاں کفر اور شریعت کی دیگر ممنوعات مراد ہیں۔ وَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ (وہ بھلائیوں میں جلدی کرنیوالے ہیں) یعنی ان کے فوت ہونے کے خطرہ سے ان کو جلد ادا کرنے والے ہیں۔

نحو: یتلون اور يُؤْمِنُوْنَ محل رفع میں اُمَّةٌ کی صفات ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے امة قائمة ، تالون ، مؤ منون۔

مخصوص صفات کی وجہ:

ان مسلمانوں کی صفات ان خصوصیات سے فرمائی۔ جو یہود میں نہ تھیں جیسے تلاوت آیات اور رات کو سجدہ ریزی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہود کے ایمان باللہ میں کمزوری یہ تھی کہ وہ عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان کر شریک ٹھہراتے تھے۔ اسی طرح رسولوں اور کتابوں اور یوم آخرت کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود بعض کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتے تھے۔ اسی طرح آخرت کے ایمان کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود آخرت کی تعبیر اور انداز سے کرتے تھے۔ اور آپ کی تعریف بھی غلط انداز سے کرتے تھے۔ اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا کیونکہ یہود اس میں بھی مداہنت برتنے والے تھے۔ اور مؤ منوں کی مسارعت الی الخیرات کو ذکر کیا کیونکہ یہود بھلائی کے کاموں میں سستی برتنے والے اور رغبت نہ رکھنے والے تھے۔

مسارعت فی الخیرات کا مطلب بھلائی میں شدید رغبت اور لگن ہے کیونکہ جو کسی چیز میں رغبت رکھتا ہو وہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرتا ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ (وہ) جو کہ ان صفات سے موصوف ہیں۔ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (نیکوں میں سے ہیں) یعنی مسلمانوں میں سے ہیں۔ یا ان نیکوں میں سے ہیں جن کے احوال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درست ہیں اور پسندیدہ ہیں۔

خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں:

١١۵: وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ (جو بھی وہ بھلائی کریں اس کی ناقدری نہ کی جائے گی) نحو، قراءت: يَفْعَلُوْا اور يُّكْفَرُوْا دونوں میں یا پڑھی کوفی نے سوائے ابوبکر کے ابوعمرو نے یا اور تا میں اختیار دیا۔ باقی تمام قراء نے تا سے پڑھا ہے۔ يُّكْفَرُوْهُ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اور اگر شکر اور کفر ایک دوسرے کے مقابل آجائیں تو پھر ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ مثلاً کہیں گے شکر النعمة و کفر ھا کیونکہ اس صورت میں یہ محرومی کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ گویا یوں کہا گیا لن تحرموه یعنی تم اسکے بدلہ سے ہرگز محروم نہ کیے جاؤ گے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ (اللہ تعالیٰ کو تقویٰ والے خوب معلوم ہیں) اس ارشاد میں متقین کو بہت بڑے ثواب کی بشارت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں

اللّٰهِ شَيْئًا ۖ وَأُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا

کچھ بھی اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اس کی مثال جو کچھ

يُنْفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ

وہ اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک ہوا ہو جس میں سخت سردی ہو جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچ

قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

گئی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا پھر اس کو برباد کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

کفار کو مال واولاد کچھ کام نہ آئیں گے:

۱۱۶: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ۔ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ہرگز ان کو ان کے مال اور انکی اولادیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے ذرہ بھر کام نہ دیں گے) وَأُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ (وہ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے)

دنیوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال:

۱۱۷: مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ (اس دنیا کی زندگی میں انکے خرچ کی مثال) یعنی جو وہ مفاخر، مکارم تعریف کروانے، لوگوں میں اچھا تذکرہ قائم کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں یا وہ مال جو کفر کے باوجود تقرب الی اللہ کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ كَمَثَلِ رِيحٍ (ہوا کی طرح ہے) یعنی ضائع کردہ مال۔ ہوا سے ہلاک شدہ کھیتی کی طرح ہے۔ یا ان کے مال کے ہلاک کرنے کی مثال ہوا کے ہلاک کرنے کی طرح ہے۔ فِيهَا صِرٌّ (جس میں سخت سردی ہو) یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

نحو: صرٌّ مبتداء ہے اور خبر ہے موضع جر میں جملہ ریح کی صفت ہے۔ جیسے أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (جیسے ہوا پہنچے ایسی قوم کی کھیتی کو جس نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہو) کفر اختیار کر کے۔ فَأَهْلَكَتْهُ (پس وہ ہوا اس کھیتی کو تباہ کر دے) ان کے کفر کی سزا کے طور پر وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا) انکی کھیتی کو تباہ کر کے وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں) ایسے کاموں کا ارتکاب کر کے جو سزا کے سزاوار ٹھہرانے والے ہیں۔ یا اس میں ضمیر کا مرجع منفقین یعنی خرچ کرنے والے ہیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے خرچہ جات کو قبول نہ کر کے ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اس طرح کہ قبولیت پر یقین و اعتماد کر کے خرچ نہیں کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ
اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ لوگ تمہارے بگاڑ میں ذرا بھی کوتاہی
خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا
نہیں کرتے، ان کو وہ چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف ہو بغض ظاہر ہو چکا ہے ان کے مونہوں سے اور جو کچھ
تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اس سے بڑھ کر تحقیق ہم نے بیان کر دیں تمہارے لئے آیات اگر تم عقل رکھتے ہو۔

منافق کی دوستی سے ممانعت:

۱۱۸: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

شانِ نزول: مسلمانوں کو منافقین کی مخلصانہ دوستی سے منع فرمانے کیلئے نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً (اے ایمان والو تم ان کو اپنا راز دار نہ بناؤ) بطانَةَ الرَّجُلِ سے مراد آدمی کے خصوصی راز دار، قابل اعتماد۔ ان کو بطانَةَ الثَّوْبِ سے تشبیہ دی۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ فلان شعاری، فلاں میرا بہت قریبی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے الانصار شعار والناس دثار (بخاری ۴۳۳۰، مسلم ۱۰۶۱) کہ لوگ میرے لئے بمنزلہ اوڑھنے کے ہیں اور انصار بمنزلہ شعار کے ہیں۔ مِّنْ دُوْنِكُمْ (اپنوں کو چھوڑ کر) یعنی اپنے ہم جنس مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

نحو: یہ بطانة کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ بطانة كائنة من دونكم مجاوزة لكم یعنی ایسی راز داری جو دوسروں سے ہونے والی ہو اپنوں سے تجاوز کر کے۔

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (وہ تمہارے بگاڑ میں کمی نہ کریں گے)

نحو: یہ موضع نصب میں بطانة کی صفت ہے یعنی تمہارے دین کے بگاڑنے میں وہ کمی نہ کریں گے۔ کہا جاتا ہے۔ الا فی الامر یألو وہ معاملے کی پرواہ کیوں نہیں کرتا جبکہ وہ معاملے میں کوتاہی کرے۔

الخبال:

لغت میں فساد کو کہتے ہیں۔ تمیز کی وجہ سے خبالاً منصوب ہے یا فی حذف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای فی خبالکم۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ (وہ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مشقت میں پڑو) یعنی جو تمہیں دکھ میں مبتلا کرے۔ مَا مصدریہ ہے۔ العنت، لغت میں شدید ضرر اور مشقت کو کہتے ہیں یعنی وہ تمنا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں تمہارے دین میں نقصان پہنچائیں اور ضرر بھی

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو، اور جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ جب آپس میں تنہائیوں میں جاتے ہیں تو مارے غصہ کی جلن کے اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹے لیتے ہیں،

قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ

آپ فرما دیجئے کہ مر جاؤ اپنی جلن میں، بے شک اللہ جاننے والا ہے۔ ان سب چیزوں کو جو سینوں میں ہیں، اگر

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ

تم کو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی بری حالت پہنچ جائے تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی مکاری تمہیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا

مُحِیْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲

احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

انتہائی سخت قسم کا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اس لئے کہ اس میں ان کو راز دار بنانے کی ممانعت کی علت ذکر کی گئی۔ یہ اس کی طرح ہے۔

منافقین کے بغض کی شدت:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (کہ بغض تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے) کیونکہ وہ اس کو روکنے کا اب اختیار نہیں رکھتے۔ باوجود اپنے نفسوں پر کنٹرول کرنے کے۔ کہ ان کے منہ سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں۔ جس سے انکا بغض مسلمانوں کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ (اور جو ان کے سینے چھپانے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے خلاف بغض۔ اَكْبَرُ (وہ بہت بڑا ہے) اس سے جو ان سے ظاہر ہوا۔ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ (تحقیق ہم نے تمہارے لیے آیات کو کھول کر بیان کیا) جو دین میں اخلاص کو لازم کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے موالات اور اسکے دشمنوں سے دشمنی کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (اگر تم عقل رکھتے ہو)

توبیخ مومنین:

۱۱۹: هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (دیکھوتم تو وہ ہو کہ)

منافقین سے موالات کی غلطی:

نَحو : ھا حرف تنبیہ ہے۔ انتم مبتداء اور اولاءخبر یعنی تم منافقین اہل کتاب کی موالات میں غلطی کھانے والے ہو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ (تم ان سے محبت کرتے ہواور وہ تم سے محبت نہیں کرتے) اس میں منافقین کے ساتھ موالات کی غلطی ظاہر کی گئی کہ تم اپنی محبت اہل بغض کیلئے صرف کرتے ہو یا اولاء موصول ہے اور اس کا صلہ تُحِبُّوْنَهُمْ ہے اور وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ (اورتم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو) كُلِّهٖ جملہ حالیہ ہے۔ اور اس پر عامل: لَا يُحِبُّوْنَكُمْ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لَا يُحِبُّوْنَكُمْ والحال انكم تؤمنون بكتابهم كله وهم مع ذلك يبغضو نكم فما بالكم تحبونهم وهم لا يؤمنون بشىء من كتابكم ۔ یعنی وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور حال یہ ہے کہ تم انکی ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ اسکے باوجود تم سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تمہاری کتاب میں سے کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے اس میں سخت توبیخ ہے کہ جتنے تم لوگ حق پر مضبوط ہو اس سے زیادہ وہ باطل پر سخت ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکتاب کا الف لام جنسی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا تم ہی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ پہلی صورت میں الف لام عہدی ہے۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا (جب وہ تم سے ملتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے) یعنی کلمہ توحید کا اظہار کرتے ہیں۔ وَاِذَا خَلَوْا (جب وہ تم سے جدا ہوتے ہیں) یا ایک دوسرے کے ساتھ خلوت میں جاتے ہیں۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (وہ غصہ سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں) غصہ اور ندامت والے آدمی کیلئے عض انامل، بنان، ابہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی تمہاری سلطنت دیکھ کر شدت غضب سے انگلیاں چباتے ہیں۔

کلمہ بددعا:

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (کہہ دو! اے کافرو تم اپنے غصہ میں مرجاؤ) یہ ان کے خلاف بددعا ہے کہ اللہ کرے انکا غصہ اتنا بڑھے کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ مراد زیادتی غیظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو مزید قوت دے جس سے انکا غصہ بڑھے۔ اور اس میں ان کی کتنی ہی ذلت و رسوائی ہے۔

اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال واقوال سے واقف ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جانتے ہیں) وہ جانتے ہیں جو منافقین اپنے دلوں میں بغض وعداوت چھپائے ہوئے ہیں اور جو افعال وہ ایک دوسرے کو ملتے وقت کرتے ہیں وہ ان کے منجملہ اقوال میں داخل ہے۔ یعنی اللہ نے فرمایا ان کو اس غصے کی اطلاع دو جسکی بناء پر وہ علیحدگی میں افسوس سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اور انہیں کہیں کہ اللہ

تعالیٰ تو اس سے بھی مطلع ہیں جو چھپائی جانے والی چیزوں میں بہت ہی مخفی ہے اور وہ دل کے اسرار و رموز ہیں۔ پس مت گمان کرو کہ تمہاری کوئی مخفی چیز اس پر پوشیدہ رہ سکتی یا کہنے سے خارج ہے۔ یعنی اے محمد ﷺ ان سے کہہ دیں اور میری اس اطلاع پر جو ان کے رازداروں کے سلسلہ میں دی ہے۔ تعجب نہ کریں کیونکہ میں تو اس سے بھی مخفی ترین کو جانتا ہوں اور وہ ان کے دلوں کے راز ہیں۔

۱۲۰: اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔ (اگر تمہیں کوئی بھلائی ملے) حسنہ سے مراد خوشحالی، سرسبزی اور غنیمت و نصرت تَسُؤْهُمْ (وہ ان کو بری لگتی ہے) یعنی اس کا ملنا ان کو غم زدہ کر دیتا ہے وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ (اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے) یعنی بدحالی، تنگ دستی، دشمن کا غلبہ، آیت میں المس کے الفاظ کو الاصابہ کی جگہ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیا تم اس ارشاد الٰہی کی طرف نظر نہیں کرتے اِن تُصبك حسنة تسؤهم و ان تُصبك مصيبة۔ (التوبہ۔ ۵۰) يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ (وہ اس پر خوش ہوتے ہیں) وہ اسکے پہنچنے پر خوشیاں مناتے ہیں۔

دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کا دامن تھام لو:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا (اور اگر تم صبر کرو) اگر تم انکی عداوت پر صبر کرو وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ کے ساتھ رہو) اور انکی موالات سے بچتے رہو۔

دوسری تفسیر: یا تم حکم الٰہی کی تعمیل میں حاصل ہونے والی مشقتوں پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کے ممنوع کردہ اعمال سے پرہیز کرو۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (انکی مکاری تمہارا کچھ نقصان نہ کر سکے گی) اس حال میں کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہو۔

مَسْئَلَه: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان کو تعلیم و ارشاد ہے کہ دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔

قول حکماء: ہے کہ اگر تم اپنے حاسدین کو رُلانا چاہتے ہو تو اپنے آپ میں فضیلت کا اضافہ کرلو۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے لَا يَضِرْكُمْ پڑھا ہے یہ اس صورت میں ضار يضير بمعنی ضرہ ہوگا۔ یہ واضح ہے ان کے علاوہ قراء کی قراءت میں اشکال ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط بنتا ہے۔ جواب شرط مجزوم ہونا چاہیے۔ پس مناسب تو تھا کہ راء پر فتحہ پڑھا جاتا جیسا کہ مفضل نے عاصم سے نقل کیا ہے۔ البتہ راء پر ضمہ ضاد کے ضمہ کی اتباع میں دیا گیا۔ جیسا کہ مُدُّ یا یاھذا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا)۔

قراءت: يعملون یہ تاء کے ساتھ سہل نے پڑھا ہے یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال جو صبر و تقویٰ کی قسم سے ہیں۔ مُحِيْطٌ (احاطہ کرنے والے ہیں) پس تمہارے ساتھ وہ سلوک فرمائیں گے۔ جس کے تم اہل ہو۔ باقی قراء نے یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں تمہاری دشمنی کے سلسلہ میں پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ

اور جب آپ اپنے گھر سے صبح کے وقت نکلے مسلمانوں کو قتال کرنے کے لئے مقامات بتا رہے تھے، اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ

سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ بزدل ہو جائیں، اور اللہ ان کا ولی تھا

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے۔

۱۲۱: وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (اور جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم یاد کرو اس وقت کو جب تم مدینہ میں اپنے اہل سے صبح کے وقت نکلے۔ یہاں مراد آپ کا حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احد کی طرف روانہ ہونا ہے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ (تم مؤمنوں کو ٹھہرا رہے تھے) یہ حال ہے۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ لڑائی کے مواقع پر، مواطن یعنی میمنہ، میسرہ، قلب، جناحین، ساقہ پر ایمان والوں کو ٹھیک بیٹھا رہے تھے۔ لِلْقِتَالِ یہ تُبَوِّئُ سے متعلق ہے۔ ای تُبَوِّئُ لِلْقِتَالِ۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو خوب سننے والا) اور عَلِيْمٌ تمہاری نیات اور دل کے اسرار کو جاننے والا ہے۔

غزوۂ احد کو روانگی بدھ کے روز:

روایت میں وارد ہے کہ مشرکین احد میں بدھ کو آٹھہرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور مشورہ کیلئے عبداللہ بن ابی کو بھی بلایا۔ اس سے مشورہ طلب کیا تو اس نے کہا آپ مدینہ میں قیام فرمائیں۔ ہم جب بھی دشمن کی طرف نکل کر گئے ہیں۔ تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑا اور جب دشمن ہم پر داخل ہوا تو اس نے شکست کھائی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے خواب میں اپنے گرد مذبوحہ گائے دیکھی ہے۔ پس میں نے اس کی تاویل بھلائی سے کی ہے۔ اور میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے۔ اس کی تعبیر میں نے شکست سے کی ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کر دیا۔ اس زرہ کی تعبیر میں نے مدینہ سے کی ہے۔ لیکن کچھ لوگ آپ کے سامنے شہادت کا شوق ظاہر کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنا خود پہن لیا۔ پھر وہ شرمسار ہو کر کہنے لگے۔ آپ کو اختیار ہے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پیغمبر کیلئے مناسب نہیں کہ اپنی خود زیب تن کر لے پھر لڑائی سے قبل اس کو اتار دے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد روانہ ہوئے۔ اور ہفتے کی صبح احد کی گھاٹی میں پہنچے جبکہ پندرہ شوال ۳ھ تھی۔

بنو حارثہ و بنو سلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت :

۱۲۲: اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اِذْ هَمَّتْ (جب ارادہ کیا) یہ اذغدوت سے بدل ہے۔ یا علیم کے معنی نے اس میں عمل کیا ہے۔ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ (دو گروہوں نے تم میں سے) اس سے مراد انصار کے دو قبیلے بنو سلمہ جو خزرج کی شاخ تھی اور بنو حارثہ جو اوس کی شاخ تھی مراد ہیں۔ آپ ﷺ احد کی طرف ایک ہزار لڑنے والوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جبکہ مشرکین مکہ کی نفری تین ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اور آپ ﷺ نے ان سے جمے رہنے کی صورت میں فتح کا وعدہ فرمایا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی لشکر کا تیسرا حصہ اپنے ساتھ لیکر واپس لوٹ گیا اور یہ کہا ہم اپنی جانوں اور اولادوں کو کیوں کٹوائیں؟ بنو حارثہ و بنو سلمہ نے بھی اسکے پیچھے جانے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات سے محفوظ کر لیا۔ پس وہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ اَنْ تَفْشَلَا (یہ کہ ہمت ہار دیں) وہ جبن وضعف کی وجہ سے بزدلی اختیار کریں۔ الفشل نامردی اور بزدلی کو کہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا (اور اللہ تعالیٰ انکا محب و ناصر تھا) یا ان کے معاملے کا مالک تھا۔ پھر وہ کیوں بزدلی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کیوں کر بھروسہ نہیں کرتے؟ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے)۔ یعنی انکا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسی ہی پر بھروسہ کریں اور اپنے تمام معاملات کو اسی ہی کے سپرد کریں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ ہم نے ارادہ نہ کیا ہوتا جو ہم نے کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ وہ ہمارا ولی و کارساز ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲۳

اور بلا شبہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی، حالانکہ تم کمزور حالت میں تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکرگزار ہو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

جب آپ مومنین سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝۱۲۴ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

مدد فرما دے جو اتارے گئے ہوں۔ ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور دشمن تم پر فوراً

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝۱۲۵

آ پہنچے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ، جن پر نشان لگے ہوئے ہوں گے،

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور اللہ نے یہ مدد صرف اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو۔ اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں۔ اور مدد نہیں ہے مگر صرف

عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱۲۶ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ

اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔ تاکہ کافروں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا ان کو ذلیل کر دے

فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝۱۲۷

تو وہ واپس ہو جائیں محروم ہو کر۔

ربط ۱۲۳: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اس میں بدر کا واقعہ یاد دلایا جو موجب توکل تھا۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی جب کہ وہ کمزور بھی تھے اور تعداد میں بھی کم تھے۔

بدر کی یاددھانی:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (البتہ تحقیق تمہاری اللہ بدر میں مدد فرما چکا) بدر۔ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک کنواں ہے۔ جس کو بدر نامی آدمی نے کھدوایا تھا۔ یا احد کے بعد بدر کا ذکر کیا تاکہ صبر و شکر جمع ہو جائیں۔

قلت کی کیفیت:

وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (اور تم تعداد میں کم تھے) مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) سے تین سو انیس (۳۱۹) کے درمیان تھی جبکہ

دشمن ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ اور سامان کی کمزوری کا حال یہ تھا کہ پانی بردار اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جنگی تعداد کل ستر تھی اور ایک گھوڑا تھا۔ حالانکہ دشمنوں کے پاس سو گھوڑے۔ اسلحہ اور شان و شوکت تھی۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اَذِلَّۃٌ بروزن اَفْعِلَۃٌ جمع قلت ذکر کیا تا کہ سواریوں اور ہتھیاروں کی کمی کے اظہار کے ساتھ مسلمانوں کی قلت تعداد کا بھی اظہار ہو۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ (تم اللہ سے ڈرو) تم اپنے رسول ﷺ کے ساتھ ثابت قدمی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (تا کہ تم شکر ادا کرو) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فتح عنایت فرمائی ہے۔ شکریہ کا طریق ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس میں بتلا دیا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی طرف رغبت شکریہ کی غرض سے ہونی چاہیے۔

دوسرا بدل:

۱۲۴: اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ۔ (جب تم ایمان والوں کو کہہ رہے تھے)

نحو: یہ نَصَرَکُمْ کا ظرف ہے۔ اس طور پر کہ بدر کے دن ان کو فرمایا، مطلب یہ ہوا کہ اس نے تمہاری مدد کی جبکہ تم یہ کہہ رہے تھے۔ یا اذ غدوت سے دوسرا بدل ہے۔ اس طور پر کہ احد کے دن ان کو فرمایا۔ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ (کیا کافی نہیں کہ تمہاری امداد کرے اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو اتار کر)

استفہام انکاری:

قراءت: شامی نے مُنَزَّلِیْنَ پڑھا۔ ابوحیوہ نے مُنْزِلِیْنَ پڑھا اور مراد منزلین النصرۃ بتلائی۔

مطلب آیت کا یہ ہے اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ استفہام انکاری ہے کیا تمہیں تین ہزار فرشتوں کی امداد کافی نہیں، یعنی کافی ہے۔

نکتہ: لَنْ نفی تاکید کالا کر اشارہ کر دیا کہ مسلمان اپنی کمزوری اور قلت تعداد اور دشمن کی کثرت و قوت کو دیکھ کر فتح سے گویا ناامید تھے۔ (ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آئی)

۱۲۵: بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ۔

فوری و کافی مدد:

بَلٰٓی (کیوں نہیں) نفی تاکید بلَنْ کے بعد بَلٰٓی کو ایجاب کے لیے لائے کہ اتنے فرشتوں سے امداد تمہارے لیے کافی ہے پس کفایت کو لازم کر دیا۔ پھر فرمایا اِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو) اگر تم قتال پر صبر کرو۔ وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو) اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے بچو۔ وَیَاْتُوْکُمْ (اور وہ لوگ تم پر آ پہنچیں) اور تمہارے پر مشرکین مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا (اسی دم) آ پڑیں۔ یہ فور کا لفظ فار القدر سے لیا گیا جبکہ وہ جوش مارے تیزی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ پھر اس سے اس حالت کی تعبیر کی جاتی ہے جس میں دیر نہ ہو۔ اور کسی دوسری طرف توجہ نہ کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ خرج من فورہ وہ فوراً نکل گیا۔ جیسا کہ تم اس طرح کہتے ہو۔ خرج من ساعته ولم یلبث کہ وہ اسی گھڑی بلا روکے نکل گیا۔ کرخی رحمہ اللہ کے قول میں یہی معنی ہے۔ الا مر

المطلق علی الفور لا علی التراخی ۔کہ امر مطلق کی تعمیل اسی گھڑی لازم ہے تاخیر کرنا جائز نہیں ۔اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر وہ تمہاری اسی گھڑی میں آ گئے ۔ھذا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری یہ امداد فرمائے گا)یعنی ان کی آمد کی صورت میں فرشتوں کی آمد ان کے آنے سے متاخر نہ ہوگی حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جلد جلد مدد کرے گا۔اور تمہیں فتح میسر فرمائے گا اگر تم صبر وتقویٰ پر قائم رہو گے۔

نشان دار گھوڑے:

مُسَوِّمِيْنَ (نشاندار)

قراءت :مُسَوِّمِيْنَ واؤ کے کسرہ کے ساتھ مکی ٔابوعمرو، عاصم ٔسہل نے معلمین انفسھم اپنے نفوس کوظاہر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کوایسی علامت سے ظاہر کرنے والے ہونگے جس سے وہ لڑائی میں پہچانے جائیں گے۔السومة علامت کوکہا جاتا ہے۔ضحاک کاقول ہے کہ وہ سفید اون کانشان اپنے گھوڑوں کی پیشانیوں اوردموں پرلگانے والے ہونگے۔

دوسرے قراء نے واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔نشان زدہ ہونگے ۔کلبی کاقول یہ ہے وہ زرد رنگ کے عمامے پہنے ہونگے ان کے پلے اپنے کندھوں پرلٹکانے والے ہونگے ۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا عمامہ بدر کے دن زرد رنگ کا تھا۔فرشتے بھی زرد عماموں میں نازل ہوئے ۔قتادہ کاقول یہ ہے کہ تین ہزار پھر پانچ ہزار فرشتے اترے۔

فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے:

۱۲۶:وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ (اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو بنایا) اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو خوشخبری بنایا۔ ہٗ کی ضمیر اس امداد کی طرف راجع ہے۔جو ان یمد کم سے ثابت ہوئی۔اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ (خوشخبری تمہارے لئے)یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کوفرشتوں سے مدد صرف اس لئے دی تاکہ تمہیں فتح کی بشارت ہو۔وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ (تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں)جس طرح سکینہ بنی اسرائیل کے لئے بشارتِ نصرت تھی اور دلوں کے اطمینان کا باعث تھی۔وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور درحقیقت فتح اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے)نہ لڑنے والوں کی طرف سے اور نہ ملائکہ کی طرف سے ۔لیکن یہ وہ چیز ہے۔جس سے مدد کی امید اور رحمت کی طمع مضبوط تر ہوتی ہے۔الْعَزِيْزِ (زبردست)وہ ذات جس کے فیصلوں میں اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔الْحَكِيْمِ (حکمت والا)جوکہ اپنے اولیاء کو مدد دیتا ہے اور دشمن کے ساتھ جہاد سے انکی آزمائش کرتا ہے۔

قتل کفار کی بشارت:

۱۲۷:لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ (تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کردے)قتل وقید کے ذریعے چنانچہ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور ستر سردار قید ہوئے ۔لِيَقْطَعَ کی لام ۔نمبر۱۔لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ سے متعلق ہے یا نمبر۲۔وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدَ اللّٰهِ سے متعلق ہے یا نمبر۳۔يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ سے متعلق ہے۔

اَوْ يَكْبِتَهُمْ یا انکو رسوا کرے اور شکست سے غصہ دلا کر لوٹائے۔الکبت ۔دراصل شدید بزدلی جو دل میں رچ جائے اور اسکی

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے، اللہ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظلم کرنے والے ہیں،

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ مغفرت فرماتا ہے جس کی چاہے اور عذاب دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳

جس کو چاہے۔ اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وجہ سے آدمی منہ کے بل گر جائے۔ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ پس وہ اپنے شہروں کو اس حالت میں لوٹیں کہ اپنے مقصد میں ناکام ہوں۔

تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے:

۱۲۸: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ (آپ کو اس امر کا کوئی اختیار نہیں)

نحو: لَيْسَ کا اسم شَيْءٌ ہے اور لَكَ اسکی خبر ہے اور مِنَ الْاَمْرِ یہ شَيْءٌ کا حال ہے کیونکہ وہ صفت ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے۔
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کرے) **نحو**: اس کا عطف لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ پر ہے۔
اور لَيْسَ لَكَ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حائل ہوگیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے معاملے کا مالک ہے خواہ ان کو ہلاک کردے یا شکست سے دوچار کرے یا انکی توبہ قبول کرلے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ (یا ان کو عذاب دے) اگر وہ کفر پر مصر ہیں اور آپ کو ان کے معاملے کا کچھ اختیار نہیں۔ آپ تو مبعوث بندے ہیں تاکہ ان کو ڈرائیں اور ان سے جہاد کریں۔

نحو: فراء نحوی کے ہاں اَو۔ حَتّٰى کے معنی میں ہے۔ اور ابن عیسیٰ کے نزدیک اِلا ان کے معنی میں ہے۔ جیسا تم کہو: لالزمنك او تعطینی حَقِّیْ۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوگا۔ آپ کو ان کے معاملے میں کچھ اختیار نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کرلے پس آپ انکی حالت پر خوش ہوں۔ یا پھر ان کو سزا دے تاکہ ان سے پلڑا چھوٹ جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بددعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان لائیں گے۔

فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (پس بے شک وہ ظالم ہیں) یعنی مستحق سزا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرتِ عامہ:

۱۲۹: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا

اے ایمان والو مت کھاؤ سود چند در چند بڑھا کر، اور اللہ سے

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور ڈرو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور جلدی آگے بڑھو مغفرت کی طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اور جنت کی طرف جس کا عرض ایسا ہے جیسے تمام آسمان اور زمین، وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے

ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے) یعنی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے نہ کہ آپ کے کیونکہ آسمان و زمین اس کی ملکیت ہے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہیں بخش دیں) یعنی ایمان والوں کو۔ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (اور عذاب دیں جس کو چاہیں) یعنی کفار کو۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشن ھار رحمت کرنے والے ہیں)

سود کی مذمت:

۱۳۰: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دونا دوگنا) قراءت: مُّضَعَّفَةً عین کی تشدید سے مکی و شامی نے پڑھا ہے۔ اس آیت میں ربا سے ممانعت کی گئی ہے اور دونا، دوگنا سود لینے کی جو رسم ان میں پائی جاتی تھی۔ اسکی مذمت کی انکا حال یہ تھا کہ جب قرض اپنے وقت کو پہنچ جاتا تو قرض خواہ کہتا یا تو میرا حق واپس کر یا پھر سود دے اور مدت میں اضافہ کروالے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (تم اسکے کھانے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

سب سے زیادہ خوف والی آیت:

۱۳۱: وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ (اور تم بچو اس آگ سے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی)

ارشاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ! قرآن مجید میں سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت یہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خلاف ورزیٔ احکام کی صورت میں اس آگ سے ڈرایا ہے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اپنی رحمت کی امیدواری کو خدا اور رسول کی اطاعت سے وابستہ کیا اس طرح کہ واطیعوا اللّٰہ و الرسول لعلکم ترحمون (کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

جو خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں، اور جو ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو، اور جو لوگوں کو

عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے، اور وہ لوگ جنہوں نے جب کوئی بُرا کام کیا

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ

یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی اور گناہوں کو کون

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۵

بخشے گا سوائے اللہ کے اور انہوں نے اپنے کئے پر اصرار نہیں کیا۔ اور وہ جانتے ہیں،

اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے:

۱۳۲: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے)

مَسْئَلَہ: اس آیت میں مرجئہ فرقہ کی اس بات کی تردید ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں اور آگ سے بالکل اہل ایمان کو سزا نہ دی جائے گی۔

ہم اہلسنّت کے نزدیک کفار کے علاوہ گناہگار ایمان والوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن بالآخر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کا ارشاد:

لعل اور عسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مواقع پر تحقیق کیلئے آتا ہے یعنی بیم آمیز امید کیلئے ہے عارف کامل سے یہ بات مخفی نہیں کہ تقویٰ کا راستہ کتنا باریک و دقیق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالینا کتنا مشکل ہے۔ اور اس کی رحمت و ثواب تک پہنچنے میں کتنا وقار اور بلندی ہے۔

مسارعت مغفرت و جنت:

۱۳۳۔۱۳۴: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف) مدنی اور شامی نے واؤ کے بغیر سَارِعُوْٓا پڑھا ہے اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔ دیگر قراء

نے واؤ کو قائم رکھ کر ماقبل پر عطف کیا ہے۔ المسارعة الی المغفرة و الجنة کا مطلب ایسے اعمال کی طرف متوجہ ہونا جوان دونوں تک لے جانے والے ہوں۔ پھران اعمال میں کئی اقوال ہیں۔نمبر ا۔ پانچوں نمازیں نمبر ۲۔تکبیر اولیٰ۔نمبر ۳۔اطاعت۔ نمبر ۴۔اخلاص۔نمبر ۵۔توبہ نمبر ۶۔جمعہ۔نمبر ۷۔جماعات۔عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (اس کا عرض آسمانوں اورزمین کے برابر ہے) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الحدید۔۲۱) اصل مقصود اس کی وسعت و پھیلاؤ کو بیان کرنا ہے۔اس لئے لوگوں کے علم میں جو سب سے بڑی وسیع چیز ہے۔اسکے ساتھ تشبیہ دی۔اور عرض کو خصوصاً ذکر کیا کیونکہ وہ طول سے عادۃً چھوٹا ہوتا ہے تا کہ مبالغہ ہو جائے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں تو جنت کا عرض بنے گا۔

روایاتِ جنت کی عمدہ تطبیق:

اور یہ جو روایات میں وارد ہے کہ جنت ساتویں آسمان میں ہے۔یا چوتھے آسمان میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت اس جہت میں واقع ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ چوتھے یا ساتویں آسمان میں ہے۔جیسا کہ کہا جائے ،فی الدار بستانٌ جبکہ وہ اس سے بڑا ہو کیونکہ اس کا مقصد باغ کے دروازہ کا مکان کی طرف ہونا مراد ہے۔

اُعِدَّتْ (تیار کی گئی) یہ جنت کی صفت ہونے کی بناء پر موضع جر میں واقع ہے۔یعنی وسیع تیار شدہ جنت ،لِلْمُتَّقِيْنَ (وہ متقین کیلئے) ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔المتقی سے مراد۔نمبر ا: شرک سے بچنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ۔ (الحدید:۲۱) اور جنت جس کا عرض آسمان وزمین کے عرض کی طرح ہے وہ ان لوگوں کیلئے بنائی گئی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔ نمبر ۲۔دوسرا قول گناہوں سے بچنے والا متقی ہے۔پس اگر دوسرا قول مراد ہو تو پھر بغیر عقوبت جنت میں جانا مراد ہوگا۔اور اگر اول مراد لی جائے تو وہ بھی انجام کار ہوگی۔۔اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں)۔

قراءت ونحو:

اگر وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً پر عطف ڈال کر اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ کو مبتداء قرار دیا جائے اور اولٰئك کو خبر بنایا جائے۔تو یہاں وقف ہوگا۔اور سرّاء،ضراء میں خرچ سے مراد تنگدستی وخوشحالی میں خرچ کرنا ہوگا۔۔

نمبر ۲۔اگر۔اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ کو متقین کی صفت قرار دیا جائے اور وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا کا عطف اس پر ڈالا جائے۔پھر وقف نہ ہوگا اور مطلب آیت کا یہ بنے گا وہ جنت متقین اور تائبین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت تو متقین اور تائبین کیلئے بنائی گئی ہے اصرار کرنے والوں کیلئے نہیں۔

جواب: یہ درست ہے کہ ان دونوں قسم کے لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہو پھر محض فضل وعفو الٰہی سے دوسرے بھی داخل ہو جائیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اُعِدَّتْ هذه المائدة للامير کہ یہ دستر خوان امیر کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات اسکے پیروکار بھی اس کو کھا لیتے ہیں۔ کیا اس ارشاد خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ واتقوا النار التی اعدت للكافرين۔ (آل عمران۔۱۳۱) کہ تم اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ پھر بالاتفاق ثابت ہے کہ کافروں کے علاوہ عصاۃ مؤمن بھی اس میں داخل ہونگے۔

نکتہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے انفاق کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ کیونکہ نفس پر یہ انتہائی گراں چیز ہے۔ اور اسکے اخلاص کی نشاندہی کرنے والا ہے۔ اور اس زمانہ میں دشمن سے جہاد کے سلسلہ میں عظیم ترین اعمال میں سے تھا۔ اور مسلمان فقراء کی ہمدردی کے پیش نظر بھی اس کی شدید حاجت تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ہر قسم کے حالات میں انفاق مراد ہے۔ کیونکہ ایسا انفاق تنگدستی وخوشحالی ہر دو مواقع کو شامل ہوگا۔

غصہ پینے والے کا مرتبہ:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اور غصے کو پی جانے والے) یعنی پورا کرنے کی بجائے غصے کو روکنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کظم القربة۔ جبکہ وہ مشک کو بھر لے اور اسکے منہ کو مضبوطی سے باندھ دے۔ اور اسی سے کظم الغيظ بنا ہے۔ غصے کو صبر کی وجہ سے تھام لے اور اس کا اثر بالکل ظاہر نہ ہو۔ الغیظ دل کی حرارت کا غصہ سے بڑھکنا۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس نے اپنے غصے کو روک لیا ایسی حالت میں کہ وہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے دل کو امن وایمان سے بھر دیتے ہیں۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

معافی کی فضیلت:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں) یعنی جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس سے مؤاخذہ نہیں کرتے۔ روایت میں آیا ہے جس کو بیہقی نے نقل کیا کہ قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس معاف کرنے والوں کے سواء اور کوئی نہ اٹھے گا۔ (بیہقی فی الشعب) ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے رشید کیلئے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی پر غضبناک ہے۔ پس اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والے پسند ہیں)

نحو: الْمُحْسِنِيْنَ میں الف لام جنسی ہے۔ ان مذکورہ بالا اور تمام محسنین کو شامل ہے۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اس سے انہی مذکورہ بالا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ برائی کرنے والے سے بھلائی کرنا احسان ہے۔ اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا تو تجارت ہے۔

تائب پر شیطان کا نالہ:

۱۳۵: وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ، (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفوس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں۔ پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً ۔ (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر گزرتے ہیں)

نحو: فعلہ کا وزن قباحت کو زائد از زائد دکھانے کیلئے آتا ہے۔ اور وَالَّذِیْنَ یہ مبتداء اور اولئك خبر ہے۔

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ (یا وہ اپنے نفوس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں) قول نمبر ا۔ الفاحشہ سے مراد کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے مراد صغیرہ۔ قول نمبر ۲۔ فاحشہ سے زناء اور ظلم نفس بوس و کنار، لمس وغیرہ۔ ذَکَرُوا اللّٰہَ (وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں) یعنی زبان سے یا ان کے دل ان کو توبہ پر آمادہ کرتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ (پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان رونے لگا وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخشے گا۔

نحو: مَنْ مبتداء، یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ اس کی خبر ہے۔ یغفر کی ضمیر من کی طرف راجع ہے اور اِلَّا اللّٰہُ یغفر کی ضمیر سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَلا احدٌ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی ایسا نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے اس میں بندوں کو توبہ کی طرف متوجہ کیا گیا اور ترغیب دلائی گئی اور نا اُمیدی و مایوسی کی ممانعت کی گئی اور توبہ کرنے والے کیلئے وسعت رحمت اور قرب مغفرت کو بیان کیا اور بتلایا کہ خواہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی معافی اس سے عظیم تر اور اس کا کرم عظیم ترین ہے۔

عدم اصرار کا فائدہ:

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَافَعَلُوْا (وہ اپنے قبیح افعال پر قائم نہیں رہے) الاصرار قائم ہونے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ گناہ کی طرف ستر مرتبہ لوٹ کر گیا ابوداؤد، الترمذی۔ دوسری روایت میں ہے استغفار کرنے سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کی موجودگی میں صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے) مسند فردوس للدیلمی وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں)

نحو: نمبر ا۔ یہ وَلَمْ یُصِرُّوْا کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ غلطی ہے اس پر اصرار نہیں کیا۔

نمبر ۲۔ یہ مستقل جملہ ہے اور یعلمون کا مفعول محذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے گناہوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ بخشے گا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ مغفرت ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

نہریں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے

سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

ہیں لہٰذا تم چلو زمین میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

یہ بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے۔

بخشش کے مستحقین:

۱۳۶: اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ۔ (جنکی مذکورہ بالا صفات ہیں)۔ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (انکا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے) انکی توبہ کے سبب وَجَنّٰتٌ (اور باغات) اس کی رحمت کے باعث۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور کام کرنے والوں کا بدلہ بہت خوب ہے)

نحو: نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے اور وہ ذٰلك ہے یعنی مغفرت اور جنت۔

شانِ نزول: نمبرا۔ یہ آیت ایک کھجور فروش کے متعلق اتری جس کے پاس ایک عورت کھجور لینے کیلئے آئی اس نے کہا میرے گھر میں اس سے زیادہ عمدہ کھجوریں ہیں۔ اس کو اپنے گھر میں اس بہانے سے داخل کیا اور پھر اپنے جسم سے اس کو چمٹایا اور بوسہ دیا مگر پھر شرمندہ ہوا۔

نمبر۲۔ ایک انصاری کو ایک ثقفی نے اپنے گھر والوں کا نگراں بنایا۔ (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مابین بھائی چارہ کروایا تھا) جب وہ ثقفی جہاد میں چلا گیا۔ وہ انصاری اسکے گھر آیا اور اس کی بیوی کو دیکھا تو اس کو بوسہ دیا۔ پھر اس پر شرمسار ہوا۔ اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا۔

سنن کی مراد وقائع:

۱۳۷: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ قَدْ خَلَتْ (تحقیق

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور ہمت نہ ہارو اور غمگین نہ ہو اور تم ہی بلند ہو گے، اگر تم مومن ہو۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ

اگر تم کو زخم پہنچ گیا تو تمہاری مقابل قوم کو اس جیسا زخم پہنچ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں

نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ

جنہیں ہم باری باری بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان، اور تا کہ اللہ جان لے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور بنا لے تم میں سے

شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

شہادت پانے والے، اور اللہ پسند نہیں فرماتا ظالموں کو۔ اور تاکہ پاک صاف کرے ایمان

اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

والوں کو، اور مٹا دے کافروں کو، کیا تم نے یہ خیال کیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ

معلوم نہیں کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرنے والے ہیں تم میں سے، اور تا کہ وہ جان لے ثابت قدم رہنے والوں کو، اور اس میں شک نہیں کہ تم لوگ

ع ۱۴ ۵ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

موت کے سامنے آنے سے پہلے اس کی آرزو کرتے تھے، سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا اس حال میں کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

گزرے) مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ تم سے پہلے بہت طریقے۔ اس سے مراد جھٹلانے والی امتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والے وقائع ہیں۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) پھر ان سے عبرت حاصل کرو۔

۱۳۸: هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ هٰذَا یہ۔ یعنی قرآن یا مَاتَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ کا مفہوم مشارٌ الیہ ہے۔ بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى (لوگوں کیلئے بیان وضاحت اور ہدایت ہے یعنی راہنمائی ہے) وَّمَوْعِظَةٌ (اور نصیحت ہے) یعنی ترغیب و ترہیب ہے۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ (بچنے والوں کیلئے) جو شرک سے بچتے ہیں۔

تکالیفِ اُحد پر تسلی:

۱۳۹: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَلَا تَهِنُوْا (تم سستی نہ کرو) جہاد سے اس بناء پر کہ تم کو

شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ وَلَا تَحْزَنُوْا (اور نہ غم کرو) اس غنیمت پر جو تم سے فوت ہوگئی یا اپنے میں سے شہید ہونے والوں پر یا آنے والے زخموں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ اور ایمان والوں کیلئے تسلی ہے۔ ان تکالیف پر جو غزوۂ احد کے موقع پر پیش آئیں اور ان کے دلوں کو تقویت دی جارہی ہے۔

علو کی تفسیر:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (حالانکہ تم ان سے اعلیٰ اور اغلب ہو) کیونکہ تم نے بدر میں ان کے زیادہ آدمی قتل کیے انکی نسبت جتنے احد میں تمہارے قتل ہوئے۔

دوسری تفسیر: اور تم ہی بلند رہو گے مدد و کامیابی کے ساتھ جو آخر میں تمہیں میسر آئی۔ وہ ان کے لئے بلندی اور غلبے کی بشارت تھی۔ جیسا الصافات کی۔ آیت نمبر ۱۸۳ میں فرمایا وَاِنَّ جُنْدَ نَالَهُمُ الْغَالِبُوْنَ کہ ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔

نمبر۳۔ تم شان کے اعتبار سے بلند ہو کیونکہ تمہارا قتال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے اور اس کی بات بلند کرنے کیلئے ہے اور انکی لڑائی شیطان کیلئے اور کفر کی بات کو اونچا کرنے کیلئے تھی۔

نمبر۴۔ تم شان کے لحاظ سے بلند ہو کیونکہ تمہارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مؤمن ہو۔

تفسیر اول: یہ لَا تَهِنُوْا کی نہی سے متعلق ہے مت سستی کرو اگر تمہارا ایمان صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کی صحت تو قوت قلب کو لازم کرتی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کو مضبوط کرتی ہے اور دشمنوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے۔

تفسیر دوم: یہ اعلون سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم بلند ہوا گر تم تصدیق کرنے والے ہوان باتوں پر جن کا اس نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جس غلبے کی وہ بشارت دیتے ہیں۔

تسلیٔ مؤمنین:

۱۴۰: اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ (اگر تم کو زخم لگا)

قراءت: قُرْح تمام مقامات پر پڑھا جائے گا۔ حفص کے علاوہ دیگر تمام کوفی قراء کے ہاں۔ قَرْحٌ حفص اور دیگر تمام قراء نے پڑھا۔ یہ دو لغتیں ہیں جیسا کہ ضَعف اور ضُعف۔

بعض نے کہا۔ قَرح ہو تو معنی زخم اور قُرح ہو تو معنی زخم کی ٹیس۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (پس تحقیق قوم کو اسی طرح کا زخم پہنچا) یعنی اگر انہوں نے تمہارے کچھ آدمی قتل کیے تو تم اس سے پہلے بدر کے دن ان کے زیادہ آدمی قتل کر چکے۔ پھر بھی اس بات نے ان کے دلوں کو کمزور نہ کیا اور تمہارے ساتھ دوبارہ لڑائی کرنے سے نہ روکا۔ پس تمہیں تو بدرجۂ اولیٰ کمزوری نہ دکھانی چاہیے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ ایام فتح ہم لوگوں کے درمیان باری باری گھماتے رہتے ہیں)

نحو: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ مبتدا نُدَاوِلُهَا اس کی خبر ہے۔

نُدَاوِلُهَا کا معنی پھیرنا ہے۔ بین الناس یعنی نعمتیں اور سزائیں کبھی ایک قوم کو اور کبھی دوسری قوم کو۔ جیسا شاعر (نمر بن تولب) کے اس شعر میں ہے ؎

فیومًا علینا ویومًا لنا ☆ ویومانساءُ و یوما نُسَرُّ

ایک دن ہمارے خلاف اور ایک دن ہمارے حق میں۔ اور ایک دن تکلیف دیئے جاتے ہیں جبکہ دوسرے دن خوش کیے جاتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت اوّل:

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے ایمان والوں کو) یعنی یہ تبادلہ کئی قسم کی حکمتوں کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ جو مؤمن صبر اور ثبات ایمان کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ممتاز ہو چکے ہوں ان کو ہم جان لیں جس طرح کہ انکا وجود سے قبل جانتا ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ (اور تا کہ کچھ لوگوں کو شہادت سے بہرہ ور کر دے) مراد اس سے احد کے طالبین شہادت تھے یا تم میں سے ایسے شہداء کا انتخاب کر لے جو قیامت کے دن امتوں پر گواہی کے لائق ہوں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ ۱۴۳ میں فرمایا۔

وَلِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ ۱۴۳) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو تعلیل والے جملے کے درمیان لایا گیا۔

تفسیر آیت کی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو ان لوگوں میں سے نہیں جو ایمان پر ثابت قدمی اختیار کرنے والے ہیں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اور منافقین و کفار ہی ایسے ہو سکتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت دوم:

۱۴۱: وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (تا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو گناہوں سے پاک کر دے) التَّمْحِيْص تطہیر و تصفیہ کو کہتے ہیں۔ وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں کو مٹا دیں) اور ان کو ہلاک کر دیں یعنی اگر کفار کو مسلمانوں پر غلبہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے امتیاز کرنے اور شہید بنانے اور گناہوں سے ان کو پاک کرنے کیلئے ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کفار پر غلبہ کافروں کو گھٹانے اور انکا نام و نشان مٹانے کے لئے ہوتا ہے۔

جنت میں داخلہ بلا جہاد و مجاہدہ نہیں:

۱۴۲: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے) یہ استفہام انکاری ہے اور اَمْ منقطعہ ہے۔ یعنی مت ایسا خیال کرو۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا

مِنْكُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مجاہدوں کا ابھی تک امتیاز نہیں کیا) یعنی ابھی تک تم نے جہاد نہیں کیا کہ تمہارا مجاہد ہونا معلوم ہوتا کیونکہ علم کا تعلق تو معلوم سے ہے۔ تو نفی علم کو نفی متعلق علم کی جگہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ علم کی نفی سے متعلق علم کی نفی خود ہو جائے گی جیسا کہ کہا جائے ماعلم الله فی فلان خیراً یعنی اس میں کوئی خیر ہے ہی نہیں جو معلوم ہو اور یہاں لمّا، لم کے معنی میں ہے البتہ اس میں کچھ توقع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ پس گزشتہ میں جہاد کی نفی کر رہا ہے۔ اور مستقبل میں اسکے ہونے کی توقع ظاہر کر رہا ہے۔

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (اور معلوم کرے صبر کرنے والوں کو)

نَحو : يَعْلَمِ اللّٰهُ اَن مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور واؤ جمع کیلئے ہے جیسا کہتے ہیں لا تاکل السمك و تشرب اللبن ۔ یعنی دودھ اور مچھلی ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔ یا يَعْلَمَ پر جزم ہو يَعْلَمِ اللّٰه پر عطف کی وجہ سے۔ میم کو حرکت التقائے ساکنین کی وجہ سے دی گئی ہے اور فتحہ کا انتخاب معطوف علیہ پر فتحہ کی وجہ سے ہے۔

تمنائے موت پر توبیخ:

۱۴۳: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البتہ تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کو دیکھنے سے پہلے۔ اس میں ان لوگوں کو مخاطب کیا جو بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے اور ان کے دل میں تڑپ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی معرکہ میں حاضر ہوں تاکہ شہادت کی سعادت پا سکیں اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اصرار کیا کہ ان کو لیکر مشرکین کی طرف نکلیں۔ حالانکہ آپ کی رائے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ تم موت کی تمنا اسکے مشاہدے سے پہلے کرتے تھے اور اس کی شدت کو پہچاننے سے پہلے تمنا کرتے تھے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پس تم نے اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا) یعنی تم نے کھلی آنکھوں سے دیکھا اس حال میں کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائی بند مارے گئے۔ اور تم نے خود قتل کو جھانک لیا۔

دراصل موت کی تمنا پر ان کو توبیخ کی گئی ہے اور اس بات پر کہ تم اپنے اصرار سے رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کا باعث بنے پھر آپ ﷺ سے پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے شہادت کی تمنا کی تاکہ شہداء والی عظمت پالیں۔ اسمیں اس قسم کا قصد ہرگز نہ تھا کہ کفار کو غلبہ حاصل ہو جائے اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ کوئی عیسائی ڈاکٹر سے دوائی لے اس کا مقصد تو حصول شفاء ہے اور اسکے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں دشمن کو نفع پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اسکے فن کو رائج کیا جا رہا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ

اور محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا ان کو موت آجائے

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ

یا مقتول ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کو کچھ

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

بھی نقصان نہ دے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔ اور کسی جان کو موت

اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

نہیں آسکتی مگر اللہ کے حکم سے اس طرح پر کہ اس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا کے بدلہ کا ارادہ کرے گا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى

ہم اس میں سے اس کو دے دیں گے اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے گا ہم اس میں سے اسے دے دیں گے، اور عنقریب ہم شکر گزاروں

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

کو جزا دیں گے۔

۱۴۴: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا، وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔

شانِ نزول: جب ابن قمیہ نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا تو آپ کا سامنے والا نچلا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ آپ کے قتل کے درپے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ وہ لشکر کے علم بردار تھے۔ چنانچہ اس نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کر دیا میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا اور ایک شخص نے پکار کر کہا محمد (ﷺ) قتل ہو گئے (نعوذ باللہ) بعض نے کہا وہ شیطان تھا۔ لوگوں میں آپ کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ پس وہ پیچھے ہٹے اور رسول اللہ ﷺ آوازیں دے رہے تھے۔ اِلَیَّ عباد الله ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس ایک گروہ جمع ہو گیا۔ آپ نے ان کو بھاگنے پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماؤں باپوں کو قربان کرتے ہیں ہمیں آپ کے قتل کی خبر پہنچی جس سے ہم پیٹھ پھیر کر چل دیئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہی ہیں۔ تحقیق ان سے پہلے اللہ کے

رسول گزرے) خلت کا معنی مضت یعنی گزرے ہیں۔ پس وہ بھی انکی طرح گزر جائیں گے۔ جس طرح ان کے پیروان کے گزرنے کے بعدان کے دین کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے۔ اسی طرح تم پر لازم ہے کہ تم ان کے دین کوان کے گزرنے کے بعد لازم پکڑو۔ کیونکہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصود پیغام رسالت کو پہنچانا اور حجت کو تمام کرنا ہے۔ قوم میں ان کے وجود کا ہمیشہ رہنا نہیں۔

خبر شہادتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تاثرات کا ازالہ:

اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ (پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے)فاجملہ شرطیہ سے معلق ہے۔ اس جملہ کے ذریعہ جواس سے پہلے ہے۔ اس طرح کہ فا سببیہ اور ہمزۂ استفہام انکار کیلئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام وفات پا گئے مگر انکا دین تو نہیں مرا۔ پس اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں اگر وہ قتل یا طبعی موت سے وفات پا جائیں گے تو انکا دین نہیں مریگا بلکہ باقی رہے گا پس تمہیں لوٹ کر ارتداد اختیار نہ کرنا چاہیے۔ انقلاب علی العقبین یہ ارتداد سے مجاز ہے۔ یا شکست و ہزیمت سے مجاز ہے۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (جو ایڑیوں کے بل پلٹ جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا) بلاشبہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے) یعنی وہ لوگ جو جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کو شاکرین اسی لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے نعمت اسلام کا اپنے فعل سے شکریہ ادا کیا۔

ہر ایک کی موت مشیت سے ہے:

۱۴۵: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ۔ وَمَا كَانَ (جائز نہیں) لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی نفس کے لئے کہ اس کو موت آئے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے)اذن سے مراد علم ہے۔ یا ملک الموت کو اسکے قبض روح کی اجازت دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی کی موت کا آنا ناممکن ہے۔

اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا اور دشمن کا سامنا کرنے پر برانگیختہ کیا گیا اور بتلا دیا کہ ڈرنا فائدہ مند نہیں۔ اور کوئی شخص اپنی مدت زندگی پوری کرنے کے بغیر نہیں مرسکتا۔ خواہ وہ کتنے ہلاک کن مقامات اور معرکوں میں گھس جائے۔ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (میعاد معین لکھی رہتی ہے) کِتابًا فعل محذوف کا مصدر مؤکد ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے کہ کتب الموت کتابًا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو لکھ دیا ہے لکھنا۔ مؤجل کا معنی موقت ہے کہ لکھے ہوئے سے آگے پیچھے نہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ جوارادہ کرلے اپنے جہاد سے ثَوَابَ الدُّنْيَا ثواب دنیا یعنی مال غنیمت کا۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی جن کو احد کے دن غنیمت نے مشغول کر دیا۔

نُؤْتِهٖ مِنْهَا (ہم اس سے اس کو دیتے ہیں) یعنی اس کا ثواب دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ اور جو آخرت کے ثواب کا ارادہ کرتا ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور آخرت کے درجات کیلئے جہاد کرتا ہے۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ

اور بہت سے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، پھر جو مصیبتیں

اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے۔ اور نہ عاجز ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں سے

الصّٰبِرِيْنَ ⑭⑥ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

محبت فرماتا ہے، اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ انہوں نے یوں کہا کہ اے ہمارے رب بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى

ہمارے گناہوں کو، اور ہمارے کاموں میں حد سے آگے بڑھ جانے کو، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، اور کافر قوم کے مقابلہ میں

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ⑭⑦ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

ہماری مدد فرما سو اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ دے دیا اور آخرت کا عمدہ

١٥ ع ٦ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑭⑧ ع

بدلہ دیا اور اللہ پسند فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں کو۔

(ہم اس کو اسی سے دیتے ہیں اور عنقریب شکر گزاروں کو ہم بدلہ دیں گے) یعنی ہم عنقریب ان کو جزائے مبہم سے بدلہ دیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور جہاد سے ان کو کسی چیز نے مشغول نہ کیا۔ (جزاء کو مبہم لاکر بتلا دیا کہ جزاء غیر معروف ہے جو عقل انسان میں نہیں آسکتی)۔

جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے دو اور نہ ہی سستی کرو:

۱۴۶: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر بکثرت آدمیوں نے کفار سے جنگ کی) كَاَيِّنْ کا اصل اَىّ ہے کاف تشبیہ کا اس پر داخل ہوا تو اس میں کم کے معنی پیدا ہو گئے جو کثرت کیلئے آتا ہے۔

قراءت: مکی کی قراءت میں کائن بوزن کاع ہر جگہ پڑھیں گے۔ قٰتَلَ کو قُتِلَ مکی، بصری و نافع نے پڑھا ہے۔

نحو: مَعَهٗ یہ قتل کی ضمیر سے حال ہے۔ اى قتلَ كائناً معه۔ یعنی اس نے قتال کیا اس حال میں کہ وہ ان کے ساتھ ملنے والا تھا۔

رِبِّیُّوْنَ۔ رب والے۔ حسن نے را کے ضمہ سے اور بعض نے فتحہ سے پڑھا ہے۔ قاعدہ کے مطابق فتحہ ہے کیونکہ یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ اور ضمہ اور کسرہ اسم منسوب میں تبدیلیوں کی بناء پر ہے۔

فَمَا وَهَنُوْا (وہ سست نہ ہوئے) اپنے پیغمبروں کے قتل کے وقت لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا۔ (ان تکالیف پر جوان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئیں اور نہ وہ ان کے بعد جہاد سے پست ہمت ہوئے)۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا (اور نہ وہ دشمن کے سامنے ذلیل و عاجز ہوئے)۔ اس آیت میں ان لوگوں پر تعریض کی جو قتل رسول ﷺ کی افواہ پر پست ہمت ہو بیٹھے اور بعض نے ارادہ کیا کہ عبداللہ بن ابی کے ذریعہ ابوسفیان سے امان طلب کریں۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو صبر والے لوگ پسند ہیں) جو کفار سے جہاد کرنے پر جمے رہنے والے ہیں۔

میدانِ جنگ میں دُعا مستقل ہتھیار ہے:

۱۴۷: وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ (اور انکی بات یہی تھی کہ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے) یعنی انہوں نے یہی بات کہی۔

ربانیین ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے نفوس کی طرف گناہوں کی اضافت کی تا کہ نفس کی بڑائی مٹ جائے۔ وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا (اور ہمارا اپنے معاملے میں حد سے تجاوز کرنا) اسراف حد عبودیت سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا تو ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ (اور ہماری کافر قوم کے خلاف مدد فرما) غلبہ عنایت کر کے۔

نکتہ: گناہوں سے استغفار کے ساتھ دعا کو میدان جنگ میں ثابت قدمی اور دشمنوں پر فتح سے مقدم کیا۔ کیونکہ استغفار کے ساتھ یہ طریق دعا قبولیت دعا کے لئے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس میں عجز و نیاز خوب ہے۔

طالبین آخرت محسنین ہیں:

۱۴۸: فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب دیا) یعنی نصرت و کامیابی اور غنیمت میسر کر دی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ (اور ثواب آخرت کا حسن) یعنی مغفرت و جنت دے دی۔ آخرت کے بدلے کو حسن سے تعبیر کر کے بتلا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل و مقدم اور واجب القصد ہے۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی وہ محسن ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى

اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں کا کہا مانوگے جنہوں نے کفر اختیار کیا تو وہ تم کو الٹے پاؤں

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

پھیر دیں گے جس کی وجہ سے تم ناکام ہو جاؤ گے، بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب مدد کرنے

النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا

والوں سے بہتر ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ایسی چیز کو اللہ کا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

شریک بنایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ ظلم کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے:

۱۴۹: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۔ (اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی اطاعت کروتو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے) یعنی وہ تمہیں شرک کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (تم لوٹ کر گھاٹے میں پڑ جاؤ گے)

کہا گیا ہے یہ تمام کفار کے سلسلہ میں عام ہے۔ مؤمنوں پر لازم ہے کہ وہ ان سے پہلوتہی اختیار کریں۔ اور کسی چیز میں انکی اطاعت نہ کریں تا کہ وہ ان کو اپنی موافقت کی طرف نہ کھینچ لیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اگر تم ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کے سامنے عاجزی کرو گے اور ان سے امن کے طالب ہو گے تو وہ تمہیں اپنے دین کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں یہ آیت ان منافقین کے متعلق اتری جنہوں نے شکست کے موقع پر ایمان والوں کو کہا تم اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

۱۵۰: بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے) پس غیروں کی نصرت سے بے نیازی اختیار کرو۔ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ (اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے)

القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے:

۱۵۱: سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ

مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ۔سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (ہم عنقریب کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے)

قراءت: الرُّعْبَ کوشامی اور علی نے الرُعُبُ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے دل میں احد کے دن رعب ڈال دیا وہ باوجود قوت وغلبہ کے بلاوجہ مکہ کی طرف لوٹ گئے۔بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ (اس سبب سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں) یعنی ان کے دلوں میں رعب ڈالے جانے کا باعث انکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔مَالَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا (جسکی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری) یعنی آلہہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔اس کا یہ معنی نہیں کہ انکی معبودیت کی کوئی دلیل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نہ کوئی دلیل ہے اور نہ وہ اتاری گئی جیسا کہ شاعر کے اس قول میں۔

ولا تری الضَّبَّ بها یَنْجَحِر ای لیس بها ضب فینجحر و لم یعن ان بهاضباً و لا ینجحر

اس کا معنی یہ ہے کہ وہاں گوہ نہیں کہ بل بنائے یہ مطلب نہیں کہ گوہ تو ہے مگر بل نہیں بناتی۔

وَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ (انکا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت برا ہے) (ضمیر کی بجائے ظالمین کو صراحۃً لاکر اس پر سخت ناراضگی اور درشتی کو ظاہر کر دیا اور دوزخی ہونے کی علت بھی واضح ہوگئی)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جو اس نے تم سے کیا تھا جس وقت تم دشمنوں کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ

کہ جب تم بزدل ہوگئے اور حکم کے بارے میں تم نے آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جبکہ تمہیں اللہ نے وہ چیز دکھادی جسے تم محبوب

مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ

رکھتے تھے، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلب گار تھے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

پھر اللہ نے تم کو دشمنوں کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے۔ اور البتہ تحقیق اللہ نے تم کو معاف فرما دیا اور اللہ مومنین پر

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

بڑے فضل والا ہے۔ جب تم دور چلے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول

يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى

تم کو پکار رہے تھے۔ تمہارے پیچھے سے، پس اللہ نے تمہیں غم کی پاداش میں غم دیدیا تاکہ تم غمگین نہ ہو اس چیز پر

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

جو تم سے جاتی رہے اور نہ اس مصیبت پر جو تم کو پہنچ جائے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

شانِ نزول: جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم احد سے مدینہ منورہ اپنے صحابہ کے ساتھ لوٹے تو بعض اصحاب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہم سے وعدۂ فتح ونصرت کیا تھا پھر یہ تکلیف کہاں سے آ گئی۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۵۲: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے پورا کردیا) اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ (جب کہ تم ان کافروں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے) ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ حَسَّہٗ کا معنی قتل کر کے حس کو باطل کرنا۔ بِاِذْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے حکم وفیصلہ اور علم سے۔

حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ (یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے) وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ اور تم (قیام و عدم قیام میں) جھگڑنے اور اختلاف کرنے لگے وَعَصَیْتُمْ (اور تم نے اپنے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی) مرکز کو چھوڑ کر اور غنیمت میں مشغول ہو کر۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ (اسکے بعد کہ اس نے تمہیں دکھا دیا وہ جو تم پسند کرتے تھے) یعنی کامیابی اور کفار پر غلبہ۔

نحو: اِذَا کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے۔ تو اس نے اپنی مدد تم سے روک لی اور یہ مطلب بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے بزدلی کے وقت تک پورا کر دیا۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا (تم میں سے کچھ دنیا کے طلبگار تھے) الدنیا سے مراد مال غنیمت ہے مراد اس سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرکز کو طلب غنیمت میں چھوڑا۔

واقعۂ اُحد اور روایات:

روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کو اپنے لشکر کی پشت کی طرف کیا ؟؟؟ اور رخ مدینہ منورہ کی طرف اور تیر اندازوں کو پہاڑ کے پاس کھڑا کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ میں مضبوطی سے جمے رہیں اور اس سے مت ادھر ادھر ہٹیں خواہ لڑائی مسلمانوں کے حق میں رہے یا خلاف۔ جب مشرکین آئے تو تیر اندازوں نے ان کے گھوڑوں کو تیروں پر رکھ لیا اور دوسرے ان کو تلواروں سے مارنے لگے۔ یہاں تک کہ کافر شکست کھا گئے اور مسلمان ان کے پیچھے ان کو قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب (بعض) مسلمانوں (مراد تیر انداز ہیں) نے بزدلی دکھائی اور آپس میں جھگڑا کیا کہ مشرکین تو شکست کھا چکے ہمارا یہاں کھڑا ہونا کس کام کا۔ مسلمانوں کے لشکر میں جا ملو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو جاؤ۔ دوسروں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ ان میں سے کچھ اس جگہ ثابت قدم رہے۔ جن میں امیر دستہ عبداللہ بن جبیر اور ان کے دس سے کم ساتھی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں وہی مراد ہیں وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (کہ تم میں سے کچھ محض آخرت کے طالب تھے) مراد عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے شہداء ساتھی) مشرکین نے مڑ کر تیر اندازوں پر حملہ کر کے عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں پر پل پڑے یہاں تک کہ ان کو شکست دے کر ان میں سے کافی تعداد کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ (پھر تمہیں ان سے پھیر دیا) یعنی تم سے اپنی مدد روک لی جس سے وہ تم پر غالب آ گئے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ (تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے) اور تمہارے مصائب پر صبر کا امتحان لے اور مصائب میں تمہاری ثابت قدمی دیکھے ابتلائے الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ تم سے آزمانے والے کا سا معاملہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عمل پر بدلہ دیتے ہیں جو بندہ کرتا ہے نہ اس کا جو کہ وہ بندے کے متعلق جانتے ہیں۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (تحقیق وہ تمہیں معاف فرما چکا) جبکہ تم سے جلد بازی میں حکم رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی ہو گئی اور تم نے اس پر جو ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا۔

مسلمان کیلئے ابتلاء و نصرت' دونوں رحمت ہیں:

وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر فضل کرنے والے ہیں ان کو معاف کر کے اور انکی توبہ قبول

کر کے یا وہ ان پر تمام حالات میں فضل فرمانے والے ہیں خواہ ان پر مصیبت اور تکلیف ڈالی جائے یا نہ ڈالی جائے کیونکہ ایمان والوں کے حق میں ابتلاء رحمت ہے جس طرح کہ نصرت رحمت ہے۔

۱۵۳: اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ جب تم ہموار زمین پر چلنے میں تیزی کر رہے تھے۔ (الاصعاد چٹیل زمین میں جانا دور نکل جانا)

نحو: منصوب ہے صرفکم یالیبتلیکم یااذکروا محذوف کے ساتھ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ (اور تم کسی کی طرف گردن موڑ کر نہ دیکھتے تھے) اور نہ متوجہ ہوتے تھے دشمن کے خوف اور انتہائی شکست کی تعبیر ہے۔ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ (اور رسول اللہ ﷺ تمہیں آوازیں دے کر فرمار ہے تھے) اِلَیَّ عباد الله۔ انارسول الله ! من یکرّ فله الجنة ۔ اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص دشمن پر حملہ آور ہوگا اسکے لئے جنت ہے۔

نحو: یہ جملہ حال واقع ہے۔ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ (تمہارے لشکر کے پچھلے حصہ میں) اور تمہارے علاوہ دوسری جماعت میں اور وہ پیچھے والی تھی جیسا کہا جاتا ہے جئت فی آخر الناس و اُخْرٰهُمْ میں پچھلے لوگوں میں آیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں جئت فی أوّلهم و اولاهم یعنی ان کے پہلے حصہ اور پہلی جماعت میں آیا۔

غم بالائے غم دیا:

فَاَثَابَکُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا) اس کا عطف صرف صرفکم پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا۔ غَمًّا (غم کا) جبکہ تمہیں ان سے پھیر دیا اور تمہیں آزمایا۔ بِغَمٍّ (بسبب اس غم کے) جو تم نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے حکم کی نافرمانی کر کے دیا۔ یا غم بالائے غم، دوگنا غم، مسلسل و پیہم غم، رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ، قتل، زخم، مشرکین کی فتح غنیمت و مدد کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم۔ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ (تاکہ تم غم نہ کرو اس پر جو تم سے فوت ہو گیا) (فتح و مال غنیمت وغیرہ) تاکہ تم غم پینے کے عادی بن جاؤ اور بعد میں کسی فوت ہو جانے والے منافع پر غم نہ کرو۔ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ اور نہ اس پر جو تمہیں تکلیف و نقصان پہنچا۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں) اس پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں۔

درحقیقت اس میں اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ڈرایا گیا ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ

اللہ نے غم کے بعد تم پر امن کو نازل فرما دیا جو اونگھ کی صورت میں تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی ہوئی تھی، اور ایک جماعت

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ

ایسی تھی جن کو اپنی ہی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی یہ لوگ اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت والا خیال کر رہے تھے۔ یوں کہہ رہے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ اختیار ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے، یہ لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بات چھپا رہے

مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ

ہیں جسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے، یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

آپ فرما دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی بلاشبہ وہ لوگ جن کے بارے میں قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی ان جگہوں کے لئے نکل کھڑے ہوتے جہاں جہاں وہ

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

قتل ہو کر گرے اور تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ اس کو صاف کرے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ سینوں کی

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

باتوں کو جاننے والا ہے۔ بے شک تم میں سے جو لوگ اس دن پشت پھیر کر چلے گئے جس دن دونوں جماعتیں آپس میں مقابل ہوئی تھیں بات یہی ہے

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی بعض ایسے اعمال کے سبب جو انہوں نے کئے اور البتہ تحقیق اللہ نے ان کو معاف فرما دیا بے شک اللہ

غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٥٥﴾ ع ١٦ ٧ ٧

بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔

مؤمنوں پر اونگھ کا نزول:

١٥٤: ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّالَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْكَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَافِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پرغم کے بعد چین اتارا اور ان سے اس خوف کو دور کیا جو ان پر طاری تھا یہاں تک کہ ان کو اونگھ آ گئی اور نیند کا ان پر غلبہ ہوا)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان میں ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا۔ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں گر گر جاتی تھیں پھر ان کو تھامتے تھے۔ امنة کا معنی امن۔

نحو : نعاسًا یہ امنةً سے بدل ہے یا مفعول ہے اور امنةً اس سے حال ہے جونکرہ ہونے کی وجہ سے پہلے لایا گیا جیسا رأیتُ رَاکبًا رَجُلاً یا امنةً مفعول لہٗ یا مخاطبین سے حال ہے جس کا معنی ذوی امنة یا یہ آمن کی جمع ہے جس طرح بَارٌّ وَ بَرَرَةٌ۔

يَغْشٰى (جوگروہ پر چھا گئی) یعنی اونگھ یعنی الأمنة

قراءت: حمزہ اور علی نے تَغْشٰی تا کے ساتھ امالہ سے پڑھا۔

مؤمن ومنافق کے طرزِ عمل میں فرق:

طَآئِفَةً مِّنْكُمْ تم میں سے ایک جماعت کو اور یہ گروہ اہل صدق و یقین کا تھا۔ وَطَآئِفَةٌ (اور ایک گروہ) یہ منافقین کا گروہ تھا۔ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ (جن کے نفوس ان کو اہم تر معلوم ہوئے) یعنی جن کو سوائے اپنی جانوں اور ان کے چھٹکارے کے اور کوئی مقصود نہ تھا۔ انکا مقصد نہ تو دین تھا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور نہ مسلمان جن پر اللہ تعالیٰ کی رضامندیاں تھیں۔ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ (وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط گمان رکھتے تھے) يَظُنُّوْنَ مصدر کے حکم میں ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچے گمان کے علاوہ اور گمان کرتے تھے حالانکہ ان کو سچا گمان کرنا چاہیے تھا وہ غلط گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرے گا۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (جاہلیت والا گمان) مراد اس سے اہل جاہلیت کا گمان یا وہ گمان جو ملت جاہلیت کے ساتھ خاص ہے مقصد یہ ہے کہ ایسا گمان مشرک جاہل ہی رکھ سکتے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ (وہ کہتے ہیں کیا ہمارے اختیار میں کچھ ہے) اے مسلمانو! کیا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے امر یعنی نصرت، اور دشمن پر غلبہ سے کچھ حصہ کبھی ملے گا۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ (کہہ دیجئے بیشک امر) یعنی مدد و غلبہ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (تمام اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) اور اسکے مؤمن اولیاء کیلئے جیسا کہ اس آیت وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ (الصافات ۱۷۳)

نحو : کلّهٗ یہ امر کی تاکید ہے اور لِلّٰهِ یہ اِنّ کی خبر ہے کله مبتداء اور لِلّٰهِ خبر اور جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔

قراءت: بصری قراء نے کُلُّهٗ پڑھا جبکہ بقیہ نے کلَّهٗ پڑھا ہے۔

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّالَا يُبْدُوْنَ لَكَ (وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے)

یعنی تلوار کے ڈر سے۔ یَقُوْلُوْنَ (وہ کہتے ہیں) اپنے دلوں میں یا ایک دوسرے کو آپ کی اس بات کا انکار کرتے ہوئے اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ (کہ حکم تو سارا اللہ تعالیٰ کا ہے)۔

دِلی روگ کا چاپلوسی سے اظہار:

لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے) یعنی اگر امر و اختیار جیسا کہ محمد ﷺ کہتے سارا اللہ تعالیٰ اور اسکے اولیاء کیلئے ہوتا تو پھر ہم غالب آتے اور کبھی مغلوب نہ ہوتے اور اس معرکہ میں جو مسلمان قتل ہوئے۔ وہ قتل نہ ہوتے۔ قد اھمتھم انفسھم یہ طائفہ کی صفت ہے اور یظنّون یہ دوسری صفت ہے یا حال یا خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

نحو: قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ظانین اور یقولون یہ یظنون سے بدل ہے۔ اور یخفون یہ یقولون سے حال ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ یہ حال اور ذوالحال کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور یقولون یہ یخفون سے بدل ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔

بہر حال فیصلۂ تقدیر نافذ العمل ہے:

قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ (آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے) یعنی وہ لوگ کہ جن کا اس معرکہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور لوح محفوظ میں درج تھا اس کا پایا جانا ضروری تھا خواہ تم اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ (ضرور نکلتے تم میں سے وہ لوگ اپنی اجل کی قتل گاہوں کی طرف جن کا قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا) تا کہ جو طے ہو چکا تھا وہ پورا ہو۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان مسلمانوں کا قتل ہونا لکھ دیا تھا جو قتل ہوئے اور اسکے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ وہ غالب ہونگے اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ انجام کار غلبہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ اور بعض اوقات کی تکالیف انکا امتحان و پڑتال ہے۔ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَافِیْ قُلُوْبِکُمْ (اور تا کہ اللہ تعالیٰ جانچ کرے اس اخلاص کی جو تم مسلمانوں کے دلوں میں ہے اور تمہارے دلوں کے خیالات و وساوس کو چھانٹ دے) اسلئے یہ کیا یا یہ بہت سے مصالح اور ابتلاء و پڑتال کیلئے کیا۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (اور اللہ تعالیٰ کو سینوں کی خفیہ باتیں معلوم ہیں)

تذکرۂ لغزش اور لطف و قرب میں اضافہ:

۱۵۵: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (جو لوگ شکست کھا کر مڑے)۔ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ (جس دن دو جماعتیں آپس میں لڑیں) یعنی احد میں لڑائی کیلئے گروہ حضرت محمد ﷺ اور گروہ ابوسفیان جمع ہوئے۔

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ (بے شک شیطان نے ان کو لغزش کی طرف بلایا) اور اس پر آمادہ کیا۔ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا (ان بعض گناہوں کی وجہ سے جو انہوں نے کئے) اس مرکز کو چھوڑ کر جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو قائم رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس لغزش کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا جب

ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ج

وہ زمین میں سفر کرنے لگیں یا غازی بن جائیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ط

تاکہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے، اور اللہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ

اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے اور البتہ اگر تم قتل کر دیئے جاؤ یا اللہ کی راہ میں مر جاؤ

لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ

تو بلاشبہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت بہتر ہے اس چیز سے جسے وہ لوگ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا قتل ہو گئے تو

لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ضرور اللہ کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

نسبت شیطان کی طرف کر کے لطف وقرب میں اضافہ کر دیا۔ اور اس کی وجہ مَا كَسَبُوْا (اپنا عمل) قرار دے کر نصیحت وتادیب کر دی۔

احد کے دن حضرت محمد ﷺ کے اصحاب تیرہ کے سواء سب منتشر ہو گئے۔ ثابت قدم رہنے والوں کے نام یہ ہیں۔ ابوبکر، علی، طلحہ، عبدالرحمان بن عوف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور باقی انصار میں سے تھے۔ (دیگر مفسرین نے اور نام بھی ذکر کیے ہیں) وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما چکا) اور ان سے درگزر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ گناہوں کو بخشنے والے) حَلِيْمٌ (صاحب حلم ہیں) کہ سزا میں جلدی نہیں کرتے۔

حسرتناک قول کی ممانعت:

۱۵۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (اے ایمان والو! تم کافروں کی طرح نہ بنو) جیسا عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھیوں نے کہا۔ وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ (وہ

اپنے بھائیوں کو کہنے لگے)یعنی اپنے نسبی بھائیوں کے حق میں کہنے لگے یا نفاق میں جوان کے ہم پیالہ ہیں ۔اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ (جب وہ زمین میں سفر کرتے ہیں)یعنی تجارت وغیرہ کیلئے سفر پر جاتے ہیں ۔اَوْ کَانُوْا غُزًّی (یا وہ غزوہ میں جاتے ہیں)غُزًّی جمع غازٍ جیسا کہ عاف کی جمع عُفًّی آتی ہے۔یعنی وہ کسی غزوہ میں قتل ہو جاتے ہیں یا سفر کے دوران ان کو موت آجاتی ہے۔لَّوْ کَانُوْا عِنْدَ نَا مَا مَا تُوْا وَمَا قُتِلُوْالِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ (اگر یہ ہمارے ہاں رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تا کہ کردے اللہ تعالیٰ اس بات کو حسرت کا باعث ان کے دلوں میں)۔

لام کا تعلق لا تکونوا یا قالوا سے:

تفسیر اول لام کا تعلق لَا تَکُوْنُوْا سے ہے ۔تقدیر عبارت یہ ہے لَا تَکُوْنُوْا کَهٰٓؤُلَآءِ فی النطق بذلك القول و اعتقادہ لیجعل اللّٰہ ذلك حسرۃ فی قلوبھم خاصة و یصون منها قلوبکم ۔ تم یہ بات کہنے اور اس پر اعتقاد رکھنے میں ان لوگوں کی طرح نہ بنو تا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں خاص طور پر حسرت کا باعث بنا دے اور تمہارے دلوں کو محفوظ کرلے۔

دوسری تفسیر :لام کا تعلق قالوا سے ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے کہ قالوا ذلك و اعتقدوہ لیکون ذلك حسرۃ فی قلوبھم یعنی انہوں نے یہ کہا اور دلوں میں اس کا اعتقاد کیا۔تا کہ نتیجۃً یہ بات ان کے دلوں میں حسرت کا باعث ہو۔الحسرۃ کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے پر شرمندگی کو کہتے ہیں۔وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے)اس میں انکی اس بات کا رد کیا گیا کہ جنگ وقت مقررہ کو کاٹ دیتی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ کے قبضہٴ اختیار میں ہے۔کبھی وہ مسافر و مقاتل کو زندہ رکھتا ہے اور بیٹھنے والے مقیم کو موت دے دیتا ہے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں)پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیں گے۔

قراءت :علی ،حمزہ ،مکی قراء نے یَعْمَلُوْنَ پڑھا ہے۔مراد وہ کافر جو کرتے ہیں ان کو دیکھتے ہیں۔

یہ مغفرت و رحمت لاکھوں زندگیوں سے بہتر ہے:

۱۵۷:وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا مر جاؤ)۔

قراءت :کوفی قراء نافع ،حمزہ ،کسائی نے مِتُّمْ مِت باب سَمِعَ سے ہر جگہ پڑھا۔مگر عاصم نے اس طرح نہیں پڑھا ،حفص نے اس سورت کے علاوہ دیگر مقامات پر کسرہ سے پڑھا ہے گویا انہوں نے اس کو قتلتم کے ساتھ ملا دیا ہے۔باقی تمام قراء نے میم کے ضمہ مُتُّمْ باب نصر سے تمام قرآن مجید میں پڑھا ہے اس کی نظیر مات یموت اور مات یمات ہے۔لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رحمت بہت بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں)ما یہاں الذی کے معنی میں ہے اور ضمیر محذوف ہے۔حفص نے یَجْمَعُوْنَ پڑھا نافع ،ابن کثیر اور ابو عمرو عاصم و حمزہ کسائی نے تَجْمَعُوْنَ پڑھا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

سو اللہ کی رحمت کے سبب آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے

مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا

منتشر ہو جاتے، سو آپ ان کو معاف فرما دیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝۱۵۹

آپ پختہ عزم کرلیں تو اللہ پر توکل کیجئے، بے شک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔

جس کو مقصود ملا اُس کو زاد کی ضرورت نہیں:

۱۵۸: وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (اگر تم مرجاؤ یا قتل کر دیے جاؤ تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارا حشر ہوگا) یعنی وسیع رحمت، عظیم ثواب دینے والی ذات کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔

لطیف نکتہ:

یہاں اسم باری تعالیٰ لایا گیا اور اس سے قبل آنے والے حرف پر لام تاکید کا داخل کر کے ایک عجیب شان کلام میں پیدا کر دی جو دلیل سے بے نیاز ہے۔ یعنی خواہ موت کسی طریق سے ہو اللہ ہی کی طرف تمہارا حشر ضرور ہونا ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جانا نہ ہوگا۔ اس لئے تا بحد امکان اس کا قرب حاصل کرلو تا کہ کل قید فراق سے چھوٹ کر اس محبوب کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ۔

جس طرح لمغفرة اوپر والی آیت میں قسم کے جواب کے طور پر واقع ہے۔ اور جواب شرط کی جگہ استعمال ہو رہا ہے اسی طرح لا الی الله تحشرون۔ جواب شرط کے قائم مقام ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اولاً کفار کے اس گمان کا جواب دیا کہ جو شخص سفر کرے یا غزوہ میں ہمارے بھائیوں میں سے شریک ہوا گر وہ مدینہ میں رہائش پذیر رہتا تو اس کو موت نہ آتی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قسم کے گمان سے منع کیا کیونکہ یہ چیز جہاد میں شرکت سے رکاوٹ ہے۔ پھر فرمایا اگر ہلاکت بالموت اسی طرح واقع ہو جائے یا تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ تو اس سے ایسی مغفرت و رحمت میسر ہوگی جو اس دنیا سے لاکھ درجہ بہتر ہے جو تم جمع کر رہے ہو۔ کیونکہ دنیا تو آخرت کیلئے زادِ راہ لینے کی جگہ ہے۔ جب بندہ نے مقصود پالیا تو زاد کی بھی ضرورت نہ رہی۔

رحمت و شفقت دونوں جمع کر دیں:

۱۵۹: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کی وجہ سے تم مؤمنوں پر نرم دل ہوئے)۔ مَا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ یہ زائدہ ہے اور اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مؤمنوں پر آپ کی

نرمی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہے۔اور رحمت کا یہاں مطلب آپ کے جوش پر کنٹرول اور نرمی کی توفیق دینا اور ان کے ساتھ مہربانی والا معاملہ کرنا ہے۔وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ (اگر تم خشک سخت دل ہوتے)لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے)اور ایک بھی باقی نہ رہتا فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کردیں)جو انکی طرف سے آپ کے حق میں احد کے دن ہوا۔وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (اور ان کے لئے استغفار کریں)اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ خاص ہے۔اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں تا کہ تکمیل شفقت ہو جائے۔

اہمیتِ مشورہ:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (اور لڑائی وغیرہ معاملات جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو۔ان سے مشورہ لیں) تا کہ ان کے دل خوش ہو جائیں اور نفوس کو راحت میسر ہو۔اور انکی قدر وعظمت بڑھ جائے اور امت کیلئے مشورہ کا ایک دستور مقرر ہو۔حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:ما تشاور قوم قط الاّ هُدُوا لا رشد امرهم جن لوگوں نے مشورہ کیا انہوں نے اپنے معاملہ میں صحیح راہ پالی۔

(تفسیر طبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والے لوگ کہیں نہیں دیکھے۔علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اصل میں یہ روایت اس طرح ہے کہ میں نے کسی کو اتنا مشورہ کرنیوالا نہ دیکھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے کرتے تھے۔

شاورت فلاناً کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی اور اسکے پاس جو رائے تھی وہ ظاہر کردی شرت الدابة میں نے جانور کو دوڑایا شرت العسل میں نے شہد کو چھتے سے حاصل کیا۔

جوازِ اجتہاد:

مَسْئَلَه :اس آیت میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا اور قیاس کی حجیت معلوم ہوتی ہے۔فَاِذَا عَزَمْتَ (جب تم پختہ ارادہ کرلو)یعنی مشورے کے بعد قطعی رائے قائم کرلو۔فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (تو اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے)اس سے زیادہ واضح بات پر عمل کرنے میں جو طے ہو جائے نہ کہ مشورہ پر۔اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ذات پر توکل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔اَلتَّوَكُّل اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنا اور معاملے کو اسی کے سپرد کرنا۔حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے۔توکل ارباب سے علیحدگی اور اسباب سے قطع تعلق کو کہا جاتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد کے چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری

مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ

مدد کرے گا۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کریں مومن بندے۔ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے،

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

اوران پر ظلم نہ ہوگا۔

خبردار! اللہ پر توکل مت توڑو:

۱۶۰: اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے) جیسا کہ بدر کے دن اس نے تمہاری مدد کی۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (تو پھر تم پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا) اور اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کو ملتی ہے جو اپنی قوت وطاقت سے براءت کا اظہار کرے اور اپنے رب کی قدرت کو مضبوطی سے تھام لے۔ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ (اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد چھوڑ دے) جیسا کہ احد کے دن چھوڑا فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (تو پھر کون تمہاری مدد کرسکتا ہے۔ اسکے چھوڑ دینے کے بعد) خذلان مدد ترک کرنا یا یہ اس محاورہ سے لیا گیا۔ لیس لك من یحسن الیك من بعد فلان اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تم اس سے تجاوز کرو گے تو پھر اور کوئی تم پر احسان نہ کرے گا۔ اس ارشاد الٰہی میں دراصل تنبیہ ہے کہ اختیار سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس پر توکل لازم ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر مؤمن کو توکل کرنا چاہیے) چاہیے کہ مؤمن اپنے رب کو توکل وتفویض کے ساتھ خاص کریں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسکے سواء انکا کوئی مددگار نہیں۔ اور تقاضۂ ایمان بھی یہی ہے۔

مقام نبوت غلول (خیانت) کے منافی:

۱۶۱: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (مال غنیمت میں خیانت کرنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید ہے) يَّغْلُلْ خیانت کرنے کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابوعمرو، مکی، عاصم نے یَغُلَّ پڑھا اور دیگر قراء نے یُغَلَّ پڑھا ہے

کہا جاتا ہے: غلّ شیئا من المغنم غلولا واغلّ اغلالاً۔ جب مال غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ لی جائے۔ اغلّه

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰىهُ

کیا جو شخص اللہ کی رضا کا تابع ہو وہ ایسے شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجات میں مختلف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

جو وہ کرتے ہیں۔

بولتے ہیں جب کسی کی نسبت خیانت کی طرف کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے مناسب نہیں یعنی مقام نبوت غلول کے منافی ہے۔ جنہوں نے اسے مجہول پڑھا تو اس کا بھی یہی مطلب بنتا ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ صحیح نہیں کہ خیانت کی طرف منسوب کئے جائیں اور خیانت کی طرف خائن کی ہی نسبت ہوتی ہے۔

بعض روایات کا تذکرہ:

روایات میں ہے کہ ایک سرخ چادر بدر کے دن مال غنیمت میں سے گم پائی گئی تو بعض منافقین نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ نے اس کو لے لیا تو یہ آیت اتری وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس مال کے ساتھ آئے گا) یعنی وہ چیز بعینہٖ اپنی پشت پر اٹھا کر لائے گا جیسا کہ حدیث میں آیا۔ اویات بما احتمل من وباله واثمه کہ اس کا وبال وگناہ لیکر آخرت میں آئے گا ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر ہر نفس کو جو اس نے کمایا پورا پورا دیا جائے گا) یعنی اس کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس طرح نہیں فرمایا ثم یو فی ماکسب تا کہ من یغلل کے مطابق ہو جاتا بلکہ عموم کے الفاظ سے ذکر کیا تا کہ ہر کاسب خواہ غاصب ہو یا اور وہ اس میں شامل ہو جائے۔ اور من یغلل کے ساتھ معنوی طور پر متصل ہو جائے اور یہ انداز کلام زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب خیانت کرنے والے کو علم ہوگا کہ ہر کاسب خیر وشر کو پورا بدلہ دیا جائیگا تو وہ جان لے گا کہ اتنے بڑے گناہ کے ساتھ وہ پھر کیسے بچ سکتا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) ہر ایک کا بدلہ اسکے کسب کے مطابق ہوگا۔

مؤمن وکافر برابر نہیں:

۱۶۲: اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (بھلا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی اتباع کی) من اتبع سے مراد مہاجرین وانصار ہیں۔ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹا) مَنْ بَآءَ سے مراد منافقین اور کفار ہیں۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا جبکہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ

اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اس سے پہلے

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

ثواب وعذاب میں تفاوت ہے:

۱۶۳: هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ (ان کے درجات ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں) ان میں تفاوت وفرق ہے جیسا درجات میں ہوتا ہے۔ یا وہ درجات والے ہیں مطلب یہ ہے کہ ثواب پانے والوں اور سزا پانے والوں کے درجات میں فرق ہے یا ثواب وعذاب میں تفاوت وفرق ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں ان کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال ودرجات سے واقف ہے پس انہی اعمال کے حساب سے بدلہ دے گا۔

تصدیق کے لئے آسانی کردی:

۱۶۴: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا) یعنی ان مؤمنوں پر جو آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لائے ان میں سے ایمان والوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ کی بعثت سے فائدہ ان کو پہنچا۔ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (جب کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا) یعنی انکی جنس میں سے جو انکی طرح عربی ہیں یا اولاد اسماعیل میں سے پیغمبر بھیج کر جیسا کہ وہ اولاد اسماعیل میں سے ہیں اور اس میں احسان یہ ہے کہ جب وہ ان میں سے ہیں تو زبان ایک ہوئی۔ پس جو چیزیں ان پر لازم ہیں ان کا جاننا آسان ہو جائے گا اور وہ سچائی و امانت کے سلسلہ میں آپ کی ذات سے بخوبی واقف تھے یہ بات ان کو تصدیق کے سلسلہ میں نزدیک تر کردے گی اور ان کے لئے ان میں سے ہونا باعث شرف بن جائے گا۔

ایک قراءت میں مِّنْ اَنْفَسِهِمْ یعنی من اشرفهم ان میں سب سے زیادہ شرف والے ہیں۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھتا ہے) یعنی قرآن پڑھ کر سناتا ہے اس کے بعد کہ وہ جاہل لوگ تھے ان کے کانوں میں وحی کی کوئی بات نہ پڑی تھی۔ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہے) وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ (بیشک وہ اس سے پہلے) یعنی بعثت رسول ﷺ سے پہلے لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کھلی گمراہی میں تھے)

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ

اور جس وقت تم کو ایسی مصیبت پہنچی جس کی دوگنی مصیبت تم پہنچا چکے ہو تو کیا تم یوں کہتے ہو کہ یہ کہاں سے ہے آپ فرما دیجئے

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞١٦٥ وَمَآ اَصَابَكُمْ

یہ تمہاری ہی طرف سے ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور جو تکلیف تمہیں پہونچی

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞١٦٦ وَلِيَعْلَمَ

جس دن دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئی تھیں سو یہ اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے مومنین کو اور جان لے

الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ

ان کو جنہوں نے نفاق اختیار کیا۔ اور ان سے کہا گیا کہ آؤ، جنگ کرو اللہ کی راہ میں یا دفاع کرو،

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ

وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے، وہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب

لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

ہیں۔ وہ اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے اس بات کو جسے

يَكْتُمُوْنَ ۞١٦٧ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ

وہ چھپاتے ہیں، جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا اور خود بیٹھ رہے کہ اگر ہماری بات مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرما دیجئے

فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞١٦٨

تم اپنی جانوں سے موت کو دفع کرو اگر تم سچے ہو۔

اندھے پن اور جہالت میں مبتلا تھے۔ مبین کھلی جس میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔

نحو: ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اسکے بعد لام کا آنا۔ اِنْ نافیہ سے اس کو الگ کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان الشان والحدیث کانوا من قبل فی ضلال مبین۔ بیشک معاملہ و بات یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۱۶۵: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ (کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی) اس مصیبت سے مراد احد میں ستر صحابہ کا شہید ہونا ہے۔ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا (تم اس سے دوگنا پہنچا چکے) بدر کے دن ستر کفار قتل اور ستر قید ہوئے۔

نَحْو : یہ جملہ موضع رفع میں مصیبت کی صفت ہے۔
قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا : (تم نے کہا یہ کہاں سے ہے) قُلْ هُوَمِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (تم کہہ دو! کہ یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے) کیونکہ مدینہ سے نکل کر لڑنا تم نے پسند کیا۔ یا اس لئے کہ تم نے مرکز کو چھوڑ دیا۔

تین نحوی تراکیب:

نَحْو : لمّا۔ قلتم کی وجہ سے منصوب ہے اور اَصَابَتْكُمْ محل جر میں ہے کیونکہ لما کی اضافت اس کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے:أقلتم حين اصابتكم کیا اس وقت تم نے کہا جب پہنچی تمہیں تکلیف۔
انّٰی هذا یہ مقولہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ أ تقریری ہے اور توبیخ کیلئے ہے اور اس جملہ کا عطف واؤ کے ذریعہ ولقد صدقكم الله وعدهٗ پر ہے جو کہ احد میں وارد ہوا۔ یا پھر اس کا عطف محذوف پر ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے افعلتم كذا وقلتم حينئذٍ كذا۔ کیا تم نے ایسا کیا اور اس وقت یہ کہا: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) مدد کی قدرت اور مدد روک لینے کی طاقت بھی ہے۔

غزوۂ اُحد قضاء کا فیصلہ ہے:

۱۶۶: وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ جو تمہیں پہنچا)۔ یہ مَا۔ الذی کا معنی دیتا ہے۔ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ : (اور تاکہ جان لے اللہ مؤمنین کو)
نَحْو : مَا مبتداء فَبِاِذْنِ اللّٰهِ یہ خبر جو کائن سے متعلق ہے۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۔ (جس دن دو گروہ آپس میں لڑے) تمہارا گروہ اور مشرکین کی جماعت مقام احد میں فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوا) اذن سے مراد علم وقضاء ہے۔
۱۶۷: وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْنَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّالَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو منافق ہیں) یعنی یہ اس لئے ہوا کہ مؤمن و منافق کا امتیاز ہو۔ تاکہ ان کا ایمان اور نفاق معلوم ہو جائے۔ وَقِيْلَ لَهُمْ (اور ان کو کہا گیا) یعنی منافقین کو کہا گیا تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو) جس طرح مؤمن آخرت کیلئے جہاد کرتے ہیں۔ اَوِادْفَعُوْا (یا دفاع کرو) یعنی یا کم از کم اپنے اموال، جانیں اور اہل وعیال سے مدافعت تو کرو۔ اگر تم آخرت کیلئے نہیں لڑتے ہو۔ یہ تفسیر بھی کی گئی کہ مجاہدین کی جماعت میں اضافہ کر کے دشمن سے دفاع کرو خواہ لڑائی نہ بھی کرو۔ کیونکہ کثرت تعداد دشمن کو مرعوب کر دیتی ہے۔
نَحْو :قيل لهم یہ کلام ابتدائی ہے۔

یہ جنگ نہیں ہلاکت ہے:

قَالُوْا لَوْنَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ (اگر ہم اس ٹکراؤ کو لڑائی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے) یعنی اگر ہم جانتے کہ اس کو

لڑائی کہنا صحیح ہے تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ (مگر یہ تو خودکشی ہے) مقصد یہ ہے کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ جس کام میں تم پڑے ہو وہ غلطی ہے اور اسکے علاوہ کچھ نہیں اس کو جنگ نہیں کہا جا سکتا بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ (وہ منافق جتنے ایمان کے قریب تھے اس دن اتنے وہ کفر سے زیادہ قریب تھے) یعنی اس سے وہ اپنے ایمان کو ظاہر کر رہے ہیں ادھر جو علامات ان سے ظاہر ہوئی ہیں وہ کفر کا اعلان کر رہی ہیں۔ جب منافقین نے مسلمانوں کے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی اور جو منہ میں آیا بک دیا تو اس طرح وہ اس ایمان سے بھی دور ہو گئے جو بقول ان کے ایمان تھا۔ اور کفر سے قریب تر ہو گئے۔ یا بنسبت اہل ایمان کے کافروں سے انکی مدد زیادہ قریب ہے کیونکہ مسلمانوں سے انکا علیحدگی اختیار کرنا اور مسلمانوں کی تعداد کو کم کرنا یہ اہل شرک کی کھلی تقویت ہے۔

قول وفعل میں تضاد:

يَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں) یعنی منہ سے اسلام کو ظاہر کرتے اور دلوں میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس آیت میں افواہ کی قید تاکید کیلئے ہے کیونکہ قول تو پہلے بھی منہ سے ہی ہوتا ہے۔ اور مجاز کی نفی کر دی۔ کہ انکا قول باطن سے واقعۃً جدا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ (اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں) یعنی منافقت۔

ابن ابی کا مقولہ:

۱۶۸: اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ أَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (وہ جنہوں نے کہا) مراد عبداللہ بن ابی اور اس کا گروہ ہے۔ لِإِخْوَانِهِمْ (اپنے نسبی بھائیوں کے متعلق) مراد احد کے دن قبائل انصار میں قتل ہو جانے والے وَقَعَدُوْا (اور وہ بیٹھ رہے) یعنی یہ کہا اور خود قتال سے بیٹھ رہے۔ لَوْ أَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا (اگر وہ ہماری بات مانتے تو یہ قتل نہ ہوتے) یعنی اگر ہمارے بھائی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر لوٹنے میں ہماری بات مان لیتے اور گھر میں بیٹھے رہتے تو وہ اسی طرح قتل سے بچ جاتے جیسے ہم۔

تین تراکیب نحویہ:

نَحو: نمبر ۱۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا یہ ھم مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یا یکتمون کی واؤ سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ نمبر ۲۔ اعنی کا مفعول ہونے کی وجہ سے اَلَّذِيْنَ نَافَقُوْا کا بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے نمبر ۳۔ افواھھم کی ضمیر سے بدل یا قلوبھم کی ضمیر سے بدل کی بنا پر مجرور ہے۔

اپنے کو موت سے بچا کر دکھاؤ:

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (کہہ دیں اپنے نفسوں سے موت کو دور کرو اگر تم سچے ہو) کہ تقدیر سے بچنا فائدہ دے سکتا ہے تو موت سے اپنے آپ کو بچالو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس

يُرْزَقُوْنَ ۝۱۶۹ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

رزق پاتے ہیں، وہ خوش ہیں اس سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا، اور وہ خوش ہو رہے ہیں

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

ان لوگوں کی وجہ سے جو ان کے پاس نہیں پہنچے۔ ان کے پیچھے رہ گئے کہ کوئی خوف نہیں ان پر اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ۝۱۷۰ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا

رنجیدہ ہوں گے۔ وہ خوش ہو رہے ہیں بوجہ نعمت اور فضل خداوندی کے اور اس بات سے خوش ہیں کہ بلاشبہ

يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۷۱

اللہ ضائع نہیں فرماتا مومنین کے اجر کو۔

وقف لازم

ع ۸

دوسری تفسیر یہ ہے اگر تم اس بارے میں سچے ہو کہ قتل سے بچنے کیلئے تمہارے پاس راستہ موجود ہے اور وہ لڑائی سے بچ کر گھر میں بیٹھنا ہے۔ تو پھر موت کو دور کرنے کی راہ بھی ڈھونڈو۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ افواہ اڑائی۔ اس دن ان میں سے ستر آدمی مر گئے۔

شہداء کا پہلا انعام (بدلہ):

۱۶۹: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (ہرگز نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں)

شَانِ نُزُوْل: اُحد کے مقتولین کے بارے میں یہ آیات اتریں۔

قراءت: لَا تَحْسَبَنَّ سین کے فتحہ سے شامی، حمزہ، علی وعاصم نے پڑھا۔ دوسرے قراء نے لَا تَحْسِبَنَّ کسرۂ سین سے پڑھا ہے۔ قُتِلُوْا کو شامی نے قُتِّلُوْا پڑھا ہے۔

شہدائے اُحد کا تذکرہ:

لَا تَحْسَبَنَّ کا خطاب خاص رسول اللہ ﷺ کو یا ہر مسلمان کو ہے۔ بَلْ اَحْيَآءٌ یعنی بل هم احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسکے ہاں مقرب ہیں۔ اور مرتبہ والے ہیں۔ يُرْزَقُوْنَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) جس طرح تمام زندہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ

اَحْیَآءٌ کی تاکید ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق سے میسر شدہ نعمتیں جو ان کو حاصل ہیں انکا تذکرہ ہے۔

کیفیتِ حیات:

۱۷۰: فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ فَرِحِیْنَ (وہ خوش ہونے والے ہیں) یہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہے۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء فرمایا ہے) کہ وہ زندہ ہیں اور مقربین میں ہیں اور جنت کی نعمتیں اور رزق جلد ان کو مل رہا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح کو سفید پرندوں کے قالب میں ڈال دیا۔ وہ جنت کی نہروں میں چکر لگاتے اور اسکے پھلوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے ذھبی قنادیل میں جا بیٹھتے ہیں۔ (ابوداؤد: ۳۵۲۰) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رزق جنت میں قیامت کے دن ان کو ملے گا مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ پھر تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

ترغیب الی الشہادۃ:

وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ (وہ خوشخبری کے طالب ہیں اپنے ان مجاہد بھائیوں کے متعلق جو) لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ (ان کو ابھی تک نہیں ملے) یعنی شہید نہیں ہوئے کہ وہ ان سے جاملتے مِّنْ خَلْفِهِمْ (اپنے پیچھے)۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد باقی رہ گئے اور یہ ان سے آگے بڑھ گئے۔ یا مرتبہ میں ان سے پیچھے رہنے والے۔ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ (کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا) اور نہ رنج۔

نحو: یہ الذین سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ مسرور ہیں اس بات پر جو ان کے سامنے واضح ہوئی ان لوگوں کے متعلق جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے کہ وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بشارت دی۔ پس وہ اس سے خوش ہونے والے ہیں۔

درحقیقت پچھلے لوگوں کے متعلق ان کو بشارت دے کر بعد والے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور شہداء کے مراتب کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے)

بشارات فضل وانعام:

۱۷۱: یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (وہ بشارت پائیں گے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی) یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کر رکھے ہیں۔ اس پر وہ خوش وخرم ہیں اور جو مزید اکرام سے ان کو نواز رکھا ہے اس پر مسرور ہیں وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) بلکہ وہ زیادہ عنایت فرماتے ہیں۔

قراءت: علی رحمۃ اللہ علیہ نے کسرہ سے اِنَّ پڑھا اور اس کو جملہ استینافیہ اعتراضیہ قرار دیا۔

رکوع

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو مان لیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا ان میں سے جنہوں نے

اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ

نیکی کے کام کئے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔ یہ ایسے ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ

النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ان کی اس بات نے ان کا اور زیادہ ایمان بڑھا دیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے

وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ

اور وہ اچھا کارساز ہے۔ سو وہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل لے کر واپس ہوئے ان کو کچھ بھی تکلیف نہیں

سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ

پہنچی اور وہ اللہ کی رضامندی کے تابع رہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے یہ جو بات

الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۵﴾

پیش آئی صرف اس وجہ سے کہ شیطان اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

غزوۂ حمراء الاسد کا تذکرہ:

۱۷۲: اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (وہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی دعوت جہاد کو لبیک کہا)

نحو : اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا مبتداء اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا۔ اس کی خبر ہے یا جملہ مؤمنین کی صفت ہے یا اَمْدَحُ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ اسکے بعد کہ ان کو زخم پہنچے۔ القرح زخم، روایات میں ہے کہ ابوسفیان اور اسکے ساتھی جب احد سے واپس لوٹ گئے تو مقام الروحاء میں پہنچ کر شرمندہ ہوئے کہ ہم بلاوجہ کوچ کر آئے۔ واپسی کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے کفار پر رعب قائم کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی قوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان کا پیچھا کرنے کیلئے نکلنے پر برانگیختہ کیا۔ چنانچہ اتوار کے دن ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حمراء الاسد کے مقام تک پہنچے۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی حالت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ کفار سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ یہ آیت اس سلسلہ میں اتری

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ان میں سے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا۔ آخرت میں بہت بڑا بدلہ ہے)

نحو: مِنْهُمْ میں مِنْ تبیین کیلئے ہے۔ جیسا اس ارشاد میں: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الفتح:۲۹) مِنْ کے بیانیہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات پر لبیک کہی۔ وہ تمام نیکی وتقویٰ اختیار کرنے والے تھے نہ کہ بعض۔

غزوۃ السویق کا تذکرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری:

۱۷۳: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (وہ جنہیں لوگوں نے کہا) یہ الذین استجابوا سے بدل ہے۔ جبکہ انکا شان نزول ایک ساتھ مانا جائے۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ (بیشک لوگ تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں) روایات میں ہے کہ ابوسفیان نے احد سے واپسی پر کہا اے محمد (ﷺ) ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ جب اگلے سال ابوسفیان اہل مکہ کے ساتھ نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس نے واپس لوٹنا مناسب خیال کیا چنانچہ اسی دوران نعیم بن مسعود اشجعی مل گیا جو عمرہ سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس نے کہا اے نعیم میں نے محمد ﷺ سے مقام بدر میں ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا میرا ارادہ بن رہا ہے کہ میں اس سے بچوں۔ پس تم مدینہ جا کر ان کو روکو۔ اور اس پر دس اونٹ تمہیں دیے جائیں گے۔ نعیم وہاں سے ہٹ کر مدینہ اس وقت پہنچا جب مسلمان بدر جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس نے کہا تم نکل کر جانا چاہتے ہو جبکہ وہاں لوگوں کا بڑا مجمع تمہارے لئے اکٹھا ہے اللہ کی قسم تم میں سے کوئی بچ کر نہ آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ضرور بضرور نکل کر جاؤں گا۔ خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نکل کر نہ جائے۔ آپ ستر مجاہدین کے دستہ کے ساتھ نکلے اور انکی زبانوں پر تھا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) بدر میں پہنچ کر آٹھ راتیں قیام کیا۔ وہاں تجارتی قافلہ پایا جن کے ساتھ خرید وفروخت کی اور اللہ تعالیٰ نے نفع عنایت فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف سلامتی وغنیمت کے ساتھ لوٹے۔ اہل مکہ نے اپنے اس لشکر کو جیش السویق کا لقب دیا اور کہا تم تو ستو کھانے نکلے تھے۔

النّاس جو پہلی مرتبہ واقع ہوا اس سے مراد نعیم ہے جمع بول کر واحد مراد لی گئی۔ یا اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے جو افواہ پھیلانے میں اسکے شریک حال تھے۔ اس لیے جمع لائے۔ دوسرا، النَّاسَ اس سے مراد ابوسفیان اور اسکے ساتھی ہیں۔ فَاخْشَوْهُمْ (تم ان سے ڈرو)۔ فَزَادَهُمْ (پس اس بات نے بڑھا دیا) وہ بات اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ تھی۔

یا نعیم نے بڑھا دیا اِيْمَانًا یعنی انکی بصیرت کو بڑھا دیا۔ اور یقین زیادہ کر دیا۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ (اور انہوں نے کہا اللہ تو ہمارے لئے کافی ہے) یعنی جو ہمارے لئے کافی ہے وہ اللہ ہی ہے کہتے ہیں احسبه الشیء جب اسکے لئے کافی ہو

جائے۔ یہ محسب کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں هذا رجل حسبك اب حسبك کو رجلٌ نکرہ کی صفت بنایا گیا ہے۔اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف غیر حقیقی ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اور وہ خوب کارساز ہے) وکیل بمعنی موکول الیہ ہے۔

بدر سے بسلامت واپسی:

۱۷۴: فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ۔ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ لوٹے) یعنی سلامتی اور دشمن پر رعب کے ساتھ لوٹے وَفَضْلٍ (اور فضل کے ساتھ)۔فضل سے مراد تجارت ہے ان کو دوگنا نفع ہوا۔لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (ان کو کوئی تکلیف دشمن کی مکاریوں سے نہ پہنچی)۔

نَحو : یہ انقلبو ا کی ضمیر سے حال ہے اور اسی طرح بنعمة بھی ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے فرجعو امن بدرٍ منعمین بریئین من سوءٍ۔وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اتباع کی)۔جرأت کے ساتھ اور افواہوں کے باوجود دشمن کے سامنے نکل کر۔اس کا انقلبوا پر عطف ہے۔وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) کہ اپنے فضل سے توفیق ان کے شامل حال کر دی۔

منافقین شیطان کے دوست ہیں:

۱۷۵: اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (بیشک یہ شیطان ہے)

نَحو : ذٰلِكُمُ مبتداء اور الشَّيْطٰنُ اس کی خبر ہے۔الشَّيْطٰنُ سے مراد نُعیم ہے۔يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ (وہ اپنے دوستوں کو ڈرا رہا ہے) مراد منافقین ہیں۔یہ جملہ مستانفہ ہے اور افواہ کا بیان ہے۔یا الشَّيْطٰنُ اسم اشارہ کی صفت ہے۔اور يُخَوِّفُ اس کی خبر ہے۔فَلَا تَخَافُوْهُمْ (تم ان سے مت ڈرو) یعنی اسکے دوستوں سے وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اور مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو) کیونکہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ خوف الٰہی کو ہر خوف پر ترجیح دے۔

قراءت: سہل و یعقوب نے وصل و وقف دونوں میں وَخَافُوْنِيْ پڑھا ابو عمرو نے صرف وصل میں اس طرح پڑھا۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

اور آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو تیزی کے ساتھ کفر میں جا پڑتے ہیں بے شک وہ لوگ اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ

اللہ چاہتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، بے شک

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ خرید لیا وہ ہرگز اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور ان کے لئے دردناک

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا

عذاب ہے۔ اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لئے بہتر ہے، بات یہی ہے

نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور زیادہ ترقی کر لیں اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

نقصان کے بیان کا ایک بلیغ انداز:

۱۷۶: وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (اور آپ کو غمزدہ نہ کریں)

قراءت: نافع نے تمام قرآن میں يُحْزِنْكَ پڑھا ہے سوائے سورۂ انبیاء کی آیت لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء۔۱۰۳) الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (وہ لوگ جو کفر میں تیزی سے گھسنے والے ہیں) یعنی وہ آپ کو غم میں نہ ڈالیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ نقصان پہنچائیں گے کیا تم اس ارشادِ الٰہی کی طرف نظر نہیں کرتے اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یعنی اولیاء اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مطلب یہ ہوا کہ کفر میں جلد گھس جانے کی وجہ سے تمہیں وہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے خود انہی کو نقصان ہوگا دوسروں کو اس کا وبال نہ پہنچے گا۔ پھر اگلی آیت میں واضح کر دیا کہ انکا وبال کس طرح انکی طرف واپس لوٹے گا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے ثواب میں کوئی حصہ مقرر کرنا نہیں چاہتے) یعنی ثواب کا حصہ۔ وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) ثواب کے بدلے عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بہت بڑا عذاب ہے) اور زیادہ بلیغ انداز ہے اس بات کو بیان کرنے کیلئے کہ یہ چیز انسان کے نفس کو نقصان پہنچانے والی ہے۔

ارادۂ کفر پر ثواب سے محرومی:

یہ آیت ارادۂ کفر و معاصی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ ان کو آخرت میں ثواب نہ ملے اور یہ ان کے کفر و معاصی کے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۷۷: اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ میں خرید کیا) اشْتَرَوا کا یہاں معنی بدلہ میں لینا ہے۔ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا (وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکتے)

نحو: شیئًا مصدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی شیئا من الضرر پہلی آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو پیچھے رہنے والوں میں سے منافق تھے یا اسلام سے مرتد ہو گئے اور دوسری آیت تمام کفار کے متعلق یا اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی کفار کے متعلق اور دوسری منافقین کے متعلق ہو۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اوران کے لئے دردناک عذاب ہے)

۱۷۸: وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ، اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ (اور ہرگز نہ گمان کریں)

اختلاف ونحو:

قراءت: یہ لَا یَحْسَبَنَّ اور اسکے بعد والے تین میں یا مضموم اور یحسبن یا کے ساتھ پڑھا مکی اور ابوعمرو نے اور تمام مقامات پر حمزہ نے تا سے پڑھا۔ اور مدنی اور شامی نے تمام مقامات پر یا کے ساتھ سوائے آل عمران کی آیت ۱۸۸ میں فلا تحسبَنّھم یہ تا کے ساتھ ہے۔ باقی قراء نے پہلے دو یا کے ساتھ اور آخری دو تا کے ساتھ پڑھے ہیں۔

الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا کافر۔ جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے اس کو مرفوع قرار دیا ای لا یحسبن الکافرون انّ اپنے اسم و خبر کے ساتھ یحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و لا یحسبن الذین کفروا املاء نا خیرًا لا نفسھم۔ کافر ہرگز گمان نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے اَنَّمَا کا مَا مصدریہ ہے۔ اصول خط کے مطابق اس کو الگ۔ اَنَّ۔ مَا لکھا جانا چاہیے تھا لیکن مصحف عثمانی میں متصل لکھا گیا اسی لئے اس کی اتباع میں متصل لکھا جاتا ہے۔

جنہوں نے تا سے پڑھا لا تحسبن انہوں نے الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا کو منصوب قرار دیا۔ ای لا تحسبن الکافرین اور اَنَّمَا نُمْلِیْ یہ کافرین سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَلا تحسبن انما نملی للکافرین خیر لھم اور اَنَّ مع مَا کے ساتھ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ الاملاء کا معنی امھال اور عمر کا طویل کر دینا ہے۔

جملہ مستانفہ ماقبل کی علت ہے:

اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا (بیشک ہمارا حکم دینا اس لئے ہے۔ تاکہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں) یہ مَا اس بات کا حقدار ہے کہ متصل لکھا جائے۔ کیونکہ یہ مَا کافہ ہے۔ نہ کہ اول اور یہ جملہ مستانفہ پہلے جملے کی علت ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ما بالھم لا یحسبون الاملاء خیرًا لھم ان کو کیا ہو گیا کہ وہ مہلت کو بہتر خیال نہیں کرتے؟ تو اس کا جواب دیا بیشک ہم ان کو مہلت اس

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

اللہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ

جدا نہ فرما دے۔ اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اللہ منتخب فرما لیتا ہے

مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان پر قائم رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ثواب عظیم ہے۔

لئے دے رہے ہیں تا کہ گناہوں میں وہ ترقی کر لیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (اور ان کے لئے ذلت والا عذاب ہے)

۱۷۹: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

لِيَذَرَ کی لام تاکید نفی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز مؤمنوں کو اس حالت پر جس میں تم اس وقت ہو کہ مخلص و منافق ملے جلے رہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (یہاں تک کہ ناپاک پاک سے جدا کر دے) یعنی یہاں تک کہ منافق مخلص سے الگ ہو جائے۔

نحو و قراءت:

يُمَيِّزَ حمزہ اور علی نے پڑھا۔ انتم کا خطاب تصدیق کرنے والے مخلص و منافق ہر دو کو ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ ما كان الله ليذر المخلصين منكم على الحال التى انتم عليها من اختلاط بعضكم ببعض حتى يميز هم منكم بالوحى الى نبيه و اخباره باحوالكم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کو اس حالت پر چھوڑنے والے نہیں کہ جس میں تم اب ہو کہ ملے جلے رہتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ منافقین کو تم سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتار کر یا ایسے واقعات رونما کر کے جس سے مخلص و غیر مخلص جدا ہو جائیں۔ (وحی کی مثال يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة اور واقعات کی مثال غزوۂ احد ہے) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا) یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کو غیوب کا علم دینے والے نہیں پس تمہیں رسولوں کی خبروں سے وہم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے جو خبریں وہ بعض لوگوں کے اخلاص اور دوسروں کے نفاق کے متعلق دیتے ہیں۔ وہ دلوں کی ان باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے دیتے ہیں پس وہ دلوں کا کفر و ایمان اس طریق سے بتلاتے ہیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ

اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بخل کرنا

خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ

ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے، جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا عنقریب قیامت کے دن ان کو اس کا طوق

الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

پہنایا جائے گا۔ اور اللہ کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی میراث ہے اور اللہ ان کاموں کی خبر رکھتا ہے جو

۱۸ ع ۹ خَبِيْرٌ ؏ ﴿۱۸۰﴾

تم کرتے ہو۔

رسولوں کو کسی کے دل کے نفاق واخلاص کی خبر وحی سے ہوتی ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہتے ہیں چنتے ہیں) یعنی لیکن اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر انکی طرف وحی کر کے خبر دیتے ہیں کہ غیب میں یہ بات اس طرح ہے اور فلاں کے دل میں نفاق اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے پس وہ اس خبر کو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جان لیتا ہے نہ کہ اپنے ذرائع سے۔

تردید فرقۂ باطنیہ:

اس آیت میں باطنی فرقہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے امام کے بارے میں علم غیب ثابت کرتے ہیں اگرچہ اپنے امام کے بارے میں نبوت کو تو ثابت نہیں کیا مگر نص صریح کی مخالفت کی کہ غیر رسول کیلئے غیب کی باتوں کی اطلاع ثابت کردی اور اگر وہ اپنے امام کیلئے نبوت کے قائل ہوں تو پھر دوسری نص و خاتم النبیین (الاحزاب۔۴۰) کے مخالف ٹھہرتے ہیں۔

(مگر افسوس کہ فرقہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ اور بہت سے قبر پرست اہل بدعت نے ائمہ اطہار اور اپنے پیروں تک کیلئے علم غیب کو ثابت کیا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منھا مترجم) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پس تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا (اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی نفاق سے بچو فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے) قیامت کے دن۔

منکرین زکوٰۃ کا انجام:

۱۸۰: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔

شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جو زکوٰۃ سے انکار کرنے والے تھے۔

(ہرگز نہ گمان کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دے رکھا ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل کرنا ان کے حق میں اچھا ہے۔

نحو : جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا۔ انہوں نے مضاف محذوف مانا یعنی لا تحسبن بخل الباخلین تم بخل کرنے والوں کے بخل کو ہرگز گمان نہ کرو۔ ھُو یہ ضمیر فصل ہے اور خیرًا لھم یہ مفعول دوم ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے یحسبن کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا یا احد کی طرف لوٹائی۔

اور جنہوں نے فاعل الذین یبخلون قرار دیا ان کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بخلھم ھو خیرًا لھم ۔ ھو ضمیر فصل ہے اور خیرًا لھم مفعول دوم ہے۔ بل ھو (بلکہ وہ) یعنی بخل۔ شَرٌّ لَّھُمْ (ان کے لئے برا ہے) کیونکہ ان کے اموال ان سے چھن جائیں گے اور وبال بخل ان پر باقی رہ جائے گا۔ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (عنقریب ان کو اس چیز کے جس پر بخل کیا طوق پہنائے جائیں گے)۔ یہ بل ھو شر لھم کی تفسیر ہے کہ عنقریب انکا وہی مال جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا طوق بنا کر انکی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔ من منع زکوٰۃ مالہ یصیر حیۃ ذکرًا اقرع لہ نا بان فیطوق فی عنقہ فینھشہٗ و یدفعہ الی النار (بخاری، نسائی، احمد) جس نے اپنے مال کو زکوٰۃ سے روک لیا اس کا مال گنجا سانپ بن جائے گا جن کی دو داڑھیں ہونگی وہ طوق بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ وہ اس کو ڈنگ مارے گا اور آگ کی طرف دھکیلے گا۔

وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں و زمین کی وراثت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ ان کے مابین ہے جس کے لوگ آپس میں وارث بنتے ہیں۔ خواہ وہ مال ہو یا اور کچھ پھر اس کی ملک پر بخل کیوں کرتے ہیں اور اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف نہیں کرتے؟ میراث اصل میں مِوْرَاث ہے واؤ کو یا سے بدل دیا ماقبل کسرہ کی وجہ سے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو اس سے خبردار ہے)۔

قراءت: ابوعمرو مکی نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔ تا التفات کے طریقہ پر پڑھی گئی ہے اور وعید کے لحاظ سے یہ زیادہ بلیغ انداز ہے اور یا یہ اپنے ظاہر پر ہے۔

وقف لازم

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ

بلاشبہ اللہ نے سن لی ان کی بات جنہوں نے کہا ہے کہ بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں،

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

عنقریب ہم ان کی بات کو لکھ لیں گے اور جو انہوں نے نبیوں کے ناحق خون کئے ہیں اس کو بھی لکھ لیں گے اور ہم کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

کہ چکھ لو جلنے کا عذاب، یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے، اور بلاشبہ اللہ

لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا

بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے، جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے ہم سے یہ فرمایا ہے کہ ہم

نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ

کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی کی چیز نہ لائے جسے آگ کھا جائے آپ فرما دیجئے مجھ سے پہلے بہت سے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ

رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور جو تم کہہ رہے ہو وہ بھی لائے پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ

تم سچے ہو؟ سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں وہ کھلی کھلی نشانیاں لائے

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

اور صحیفے لائے اور روشن کتاب لائے۔

یہود کا بدترین جارحانہ مقولہ:

۱۸۱: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی ہیں) یہ بات یہود نے کہی جبکہ یہ ارشاد ربانی ان کے کان میں پڑا۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا (البقرہ: ۲۴۵) کہ کون اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے۔ یہود کہنے لگے محمد ﷺ کا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے پس پھر تو ہم غنی اور وہ فقیر ہے۔

قَدْ سَمِعَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انکی یہ بات مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے پوری سزا تیار کر رکھی ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا (عنقریب انکی بات ہم لکھ لیں گے) یعنی کراماً کاتبین کو ان کے اس قول کے متعلق حکم دیں گے کہ وہ صحائف اعمال میں درج کرلیں یا ہم اس کو محفوظ کرلیں کیونکہ مخلوق کی طرف سے کتابت تحفظ کیلئے ہوتی ہے تو مجازاً سنکتب کہہ دیا گیا۔ ما مصدر یہ یا بمعنی الذی ہے۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (اور انکا انبیاء کو قتل ناحق کرنا) اس کا ما پر عطف ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے قتل کو اس کا قرینہ قرار دیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ یہ دونوں گناہ بڑائی میں ہم پلہ ہیں۔ اور جو شخص قتل انبیاء کی جرأت کرسکتا ہے۔ اس سے اس قسم کی باتیں بعید نہیں وَنَقُوْلُ اور ہم ان کو کہیں گے قیامت کے دن۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (تم جلنے کا عذاب چکھو) یعنی آگ کا عذاب جیسا تم نے مسلمانوں کو تکالیف پہنچائیں۔ ضحاک کہتے ہیں۔ جہنم کے فرشتے ان کو یہ بات کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے کی گئی کہ یہ اسکے حکم سے ہے۔

قراءت: حمزہ نے قَتْلُهُمْ لام کے ضمہ اور سنکتب کو سَيُكْتَبُ پڑھا ہے۔

ید کی اضافت آلۂ عمل کی وجہ سے:

۱۸۲: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (یہ ان اعمال کے سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے) ذٰلِكَ اس سے انکی وہ سزا جو ذکر ہو چکی اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ عذاب ان اعمال کفریہ اور معاصی کے بدلے میں ہے جو تم نے آگے بھیجے ہیں۔ اور ید کی طرف اضافت اعمال کی اس لئے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں اور تغلب کے طور پر تمام اعمال کو واقع شمار کر کے ید کی طرف نسبت کردی اور اس لئے بھی کہ کسی چیز کے حکم دینے والے کو فاعل کہا جاتا ہے پس ہاتھوں کا تذکرہ پختہ ثبوت کیلئے ہے یعنی اس نے یہ کام بذات خود کیا کسی نے کرنے کا اس کو نہیں کہا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بالکل ظلم کرنیوالے نہیں) بلاجرم کے ان کو سزا نہیں دیتے۔

۱۸۳: اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا (وہ لوگ جنہوں نے کہا)

نحو: یہ پہلے اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا سے بدل ہو کر مجرور ہے اور اعنی فعل سے منصوب بھی ہوسکتا ہے اور ھم کو مضمر مان کر مرفوع ہوگا۔

یہود کا باطل دعویٰ:

اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ (اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہمیں حکم دیا) اور وصیت کی۔ اَلَّا نُؤْمِنَ کہ ہم ایمان نہ لائیں لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ (کسی رسول پر یہاں تک کہ وہ پیش کرے ایسی قربانی جس کو آگ کھائے) یعنی وہ قربانی پیش کرے اور آسمان سے آگ اتر کر اس کو جلا ڈالے۔ پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم یہ معجزہ پیش کردو تو ہم آپ کی تصدیق کردیں گے۔

یہود کا یہ دعویٰ باطل اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کیونکہ آگ کا قربانی کو جلا ڈالنا اس پیغمبر کا معجزہ اور اس پر ایمان کا سبب ہے جس کو یہ معجزہ دیا گیا ہو۔ پس اس لحاظ سے اس قسم کی قربانی اور دیگر معجزات برابر ہوگئے۔

ہر دو معجزات کے باوجود تم نے انبیاء (علیہم السلام) کو کیوں قتل کیا؟

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ (کہہ دیں تحقیق تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول معجزات لیکر آئے) جو قربانی کے علاوہ تھے وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ (اور وہ بھی لائے جو تم نے کہا) یعنی تمہارے اسلاف کے پاس جن کا اپنے کو تم پیروکار کہتے ہو۔ وہ معجزات بھی لائے اور ان کے افعال کو وہ پسند بھی کرتے تھے۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ (تم نے ان کو کیوں قتل کیا) اگر اس پیغمبر پر ایمان سے تمہارے سامنے یہی رکاوٹ ہے۔ تو تم ان پر ایمان کیوں نہ لائے۔ ان کو کیوں قتل کیا۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنی اس بات میں اور ایمان اسی لئے مؤخر کر رہے ہو۔

تسلیۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

۱۸۴: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ۔ (پس اگر یہ آپ کو جھٹلا دیں پس جھٹلائے گئے بہت رسول آپ سے پہلے) اگر یہ یہود آپ کو جھٹلا دیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی۔ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ (جو کھلے ہوئے معجزات لائے تھے) وَالزُّبُرِ (کتابیں) یہ زبور کی جمع ہے اور یہ الزَّبْر سے نکلا جس کا معنی لکھنا ہے۔

قراءت: شامی نے وَبِالزُّبُرِ پڑھا۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ (اور روشن کتابیں) اول قول یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔ صرف اوصاف میں اختلاف کی وجہ سے الگ ذکر کیا۔

زبور: ایسی کتاب جس میں زجر والے احکام ہوں۔ اور کتاب منیر ایسی کتاب جو مکمل راہنمائی کا کام دے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ

ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے اور بات یہی ہے کہ تم کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا

سو جو شخص بچا دیا گیا آگ سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں سو وہ کامیاب ہو گیا۔ اور دنیا والی زندگی دھوکہ

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ

کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم لوگ ضرور ضرور آزمائے جاؤ گے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں، اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ

دی گئی اور جن لوگوں نے شرک کیا ان کی طرف سے ضرور بالضرور بہت سی باتیں دل آزاری کی سنو گے، اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تکذیب پر غم نہ کریں، مطلق کامیابی کی جگہ آخرت ہے:

۱۸۵: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ (ہر جی نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

نحو: كُلُّ نَفْسٍ مبتداء ہے اور ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ اس کی خبر ہے۔ نکرہ کو عموم کی بناء پر مبتداء بنایا جا سکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انکی تکذیب آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ کیونکہ تمام مخلوق نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ میں ان کو انکی تکذیب اور تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ دونگا۔ اور آیت کے اگلے حصے میں اسی کا ذکر کیا۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور تمہیں تمہارے اعمال کا کامل ثواب دیا جائے گا) باقی دنیا دار الجزاء نہیں۔ فَمَنْ زُحْزِحَ (جو دور کر دیا گیا) الزحزحة دور کرنے کو کہتے ہیں۔ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آگ سے اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس اس نے بھلائی کو پالیا) یہ بھی کہا گیا کہ اس کو مطلق کامیابی میسر آ گئی۔ الفوز پسندیدہ چیز کا ملنا اور ناپسند سے دور ہونا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیوی زندگی تو فقط دھوکے کا سودا ہے) دنیا کو ایسے سودے سے تشبیہ دی جس کو فروخت کرنے والا خریدار کو فریب دینے کیلئے پیش کرتا ہے۔ تاکہ دھوکہ میں مبتلا ہو کر وہ اس کو خرید لے۔ ظاہر میں وہ کام کی چیز ہے اور حقیقت میں وہ کچھ نہیں پھر اس کی خرابی اور نقص ظاہر ہو جائے۔

شیطان اصل میں دھوکہ میں پھانسنے والا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حکم اس کیلئے ہے جس نے دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ باقی جس نے دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کیا۔ وہ اسکے لئے مقصود تک پہنچانے والا سامان ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا نباتات کی سبزی اور لڑکیوں کی گڑیوں کی طرح ہے جس کا کچھ حاصل نہیں۔

شدائد سہنے کے عادی بنو:

۱۸۶: لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ لَتُبْلَوُنَّ (ضرور اللہ کی قسم تمہاری آزمائش ہوگی) فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ (تمہارے اموال میں) ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کا حکم دے کر اور اس پر آفات کے ذریعہ وَاَنْفُسِكُمْ (اور تمہارے نفسوں میں) قتل قید، زخم اور نفوس پر قسم قسم کے جو مصائب و مواقع خوف آتے رہتے ہیں۔

نفس جو آنکھوں سے نظر آئے:

آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نفس آنکھوں سے نظر آنیوالا جسم ہے نہ وہ جس میں باطن کا معنی پایا جائے۔ جیسا کہ بعض اہل کلام اور فلاسفہ نے کہا (کذا فی شرح التاویلات) وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور ضرور تم سنو گے ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی) اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا (اور مشرکوں سے بہت سی دکھ کی باتیں) جیسا کہ دین میں طعن و تشنیع، ایمان قبول کرنے سے لوگوں کو رکاوٹ ڈالنا۔ اہل ایمان کو غلط قرار دینا وغیرہ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو گے) انکی ایذاء پر اور وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو گے) اللہ کے خوف سے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ پس یہ صبر و تقویٰ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (عزیمت کے کاموں میں سے ہیں) یعنی یہ ایسے معاملات میں سے ہیں جن پر عزم و پختگی لازم ہے۔ ایمان والوں کو اس سے مخاطب کیا گیا۔ تا کہ وہ اپنے نفوس کو ان شدائد کے سہنے کا عادی بنائیں جو عنقریب پیش آئیں گے۔ اور ان پر صبر کریں۔ جب ایسے مواقع پیش آئیں تو پہلے سے وہ نفوس کو عادی بنانے والے ہوں تا کہ ان کو ایسی حالت نہ سامنے آئے جو اس آدمی کو آتی ہے جس پر اچانک مصیبت اترے اور اس کا دل اس سے نفرت کرے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے مضبوط عہد لیا جن کو کتاب دی گئی کہ تم ضرور ضرور کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا

وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا

اور اس کو نہ چھپانا، سو انہوں نے اس کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور انہوں نے اس کے ذریعہ تھوڑی سی

قَلِيْلًا ط فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا

قیمت خرید لی، سو بری ہے وہ چیز جو وہ خریدتے ہیں۔ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں

وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ

اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے ان کے بارے میں آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے

الْعَذَابِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

چھوٹ گئے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع ۱۹ ۹

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کتمانِ حق، حق فروشی کی ممانعت:

۱۸۷: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جن کو کتاب دی گئی) یعنی اس وقت کو یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا۔ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (اس کو ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا لوگوں سے) وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ تا کے ساتھ ان کے خطاب کی حکایت کے طور پر فرمایا جیسا اس ارشاد میں: وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ [الاسراء:۴] میں لَتُفْسِدُنَّ تا کے ساتھ ہے۔

قراءت: مکی نے یا کے ساتھ پڑھا اور ابوعمرو اور ابوبکر نے انکی موافقت کی۔ کیونکہ وہ غیب کا صیغہ ہے اور ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے اور اس سے تاکید کی کہ کتاب کو بیان کرنا واجب اور اسکے کتمان سے بچنا لازم ہے۔ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (پس انہوں نے اس میثاق اور اس تاکید کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا) یعنی اس کی رعایت نہ کی اور نہ ہی اس کی طرف التفات کی۔ النبذ، وراء الظهر یہ پھینکنے اور تیاری کو چھوڑنے کی ایک مثال ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری:

. اس میں دلیل ہے کہ علماء کے ذمہ ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے وہ حق کو کھول کر بیان کریں ، جس کو وہ جانتے ہیں۔اوراس میں سے کوئی چیز نہ چھپائیں کسی فاسد غرض کی خاطر مثلاً ظالموں کیلئے آسانی پیدا کرنے اوران کوخوش کرنے یا ان سے کوئی نفع اٹھانے یا کسی ایذاء کے دور کرنے کیلئے یا علم پر بخل کرتے ہوئے حدیث نبوی علی صاحبھا الصلوات والسلام۔جس نے لوگوں سے علم چھپایا اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام پہنائیں گے۔(ابوداؤد۔ترمذی)

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (اوراسکے بدلے انہوں نے حقیر معاوضہ لیا) یعنی معمولی سامان دنیا۔فَبِئْسَ مَايَشْتَرُوْنَ (پس بری ہے وہ چیز جو معاوضہ میں وہ لے رہے ہیں)

یہود مدلسین اور ریا کاروں کو تنبیہ:

۱۸۸: لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (ہرگز نہ خیال کریں آپ ان لوگوں کا جو اتراتے ہیں)

نحو : لَاتَحْسَبَنَّ میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ایک مفعول الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ کا جملہ ہے۔اور دوسرا مفعول بِمَفَازَةٍ ہے۔اور فلا تحسبنهم یہ اس کی تاکید ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تحسبنهم فائزین۔

بِمَآ اَتَوْا (اس پر جو انہوں نے کیا) یہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے اور جاء اور اتٰی بمعنی فعل آیا ہے۔جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔انهٗ كان وعدهٗ ماتيًّا (مریم ۶)۔لقد جئتِ شيئًا فريًّا (مریم۔۲۷)۔نخعی رحمہ اللہ کی قراءت میں بما آتو یعنی اعطوا ہے۔وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ (اور وہ پسند کرتے ہیں کہ انکی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے پس ہرگز ان کو عذاب سے بچنے والے مت خیال کرو) مفازة کا معنی نجات پانے والے ہے۔وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہاں الیم بمعنی مولم ہے۔روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت فرمایا جو تورات میں مذکور تھی۔انہوں نے حق کو چھپا کر آپ کو غلط خبر دی۔اور ظاہر یہ کیا کہ انہوں نے سچ بولا ہے۔اور آپ سے تعریف کے طالب ہوئے۔اور اپنی تدلیس پر بڑے خوش ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔اور ان کے لئے وعید اتار کر آپ کو تسلی دی۔مطلب یہ ہوا تم ہرگز یہود کو عذاب سے چھوٹنے والا مت خیال کرو۔انکی اس تدلیس پر جو آپ سے انہوں نے کی اور پھر تعریف کے طالب ہوئے اس پر جو انہوں نے نہیں کیا تھا یعنی آپ کے سوال کا درست جواب دینا۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ منافقین تھے جو اس پر خوش تھے کہ انکو مسلمانوں کے سامنے صرف اظہار ایمان ہی کفایت کرنے والا ہے اور اس سے انکی اغراض بھی پوری ہوتی ہیں۔اور اس سے وہ اپنے ایمان کی تعریف کروانا چاہتے ہیں جو حقیقت میں ان میں مفقود ہے۔

مسئلہ: اس میں ایسے لوگوں کیلئے وعید ہے جو کوئی نیکی کر کے پھر اتراتے پھرتے ہیں اور انکی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ انکی ایسے

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور یکے بعد دیگرے رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے

لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی

نشانیاں ہیں، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے

جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا

ہوئے۔ اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ اے ہمارے رب

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ

آپ نے اس کو عبث پیدا نہیں فرمایا، ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ سو آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے، اے ہمارے رب اس میں شک نہیں کہ

تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا

جسے آپ دوزخ میں داخل فرما دیں تو واقعی آپ نے اس کو رسوا کر دیا، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے

سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا

ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے پکار رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر، سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ۚ

سو آپ مغفرت فرما دیجئے ہمارے گناہوں کی، اور کفارہ کر دیجئے ہمارے گناہوں کا اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ موت دیجئے۔

افعال سے تعریف کریں جو انہوں نے نہیں کیے۔

ملکیت عامہ سے یہود کی مذمت:

۱۸۹: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (آسمان و زمین اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں) وہ ان کے معاملات کا اختیار رکھتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی۔ جو اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ (آل عمران: ۸) کا نعرہ مارنے والے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان کو عذاب دینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔

دلائلِ عقلیہ سے قدرت وعظمتِ باری کا اثبات:

۱۹۰: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (بیشک آسمان و زمین کی

پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں البتہ نشانیاں ہیں) کیونکہ خالق کی ہستی میں کمال علمی، ہمہ گیر قدرت اور ارادہ وحکمت کے ثبوت کی کھلی دلیلیں موجود ہیں۔ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (ان لوگوں کیلئے جن کو دانش وفہم حاصل ہے) اور انکی عقل خواہشات سے اس طرح خالی ہو جس طرح مغز چھلکے سے۔ پس اس کی رائے یہ ہے کہ جواہر میں پیدا شدہ عرض جواہر کے حدوث کی علامت ہے۔ کیونکہ کوئی جوہر عرض حادث سے جدا نہیں ہوسکتا اور جو کسی حال میں حادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے پھر اس کا حدوث کسی محدث کے وجود کی دلیل ہے۔ اور وہ ذات قدیم ہے۔ ورنہ یہ سلسلہ غیر متناہی محدثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ جو کہ باطل ہے پس وجود قدیم ثابت ہو گیا۔

اسی طرح اس کی حسن صنعت اسکے علم کی دلیل ہے۔ اور صنعت کی پختگی اس کی حکمت کی دلیل ہے۔ اور اس کا باقی رہنا اس کی قدرت کی دلیل ہے۔ رسول مقبول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی پر افسوس ہے کہ جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس کی تلاوت میں غور وفکر نہ کیا (السیوطی والدر المنثور) بنی سرائیل کی حکایات میں ہے کہ بنی سرائیل میں جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تیس سال عبادت کرتا تو اس پر بادل سایہ کرتا۔ ایک نوجوان نے تیس سال عبادت کی مگر اس پر بادل نے سایہ نہ کیا۔ اس کی والدہ نے کہا اس زمانہ میں شاید تم سے کوئی لغزش صادر ہوئی ہو۔ اس نے کہا مجھے تو یاد نہیں۔ اس نے کہا شاید تم نے کبھی آسمان کو دیکھ کر عبرت نہ حاصل کی ہو۔ اس نے کہا شاید یہی ہو۔ پس وہ انعام تمہیں اسی سے ملے گا۔

۱۹۱: اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

نحو : اَلَّذِیْنَ (جو لوگ) یہ مجرور مانیں تو اُولِی کی صفت ہے یا اعنی کو مضمر مانیں تو منصوب ہے۔ ھم کو مبتداء محذوف مانیں تو خبر مرفوع ہے۔ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں) یعنی نماز پڑھتے ہیں۔ قِیٰمًا (کھڑے ہونے کی حالت میں) جبکہ ان کو قیام پر قدرت ہو۔ وَّ قُعُوْدًا (بیٹھنے کی حالت میں) وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (اپنے پہلوؤں پر) یعنی جب قیام وقعود سے عاجز ہوتے ہیں۔

نحو : قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا ۔ یَذْكُرُوْنَ کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں اور عَلٰی جُنُوْبِهِمْ بھی حال ہے۔

دوسری تفسیر : ان حالات کا ذکر کر کے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بیان فرمایا کیونکہ ان حالات سے انسان کم ہی خالی ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی جنت کے باغات میں چرنا اور کھانا پینا چاہتا ہے وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

مخلوق میں غور وفکر عبادت ہے:

وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں) اور جس چیز پر ان بڑے اجسام کی ایجاد اور انکی شاندار صنعت دلالت کرتی ہے اور وہ اشیاء جن کے بعض عجائب کے ادراک سے انسانی فہم عاجز و درماندہ ہیں جیسے صانع کی عظیم شان سلطنت اور اس کی بڑائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اوپر کو منہ تھا اچانک اس کی نگاہ آسمان اور ستاروں پر پڑی۔ تو

کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ایک مالک اور خالق ہے۔اے اللہ مجھے بخش دے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر رحمت فرمائی اور اس کو بخش دیا۔(رواہ الثعلبی وابن حبان) آپ ﷺ نے فرمایا۔سوچ و بچار جیسی کوئی عبادت نہیں (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا۔سوچ و بچار غفلت کو ختم کرتی ہے اور دل میں خشیت پیدا کرتی ہے اور غم کی طرح کوئی چیز دل کو جلا نہیں دیتی اور تفکر کی طرح کوئی چیز دل کو روشن نہیں کرتی۔رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (اے ہمارے رب تو نے اس کو بیکار پیدا نہیں فرمایا) یہ حال کے محل میں ہے۔یعنی یہ کہتے ہوئے وہ سوچ بچار میں مصروف ہوتے ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اس کو بیکار مخلوق نہیں بنایا جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔بلکہ اس کو کسی عظیم الشان حکمت کے تحت پیدا فرمایا۔ایک حکمت ان میں سے یہ ہے کہ تو نے اس کو مکلفین کی رہائش گاہ بنایا۔اور اس میں ان کے تجھے پہچاننے کیلئے بہت سے دلائل موجود ہیں۔اور ھٰذَا کا اشارہ خَلْق کی طرف ہے اور وہ اس طرح کہ مراد اس سے مخلوق ہو۔یا اس کا مشارٌ الیہ السمٰوٰت والارض ہیں۔کیونکہ وہ بھی مخلوق کے مفہوم میں داخل ہیں۔گویا اس طرح کہا گیا۔مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

سُبْحٰنَكَ (اے اللہ تو سبحان ہے) باطل مخلوق کے اوصاف سے تو پاک ہے۔

سُبْحٰنَكَ یہ جملہ معترضہ ہے۔فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اس میں فاکو اس لئے لایا گیا کیونکہ اس میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔اذا نزهناك فقنا جب ہم نے آپ کو سبحان مان لیا تو تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حقیقی رسوائی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے:

۱۹۲: رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔ (اے ہمارے رب بیشک تو نے جس کو آگ میں داخل کر دیا پس اس کو رسوا کر دیا) اس کی تذلیل کر دی یا اس کو ہلاک کر دیا یا اس کو رسوا کر دیا۔

غلط استدلال: اس آیت میں: يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم۔۸) کو ملا کر استدلال کیا۔کہ جو آگ میں داخل ہو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا کیونکہ آگ میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا۔

جواب: جابر رضی اللہ عنہ نے کہا مؤمن کو رسوا کرنے کا مطلب اس کو ادب سکھانا ہے۔اور رسوائی تو اس سے بڑھ کر ہے۔

دونوں آیات کے ظاہر تضاد کا ازالہ: یوم لا یخزی اللّٰه النبی: الآیة میں کامل ایمان والوں کا تذکرہ ہے اور معہ اس کا قرینہ ہے۔اور اس آیت میں من تدخل النار عام ہے اور حضرت انس کے بقول اس سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا مراد ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا) لِلظّٰلِمِيْنَ سے مراد آگ میں داخل ہونے والے، کفار مراد ہیں انصار سے مراد معاون و سفارشی جو انکی سفارش کر سکیں جیسا کہ ایمان والوں کیلئے ہونگے۔

بڑے منادی کی نداء:

۱۹۳: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی نداء دے رہا تھا)

محاورہ ہے: سمعت رجلاً یقول کذا اس میں فعل کو رجل پر ڈالا اور جو چیز سنی اس کو حذف کر دیا کیونکہ تم نے اس چیز سے اس کا وصف بیان کیا جو وہ سنتا ہے۔ اس لئے سنی ہوئی چیز کے ذکر کی ضرورت نہ رہی۔ اگر فعل سے اس کی صفت نہ کی جاتی تو اس طرح کہتے: سمعت کلام فلان۔ المنادی سے مراد یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید ہے۔ يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ: وہ ایمان کی نداء دے رہا تھا۔ یعنی لام اجلیہ ہے وہ ایمان باللہ کیلئے منادی دے رہا تھا اس میں منادی کی شان کو خوب بڑھا کر ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کوئی منادی اس سے زیادہ بڑا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دے رہا ہو۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ اَنْ مصدریہ اور بَا مقدر یا اَنْ تفسیریہ منادی ایمان آمنوا کے لفظ سے تھی۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (تم ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لے آئے)

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایمان میں استثناء کے باطل ہونے کی اس میں دلیل ہے۔ (یعنی اس طرح کہنا غلط ہے کہ میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ میں یقیناً مؤمن ہوں۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا (اے ہمارے رب تو پھر ہمارے گناہوں کو بخش دے) ہمارے کبائر کو بخش دے۔ (فاغفر کی فَا سببیہ ہے پہلا کلام بعد والے کلام کا سبب ہے۔

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا (اور ہمارے صغیرہ گناہوں کو ہم سے مٹا دے) وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے) یعنی انکی دوستی کے ساتھ خاص فرما اور ان میں ہمارا شمار فرما۔ الْاَبْرَارِ جمع بَرّ یا بار کی ہے۔ اس سے مراد سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے لوگ۔ اسی طرح کی جمع رب، ارباب اور صاحب اصحاب ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

اے ہمارے رب اور ہمیں عطا فرمائیے جو آپ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجئے، بلاشبہ آپ وعدہ خلافی

الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

نہیں فرماتے۔ پس اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں ضائع نہ کروں گا تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ

مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے سے ہو سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے

دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

گئے اور میری راہ میں ان کو ایذا دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کئے گئے سو میں ضرور ضرور ان کے گناہوں کا کفارہ کر دوں گا

وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ بدلہ ملے گا اللہ کے پاس سے

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾

اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

وعدہ والوں میں شمولیت کی دُعا:

١٩٤: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (اے ہمارے رب دے ہمیں جو آپ نے وعدہ فرمایا اپنے پیغمبروں کی زبانی) یعنی رسولوں کی تصدیق کے بدلہ میں جو وعدہ کیا یا پیغمبروں پر جو وعدہ تو نے نازل کیا تھا یا اپنے پیغمبروں کی زبانی کئے ہوئے وعدے۔

نَحو : علی یہ وعدتنا سے متعلق ہے۔ جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ثواب ہے یا دشمنوں پر نصرت۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدے کی تکمیل طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے۔ اے اللہ ہم آپ سے اس بات کی توفیق طلب کرتے ہیں کہ جو اسباب اس وعدہ کی تکمیل کرنے والے ہیں ہمارے حق میں انکی حفاظت فرما۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کے حق میں تیرا وعدہ ہے۔ کیونکہ وعدہ میں اس بات کو ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ کن کے لئے ہے۔ یا مراد یہ ہے ہمیں اس راستہ پر ثابت قدمی عنایت فرما جو ہمیں تیرے وعدے تک پہنچا دے اور اس کی تائید آیت کا اگلا حصہ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کر رہا ہے۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور تو ہمیں قیامت میں رسوانہ فرما) اس میں

مزید خشوع وخضوع کوذکر کیا۔اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بلاشبہ آپ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یہ میعاد مصدر میمی ہے وعدے کے معنی میں آیا ہے۔

۱۹۵:فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (پس ان کے رب نے انکی دعا قبول فرمائی) یہاں استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔

اَنِّيْ یہاں با اس سے قبل محذوف ہے۔ بایں طور لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ (کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل ضائع نہیں کرونگا)

نحو: منکم یہ عامل کی صفت ہے۔مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى یہ عامل کا بیان ہے۔خواہ وہ کرنیوالا مرد ہو یا عورت۔

کاملین کے ساتھ شرکت کا وعدہ:

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) مرد عورتوں میں سے اور عورتیں مردوں میں سے تم سب اولاد آدم ہو یا تم دین و نصرت میں ایک دوسرے کی معاونت کرنے والے ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔اس سے عورتوں کی مردوں کے ساتھ ان وعدہائے ربانی میں شرکت بتلائی جو اس نے اپنے کامل فرمانبردار بندوں سے کر رکھے ہیں۔حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے۔کہ جس شخص کو کوئی معاملہ پیش آئے اور وہ پانچ مرتبہ ربنا اتنا ما وعدتنا پڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو خوف سے نجات دیتے ہیں اور اس کا مقصود پورا فرمادیتے ہیں۔فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی)

نحو: اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مبتداء ہے لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ یہ خبر ہے۔فَالَّذِيْنَ سے عاملین کے عمل کی تفصیل ذکر فرمائی۔اس سے عامل کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے گویا اس طرح فرمایا جنہوں نے یہ شاندار، اعلیٰ اعمال انجام دیئے جیسے ہجرت عن الوطن وہ اپنے دین میں اس طرح کامیاب ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی میں مامون ہونگے۔ہجرت خواہ آخر زمانہ میں واقع ہو وہ اسی طرح ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی۔وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے) جہاں وہ پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ (اوران کو میری راہ میں تکلیف دی گئی) خواہ وہ تکلیف ضرب وشتم کی قسم سے تھی یا ضیاع اموال کی صورت میں تھی۔سبیلی سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر ہے۔وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا (انہوں نے کفار سے لڑائیاں کیں اور شہید کردیئے گئے)

قراءت: مکی وشامی نے قُتِّلوا پڑھا ہے۔اور حمزہ وعلی نے وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا التقدیم وتاخیر سے پڑھا ہے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ واؤ ترتیب کو لازم نہیں کرتی لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (میں ضرور ان سے انکی غلطیاں مٹادونگا اور ضرور ان کو ایسے باغات میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ثَوَابًا یہ محذوف فعل کا مفعول مطلق بطور تاکید لایا گیا ہے۔یعنی اثابة یا تثو یبا۔ من عند اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ثواب، یعنی تثویبا من عند اللّٰہ ہے کیونکہ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ

ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے آپ کو کافروں کا شہروں میں آنا جانا یہ تھوڑا سا نفع ہے۔ پھر

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا

باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے۔ اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

اللہ کے پاس ہے بہتر ہے نیک بندوں کے لئے۔

لاثیبنھم کے معنی میں ہے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے یعنی ذات باری تعالیٰ ہی یہ بدلہ دے سکتی ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

شانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار تو مزے لے رہے ہیں اور ہم بھوک سے نڈھال ہیں اس پر یہ آیات اتریں۔

استقامت علی الحق کا لطیف انداز:

۱۹۶: لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ۔ (اے مخاطب تمہیں کفار کا شہروں میں آنا جانا دھوکہ میں مبتلا نہ کرے) اس میں ہر ایک کو خطاب کیا گیا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مراد دوسرے لئے گئے یا قوم کے سربراہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور اس کو مخاطب کرنا تمام کو خطاب کے قائم مقام ہوتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لَا يَغُرَّنَّكُمْ تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اے مخاطبین۔

نمبر۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو انکی حالت کی وجہ سے دھوکہ میں مبتلا ہونے والے نہ تھے۔ اس سے آپ کو اس بات پر ثابت قدم رکھنے اور لازم کرنے کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ (القصص:۸۶) وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:۱۴) یہ تو نہی میں اس کی دو نظیریں ہیں۔ امر میں اس کی نظیر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (النساء:۱۳۶) ہے۔

فانی بہرحال قلیل ہے:

۱۹۷: مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ (تھوڑا نفع حاصل کرنا ہے)

نحو: یہ مبتدائے محذوف تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ کی خبر ہے۔ قلیل کہنے کی وجہ۔ نمبر۱: آخرت باقیہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیا اور فانی

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ

اور بلاشبہ بعض اہل کتاب ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا تمہاری طرف اور جو نازل کیا گیا

اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

ان کی طرف جو عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کے لئے وہ نہیں خریدتے اللہ کی آیات کے بدلہ تھوڑی سی قیمت، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

دنیا کی چند لذات لے لیں۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے جوثواب تیار کر رکھا ہے۔اسکے مقابلہ میں یہ قلیل ہے۔نمبر۳۔ دنیا کے ختم ہونے کی وجہ سے یہ ذاتی طور پر حقیر ہے ہر زائل ہونے والی چیز قلیل کہلاتی ہے۔ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) گویا انہوں نے اپنے لئے بہت بری چیز تیار کی ہے۔

متقین کو خلود والی نعمتیں ملیں گی:

۱۹۸: لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔

(لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا) یعنی شرک سے بچ گئے۔لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا (ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بطور مہمان) النُّزُل والنُزْلَ کا معنی مہمان کو پیش کیا جانے والا کھانا۔

تین تراکیب:

نزلًا یہ حال ہے۔جَنّٰتٌ سے۔اس میں عامل لَهُمْ کالام ہے۔

نمبر۲۔یہ مصدر موکد ہے۔گویا اس طرح کہا گیا۔رزقًا یعنی جعل ذٰلك رزقًا۔

نمبر۳۔عطاء۔جعل ذٰلك عطاءً

مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ (اللہ کے ہاں) یہ نزلاً کی صفت ہے۔وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) بے شمار اور دائمی خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (وہ ابرار کیلئے بہت بہتر ہے) اس کی بہ نسبت جس کیلئے کفار و فجار سر مارتے پھر رہے ہیں کیونکہ وہ قلیل و زائل ہے۔

اہل نحو کے ہاں لکن استدراک کیلئے آتا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ اگر چہ وہ نفع اٹھا رہے ہیں لیکن ان کے نفع اٹھانے میں بقاء نہیں۔یہ بقاء متقین کیلئے ہوگی۔یہ تشدید کے ساتھ لکنَّ بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۹۹: وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰ ع

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں جم کر رہو اور نیک کاموں میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ع ۲۰/۱۱

ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

شَانِ نُزُوْل: نمبر ۱۔ یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اوران کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اہل کتاب میں سے اسلام قبول کیا۔

نمبر ۲۔ اہل نجران میں چالیس آدمی جو اسلام لائے۔

نمبر ۳۔ اور اہل حبشہ میں سے ۳۲ بتیس آدمی اور آٹھ روم سے آئے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے وہ اسلام لے آئے۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ (بیشک اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں)

نحوی تحقیق:

نمبر ۱: اِنْ کے اسم پر لام ابتداء داخل ہے کیونکہ ظرف کی وجہ سے فاصلہ ہوگیا۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ اور جو اتارا گیا تمہاری طرف یعنی قرآن مجید۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ (اور وہ جو اتارا گیا انکی طرف) یعنی تورات وانجیل۔ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں)

نمبر ۲: یہ یؤمن کے فاعل سے حال ہے کیونکہ من یؤمن لفظاً اگرچہ مفرد ہے مگر معناً جمع ہے۔ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت لینے والے نہیں ہیں) جیسا کہ غیر مسلم احبار اوران کے دیگر بڑے کرتے تھے۔

نمبر ۳: یہ حال کے بعد حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ خریدنے والے نہیں ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ایسے لوگوں کیلئے اِن کا اجراُن کے رب کے ہاں ہے) مراد اس سے وہ مخصوص اجر ہے۔ جو ان کو ملے گا۔ اور وہی اجر ہے جس کا وعدہ اس ارشاد ربانی میں فرمایا گیا ہے اولئك يؤتون اجرهم مرتين کہ ان لوگوں کو اجر دو مرتبہ ملے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

صبر و تقویٰ کامیابی کا راز ہے:

۲۰۰: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (اے ایمان والو! تم صبر کرو) دین کے سلسلہ میں اور اس کی خاطر آنے والی تکالیف پر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ صبر۔ نفس کو ناپسند چیز پر روکنا اور گھبراہٹ کا اظہار

نہ کرنا۔ وَصَابِرُوْا (اور دشمن کے مقابلہ میں جہاد کے شدائد پر صبر کرو) یعنی لڑائی کی تکالیف برداشت کرنے میں ان پر غالب آ جاؤ۔ اور صبر وثبات میں ان سے پیچھے نہ رہو۔ وَرَابِطُوْا (اور مقابلہ کیلئے تیار رہو) یعنی سرحدات پر پہرے کے ساتھ قائم رہو۔ اور گھوڑے باندھو۔ غزوہ کیلئے ہر وقت تیار اور دشمن کی گھات میں رہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) الفلاح ناپسند چیز سے چھٹکارا پالینے کے بعد پسندیدہ چیز کے ساتھ باقی رہنا۔ لعلّ کا استعمال اس لئے کیا کیونکہ نتائج تو معلوم نہیں۔ کہیں اعمال کرنے سے پہلے فقط امیدوں پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم میری محبت میں صبر کرو اور میری نعمتوں میں دوسروں سے بڑھ کر صبر کرو۔ اور میری اطاعت میں اپنے آپ کو باندھ کر رکھو۔ تاکہ تمہیں میری قربت میسر ہو۔

فضیلتِ سورت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم الزہراوین کو پڑھا کرو۔ یعنی البقرہ اور آل عمران۔ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے سائبان ہوتے ہیں یا بادل ہوتے ہیں۔ یا پرندوں کے جھنڈ ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کی سفارش کریں گی۔ (رواہ مسلم)

واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و المآب بحمداللّٰہ۔

تمت ترجمہ سورۂ آل عمران یوم الجمعہ ۱۲ صفر ۱۴۲۳ھ، ۲۶ اپریل ۲۰۰۲ء

اَللّٰھم صل علی محمد بعدد قدرتك الی یوم الدین

سُوْرَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتٌّ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو چھتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا فرمایا، اور اس جان سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ

اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے

تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝١ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى

آپس میں سوال کرتے ہو، اور قرابت داریوں سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے اور دیدو یتیموں کو

اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى

ان کے مال اور مت بدلو خبیث مال کو اچھے مال سے، اور مت کھاؤ ان کے مالوں کو اپنے مالوں

اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝٢

میں ملا کر، بے شک ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔

تفسیر آیت :۱

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً۔ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو اور آدم وحوا سے پھیلایا بہت سارے مردوں اور عورتوں کو) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ (اے اولادِ آدم علیہ السلام)۔

صورتِ تخلیق:

اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (آغاز تخلیق کے زمانہ میں ایک اصل یعنی تمہارے باپ حضرت آدم سے بنایا)۔

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا یہ محذوف پرعطف ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ من نفس واحدة انشأها وخلق منها زوجها۔ مطلب یہ ہے ایک ذات سے تمہیں نکالا جس کی صورت یہ تھی۔ کہ اس نفس کو مٹی سے بنایا اور ان کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے (مادہ لے کر) ان کی بیوی حواء کو بنا دیا۔ وَبَثَّ مِنْهُمَا (اور ان دونوں یعنی آدم وحوّاء سے پھیلایا)۔ رِجَالًا كَثِيرًا وَّ نِسَآءً (بہت سے مردوں اور بہت سی عورتوں کو)۔ یعنی جنس انسانی کی دونوں انواع یعنی مرد و عورت کو۔ نفس انسانی کی ایسی صفت بیان کی جو انسانوں کی خلقت کی وضاحت و تفصیل کر رہی ہے۔

یا خلقکم سے متعلق ہے اور يَآأَيُّهَا النَّاسُ کا خطاب ان لوگوں سے ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نفس آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ اور اسی نفس سے تمہاری ماں حواء کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں تمہارے علاوہ ہلاک ہو جانے والی امتوں کی پیدا فرمائیں اور یہ حصر کے لئے ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال : نظم کا انداز تو اس بات کا متقاضی ہے کہ تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ایسی چیز لائی جاتی جو تقویٰ کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ پھر کس طرح ان کا ایک جان سے پیدا کرنا۔ تقویٰ کی طرف ترغیب دینے والا بنتا ہے۔

جواب : تخلیق آدم و اولادہ، عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے اور جس کو اس جیسی قدرت ہو۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کفار و فجار کو سزا دینا بھی اس کے مقدورات میں سے ہے۔ پس اس میں غور و فکر اس بات کا داعی ہے۔ کہ ایسے قادر مطلق سے ڈرا جائے۔ اور اس کے عقاب کا خطرہ محسوس کیا جائے۔

کامل نعمت کا شکریہ:

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ ایک عظیم الشان کامل نعمت ہے۔ پس انسانوں پر لازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری سے گریز کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے وقت فرمایا۔ عورت کو مرد سے پیدا کیا گیا۔ پس اس کا مقصد مرد میں ہے اور مرد کو مٹی سے پیدا کیا پس اس کا فکر مٹی میں ہے (البیہقی)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو)۔

صَرْف: تساء لون اصل میں تتساء لون تھا۔ تا کو سین کر کے سین میں ادغام کر دیا۔ کیونکہ تا کے قریب حرف ہمس سین ہے۔

قراءت: یہ تساء لون۔ تخفیف کے ساتھ ہے عند الکوفی۔ تا ثانیہ کو اجتماع تاءین ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہو۔ پس اس طرح کہتے ہیں بالله و بالرحم افعل كذا اور مقصد اس سے شفقت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَالْاَرْحَامَ (اور رحموں کا) نحو: یہ لفظ اللہ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی قطع رحمی سے ڈرو۔ یا جار مجرور کے مقام پر ہے جیسا کہتے ہیں مررت بزیدو عمرًوا۔ یا ضمیر پر عطف کرتے ہوئے مجرور ہے۔حمزہ کے نزدیک مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ ضمیر متصل وہ اسم متصل کی طرح ہے۔

اور جارّ مجرور ایک شیٔ کی طرح ہے۔ تو یہ بعض کلمہ پر عطف کے مشابہ ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے) یا تمہیں جاننے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲:

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ (اور یتیموں کو ان کے اموال دو) یتامیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے والد فوت ہو جائیں اور وہ اکیلے رہ جائیں۔

یتیم کا معنی:

الْيُتْمُ۔ انفراد کو کہتے ہیں۔ اسی سے کہتے ہیں الدُّرة اليتيمة۔ یکتا موتی۔ ایک قول یہ ہے کہ یتیم انسانوں میں وہ ہے جس کا باپ مرجائے اور بہائم میں یتیم وہ ہے جس کی ماں مرجائے۔ اس نام کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے پر بولا جائے کیونکہ باپ سے منفرد ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ مگر استعمال میں بلوغ سے قبل تک ہی بولا جاتا ہے جب وہ کسی کفیل ونگران سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ تو یہ نام ختم ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: لا يُتم بعد الحلم۔ (ابوداؤد)

شریعت کے حکم کے طور پر نہ کہ لغت کے لحاظ سے۔ یعنی جب وہ بالغ ہو گیا تو اس پر بچوں کے احکام جاری نہ ہونگے۔

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہے۔ اور تم یتیموں کو ان کے اموال بالغ ہونے کے بعد دے دو۔ یہاں ان کو یتامیٰ، یتیمی کے زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے فرمایا گیا جو بچپن تھا۔ (اب تو وہ بالغ ہو چکے) اس میں اشارہ فرمایا کہ اگر ان سے سمجھ بوجھ پائی جائے تو ان کے اموال ان کے حوالے کرنے میں حد بلوغ سے تاخیر نہ کی جائے۔ اور یتیمی اور بچپن کا نام زائل ہونے سے پہلے ہی ان کو وہ اموال سپرد کر دیئے جائیں۔

خبث کی مراد:

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ (نہ تبدیل کرو خبیث کو بدلے طیب کے) نمبر ا۔ حرام مال کو لینے کے طلبگار نہ بنو (یعنی یتامیٰ کا مال) حلال مال کے بدلے میں جو کہ تمہارا اپنا مال ہے۔ نمبر ۲۔ خبیث بات کو بدلے میں نہ لو اور وہ یتیموں کا مال بلا نگرانی چھوڑنا ہے۔ پاکیزہ بات کے بدلے میں اور وہ اس کی حفاظت کرنا ہے اور اس سے بچنا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ

اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو عورتیں تم کو

النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا

پسند ہوں دو دو، تین تین، چار چار، سو اگر تم کو ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کر لو، یا ان

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ۭ

لونڈیوں پر بس کرو جو تمہاری ملکیت ہوں۔ یہ اس سے قریب تر ہے کہ تم زیادتی نہ کرو،

نحو وصرف:

یہاں باب تفعل بمعنی استفعال ہے اور یہ آتا رہتا ہے۔ اس کی نظیر تعجل بمعنی استعجال۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ (اوران کے مال نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر) نحو: اِلٰی کا متعلق محذوف ہے۔ اور یہ حال کے موقع پر ہے۔ یعنی اموالکم کی طرف مضاف ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ ان کے اموال کو اپنے مالوں کے ساتھ اس طرح نہ ملاؤ۔ کہ تمہارے اوران کے اموال میں تفریق نہ رہے۔ اس چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو تمہارے حق میں حلال نہیں اور برابری کرنے لگو اس میں اور حلال میں۔ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۔ بیشک (وہ بہت بڑا گناہ ہے) ہٗ سے مراد اس کا کھانا اور حوبا کبیرًا کا معنی بڑا گناہ ہے۔

تفسیر آیت ۳:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى (اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے یتیموں کے معاملہ میں) اقسط۔ باب افعال بمعنی عدل کرنا۔ لا تقسطوا کا معنی عدل نہ کرنا۔ الیتامٰی کا لفظ مذکر ومؤنث دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ جمع یتیمة و یتیم ہے۔ باقی ایتام جمع یتیم ہے فقط۔ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ (پھر تم نکاح کرو دوسری عورتوں میں سے جو تم پسند کرو)

طاب کا معنی حلال:

طاب کا معنی حلال ہونا ہے۔ یعنی جو تمہارے لئے حلال ہوں۔ کیونکہ ان میں بعض عورتیں وہ ہیں جو حرام ہیں۔ ان کا تذکرہ آیت تحریم میں ہے۔ مَا کا استعمال ذی عقل کی صفات کیلئے آتا ہے۔ گویا یہاں اس طرح کہا گیا۔ الطیبات من النساء۔ پس تم نکاح کرو عورتوں میں سے پاکیزہ عورتوں سے۔ کیونکہ عقلاء میں طبقہ اناث بمنزلہ غیر عقلاء کے شمار ہوتا ہے۔ اور ارشاد الٰہی او ماملکت ایمانکم میں ما اسی معنی میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زناء میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ ولایت یتامٰی میں حرج سمجھتے تھے۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہیں یتیم بچیوں کے متعلق ظلم وزیادتی کا خطرہ ہو اور زنا کا خدشہ ہو تو جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں

ان سے نکاح کرواور محرمات کے گرد مت گھومو۔

تیسرا قول: وہ لوگ یتامٰی کے اموال میں نگرانی سے تنگی محسوس کرتے۔اور بہت عورتیں رکھنے میں حرج محسوس نہ کرتے۔اس کے باوجود کہ ان کے مابین کثرت کی وجہ سے زیادتیاں ہو جاتیں۔تو ان کو مخاطب کر کے اس طرح فرمادیا جب تم اس میں دشواری محسوس کرتے ہو تو اس میں بھی حرج سمجھواور اس سے بچو۔اور کہہ دیا گیا۔وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا کہ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ یتیم بچیوں کے نکاح کے سلسلہ میں تم انصاف نہ کر سکو گے۔تو بالغات سے نکاح کرو۔ یہ طاب طابت الثمرة سے ہے۔اپنی میعاد کو پھل پہنچ گیا۔گویا بالغہ عورتیں (مگر اس معنٰی سے لکم بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔فتدبر) مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے) **نحو**: یہ نکرہ ہیں۔غیر منصرف ہیں کیونکہ عدل و وصف ان میں پائے جاتے ہیں۔ سیبویہ نے اسی طرح کہا۔ یہ النساء سے محل نصب میں حال ہے۔یا ماطاب سے حال ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانکحوا الطیبات لکم جو اس عدد تک پہنچنے والی ہیں۔دو۔دو اور تین تین اور چار چار۔

ایک سوال نکاح میں اعداد کے تکرار کی حکمت:

سوال: نکاح کرنے والے کیلئے مطلقاً جمع میں دو یا تین یا چار کو جمع کرنا درست ہے تو پھر مثنٰی وَ ثُلاثَ وَ رُبَاعَ میں تکرار کا کیا مطلب ہے۔

جواب: خطاب تمام لوگوں کو فرمایا گیا۔پس تکرار ضروری ہو گیا تاکہ ہر نکاح کرنے والا اس گنتی کو پورا کر سکے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔جس کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔جیسا کہ تم ایک جماعت کو کہو۔ یہ مال تم تقسیم کرلو۔دو دو، تین تین، چار چار اور وہ درہم ایک ہزار ہوں۔اگر تم یہ اعداد ایک مرتبہ ذکر کرتے تو پھر اس کا کوئی مطلب نہ بنتا اور واؤ کو لا کر بتلا دیا کہ مختلف گروہوں کو مختلف کا جمع کرنا جائز ہے، کہ کوئی (دو سے کوئی تین سے اور کوئی چار سے نکاح کر سکتا ہے) اگر او لایا جاتا تو اختلاف عدد کا جواز ختم ہو جاتا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا (اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے) اس اعداد میں تو فَوَاحِدَةً (تو ایک کو لازم کرلو) یا چناؤ کرلو۔اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (جن کے مالک تمہارے لونڈی غلام ہوں) مساوات حقوق جو آزاد عورتوں کے مابین لازم ہے وہ باندیوں کے لئے لازم نہیں نہ ان کی کوئی تعداد مقرر ہے۔ذٰلِكَ اس کا اشارہ ایک کے چناؤ اور لونڈیاں رکھنے میں ہے۔اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا (اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے) یعنی یہ فعل اس سے قریب تر ہے کہ تم ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ اور نہ ظلم کرو۔عرب کہتے ہیں۔عال المیزان عولاً کہ جب وہ مائل ہو جائے اور کہتے ہیں عال الحاکم فی حکمه۔جبکہ ظلم کرے۔

ایک تفسیر عجیب:

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے الا تعولوا کی تفسیر میں فرمایا کہ تم زیادہ عیال والے نہ ہو۔ان کی اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا گیا کہ کثرت عیال کا معنٰی اس وقت ہوتا ہے جب اعال یعیل باب افعال سے ہو۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مجرد میں عال الرجل عیاله یعولهم۔اس نے عیال کی پرورش کی۔کہا جاتا ہے اور

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ

اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کر دو، سو اگر وہ تمہارے لئے اس میں سے نفس کی خوشی سے

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④

کچھ چھوڑ دیں تو اس سے مبارک طور پر خوشگواری کے ساتھ کھالو۔

مان یمون بھی اسی معنی میں آتا ہے جبکہ عیال پر خرچ کیا جائے۔ کیونکہ جس کے عیال زیادہ ہونگے وہ ان پر لازماً خرچ کرے گا۔ اوراس سلسلہ میں اس پر تقویٰ اور کسب حلال کی حدود کا لحاظ مشکل ہو جائے گا۔ اوراسی جیسا کلام علم کے ان ماہرین سے درست رخ پر محمول کیا جائے گا۔ اور یہ بدگمانی نہ کی جائے گی کہ انہوں نے تعیلوا کو تعولوا بنا دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کنایات کا راستہ اختیار کیا۔

تفسیر آیت ۴:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (اورعورتوں کوان کے مہر خوشی سے دے دو) نحلہ کا لفظ نحلہ کذا سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس کو دے اور ھبہ کرے اپنے دل کی گہرائی سے نحلۃً و نحلا دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ منصوب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ نحلۃ اور ایتاء، اعطاء کے معنی میں ہیں۔ گویا کلام اس طرح ہے:

حسن ادائیگی مہر:

وانحلوا النسآء صدقاتھن نحلۃ۔ یعنی ان کوانکے مہر خوشدلی سے دے دو یا مخاطب سے حال ہے۔ انکے مہر انکو دو کہ تم دلوں کی خوشی محسوس کرنے والے ہو مہر دے کر یا الصدقات سے حال ہے یعنی وہ مہر ادا کیے ہوئے ہوں نفوس کی خوشدلی سے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ مہر عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور عنایت ہے ان عورتوں پر ایک اور قول یہ ہے کہ نحلہ بمعنی ملت کے ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں فلان ینتحل کذا ای یدین بہ۔ مطلب یہ ہوا ان کے مہر ان کو دیانۃً دے دو۔ اس صورت میں یہ مفعول لہٗ بنے گا۔ اوراٰتوا کا خطاب خاوندوں کو ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ورثاء کو ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ بیٹیوں کا مہر وصول کرتے تھے۔

طیب نفس لازم:

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ۔ (اگر وہ عورتیں خوش دلی کے ساتھ تم کو مہر کا کچھ حصہ دیں) یہ لَکُمْ کا خطاب ازواج کو ہے۔ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ۔ یعنی مہر میں سے۔ صداق اور صدقات ہم معنی ہیں۔ نَفْسًا یہ مفرد لائے کیونکہ مقصد بیان جنس ہے۔ اور واحد جنسیت پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا، اگر وہ مہر میں سے کچھ عطاء کریں اوران کے نفوس اسے خوش دلی سے چھوڑ دیں نہ بے دلی سے کہ جس کے لئے تمہاری بداخلاقی ان کو مجبور کرے اور بدتہذیبی ہبہ کی طرف مجبور کرے۔

مَسْئَلَہ : اس آیت میں راستہ کی تنگی کی طرف اشارہ کر دیا اور احتیاط کو لازم قرار دیا۔ اس لئے کہ شرط کی بنیاد طیب نفس پر رکھی چنانچہ فرمایا: **ان طبن لکم عن شئ منه نفسا**۔ یہ نہیں فرمایا **فان وهبن لکم**۔ اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مہر کے کسی حصہ سے علیحدگی میں طیب نفس کا ہونا بہر حال ضروری ہے۔ **فَكُلُوْهُ** (پس تم اس کو کھاؤ) اس میں ہٗ ضمیر شئ کی طرف لوٹتی ہے۔ **هَنِيْٓئًا** (مزے سے) یعنی جس میں گناہ نہ ہو۔

اباحت میں مبالغہ:

مَرِیْٓئًا۔ (خوشگواری سے) جس میں کوئی بیماری نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی اسی طرح تفسیر فرمائی۔ یا دنیا میں مزیدار کہ بلا مطالبہ ہو۔ **مریئاً فی العقبٰی**۔ آخرت میں خوشگوار کہ اس پر احسان نہ جتلائے۔ یہ دونوں کھانے کی صفات ہیں۔ **هنؤ الطعام و مرؤ** کہتے ہیں۔ جب کھانا ایسا خوش گوار ہو کہ اس میں کوئی گدلا پن نہ ہو۔ یہ دراصل مصدر کی صفتیں ہیں۔ یعنی اگلا **هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا** یعنی ایسا کھانا جو رچتا پچتا ہو۔ یا ضمیر سے حال ہے۔ تم اس کو اس حال میں کھاؤ کہ وہ مزیدار و خوشگوار ہو۔ یہ درحقیقت اباحت میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اور یہ بتلانے کے لئے کہ اس کے دینے کے بعد پیچھا بھی نہ کیا جائے۔

قراءت: **هنیًا مریًا**۔ یزید کے نزدیک بلا ہمزہ ہے۔ اسی طرح وقف کے وقت حمزہ کے نزدیک بھی اسی طرح پڑھیں گے۔ بقیہ تمام قراء نے ہمزہ سے پڑھا ہے۔

ایک لطیف نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے مہر کے تین درہم لے کر پھر اس سے شہد خرید لے اور بارش کے پانی سے اس شہد کو ملا کر مریض کو پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشگواری' شفا و برکت عنایت فرما دیں گے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ

اور بیوقوفوں کو اپنے مال مت دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی گزارنے کا ذریعہ بنایا ہے اور ان مالوں سے ان کو کھانے پینے کے لئے

فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۞ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

دے دو اور ان کو کپڑے پہنا دو، اور ان سے بھلی بات کہہ دو، اور آزما لو تم یتیموں کو

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل ہو جائیں، سو اگر تم ان کی طرف سے سمجھداری محسوس کرو تو ان کے مال

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ

ان کو دے دو، اور مت کھا جاؤ ان کے مالوں کو فضول خرچی کرتے ہوئے اور ان کے بڑے ہو جانے سے پہلے جلدی کرتے ہوئے، اور تم میں سے جو

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

شخص صاحب مال ہو وہ پرہیز کرے، اور جو شخص تنگدست ہو سو وہ مناسب طریقہ پر کھا لے۔

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

سو جب تم دے دو ان کو ان کے مال تو اس پر گواہ بنا لو، اور اللہ کافی ہے

حَسِيْبًا ۞

حساب لینے والا۔

تفسیر آیت ۵:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (نہ دو اپنے اموال بیوقوفوں کو) سفہاء سے مراد وہ فضول خرچ ہیں۔ جو اپنے اموال کو نامناسب مقام پر لگانے والے ہیں۔ اور ان کو اسکی درستی اور بڑھانے اور اس میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اس میں اولیاء کو خطاب ہے اور کم عقلوں کے اموال کی نسبت اولیاء کی طرف اموالکم کہہ کر کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اس مال کو تھامنے والے اور قریب والے ہیں۔

اموال کی حفاظت کرو:

الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایۂ زندگانی بنایا ہے) یعنی تمہارے بدنوں کا قوام اور

تمہارے اہل واولاد کیلئے ذریعۂ معاش بنایا ہے۔
قیمًا بمعنی قیامًا ہے۔نافع وشامی کے نزدیک جیسا کہ عوذاً بمعنی عیاذاً ہے اوراصل قیام قوام ہے۔ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یا کردیا۔سلف رحمہم اللہ کا مقولہ ہے۔المال سلاح المؤمن۔ مال مؤمن کا ہتھیار ہے۔اگر میں مال چھوڑ جاؤں کہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب لے۔یہ اس سے بہتر ہے کہ میں لوگوں کا محتاج بنوں۔حضرت سفیان رحمہ اللہ اپنے سامان کو پلٹ رہے تھے اور فرمارہے تھے۔اے مال اگر تو نہ ہوتو بنوعباس مجھے رومال کی طرح بنا لیتے کہ جیسا اس سے جو چیز چاہتے ہیں پونچھتے ہیں۔وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا (اس سے ان کو کھلاؤ) یعنی اس کو ان کے رزق کی جگہ بناؤ۔کہ اس سے تجارت کرو۔اور نفع اٹھاؤ تاکہ خرچہ نفع میں سے نکلتا رہے اصل مال سے نہ ہو۔کہ خرچہ میں نہ سارا کھالیا جائے۔

معروف ومنکر کا فرق:

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اوران کو پہناؤ اوران کو طریقے کی بات کہو) ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں۔قول معروف سے مراد اچھا وعدہ۔اس طرح کہ تم سمجھ بوجھ پالو تو تمہارا مال تمہارے سپرد کردیں گے۔
ہر ایسی بات یا عمل جس کے عقلی یا شرعی حسن کی وجہ سے نفس کو سکون پہنچے وہ معروف ہے۔اور جس کی قباحت کی وجہ سے نفس اس کو اوپرا قرار دے وہ منکر ہے۔

تفسیر آیت ۶:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى (تم یتیموں کو آزماؤ) ان کی عقلوں کا امتحان لو۔ان کے احوال کی جانچ کرو۔اور بلوغ سے پہلے تصرف کے ذریعہ پہچان کا اندازہ کرلو۔اگر ہوشیار ہونگے تو حالت ان کی ظاہر ہوجائے گی۔

عاقل مجازِ تجارت ہے:

مَسْئَلَه: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ عاقل بچے کو تجارت کی اجازت ہے۔حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (یہاں تک کہ وہ نکاح کو پہنچ جائیں) یعنی بالغ ہوجائیں۔کیونکہ بلوغت کی عمر ہی میں نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔اور توالد کا سلسلہ بھی اسی عمر میں قائم ہوتا ہے۔فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا (اگر بلوغت کے بعد ان سے لین دین میں ہوشیاری دیکھو) معاملات میں درستی نظر آئے اور تصرفات میں درستگی ہو۔فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (تو ان کو ان کے مال سپرد کردو) حد بلوغ سے تاخیر کی چنداں ضرورت نہیں۔

نَحْو: فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ یہ ابتلاء کی غایت ہے۔اذا بلغوا ظرف ہے لیکن اس میں شرط کا معنی ہے اور ظرف کا تعلق فادفعوا سے ہے۔حتّٰی ابتدائیہ ہے اور حتّٰی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے۔یہ حتّٰی جارہ نہیں کیونکہ اِذَا میں ظرف کا معنی ہے اور حتّٰی جارہ ظرف پر داخل نہیں ہوتا۔اذا بلغوا شرط اول ہے اور اس کا جواب فان اٰنستم منھم ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہوا کہ یتیموں کی جانچ کرلو بلوغ کے وقت اور مالوں کی سپردگی کے مستحق ہونے کے وقت اس شرط سے کہ ان میں رشدا محسوس ہو۔ رُشْدًا نکرہ ذکر کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشد سے مراد مخصوص رشد ہے اور وہ مال میں تصرف وتجارت کی ہے۔ یا تنوین تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی معمولی رشد آ جائے کامل رشد آنے تک انتظار نہ کیا جائے گا۔

یہ آیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے۔ کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کا مال اسے دے دینا چاہیے۔ اور بلوغ کی انتہائی عمر پچیس سال کی ہے۔

حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا (اور نہ یتیم کا مال کھاؤ حد اعتدال سے زیادہ اور جلدی جلدی اس اندیشہ سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے) یعنی تم یتیموں کا مال نہ کھاؤ اس حال میں کہ تم حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے اور ان کے بڑے ہونے کے خطرہ سے جلدی کرنے والے ہو۔

نحو: اسرافًا و بدارًا یہ دونوں حال ہیں اور ان یکبروا بتاویل مصدر بِدَارًا کا مفعول ہے اور دونوں مصادر کا مفعول بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمہارے فضول خرچی کرنے کے لئے اور ان کے بڑے ہونے سے جلدی کے لئے تم ان کے مال کو زیادہ خرچ کرنے والے ہو اور تم کہنے والے ہو کہ ہم اپنے پسند کے مقام پر اس کو خرچ کرلیں اس سے پہلے کہ یتیم بڑے ہوں اور وہ اس مال کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیں۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (جو مالدار ہو وہ یتیم کے مال سے بچتا رہے اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے)

آیت میں وصی کو دو قسموں میں بانٹ دیا۔ نمبر۱۔ مالدار۔ نمبر۲۔ فقیر۔ غنی کو حکم دیا کہ وہ اس کے استعمال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اور یتیم کا مال نہ کھائے۔ اور استعف کا لفظ عف سے زیادہ بلیغ ہے۔ گویا کہ وہ کثرت عفت کا طالب ہے۔ رہا فقیر وہ احتیاطی اندازہ کی خوراک کھائے۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں۔ اس سے مراد جو اس کی بھوک کا ازالہ کردے اور ستر کو چھپا دے۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ (جب تم ان کے مال ان کو سپرد کرنے لگو تو گواہ بنالو) کیونکہ وہ مال تم ان کے سپرد کر رہے ہو اور وہ اس کو لے رہے ہیں۔ اس سے کل انکار کا دعویٰ ختم ہو جائے گا۔ انکار اور جھگڑے کی صورت میں قسم کی طرف متوجہ نہ ہونا پڑے گا۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے) پس تمہیں باہمی سچ بولنا ضروری ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹ مت باندھو۔ یا یہ فلیأکل بالمعروف کی طرف راجع ہے۔ کہ وصی اسراف نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا محاسبہ فرمائیں گے۔ اور اس کو بدلہ دیں گے۔

نحو: باللہ میں با زائد ہے اور یہ کفٰی کا فاعل ہے۔ اور کفٰی کا لفظ متعدی الی المفعولین ہوتا ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ البقرہ۔ ۱۳۷۔ کَ ہم دو مفعول ہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ

مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ نے اور رشتہ داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لئے مال میں سے حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا

جو ان کے ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ

مَّفْرُوْضًا ⑦

مقرر کیا ہوا ہے۔

تفسیر آیت ۷:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (مردوں کا حصہ ہے اس میں جو انکے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں اور عورتوں کا حصہ ہے اس مال میں جو انکے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں)۔

اقربون سے مراد ذوی القربیٰ میں وراثت کے حصہ والے مراد ہیں۔ دوسرے نہیں۔ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ (خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ) یہ مماترك کا بدل ہے۔ اور اس پر عامل کو بھی دوبارہ لایا گیا ہے۔ اور منه کی ضمیر ماترك کی طرف راجع ہے۔ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (طے شدہ حصہ) نحو : اعنی کی وجہ سے نصیباً منصوب ہے۔ مفروضًا کا معنی طے شدہ ہے۔ اس کو الگ کرنا ضروری ہے۔

واقعہ ام کُحہ :

شانِ نزول : روایات میں ہے کہ اوس بن ثابت نے وفات پائی اور اپنے پیچھے بیوی اُمّ کُحّہ اور تین بیٹیاں وارث چھوڑیں۔ (ابن حبان نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ذکر کیا) اوس کے چچا زاد بھائی خالد اور عرفجہ نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اہل جاہلیت عورتوں کو وراثت کا حصہ دار قرار نہ دیتے تھے۔ اسی طرح بچوں کو بھی اور کہتے تھے وارث وہ ہوگا جو تیروں سے دفاع کر سکے گا اور غنیمت جمع کر سکے گا۔ ام کُحہ رضی اللہ عنہا نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو واپس جا میں انتظار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ پس یہ آیت اتری۔ تو آپ نے خالد و عرفجہ کو پیغام دیا کہ مال میں سے کچھ بھی الگ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حصہ مقرر کر دیا۔ اور جب تک وضاحت نہ کی گئی اس وقت تک وضاحت نہ فرمائی۔ پھر یہ آیت اتری یوصیکم اللّٰہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کُحہ کو آٹھواں حصہ دیا اور بنات کو دو ثلث اور باقی دونوں چچا زاد بھائیوں کو (مگر ابن حبان کی روایت کے مطابق آٹھواں بیوی اور بقیہ بیٹے اور دو بیٹیوں کو)۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ

اور جب تقسیم کرنے کے موقعہ پر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین حاضر ہو جائیں

مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ

تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دے دو، اور ان سے اچھے طریقہ پر بات کرو، اور چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو

لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا

اگر اپنے پیچھے ضعیف بچوں کو چھوڑ جاتے تو ان پر خوف ہوتا سو یہ لوگ اللہ سے

اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

ڈریں اور ٹھیک بات کریں، بیشک جو لوگ ظلم کے طریقے پر یتیموں کا مال کھاتے

ع ۱۰/۱۲ ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾

ہیں بات یہی ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، اور عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

تفسیر آیت ۸:

وَاِذَاحَضَرَ الْقِسْمَةَ (جب تقسیم میراث کے وقت آموجود ہوں) اُولُوا الْقُرْبٰى (قرابتدار) جو غیر وارث ہیں۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ (یتیم ومساکین) اجنبی۔ فَارْزُقُوْهُمْ (پس ان کو بطور خیرات دے دو) مِّنْهُ (اس میں سے) جو قرابتداروں اور اقارب نے چھوڑا ہے۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ یہ حکم باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہ لازم تھا پھر آیت میراث سے منسوخ ہوا۔

دستور کی بات:

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور ان کو تم دستور کی بات کہو) یعنی مناسب انداز سے معذرت اور مناسب وعدہ کرو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قول معروف یہ ہے خذوا بارك الله لكم یہ لےلو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اور یہ جو کچھ دیا گیا ہے یہ بالکل تھوڑا ہے۔ اور ہم نے دے کر احسان نہیں کیا۔

تفسیر آیت ۹:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (اور ڈریں وہ لوگ اگر وہ چھوڑ جائیں اپنے پیچھے چھوٹے بچے جن کے بارے میں ڈر رہو (تباہ ہو جانے کا) پس ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

چاہیے اور اور کہیں ٹھیک بات) مراد اس سے وصی ہیں۔

اوصیاء کو نصیحت :

ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان یتیموں کے متعلق خوف کریں اسی طرح کا جیسا وہ اپنی اولاد کے متعلق رکھتے ہیں کہ اگر ان کو چھوٹی عمر میں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنے نفوس میں اس حسرت کا اندازہ کریں اور اس کا تصور کریں تا کہ خلاف شفقت و مہربانی کسی بات کی جسارت نہ کریں۔

نحو :لو ما سمیت الذین کا صلہ ہے۔ یعنی ولیخش الذین صفتهم وحالهم انهم لو شارفوا ان يتركوا خلفهم ذرية ضعافاً و ذلك عند احتضارهم خافوا عليهم الضياع بعدهم للذهاب كافلهم اور لو کا جواب خافوا ہے۔ قول سدید کا مطلب اوصیاء کی طرف سے یہ ہے۔ کہ وہ ان یتیموں سے اسی حسن وخوبی سے بات کریں جیسا کہ وہ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔ یا بنی اور یا ولدی کے القاب سے آواز دیں۔

آیت ۱۰: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا (بیشک جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں) **نمبر۱**۔ ظلماً مصدر ہے موضع حال میں واقع ہے۔ **نمبر۲**۔ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا (بیشک وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں)

آگ کھانے کا مطلب :

یعنی وہ ایسا مال کھا رہے ہیں جو قبر سے دوزخ میں کھینچ کر لے جائے گا۔ پس گویا وہ آگ ہے۔ روایات میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والا قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ دھواں اس کی قبر سے، اور اس کے منہ ناک اور دونوں کانوں سے بھی اٹھ رہا ہوگا اس سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ دنیا میں یتیم کا مال کھاتا رہا ہے۔ وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا (وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے)۔

قراءت : شامی اور ابو بکر نے سیُصْلَوْن پڑھا ہے۔ یعنی عنقریب وہ داخل ہونگے۔ سعیر آگ کو کہتے ہیں جس کا وصف مبہم کر دیا۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ

اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے ، لڑکے کے لئے اتنا حصہ ہے جتنا دو لڑکیوں کا ہے۔ سو اگر لڑکیاں

نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے اس مال کا دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا، اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے

النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ

آدھا ہے، اور اس کے ماں باپ کے لئے یعنی ہر ایک کے لئے چھٹا چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا بشرطیکہ اس کے اولاد ہو۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ

پس اگر اس کے لئے اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے، سو اگر مرنے والے کے بھائی ہوں

فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ

تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو مرنے والے نے کی ہو یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میت پر ہو۔ تمہارے باپ

اَيُّھُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪

اور بیٹے ہیں تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تم کو کون شخص نفع پہنچانے میں زیادہ قریب تر ہے یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۱:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے) اور تاکید کرتا ہے۔ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (تمہاری اولاد کے متعلق) ان کی میراث کے سلسلہ میں۔ یہ تو اجمالاً فرمایا تفصیل آگے ہے۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (ان میں سے مذکر کے لئے حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) یعنی تمہاری اولاد میں سے ضمیر راجع کو حذف کر دیا کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہا ہے۔ یہ اس طرح ہے: السمن منوان بدرهم۔

لڑکے لڑکی کا حصہ:

مذکر کے حصہ سے شروع فرمایا مگر اس طرح نہیں فرمایا۔ للانثیین مثل حظ الذکر یا للانثی نصف حظ الذکر۔ کیونکہ مرد کو فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ فضیلت کی وجہ سے اس کا حصہ دو گنا کر دیا گیا۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ فقط مذکر کو وارث قرار دیتے عورتوں کو نہیں۔ اور آیت کا شان نزول بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مذکر کے لئے یہی فضیلت کافی ہے۔ کہ عورتوں سے ان کے حصہ کو دو گنا کیا گیا ہے۔ لیکن رشتہ میں چونکہ دونوں اصناف برابر ہیں اس لئے محروم کسی کو نہ کیا جائے گا اور

یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں صنفیں موجود ہوں یعنی جب مذکر ومؤنث دونوں قسم کی اولاد ہو۔تو مذکر کے دو حصے ہونگے ۔اور دو لڑکیاں ہوں تو دو حصے ان کے ہو جائیں گے۔اور اگر لڑکا ایک ہی ہو۔لڑکی کوئی نہ ہو تو وہ کل مال کا وارث ہوگا۔اور اگر دولڑکیاں ہوں گی تو دوثلث لیں گی۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فقط اولاد مؤنث کا ذکر کیا۔فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً یعنی اگر اولاد میں صرف عورتیں ہوں۔ بیٹا نہ ہو۔فَوْقَ اثْنَتَيْنِ یہ دوسری خبر ہے یا نساء کی صفت ہے۔یعنی عورتیں دو سے زائد ہوں۔فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (تو ان کے لئے متروکہ میت سے دوثلث ہونگے) کیونکہ یہ آیت بسلسلہ میراث ہے۔اس لئے تارک سے مراد میت ہی ہے۔وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور اگر لڑکی ایک ہی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔(بقیہ عصبات کی طرف چلا جائے گا)

قراءت: مدنی نے کان تامہ قرار دے کر واحدةٌ پڑھا۔مگر نصب فان کن نساء سے زیادہ موافق ہے۔

دولڑکیوں کا حصہ:

سوال: یہاں بیٹا اور دو بیٹیوں کا حکم ذکر کیا۔اور ایک بیٹی فقط اور دو سے زائد فقط بیٹیوں کا حکم ذکر کیا گیا۔مگر دو بیٹیوں کا حکم ذکر نہیں کیا۔ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کا حکم مختلف ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔دولڑکیوں کا وہی ہے جو ایک کا ہے۔نصف ملے گا۔دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو جماعت کا حکم دیا۔اس آیت کے پیش نظر للذکر مثل حظ الانثیین۔پس دوتہائی ملے گا۔اور اس کی وجہ یہ ہے۔جو فوت ہوا اور اس نے ایک بیٹا۔ایک بیٹی چھوڑے۔تو لڑکی کو ثلث اور بقیہ لڑکے کو ملے گا۔تو ایک لڑکی کو جب ثلث ملا تو دو کو دوثلث ملنا چاہیے۔کیونکہ سورت کے آخر میں فرمایا۔اِن امرؤ هلك ليس له ولدو له اخت فلها نصف ما ترك و هو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك۔

دوثلث سے کم نہ ہوگا:

آیت سے معلوم ہوا کہ جب دو عورتیں بہنیں ہوں تو ان کا حصہ دوثلث سے کم نہیں ہوتا تو دولڑکیاں جو رحم ورشتہ میں میت کے بہنوں کی بنسبت قریب تر ہیں ان کا حصہ دوثلث سے کم نہ ہونا چاہئے۔جب دو بہنوں کے حصہ کی صراحت ہے۔تو ان سے قریب تر کا حصہ ان سے کم نہ ہونا چاہیے۔اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ایک لڑکی کا اپنے بھائی کے ہوتے ہوئے ثلث ہے۔تو پھر زیادہ مناسب ہے کہ اس کے لئے ثلث واجب ہو جبکہ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہو۔جو اس کی مثل ہے۔اور اس کی بہن کیلئے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس لڑکی کیلئے واجب ہے۔اس کے بھائی کی موجودگی میں اگر ایک بہن بھائی ہوں۔پس دو ثلث ان کے لئے لازم ہے۔اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مال مذکر کو مل جائے گا۔جبکہ اس کے ساتھ مؤنث نہ ہو۔کیونکہ مذکر کا حصہ دو عورتوں کے برابر برقرار دیا گیا۔اور مؤنث ایک ہو تو اس کو نصف مال مل جاتا ہے۔پس اس سے معلوم ہوا کہ مذکر کا حصہ نصف کا دوگنا ہے اور وہ کل مال ہے۔وَلِاَبَوَيْهِ (اور ماں باپ کیلئے) میں ضمیر میت کی طرف جاتی ہے مراد اس سے ماں، باپ ہیں۔مذکر کا ذکر تغلیباً کر دیا گیا۔لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ یہ ابویہ سے بدل ہے۔اور عامل بھی دوبارہ لائے۔

فائدہ بدل:

یہ ہے کہ اگر کہا جاتا: لا بویه السدس (دونوں میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے) تو بظاہر مطلب یہ بنتا کہ دونوں چھٹے حصہ میں شریک ہیں اور اگر عبارت لا بویه السدسان ہوتی تو دوسدس ان کے مابین برابری کی تقسیم اور الٹ تقسیم کا وہم ہوتا۔ اور اگر عبارت لکل واحدٍ من ابویه السدس ہوتی تو پھر تاکید کا فائدہ نہ حاصل ہوسکتا۔ حالانکہ یہ اجمال کے بعد تفصیل ہے۔

نحو: السدس مبتداء لا بویه اس کی خبر۔ اوران کے مابین بدل وضاحت کیلئے ہے۔
قراءت: حسن رحمہ اللہ نے السُدْس و الربْعَ ' الثُمْن ' الثُلْثُ تمام کو تخفیف کے ساتھ پڑھا۔

بطور فرض حصہ:

مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ (اس ترکہ میں سے اگر اس کی اولاد ہو) یہ ولد کا لفظ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اگر مذکر اولاد نہ ہو۔ بیٹی ہو تو باپ کو بطور فرض چھٹا ملتا ہے اور ذوی الفروض کے بعد باقی تمام بطور عصبہ اس کو مل جائے گا۔

ماں باپ کا حصہ:

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (اگر میت کی کوئی صلبی اولاد نہ ہو (نہ پوتا ہو) اور ماں باپ اس کے وارث ہوں تو ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا) یہ حصہ متروکہ میں سے ملے گا۔ مطلب ورثه ابواہ کا یہ ہے کہ صرف ماں' باپ ہی وارث ہوں۔ کیونکہ جب ماں' باپ' زوجین میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے وارث بنیں تو اس صورت میں ماں کو ثلث۔ فرضی حصۂ زوج نکالنے کے بعد ملے گا۔ کل متروکہ کا ثلث نہ ملے گا۔ کیونکہ باپ وراثت کے حصہ کے لحاظ سے قوی تر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب فقط ماں باپ وارث ہوں تو باپ کو دوثلث ملتے ہیں۔ اگر ماں کا حصہ کامل میں سے ثلث مقرر کیا جائے۔ تو اس کا حصہ باپ کے حصے تک پہنچ جائے گا۔

ایک صورت:

ایک عورت فوت ہوئی اس نے خاوند اور ماں' باپ وارث چھوڑے تو زوج کو نصف اور ماں کو ثلث۔ باقی تمام باپ کو ملے گا۔ ماں نے دو حصے جمع کر لئے اور باپ کو ایک حصہ ملا۔ پس حکم پلٹ گیا کہ مؤنث کو دو مذکر کے برابر حصہ ملا۔
قراءت: فلامه۔ ہمزہ مکسور۔ کسرہ کے جوار کی وجہ سے حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔

ایک اور صورت:

فَاِنْ كَانَ لَهٗ (اگر میت کے لئے ہوں) اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (بھائی تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) جب میت کے دو بھائی اور کئی بہنیں ہوں تو ماں کو چھٹا ملے گا۔ اور ایک بھائی وہ ماں کے حصہ کو کم نہ کرے گا۔ (اور نہ ہی ایک بہن بلکہ ماں کا حصہ تہائی ہوگا) عینی' علاتی' اخیافی بھائی جب دو یا زیادہ ہوں تو ماں کا حصہ گھٹا کر چھٹا کر دیں گے۔

قرض ووصیت مقدم:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ (وصیت کے بعد) یہ میراث کی تمام تقسیم جوگزری اس سے متعلق ہے۔ کہ یہ ورثاء میں تقسیم مال وصیت کے نکالنے کے بعد ہوگی۔ گویا اس طرح فرمایا۔ قسمة هذه الانصباء۔ کہ یہ تقسیم حصص وصیت کے بعد ہوگی۔ يُّوْصِيْ بِهَآ (جو میت وصیت کر جائے)

قراءت: يُّوْصِيْ بِهَآ کو يُوْصٰى بِهَا مکی، شامی اور حماد نے پڑھا۔ اور یحییٰ واعشیٰ نے یہاں یوصٰی پڑھا۔ اور حفص نے دوسرے میں یوصٰی پڑھا کیونکہ يُوْرَثُ کے قریب ہے اور یہاں يُوْصِي پڑھا کیونکہ یوصیکم الله کے جوار میں ہے۔ باقی تمام قراء نے دونوں صاد کسرہ کے ساتھ پڑھے ہیں۔ مراد میت کا وصیت کرنا ہے۔

اَوْ دَيْنٍ (یا قرض)

تقدیم دین کی حکمت:

سوال: شرع میں دَیْن وصیت پر مقدم ہے۔ مگر یہاں وصیت کو تلاوۃً دین پر مقدم کیا گیا۔

جواب: نمبر۱۔ او کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں۔ جیسا کہا جائے جاء نی زیدٌ او عمرو۔ تو مطلب یہ ہے۔ جاء نی احد الرجلین پس آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من بعد وصية يوصى بها او دين اى من بعد احد هذين الشيئين الوصية او الدين۔ جب اَوْ کا لفظ آئے تو ترتیب معلوم نہیں ہوتی بلکہ مقدم کا مؤخر اور مؤخر کا مقدم ہونا جائز ہے۔ باقی قرض کی وصیت پر تقدیم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر ہے۔ الا ان الدين قبل الوصية اور۔ نمبر۲: اس وجہ سے کہ یہ میراث کے مشابہ ہے۔ اور بلاعوض دی جاتی ہے۔ پس اس کا دینا ورثاء پر گراں گزرے گا۔ اور اس کی ادائیگی میں تفریط کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطالب کوئی نہیں۔ بخلاف قرض کے۔ اس کو قرض سے مقدم کیا گیا تاکہ اس کی ادئیگی میں عجلت کی جائے اور قرض ساتھ ادا کر دیا جائے۔ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا (تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے تمہیں معلوم نہیں کہ کون ان میں تمہارے لئے نفع میں قریب تر ہے)

نحو: اباء كم مبتداء۔ ابناؤ کم اس کا معطوف۔ لَا تَدْرُوْنَ خبر ہے۔ ایهم مبتداء۔ اقرب لكم خبر ہے۔ اور دونوں موضع نصب میں ہیں۔ عامل تَدْرُوْنَ ہے۔ نفعًا تمیز ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض کو اپنی حکمت کے مطابق لازم کیا۔ اگر یہ تمہارے سپرد ہوتا۔ تو تمہیں معلوم نہ ہوتا کہ کون تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پس تم اموال کو بغیر حکمت کے تقسیم کرتے۔ حصص میں فرق منافع کے فرق کے سبب ہے اور تم ان کا تفاوت نہیں جانتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کی ذمہ داری لی۔ اور تمہارے اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم مقداروں کو پہچاننے سے عاجز تھے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ

اور تمہارے لئے اس مال میں سے آدھا ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کے اولاد نہ ہو، سو اگر

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ

ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو وہ وصیت کر گئیں

اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ

اور اس قرضے کی ادائیگی کے بعد جو ان کے ذمہ ہے، اور ان کے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو تم نے چھوڑا اگر تمہارے اولاد نہ ہو، سو اگر

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ

تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے آٹھواں ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو تم وصیت کر گئے

بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ

ہو، یا قرض کی ادائیگی کے بعد جو تمہارے ذمہ ہو۔

جملہ معترضہ:

یہ جملہ معترضہ مؤکدہ ہے۔ اس کی اعرابی حیثیت کوئی نہیں۔ فَرِيْضَةً یہ فعل محذوف کا مصدر مؤکد ہے۔ ای فرض ذٰلك فرضًا۔ مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ بیشک اللہ علم والے حکمت والے ہیں) اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے جانتے ہیں۔ اور جو فرائض مقرر کیے اور میراث کی تقسیم کی اس میں حکمت برتنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۲:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ (تمہارے لئے نصف ہے جو چھوڑا تمہاری بیویوں نے) اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان کی اولاد مذکر یا مؤنث نہ ہو) فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو) اگر ان کی تم میں سے اولاد ہو یا اور کسی خاوند سے ہو۔

میاں بیوی کی وراثت:

فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (اور ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی ہے۔ ان کی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد اور ان تمام عورتوں کے لئے چوتھائی ہے جو تم نے ترکہ چھوڑا۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اگر

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ

اور اگر مرنے والا کوئی مرد یا کوئی عورت ہو جس کو مورث بنایا جارہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی نہ ہو اور نہ کوئی بیٹا بیٹی ہو اور نہ پوتا پوتی ہو اور اس نے کوئی بھائی یا بہن

مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

چھوڑی ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، سو اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی مال میں شریک ہوں گے اس وصیت کے

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

نافذ کرنے کے بعد جس کی وصیت کی گئی ہو اور ادائے قرض کے بعد۔ اس حال میں کہ نقصان پہنچانے کی نیت نہ کی ہو۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ

عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ ⑫

تعالیٰ علیم ہے اور حلیم ہے۔

تمہاری اولاد موجود ہو تو تمہاری بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں ہے۔ تمہاری وصیت کرنے کے بعد یا قرض ادا کرنے کے بعد) ایک بیوی اور چار بیویاں ربع اور ثمن میں برابر ہونگی۔ خاوند کی میراث کو زوجہ سے دوگنا قرار دیا کیونکہ آیت للذکر مثل حظ الانثیین اس پر دلالت کرتی ہے۔

کلالہ کی میراث:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ (اور اگر کوئی آدمی میت) يُّوْرَثُ (جس کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو) یہ وَرِث سے ہے۔ كَلٰلَةً (کلالہ ہو) کلالہ وہ ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔

نحو : (۱) رجلٌ كَانَ کا اسم ہے۔ یورث، رجل کی صفت ہے اور کلالة یہ کان کی خبر ہے۔ اگر کوئی آدمی جس کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے وہ کلالہ ہو۔ کہ اس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ (۲) یا يُوْرَثُ ۔ كَانَ کی خبر ہے۔ اور کلالہ یورث کی ضمیر سے حال ہے۔ کلالہ جس نے والد و ولد نہ چھوڑا ہو یا پیچھے رہنے والوں میں نہ والد ہو نہ ولد وہ کلالہ کہلاتے ہیں۔ اصل میں یہ لفظ مصدر ہے اور کلال کے معنی میں آتا ہے۔ اور کلال کا معنی ہے تھک کر عاجز آنا۔ اَوِ امْرَاَةٌ یہ رجل پر عطف ہے۔ وَلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ (یا عورت کلالہ ہو اور اس کا بھائی یا بہن ہو) یہاں بالاتفاق اخیافی بھائی مراد ہیں۔

ضمیر مفرد کی وجہ:

سوال : مرد عورت دونوں کا تذکرہ ہوا۔ مگر ضمیر مفرد مذکر کی لائی گئی۔

جواب : مفرد ضمیر کی وجہ او ہے جو احد الشیئین کے لئے آتا ہے۔ یا مذکر اس لئے لائے کیونکہ ضمیر رجل کی طرف راجع ہے اور وہ مذکر ہے اور ابتدائے کلام اسی سے ہے۔ یا دونوں میں سے احد هما کی طرف لوٹے گی اور وہ مذکر ہے۔ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ (پس ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ثلث میں شریک ہونگے حصہ میں مرد و عورت برابر ہونگے۔ کیونکہ ان کو قرابت اُم کی وجہ سے حصہ ملا ہے اور ماں ایک ثلث سے زیادہ کی وارث نہیں ہوتی۔ اسی لئے مذکر و مؤنث پر فضیلت حصہ میں حاصل نہ ہوگی۔ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو میت کی طرف سے کی جائے یا قرض کی ادائیگی کے بعد) یہ وصیت و دین کو دوبارہ لایا گیا۔ کیونکہ موصی مختلف ہیں۔ اول تو اولاد و والدین ہیں اور ثانی زوجہ اور ثالث زوج اور چوتھا کلالہ۔ غَيْرَ مُضَآرٍّ (وہ نقصان نہ پہنچانے والا ہو) اپنے ورثاء کو۔ یعنی وصیت کرنے والا زیادتی کرنے والا نہ ہو وہ اس طرح کہ ثلث سے زائد کی وصیت کر جائے۔ یا وارث کے لئے وصیت کر جائے۔ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے)

نحو : یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی وہ تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہے وصیت کرنا۔ غیر مضار۔ یہ حال ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ جاننے والے ہیں) اس شخص کو جو ظلم کرنے والا ہے یا وصیت میں انصاف کرنے والا ہے۔ حَلِيْمٌ (وہ حلم والا ہے) ظالم کو جلد سزا نہیں دیتا۔ یہ وعید ہے۔

سوال : جنہوں نے یوصی بھا پڑھا تو ذوالحال کہاں ہے؟

جواب : اس کا فاعل مضمر ہوگا۔ کیونکہ جب کہا: یوصٰی بھا تو اس سے خود معلوم ہوگیا کہ وہاں کوئی موصی ہے۔ جس طرح رجال۔ یسبح کا فاعل ہے۔ کیونکہ جب کہا گیا یسبح لہ۔ النور: ۳۶۔ تو خود معلوم ہوگیا کہ وہاں مسبح ہے جو یسبح میں مضمر ہے۔

ورثاء کی اقسام

نمبر ا۔ اصحابِ فرائض:

یہ وہ ہیں جن کے حصے مقرر ہیں۔ مثلاً بیٹی۔ اس کا نصف ہے اور جب ایک سے زیادہ ہوں تو دو ثلث۔ اور پوتی نیچے تک۔ یہ لڑکا نہ ہونے کی حالت میں بیٹی کے حکم میں ہے اس کا صلبی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ہے مگر دو صلبی بیٹیوں اور بیٹے کی موجودگی میں یہ ساقط ہو جائے گی مگر جبکہ اس کے ساتھ لڑکا ہوگا تو وہ اس کو عصبہ بنا دے گا۔ ماں اور باپ کی بہنیں یہ ولد اور ولد الابن کی عدم موجودگی میں بنات کی طرح ہونگی۔ اور باپ کی بہنیں فقط یہ ماں' باپ کی بہنوں کی طرح شمار ہونگی۔ جبکہ وہ موجود نہ ہوں، یہ بنت کے ساتھ مل کر یا بنت الابن کے ساتھ مل کر یہ دونوں قسمیں عصبہ بن جائیں گی۔ اور بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں خواہ وہ نیچے جا کر ہو یہ ساقط ہو جائیں گے۔ بلکہ والد اور دادا کی موجودگی میں بھی یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گی۔

ماں کے بیٹے:

ان میں سے ایک کے لئے چھٹا ہوگا اور ایک سے زیادہ کے لئے ثلث ہوگا۔ مذکر و مؤنث کا حصہ برابر ہوگا۔ یہ بیٹے اور پوتے کے ہوتے ہوئے نیچے تک ساقط ہو جائیں گے اسی طرح والد اور دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہونگے۔

باپ: بیٹے کی موجودگی میں اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اسی طرح پوتے اور نیچے تک بنت کے ساتھ یا بیٹے کی بیٹی نیچے تک ہو تو چھٹا حصہ

اس کو ملے گا۔اور باقی بھی ملے گا۔

دادا:

ماں کی عدم موجودگی میں باپ کی طرح ہے۔مگر ماں کے ثلث کی طرف لوٹنے میں جب تک کہ باقی رہے۔

ماں:

لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کا حصہ چھٹا ہے۔یا پوتے کے ہوتے ہوئے۔خواہ نیچے تک ہوں اس کا چھٹا ہے۔یا دو بہنیں اور کئی بہنوں کی موجودگی خواہ وہ کسی جہت سے ہوں اس کا حصہ چھٹا ہوگا۔اور جب یہ نہ ہوں تو ماں کو ثلث ملے گا اور باقی کا ثلث ملے گا جب کہ وارث زوج ووالدین ہوں اور زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ فرض ہو۔یا زوجہ اور ابوین ہوں۔

دادی:

اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔اگرچہ ایک سے زیادہ ہوخواہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے۔

قاعدہ:

قرابت والے ہوں تو دور والوں کے لئے حصہ سے روک بن جائیں گے اور ماں کے ہوتے ہوئے تمام اور باپ کے ہوتے ہوئے ابویات کا حصہ نہ ہوگا۔

زوج:

ولد کی موجودگی میں اسکا چوتھائی اور اسی طرح پوتا نیچے تک ہوں تب بھی چوتھائی ہوگا اور جب ولد وغیرہ نہ ہوں تو زوج کو نصف ملے گا۔

زوجہ:

ولد کے ساتھ اس کا آٹھواں اسی طرح پوتا نیچے تک کے ساتھ بھی آٹھواں ہوگا۔اور جب یہ نہ ہوں تو چوتھائی ہوگا۔

العصبات

یہ وہ لوگ ہیں جو اہل فرائض کے بقیہ کے وارث ہوتے ہیں۔ان عصبات کی اولاد میں ترتیب اس طرح ہوگی۔نمبر ۱۔بیٹا پھر بیٹی پھر نیچے تک اسی ترتیب سے۔نمبر ۲۔پھر باپ پھر دادا پھر اس سے اوپر تک اسی طرح۔نمبر ۳۔بھائی ماں باپ کی طرف سے۔پھر باپ سے بھائی۔نمبر ۴۔پھر حقیقی بھتیجا پھر باپ جائے بھائی کا بیٹا۔نمبر ۵۔پھر چچا پھر باپ کے چچا' پھر دادا کے چچا۔ نمبر ۶۔آزاد کردہ غلام۔پھر اس کے عصبہ اوپر والی ترتیب کے مطابق۔

وہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نصف اور دو ثلث ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی۔ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہ بن سکیں گی۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں، اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑬ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑭ ع

اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے آگے نکل جائے وہ اسے آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

ذوی الارحام

یہ ایسے اقارب ہیں۔ جو عصبات سے نہیں۔ نہ اہل فرائض سے ہیں۔ ان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے۔

(نکتہ نادرہ: اس آیت میں وصیت وقرض کو عدم ضرر کی قید سے مشروط کیا۔ جبکہ اس سے قبل یہ قید نہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت توالد اور تعلق زوجیت کا تقاضہ ہے کہ وصیت یا اقرار دین پایا جائے۔ مگر اخیافی بھائی قرابت کا رشتہ نہیں رکھتے یہاں ضرر کا اندیشہ قوی ہے۔ اس لئے اس سے بچانے کی خاطر قید لگادی۔ مترجم)

تفسیر آیت نمبر ۱۳:

تِلْكَ (یہ) اس کا مشارٌ الیہ وہ احکام ہیں جن کا تذکرہ باب الیتامی والوصایا والمواریث میں ہو چکا۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) ان کو حدود کہا۔ کیونکہ احکام شریعت حدود کی طرح ہیں۔ جو کہ مکلفین کے لئے لگائی گئیں۔ ان سے تجاوز ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جو اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے)

تفسیر آیت ۱۴:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا (اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

لفظ و معنی کا لحاظ:

نحو: خَالِدِيْنَ' اور خَالِدًا کو نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے اوپر والی آیت میں جمع لائے اور اس آیت میں مفرد لایا گیا۔

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً
اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں سو ان پر چار آدمیوں کی گواہی طلب
مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ
کرلو جو تم میں سے ہوں، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ اللہ ان کو موت
الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ
دے دے یا ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرما دے، اور جو بھی دو شخص تم میں سے بے حیائی کا کام کریں ان کو اذیت پہنچاؤ،
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾
پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان سے اعراض کرو۔ بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

ایک میں معنی کا لحاظ کیا جبکہ دوسرے میں لفظ کا لحاظ کیا۔

قراءت: ندخله دونوں مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے) کیونکہ وہ ذلیل ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

تردید خوارج:

اس آیت کا معتزلہ وخوارج کے فاسد استدلال سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت کفار کے متعلق ہے۔ کیونکہ کافر ہی نے اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کو پھاندا ہے۔

باقی مؤمن تو ایمان کے سبب مطیع ہے توحید کی حدود سے تعدی کرنے والا نہیں۔ اسی لئے ضحاکؒ نے معصیت کی تفسیر شرک سے کی ہے۔ کلبی نے کہا من یعص اللّٰہ ورسولہ بکفرہ بقسمۃ المواریث و یتعد حدودہ استحلالاً۔ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی تقسیم میراث میں کفر کے سبب کی اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو حلال قرار دے کر توڑا۔

تفسیر آیت ۱۵:

پھر حکام کو خطاب کر کے فرمایا۔ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ (وہ عورتیں جو بے حیائی کا ارتکاب کریں)

نحو: وَالّٰتِيْ یہ اَلَّتِيْ کی جمع ہے۔ اور بوجہ مبتداء موضع رفع میں ہے الفاحشۃ سے مراد زنا ہے۔ کیونکہ یہ بہت سے قبائح سے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے۔ اتی الفاحشہ وجآء ھا رھقھا و غشیھا۔ ان تمام کا معنی ارتکاب فاحشہ ہے۔ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ (تمہاری عورتوں میں سے بعض) یہاں مِن تبعیضیہ ہے۔ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ (ان کے متعلق گواہی طلب کرو)

نحو: والّتی سے جملہ صلہ مل کر مبتداء اور فاستشهدوا اس کی خبر ہے۔ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (اپنے میں سے چار) مِّنْكُمْ سے

مرادمؤمن۔ فَاِنْ شَهِدُوْا (پس اگر وہ زناء کی گواہی دیں) فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ (تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کردو) حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (یہاں تک کہ ان کو موت آ جائے) الموت سے قبل مضاف محذوف ملائکۃ الموت جیسا کہ دوسری آیت: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (النحل:۲۸) یا دوسرا معنی موت ان کو پکڑ لے۔ اوران کی ارواح کو پورا پورا لے لے۔

سبیل کی وضاحت:

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا (یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستہ مقرر کردے) جو اس کے علاوہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کنواری کے لئے وہ راہ سو کوڑے اور جلاوطنی ہے اور ثیبہ کے لئے سنگسار کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰہ لھن سبیلا۔ البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عامٍ والثیب بالثیب جلد مائة ورجم بالحجارة۔ (مسلم ۱۶۹۰، احمد ۳۱۳/۳ جلد ۵، ابوداؤد ۴۴۱۶، ترمذی ۱۴۳۴)

مجھ سے احکام اچھی طرح سمجھ لو۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ متعین کردیا۔ کہ کنواری لڑکی ولڑکا ان کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ جوڑے کو سو کوڑے اور سنگسار کیا جائے۔

تفسیر آیت ۱۶:

وَالَّذٰنِ (اور جو نسے دو شخص بھی) مراد زانی اور مزنیہ ہے۔ قراءت: والّذانّ نون کی تشدید کے ساتھ مکی نے پڑھا ہے۔

يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ (بے حیائی کا کام کریں تم میں سے) اس کا یعنی فاحشہ کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔ فَاٰذُوْهُمَا (پس ان کو دکھ پہنچاؤ) ڈانٹ ڈپٹ کرو اور عار دلاؤ۔ اوران کو کہو تمہیں شرم نہیں آتی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ فَاِنْ تَابَا (پس اگر وہ توبہ کرلیں) بے حیائی سے۔ وَاَصْلَحَا (اور اصلاح کرلیں) اور حالت کو بدل لیں۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا (تو تم ان دونوں سے اعراض کرو) اور توبیخ و مذمت کو منقطع کردو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں) وہ تائب کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور اس پر رحم بھی فرماتے ہیں۔

اولی حدِ زنا:

حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا۔ زنا کی حد میں سے جو پہلی چیز نازل ہوئی وہ ایذاء پہنچانا ہی تھی۔ پھر دوسرے نمبر پر قید کرنا۔ پھر تیسرے نمبر پر کوڑے لگانا اور سنگسار کرنا۔ پس نزول کی ترتیب تلاوت کی ترتیب کے خلاف ہے۔

تین اقسام حد:

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو ان کی حد فقط رجم ہے اور جب کنوارے ہوں تو ان کی حد فقط کوڑے ہیں اور اگر ایک شادی شدہ اور دوسرا کنوارہ ہو تو شادی شدہ پر رجم اور کنوارے پر سو کوڑے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ

پس اللہ کے ذمہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو حماقت کے ساتھ گناہ کر لیتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں

مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

توبہ کر لیتے ہیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ علم والا

حَكِيْمًا ۝۱۷ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا

حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ

جب ان میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہو جائے تو کہتا ہے کہ بے شک میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ ہے

وَھُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۸

جو کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اعتراف ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پہلی آیت ان عورتوں کے متعلق ہے جو مساحقہ کرنے والیاں ہیں اور دوسری آیت لواطت کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں اور سورۃ النور کی آیت وہ زانی وزانیہ کے متعلق ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی واضح دلیل ہے کہ لواطت کی سزا تعزیر ہے۔ حد نہیں ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الا ذی والی آیت لواطت کے متعلق ہے۔

تفسیر آیت ۱۷:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ (بے شک توبہ قبول کرنا) اس سے اس شخص کی توبہ مراد ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ رجوع فرما کر توبہ قبول کرلیں۔ عَلَى اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ذمہ) اس سے مراد وجوب نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں۔ بلکہ علٰی، وعدے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ بہرصورت ہو کر رہے گا۔ جس طرح واجب چھوڑا نہیں جا سکتا۔ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ (صرف ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو برائی کر لیتے ہیں) گناہ کو سوء کے لفظ سے ذکر اسلئے کیا۔ کیونکہ گناہ کا وبال برا ہے۔ بِجَهَالَةٍ (نادانی کے ساتھ)

جہالت کی قید کا فائدہ:

نحو: بجهالةٍ موضع حال میں ہے یعنی يعملون السوء جاهلين سفهاء۔ وہ برائی کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ

ناواقف و نادانی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ قبیح کے ارتکاب کی طرف حماقت آمادہ کرتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے جب تک کہ وہ جہالت سے باز نہ آ جائے۔

ترغیب توبہ:

دوسرا قول: اس کی جہالت یہ ہے کہ اس نے فانی لذات کو باقی لذات کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے وہ ناواقف نہیں کہ اس نے گناہ کیا۔ لیکن وہ اس کی سزا سے ناواقف ہے۔ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (پھر قریب وقت میں وہ توبہ کر لیتے ہیں) احتضار موت سے پہلے پہلے دوسری آیت میں فرمایا حتی اذا حضر احدھم الموت کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ احتضار کا وقت ایسا ہے۔ کہ اس میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ موت سے پہلے کی جانی والی ہر توبہ قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موت کا فرشتہ دیکھنے سے پہلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ان اللّٰہ تعالی یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر۔

(رواہ احمد ۲/۱۳۲ ترمذی ۳۵۳۷ ابن ماجہ ۴۲۵۳)

بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتے ہیں جب تک غرغرہ میں مبتلا نہ ہو۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔ یعنی کسی قریب زمانہ میں توبہ کر لیتے ہیں۔

گویا کہ (ترغیب توبہ کے لئے) معصیت اور حضور موت کے درمیانی زمانے کو بہت قریبی زمانہ قرار دیا۔ (کہ وہ تھوڑا سا وقت ہے فوراً توبہ کر لینی چاہیے)

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رجوع فرمائیں گے) یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو پورا فرمائیں گے۔ اور بتلا دیا کہ بخشش بہرصورت ہونے والی ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے توبہ کے ارادہ کو جاننے والے ہیں) حَكِيْمًا (حکمت والے ہیں) کہ شرمندہ ہونے کو توبہ قرار دیا۔

تفسیر آیت ۱۸:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ (اور توبہ مقبول نہیں ان لوگوں کی جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان سے تکلیف دور ہو جائے اسباب موت جمع ہو کر اور ملک الموت کو سامنے دیکھ کر۔ ایسے لوگوں کی توبہ غیر مقبول ہے کیونکہ یہ اضطراری حالت ہے۔ اختیاری نہیں۔ قبولیت توبہ تو ثواب و رجوع ہے اسکا کوئی کسی سے وعدہ نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند کر لیا جائے۔ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ (اور نہ انکی توبہ قبول ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث ہو جاؤ اور تم ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ

جو مال تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح فحش کام کر بیٹھیں، اور تم ان کے ساتھ اچھے

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ

طریقہ پر زندگی گزارو، سو اگر تم کو وہ ناپسند ہیں تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں

خَيْرًا كَثِيْرًا ⑲

زیادہ خیر رکھ دے۔

نحو : اس کا عطف للذین یعملون السیئات پر ہے یہ بھی موضع جر میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیست التوبة للذین یعملون السیئات ولا للذین یموتون وھم کفار۔ھم کفار۔یموتون کی ضمیر سے حال ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ پہلی آیت مؤمنین کے متعلق اور درمیانی منافقین سے متعلق اور پچھلی آیت کفار کے متعلق ہے۔

نحو وقراءت:

بعض مصاحف میں یہ دولام کے ساتھ ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر اولئك اعتدنا لھم عذاباً الیماً ہے۔

اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اعتدنا یہ عتید سے ماخوذ ہے۔عتید کا معنی حاضر ہے یا اس کا اصل اعددنا۔دال کو تا سے بدل دیا۔

آیت ۱۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا۔ (اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم مالک بن جاؤ عورتوں کے زبردستی)

طریق جاہلیت کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت میں آدمی عورتوں کے اس طرح وارث بن جاتے کہ اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتے اور بلا مہر اس سے شادی کر لیتے۔خواہ عورت کو پسند ہو یا نہ، یہ آیت اتاری کہ تمہارا ان کو بطور وراثت لینا درست نہیں۔جس طرح کہ میراث لی جاتی ہے۔جبکہ عورتیں بھی اس کو ناپسند کرنے والی ہوں۔یا ان کو مجبور کر کے ایسا کرو۔

نحو ٗ قراءت:

کَرْهًا فتحہ کے ساتھ یہ کراہت سے ہے۔ اور ضمہ کے ساتھ اکراہ سے ہے اور مصدر ہے۔ حمزہ ٗ علی رحمہما اللہ نے ضمہ سے پڑھا ہے۔ یہ مفعول سے حال ہے۔

فائدہٗ مہمہ:

کرہ کی قید لگانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب کرہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کسی شیٔ کو ذکر کر کے تخصیص کرنا ماسواء کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا اس آیت میں ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق۔ کہ تم اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو الاسراء۔۳۱۔ اب بھوک کا خطرہ نہ ہو بلکہ وسعت مالی میسر ہو تو ایسی حالت میں بھی اولاد کا قتل جائز نہیں۔

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ (اور تم ان کو نہ روکو) جاہلیت میں رواج تھا کہ جب آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا حالانکہ اس کو اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کو روک لیتے۔ خود اچھا سلوک نہ کرتے۔ یہ سلوک اس لئے کرتے تا کہ وہ اس کا مال حاصل کر لیں اور وہ مال سے خود علیحدگی اختیار کر لے۔

نحو : نمبرا۔ ان ترثوا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لا تاکید نفی کے لئے ہے۔ اب مطلب یہ ہوا۔ نہ ان کا مال میراث کی طرح مالک بننا حلال ہے اور نہ ان کو روکے رکھنا حلال ہے۔ نمبر۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور لا نہی کا ہے۔ اب کَرْهًا پر وقف ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا۔ تم مت ان کو روکو۔

العضل روکنے اور تنگ کرنے کو کہتے ہیں۔

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ تا کہ جو مہر تمہارے مردہ باپ یا عزیز نے انکو دیا ہے۔ تم ان سے اسکا کچھ حصہ واپس لے لو۔

نحو : یہ لتذھبوا بتاویل مصدر لام کا مجرور ہو کر لا تعضلوا کے متعلق ہے۔

بدسلوکی میں اجازتِ خلع:

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد خاوند کی نافرمانی اور خاوند اور اس کے اہل وعیال کو بدکلامی سے ایذاء دینا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر بدسلوکی ان عورتوں کی طرف سے ہو تو پھر تم خلع کے مطالبہ میں معذور ہو۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ الفاحشة سے مراد زنا ہے۔ پس اگر عورت نے ایسا کیا تو اس کے خاوند کے لئے خلع کا مطالبہ درست ہے۔

قراءت: مُّبَيَّنَةٍ۔ کو مکی اور ابوبکر نے یا کے فتحہ سے پڑھا۔ استثناء عام ظرف سے زیادہ عام ہے یا استثناء مفعول له ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہوگی ان کو تمام اوقات میں مت روکو مگر اس وقت جبکہ وہ فاحشہ کا ارتکاب کریں۔ دوسرا معنی۔ ان کو تم کسی علت وغرض سے نہ روکو مگر روکنے کی علت ارتکاب فاحشہ ہو۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

اور اگر ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ بدلنا چاہو اور تم ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۲۰ وَ

تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس کو واپس لو گے بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کر کے، اور

كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا

تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو اور انہوں نے تم سے خوب پختہ عہد

غَلِيْظًا ۝۲۱

لے لیا ہے۔

وہ عورتوں سے بدسلوکی کرتے پس انہیں حکم دیا گیا۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (ان سے حسن معاشرت اختیار کرو) اور وہ نفقہ اور مبیت میں انصاف کرنا ہے۔ اور بات مجمل و مناسب کہنا۔ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ (پس اگر تم ان سے نفرت کرتے ہو) ان کی بدصورتی یا بداخلاقی کی وجہ سے فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (پس ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھی ہو) ہٗ کی ضمیر اس شے کی طرف یا کرہ و ناپسندیدگی کی طرف راجع ہے۔ خیرًا کثیرًا سے مراد ثواب جزیل ہے یا پھر اولاد صالح۔

مفہوم و مطلب :

آیت کا یہ ہے۔ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ان سے جدائی صرف نفس کی کراہت کی وجہ سے اختیار نہ کرو۔ بسا اوقات نفس ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور بھلائی سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور ایسی چیز کو نفس پسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے انتہائی نقصان دہ ہے بلکہ عورتوں سے جدائی اسباب صلاح پر نظر کرتے ہوئے ہونی چاہیے۔

نحو : فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا۔ جزاء ہے۔ اور ان کرھتموھن شرط ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ ان کرھتموھن فاصبروا علیھن مع الکراھۃ فلعل لکم فیما تکرھونہ خیرًا کثیرًا لیس فیما تحبونہ۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو کوئی بات نہیں صبر کرو باوجود کراہت کے ان کو اپنے ہاں روک کر رکھو۔ شاید کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں بہت سی بھلائی ہو جو اس چیز میں نہ ہو جس کو تم پسند کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۰: ایک جاہلانہ روش:

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھتا اور وہ اس کو پسند آ جاتی۔ تو اپنی سابقہ بیوی پر بہتان لگاتا اور زنا کی

طرف اس کی نسبت کرتا۔ تا آنکہ مجبور ہوکر وہ اپنے مہر سے دست بردار ہوتی یا اس کو واپس کرتی۔ اس آیت میں فرمایا گیا۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ (اگر تم ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری کو اس کی جگہ بدلنا چاہتے ہو) وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ (اور تم نے ایک بیوی کو دے رکھا ہے) احدٰہن سے احدی الزوجات مراد ہے۔ اور زوج سے مراد جمع ہے۔ کیونکہ اٰتَيْتُمْ میں ضمیر خطاب جماعت رجال کو ہے۔ قِنْطَارًا (خزانہ) بہت زیادہ مال جیسا کہ آل عمران میں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا۔ لا تغالوا بصدقات النساء۔ عورتوں کے مہروں کے سلسلہ میں گرانی نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا۔ کیا ہم تمہاری بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کا فرمان: وآتيتم إحداهن قنطارًا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہر شخص دینی سمجھ میں عمر سے زیادہ ہے۔ تم جتنے مہر پر مرضی ہو نکاح کرو۔ (بکر بن عبداللہ المزنی کی روایت میں ہے کہ فاروق اعظم نے فرمایا میں تمہیں کثرت مہر سے منع کرنے لگا۔ تو میرے سامنے یہ آیت: آتيتم احداهن قنطارا آ گئی پس میں اس سے رک گیا)

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ (پس تم اس دیئے ہوئے مال میں سے نہ لو) ہٗ کی ضمیر قنطار کی طرف راجع ہے۔ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (کیا تم اس مال کو باطل طور پر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے لو گے) مبينًا بمعنی واضح۔

تعریفِ بہتان:

البهتان کسی آدمی کے متعلق کوئی ایسی بری بات یا فعل کی نسبت کرنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ وہ اس فعل یا بات کو سن کر مبہوت یعنی حیران ہوگا۔ اس لئے اس کو بہتان کہتے ہیں۔ یہاں فعل ہی مراد ہے۔

نحو: بُهْتَانًا یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم بہتان لگانے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہوگے۔

تفسیر آیت ۲۱:

پھر اس آیت میں جماع کے بعد مہر لینے کو اور زیادہ برا قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ (تم کس طرح اس کو لے لو گے۔ جبکہ تم جماع کر چکے) افضاء۔ ایسی خلوت جس میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی سے فضاء بمعنی صحراء ہے۔

احناف کی دلیل:

مَسْئَلَہ: یہ آیت ہم احناف کے لئے خلوت صحیحہ کے بعد لزوم مہر کی دلیل ہے۔

آیت میں مہر واپس لینے کو ناپسند قرار دیا گیا۔ اور اس کی علت اگلی آیت میں بیان فرمائی۔

پختہ وعدہ کی مراد:

وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ بھی لے چکیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فامساك بمعروف او تسريح باحسان (البقرہ۔۲۲۹) کہ یا تو ان عورتوں کو دستور کے موافق روک رکھو یا احسان سے رخصت کر دو)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو پہلے گزر چکا۔ بے شک یہ بے حیائی کا

وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝۲۲

اور غصہ کا کام ہے اور بُرا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے بندوں سے ان عورتوں کی خاطر لیا۔ تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے ان عورتوں نے اپنے خاوندوں سے براہ راست لیا۔

دوسری تفسیر: میثاقاً غلیظا سے مراد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ استوصوا بالنساء خیرًا۔ تم عورتوں سے بھلا سلوک کرو فان ھن عوان فی ایدیکم اخذتموھن بامانۃ اللّٰہ۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں ریوڑ کی طرح ہیں۔ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللّٰہ (ترمذی ۱۱۶۳۔ ابن ماجہ ۱۸۵۱۔ مسلم ۱۸۵۱۔ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا اور ان کی شرمگاہوں کو بحکم خدا اپنے لئے حلال بنایا۔

آیت ۲۲: جب یہ آیت لایحل لکم ان ترثوا اتری۔ تو لوگوں نے کہا ہم نے سابقہ رواج کو ترک کر دیا۔ ہم ان کی ناپسندیدگی سے ان کے وارث نہ بنیں گے۔ لیکن ہم ان کو پیغام نکاح دیں گے اور ان کی رضا و رغبت سے ان سے نکاح کریں گے۔ تو اس پر یہ آیت اتری۔

باپ کی موطوءہ حرام ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے) ایک قول یہ ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔ یعنی ان عورتوں سے وطی نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے وطی کی ہو۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے خواہ وہ موطوءہ نکاح سے ہو یا ملک یمین یا زناء سے جیسا کہ ہمارا مسلک احناف ہے۔ اور اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو اس کی ممانعت کر دی گئی تو اگر اپنی طرف سے ایسا کریں گے تو اس کا حال خود سوچ لیں کیا ہوگا فرمایا۔ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (لیکن جو پہلے ہو چکا) اس پر تو تم سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

نَحْو: سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔

اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی:

آیت کے اگلے حصے میں عقد کی حیثیت بتلا دی۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً (کہ یہ بے حیائی ہے اور قباحت میں انتہاء کو پہنچنے والی ہے) وَّمَقْتًا (اور ناراضگی میں) میں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض اور ایمان والوں کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ

حرام ہو گئیں ہیں تم پر تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھائی

الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

کی بیٹیاں، اور بہن کی بیٹیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں،

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن بیویوں سے دخول کر چکے ہو جو تمہاری گودوں

بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ

میں ہیں۔ سواگر تم نے ان بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کرلو، اور حرام ہیں تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط

جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو مگر جو گزر چکا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۲۳ لا

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

ناراضی کے باوجود اپنے وقار کے لئے ایسا کرتے تھے اور اس کو نکاح مقت کہتے تھے۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہوتی اس کا لقب المقتی مشہور ہوتا۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا (اور یہ بہت برا راستہ ہے)

تفسیر آیت ۲۳...... بیانِ محرمات:

جب شروع سورت میں ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح حلال تھا۔ اور اس سے قبل بعض محرمات کا ذکر دیا گیا۔ اور وہ باپوں کی موطوءہ ہیں۔ تو اب باقی محرمات کا ذکر فرمایا۔ وہ سات نسب سے ہیں۔ سات سبب سے ہیں۔ ابتداء نسب والی عورتوں سے کی۔ فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں) مراد ان سے نکاح کا حرام ہونا ہے عند البعض۔ ہم نے شرح المنار میں مختار قول ذکر کر دیا ہے۔ نانی یا دادی وہ بھی امہات میں شامل ہیں۔

وَبَنٰتُكُمْ (اور تمہاری بیٹیاں) پوتیاں، نواسیاں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔

قاعدہ: جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو پھر تقسیم احاد کی احاد پر ہوتی ہے۔

پس ہر ایک پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہوگی۔ وَاَخَوٰتُكُمْ (اور تمہاری بہنیں) جو باپ یا ماں یا صرف باپ کی طرف

سے یا صرف ماں کی طرف سے ہوں۔یعنی حقیقی، علاتی۔اخیافی۔

عمات سے مراد:

وعَمّٰتُكُمْ (تمہاری پھوپھیاں) حقیقی علاتی ' اخیافی۔وَخٰلٰتُكُمْ (اورتمہاری خالائیں) تینوں قسم حقیقی' علاتی ' اخیافی۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ (بھتیجیاں) تینوں قسم حقیقی، علاتی ' اخیافی۔وَبَنٰتُ الْاُخْتِ (بھانجیاں) تینوں قسم ان دونوں قسم میں پوتیاں اور نواسیاں بھی شامل ہونگی۔

حرمت رضاعت:

آگے سبب سے جو محرمات ہیں ان کو بیان کیا۔وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (تمہاری رضاعی مائیں اور بہنیں) اللہ تعالیٰ نے رضاعت کونسب کے قائم مقام کیا ہے۔اسی لئے مرضعہ کو دودھ پینے والے بچے کی ماں سے تعبیر فرمایا۔اوراس کی بیٹیوں کو بہن سے تعبیر فرمایا۔اسی طرح مرضعہ کے زوج کو رضیع کا باپ اور اس کے ماں باپ کو دادا دادی اور باپ کی بہن کو اس کی پھوپھی ہر بچہ جو اس خاوند سے اس عورت کا پیدا ہو وہ اس رضیع کے بھائی، بہنیں حقیقی ہیں۔اوراس عورت کا جو بچہ دوسرے خاوند سے پیدا ہو وہ اس کے ماں جائے بہن بھائی ہیں۔اوراس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب۔بخاری۔۵۲۳۹۔مسلم۔۱۴۴۴۔رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

عقد کی محرمات:

وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ (اورتمہاری بیویوں کی مائیں) یہ محرمات فقط عقد سے ہیں۔وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ (وہ ربیبہ جو تمہاری پرورش میں ہوں) عورت کی وہ اولاد جو موجودہ کے علاوہ خاوند سے ہواس کو ربیب اور ربیبہ کہا۔کیونکہ یہ خاوند ان کو پالتا ہے۔جیسا کہ عموماً والد اپنی اولاد کو پالتا ہے۔پھر مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی اور تربیت نہ کرنے کی صورت میں بھی نام یہی رکھا گیا۔الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ (جو تمہاری گودوں میں ہیں) داؤد ظاہری نے کہا اگر وہ اس کے زیرنگرانی نہ ہوں تو حلال ہیں۔

حجور کی قید کا مطلب:

حجورکم کا تذکرہ غالب حالت کے پیش نظر ہے۔یہ شرط نہیں۔باقی اس انداز سے لانے کا مقصد حرمت کی علت بیان کرنا ہے۔ان کی حرمت تمہارے ان کو گود میں لے لینے کی وجہ سے ہے یا اس بناء پر کہ وہ تمہارے گود میں لینے کے میلان میں ہیں۔گویا کہ تم ان کی بیٹیوں سے عقد کرنے میں اس طرح ہو گے جیسے اپنی بیٹیوں سے عقد کرنے والے ہو۔

مِنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم نے قربت کی ہو) یہ ربائبکم سے متعلق ہے یعنی کہ اس ربیبہ سے نکاح حرام ہے۔جو مدخول بہا ہو۔اگر اس عورت سے دخول نہ ہوا ہو تو پھر وہ ربیبہ حلال ہے۔اور دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یہ جماع سے کنایہ ہے۔جیسے عرب کہتے ہیں بنی علیها' وضرب علیها الحجاب یعنی تم نے ان کو ستر میں داخل کیا ہو۔یا

تعدیہ کی ہے۔لمس وغیرہ دواعی جماع وہ قائم مقام دخول ہیں۔

بعض علماء نے اللاتی دخلتم بھن کونساء متقدمه اور متاخرہ کی صفت بنایا ہے۔حالانکہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ ایک وصف دوایسے موصوف کا وصف نہیں بن سکتا جن کا عامل مختلف ہو۔اور یہاں نساء متقدمہ مجرور بالاضافت ہیں اور نساء متاخرہ مِنْ کی وجہ سے مجرور ہیں۔اوراس طرح کہنا درست نہیں مررت بنسائك و هربت من نساء زيد الظريفات اس طور پر کہ پہلی نساء اور دوسرا لفظ نساء کی صفت بنے۔زجاج نے اس طرح کہا۔یہ قول صاحب کشاف کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم نے ان سے قربت نہ کی ہو تم پر کوئی گناہ نہیں) کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کرلو۔جبکہ پہلے ان کو طلاق دے کر فارغ کردو۔یا وہ نکاح کے بعد مر جائیں۔وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ (اور تمہاری بہوئیں) حلائل جمع حلیلہ ہے۔زوجہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔یا ایک دوسرے کا بستر اس کے لئے حلال کیا گیا۔یہ حل سے ہے یا حلول سے ہے۔

اصلاب کی قید سے متبنّٰی کو خارج کیا:

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ (وہ بیٹے جو تمہاری صلب سے ہیں) وہ نہیں جن کو تم نے متبنّٰی بنایا ہے۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔جب ان کو زید رضی اللہ عنہ متبنّٰی رسول اللہ ﷺ نے جدا کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ (الاحزاب:۳۷) تاکہ ایمان والوں کو اپنے منہ بولے بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی تنگی نہ رہے۔یہ آیت رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت کے لئے نہیں ہے۔

رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے:

(اس کی حرمت حدیث: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ (اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کو) یعنی نکاح میں جمع کرنا۔ نَحو: اس کا عطف محرمات پر ہے۔اور یہ موضع رفع میں ہے۔یعنی تم پر جمع بین الاختین حرام کیا گیا۔

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (مگر جو ہو چکا) اب تک جو ہوا وہ معاف ہے۔اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والے مہربان ہیں)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت ان تمام محرمات کو جانتے تھے مگر باپ کی بیوہ اور نکاح اختین مروج تھا اسی لئے ان کے متعلق الا ماقد سلف فرمایا۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

اور حرام ہیں وہ عورتیں جو کسی مرد کے نکاح میں ہوں، سوائے ان عورتوں کے جن کے تم مالک ہو جاؤ۔ اللہ نے ان احکام کو تم پر فرض فرما دیا ہے،

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ

اور تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں کہ تم اپنے مالوں کے بدلہ طلب کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی اختیار کرنے والے ہو۔

مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ

پانی بہانے والے نہ ہو۔ سو ان میں سے جن عورتوں سے نفع حاصل کر لو ان کے مہر دے دو جو مقرر ہو چکے ہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ مقرر مہر کے بعد آپس کی رضامندی سے کسی بات پر راضی ہو جاؤ بلا شبہ اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

علیم ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۴:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (اور خاوندوں والی عورتیں) کیونکہ انہوں نے اپنی شرمگاہوں کو نکاح کے ذریعہ محفوظ کرلیا۔

قراءت: یہاں کسائی نے محصَنات ۔صاد کے فتحہ سے پڑھا۔اور باقی تمام قرآن مجید میں کسرۂ صاد سے پڑھا۔

لونڈیوں کی حلت:

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (مگر جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) قید ہو جانے کی وجہ سے جبکہ اس کا خاوند دارالحرب میں ہو۔مطلب یہ ہوا،تم پر منکوحہ عورتوں سے نکاح حرام ہے۔یعنی وہ عورتیں جن کے خاوند ہوں مگر وہ عورتیں کہ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ بنے ان کے قید ہو جانے کی وجہ سے اور ان کے بلا خاوند نکالنے کی وجہ سے۔دارین کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان میں فرقت واقع ہوگئی۔قید کی وجہ سے نہیں۔دارین سے مراد دارالکفر اور دارالاسلام ہے۔اسی لئے غانم کے لئے ملک یمین (لونڈی) استبرائے رحم کے بعد حلال ہے۔

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے تم پر) کتاب یہ مصدر مؤکد ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا لکھ دینا اور فرض کیا فرض کرنا۔اور فرض کا مطلب جو حرام کی گئی چیزیں ہیں ان کا حرام قرار دینا ہے۔وَاُحِلَّ لَكُمْ (اور حلال کر دی گئیں تمہارے لئے)

نَحو : فعل مضمر نے کتاب اللہ کو نصب دی اس پر اس کا عطف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تم پر ان کی تحریم اور اس کو حلال کر دیا تمہارے لئے۔ مَّاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ (ان مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتیں)۔

قراءت: کوفی قراء نے سوائے ابوبکر کے حرمت پر عطف کرتے ہوئے واُحِلّ۔ ضمہ سے پڑھا ہے۔

نَحو : اَنْ تَبْتَغُوْا (یہ کہ طلب کرو تم) یہ مفعول لہٗ ہے۔ یعنی اس چیز کو جو حلال ہے اس چیز سے جدا کر کے جو حرام ہے اس نے بیان کر دیا تا کہ تم طلب کرو ان کو اپنے مالوں کے ساتھ۔ یا یہ ماوراء ذلکم سے بدل ہے۔ اور تبتغوا کا مفعول اس صورت میں مقدر ہے اور وہ النساء ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مقدر نہ مانا جائے۔

بِاَمْوَالِكُمْ (اپنے اموال کے ساتھ) مال سے مراد یہاں مہر ہے۔

لطیف استدلال:

مَسْئَلَہ: اس میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ نکاح بلا مہر درست نہیں اور مہر لازم ہو جاتا ہے۔ خواہ مقرر نہ کیا جائے۔ اور غیر مال مہر نہیں بن سکتا۔ اور معمولی مقدار بھی مہر نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ ایک دانہ عادۃً مال شمار نہیں ہوتا۔

مُّحْصِنِيْنَ (اس حال میں کہ تم پاکدامنی اختیار کرنے والے ہو) غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (نہ ہونا جائز تعلق رکھنے والے) تا کہ تم اپنے اموال کو ضائع کرنے والے نہ بنو اور اپنے آپ کو محتاج کر لو ایسی چیز سے کہ جس میں تمہارے دین و دنیا کا نقصان ہو۔ اور ان دونوں خساروں میں مبتلا آدمی بہت بڑے بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

الا حصان پاکدامنی۔ حرام میں مبتلا ہونے سے نفس کو بچانا۔ المسافح زانی یہ السفح سے ہے اس کا معنی منی بہانا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ (پس جس طریق سے تم عورتوں سے لذت اندوز ہو چکے ہو) تو ان کے مہران کو دو۔ یعنی عورتوں سے تم نکاح کر چکے ہو۔ فاتوھن اجورھن (تو ان کے مہران کو دے دو) کیونکہ مہر بضع کی طرف لوٹنے والا ہے۔ نَحو : مَا اس موقعہ پر نساء کے معنی میں ہے۔ اور من تبعیضیہ یا بیانیہ ہے۔ بہ کی ضمیر لفظ کے لحاظ سے تو مِنْ کی طرف راجع ہے اور معنی کے لحاظ سے فاٰتوھن کی طرف لوٹتی ہے۔

فَرِيْضَةً (جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں) نَحو : یہ اجورھن سے حال ہے۔ ای مفروضۃ مقرر کیے ہوئے۔ یا یہ ایتاء کی جگہ ہے۔ کیونکہ دینا فرض ہے۔ یا یہ مصدر مؤکد ہے اور فعل محذوف ہے فرض ذلك فريضة ۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (کوئی حرج نہیں اس مقدار میں جس پر تم باہمی رضامند ہو جاؤ مقرر ہو جانے کے بعد) یعنی مہر میں سے جو کم کرے یا تمام ہبہ کرے یا اس مقدار میں اضافہ کر دے۔ یا جس پر وہ باہمی ٹھہرانے پر رضامند ہو یا فراق پر۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے قبل جاننے والے) حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) اس میں جو اس نے عقد نکاح کو لازم کیا جس سے انساب کا تحفظ ہے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ فمااستمتعتم آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ جو اس وقت تین دن کے لئے مباح ہوا جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرایا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا

اور تم میں جس شخص کو اس کا مقدور نہ ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو آپس کی

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ

ایمان والی باندیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری مملوکہ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو۔ تم سب آپس میں ایک

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

دوسرے کے برابر ہو، سو تم مذکورہ باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کے مہر بہتر طریقہ پر دے دو،

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ

یہ منکوحہ باندیاں نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ طریقہ پر دوست بنانے والی ہوں۔ پس جب وہ باندیاں نکاح میں آ جائیں تو اگر کوئی

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ

بے حیائی کا کام کر بیٹھیں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو، اور یہ بات کہ صبر کرو بہتر ہے تمہارے لئے اور اللہ غفور ہے

رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۴

رحیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۵:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (جو تم میں سے طاقت نہ رکھتا ہو) طول کا معنی زائد' کہا جاتا ہے لفلان علیّ طول یعنی فلاں کو مجھ پر فضل واضافہ حاصل ہے۔ یہ یستطع کا مفعول ہے۔ اَنْ يَّنْكِحَ (کہ وہ نکاح کرے) نحو : یہ طول کا مفعول ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اور اپنے فعل کا عمل کرتا ہے۔ یا طَوْلًا سے بدل ہے۔

الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (پاکدامن مؤمنہ عورتوں سے) مراد آزاد مسلمان۔ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (پس جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تمہاری مؤمنہ لونڈیوں میں سے) یعنی اس کو مسلمان لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ من فتیاتکم سے مراد مسلمانوں کی لونڈیاں ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو اس قدر مالی وسعت نہیں رکھتا جس سے وہ آزاد

عورت سے نکاح کرے تو اسے لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔اور کتابی لونڈی سے نکاح ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔اور یہ قید استحبابی ہےاوراس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان تو بالاتفاق آزادعورتوں میں بھی شرط نہیں حالانکہ اس کے ساتھ قید موجود ہے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے اس امت پر جو وسعتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ لونڈی سے نکاح۔اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح' اگر چہ وہ خوشحال ہو۔ یہ روایت مسائلہ طول میں ہم احناف کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ (اوراللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو جانتے ہیں) اس میں متنبہ کر دیا کہ ان کے ظاہری ایمان کو قبول کر لیا جائے گا۔اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے زبان کا عمل نہیں۔کیونکہ ایمان مسموع کا علم تو مختلف فیہ نہیں ہے۔بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) لونڈیوں کے نکاح سے نفرت نہ کرو۔کیونکہ تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو۔اس میں ڈرایا گیا کہ انساب پرعیب جوئی اوراحساب پر فخر نہ کرنا چاہیے۔فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (ان سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو) اس میں ہماری دلیل ہے کہ عورتوں کو حق ہے کہ وہ عقد' براہ راست کریں۔لیکن موالی کی اجازت کا اعتبار کیا گیا نہ کہ ان کے عقد کا۔اور غلام اور لونڈی کے لئے جائز نہیں کہ نکاح اپنے موالی کی اجازت کے بغیر کریں۔

بلا ٹال مٹول مہر ادا کرو:

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور تم ان کے مہر دستور کے موافق دے دو) یعنی ان کے مہر بغیر ٹال مٹول اور تکلیف پہنچانے کے دے دو۔اوران کے مہروں کے مالک ان کے موالی ہیں۔ان کو ادا کرنا موالی کو ادا کرنا ہی ہے۔کیونکہ وہ اور جو ان کے قبضہ میں ہے۔وہ ان کے موالی کا ہے۔یا تقدیر عبارت یہ ہے۔و آتوا موالیھن۔وہ مہر ان کے موالی کو دو۔اس صورت میں مضاف حذف کیا گیا ہے۔

مُحْصَنٰتٍ (وہ پاکدامنی اختیار کرنے والیاں ہوں)

نحو: یہ اٰتوھن کے مفعول سے حال ہے۔

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ (نہ ہوں وہ علانیہ زنا کرنے والیاں) وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (اور نہ خفیہ یارانہ کرنے والیاں ہوں) یعنی خفیہ زنا کرنے والیاں نہ ہوں اخدان۔پوشیدہ یار۔فَاِذَآ اُحْصِنَّ (جب پاک دامن ہو جائیں) نکاح کے ذریعہ۔

قراءت: اَحْصَنَّ۔حفص کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا۔

یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ (پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد زنا ہے۔فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان فرمائے تمہارے لئے اور تم کو بتلاوے طریقے ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ تمہاری

عَلَيْكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ

توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ

خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا

عَنْكُمْ ج وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾

ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

الْمُحْصَنٰتِ (پس ان پر نصف سزا ہے اس کی جو آزاد پاکدامن عورتوں پر ہے) مِنَ الْعَذَابِ سزا۔ مراد حد ہے۔ پچاس کوڑے۔ اور نصف ما علی المحصنات دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی سزا کوڑے ہیں سنگساری نہیں۔ کیونکہ رجم نصف نہیں اور محصنات سے یہاں آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

ا: العنت کا معنی:

ذٰلِكَ (یہ اس شخص کے لئے ہے) اس سے لونڈی کے نکاح کی طرف اشارہ کیا۔ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (جس کو تم میں سے گناہ کا خطرہ ہو) ایسا گناہ جو غلبۂ شہوت تک پہنچانے والا ہو۔ العنت کا اصل معنی جڑنے کے بعد ہڈی کا ٹوٹنا۔ پھر استعارۃً ہر نقصان ومشقت کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور گناہوں میں ابتلاء سے بڑھ کر کوئی نقصان دہ چیز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ العنت کا معنی زنا ہے کیونکہ وہ ہلاکت کا سبب ہے۔

وَاَنْ تَصْبِرُوْا (اور تمہارا صبر کرنا) بجائے لونڈی کے نکاح کے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کیونکہ اُس سے اولاد غلام ہوگی۔ اور وہ لونڈی ہر وقت باہر نکلنے والی' داخل ہونے والی۔ محنت ومشقت کرنے والی ہے۔ یہ تمام چیزیں نکاح کرنے والے کے لئے نقصان اور توہین کا باعث ہیں۔

اور عزت ایمان والوں کی صفات سے ہے حدیث میں فرمایا۔ آزاد عورتیں گھر کی درستی ہیں اور لونڈیاں گھر کی ہلاکت ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اور اللہ بخشش کرنے والے) گناہ چھپانے والے ہیں۔ رَّحِيْمٌ (مہربان ہیں) رکاوٹ کا ازالہ فرمانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶:

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرے) اصل اس طرح ہے یرید اللہ ان یبین لکم اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ارادۂ تبیین کو پختہ کرنے کے لئے لام کو بڑھا دیا۔ جیسا کہ لا ابالک میں اَبُ کی طرف اضافت میں تاکید بڑھادی گئی۔ مطلب آیت کا یہ ہوا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ کہ وہ کھول کر بیان کردیں وہ مصالح جو تم پر مخفی ہیں اور وہ عمدہ اعمال جو معلوم نہیں۔ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور تمہاری راہنمائی کردے ان لوگوں کے راستے کی طرف جو تم سے پہلے ہوئے) یعنی پہلے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے راستے اور وہ طریقے جن پر وہ اپنے دین کے سلسلہ میں چلے۔ تاکہ تم ان کی اقتداء کرو۔ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ (اور تمہاری توبہ قبول کرے) اور تمہیں ان باتوں میں جن میں مخالفت ہو جائے توبہ کی توفیق دے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصالح سے واقف ہیں۔ حَكِيْمٌ (اور حکمت والے ہیں) ان باتوں میں جو ان کے لئے مشروع کی ہیں۔

تفسیر آیت ۲۷:

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم پر رجوع فرمانا چاہتے ہیں) تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ پختگی اور تقابل کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ وَيُرِيْدُ (اور چاہتے ہیں)۔ یعنی فجار

شہوت پرستوں کا مقصد:

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا (وہ لوگ جو شہوات کے پیروکار ہیں کہ تم مائل ہو جاؤ بالکل مائل ہونا) میل عظیم۔ حق اور میانہ روی سے مائل ہونا۔ اور یہ سب سے بڑا میلان ہے۔ کہ اتباع شہوات' خواہشات میں معاونت کی جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد یہود ہیں کیونکہ انہوں نے باپ کی بہنوں' بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حلال قرار دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کیا۔ تو وہ کہنے لگے تم خالہ کی بیٹیوں اور پھوپھی زاد کو حلال قرار دیتے ہو حالانکہ خالہ اور پھوپھی تو تم پر حرام ہیں بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کرلو۔ پس یہ آیت اتری۔ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان کی طرح زانی بن جاؤ۔

آیت ۲۸ : يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف چاہتے ہیں) لونڈیوں کے نکاح کی رخصت دے کر۔ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (اور انسان کمزور پیدا کیا گیا) کہ شہوات سے صبر نہیں کرتا۔ اور طاعات کی مشقتیں برداشت نہیں کرتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ

تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کوئی تجارت آپس کی رضا مندی سے ہو، اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو۔ بے شک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ

تم پر بہت بڑا مہربان ہے، اور جو شخص زیادتی اور ظلم اختیار کرے گا سوعنقریب ہم اسے دوزخ میں داخل

نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

کردیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

آیت ۲۹ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (اے ایمان والو! تم اپنے مال اپنے درمیان ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ) جن کاموں کو شریعت نے مباح قرار نہیں دیا جیسے چوری' خیانت۔ غصب۔ قمار۔ معاملہ ربا وغیرہ۔

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً (مگر یہ کہ تجارت ہو) یعنی کھانے کا ذریعہ تجارت ہو۔ قراءت : کوفی قراء نے تجارۃً پڑھا ہے۔ یعنی تجارت ہو۔ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (اپنے مابین رضا مندی سے) یہ تجارت کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ تجارۃ صادرۃ عن تراض بالعقد۔ تجارت جو باہمی رضا مندی کے معاہدہ سے ہو یا لیکن تجارت باہمی رضا مندی والی ممنوع طرق سے نہ ہو۔

تخصیص تجارت کی وجہ:

تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اسباب رزق تجارت سے متعلق ہیں۔ آیت میں بتلایا گیا کہ بیع لین' دین' دست بدست سے بھی درست ہے۔ اور بیع موقوف کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اجازت پائی جائے کیونکہ رضا مندی پائی گئی اور مجلس کے خیار کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں تجارت کے ساتھ کھانے کی اجازت مکان عقد سے جدا ہونے کی قید کے بغیر ہے۔ اور جدا ہونے کی قید لگانا نص پر اضافہ ہے (جو کہ درست نہیں)

قتل نفس کیا ہے؟

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (تم خودکشی نہ کرو) نمبر۱۔ انفس سے مراد تمہاری جنس سے جو مؤمن ہیں کیونکہ مؤمن ایک جان کی طرح ہیں۔ نمبر۲۔ خودکشی نہ کرے جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں۔ نمبر۳۔ القتل کا معنی ناجائز اموال کا کھانا ہے۔ پس غیر پر ظلم کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے کی طرح ہے نمبر۴۔ نفس کی خواہشات پر مت چلو ورنہ تم اس کو قتل کردو گے۔ یا ایسے کام کر گزرو گے

إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

جن چیزوں سے تمہیں منع کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تمہیں

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

جو قتل کو لازم کرنے والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والے ہیں) رحمت ہی کی بناء پر تمہیں ایسی چیزوں کے متعلق خبردار کیا۔ جس میں تمہارے اموال کی حفاظت اور تمہارے ابدان کی بقاء ہے۔

اس کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے نفسوں کو قتل کا حکم دیا اور ان کی غلطیاں مٹانے کے لئے بھی یہی حکم دیا۔ كَانَ بِكُمْ (وہ تم پر مہربان ہے) اے امت محمد ﷺ رَحِيْمًا (رحم کرنے والا) کہ ایسی مشکل تکالیف کا تمہیں مکلف نہیں بنایا۔

آیت ۳۰: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (جو ایسا کرے گا) یعنی قتل کا اقدام نفسوں پر عُدْوَانًا وَّظُلْمًا (قصدا دوسرے پر زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے) اپنی جان پر یعنی نہ ظلماً نہ قصاصاً۔ یہ دونوں مصدر موضع حال میں واقع ہیں۔ یا مفعول له ہیں۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (عنقریب ہم اسے مخصوص آگ میں داخل کریں گے) جس کا عذاب سخت ہے۔

وَكَانَ ذٰلِكَ (یہ آگ کا داخلہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یہ وعید اس کے متعلق ہے جو ہمیشگی کو حلال قرار دینے والا ہے اور دوسرے کے متعلق آگ کے داخلہ کا استحقاق بتلانے کیلئے ہے۔ اور ساتھ ہی مغفرت کا وعدہ بھی فرما دیا گیا ہے۔

آیت ۳۱: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (اگر تم ان بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے روکا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری چھوٹی غلطیاں مٹا دیں گے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الکبائر۔ بڑے گناہ وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں ابتداء سے ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه تک بیان کیا۔

کبائر تین ہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کبائر تین ہیں۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا۔

ایک تفسیر اس کی کفر کی اقسام ہیں۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کبیر ماتنهون عنه ہے اور وہ بڑی بات جس سے تمہیں روکا گیا اور وہ کفر ہے۔ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (اور ہم تمہیں داخل کریں گے عمدہ داخل ہونے کی جگہ)۔

سورۂ نساء کی آٹھ آیات ساری دُنیا سے بہتر:

قراءت: مدنی قراء نے مَدۡخَلاً پڑھا۔ دونوں مکان کے معنی میں ہیں اور مصدر ہیں۔ کریماً۔ کامعنی عمدہ اچھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۂ نساء کی آٹھ آیات اس امت کے لئے اس ساری دنیا سے بہتر ہیں جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ نمبرا۔ یریداللّٰہ لیبین لکم۔ نمبر۲۔ واللّٰہ یریدان یتوب علیکم۔ نمبر۳۔ یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم۔ نمبر۴۔ ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنه نکفر عنکم۔ نمبر۵۔ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرك به۔ نمبر۶۔ ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرۃٍ۔ نمبر۷۔ ما یعمل سوء ا او یظلم نفسه۔ نمبر۸۔ من یفعل اللّٰہ بعذابکم۔

معتزلہ کا استدلال:

اس آیت سے معتزلہ نے استدلال کیا کہ صغائر کی بخشش لازمی ہے۔ جبکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے اور کبائر کی بخشش نہیں۔

شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے:

جواب: یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ تمام کبائر وصغائر مشیت الٰہی میں برابر ہیں۔ ان دونوں پر چاہے تو عذاب دے سکتا ہے۔ اور دونوں کو معاف کرسکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں اِن اللّٰہ لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء۔ النساء۔ ۴۸۔ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشیں گے۔ اور ان کے سوا جو چاہیں گے جس کو چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ شرک کے علاوہ گناہ پر مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور پھر دونوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ان الحسنات یذھبن السیئات۔ کہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ صغائر و کبائر تمام کا حسنات سے معاف ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ السیئات دونوں پر بولا جاتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ

اور تم کسی ایسی چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے

مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ

ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور عورتوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور اللہ سے اس کے فضل کا

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ

سوال کرو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کر دیئے ہیں

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ

جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا۔ ان کو ان کا حصہ

نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

دے دو بے شک اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے۔

بیجا تمنا کی ممانعت:

آیت ۳۲: جب دوسرے کے مال اور جاہ کی تمنا کر کے دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے درست نہ تھا اور قتل نفس ناحق بھی اس ضمن میں تھا۔ تو مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کر دیا۔ کہ وہ مال و جاہ کی اس فضیلت پر دل میں تمنا کرنے لگیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر ان کو دی ہے۔

تقسیم ربانی پر راضی رہو:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اور تم نہ تمنا کرو اس کی جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر) کیونکہ یہ فضیلت خداداد ہے۔ اور تدبیر و حکمت الٰہیہ سے اس طرح ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حالات کا بخوبی علم ہے۔ کس کے لئے رزق کا کس قدر کھولنا مناسب ہے۔ یا تنگ کرنا۔ ہر شخص کو تقسیم ربانی پر راضی رہنا چاہیے۔ اور دوسرے کے حصہ اور نصیب پر حسد نہ کرے۔

حسد و رشک میں فرق:

یہ ہے کہ تمنا کرے کہ یہ چیز اس کو مل جائے اور اس سے چھن جائے۔ غبطہ و رشک۔ جو چیز اس کے پاس ہے اسی چیز کی تمنا کرے۔ اس کی شریعت نے اجازت دی اور حسد سے روک دیا۔

شانِ نزول: جب مردوں نے کہا۔ کہ ہمارا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ جس طرح میراث میں ہمارا حصہ عورتوں سے دوگنا رکھا گیا۔ عورتوں نے کہا ہمارا بوجھ بھی قیامت کے دن مردوں کے بوجھ سے نصف ہوگا جیسا کہ میراث کا حصہ۔ تو یہ آیت اتری۔

درجہ بمطابق عمل:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (مردوں کے لئے حصہ (ان کے اعمال کا مقرر ہے) جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے (ان کے اعمال کا) حصہ ہے جو وہ کمائیں) یہ میراث کے مطابق نہیں۔ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو) اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور جو لوگوں کو فضیلت ملی اس کی تمنا مت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) پس فضیلت اس کی طرف سے بقدر استحقاق ہے۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کا اسی لئے حکم دیا تا کہ وہ عطاء کرے۔

اللہ سے سوال میں بخل:

حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ ۳۸۲۷) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائی بندے سے روک کر رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کو اس وقت تک نہیں دونگا جب تک وہ مجھ سے نہ مانگے گا۔

قراءت: وسلوا۔ مکی وشامی نے پڑھا۔

آیت ۳۳: وَلِكُلٍّ (ہر ایک کے لئے) نحو: مضاف الیہ محذوف ہے۔ لکل احدٍ او لکل مالٍ۔ جَعَلْنَا مَوَالِيَ (ہم نے وارث مقرر کر دیئے) جو مال لیتے اور میت کے وارث ہوتے ہیں۔ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (اس مال میں سے جو چھوڑا ماں باپ اور اقارب نے)

نحو: یہ مال محذوف کی صفت ہے۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ ہر اس مال سے جس کو چھوڑ جائیں والدین الخ۔ یہ فعل محذوف کے متعلق ہے۔ موالی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یرثون مما ترك۔ وہ وارث ہونگے ترکہ کے جس کو چھوڑا والدین و اقارب نے۔

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ (اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں) یعنی تمہارے ہاتھوں نے معاہدہ کیا ہے۔ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (ان کا حصہ ان کو دے دو) نحو: والذین (الأیة) یہ مبتداء ہے جس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کی خبر فاٰتوھم نصیبھم ہے۔

بہتر یہ ہے کہ فاٰتوھم سابقہ جملہ کی شرح ہو اور الذین کا عطف الوالدان پر ہے۔ فاسمیت۔ کوفی قراء نے عقَدَت پڑھا۔ یعنی عقدت عھودھم ایمانکم تمہارے دائیں ہاتھوں نے ان کے معاہدوں کو مضبوط کیا ہے۔ مراد اس سے عقد موالات ہے۔ یہ مشروع اور جائز تھے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

کہ مردوں نے اپنے مالوں میں سے خرچ کیا۔ سو جو عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت کرنے والی ہیں۔ مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہبانی کرنے

اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ

والی ہیں، اور جن عورتوں کی بد خوئی کا تمہیں ڈر ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو،

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور ان کو مارو، سو اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

رفعت والا ہے بڑا ہے۔

اہل عقود کو وصیت سے حصہ ملے گا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اس کی قائل ہے اور یہی ہم احناف کا قول ہے۔ اس سے وراثت میں حصہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے جب کوئی مرد یا عورت مسلمان ہوتا جس کا کوئی وارث نہ ہوتا اور نہ وہ عربی ہوتا اور نہ کسی کا آزاد کردہ غلام ہوتا۔ تو وہ دوسرے مسلمان کو اس طرح کہتا۔ میں تم سے عقد موالات کرتا ہوں۔ کہ جب میں جنایت کروں تو تو تاوان ادا کرے گا۔ اور اگر میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا۔ دوسرا جواباً کہتا میں نے اس معاہدہ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اوپر والا دوسرے کا وارث بن جاتا۔ مگر موالی کا حصہ آیت اولوا الارحام سے منسوخ ہو چکا ہے۔ اب صرف بطور وصیت ان کو دیا جائے گا جیسا اس آیت میں صراحت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں) یعنی وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔

آیت ۳۴: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں) وہ ان پر نگرانی امر و نہی کے سلسلہ میں کریں گے۔ جیسے والی رعایا پر کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو قوام فرمایا گیا۔

اسبابِ فضیلت:

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی) بعضهم

کی ضمیر مردوں اور عورتوں کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مردان عورتوں پر غلبہ رکھتے ہیں عقل' عزم' حزم' تیراندازی' قوت' غزوہ وحرب' کمال صوم وصلوٰۃ اور نبوت وخلافت و امامت واذان اور خطبہ و جماعت و جمعہ کی وجہ سے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی وجہ سے بھی فضیلت والے ہیں۔ بلکہ شہادت فی الحدود والقصاص' دوگنا حصہ وراثت اور میراث میں عصبہ بننے کی وجہ سے افضل ہیں۔ اسی طرح نکاح وطلاق کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں رکھی ہے اور اولاد کی نسبت نسبی بھی انہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور مرد ہی داڑھیوں اور پگڑیوں سے مزین کیے گئے ہیں۔

وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنا مال ان عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یعنی عورتوں کے نفقہ و نان کی ذمہ داری ان مردوں پر ہے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ عورتوں کا نفقہ مردوں پر لازم ہے۔ پھر ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

عورتوں کی تقسیم:

قسم اوّل: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ (پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں ہیں) قانتات کا معنی اطاعت گزار اور خاوندوں کے حقوق کو پورا کرنے والیاں۔ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ (اور خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہیں) للغیب کا مطلب جو غیر موجودگی میں ان پر لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خاوند موجود نہ ہوں تو اپنی شرمگاہوں' اموال' بیوت کی پوری حفاظت کرنے والی ہوں۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ للغیب کا مطلب ان کے پوشیدہ راز نہ ظاہر کرنے والی ہیں۔ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (اس حفاظت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی) کہ خاوندوں کو ان کے متعلق نصیحت فرمائی: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۱۹) کہ عورتوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

یا ما کو مصدریہ مانیں تو مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حفاظت غیب کا حکم دیا اور اس کی توفیق بخشی۔ مَا موصولہ ہو، یعنی عورتوں کو اس طرح بنا دیا کہ مردوں کو ان کے حقوق کا نگران بنایا۔ اور اس کے بدلے ان پر عصمت اور مردوں کے اموال و اولاد کی حفاظت ان کے ذمہ کی۔

قسم ثانی: وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ (اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو) اور خاوند کی اطاعت سے نکل جانے کا۔ النشز بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نشز یہ ہے کہ خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں تخفیف کا مطالبہ کرے اور خاوند کی بات نہ مانے۔

فَعِظُوْهُنَّ (ان کو (زبانی) نصیحت کرو) یعنی اللہ تعالیٰ کی سزا سے ان کو ڈراؤ۔ العظہ، وعظ اس نرم کلام کو کہتے ہیں۔ جو سخت دلوں کو نرما دے اور نفرت والی طبائع کو جھکا دے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم کو شوہر اور بیوی کے آپس کے اختلاف کا ڈر ہو تو بھیج دو ایک آدمی فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی فیصلہ کرنے والا عورت کے

اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

خاندان میں سے، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا

خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

خبر رکھنے والا ہے۔

کنایۂ ترکِ جماع:

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ (تم ان کی خوابگاہوں میں علیحدگی اختیار کرو) یعنی اپنے لحاف میں مت داخل کرو۔ یہ ترک جماع سے کنایہ ہے۔ یا بستر میں منہ اس سے پھیر لے۔ کیونکہ فی المضاجع فرمایا عن المضاجع نہیں فرمایا۔ وَاضْرِبُوْهُنَّ (اوران کو مارو) جس کا نشان نہ پڑے اللہ تعالیٰ نے اولاً نصیحت کا حکم فرمایا پھر خوابگاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کر لینے اور آخر میں ضرب کا حکم فرمایا۔ گویا پہلی دونوں صورتیں نہ بن پڑیں تو تب تیسری اختیار کی جائے۔

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو) یعنی ایذاء سے تعرض مت کرو۔

اللہ کی عظمت کا خیال کرو:

نحو: سبیلا یہ تبغوا کا مفعول ہے۔ یہ بغیت الامر بمعنی طلبت الامر ہے۔ مت ڈھونڈ وان پر بات اعتراض والی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں) اگر تمہارے غلبے والے ہاتھ ان پر ہیں تو یقین کر لو کہ اس کی قدرت اس سے بہت بڑھ کر ہے جتنی تم کو ان پر حاصل ہے۔ اس لئے ان پر ظلم سے گریز کرو۔ دوسری تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ تو بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں۔ پھر تم اس کی علوشان کے باوجود اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ بڑی بادشاہت کے باوجود نافرمانی کر رہے ہو۔ پھر تم توبہ کرتے ہو تو وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ پس تمہارے حق میں جو زیادتی کر بیٹھا تم اس کو معاف کرنے کے زیادہ حقدار ہو۔ پس معاف کر دو۔

تفسیر آیت ۳۵:

اس آیت میں خاندان و برادری والوں کو فرمایا۔

ضمیر کا مرجع:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (اگر تمہیں اختلاف کا خطرہ ہوان کے مابین)الشقاق عداوت ودشمنی' کیونکہ ہرایک ان میں سے وہ کام کرتا ہے جو اس کے دشمن پر شاق گزرتا ہے۔ یا شقاق، ایک طرف مائل ہونا۔ گویا ہرایک ان میں سے اپنے ساتھی کی مخالف جانب میں جھکا ہوتا ہے۔ ضمیر کا مرجع میاں بیوی ہیں حالانکہ ان کا تذکرہ نہیں ہوا مگر ان دونوں کے حالات پر دلالت کرنے والی باتیں گزریں مثلاً مردوں اور عورتوں کا تذکرہ ہوا۔ نحو :شقاق بينهما۔ اصل میں شقاقاً بين هما ہے۔ یہاں مصدر کی اضافت ظرف کی طرف کی گئی ہے۔ اور ظروف میں وسعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ بل مكر اليل والنهار۔ سبا۔۳۳۔ اصل میں یہ بل مكر كم اليل والنهار تھا۔ فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (تم مقرر کرو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے اہل میں سے اور ایک عورت کے اہل میں سے)حَکَم میاں بیوی کے خاندانوں میں سے بنانے کا حکم دیا۔ کیونکہ قریبی رشتہ دار اندرونی حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور وہ اصلاح کے بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ طلب گار ہیں اور میاں بیوی بھی ان پر اطمینان واعتماد کرنے والے ہیں۔ پس وہ اپنی اندرونی بات ان کے سامنے محبت وبغض اور مصاحبت ومفارقت کی قسم سے ظاہر کردیں گے۔

ضمائر کے مراجع اور اصلاحِ ذات البین:

نمبر۱: اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا (اگر ان دونوں کو اصلاح منظور ہوگی) میں ضمیر حکمین کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادینگے) میں ضمیر زوجین کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں گے اور ان کی نیت صحیح ہوگی۔ تو ان کی وساطت میں برکت دی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ زوجین کے مابین الفت وموافقت کی کوشش کو واقع فرمادیں گے اور ان کے دلوں میں مودت واتفاق ڈال دیں گے۔ نمبر۲۔ دونوں ضمائر کا مرجع حکمین ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور میاں بیوی کے خیر خواہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین موافقت ڈال دیں گے۔ پس حکمین ایک بات پر اتفاق رائے کرلیں گے اور موافقت کی تلاش میں اتنی تگ ودو کریں گے یہاں تک کہ مراد پوری ہوجائے۔

نمبر۳: یا دونوں ضمائر زوجین کی طرف راجع ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میاں بیوی اپنے مابین اصلاح کے خواستگار ہونگے اور بھلائی کے خواہاں ہونگے۔ اور باہمی مخالفت دور کرنا چاہتے ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین الفت القاء فرمادیں گے۔ اور دشمنی کو موافقت سے بدل دیں گے۔ اور بغض کو محبت میں بدل دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے)اور ارادۂ حکمین سے بھی واقف ہیں۔ خَبِيْرًا (خبر رکھنے والے ہیں)وہ زوجین میں سے ظالم کو جاننے والے ہیں۔ حکمین کو تفریق کا اختیار نہیں مگر امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى

اوراللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور قرابت

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ

داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ

اور مسافر کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مالکانہ طور پر تمہارے قبضہ میں ہیں اچھا سلوک کرو، بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ

اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ شیخی کی باتیں کرے۔ جو لوگ کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا

کنجوسی کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا

ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ پر

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا

ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور شیطان جس کا ساتھی ہو

فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا

سو وہ بہت برا ساتھی ہے، اور کیا نقصان ہے ان کا اگر وہ ایمان لائیں اللہ پر، اور آخرت کے دن پر اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

اس میں سے جو اللہ نے انہیں دیا ہے، اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے، بے شک اللہ ظلم نہیں فرمائے گا۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا

ذرہ برابر بھی، اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو چند در چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے بڑا ثواب

عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾

عطا فرمائے گا۔

خلاصۂ عبودیت اوراحکام شرعیہ:

آیت ۳۶: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ (اوراللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہا گیا ہے کہ عبودیت چار باتوں کا مجموعہ ہے نمبر ا۔ وفاء بالعهد۔ نمبر ۲۔ رضا بالموجود۔ نمبر ۳۔ حدود کی حفاظت۔ نمبر ۴۔ ہاتھوں سے کھوئے جانے والی چیز پر صبر۔ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (اوراس کے ساتھ کسی چیز (صنم وغیرہ) کو شریک نہ ٹھہراؤ) شیئاً مفعول به ہے یا پھر مفعول مطلق اشراکًا کی صفت ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور والدین کے ساتھ احسان کرو) یعنی قول فعل سے اور بوقت ضرورت انفاق کے ذریعہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ وَبِذِی الْقُرْبٰى (اورقرابت داروں کے ساتھ) خواہ بھائی ہو یا چچایا دیگر۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى (اوریتیموں اورمسکینوں اورقرابت دار پڑوسی کے) یعنی پڑوس میں رہنے والاقرابت دار۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ دور کا پڑوسی۔ یا پڑوسی قریب النسب اور پڑوسی اجنبی۔

ہم مجلس کی مراد:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (ہم مجلس کے ساتھ) نمبر ا۔ پہلو والا ساتھی یعنی زوجہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے۔ نمبر ۲۔ یا وہ شخص جو تیرے پہلو میں رہے خواہ رفیق سفر بن کر یا شریک فی التعلیم رہ کر یا شاگرد بن کر۔ نمبر ۳۔ یا تیرے پہلو میں بیٹھنے والا کسی مجلس یا مسجد میں۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ (مسافر یا مہمان) وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (اورجن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) مثلاً غلام۔ لونڈیاں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا شیخی کی باتیں کرنے والا ہو) مختال اس شخص کو کہتے ہیں جو متکبر اورقرابت داروں اور پڑوسیوں سے نفرت کرتا ہو اوران کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا ہو۔ فخور وہ شخص جو تکبر سے اپنی تعریف کرے۔ شکور اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی اچھائی بطور اعتراف و تحدیث نعمت کے ذکر کرے۔

تفسیر آیت ۳۷:

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (جولوگ بخل کرتے ہیں اورلوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں)

نحو وقراءت:

نحو: نمبر ا۔ الذین یبخلون، من کان مختالا فخورًا کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَنْ کے معنی کالحاظ کر کے جمع لائے یا بطور مذمت جمع لائے۔ نمبر ۲۔ هم مبتداء محذوف اور الذین یبخلون اس کی خبر۔

قراءت: حمزہ اورعلی رحمہما اللہ نے البَخَل پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جیسا کہ الرُّشد اور الرَّشَد۔

مفہوم آیت:

آیت کا معنی یہ ہے وہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس میں بخل کرتے ہیں اور جو لوگوں کے پاس ہیں اس میں بھی بخل کرتے ہیں کہ ان کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں صرف سخاوت کی دشمنی کرتے ہوئے۔

الفاظ کا باہمی فرق:

البخل : خود تو کھائے مگر دوسرے کو نہ کھلائے۔
الشح : نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلائے۔
السخاء : خود کھائے دوسرے کو کھلائے۔
الجود : دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے۔

اظہارِ نعمت:

وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (اور وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء کی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال اور خوشحالی دی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمتیں دیکھیں۔ (ترمذی۔۲۸۱۹)

واقعۂ عجیبہ:

ہارون الرشید کے ایک عامل نے ایک محل اس کے محل کے سامنے بنایا۔ کسی نے ہارون رشید سے اس کی چغلی کر دی۔ اس عامل نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! سخی کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر دیکھے میں نے چاہا کہ آپ کو میں آپ کے احسان پر نگاہ ڈلوا کر خوش کروں ہارون الرشید کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

شانِ نزول: ایک قول یہ بھی ہے کہ ان یہود کے متعلق اتری جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف تورات میں چھپائی تھی۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا (اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جس کے ساتھ ان کی تذلیل کی جائے گی۔

آیت ۳۸: وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ (اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں)

نحو: یہ یبخلون پر عطف ہے یا کافرین پر۔ رِئَآءَ النَّاسِ اس کا مفعول لہٗ ہے۔ رِئاء کا مطلب فخر کے لئے تاکہ ان کو بڑا سخی کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نہیں۔ اس سے مراد منافقین یا مشرکین مکہ ہیں۔

وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا (وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان دوست ہو پس وہ بہت برا دوست ہے) اس لئے کہ وہ ان کو بخل اور ریا کاری اور دیگر بداعمالیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ وعید ہے۔ پھر مطلب یہ ہے کہ شیطان کو آگ میں ان کا قرین بنایا جائے گا۔

تفسیر آیت ۳۹:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے) ان کے ایمان پر کیا وبال پڑتا۔ اور انفاق فی سبیل اللہ پر کیا بوجھ پڑتا۔ دراصل اس انداز سے ان کی مذمت وتوبیخ کی گئی ہے۔ ورنہ تو ہر منفعت اور مصلحت اس میں یہی حکم رکھتی ہے۔ یہ اسی طرح بات ہے جیسے نافرمان بیٹے کو کہا جائے۔ اگر تو نیک ہوتا تو تیرا کیا نقصان تھا؟ اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ نیکی میں تو کوئی مضرت نہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ توبیخ و مذمت ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا (اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں) اس جملہ میں کافروں کو دھمکی ہے۔

آیت ۴۰: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر ظلم کرنے والے نہیں)

ذرّہ کی تحقیق:

ذَرَّةٌ۔ اصل میں چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنا ہاتھ مٹی میں داخل کیا۔ پھر اس کو اوپر اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری پھر فرمایا۔ کہ ان میں سے ہر ایک ذرہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دھول اور اڑتے غبار کا ہر جزء ذرہ ہے۔

وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً (اور اگر ذرہ بھر نیکی ہوگی) مثقال کی ضمیر مؤنث لائی گئی۔ کیونکہ اس کی نسبت حسنة مؤنث کی طرف ہے۔

نحو وقراءت:

نحو: حجازی' کَانَ کو تامہ قرار دیتے ہیں۔ تکن کی نون کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا۔ يُّضٰعِفْهَا (وہ اس کا ثواب کئی گنا کر دے گا)۔

قراءت: مکی وشامی قراء نے يُضَعِّفْهَا پڑھا ہے۔ وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (اسے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس نیکی کرنے والے کو بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس اجر کو خود عظیم فرمایا اس کی مقدار کو کون جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دنیا کے سامان کو متاع قلیل کہا۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ فرقہ کی تردید ہے کہ جنہوں نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیا خواہ اس کی کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ ہوں۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾

پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ

جس دن وہ آگ آرزو کریں گے جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش ! ان پر زمین برابر کر دی جاتی

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾

اور یہ لوگ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپائیں گے۔

آیت ۴۱ :فَكَيْفَ (ان کفار کا کیا حال ہوگا) خواہ وہ یہود ہوں یا دیگر۔اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ (جبکہ ہر امت سے ،ہم ایک ایک گواہ حاضر کریں گے) جوان پر ان کی کارکردگی کی گواہی دے گا اور وہ ان کا پیغمبر ہوگا۔

قیامت کی گواہی:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا (اور آپ کو اے محمد ﷺ ان پر بطور گواہ لایا جائے گا) ھؤلاء کا مشارٌ الیہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے۔

شَهِيْدًا یہ حال ہے۔یعنی شاہد کے طور پر لایا جائے گا۔کہ آپ ایمان لانے والے اور کفر اختیار کرنے والے اور منافقت اختیار کرنے والوں پر گواہ ہونگے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سورۂ نساء تلاوت کی جب میں وجئنا بك على هؤلاء شهيداً پر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔اور زبان مبارک سے فرمایا حسبنا احمد ۳۸۰ جلد ا بخاری ۴۵۸۲

آیت ۴۲ :يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ (اس دن کافر چاہیں گے اور وہ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی کاش وہ پیوندز مین ہو جائیں)

قراءت ونحو:

یومئذ۔ظرف ہے یود الذین کا تَسَوّٰی تا مفتوحہ اور تخفیف سین اور امالہ کے ساتھ اصل میں تتسوی ہے یہ حمزہ وعلی رحمہما اللہ نے پڑھا۔تَسَّوّٰی۔تا کا سین میں ادغام کر کے مدنی وشامی رحمہما اللہ نے پڑھا ہے۔

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات نہ چھپا سکیں گے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے چھپانے کی قدرت نہ پائیں گے۔کیونکہ ان کے جوارح خود ان پر گواہ ہونگے۔

شَانِ نُزُول :ابوداؤد ترمذی وحاکم میں ہے۔کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کے لئے کھانا تیار کرایا۔یہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

اے ایمان والو! اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو نماز کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو

مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ

کہ کیا کہہ رہے ہو، اور نہ اس حالت میں نماز کے پاس جاؤ جبکہ تم پر غسل فرض ہو، مگر یہ کہ راستہ گزرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔ اگر تم مریض

مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ

پھر پانی نہ پاؤ تو ارادہ کرو پاک مٹی کا۔ سو مسح کر لو اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۴۳

بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

ان دنوں کی بات ہے جب شراب مباح تھی۔ انہوں نے کھایا پیا۔ پھر ایک کو اپنے میں سے نماز کے لئے آگے کر دیا۔ تاکہ مغرب کی نماز پڑھائے۔ اس نے قل یآیہا الکافرون کو لا اعبد کی بجائے اعبد اور انتم عابدون کو بھی لا کے بغیر پڑھا۔

آیت ۴۳: پس یہ آیت اتری: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ جانو۔ جو کچھ تم کہتے ہو) یعنی نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تقولون کا مطلب تقرءون ہے۔

نشہ میں کلمۂ کفر کا حکم:

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ نشے والے کا ارتداد ارتداد شمار نہ ہوگا کیونکہ لفظ لا کو گرا کر سورۂ کافرون کا پڑھنا کفر ہے۔ حالانکہ ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ بلکہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اور ان کی ازواج کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ تجدید ایمان کا حکم دیا۔ کیونکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کی زبان پر کفر غلطی سے جاری ہوا۔ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

وَلَا جُنُبًا (اور نہ اس حال میں کہ تم جنابت سے ہو) نَحو: اس کا عطف انتم سکارٰی پر ہے۔ جملہ محلاً منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تقربوا الصلوۃ سکاری و لا جنبًا یعنی جنابت کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔

جنب کی تفصیل:

اَلْجُنُبُ : کالفظ واحد وجمع کے لئے اور مذکر ومؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے جو مصدر اَلْاِجْنَاب کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

مسجد اور جنابت:

اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ (مگر یہ کہ تم (مسافر ہو) راستہ عبور کرنے والے ہو) یہ جنباً کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تقربوا الصلوۃ جنباً غیر عابری سبیل یعنی جنبا مقیمین غیر مسافرین۔ یہاں جنب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حاجت غسل کے باوجود غسل نہ کیا ہو۔

حَاصِل کلام : یہ ہوا لاتقربوا الصلاۃ غیر مغتسلین۔ تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم غسل نہ کرنے والے ہو۔ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا (یہاں تک کہ تم غسل کرلو) یعنی مگر یہ کہ تم مسافر ہو اور پانی نہ پانے والے ہو تیمّم کرنے والے ہو۔ آیت میں تیمّم کرنے والے کو مسافر کہا۔ کیونکہ مسافر کی عام حالت بغیر پانی کے ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لا تقربوا الصلوۃ تم نماز کے مقامات کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی مساجد ولا جنبا کا مطلب تم مسجد کے قریب جنابت کی حالت میں مت جاؤ۔ الا عابری سبیل مگر راستہ عبور کرنے کی غرض سے۔ جنابت والے کے لئے مجبوری کی حالت میں مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے ہو کر آیا ہو)

الغائط۔ نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ وہ قضائے حاجت کے لئے نشیبی جگہوں میں جاتے تھے۔ پس وہ بول کر حدث سے فراغت کا کنایہ کر دیا۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) یعنی ان سے قربت کی ہو۔ حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہی تفسیر مروی ہے۔

پانی نہ پانے کی حدود:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً (پس تم پانی نہ پاؤ) یعنی اس کے نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہ رکھتے ہو۔ یا اسی طرح عدم قدرت میں پانی تک پہنچنے کے آلہ کا نہ پانا اور سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کا پانی کے پاس ہونے کی وجہ سے پانی تک نہ پہنچ سکنا شامل ہے۔

شرط میں چار اشیاء:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (پس تم پاکیزہ مٹی سے تیمّم کرو) چار چیزیں شرط کے تحت داخل ہیں نمبر۱ مریض ۔نمبر۲۔ مسافر۔ نمبر۳۔ بے وضو۔نمبر۴۔ بے غسل ۔فا، جزاء کی لا کر تیمّم کا امر فرمایا جو کہ تمام سے متعلق ہے۔

مَسْئَلَہ: جب مریض پانی نہ پائے خواہ حرکت نہ کر سکنے اور پانی تک نہ پہنچنے میں عاجزی کی وجہ سے اور مسافروں سے پانی دور ہونے کی بناء پر ان کی دسترس سے باہر ہو۔اور بے وضو اور جنابت والے جب پانی نہ پائیں تو ان کو تیمّم درست ہے۔

معنیٔ صعید:

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں، صعید۔ سطح زمین کو کہتے ہیں۔خواہ مٹی ہو یا اور کچھ اگر سخت چٹان ہو جس پر مٹی کا نشان بھی نہ ہو اسی پر تیمّم کے لئے ضرب مار کر ہاتھ اور چہرے پر پھیر لیا تو تیمّم سبب طہارت بن گیا۔اور مِن کا حرف سورۂ مائدہ میں تبعیض کے لئے نہیں بلکہ ابتدائے غایت کے لئے ہے۔طیب کا معنی طاہر ہے۔

قراءت :لمستم پڑھا حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے ۔فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ (تم مل لو اپنے چہروں اور بازوؤں پر) وجوھکم کی با بعض نے زائد قرار دی ہے۔اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا (بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے) رخصت و آسانی عنایت فرما کر۔غَفُوْرًا (بخشنے والے ہیں) خطاؤں اور تقصیرات کو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ

اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙۗ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

اور اللہ کافی ہے ولی ہونے کے اعتبار سے اور اللہ کافی ہے مددگار ہونے کے اعتبار سے، جو لوگ یہودی ہیں

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کی تحریف کرتے ہیں ان کی جگہوں سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانیں گے

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ

اور کہتے ہیں کہ سن لے اس حال میں کہ تو سننے والا نہ ہو، اور اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے لفظ رَاعِنَا کہتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور آپ سن لیجئے اور ہم پر نظر فرمائیے تو ان کے لئے بہتر

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

ہوتا اور درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی،

اَلَمْ تَرَ کے معنی کی وضاحت:

آیت ۴۴: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) الم تر میں نمبرا۔ رؤیت قلب مراد ہے۔ اور رؤیت پر الی لاکر۔ اَلَمْ ينته علمك اليهم کے معنی میں کر دیا گیا۔ کیا تمہارا علم ان تک نہیں پہنچا۔ نمبر۲۔ الم تر بمعنی الم تنظر ہے کیا تم نے غور نہیں کیا ان کی طرف۔ نصیبا کا معنی تورات کا تھوڑا سا علم مراد اس سے احبار یہود ہیں۔

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ (وہ گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لیتے ہیں) مراد اس سے ان کا نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح دلائل قائم ہو جانے کے بعد بھی یہودیت پر اصرار کرنا ہے۔ حالانکہ وہ جان چکے ہیں کہ آپ وہ النبی العربی ہیں جن کی خوش خبری تورات

وانجیل میں دی جا چکی ہے اور وَيُرِيدُونَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ (وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے گمراہ ہو جاؤ) تضلوا کی ضمیر کا مرجع مؤمن ہیں اور السبیل سے مراد اسلام کا حق والا راستہ ہے۔ یعنی وہ تمہیں بھی گمراہ دیکھنا چاہتے ہیں جیسے وہ خود گمراہ ہوئے۔

تفسیر آیت ۴۵:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں) اسی نے تمہیں ان کی دشمنی کی اطلاع دی ہے اپنے معاملات میں ان سے کوئی مشورہ مت طلب کرو۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا (اللہ تعالیٰ تمہارا پورا کارساز ہے) وہ کارسازی کر کے تمہیں نفع پہنچائے گا۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيرًا (وہ اللہ پورا پورا مددگار ہے) ان کے ضرر کو دفع کریگا پس اس کی مدد ونصرت پر یقین کرو ان کی مکاریوں سے بچانے کیلئے۔

یا ان کی کچھ بھی پرواہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ان کے خلاف نصرت کرے گا اور ان کی مکاریوں کیلئے کافی ہو جائے گا۔

نحو: وَلِيًّا اور نصیرًا یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں یا پھر حال ہیں۔

آیت ۴۶: مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (کچھ یہود تبدیل کرتے ہیں کلمات (تورات) کو اس کے مقامات سے)۔

ایک نحوی تحقیق:

نحو: نمبر۱۔ یہ الذین اوتوا الکتاب کا بیان ہے۔ یا نمبر۲۔ اعدائکم کا بیان ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ یا نمبر۳۔ نصیرًا کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینصرکم من الذین ھادوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا [الانبیاء:۷۷]

نمبر۴۔ محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من الذین ھادوا قوم یحرفون الکلم۔ پس قوم مبتداء اور یحرفون اس کی صفت اور من الذین ھادوا اس کی خبر مقدم۔ اس صورت میں موصوف قوم کو حذف کر کے اس کی صفت موضحہ یحرفون الکلم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

تحریفِ مواضع کی مثال:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (وہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے) یحرفون کا معنی پھیرنا اور زائل کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو بدل کر ان کی جگہ دیگر کلمات رکھ دیتے تو گویا ان کے اپنے مقامات سے پھیر دیتے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا تھا۔ اور اس سے زائل کر دیتے۔ اس تحریف کی مثال آپ کی تعریف میں یہ کلمہ تھا۔ أسمر ربعة مناسب قد سیاہی سفیدی مائل۔ انہوں نے بدل کر گندم گوں طویل القامت کر دیا۔

اس آیت میں عن مواضعہ کے الفاظ ہیں۔ اور مائدہ۔ ۴۱ میں من بعد مواضعہ ہے۔ دونوں میں فرق: عن مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو ان مقامات سے ہٹاتے جہاں حکمت الٰہیہ کے مطابق ان کو رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد اپنی شہوات کی

اتباع ہے۔اور من بعد مواضعه کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ ایسے مقام پر رکھتا جہاں رکھنا زیادہ مناسب تھا۔ جب انہوں نے اس کی تحریف کی تو اس لفظ کو چھوڑ دیا تو وہ اس مسافر کی طرح بن گیا۔ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اپنے ان مخصوص مقامات کے بعد۔ دونوں معانی قریب ہی ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا آپ کا قول اور نافرمانی کی آپ کے حکم کی) دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ عصينا آہستہ کہتے۔ وَاسْمَعْ (تو سن ہماری بات)۔

کلمہ مدح وقدح:

غَيْرَ مُسْمَعٍ (نہ سنائے جاؤ) یہ مخاطب سے حال ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اسمع و انت غير مسمع۔ یہ کلمہ دوطرفیں رکھتا ہے۔ مذمت و مدح۔ مذمت اس طرح۔ نمبر ۱۔ تو ہم سے سن ہم تمہیں بددعا دے رہے ہیں لا سمعت کی کیونکہ اگر ان کی بددعا قبول ہو تو کچھ نہ سنتے۔ اس لئے کہ اصم غیر مسمع ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بات اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہی کہ ان کا قول لا سمعت مقبول بددعا ہے۔ نمبر ۲۔ تو سن تمہیں ایسا جواب نہ دیا جائے جس کی طرف تم بلاتے ہو مطلب یہ ہے کہ کبھی موافق جواب نہ سننے پاؤ۔ گویا کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔ نمبر ۳۔ تم سنو پسندیدہ بات، نہ سنائے جاؤ۔ کیونکہ تمہارے کان اس کو سننا پسند نہیں کریں گے۔

مدح کا احتمال بھی ہے۔ کہ تم سنو اور ناپسندیدہ بات نہ سنائے جاؤ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے۔ اسمع فلان فلانا۔ فلاں نے فلاں کو خوب جلی کٹی سنائیں۔

مراد راعنا:

وَرَاعِنَا (تو ہماری رعایت کر) نمبر ۱۔ راعنا میں یہ احتمال بھی ہے کہ تو ہمارا انتظار کرتا کہ ہم تجھ سے بات کریں۔ اور نمبر ۲۔ عبرانی سریانی کلمے کے مشابہ بھی ہوسکتا ہے۔ جس سے وہ گالی دیتے تھے وہ ''راعينا'' ہے۔ وہ اس سے دین کا مذاق اڑاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرتے یہ ذو معنیین (دونوں معنوں کا احتمال رکھنے والا) کلام کر کے گالی اور توہین مراد لیتے اور ظاہر کرتے کہ وہ توقیر و اکرام کر رہے ہیں۔

حق کو باطل کی طرف موڑنا:

لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ (اپنی زبانوں کو موڑ کر) یعنی بل دے کر اور تبدیل کر کے۔ نمبر ۱۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی زبانوں کے ساتھ حق کو باطل کی طرف موڑتے۔ اس طرح کہ انظر نا کی بجائے راعنا کہتے اور لا سمعت مكروهًا کی بجائے غير مسمع کہتے۔ نمبر ۲۔ اپنی زبانوں کو بل دے کر بطور منافقت اس طرف موڑتے جو گالی و برائی ان کے باطن میں چھپی تھی۔ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ (اور دین میں طعنہ زنی کی خاطر) اس سے مراد ان کا وہ قول ہے کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہوتے تو ضرور یہ اطلاع دیتے اس اعتقاد کی جو ہمارے باطن میں ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (کاش وہ سمعنا اور اطعنا کے لفظ کہتے) اور عصینا نہ کہتے اور و اسمع کہتے اور اس کے ساتھ غير مسمع نہ ملاتے اور انظرنا کہتے راعنا نہ کہتے۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو اس کا کہنا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر ان کو الٹی جانب کی طرح بنا دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسا

لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ

کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک

بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى

کیا جائے اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس نے بہت

اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾

بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ان کے حق میں بہتر ہوتا) یعنی ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہوتی۔ وَاَقْوَمَ (اور زیادہ عدل و انصاف والی ہوتی) وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی) اور ان کے کفر اختیار کر لینے کی وجہ سے رحمت سے دور پھینک دیا۔ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (پس بہت تھوڑے ان میں سے ایمان لائیں گے) ان میں سے بعض حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے حضرات مسلمان ہوئے۔ نمبر۲۔ یہ اتنا کمزور ایمان رکھتے ہیں جو نا قابل اعتبار ہے اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری کتابوں سے انکار کرتے ہیں۔

آیت ۴۷: جب وہ ایمان نہ لائے تو یہ آیت اتری: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا (اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا) نزلنا سے مراد قرآن ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (وہ تصدیق کرنے والا ہے، اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) مراد تورات ہے۔

طمس وجوہ کا معنی:

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا (اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں) یعنی عین، ابرو، ناک، منہ کے نشانات کو مٹا ڈالیں۔ فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ (اور ہم ان کو گدی کی طرح کر دیں) کہ نشان مٹ کر وہ بھی گدی کی طرح سپاٹ ہو جائیں فا اس میں سببیہ ہے اور فا تعقیب کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو دو سزاؤں سے ڈرایا گیا جن میں ایک دوسرے کے بعد آئے گی ان

چہروں کا پشت کی طرف پھیرنا مٹانے کے بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں اور چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیں۔ اور گدی کو اگلی طرف یہ بھی کہا گیا کہ طمس سے مراد تبدیل کرنا اور بدلنا ہے۔ جس طرح قبطیوں کے اموال کو پتھر بنا دیا اور وجوہ سے ان کی وجاہت اور سرداری مراد ہو یعنی اس سے قبل کہ ان کے باوجاہت لوگوں کے حالات بدل ڈالیں اور ان کی ترقی چھین کر ذلت اور وجاہت کو پستی سے بدل دیں۔

دو میں سے ایک عذاب:

اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ (یا ان پر ہم لعنت کریں جیسا ہم نے ہفتہ والوں پر لعنت کی) یعنی ان کو مسخ کر کے رسوا کریں جیسا ہفتے والوں کو مسخ کیا۔ ھم ضمیر وُجُوہ کی طرف راجع ہے اگر اس سے مراد صاحب وجاہت ہوں۔ یا ضمیر الذین اوتوا الکتاب کی طرف لوٹتی ہے۔ بطریق التفات۔ اور یہ وعید اس وقت ان سے متعلق ہوتی جب کہ کوئی بھی ان میں سے ایمان نہ لاتا۔ حالانکہ بعض ایمان لا چکے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے اس وقت آیت سنی جبکہ وہ شام سے لوٹ رہے تھے۔ وہ گھر جانے سے قبل ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اپنے گھر بھی پہنچ سکوں گا۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو مسخ کر دے۔

نمبر۲ دوسری تفسیر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باتوں میں سے ایک سے ڈرایا۔ نمبر۱۔ طمس وجوہ۔ نمبر۲۔ لعنت۔ پس اگر طمس نے ان کے سرداروں کے حالات کو بدل دیا پھر دو میں سے ایک بات تو ہو گئی۔ اور اگر ان رؤسا کو نہیں بدلا تو لعنت ان کو پہنچ گئی۔ وہ ہر زبان سے ملعون ہیں۔

نمبر۳۔ یہود کے متعلق اس پیشن گوئی کے پورے ہونے کا قیامت سے قبل انتظار ہے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور پورا ہو کر رہتا ہے) امر اللہ سے جس کا حکم دیا گیا۔ اور وہ عذاب ہے۔ جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ مَفْعُوْلًا یعنی ہر صورت پورا ہوگا۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

آیت ۴۸: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ (بیشک اللہ نہ بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو) نہ بخشنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر موت شرک پر آ گئی۔ **ذلك** کا مشارٌ الیہ **مادون الشرك** ہے۔ خواہ کبیرہ بدون توبہ ہو۔

شرک مغفور بالتوبہ:

الحاصل: شرک مغفور بالتوبہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے مگر گناہ شرک کے علاوہ ہوں تو اس سے بخشش کا وعدہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اس کو جو شرک کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مشرک ہے۔ اور گنہگار کو گناہ ہونے کے باوجود بخش دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کی غلطیاں اس کو نقصان نہ دیں گی۔ (احمد ص: ۳۶۲ جلد ۲)

محبوب ترین آیت:

لِمَنْ یَّشَآءُ (جس کے لئے وہ چاہے گا) یہ مشیت کی قید آیت کو اس کے عموم سے نہیں نکالتی۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَللّٰہُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ج (الشوریٰ:١٩) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ محبوب آیت میرے لئے یہ ہے۔ (اس لئے کہ اس میں مغفرتِ الٰہی کی بہت بڑی امید دلائی گئی ہے)۔

معتزلہ کا قول اور اس کا جواب:

یہ مَادُوْنَ کی مغفرت کا وعدہ توبہ کے ساتھ معلق ہے۔ مگر یہ باطل بات ہے۔ کیونکہ کفر تو مغفور عنہ توبہ کے ساتھ اس آیت سے ہے۔ **قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف**۔ الانفال۔ ٣٨۔ پس اس سے کم درجہ کے گناہ تو توبہ سے بخشے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حالانکہ یہ آیت زیر تفسیر ان دونوں چیزوں کے مابین فرق کیلئے اتاری گئی ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے جیسا ہم نے کہا۔

وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا پس اس نے بہت بڑا طوفان باندھا) اس نے ایسا بڑا جھوٹ بنایا ہے جس سے دردناک عذاب کا حقدار بن گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی جانوں کو پاکیزہ بتاتے ہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے پاکیزہ بناتا ہے اور لوگوں پر

یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿٤٩﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا

کھجور کی گٹھلی کے تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کا یہ افتراء صریح گناہ

ع ۷

مُّبِیْنًا ﴿٥٠﴾ؑ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ مانتے ہیں بتوں کو

وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ

اور شیطان کو، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے ان کے نسبت یہ کافر

اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

زیادہ راہ راست پر ہیں ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کردے تو اس کے لئے

تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ﴿٥٢﴾ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ

کوئی مددگار نہ پائے گا۔ کیا ان لوگوں کا ملک میں کچھ حصہ ہے سو ایسی صورت میں لوگوں کو وہ

النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿٥٣﴾ۙ

ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔

آیت ۴۹: یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے یہود ونصاریٰ میں سے اپنے آپ کو پاک قرار دیا کہ ہم تو انبیاء علیہم السلام کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور کہا ہمارے سواء جنت میں کوئی نہ جائے گا۔

اللہ کا تزکیہ معتبر ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں) اس میں تمام ایسے لوگ شامل ہیں جو اپنے طور پر پاک باز بنتے ہیں اور اپنے عمل کی پاکیزگی سے اپنے نفس کو موصوف قرار دیتے ہیں۔ اور اطاعت وتقویٰ کے اضافہ سے نفس کو متصف مانتے ہیں۔ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک کرتے ہیں) اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کا تزکیہ ہی قابل اعتبار ہے۔ کسی دوسرے کا تزکیہ معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

اہل تزکیہ کو جاننے والے ہیں۔اسی طرح کی دوسری آیت سورۃ النجم ۳۲ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى کہ اپنے کو پاک مت قرار دو۔وہ متقین کو خوب جانتا ہے۔وَلَا يُظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) یعنی جو لوگ اپنے آپ کو پندار میں پاک قرار دیتے ہیں۔ان کو ان کے پاک قرار دینے پر پوری سزا دی جائے گی یا جن کو وہ چاہے گا ان کی پاکیزگی پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔فَتِيْلًا (بٹے ہوئے دھاگے کی مقدار) الفتیل ہاتھوں سے میل کی مروڑی بنانا۔

آیت ۵۰: اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (غور کرو۔یہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اپنے خیال کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ ہیں۔وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اس افتراء کا کھلا گناہ ہونا ظاہر ہے) یعنی ان کے تمام گناہوں میں یہ تزکیہ والا زعم گناہ ہونے کے اعتبار سے کافی ہے (کسی دلیل کا محتاج نہیں)

آیت ۵۱: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے غور کیا ان لوگوں کی حالت پر جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) یعنی یہود يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ (وہ بتوں پر ایمان لاتے ہیں) الجبت ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔وَالطَّاغُوْتِ (اور شیطان) وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (اور وہ کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں) اس کا واقعہ اس طرح ہے حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف دونوں یہود ی سردار ایک یہودی جماعت کے ہمراہ مکہ گئے۔تاکہ قریش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑنے کا معاہدہ کریں۔انہوں نے کہا۔ تم اہل کتاب ہو۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تم زیادہ قریب ہو اور وہ ہماری نسبت تم سے قریب تر ہیں۔ہمیں تمہارے اس فریب پر اعتبار نہیں۔بس ایک صورت ہے کہ تم ہمارے معبودوں کو سجدہ کرو تو ہم تم پر اعتبار کر لیں گے۔انہوں نے بتوں کو سجدہ کیا۔پس جبت و طاغوت پر ایمان لانا اسی بات کو قرار دیا گیا کیونکہ اصنام کو سجدہ ریزی اس کا عملی مظاہرہ تھا۔انہوں نے ابلیس ملعون کی اتباع کی۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم بتلاؤ کیا ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کعب کہنے لگا۔تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

آیت ۵۲: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) کہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا ہے۔وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں تم ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے) کہ جو اپنی مدد سے اس کی نصرت کرے۔

آیت ۵۳: پھر یہود کی بخل و حسد سے ان کی تعریف کی حالانکہ یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں۔وہ اپنے مال کو تو روک کر رکھتے ہیں مگر تمنا اس چیز کے ملنے کی کرتے ہیں جو دوسروں کو ملی۔چنانچہ فرمایا۔اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

نحو: ام۔منقطعہ ہے۔اور ہمزہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے۔ہاں ان کے پاس کوئی سلطنت کا حصہ نہیں ہے۔

یہود کی شدتِ بخل:

فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (ایسی حالت میں تو یہ لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے) یعنی اگر حکومت کا کچھ حصہ ہوتا۔اہل دنیا کی حکومت یا اللہ تعالیٰ کی مملکت تو پھر بھی یہ شدت بخل کی وجہ سے لوگوں کو ایک معمولی چیز بھی نہ دیتے۔

النقیر: وہ گڑھا جو گٹھلی کی پچھلی جانب پایا جاتا ہے۔یہ فتیل کی طرح قلت کی مثال بیان کی۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ

کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، سو ہم نے

اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ

آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے ان کو بڑا ملک عطا کیا۔ سو ان میں سے

اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ

بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس سے روگردانی کی۔ اور کافی ہے دوزخ کا دہکتی ہوئی آگ ہونا۔ بلاشبہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی

بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

تو ہم ان کی کھالوں کے علاوہ ان کی دوسری کھالیں پلٹ دیں گے تاکہ عذاب چکھیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے،

آیت ۵۴: اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (بلکہ یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھی ہے) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسد کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حسد قبیح چیز ہے۔ اور حسد کی وجہ وہ نصرت وغلبہ اور عزت میں اضافہ اور ہر روز کی ترقی تھی (جو ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی) فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے آل ابراہیم کو کتاب یعنی تورات دی) وَالْحِكْمَةَ (اور نصیحت) یعنی دین کی گہری سمجھ بوجھ۔

یہود کو الزامی جواب:

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (اور ہم نے ان کو بہت بڑی بادشاہت دی) یعنی بادشاہت یوسف و داؤد و سلیمان علیہم السلام یہ یہود کو الزامی جواب دیا خود اسی بات سے جس کو وہ جانتے بوجھتے تھے۔ کہ اسلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آل ابراہیم علیہ السلام کو کتاب، حکمت اور مملکت دی جا چکی۔ اس لئے اگر آج آل ابراہیم کے جلیل القدر فرزند کو نبوت وحکومت اسلاف کے مشابہ دے دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

آیت ۵۵: فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ (پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے) اس پر یعنی یہود میں کچھ لوگوں نے آل ابراہیم والی بات پر یقین کرلیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ (اور کچھ نے اس سے منہ پھیرلیا) باوجودیکہ وہ اس کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝۵۷

جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں دے دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان

النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔ بے شک اللہ

سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۵۸

سننے والا دیکھنے والا ہے۔

دوسری تفسیر:

ان یہود میں سے کچھ تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور بعض نے اس نبوت کو اوپر اقرار دے کر انکار کی ٹھان لی۔
وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (جہنم کی بھڑکتی آگ ان کے لئے کافی ہے) جو ایمان لانے سے باز رہے۔

تفسیر آیت ۵۶:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات کے ساتھ عنقریب ہم انکو داخل کرینگے)۔
نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا۔ (آگ میں۔ ہر دفعہ جب ان کی کھال جل جائے گی۔ تو ہم پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال بنا دیں گے) نضجت کا معنی جلنا۔ بدّلنا جلودًا غیرھا کا معنی ان کھالوں کو ان جلی کھالوں سے بدلنا ہے۔ پس تبدیلی اور تغیر دونوں ہیئتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ ہوگی، نہ کہ اصل کی تبدیلی کے ساتھ۔ اہل حق کا یہی مسلک ہے۔ فرقہ کرامیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ فضیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جلی کو ان جلی بنا دیا جائے گا۔ لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (تاکہ وہ عذاب کو چکھیں) اور عذاب کا ذائقہ ہمیشہ رہے۔ اور منقطع نہ ہو۔ جیسے کسی عزیز کو تم کہتے ہو۔ اعزك الله یعنی اللہ تمہیں عزت میں دوام میسر فرمائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) انتقام لے سکتے ہیں۔ کوئی چیز اس کے ارادے کو مجرمین پر نافذ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ حَكِيْمًا (وہ حکمت والے ہیں) اس کام میں جو کافروں کے ساتھ وہ کریں۔
آیت ۵۷: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ

فِيهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (اور جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کو جنتوں میں ضرور داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے وہاں ستھری بیویاں ہونگی) **مطھرۃ** کا مطلب نجاسات' حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

خوبصورت سایہ میں داخلہ:

وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (اور ہم ان کو وسیع سایہ میں داخل کرینگے) **ظلیل** یہ صفت کا صیغہ ہے جو ظل سے لیا گیا۔ اور اس کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ **لیل الیل۔** طویل رات۔ **ظلیل** وہ سایہ جو دراز خوبصورت ہو۔ نہ اس میں سوراخ ہو۔ اور ہمیشہ کا سایہ ہو کہ جس کو سورج نہ مٹا سکے اور ایسا سہانا کہ نہ اس میں گرمی ہو نہ ٹھنڈک۔ اور یہ صفات جنت کے سایہ کے علاوہ کسی میں نہیں۔

تمام فرائض امانتیں:

آیت ۵۸ : پھر حکام کو مخاطب کر کے ادائیگی امانات کا حکم دیا۔ اور عدل کا حکم دیا اپنے اس ارشاد سے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں امانت والوں کو ادا کردو) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حکم میں ان فرائض کی ادائیگی بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جن کو انسان نے اٹھایا ہے۔ اور حواس کی حفاظت بھی انہیں میں شامل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو) **حکمتم** کا معنی فیصلہ کرنا۔ **العدل** کا معنی برابری کرنا اور انصاف کرنا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے:

دوسرا قول یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ بن عبدالدار بیت اللہ کا چابی بردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب آیت نازل ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ یہ چابی اس کو واپس کردو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن اتارا ہے۔ یہ آیت عثمان کو پڑھ کر سنائی وہ سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی کہ چابی برداری عثمان کی اولاد میں ہمیشہ رہے گی۔ (حاشیہ کشاف)

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ (اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی چیز کی نصیحت کرتے ہیں)

نحو و قراءت:

ما نکرہ منصوبہ موصوفہ ہے **يعظكم** ، سے تقدیر عبارت یہ ہے۔ **نعم شيئًا يعظكم به۔**

نمبر۲۔ **ما** موصولہ **مرفوعة المحل۔** مابعد اس کا صلہ۔ تقدیر عبارت یہ ہے **نعم الشئ الذی یعظکم بہ** مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی **نعما یعظکم به ذاك۔ ذاك** کا مشار الیہ ادائیگی امانات اور عدل فی الحکم ہے۔

قراءت: نِعْمَ مدنی اور ابو عمرو نے پڑھا۔ نَعِم شامی اور حمزہ و علی نے پڑھا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی فرمانبرداری جو اولوالامر ہیں تم میں سے

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

پس اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اس کو لوٹا دو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ

بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۟ ۵۹ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى ع ۸ ۵

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اور بہت خوب تر ہے۔ کیا آپ نے

الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ

آپ سے پہلے نازل کیا گیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنا قضیہ لے جائیں حالانکہ

اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۟ ۶۰

ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے منکر ہوں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

سننے والے) بَصِیْرًا (تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں)۔

آیت ربط :

آیت ۵۹ : جب حکام کو ادائیگی امانات اور انصاف سے فیصلے کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بات مانو۔ پس اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو) اولی الامر سے مراد حکام یا علماء ہیں کیونکہ ان کا حکم حکام پر چلتا ہے۔ اگر تم اور حکام کسی دینی امر میں مختلف ہو جاؤ تو اس میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے سب سے اچھی اور تاویل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے) ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے نہ کہ نافرمانی کو۔ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ امراء کی اطاعت لازم ہے جبکہ وہ حق کی موافقت کریں۔ جب وہ حق کی مخالفت کریں تو پھر ان کی اطاعت

نہیں۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق)) (احمد ۴۰۹ جلد ۱)

دلچسپ حکایت: مسلمہ بن عبدالملک نے ابوحازم کو مخاطب کر کے کہا کیا تمہیں ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو اللہ کے اس ارشاد میں ہے و اولی الامر منکم۔

ابوحازم: کیا جب تم حق کی مخالفت کرو تو تمہاری اطاعت ختم نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی قرآن اور رسول آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی احادیث کی طرف۔

ذٰلِكَ اس کا مشارٌالیہ الرَّدّ ہے۔ کتاب وسنت کی طرف لوٹانا۔ خیرٌ بہت بہتر ہے۔ جلد ملنے والا ہے۔ وَاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا اور بہت بہتر ہے تاویل کے لحاظ سے۔ یعنی انجام کے لحاظ سے۔

بشر منافق اور یہودی کا قصہ:

آیت ۶۰: بشر منافق اور یہودی کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہودی نے اس کو کہا کہ آؤ نبی اکرم ﷺ سے فیصلہ کروالیں۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آپ رشوت نہیں لیتے۔ منافق نے کہا چلو کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرالے۔ پھر دونوں فیصلہ لے کر حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ مگر منافق راضی نہ ہوا۔ اور کہنے لگا آؤ۔ ہم عمر کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ مگر یہ راضی نہیں ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو کہا۔ کیا بات اسی طرح ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں یہاں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس نکل کر آؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے۔ اور منافق کی گردن مار دی۔ اور کہا میرا فیصلہ اس کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جن کا گمان یہ ہے) جبرئیل علیہ السلام نے کہا عمر نے حق و باطل میں تفریق کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو فاروق ہے (اسباب النزول للواحدی)

اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ (کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اتاری گئی آپ کی طرف اور وہ جو اتاری گئی آپ سے پہلے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ شیطان کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں)

نحو: یریدون۔ یزعمون کی ضمیر سے حال ہے۔

طاغوت سے مراد کون ہے؟

نمبر ۱۔ طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے اس کو طاغوت اس لئے کہا کیونکہ وہ سرکشی میں حد سے بڑھنے والا تھا۔ اور عداوت رسول میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

نمبر ۲۔ اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ نمبر ۳۔ غیر اللہ کی طرف فیصلہ لے جانے کو تحاکم الی الطاغوت قرار دیا اور اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے۔ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا (حالانکہ ان کو شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ

اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور آ جاؤ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ

تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے ہٹتے ہیں، پس کیا حال ہو گا جب ان کو کوئی مصیبت

مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ

پہنچے ان کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے پھر وہ آئے آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ

کہ ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی کی صورت نکل آئے اور آپس میں موافقت ہو جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ

اللہ اسے جانتا ہے۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے، اور ان کی ذاتوں کے متعلق ان سے ایسی باتیں کہہ دیجئے جو ان کے حق میں خوب زیادہ

بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ

فائدہ مند ہوں۔ اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لئے کہ بحکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾

استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پالیتے۔

ضلال بعید کیا ہے:

یضل سے مراد حق سے ہٹانا۔ ضلال بعید سے مراد موت تک قائم رہنے والی گمراہی ہے۔

تفسیر آیت ۶۱:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ (جب منافقین کو کہا جاتا ہے) تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ (آؤ فیصلہ کرانے کے لئے اس

حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور رسول کی طرف) رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (تم دیکھو گے کہ منافقین تم سے رکتے ہیں رکنا) یعنی وہ آپ سے اعراض کر کے دوسرے کی طرف جاتے ہیں۔ تا کہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں۔

آیت ۶۲: فَكَیْفَ (پس ان کا کیا حال ہوگا) اور یہ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ (جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے) یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بشر کا قتل۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی تمہارے سواء اور کسی کے پاس فیصلہ لے گئے اور فیصلے میں آپ پر بے انصافی کی تہمت لگائی۔ ثُمَّ جَآءُوْكَ (پھر آپ کے پاس مقتول کے منافقین ساتھی آئے) یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا (اس حال میں کہ وہ اللہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے علاوہ دوسرے کے ہاں فیصلہ لے جا کر بھلائی اور متخاصمین کے درمیان موافقت کا ارادہ کیا) برائی اور آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی آپ کے فیصلہ پر ناراضگی ظاہر کی ہے۔

نحو: کیف میں استفہام تعجبی ہے۔ یحلفون باللّٰہ حال ہے۔

منافقین کو وعید:

درحقیقت یہ ان کے فعل پر وعید ہے۔ کہ وہ عنقریب شرمندہ ہونگے۔ جبکہ ان کو شرمندگی کچھ کام نہ آئے گی۔ اور نہ معذرت فائدہ دے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ منافق کے رشتہ دار اس کے خون کا مطالبہ لے کر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اور کہنے لگے ہم تو عمر کے پاس فیصلہ لے کر اس لئے گئے تھے۔ کہ وہ عادلانہ فیصلہ سے ہمارے ساتھی پر احسان کریں اور اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان موافقت کروا دیں۔ ہمارے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کر ڈالیں گے جو انہوں نے کر دیا۔

آیت ۶۳: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے) یعنی منافقت۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (آپ ان سے اعراض فرمائیں)۔ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِیْغًا (اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو ان کے متعلق مؤثر بات کہیں)

اعرض کا مفہوم:

اَعْرِضْ کا مطلب۔ نمبر ۱۔ ان کا عذر قبول کرنے سے اعراض کریں۔ اور ڈانٹ ڈپٹ اور انکار کے ساتھ ان کو نصیحت کریں۔ اور ان کو نصیحت کرنے میں تخویف و انذار میں خوب مبالغہ کریں۔ یا نمبر ۲۔ انجام سے اعراض کریں اور عتاب سے نصیحت کریں اور ان کی اس حرکت کے متعلق آپ کے دل میں جو آخری نصیحت ہے وہ ان کو کریں۔ اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان سے اس حقیقت کو پہنچے جو ان کے دل و جنان میں ہے۔

نحو : فی انفسھم یہ قل لھم سے متعلق ہے۔ ای قل لھم فی انفسھم الخبیثة وقلوبھم المطویة علی النفاق۔ ان کے خبیث نفوس اور نفاق پر لپٹے ہوئے دل کے اندر اترنے والی بات کہیں۔ قولاً بلیغًا پوری بات جو ان تک پہنچ جائے اور ان میں اثر انداز ہو۔

آیت ۶۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول کبھی بھی مگر اس لئے تا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے)باذن اللّٰہ کا مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق بخشی اور اس میں آسانی فرمائی۔ نمبر۲۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کی اجازت دی۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مبعوث پیغمبر کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دینے والا ہے۔ پس اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (اور جبکہ انہوں نے طاغوت کے پاس فیصلہ کرانے کیلئے جانے کے سبب اپنے نفسوں پر ظلم کرلیا تھا) جَآءُوْكَ (آپ کے پاس آ جاتے) نفاق سے سچی توبہ کر کے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی معذرت کر لیتے۔ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ (پھر نفاق شقاق سے سچی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے) وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار کرتے)ان کی معافی کی سفارش کر کے لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا (وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا) رَّحِيْمًا (مہربان پاتے)۔

نحو : جاؤك جو کہ انَّ کی خبر ہے یہ اذ ظلموا میں عامل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولو وقع مجیئھم فی وقت ظلمھم مع استغفار ھم واستغفار الرسول۔ اگر ان کی آمد اس ظلم کے وقت میں استغفار ذاتی اور شفاعت رسول کے ساتھ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔

شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ:

نکتہ: استغفرت لھم نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے استغفرلھم الرسول فرمایا اس سے آپ کی عظمت شان اور آپ کے استغفار کا مقام ومرتبہ ظاہر فرمایا۔ اور اس پر متنبہ فرمایا کہ جس ہستی کو الرسول کہتے ہیں۔ ان کی شفاعت کا بارگاہ الٰہی میں بڑا مرتبہ ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ڈال کر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور قبر کی مٹی کا چلو بھر کر اپنے سر پر ڈالا اور کہنے لگا یارسول اللہ آپ نے کہا ہم نے سنا اور آپ پر جو قرآن اترا اس میں یہ آیت ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم (الآیۃ) میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی خاطر آیا ہوں۔ میرے لئے میرے رب سے استغفار کر دیں۔ آپ کی قبر سے یہ آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی لئے علامہ نسفی نے قیل کے کمزور الفاظ سے ذکر کیا ہے) صحابہ کرامؓ نے اس کو قبر مبارک کے پاس اس طرح کیونکر چھوڑا ہو گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ جوان کے آپس کے جھگڑے ہوں ان میں آپ کو فیصلہ کرنے والا بنا کر آپ کے

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝٦٥ وَلَوْ اَنَّا

فیصلے سے اپنے دلوں میں کسی بھی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔ اور اگر ہم

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ

ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ

مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ

تو اس پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ، اور اگر وہ لوگ ان کاموں کو کرتے جن کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ

خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝٦٦ وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٦٧

ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور یہ ان کے ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا عمل ہوتا اور اس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے ضرور اجر عظیم عطا کرتے۔

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝٦٨

اور ہم ان کو سیدھے راستے پر چلاتے۔

تفسیر آیت ۶۵:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (پس آپ کے رب کی قسم ہے۔ وہ ایماندار نہیں ہونگے) نحو: لا زائدہ ہے قسم کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور لا یؤمنون جواب قسم ہے یا تقدیر عبارت اس طرح ہے فلا یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں پھر فرمایا: وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ آپ کے رب کی قسم وہ مؤمن نہ ہونگے۔ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (یہاں تک کہ وہ آپ کو فیصل مانیں ان معاملات میں جو ان کے مابین پیش آنے والے ہوں) یعنی جو ان کے مابین مختلف اور مختلط ہیں اور اسی سے الشجرہ کو شجرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شاخیں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا (پھر وہ نہ پائیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی) مِّمَّا قَضَيْتَ (اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا) یعنی آپ کے فیصلے سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں یا شک نہ کریں۔ کیونکہ شک کرنے والا اپنے معاملے میں تنگی محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو واضح یقین نہ ہو جائے۔

وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور وہ آپ کے حکم کو بلا کراہت بخوشی مان لیں) اور وہ آپ کے فیصلے کے پورے طور پر مطیع ہو

جا ئیں۔سلم اور اسلم نفسہ کہا جاتا ہے۔جبکہ وہ اپنے نفس کو اس کے لئے خالص کر دے۔

تسلیم کا معنی:

تَسْلِيْمًا یہ مصدر ہے جو فعل کیلئے بطور تاکید لایا گیا۔اور یہ فعل کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ وینقادوا لحکمك انقیادًا لا شبهة فيه بظاهر هم و باطنهم۔مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کے حکم اور فیصلے پر رضامند نہ ہوں۔

تفسیر آیت ٦٦:

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (اگر ہم ان پر فرض کر دیتے) ھم سے مراد منافقین ہیں۔اگر ہمارا فرض کرنا ان پر واقع ہوتا۔

قتل انفس کا مطلب:

اَن اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (کہ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو) اَنْ مفسرہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ جہاد کے ذریعے اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کرو۔یا اگر ہم ان پر واجب کر دیتے جیسے ہم نے بنی اسرائیل پر قتل انفس لازم کیا تھا۔اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا اپنے گھروں سے نکلو یعنی ہجرت کرو۔ مَافَعَلُوْهُ (تو وہ ایسا نہ کرتے) بوجہ منافقت کے۔

نحو: هُ کی ضمیر قتل یا خروج کی طرف راجع ہے۔یا ضمیر لائے کیونکہ کتبنا کی دلالت اس پر موجود ہے۔

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے)

قراءت: شامی نے قلیلاً پڑھا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے اور حالت رفع، فعلوا کی ضمیر جمع کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ (اگر یہ لوگ کیا کرتے جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان کی حکم برداری۔لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا) دونوں جہانوں میں وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا (اور ان کے ایمان کو اور زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا) اور اضطراب و بے چینی سے دور ہوتا۔

آیت ٦٧: وَاِذًا (اور اس حالت میں) لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا (اور ہم اپنی طرف سے ان کو عطاء کرتے بہت بڑا ثواب)

جواب سوال مقدر:

نحو: اذا یہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا۔تثبیت کی صورت میں کیا ملتا تو جواب دیا۔کہ اگر وہ ثابت قدم ہو جاتے تو ہم منقطع نہ ہونے والا کثیر ثواب دیتے۔عظیما سے یہاں کثیر مراد ہے۔

آیت ٦٨: وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور ضرور ان کی ہم راہنمائی کرتے سیدھے راستہ کی طرف) ہدایت سے یہاں مراد دین پر ثابت قدمی دینا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اور جو لوگ اللہ کی اور رسول کی فرمانبرداری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں،

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ ع

یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

نحو :ہم مفعول اول اور صراطًا مستقیما مفعول ثانی ہے۔

خوب رفاقت والے:

آیت ٦٩ : وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (جولوگ اللہ اور رسول کے حکم پر چلیں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انعام سے سرفراز فرمائے گا۔یعنی انبیاء،صدیقین' شہداء،صالحین)

جوایسی اطاعت کرے گا جیسے انبیاء علیہم السلام کے افضل صحابہ رضی اللہ عنہم۔

الصدیق نمبرا۔سچائی میں مبالغہ کرنے والا کہ اس کا ظاہری معاملہ بھی صدق والا ہو اور باطن کا صدق مراقبہ کے ساتھ ہو۔ نمبر۲۔جواپنے فعل سے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔والشہداء وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت پائی۔ والصالحین :جن کے احوال نیک ہوں اور اعمال خوب تر ہوں۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں) یعنی ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔رفیق۔صدیق کی طرح ہے۔یہ واحد وجمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

آیت ۷۰ :ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ (یہ مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے)

فضل کیا ہے:

نحو :ذٰلك مبتدا ہے اسکی خبر الفضل من اللّٰہ ہے یا الفضل مشارٌ الیہ ہے اور من اللّٰہ خبر ہے۔مطلب یہ ہوا۔نمبرا۔کہ فرمانبرداروں کو عظیم اجر کا ملنا اور انعام یافتہ لوگوں کی رفاقت کا میسر آنا یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے ہی یہ نعمت ان کو میسر فرمائی۔

نمبر۲۔انعام یافتہ لوگوں کو فضیلت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملا ہے۔وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ پورا پورا

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾

اے ایمان والو! تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر نکل کھڑے ہو چھوٹی جماعتیں یا بڑی جماعتیں بنا کر،

وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ ج فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ

اور بلاشبہ تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو دیر لگاتے ہیں، سو اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر

اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ

انعام فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تم کو اللہ کا فضل حاصل ہو جائے

لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ

تو کہنے لگتے ہیں گویا کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا

فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ

تو مجھ کو بڑی کامیابی حاصل ہوتی۔ سو جو لوگ آخرت کے بدلہ دنیا والی زندگی کو اختیار کرتے ہیں

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ط وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ

ان کو چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

یا غالب ہو جائے سو عنقریب ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔

جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کو اور ان کو جو ان میں سے فضیلت والے ہیں۔

نکتہ: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ بندوں سے اللہ تعالیٰ جو بھی بھلائی والا معاملہ فرماتے ہیں وہ محض اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں جیسا معتزلہ (خذلھم اللّٰہ) کہتے ہیں۔

آیت ۷۱: يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ (اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لیا کرو) احتیاط کرو اور دشمن سے بچو۔

صرف ولغت:

الحِذْر اور الحَذَر۔ ایک معنی رکھتے ہیں یعنی بچنا۔ ان کی نظیر اثر اور اَثَر کا لفظ ہے۔ محاورہ ہے۔ اخذ حذرہ۔ جبکہ وہ محتاط

ہو جائے۔اور خوف زدہ چیز سے بچ جائے۔گویا اس نے احتیاط کو ایسا آلہ بنایا جس سے اس نے اپنے نفس کو بچالیا۔اور اپنی روح کی حفاظت کرلی۔ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ (پھر نکلو متفرق ٹولیاں بنا کر) یعنی دشمن کی طرف متفرق سرایا میں جماعت بنا کر نکلو۔الثبات کا معنی جماعات ہے۔اس کا واحد ثُبَةٌ ہے۔

اکٹھے نکلنا:

اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا (یا اکٹھے نکلو) یا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں۔کیونکہ جماعت بلا اطاعت کامل نہیں اور معاہدہ بلا واسطہ کے منتظم نہیں ہوتا۔یا انفروا ثباتٍ تم متفرق نکلو جبکہ نفیر عام نہ ہو یا جماعتوں کی صورت میں نکلو جبکہ نفیر عام ہو۔

نَحو : ثبات اور جمیعًا دونوں حال ہیں۔

تفسیر آیت ۷۲:

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (اور تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو سست پڑ جاتے ہیں)

جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں:

نَحو : لَمَنْ کی لام ابتدائیہ ہے۔جیسا کہ ان اللّٰہ لغفورٌ میں ہے۔من موصولہ ہے۔لیبطئنّ کا لام قسم محذوف کا جواب ہے۔تقدیری عبارت یہ ہے۔وان منکم لمن اقسم باللّٰہ لیبطئن۔قسم اور جواب قسم مل کر مَنْ کا صلہ ہے۔اور اس کے اندر لوٹنے والی ضمیر لیبطئن میں جاگزین ہوگئی ہے۔مطلب یہ ہے لیتثاقلن و لیتخلفنّ عن الجهاد۔وہ ضرور بوجھل ہونگے اور ضرور جہاد سے پیچھے رہیں گے۔بطؤ کا معنی ابطاء ہے۔تاخیر کو۔کہتے ہیں مابطؤ بك۔اور یہ با سے متعدی بنتا ہے۔اس میں لشکر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے۔منکم سے مراد یہ ہے کہ ظاہر سے وہ تم میں سے ہیں اور باطن سے نہیں بلکہ وہ منافق ہیں۔اور خفیہ طور پر کہتے ہیں تم اپنے آپ کو کیوں قتل کرتے ہو۔انتظار کرو یہاں تک کہ غلبہ ہو جائے۔

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ (اگر تم پر قتل و شکست کی مصیبت پڑتی ہے) تو وہ سستی کرنے والا منافق کہتا ہے۔قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا (وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کر دیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا) شہید کا معنی حاضر و موجود (ورنہ مجھے بھی ویسی مصیبت پہنچتی جیسی ان کو پہنچی)

آیت ۷۳ : وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی مہربانی پہنچتی ہے) فتح یا غنیمت کی صورت میں۔لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ (وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہیں ہے)

یہ سب غنیمت کے فوت ہو جانے کی بناء پر ہے نہ کہ ثواب کی طلب میں۔گویا اس کی اس سے پہلے تمہارے ساتھ کوئی دوستی نہیں کیونکہ منافقین مؤمنین سے ظاہر میں دوستی رکھتے اگرچہ باطن میں ان کے لئے فساد کے خواہاں تھے۔

قراءت ' نَحو : لم تکن کو مکی و حفص نے لم یکن پڑھا ہے۔کان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانه بینکم و بینه مودةٌ یہ جملہ معترضہ ہے۔جو لیقولنّ اور اس کے مفعول کے درمیان حائل ہے۔وہ مفعول يٰلَيْتَنِیْ

کُنْتُ مَعَهُمْ (ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کے شریک حال ہوتا) ہے۔

فَاَفُوْزَ یہ تمنی کا جواب ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا (پس میں بڑی کامیابی پاتا) یعنی غنیمت میں سے وافر حصہ پاتا۔

مخلصین کو جہاد لازم ہے:

آیت ۷۴: فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ (پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے فروخت کرنے والے ہیں) یَشْرُوْنَ فروخت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ مؤمن آخرت کی باقی زندگی کو دنیا کی جلدی ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اگر بیمار دلوں والے اور کمزور نیات والے کبھی جہاد سے رک جائیں۔ تو ثابت قدم رہنے والے مخلصین کو ضرور لڑنا چاہیے۔

دوسری تفسیر:

یشرون، یشترون کا ہم معنی ہے۔ مراد وہ منافقین ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدنے والے ہیں۔ اس میں ان کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنے نفاق کو بدلیں اور اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسا جہاد کا حق ہے۔ جہاد کریں۔

مقبول کوشش برائے اعزازِ دین:

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے گا پس وہ مارا جائے گا یا غالب آئے گا عنقریب ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے)

اس آیت میں اجر عظیم کا وعدہ کامیابی اور مغلوبیت ہر دو صورت میں اس کے اعزاز دین کے لئے کوشش کی بناء پر ہے۔

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ

اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ضعیفوں کی خاطر جن میں مرد اور عورتیں

وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ

اور بچے ہیں جنگ نہ کرو جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے جس

الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجْعَلْ

کے رہنے والے ظالم ہیں، اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایت کرنے والا اور ہمارے لئے اپنے پاس سے

لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۭ ۝۷۵ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

کوئی مددگار بنا دے جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، سو تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝۷۶ ع

بلاشبہ شیطان کی تدبیر ضعیف ہے۔

آیت ۷۵: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم جہاد نہ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حالانکہ کمزور)۔

نحو : ما مبتداء لکم خبر ہے۔ یہ استفہام نفی میں سستی پر متنبہ کرنے کے لئے اور اثبات میں انکار کے لئے ہے۔ لاتقاتلون یہ حال ہے۔ اوراس میں عامل استقرار ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا محاورے میں کہتے ہیں مالك قائمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے؟ اب مطلب یہ ہوا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم قتال چھوڑنے والے ہو حالانکہ اس کے دواعی موجود ہیں۔

مستضعفین کون لوگ ہیں؟

المستضعفین یہ حالت جری میں ہے کیونکہ سبیل اللہ پر اس کا عطف ہے۔ یعنی فی سبیل اللّٰہ وفی خلاص المستضعفین۔ یا مستضعفین کی حالت نصبی ہے۔ ای اختص من سبیل اللّٰہ خلاص المستضعفین۔ من المستضعفین۔ کیونکہ سبیل اللہ تو ہر خیر میں عام ہے۔ اور کمزور مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں سے چھڑانا یہ بھلائی کے اعلیٰ و خاص

طرق میں سے ہے۔ مستضعفین سے مراد مکہ میں وہ اسلام لانے والے جن کو کفار نے ہجرت سے روک دیا۔ چنانچہ وہ کفار کے درمیان کمزور و عاجز ہو کر رہے۔ ان سے سخت ایذاء پاتے رہے۔ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (مرد اور عورتیں اور بچے) یہاں بچوں کا تذکرہ ان کے افراط ظلم کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ ان کی ایذاء سے نابالغ بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ بچوں کو ایذاء ان کے والدین کو تنگ کرنے کے لئے تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کمزور لوگ اپنے بچوں کو دعاؤں میں شریک کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جلد نازل ہو۔ کیونکہ چھوٹے بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں جیسا کہ قوم یونس علیہ السلام نے کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی ان مستضعفین میں سے تھے۔

کمزوروں کی دُعا:

الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں) القریۃ سے مراد مکہ ہے۔ الظالم یہ قریہ کی صفت ہے۔ مگر اس کا اسناد اھلھا کی طرف ہے۔ وہ اس کا فاعل ہے۔ اس کا اعراب القریہ والا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی صفت ہے اور اہل اس کا موصوف ہے۔ اس لئے اس کی تذکیر اس کے مذکر لانے کا سبب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ من هذه القرية التى ظلم اهلها۔

معاون کی مراد:

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار) جو ہمارے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ہمیں دشمنوں کے چنگل سے چھڑائے۔ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے ایسا معاون) جو ان کے خلاف ہماری مدد کرے۔ وہ اخلاص سے دعا کرتے اور اس سے مدد مانگتے۔ چنانچہ بعض کو مدینہ منورہ منتقل ہونا میسر آ گیا۔ اور بعض تو فتح مکہ تک رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بہتر ولی و ناصر مقرر فرما دیا۔ اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس آپ ان کے بہترین نگران بنے۔ اور ان کی زبردست مدد فرمائی۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ پس لوگوں نے ان کی طرف سے اسی طرح ولایت و نصرت پائی جیسا ان کو چاہئے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ وہ کمزور کی طاقت ور کے خلاف مدد کرتے۔ یہاں تک کہ وہ ظالموں سے زیادہ عزت والے ہو گئے۔

آیت ۷۶: پھر مسلمانوں کو رغبت دلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور کارساز ہے اور مسلمانوں کے دشمن شیطان کی راہ میں لڑنے والے ہیں ان کا دوست شیطان ہی ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ شیطان کے راستہ میں لڑتے ہیں) الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ ۚ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دیتے رہو،

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ

پھر جب ان پر جنگ کرنا فرض کیا گیا تو اس وقت ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسا اللہ سے ڈرتے ہوں

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اے رب آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی ہم کو تھوڑی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی

قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾

آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا نفع تھوڑا سا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم لوگوں پر کھجور کی گٹھلی کے تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن

تم جہاں بھی ہو تم کو موت پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو، اور اگر

تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

ان کو کوئی اچھی حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آ جاتی ہے

يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ

تو کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، سو ان لوگوں کو کیا ہوا

لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾ مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا

کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے، تجھے جو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو کوئی

أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

بری حالت پہنچ جائے سو وہ تیری طرف سے ہے، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی ہے

شَهِيدًا ﴿٧٩﴾

گواہی دینے والا۔

کید شیطانی:

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ (تم شیطان کے دوستوں سے لڑو) اولیاء سے مراد کفار ہیں۔ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ ۔

کید۔ نمبرا: سے وساوس مراد ہیں۔ نمبر۲۔ حالت کو بگاڑنے کی کوشش مختلف حیلہ بازیوں سے۔ کَانَ ضَعِیْفًا (شیطان کی تدبیر بہت کمزور ہے) کیونکہ وہ دھوکا ہے۔ اس سے حاصل کچھ نہیں۔ نمبر۲۔ شیطانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔

آیت ۷۷: مسلمان کفار سے لڑائی کرنے سے رکے ہوئے تھے جب تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کو قتال کی اجازت مل جائے۔ پس یہ آیت اتری۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا۔ تم اپنے ہاتھوں کو روکو لڑائی سے) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ (اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جب لڑائی ان پر فرض کر دی گئی مدینہ منورہ پہنچ کر)۔

اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰهِ (اسی وقت ایک جماعت ان میں سے لوگوں سے ڈرنے لگی جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے) یعنی وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کفار لڑائی کریں۔ جیسا کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی پکڑ اتار دیں گے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو دین میں شک وشبہ ہے۔ بلکہ ارواح کو خطرات میں ڈالنے سے فرار اختیار کرتے ہوئے۔ اور موت سے ڈرتے ہوئے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خوف طبعی ہے۔ یہ اس بناء پر نہیں کہ اعتقاداً وہ اللہ تعالیٰ کے حکم وامر سے نفرت کرنے والے تھے۔ انسانی فطرت ہے کہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے۔ جس میں وہ ہلاکت کا خوف غالب پاتا ہے۔

نحو: خشیۃ اللّٰہ میں مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یخشون کی ضمیر سے یہ حال ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے اہل خشیت اللہ کی طرح ڈرتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت والے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً (یا وہ خشیت میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں) اس کا عطف حال پر ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ اہل خشیت سے زیادہ خشیت والے ہیں اس جگہ او۔ تخییر کیلئے ہے۔ یعنی اگر تم ان کی خشیت کو خشیت اللہ کی طرح قرار دو تب بھی تو درست ہے اور اگر تم کہو کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تو تو درست کہہ رہا ہے۔ کیونکہ ان کو مثلیت حاصل ہوگئی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ (وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہم پر لڑائی کو کیوں فرض کیا) لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ (اس کو تو نے ایک قریبی وقت تک کے لئے مؤخر کیوں نہ کیا) یعنی تو نے موت تک مہلت کیوں نہ دی کہ ہم بستر پر مرتے۔

درحقیقت یہ قتال کی فرضیت کی وجہ حکمت کے متعلق سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ انکو اس سوال پر توبیخ نہیں کی گئی بلکہ اسکا جواب انہیں دیا گیا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی (کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے، البتہ آخرت بہت بہتر ہے اس کیلئے جس نے تقویٰ اختیار کیا) متاع دنیا قلیل کا مطلب زائل ہونا ہے اور آخرت کثیر اور دائم ہے اور کثیر بھی اگر زوال پذیر ہو تو قلیل ہے پھر قلیل اور زائل کا خود اندازہ کر لو! وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا (تم پر دھاگے

برابر بھی ظلم نہ ہوگا) تمہارے اجور میں سے معمولی چیز بھی کم نہ کی جائے گی قتل کی آرزومندی سے۔ اسلئے اس سے اعراض نہ کرو۔

تظلمون کو یظلمون مکی' حمزہ' علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

تفسیر آیت ۷۸:

پھر اس آیت میں واضح فرمایا۔ کہ احتیاط، تقدیر میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ فرمایا۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِ کْکُّمُ الْمَوْتُ (جہاں بھی تم ہوگے۔ موت تم کو آئے گی) وَلَوْ کُنْتُم فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (خواہ تم بلند قلعوں یا محلات میں ہو)

نحو: این میں شرط کے معنی میں تاکید کے لئے ما کو بڑھایا گیا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْھُمْ حَسَنَةٌ (اگران کو کوئی بھلائی پہنچے) جیسے خوشحالی' ارزانی یَقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَةٌ (اگران کو برائی پہنچتی ہے) یعنی قحط کی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے۔ یَقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِكَ (تو وہ کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے) اس کی نسبت آپ کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وہ تیری طرف سے ہے۔ اور تیری نحوست سے ہے (نعوذ باللہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ منافقین اور یہود کو جب کوئی اچھائی میسر آتی تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کی نسبت محمد ﷺ کی طرف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی۔ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ (آپ کہہ دیں کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا (ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھ بھی نہیں سکتے) یفقھون ' سمجھنے کے معنی میں ہے۔ اگر وہ سمجھتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کھولنے اور رزق کے تنگ کرنے والے ہیں۔ اور یہ تمام اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

نحو: کُلٌّ کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور وہ ذلك ہے۔ یعنی وہی ارزاق کو کھولنے اور بند کرنے والے ہیں۔

آیت ۷۹: پھر فرمایا۔ مَآ اَصَابَكَ (جو تجھ کو پہنچے) مِنْ حَسَنَةٍ (کوئی نعمت واحسان) ك کا مخاطب انسان ہے اور خطاب عام ہے۔ زجاج کہتے ہیں۔ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے اور مراد آپ کے علاوہ ہیں۔

فَمِنَ اللّٰہِ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یعنی اس کا تفضّل واحسان ہے۔ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ (اور جو تمہیں آزمائش و مصیبت پہنچے) فَمِنْ نَّفْسِكَ (پس وہ تیری طرف سے ہے) یعنی ان اعمال کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیے ہیں جیسا دوسری آیت میں فرمادیا۔ وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔

اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں:

وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) نمبر ۱۔ آپ تقدیر بنانے والے نہیں ہیں کہ آپ کی طرف سختی کی نسبت کر رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو پہنچانا ہے۔ اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ جملہ پہلے کلام سے متصل ہے۔ کہ وہ بات کو سمجھنے کے قریب نہیں جاتے بلکہ کہتے ہیں۔ ما اصابك۔ گویا یہ بھی منافقین کا مقولہ ہے۔ نحو: شھیدا ً یہ تمیز ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾

جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے روگردانی کی سو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام بات ماننا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے

الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

خلاف کہتے ہیں جو وہ کہہ چکے تھے، اور اللہ لکھتا ہے جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ

اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

کریں، اور اللہ کافی ہے کارساز کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے سوا کسی غیر کے پاس

غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾

سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

تردید معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت میں حسنة و سیئة کو طاعت ومعصیت قرار دیا حالانکہ یہ صراحةً ظلم ہے اور ما اصابك اس پر زور و شور سے دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اصاب وما اصبت افعال کے لئے محاورہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معتزلہ تو اس بات کے بھی قائل نہیں کہ حسنات کا خالق وموجد اللہ تعالیٰ ہے۔ پس آیت میں ان کے استدلال کی قطعاً گنجائش نہیں۔

تفسیر آیت ۸۰:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے) کیونکہ وہ رسول تو حکم نہیں دیتے اور منع نہیں کرتے مگر اسی کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا اور جس سے منع کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ وَمَنْ تَوَلّٰى (جس نے اطاعت سے منہ موڑا) پس اس سے اعراض کیا۔ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر) کہ آپ ان کے اعمال کی حفاظت کریں اور ان کا محاسبہ کر کے ان پر ان کو سزا دیں۔

آیت ۸۱: وَيَقُوْلُوْنَ (اور منافق کہتے ہیں) جب آپ ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں۔ طَاعَةٌ ۔ نحو: یہ مبتدائے محذوف امرنا کی خبر ہے۔ امرنا طاعة یا شاننا طاعة (ہمارا کام تو اطاعت ہے) فَاِذَا بَرَزُوْا (جب وہ آپ کے پاس سے نکل

کر جاتے ہیں)مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ (تو ان میں سے ایک جماعت رات گزارتی ہے)

ملمع ساز منافق:

بَیَّتَ کا معنی ملمع سازی کرنا اور ہموار کرنا' بنانا یہ البیتوتۃ سے ہے۔ کیونکہ یہ معاملے کا فیصلہ کرنا اور رات کو اس کا منصوبہ بنانے کو کہتے ہیں۔ یا ابیات الشعر سے ہے۔ کیونکہ شاعر بھی شعر کو سوچتا اور موزوں الفاظ ملا کر ادا کرتا ہے۔

قراءت: حمزہ اور ابو عمرو نے ادغام سے پڑھا ہے۔

غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ (اس کے برخلاف جو آپ نے کہا) یعنی جو آپ نے ان کو حکم دیا اور کہا اس کے مخالف۔ یا اس کے برخلاف جو اس جماعت نے کہا اور جو اطاعت اس کے ضمن میں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اندر قبولیت کی بجائے تردید چھپا رکھی ہے اور اطاعت کی بجائے نافرمانی۔ وہ اپنے اس قول واظہار میں منافقت کرنے والے ہیں۔

اللہ خود انتقام لے گا:

وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں جس بات پر وہ رات گزارتے ہیں) ان کے صحائف اعمال میں درج کرنے والے ہیں اور اس پر ان کو بدلہ دیں گے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (پس ان سے اعراض کریں) آپ کے دل میں ان سے انتقام کی بات نہ آئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) ان کے معاملے میں پس وہ ان کی مضرت ونقصان کے لئے کفایت کرنے والے ہیں خود ان سے انتقام لیں گے۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہو جائے گی۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے) اس کے لئے جو اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

تقلید جامد کی تردید:

آیت ۸۲ : اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (کیا پھر وہ قرآن پر غور نہیں کرتے) یعنی کیا وہ قرآن کے مضامین اور عبارت پر غور نہیں کرتے۔

التدبر : معاملے کے پس منظر کو دیکھنا اور پیش منظر کو سامنے رکھنا۔ پھر استعمال میں عام ہو کر ہر اس تامل وتفکر کے لئے بولا جانے لگا جس میں دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے دل کا تصرف شامل ہو۔

اس سے روافض کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے۔ کہ قرآن کا معنی سمجھا نہیں جا سکتا مگر رسول اللہ ﷺ کی اور امام معصوم کی تفسیر سے یہ آیت قیاس کی صحت اور تقلید (جامد) کو باطل قرار دیتی ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ (اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا) جیسا کہ کفار کا زعم وخیال ہے۔ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے)۔

اختلاف کا مطلب:

نمبرا۔ تناقض ہے جو توحید' شرک اور تحلیل وتحریم کی حیثیت سے پایا جاتا۔ نمبر۲۔ بلاغت کے لحاظ سے فرق پاتے۔ کہ اس کا

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آ جاتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول کی طرف

وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں سے فہم رکھنے والے ہیں تو ان میں جو ایسے حضرات ہیں جو اس سے استخراج کر لیتے ہیں وہ اس کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے پیرو ہو جاتے سوائے چند ایک کے۔

بعض حصہ اعجاز سے قاصر وکوتاہ ہوتا جس کا مقابلہ ہوسکتا اور بعض حصہ حد اعجاز تک پہنچنے والا ہوتا۔ نمبر۳۔ معانی کے لحاظ سے پس اس کا بعض حصہ جس میں غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ وہ اطلاع کے مطابق ہوتا اور بعض حصہ اس کے خلاف نکلتا۔ اس کا بعض حصہ علمائے معانی کے نزدیک صحیح مقصد پر دلالت کرنے والا ہوتا اور بعض ناموافق معانی پر دلالت کرنے والا ہوتا۔

تردید ملحدین:

باقی ملحدین نے جن آیات میں اپنے فاسد گمان کی بناء پر اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہم نے ان آیات میں ان کے اعتقادی قلعی کھول دی ہے۔ مثلاً فاذا ھی ثعبان مبین (الاعراف ۱۰۷) کانھا جان (النمل :۱۰) فوربك لنسئلنھم اجمعین (الحجر ۔۹۲) فیومئذ لایُسئل عن ذنبه انس ولا جان (الرحمٰن:۳۹) وغیرہ من الآیات الکثیرۃ۔

ناتجربہ کار لوگ:

آیت ۸۳: وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ (جب ان کو امن کی خبر مل جاتی ہے یا خوف کی) ھم سے مراد کمزور مسلمان جن کو حالات کا پورا تجربہ نہیں یا منافقین۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سرایا کی سلامتی وامن کی اطلاع ملتی یا خوف اور شکست وغیرہ کی۔ اَذَاعُوْا بِهٖ (تو وہ اس کو پھیلا دیتے ہیں) ان کا یہ پھیلانا نقصان دہ تھا۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ اذاع السروا ذاع بہ۔ اس نے وہ بھید ظاہر کر دیا۔ ہ کی ضمیر کا مرجع الامر ہے۔ یا الامن یا الخوف۔ کیونکہ او۔ کسی ایک چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ (اور اگر وہ اس خبر کو لوٹاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی طرف جو ان امور کو سمجھتے ہیں) ہٗ سے مراد خبر ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى

سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ مکلف نہیں ہیں مگر اپنی جان کے، اور ایمان والوں کو ترغیب دیجئے، عنقریب

اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا اور اللہ بہت سخت ہے زور کے اعتبار سے، اور بہت سخت ہے سزا دینے کے اعتبار سے،

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

جو کوئی شخص اچھی سفارش کرے، اسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری

سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

سفارش کرے اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم:

اُولِي الْاَمْرِ سے مراد۔ کبار صحابہ جو معاملات میں گہری بصیرت رکھتے تھے یا وہ جن کو امیر و ذمہ دار بنایا جاتا۔ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (اس کو وہ لوگ پہچان لیتے جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی تدبیر کو جان لیتے جس کی ان کو اطلاع دی گئی اور اپنی فطانت اور تجربہ اور لڑائی کے داؤ پیچ کو جاننے کی بناء پر اس کی تدبیر نکال لیتے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی طرف سے امن اور بعض دشمنوں پر یقینی غلبے کی اطلاع ملتی تھی۔ اور خوف و ڈر کی اطلاع تو وہ اس کو پھیلا دیتے وہ پھیل کر دشمن تک پہنچتی تو اشاعت ایک مستقل خرابی بن جاتی۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذمہ دار افراد کی طرف وہ بات لوٹاتے اور ان کے سپرد کرتے اور اس خبر کو نفی ان کی کردیتے۔ تو گہری سمجھ والے اس کی تدبیر خود کر لیتے کہ اس میں کیا کچھ کرنا ہے۔

النبط : وہ پانی جو کنواں کھودنے سے اول مرتبہ نکلتا ہے۔ استنباط استخراج کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ استعارۃً ذہن کی تیزی سے جو معانی نکالے جائیں اور مشکل کاموں میں جو تدابیر اختیار کی جائیں ان کے لئے استعمال ہوا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر جو فرمایا) وہ نہ ہوتا) وَرَحْمَتُهٗ (اور اس کی رحمت) جو کتاب اتار کر اس نے فرمائی وہ نہ ہوتی۔ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ (تو ضرور تم شیطان کی اتباع کرتے) اور کفر پر باقی رہتے۔ اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑے)۔ تم میں وہ اس کی اتباع نہ کرتے۔ اور عقل سے ایمان لاتے جیسا زید بن عمرو بن نفیل اور قیس ابن ساعدہ وغیرہ۔

سابقہ آیات سے ربط:

آیت ۸۴: اس سے قبل آیات میں جہاد میں ٹال مٹول کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اور ظاہری طور پر اطاعت کا اظہار اور اندر اس کی

مخالفت چھپانے کا تذکرہ کیا گیا۔اب اس آیت میں جہاد کا حکم دیا کہ خواہ آپ تنہا ہوں اور کوئی ساتھ نہ دے۔تب بھی آپ لڑیں۔فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (پس جہاد کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خواہ وہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

تنہا جہاد کا امر:

لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ (آپ مکلّف نہیں مگر اپنی ذات کے) آپ اکیلے اپنے نفس کو جہاد کے لئے پیش کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔نہ کہ لشکر ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو بدر صغریٰ کے لئے نکلنے کی طرف بلایا۔ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے بدر کے مقام پر لڑنے کا وعدہ کیا تھا۔بعض لوگوں نے اس نکلنے کو ناپسند کیا۔پس یہ آیت اتری آپ ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستہ لے کر نکلے۔اگر آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ جاتا تب آپ اکیلے ہی نکل کر تشریف لے جاتے۔وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ (آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کریں) آپ کی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ ان کو آمادہ کریں پس کافی ہے۔ان پر سختی کرنا نہیں۔

عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے گا) بأس سے ان کی پکڑ، شدت مراد ہے۔ان کفار سے مراد قریش ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر ان پر رعب ڈال دیا وہ نہ نکلے۔

عَسیٰ: کا لفظ اگرچہ امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔مگر سخی کی امید کمینے کے وعدہ پورا کرنے سے بہتر ہے۔

وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا (اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والے ہیں) قریش سے۔وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا (اور سخت عذاب دینے والے ہیں) وہ لڑائی میں تمہیں امتیاز بخشیں گے۔

شفاعتِ حسنہ اور سیئات:

آیت ۸۵: مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً (جو اچھی شفاعت کرتا ہے) وہ شفاعت شرارت کو دور کرنے کی ہو یا فائدہ پہنچانے کی بشرطیکہ شرعاً جائز ہو۔یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْہَا (تو اس کے لئے ثواب شفاعت کا حصہ ہوگا) وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً (جو بری سفارش کرے گا) سیئۃ وہ سفارش جو حسنہ کے برخلاف ہو۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔میرے سوا اس کا کوئی تفسیر کرنے والا نہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے توحید کا حکم دیا۔کفار سے لڑائی کی یہ شفاعت حسنہ ہے اور اس کی ضد شفاعت سیئہ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔شفاعت حسنہ صلح کرانا اور شفاعت سیئۃ چغلی کرنا۔یَّکُنْ لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْہَا (اس کو اس میں سے حصہ ملے گا) وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں) المقیت کا معنی قدرت والا۔من اقات علی الشیٔ قدر علیہ۔جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہے۔یا مقیت کا معنی حفیظ ہے یا پھر یہ قوت سے ہے جس کا معنی خوراک ہے کیونکہ خوراک بھی جان کو روک کر رکھتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

النصف

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ

اور جب تمہیں کسی تحیہ کے ذریعہ دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دے دو۔ یا اسی کو لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿۸۶﴾

حساب لینے والا ہے۔

آیت ۸۶ : وَإِذَا حُيِّيتُمْ (جب تمہیں سلام کیا جائے) سلام کے ساتھ تحیہ ہمارے دین میں یہ دونوں جہاں کی سلامتی کی دعا ہے۔ جیسا کہ النور کی آیت ۶۱ میں فسلِّموا علی انفسکم تحیة من عند اللّٰه۔ فرمایا اسی طرح سورۂ احزاب آیت ۴۴ میں تحیتهم یوم یلقونه سلامٌ۔ فرمایا۔

سلام کی انتہاء وبرکاتہ:

اسلام سے قبل اہل عرب ملاقات کے وقت حیاك اللّٰه کہتے یعنی تیری زندگی دراز ہو۔ اسلام نے آ کر اس کو السلام علیکم سے بدل دیا۔ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ (کسی طرح کا سلام تو تم اس سے بہتر جواب دو) یعنی کہو وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ جب کہ وہ السلام علیکم کہے اور برکاته کا اضافہ کر دو جبکہ و رحمۃ اللہ کہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کی انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء برکاتهٗ ہے۔ (ذکرہ البغوی) تحية یہ تَفْعِلَة کا وزن ہے۔ حيّا۔ يحيى۔ تحية۔

اَوْ رُدُّوْهَا (یا اسی کو لوٹا دو) یعنی اسی طرح کا جواب دو۔ ردّ سلام کا مطلب اسی طرح کا جواب دینا ہے۔ کیونکہ جواب دینے والا مسلم کے قول کو واپس لوٹاتا ہے۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی ردوا مثلها

سلام کے مسائل:

مَسْئَلَه : سلام سنت ہے۔ اور جوابِ سلام فرض ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ زائد الفاظ سے جواب دے۔

مَسْئَلَه : جب کسی مسلمانوں کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کرے اور وہ اس کا جواب اگر نہ دیں گے تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں اور ملائکہ خود سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مَسْئَلَه : خطبہ میں سلام کا جواب نہیں۔ قرآن کی جہری قراءت کے وقت سلام نہیں۔ اس طرح حدیث کی روایت کے وقت، علم جب پڑھایا جارہا ہو۔ اذان کے وقت۔ اقامت کے وقت۔

مَسْئَلَه : امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شطرنج کھیلنے والے، چوپڑ کھیلنے والے گانا گانے والے، قضائے حاجت میں مصروف، کبوتر اُڑا کر شگون لینے والے اور حمام میں بلاعذر ننگا ہونے والے وغیرہ کو سلام نہ کرے۔

مَسْئَلَه : مرد جب اپنے گھر میں آئے تو اپنی بیوی کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ سوار پیدل چلنے والے کو۔ گھوڑ سوار گدھے سوار کو۔ چھوٹا بڑے کو۔ قلیل تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو جب ملاقات کریں تو سلام میں جلدی کریں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط وَمَنْ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ضرور بالضرور قیامت کے دن تمہیں جمع فرمائے گا۔ جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ع ﴿۸۷﴾ ع ۱۱

زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

یہود کے سلام کا حکم:

ایک قول باحسن منها کے متعلق یہ ہے کہ اہل ملت کے لئے ہے۔ اور ردوھا یہ ذمی کفار کے لئے ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔ یعنی وعلیکم ماقلتم۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ اس وقت السام علیکم کہتے تھے کہ تم پر موت واقع ہو۔

ایک اشکال اوراس کا حل:

آپ علیہ السلام کا ارشاد لا غرار فی تسلیم۔ سلام میں دھوکا بازی نہیں۔ یعنی اس طرح نہ کہیں علیک، بلکہ علیکم کہیں۔ کیونکہ کراماً کاتبین بھی ساتھ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ہر چیز پر خواہ سلام ہو یا اور، وہ محاسبہ کرے گا۔

آیت ۸۷: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن میں جمع کریگا)

نحو: لفظ اللہ مبتداء۔ لا اله الا هو۔ خبر ہے یا جملہ معترضہ ہے اور لیجمعنکم خبر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ کی قسم وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا۔

یوم القیامة سے مراد تمہیں اٹھائے گا۔ قیامت اور قیام یہ طلابہ اور طلاب کی طرح ہیں۔ اور قیام سے قبور سے اٹھنا یا حساب کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے۔ جیسا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ المطففین: ۶۔ میں وارد ہوا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ قیامت میں کوئی شبہ نہیں۔

نحو: یہ یوم القیامة سے حال ہے۔ ھا کی ضمیر یوم کی طرف راجع ہے۔ یا مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے جمعًا لاریب فیه ایسا جمع ہونا جس میں شبہ نہیں۔ اور ھا کی ضمیر جمع کی طرف لوٹتی ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ

سو منافقین کے بارے میں تم کو کیا ہوا کہ دو گروہ بن گئے۔ اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں الٹا پھیر دیا۔ کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

کہ اسے ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کردیا۔ اور جسے اللہ گمراہ کردے سو تو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

ان کی خواہش ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر اختیار کیا پھر تم سب برابر ہو جاؤ، سو تم ان میں سے دوست

اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ

نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کے راستے میں، سو اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور

اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۙ ﴿۸۹﴾

ان کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار

اللہ سب سے زیادہ سچے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہے) نحو: حَدِيْثًا یہ تمیز ہے۔ اور استفہام بمعنی نفی ہے۔ مطلب یہ ہے اطلاع دینے اور وعدہ و وعید میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں۔ کیونکہ کذب قبیح ہے اور اس کا اطلاق اس کی ذات پر ناممکن ہے۔ کیونکہ کذب کی حقیقت کسی چیز کے متعلق ایسی اطلاع جو اس میں نہیں پائی جاتی اور یہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

آیت ۸۸: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ (تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقین کے متعلق دو گروہ ہو گئے)

نحو: مَا مبتداء اور لکم خبر ہے۔

منافقین کے لئے فیصلہ کن قول:

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ان لوگوں کے متعلق اختلاف میں پڑے ہوئے ہو۔ جو ظاہراً منافقت اختیار کرنے والے ہیں۔ اور تم ان کے متعلق دو گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ تم ان کے متعلق قطعی طور پر کافر ہونے کی بات نہیں کرتے۔ یہ معاملہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت منافقین نے دیہات کی طرف جانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ ان کو مدینہ کی مرطوب

آب وہوا کی وجہ سے تکلیف تھی۔ جب وہ مدینہ سے نکلے تو برابر سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے۔ ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا وہ کافر ہیں۔ بعض نے کہا وہ مسلمان ہیں۔

نحو : فئتين یہ حال ہے جیسا کہتے ہیں مالك قائمًا۔ سیبویہ کہتے ہیں جب تم کہو مالك قائمًا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے لم قمت؟ تو کس لئے کھڑا ہے۔ اور اس پر نصب اس تاویل سے آیا ای شئ یستقرلك فی هذه الحال؟ کونسی چیز تمہیں اس حالت میں قائم رکھنے والی ہے؟

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دیا ان کے اعمال کی وجہ سے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ ان کے ارتداد اختیار کرنے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔ تم بھی ان کو کفر کی طرف لوٹاؤ اور ان کے بارے میں اختلاف نہ کرو۔

گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو:

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کیا ہو۔ اس کو ہدایت یاب کرو) یعنی اس کو من جملہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے قرار دو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو۔ یا کیا تم ان کا نام ضرور مسلمان رکھنا چاہتے ہو۔ جن کی گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ان کو مسلمان کہا ان کو عار دلانا مقصود ہے۔

اشاعرہ کی دلیل:

نکتہ: یہ آیت ہمارے مذہب اشاعرہ کی دلیل ہے کہ کسب بندے کے لئے ثابت ہے۔ اور خلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف۔

آیت ۸۹: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا (وہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی ایسے ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ ہو گئے)

نحو : کاف یہ محذوف مصدر کی صفت ہے اور ما مصدر یہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ودوا لو تکفرون کفراً مثل کفرھم۔ وہ چاہتے ہیں کاش تم کفر کرو کفر کرنا ان کے کفر کی طرح۔

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (تا کہ وہ اور تم برابر ہو جاؤ) اس کا عطف تکفرون پر ہے۔ سواء یہ مستوین کے معنی میں ہے۔ تا کہ تم اور وہ کفر میں برابر ہو جاؤ۔

اسلام سے پہلے موالات نہیں:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پس تم ان کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں۔) ان سے موالات اس وقت تک نہ کرو جب تک اسلام نہ لائیں کیونکہ ہجرت تو اسلام لانے کے بعد ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ ایمان سے منہ موڑیں) فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (پس ان کو پکڑو اور ان کو قتل کر دو جہاں تم

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو ان لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے یا تمہارے پاس اس حال میں آ جائیں

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ

کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے رک رہے ہوں۔ اور اگر اللہ

اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ

چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا سو وہ ضرور تم سے لڑتے پس اگر وہ تم سے الگ رہیں سو تم سے قتال نہ کریں

وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ

اور تمہارے ساتھ سلامت روی کا معاملہ رکھیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں دی۔ عنقریب تم دوسرے لوگوں

اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى

کو پاؤ گے جو یہ چاہیں گے کہ تمہاری طرف سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب کبھی لوٹائے جائیں فتنے

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ

کی طرف تو اس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ سو اگر وہ تم سے یکسو نہ ہوں اور تمہاری طرف سے سلامت روی کا معاملہ نہ رکھیں

وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ

اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں سو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں

ع ١٢ ٩ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾

جن پر ہم نے تمہارے لئے ایسی حجت دے دی ہے جو واضح ہے۔

ان کو پاؤ جیسا کہ تمام مشرکین کا حکم ہے) وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مت بناؤ) اگر وہ اپنی دوستی اور مدد پیش کریں تو ہرگز قبول نہ کرو۔

معاہدہ والوں کا قتل جائز نہیں:

آیت ۹۰: اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ (سوائے ان لوگوں کے جو ایسی قوم کے پاس پہنچ جائیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے)

یصلون کا معنی پہنچ کر ان سے تعلق قائم کرلیں۔ یہ خذوھم و اقتلوھم سے استثناء ہے۔ موالات کی طمع میں قتل مت ترک کرو۔ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ (تمہارے اور ان کے درمیان میثاق و معاہدہ ہو) اس سے مراد اسلمی لوگ ہیں۔ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا اور اس کا واقعہ اس طرح تھا کہ ہلال بن عویمر اسلمی کے مکہ جانے سے پہلے اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ کہ ہلال نہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کریگا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کریگا۔ اور جو شخص ہلال کی پناہ میں آ جائے گا۔ خواہ وہ قبیلہ کا ہو یا غیر قبیلہ کا اس کو بھی ہلال کی طرح پناہ حاصل ہوگی۔ نہ قتل کیا جائے گا اور نہ گرفتار مطلب یہ ہوا کہ ان کو قتل کرو مگر وہ لوگ جو تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ کی وجہ سے متصل ہو جائیں۔

اَوْ جَآءُوْکُمْ (یا وہ تمہارے پاس آ جائیں) **نحو**: اس کا عطف قوم کی صفت پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا الذین یصلون الی قوم معاھدین او قوم ممسکین عن القتال لا لکم و لا علیکم۔ مگر وہ لوگ جو ایسی قوم سے مل جائیں جو معاہدہ والی ہو یا ایسی قوم سے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے رکنے والی ہو نہ تو وہ تمہارے حق میں ہوں اور نہ وہ تمہارے مخالف ہوں یا اس کا عطف الذین کے صلہ پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اِلا الذین یتصلون بالمعا ھدین او الذین لایقاتلونکم۔ مگر وہ لوگ جو مل جائیں معاہدین کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑنے والے نہیں ہیں۔

حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَھُمْ (ان کے دل میں نفرت ہے۔ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم سے لڑنے سے) الحصر۔ تنگی اور گھٹن۔

نحو: قد کو مضمر مان کر حصرت صدور ھم حال ہے۔ اور ان یقاتلوکم میں اَنْ کے بعد عَنْ محذوف ہے ای عن قتالھم۔ یقاتلوا قومھم سے مراد تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑنا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَھُمْ عَلَیْکُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کر دیتے) انکے دلوں کو مضبوط کر دیتے اور نفرت قتال کو دور کر دیتے۔ فَلَقٰتَلُوْکُمْ (اور وہ تم سے جنگ کرتے) **نحو**: اس کا عطف لسلطھم پر ہے۔ اور لام کو تاکید کے لئے داخل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کا مجموعہ جزا نہیں بلکہ ہر ایک مستقل جزاء ہے۔ کیونکہ تسلط کے بعد لڑنا ضروری نہیں۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ (اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں) اور تعرض نہ کریں۔ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ (اور وہ تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا سلوک کریں) یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا (تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی) یعنی ان سے قتال کی اجازت نہیں دی۔

تفسیر آیت ۹۱:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْکُمْ (تم ان کو بھی پاؤ گے جو تم سے بے خوف ہو کر رہنا چاہتے ہیں) منافقت کے ساتھ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَھُمْ (اور اپنی قوم سے بے خطر رہنا چاہتے ہیں) موافقت کے ساتھ۔ یہ قبائل اسد و غطفان ہیں۔ جب یہ مدینہ آتے تو اسلام لاتے اور معاہدہ کر لیتے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی کافر قوم کی طرف لوٹ کر جاتے تو تمہارے معاہدے توڑ دیتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا

اور کسی مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر خطا کے طور پر۔ اور جو شخص کسی مومن کو بطور خطا قتل کر دے

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ

تو اس پر واجب ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور اس کے خاندان والوں کو دیت ادا کرے۔ الا یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ مقتول ایسی

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ

قوم میں سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ

کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو دیت بھی واجب ہے جو اس کے خاندان والوں کو سپرد کر دی جائے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔ پھر

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

جس شخص کو غلام نہ ملے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے اور اللہ علم والا

حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

اور حکمت والا ہے۔

كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ (جب ان کو فتنہ کی طرف لوٹایا جائے) فتنہ سے مراد ان کی قوم کا ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے دعوت دینا ہے۔ اُرْكِسُوْا فِيْهَا (وہ بدترین صورت سے اس میں پلٹ جاتے ہیں) یہ لوگ اس حالت میں ہر دشمن سے بدتر ہیں۔ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ (پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے علیحدگی اختیار نہ کریں) وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ (اور نہ ہی طالب صلح ہو کر تم سے صلح کریں) اس کا عطف لم یعتزلوکم پر ہے۔ اور نفی کا اثر یلقوا پر بھی ہے۔ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ (اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو روکیں) فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (تو ان کو پکڑو اور قتل کر دو جہاں تم ان کو پاؤ) یعنی جہاں ان پر قابو پاؤ اور غالب ہو۔ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی ہوئی دلیل دے دی۔) یعنی ان سے لڑنے کے جواز کی کھلی دلیل ان کی ظاہر دشمنی کی صورت میں مہیا کر دی اور ان کی حالت کفر و غدر کو تمہارے سامنے طشت از بام کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا نقصان پہنچانا بتلا دیا۔ یا تسلط ظاہر کر دیا اس طرح کہ ان کے قتل کی اجازت دے دی۔

کافر کا خون مباح 'مؤمن کا حرام:

آیت ۹۲: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (کسی مسلمان کو زیبا اور مناسب نہیں) یعنی اس کے لئے صحیح و درست نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے۔ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا (کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے) یعنی ابتدائی طور پر بلا کسی قصاص کے۔ اس میں بتلا دیا کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں۔ کافر کا خون تو مباح ہے۔ نہ کہ مؤمن کا۔ اِلَّا خَطَأً (مگر غلطی سے) یعنی غلطی کی وجہ سے۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور لکن کے معنی میں ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ لکن ان وقع خطأً۔ لیکن اگر غلطی سے مار ڈالے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی الا قتلاً خطأً مگر وہ قتل جو غلط طور پر ہو۔ مطلب یہ ہوا مؤمن کی شان یہ ہے کہ قتل مؤمن کا پایا جانا اس سے منتفی ہوا ابتداءً۔ مگر جب اس سے بلا قصد غلطی سے پایا جائے۔ اس طرح کہ وہ کافر کو تیر مارے اور مسلمان کو لگ جائے۔ یا کسی کو کافر سمجھ کر مارا اور وہ مسلمان تھا۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (جس نے کسی مؤمن کو خطاءً قتل کر دیا پس ایک مؤمنہ گردن آزاد کرنا ہے)

نحو: خطأً یہ قتلاً مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای قتلاً خطأً۔ تحریر رقبة مبتداء ہے اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فعلیه تحریر رقبة۔ پس اس کے ذمہ ایک مؤمن گردن آزاد کرنا ہے۔

حکمت تحریر:

التحریر۔ آزاد کرنا۔ آزاد اور آزاد کیا ہوا شریف شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ شرافت آزاد لوگوں میں ہے۔ جیسا کہ کمینگی غلاموں میں ہے۔ اسی سے عتاق الطیر اور عتاق الخیل عمدہ پرندوں اور گھوڑوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آزادی میں زندگی:

الرقبہ: گردن سے مراد جان ہے۔ اہل عرب اس کی تعبیر رأس سے کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں: فلانا یملك كذا راسًا من الرقیق۔ فلاں اتنے غلاموں کا مالک ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس نے ایک مؤمن جان کو من جملہ زندوں سے نکال دیا تو ضروری ہو گیا کہ وہ ایک مؤمن جان اسی طرح کی آزاد لوگوں میں شامل کرے۔ کیونکہ غلام کو آزادی سے رہا کرنا اس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ کیونکہ غلام کا شمار تو مردوں میں ہوتا ہے۔

کیونکہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر موت ہے۔ جیسا قرآن مجید میں او من كان ميتاً فاحييناهُ۔ الانعام۔۱۲۲۔ اسی لئے اس کو منع کیا گیا کہ وہ آزاد لوگوں جیسا تصرف کرے۔ مگر یہ اشکال والی بات ہے۔ اس لئے کہ اگر بات اسی طرح ہوتی تو قتل عمد میں بھی گردن کی آزادی لازم ہوتی۔ لیکن یہ بات بطور احتمال کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مؤمنہ گردن کی آزادی لازم کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کی مؤمن جان کو باقی رکھا۔ وہ اس طرح کہ قصاص لازم نہ کیا۔ اسکی بجائے اس کی مثل رقبۂ مؤمنہ لازم کر دی۔

دیت ترکہ کی طرح ہے:

وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ (اور دیت جو سپرد کی جائے ۔میت کے ورثاء کو) اور وہ اس کو باہمی تقسیم کرلیں ۔جیسا کہ میراث کو وہ تقسیم کرتے ہیں ۔اس میں اور بقیہ ترکہ کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں ۔اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے گا۔اور وصیت بھی نافذ ہوگی ۔ اور اگر کوئی وارث نہ رہے گا تو وہ بیت المال کا حق ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم الضبابی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے خاوند اشیم کی دیت سے حصہ دیا۔دیت کی ادائیگی البتہ عاقلہ پر ہوگی ۔اور کفارہ قاتل پر۔اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا (مگر یہ کہ وہ دیت معاف کردیں) یصدقوا اصل میں یتصدقوا ہے تقدیر عبارت یہ ہے ۔اس پر ہر حال میں دیت ہے ۔مگر معاف کردینے کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے ۔فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ (اگر وہ اس قوم میں سے ہے جو تمہارے دشمن ہیں) یعنی مقتول خطاء تمہارے دشمنوں میں سے ہے ۔العدو کا لفظ مفرد و جمع دونوں پر بولا جاتا ہے ۔وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ مقتول مؤمن ہے ۔

دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم:

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (تو ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا ہے) اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا۔اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا۔کسی مسلمان کے ہاتھوں وہ خطاءً قتل ہوگیا۔تو اسلام کی وجہ سے بطور کفارہ لونڈی آزاد کرنی ضروری ہے ۔ دیت لازم نہیں ۔ کیونکہ خون کی معصومیت تو دارالاسلام پر موقوف ہے ۔ اور یہ دارالاسلام نہ تھا۔وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے) فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (تو دیت سپرد کی جائے اس کے اہل کو اور ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے) یعنی اگر مقتول ذمی ہو تو اس کا حکم مسلمان والا ہے ۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی طرح ہے ۔ہم احناف کا قول یہی ہے ۔فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (جو نہ پائے گردن) یعنی اس کا مالک نہ ہو۔ اور نہ اس تک اس کی وسعت ہے ۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس پر دو ماہ کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ (جو مسلسل رکھے جائیں یہ توبہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے)

نحو: مضاف محذوف ہے اور شہرین سے حال ہے ۔یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو اس کی طرف سے اور رحمت اس کی طرف سے ۔یہ تاب اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی اذا اقبل توبتہٗ یعنی یہ توبہ کے لئے مشروع ہوا۔ اس صورت میں یہ مفعول لہٗ ہے یا فلیتب توبۃ اس کو توبہ کرنی چاہئے ۔اس کا نصب مصدریت کی وجہ سے ہے اور مفعول مطلق بن گیا۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اس کو جو اس نے حکم دیا۔اور اس میں حکمت والے ہیں) جس میں اس نے قدرت کو ظاہر فرمایا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت ۹۳: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (جس شخص نے قتل کیا کسی مسلمان کو قصداً) متعمدًا۔ یہ قاتل کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوگا وہ مؤمن کو مؤمن ہونے کی وجہ سے قتل کرے یا اس کے قتل کو حلال سمجھتے ہوئے قتل کر دے۔ یہ دونوں کفر ہیں۔

خلود سے طول قیام مراد:

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (پس اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ یعنی آپ علیہ السلام کے قول کے مطابق اگر وہ اس کو سزا دے تو اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے بعض اوقات خلود سے طول قیام مراد لیا جاتا ہے۔ اور معتزلہ کا یہ کہنا کہ وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ط (البقرہ: ۱۷۸) وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ (اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے) یعنی اس سے بدلہ لیں گے اور رحمت سے اس کو دور کر دیں گے۔ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے) کیونکہ اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور بڑی مصیبت کا حدیث میں فرمایا گیا۔ دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ پر آسان ہے مؤمن کے قتل سے۔

(ترمذی۔ ۱۳۹۵)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرلیا کرو، اور جو شخص تمہارے سامنے اطاعت

اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ فَعِنْدَ اللّٰهِ

ظاہر کرے اسے یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ تم دنیا والی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو۔ سو اللہ کے پاس

مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

غنیمت کے بہت مال ہیں، اس سے پہلے تم ایسے ہی تھے، سو اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو خوب تحقیق کیا کرو۔ بے شک اللہ ان

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٩٤﴾ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ

کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ جو مسلمان عذر والے نہیں ہیں۔ ان میں جو بیٹھ رہنے والے ہیں اور جو اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

کرنے والے ہیں برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں ان کو بیٹھے رہ جانے والوں پر اللہ نے بڑے درجہ کی

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ

فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے فضیلت دی ہے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہ جانے والوں پر

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ

اجر عظیم عطا فرما کر۔ جو اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور مہربانی کی صورت میں ملے گا۔ اور

١٣ ع ٥ ١٠ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ ع

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معاملہ کی تحقیق کرو:

آیت ۹۴: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اے ایمان والو جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی غزوہ میں جاؤ) فَتَبَيَّنُوْا (تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو) فتثبتوا حمزہ وعلی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ یہ دونوں تفعل سے ہیں او استفعال کے معنی میں ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ معاملہ کی مکمل تحقیق کرلو اور جانچ لو اور اس میں عجلت سے کام نہ لو۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (اور جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مؤمن نہیں)
قراءت: السَّلٰمَ کو السَّلَمَ مدنی، شامی، حمزہ نے پڑھا ہے۔ اور دونوں کا مطلب فرمانبرداری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ السلام علیکم کہنا ہے۔ ایک قول ہے۔ اسلام مراد ہے۔

نحو: لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ یہ موضع نصب میں ہے۔ لاتقولوا کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔

واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ:

روایت میں ہے کہ مرداس بن نہیک اسلام لائے۔ مگر ان کی قوم اسلام نہ لائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لشکر نے علاقہ پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے۔ مرداس وہاں رہا کیونکہ اسے اپنے مسلمان ہونے کا یقین تھا۔ جب اس نے گھوڑوں کو دیکھا تو اپنی بکریوں کو پہاڑ کی اوٹ میں کر دیا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب گھوڑے پہنچے اور انہوں نے تکبیر بلند کی تو اس نے بھی تکبیر بلند کی اور اتر کر آ گیا۔ اور لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، اور السلام علیکم کہا مگر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی بکریاں ہنکا کر لے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ آپ اس پر سخت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم نے اس کو قتل کر دیا اس سامان کی خاطر جو اس کے پاس تھا۔ پھر حضرت اسامہ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو) یعنی تم غنیمت چاہتے ہو۔ حالانکہ وہ جلدی ختم ہونے والا سامان ہے۔ یہی تمہیں ثابت قدمی سے چھوڑنے کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور اسی نے تمہیں مقتول کے حالات کی بحث وکرید سے روکا۔ العرض سے مراد مال ہے۔ عرض کہنے کی وجہ اس کا جلد زوال پذیر ہونا ہے۔

نحو: تبتغون، تقولوا کی ضمیر سے حال ہے۔

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں بے شمار غنائم ہیں) جو اللہ تعالیٰ تمہیں عنایت فرمائیں گے۔ جو تمہیں اسلام کا اظہار کرنے والے کے قتل سے بے نیاز کر دیں گی۔ اور اس سے تم اس کے مال کی طرف تعرض کرنے سے بچ جاؤ گے کہ اس پر قبضہ کرو۔

كَذٰلِكَ کا مفہوم:

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (تم بھی تو اس سے قبل اسی طرح تھے) جبکہ تم نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ اور تمہارے مونہوں سے کلمۂ شہادت سنا پس اسی سے تمہارے مال محفوظ ہو گئے۔ بغیر اس انتظار کے کہ تمہاری زبانیں اور دل موافقت کریں۔ کذٰلک کا کاف کان کی خبر ہے۔ اور اس کو کان کے اسم بلکہ کان سے بھی مقدم کیا گیا ہے۔ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا) ایمان پر ثبات اور ایمان پر شہرت دے کر پس ایمان میں داخل ہونے والوں سے اسی طرح کا سلوک کرو۔ جیسا تم سے کیا گیا۔ فَتَبَيَّنُوْا (خوب تحقیق کر لو) تبینوا کو دوبارہ عظمت وتاکید کیلئے لائے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں) پس قتل کی طرف فوراً مت کرو بلکہ اس میں پوری احتیاط و بچاؤ سے کام لو۔

آیت ۹۵: لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ (بلا عذر جہاد سے بیٹھے رہنے والے مسلمان برابر نہیں)

قاعدون سے مراد جہاد سے بیٹھ رہنے والے۔
نحو، قراءت: مدنی۔شامی، علی رحمہم اللہ نے غَیْرَ پڑھا ہے۔کیونکہ یہ قاعدون سے استثناء ہے۔یا حال ہے۔البتہ حمزہ رحمہ اللہ نے مؤمنین کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔باقی تمام قراء رحمہم اللہ نے قاعدون کی صفت بنا کر مرفوع پڑھا ہے۔الضرر سے مراد مرض ہے یا معذوری جیسے نابینا، لنگڑا، اپاہج پن وغیرہ۔

قاعد و مجاہد برابر نہیں:

وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (اور جہاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال وانفس کے ساتھ) اس کا عطف القاعدون پر ہے۔بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور مجاہد میں برابری کی نفی فرمائی۔اگر چہ اس کو معلوم ہو۔اور جہاد سے بیٹھ رہنے والے کو توبیخ کر کے ابھارنا مقصود ہے۔دوسری آیت میں فرمایا۔ هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون۔الزمر۔۹۔اس آیت میں طلب علم پر آمادہ کیا اور جہل پر رضامندی اختیار کرنے پر متنبہ کیا۔

ایک سوال کا جواب:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بنسبت گھر بیٹھنے والوں کے) اس جملہ کو جملہ اول کے لئے بطور بیان کے لایا گیا۔اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ قاعدین کا درجہ کیوں مجاہدین کے برابر نہیں۔گویا اس آیت کو سن کر سوال ابھرتا تھا کہ آخر یہ کیوں برابر نہیں تو جواب دیا۔کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔دَرَجَةً یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔یہ کسی شے کا مفہوم تفضیل میں ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ كانه فضلهم تفضلةً اس نے ان کو فضیلت دی ایک درجہ۔جیسا کہتے ہیں ضربه سوطاً۔وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (اور ہر دو فریق سے اللہ تعالیٰ نے اچھے بدلے کا وعدہ فرمایا)

نحو: كُلًّا یہ وعد اللہ کا پہلا مفعول اور الحسنٰی دوسرا مفعول ہے۔

كُلًّا سے مراد مجاہدین و قاعدین کے دونوں فریق ہیں۔الحسنٰی سے مراد جنت ہے۔اگر چہ مجاہدین کو قاعدین سے درجات میں فضیلت میسر ہوگی۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم سے فضیلت دی ہے)

آیت ۹۶: دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً (درجات اپنی طرف سے اور مغفرت اور رحمت)

نحو: نمبر ا: اجرًا یہ فضل کی وجہ سے منصوب ہے اور درجات و مغفرة و رحمة یہ اجرًا سے بدل ہیں گویا عبارت یہ ہے اجرهم اجرًا......

إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ

بے شک فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جان پر ظلم کر رکھا تھا ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال

كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ

میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم بے بس تھے زمین میں، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین

اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ

کشادہ نہیں تھی کہ تم ترک وطن کر کے دوسری جگہ چلے جاتے، سو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری

مَصِيْرًا ۙ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا

جگہ ہے۔ لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی

يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى

تدبیر کر سکیں اور نہ راستے سے واقف ہوں امید ہے

اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نمبر۲۔ درجات۔ منصوب ہے درجہ کی وجہ سے۔ عبارت اس طرح ہوگی فضلهم تفضيلاتٍ۔ جیسا کہتے ہیں۔ ضربه اسواطاً ای ضربات اور اجرًا عظیماً منصوب ہے درجاتٍ نکرہ کی وجہ سے اور مغفرة و رحمة منصوب ہیں فعل مضمر کی وجہ سے۔ گویا عبارت اس طرح ہے وغفرلهم ورحمهم مغفرة ورحمةً۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بالعذر بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے اور بلا عذر آنحضرت ﷺ کے حکم سے بیٹھ رہنے والے دوسروں کی کفایت کی وجہ سے کئی درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ عذر کو معاف کر کے بخشش کرنے والے اور زیادہ اجر بڑھا کر رحم کرنے والے ہیں)

تفسیر آیت ۹۷:

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق اتری جو اسلام لائے مگر ہجرت نہ کی۔ جبکہ ہجرت فرض تھی۔ اور مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے

مرتد ہوکراورقتل کیے گئے۔اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔تَوَفّٰى۔ماضی کا صیغہ بھی ہوسکتا ہےاورمضارع بھی تتو فاھم ایک تا کو حذف کردیا گیا۔التوفی۔قبض روح کو کہتے ہیں۔ملائکہ سے مراد ملک الموت اور اسکے معاون۔اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (بیشک وہ لوگ جن کی ملائکہ روح قبض کرتے ہیں)ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پرظلم کرنے والے ہوتے ہیں) یہ تو فاھم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر کفر والا،ترک ہجرت والاظلم کرنے والے ہیں۔

قَالُوْا (وہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں)فِيْمَ كُنْتُمْ (تم اپنے دین کے سلسلہ میں کس چیز پر تھے)اس کا مقصد توبیخ ہے کہ تم اپنے دین میں کسی چیز پر نہ تھے۔قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ (وہ کہتے ہیں کہ ہم ہجرت سے عاجز تھے)اس لئے کہ مغلوب تھے۔فِي الْاَرْضِ (سرزمین مکہ میں)انہوں نے ہمیں جبرواکراہ سے نکالا۔قَالُوْٓا (ملائکہ ان کوبطور توبیخ کہتے ہیں)اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا (کیااللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرجاتے)اس سے مراد یہ ہے کہ تمہیں مکہ سے کسی بھی علاقے کی طرف ہجرت کی قدرت حاصل تھی۔جہاں تمہیں اپنے دین کے ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہ تھی اوررسول اللہ ﷺ کی طرف بھی ہجرت کرسکتے تھے۔فتھاجروا یہ جواب استفہام کی وجہ سے منصوب ہے۔فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہےاوروہ جانے کیلئے بری جگہ ہے)یہ اِنَّ کی خبر ہے۔اولئك پرفا اس لئے لائے کیونکہ الذین میں ابہام ہے جوشرط کے مشابہ ہے۔یا قالوا فیم کنتم اورضمیر عائد محذوف ہے یعنی قالوا لھم۔

مَسْئَلَہ :اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جوشخص کسی جگہ اپنے دین کوقائم نہ رکھ سکتا ہوجیسا قائم رکھنا چاہئے اوردوسری جگہ قائم رکھنے کا امکان ہوتواس پرہجرت ضروری ہے۔حدیث میں وارد ہے۔جواپنے دین کولے کرایک زمین سے دوسری زمین میں گیا خواہ وہ ایک بالشت دور ہوتو جنت اس کیلئے لازم ہوگئی اوروہ اپنے باپ ابراہیم اورنبی محمد ﷺ کا رفیق ہوگا۔(ثعلبی نے مرسلاً روایت کی ہے)

تفسیر آیت ۹۸:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (مگر جومرداورعورتیں اوربچے مغلوب کردیئے گئے)۔اس میں مغلوب لوگوں کواہل وعید سے مستثنیٰ کیا گیا۔لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (نہ کوئی تدبیر کرسکتے ہیں اورنہ راستہ سے واقف ہیں)

یعنی محتاجی اورعاجزی کی وجہ سے نکلنے کی تدبیر نہیں رکھتے اورنہ ان کوراستوں کی پہچان ہے۔

نَحو :لایستطیعون یہ مستضعفین کی صفت ہے۔یاالرجال و النساء والولدان کی صفت ہےاوریہ بات درست ہے۔جملہ حکماً نکرہ ہے۔موصوف میں حرف تعریف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔اس کی نظیر یہ ہے۔ولقد امرّ علی اللئیم یسبنی۔ شعرمیں یسبنی جملہ اللّئیم کی صفت ہے۔

آیت ۹۹: فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ (پس ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کومعاف کرے گا)یہاں عسٰی کالفظ اگرچہ امیدوطمع کے لئے آتا ہے۔مگرشاہی محاورہ میں وجوب کے لئے ہے۔کیونکہ سخی کا طمع دلانا وعدہ پورا کرنا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (اوراللہ تعالیٰ بڑامعاف کرنے والا بخشنے والا ہے)اپنے بندوں کی تخلیق سے قبل ہی عفو وغفور ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی

وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل کھڑا ہو

ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

پھر اس کو موت آ پکڑے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ ع

بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

١٤ ع ١١

آیت ١٠٠: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ اس کو زمین میں منتقل ہونے کے مقام مل جائیں گے)

معنی الرغم:

مراغمًا ہجرت کے مقامات اور راستے جن پر چل کر وہ اپنی قوم کی ناک خاک آلود کرنے والا ہوگا۔ یعنی وہ ان سے ان کی ناک خاک آلود کر کے جدا ہو۔ الرغم ذلت و رسوائی کو کہتے ہیں۔ اصل میں ناک کا خاک آلود کرنا ہے۔ رُغام مٹی کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے راغمت الرجل۔ جب وہ اس سے جدا ہو اور وہ اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے جدائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ كَثِيْرًا وَّسَعَةً (بہت اور رزق میں وسعت) یا دین کو ظاہر کرنے کی وسعت یا سینے کی وسعت کیونکہ اس کا خوف امن میں بدل گیا۔ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف مہاجر بن کر نکلا) یعنی جس طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکلنے کا حکم دیا۔ مہاجرًا یہ یخرج کی ضمیر سے حال ہے۔

ہجرت الی اللہ:

ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ (پھر اس کو ہجرت گاہ میں پہنچنے سے قبل موت آگئی) اس کا یخرج پر عطف ہے۔ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا) یعنی وعدۂ الٰہی کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔ عَلَى اللّٰهِ فرمانا صرف تاکید وعدہ کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں)

مَسْئَلَہ: علماء نے فرمایا۔ ہر وہ ہجرت جو طلب علم، حج، جہاد، ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تاکہ وہاں اطاعت الٰہی میں اضافہ ہو۔ یا قناعت حاصل ہو یا زہد میں ترقی ہو یا پاکیزہ رزق میسر ہو۔ تو یہ تمام اقسام ہجرت الی اللہ ورسولہ میں شامل ہیں۔ اگر ان کے راستہ میں موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں مل گیا۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں

الصَّلٰوةِ ۖۗ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ

قصر کر لو اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے

عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

ہوئے دشمن ہیں اور جب آپ ان میں موجود ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہئے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے

مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪

اور یہ لوگ اپنے ہتھیار لے لیں، پھر جب سجدہ کر چکیں، تو یہ تمہارے پیچھے ہو جائیں

وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا

اور دوسری جماعت آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، اور اپنے بچاؤ کا

حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔ کافروں کی یہ خواہش ہے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے غافل

وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ

ہو جاؤ تو تم پر یک بارگی حملہ کر بیٹھیں، اور تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ

اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ

اگر بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار رکھ دو

وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾

اور اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے،

آیت ۱۰۱ : وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (جب تم زمین میں سفر کرو) الضرب کا معنی یہاں سفر کرنا ہے۔ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (کہ تم نماز میں قصر کرو) یعنی رکعات نماز میں قصر کہ چار کی دو پڑھو۔

سوال : آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قصر سفر میں رخصت ہے۔ اور تکمیل عزیمت ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کیونکہ لا جناح تخفیف ورخصت کے مواقع میں مستعمل ہوتا ہے۔ لازم ہونے کے معنی میں نہیں آتا۔

نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی:

جواب: قصر عزیمت ہے۔ نہ کہ رخصت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اکمال جائز نہیں۔ صلاة السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم۔ رہی آیت تو انہیں اتمام سے الفت تھی پس اس بات کا امکان تھا۔ کہ ان کے دلوں میں قصر کی وجہ سے نماز میں نقصان کا خیال گزرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نفسوں کو قصر کے سلسلہ میں اطمینان دلانے کے لئے گناہ کی نفی کی تا کہ دلوں میں خوشی پیدا ہو۔ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں مبتلا کریں گے) یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کفار تمہارے قتل کا قصد کریں گے۔ یا زخمی کرنے کی ٹھانیں گے۔ یا پکڑ لیں گے۔

خارجیوں: کے نزدیک قصر کے جائز ہونے کے لئے خوف شرط ہے۔ جیسا کہ بظاہر نص میں خوف کے موقع پر قصر کا جواز اترا۔

جمہور: کے نزدیک خوف کی شرط نہیں۔ اس کی تاکید حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم کیوں قصر کرتے ہیں جبکہ اب ہم امن میں ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بھی تعجب ہوا جس بات سے تمہیں ہوا۔ تو میں نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته۔ مسلم ۶۸۶ ' احمد ۱/ ۲۵

یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے۔ پس اس کو قبول کرو۔

قصر صدقہ ہے:

مَسْئَلَہ: اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سفر کی صورت میں تکمیل جائز نہیں۔ کیونکہ ایسا صدقہ جس میں تملیک کا احتمال بھی نہ ہو وہ محض اسقاط ہے۔ اور اس کے واپس کرنے کا احتمال بھی نہیں۔ اگر صدقہ کرنے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جس کی اطاعت لازم نہیں مثلاً متولی قصاص جب وہ معاف کر دے۔ پس جس کی اطاعت لازم ہے اس کی طرف سے کیا جانے والا صدقہ لزوم کا زیادہ حقدار ہے۔

وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ:

آیت کے نزول کے وقت ان کی حالت اسی طرح تھی۔۔ پس حالات کے موافق اتری جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اِن اردن تحصنًا۔ النور۔ ۳۳۔ (کیونکہ کچھ لوگ ارادہ تحصن کے باوجود ان سے برے کام کرواتے) اس کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت بھی ہے۔ من الصلاة ان يفتنكم ہے یعنی لئلا يفتنكم اس طرح کہ قصر سے مراد حالات میں قصر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوف شدید کے وقت جانور کے اوپر ہی اشارہ کر لے۔ یا رکوع' سجود و قراءت و تسبیح میں تخفیف کرے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا (بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں) پس ان سے بچو۔

آیت ۱۰۲: وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ان میں ہوں اور نماز پڑھانے کا ارادہ کریں) ھم سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اقمت یہاں اردت کے معنی میں ہے۔

صلوٰۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو اپنے ظاہر سے متعلق کیا اسی لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نماز خوف کو خاص مانا ہے، مگر طرفین رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ائمہ، ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پس آپ کو خطاب ان تمام کو شامل ہوگا۔جیسا کہ دوسری آیت میں **خذ من اموالهم صدقه تطهرهم**۔التوبہ۔١٠٣۔اب زکوٰۃ ہر زمانہ میں ہے اور اس کی دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ (پس ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو) ان کی دو جماعتیں بنادیں۔ایک ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز ادا کرے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے۔

وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ۔ (وہ اپنا اسلحہ ضرور ساتھ لے لیں جو کہ دشمن کے سامنے ہیں)۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر اس سے مراد نمازی ہو تو وہ ایسا اسلحہ جو نماز میں ان کو مشغول کرنے والا نہ ہو لے لیں، مثلاً تلوار، خنجر وغیرہ۔

سجدۂ نماز مراد ہے:

فَاِذَا سَجَدُوْا (پس جب وہ سجدہ کر چکیں) یعنی اپنی رکعت کو سجدہ سے مقید کر چکیں۔سجود سے ظاہری سجدہ مراد ہے۔مگر امام مالک رحمہ اللہ سجدہ سے نماز مراد لیتے ہیں۔

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص (پس وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں) یعنی جب آپ کے ساتھ والی جماعت ایک رکعت ادا کر لیں۔تو وہ پیچھے لوٹ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ اور دوسری جماعت آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔**لم يصلوا** موضع رفع میں طائفة کی صفت ہے۔**فليصلوا** سے مراد وہ دوسرا گروہ ہے جو ابھی دشمن کے سامنے کھڑا تھا۔وہ رکعت ثانیہ میں شریک ہوگا۔

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ (وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں) حذر سے مراد بچاؤ والی چیز زرہ وغیرہ۔اسلحہ جمع سلاح کی ہے۔جس سے دشمن کے ساتھ قتال کیا جائے۔اسلحہ لینا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے۔اور ہمارے نزدیک مستحب ہے۔صلوٰۃ خوف کی کیفیت تو معروف ہے۔

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ (کافر لوگ تمنا کرتے ہیں کہ کاش تم اپنے اسلحہ اور سامان کی طرف سے غافل ہو جاؤ) یعنی ان کی تمنا یہ ہے کہ نماز کے دوران دھوکے سے تم پر حملہ آور ہوں۔فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً (پس وہ تم پر ٹوٹ پڑیں یک بارگی) یعنی وہ تم پر یک بارگی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ (اور تم پر گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو۔کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو اور اپنا بچاؤ لے لیا کرو)

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا

سو جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔ پھر جب

اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا

مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بے شک نماز مومنین پر فرض ہے جس کا

مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا

وقت مقرر ہے اور دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو، اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تمہیں

تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵ ۱۲

تکلیف ہوتی ہے۔ اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

دشمن سے محتاط رہو:

اس آیت میں اسلحہ رکھنے کی رخصت دی جبکہ اسلحہ بوجھل ہو بارش سے تر ہو جانے کی بناء پر یا مرض کی وجہ سے کمزوری ہو۔ اور اس کے باوجود بچاؤ لینے سے غفلت نہ اختیار کرو۔ کہیں دشمن اچانک حملہ آور نہ ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے) اس آیت میں مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ اور مسلمانوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ بچاوے کا حکم غلبہ کی توقع میں قبول نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر انجام دینا ہے۔ تاکہ ثواب ملے۔

تین طرزِ تفسیر:

آیت ۱۰۳: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (جب تم نماز سے فارغ ہو چکو۔ تو اللہ تعالیٰ کو قیام وقعود اور اپنے پہلوؤں پر پڑے یاد کرو) یعنی تمام احوال میں ذکر اللہ کی مداومت کرو۔ یا جب نماز کی ادائیگی کا ارادہ کرو تو کھڑے نماز ادا کرو جبکہ کھڑے ادا کر سکتے ہو۔ اور اگر قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی سکت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ (جب تم اطمینان کی حالت میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو کر اطمینان میسر آ جائے۔ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (تو نماز کو قائم کرو) یعنی ایک جماعت کے ساتھ اس کو مکمل ادا کرو۔ یا جب تم نماز قائم کرو تو پوری نماز پڑھو قصر نہ کرو۔

یا تیسری تفسیر یہ ہے۔ جب صحت پر اطمینان میسر ہو جائے تو قیام و رکوع و سجود کو مکمل کرو۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰى

الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (بیشک نماز ایمان والوں کیلئے وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے) یعنی اوقات معلومہ کے ساتھ محدود ہے۔

آیت ۱۰۴: وَلَا تَهِنُوْا (کافروں کے سلسلہ میں کمزوری نہ دکھاؤ اور سستی نہ کرو) فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ (کافروں سے لڑنے کی طلب میں) اور ان کے سامنے رکاوٹ بننے میں۔ پھر اس ارشاد سے مسلمانوں پر حجت قائم کی۔ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (اگر تم دکھ محسوس کرتے ہو تو وہ بھی زخموں کا دکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو (ثواب کی) اور وہ اس کی توقع نہیں رکھتے)

تلقین صبر:

مطلب یہ ہے کہ زخموں کی تکلیف یا قتل کا دکھ یہ فقط تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمہارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔ ان کو اور تمہیں پہنچتا ہے۔ پھر وہ کافر ہو کر صبر کرتے ہیں۔ تم صبر کیوں نہیں کرتے جیسے وہ کرتے ہیں۔ حالانکہ تمہیں بدرجہ اولیٰ صبر کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے وہ توقعات ہیں جو انہیں نہیں۔ جیسے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ اور آخرت کا عظیم الشان وعدہ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے دکھ و آلام کو جاننے والا ہے۔ حَكِيْمًا (ان کے معاملات کی تدبیر میں حکمت والا ہے)

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ دیں جو اللہ نے آپ کو

اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝۱۰۵ۙ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سمجھایا۔ اور نہ ہو جائیے خیانت کرنے والے لوگوں کے طرف دار، اور اللہ سے استغفار کیجئے، بے شک اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۶ۚ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ اِنَّ

بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے جواب دہی نہ کیجئے جو اپنی جانوں کی خیانت کر رہے ہیں بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝۱۰۷ۚۙ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ

اللہ پسند نہیں فرماتا اس شخص کو جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو۔ جو شرماتے ہیں لوگوں سے

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ

اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہے جبکہ وہ راتوں کو اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جس سے

الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝۱۰۸ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ

اللہ راضی نہیں ہے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو جاننے والا ہے۔ خبردار تم وہ لوگ ہو جو جھگڑے ہو

عَنْھُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ان کی طرف سے دنیا والی زندگی میں سو کون جھگڑے گا ان کی طرف سے قیامت کے دن

طعمہ بن ابیرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آیت ۱۰۵: روایت میں ہے کہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرائی۔ وہ زرہ ایک آٹے کی بوری میں تھی۔ بوری میں سوراخ تھا' آٹا بوری کے سوراخ سے گرتا گیا۔ اور نشان پڑتا گیا۔ چور نے یہ بوری زید بن السمین یہودی کے پاس چھپادی۔ تلاش کرنے پر زرہ طعمہ کے پاس نہ ملی۔ اس نے اس کے متعلق قسم اٹھائی کہ اس نے نہیں لی۔ اور نہ اسے اس کا علم ہے۔ انہوں نے اسے چھوڑا اور آٹے کے نشان پر چلتے چلتے یہودی کے مکان پر پہنچے اور اس کو جا پکڑا۔ یہودی نے کہا۔ یہ تو طعمہ رکھ کر گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض یہود نے گواہی دی۔ بنوظفر نے کہا چلو۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں لے چلو۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کی طرف سے یہود کو جواب دیں۔ اور کہنے لگے۔ اگر آپ نے نہ کیا

تو ہمارا ساتھی ہلاک ورسوا ہو جائے گا اور یہودی بری الذمہ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمالیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے) حق کا معنی محق ہے حق کو ثابت کرنے والی۔ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (تا کہ تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو۔ اسکے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے) اراى کا معنی بتلانا ہے جو وحی کے ذریعہ ہو۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی بما الهمك بالنظر فی اصوله المنزلة۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا اس کے نازل شدہ اصولوں کی روشنی میں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلالت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اجتہاد جائز تھا۔ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (آپ خائنین کی خاطر مخاصم نہ بنیں) یعنی بنوظفر کی خاطر یہود سے مخاصمت نہ کریں۔

آیت ۱۰۶: وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں) اس ارادے کا جو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والے مہربان ہیں)

آیت ۱۰۷: وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (اور نہ مجادلہ کریں ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے نفسوں کی خیانت کرنے والے ہیں) وہ معصیت کر کے اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہیں۔

معصیت خیانت ہے:

مَسْئَلَہ: نافرمانوں کی معصیت کو ان کے نفوس کی خیانت فرمایا۔ کیونکہ اس کا نقصان بالآخر نفوس کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے مراد طعمہ ہے۔ اور اسی طرح اس کی قوم میں سے جو اس کے معاون تھے۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ وہ چور ہے۔ یالفظ جمع سے اس لئے ذکر کیا تا کہ طعمہ اور ہر خائن کو شامل ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتے جو کہ بڑا خائن گناہ گار ہو) یہاں خَوَّانًا مبالغہ کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ طعمہ خیانت میں بہت بڑھنے والا ہے اور خیانت پر جم جانے والا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ طعمہ راتوں رات مکہ بھاگ کر مرتد ہو گیا۔ اور وہاں ایک دیوار میں نقب زنی کی۔ وہ دیوار اس پر آ گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔

گناہ سے گناہ ملتا ہے:

مَسْئَلَہ: جب آدمی کا قدم کسی گناہ پر لڑکھڑا جاتا ہے تو اس گناہ کے کئی اور بھائی بھی ہوتے ہیں۔ جو ساتھ آ جاتے ہیں۔

مقولہ عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں روتی ہوئی آئی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ یہ پہلی بار کی چوری ہے جو اس سے ہوئی اس کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بول رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پہلی مرتبہ کی غلطی پر نہیں پکڑتے۔

آیت ۱۰۸: يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ (وہ لوگوں سے حیاء کرتے ہوئے چھپاتے پھرتے ہیں) ان کے ضرر کے خطرہ سے۔

اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ

یا کون ہوگا ان کا کارساز، اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا

پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو پائے گا بخشنے والا مہربان، اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو یہ گناہ کرنا

يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً

اسی پر پڑے گا، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے

اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع وَلَوْلَا ١٦ ع ٨ ١٤

یا بڑا گناہ کرے پھر کسی بری آدمی کو اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لاد لیا۔ اور اگر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا

آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، اور وہ

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

نہیں بہکاتے مگر اپنی ہی جانوں کو، اور آپ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ نے نازل فرمائی ہے آپ پر

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ

کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل

عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ النّصف

بہت بڑا ہے، نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے

بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ

کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ

حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عزوجل ہے:

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے) اور نہ اس سے شرم کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَهُمْ (حالانکہ وہ ان

کے ساتھ ہے) ان کے حالات سے مطلع ہے۔ اوراس پر کوئی چھپائی جانے والی چیز مخفی نہیں۔

مَسْئَلَہ : یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے حیاء نہیں کرتے اور اس سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے ہیں۔ ان کے اوراس کے سامنے کوئی آڑ نہیں اور نہ اوٹ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَالَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ (جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے رات گزارتے ہیں) یبیّتون کا معنی تدبیر کرنا رات کے وقت۔

مالا یَرْضٰی سے مراد طعمہ کی یہ تدبیر کہ زرہ زید یہودی کے گھر پھینک آیا۔ تاکہ چور اور بن جائے اور یہ قسم کھالے کہ اس نے چوری نہیں کی۔

کلام دل کا قصد ہے:

مَسْئَلَہ : اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کلام دراصل وہ مقصد ہے جو دل میں ٹھان لے اس لئے کہ یہاں تدبیر کو قول سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں) کوئی عمل اس کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔

ایک نحوی تحقیق:

آیت ۱۰۹: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ۔ ھَا یہ تنبیہ کے لئے ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر ہے۔ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ (ہاں تم تو ایسے لوگ ہو کہ تم نے ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں) مجادلہ کا معنی ان کی طرف سے جھگڑنا۔ نَحو : نمبرا۔ یہ جملہ مبینہ ہے۔ کیونکہ اولاء خبر واقع ہو رہی ہے۔ جیسے سخی کو کہیں انت حاتم تجود بمالك۔

نمبر۲۔ اولاء اسم موصول بمع الذین اور جادلتم، صلہ اب مطلب یہ ہوا۔ چھوڑو! تم تو ان کی طرف سے مجادلہ کر رہے ہو۔ ھم کی ضمیر کا مرجع طعمہ اور اس کی معاون پارٹی۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (دنیا کی زندگی میں پس کون اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑے گا) یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں پکڑیں گے تو کون طعمہ کی طرف سے جھگڑے گا۔ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑنے سے محافظت کرے گا۔

ظلم کی مراد:

آیت ۱۱۰: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا (جو شخص کوئی برائی کرے) سوء سے مراد ایسا گناہ جو شرک سے کم درجہ ہو۔ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ (یا اپنے نفس پر ظلم کرے) ظلم سے مراد شرک ہے۔ یا ایسی برائی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچے جیسا کہ طعمہ نے قتادہ اور یہودی کے سلسلہ میں کیا۔ (ایک کی چوری کی دوسرے کے ذمہ جھوٹ لگادی) اور ظلم سے مراد ایسا برا کام جس کا وبال اسی تک پہنچتا ہو جیسے

جھوٹی قسم کھانا۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار رہوا) يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا)

اس میں طعمہ کو توبہ واستغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۱۱: وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ (جو شخص گناہ کا کام کرتا ہے۔تو وہ اپنے نفس پر اس کا اثر پہنچاتا ہے) کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں) پس وہ گناہ کی سزا، کرنے والے کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیتے۔

تعریف بہتان:

آیت ۱۱۲: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً (جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے) خطیئۃ سے گناہ صغیرہ مراد ہے۔اَوْ اِثْمًا۔ اثم کبیرہ گناہ۔ اگر پہلے سے حقوق اللہ کو تلف کرنا مراد ہو تو دوسرے سے حقوق العباد مراد ہونگے۔ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا (پھر اس نے اس کا الزام کسی بےقصور پر ڈال دیا) جیسا کہ طعمہ نے زید پر ڈالا۔فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اس نے بڑا عظیم جھوٹ اپنے اوپر لاد ااور کھلا ہوا گناہ بےقصور پر ڈالا) کیونکہ وہ کسب گناہ سے گناہ گار بن گیا اور بری الذمہ پر لگانے کی وجہ سے بہتان بن گیا۔گویا اس نے دو گناہ کیے۔اَلْبُهْتَانُ ایسا جھوٹ جس پر عقل حیران رہ جائے اور وہ ایسے آدمی پر باندھا جائے جس کو کچھ علم نہ ہو۔

آیت ۱۱۳: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ (اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) فضل سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت وعصمت اور رحمت سے مراد اس کی خصوصی مہربانی جس سے ان کو رازوں کی اطلاع دی۔

بنی ظفر کا طرزِ عمل:

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ (تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو بھٹکانے کا قصد کر چکا تھا) مراد بنی ظفر۔یا بنو ظفر کا ایک گروہ ہے هُمْ سے مراد لوگ۔اَنْ يُّضِلُّوْكَ (کہ وہ آپ کو بھٹکا دیتے) صحیح فیصلہ سے اور طریق عدل کی پیروی سے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ ان کا ساتھی مجرم ہے۔وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو) کیونکہ اس کا وبال ان کو پہنچے گا۔وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ (وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) کیونکہ آپ نے ظاہر حال کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اور آپ کے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب قرآن اتاری) وَالْحِكْمَةَ اور سنت۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ نہ جانتے تھے) یعنی امور دین وشریعت کے سلسلہ میں یا مخفی امور اور دلوں کے راز وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے) اس سلسلہ میں کہ آپ کو علم دیا اور انعامات فرمائے۔

ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾ وَمَنْ

کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے گا سو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔ اور جو شخص

يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف

١٧ ع ١٤ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾

کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ

بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جس کے لئے اسے منظور ہوگا بخش دے گا۔ اور جو شخص

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿١١٦﴾

اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ دور کی بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

آیت ۱۱۴: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں) هُمْ سے مراد لوگ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ (مگر وہ سرگوشی جو صدقہ کی کی جائے)

نحوی تحقیق:

نحو: نمبر ۱۔ کثیر مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل مجرور ہے۔ نمبر ۲: یا نجواھم مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل۔ نمبر ۳: مستثنیٰ منقطع کی وجہ سے منصوب ہے۔ الا بمعنی لکن ای من امر بصدقةٍ ففی نجواہ الخیر۔ (اِلَّا کو غیر کے معنی میں لینا زیادہ بہتر ہے گویا الا وصفی ہے۔ فتدبر)

نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے:

اَوْ مَعْرُوْفٍ (یا کسی نیک کام کا) جیسے نمبر ۱۔ قرض۔ نمبر ۲۔ مظلوم کی دادرسی۔ نمبر ۳۔ ہر اچھائی۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ لیں تو معروف سے نفلی صدقہ مراد ہے۔ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (یا لوگوں میں صلح صفائی) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ کام کرے گا) جن کا ذکر ہوا۔ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر) اس شرط سے ریاکاری اور شہرت کے لئے کرنا خود خارج ہوگیا۔ یہ مفعول لہٗ ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

اشکال: پہلے فرمایا الا من امر ۔ پھر فرمایا و من یفعل ذلك ۔ پہلے امر کہا پھر فعل کا ذکر کیا ۔ حالانکہ امر تو قول ہے فعل نہیں ۔
جواب: امر خیر کے ساتھ امر کا لفظ ذکر کیا تا کہ وہ اس کے کرنے والے پر دلالت کرے ۔ کیونکہ جب حکم دینے والا پسندیدہ لوگوں میں آ گیا تو فاعل بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہوگا ۔ پھر من یفعل فرما کر اجر عظیم کا وعدہ اس سے منسلک کر دیا ۔ یا حکم دینے والے کو بمنزلہ فاعل کے قرار دے کر یہ تعبیر فرما دی ۔ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (عنقریب ہم آپ کو بہت بڑا اجر دیں گے) قراءت: ابو عمرو اور حمزہ نے یؤتیہ پڑھا ہے ۔
آیت ۱۱۵: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى (جو شخص رسول کی مخالفت کریگا اس کے بعد کہ امر حق ظاہر ہو چکا تھا) یعنی دلیل یقینی سے واضح ہونے اور قطعی طور پر معلوم ہونے کے بعد کہ وہ ہدایت ہے ۔ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ (وہ مؤمنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے گا) سبیل سے مراد دین حنفی کا راستہ ۔

اجماع حجت ہے:

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے ۔ کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں ۔ جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں ۔ غیر سبیل المؤمنین اور مخالفت رسول کو ایک شرط سے مشروط کیا ۔ اور اس کی سزا وعید شدید کی صورت میں ذکر کی ۔ پس ان کی اتباع بھی موالات الرسول کی طرح ضروری ہے ۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى (ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا) یعنی جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہم وہی اس کو دے دیں گے ۔ اور دنیا میں جس چیز کو اس نے چنا ہے ۔ اس میں اس کو چھوڑ دیں گے ۔
وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) اس آیت میں طعمہ اور اس کے ارتداد کے متعلق جہنم کا ذکر فرمایا یہ آیت اسی کے متعلق اتری (کذا قال البغوی)

شرک کی معافی نہیں:

آیت ۱۱٦: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۔ اس کی تفسیر گزری بعیدًا سے مراد راہ حق سے دور ہوا ۔
بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کریگا ۔ اور شرک کے علاوہ جس کو معاف کرنا چاہے گا معاف کر دیگا (خواہ توبہ کے بعد یا بغیر توبہ کے) اور جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے ۔ وہ راہ حق سے بھٹک گیا دور کا بھٹکنا)

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا

یہ لوگ اللہ کے سوا صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور نہیں پکارتے مگر شیطان کو

مَّرِيْدًا ۙ ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا

وقف لازم

جو سرکش ہے جس پر اللہ نے لعنت کی، اور شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ

مَّفْرُوْضًا ۙ ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

حصہ لے لوں گا اور میں ان کو گمراہ کروں گا۔ اور امیدیں دلاؤں گا اور ان کو تعلیم دوں گا سو وہ جانوروں کے

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ

کانوں کو کاٹیں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا سو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلا کریں گے، اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر

الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ

شیطان کو دوست بنا لے سو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے

وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے، اور شیطان ان سے صرف فریب والے وعدے کرتا ہے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

اصنام کو اناث کہنے کی وجہ:

آیت ۱۱۷: اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ (نہیں وہ عبادت کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اِلَّآ اِنٰثًا (مگر مؤنثوں کی) اناث جمع انثیٰ کی۔ اور وہ لات عزیٰ ومناۃ ہیں۔ اہل عرب کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی بت کی پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا نام فلاں قبیلہ کی مؤنث رکھتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اصنام کے متعلق کہتے یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ (وہ عبادت نہیں کرتے) اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا (مگر شیطان مردود کی) کیونکہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ پس اس کی اطاعت کو عبادت قرار دیا۔ مَّرِيْدًا اطاعت سے نکلنے والا اور بھلائی سے عاری اور اسی سے امرد بھی ہے۔

آیت ۱۱۸: لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور

شیطان نے کہا میں تیرے بندوں میں سے اپنا حصہ ضرور لونگا) شیطان کی پہلی صفت مریدًا اور دوسری لعنہُ اللّٰہ ہے اور شیطان نے یہ انتہائی دشمنی والی بدترین بات کہی ۔ مَّفْرُوْضًا قطعی جو میرے لئے لازم ہوگا ۔ ایک ہزار میں سے ۹۹۹ شیطان کے لئے ۔ ایک اللہ کے لئے ۔

شیطانی چالیں :

آیت ۱۱۹: وَلَاُضِلَّنَّهُمْ (اور میں ضرور ان کو راہ حق سے بھٹکاؤں گا) گمراہی کی طرف دعوت دے کر اور وسوسہ اندازی سے ۔ اگر شیطان کے پاس گمراہی کو نافذ کرنے کی قوت ہوتی تو تمام گمراہ ہو جاتے ۔

وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ (اور میں ان کے دلوں میں باطل ہوسیں دلاؤں گا) یعنی باطل و بے کار تمنائیں ان کے دلوں میں ڈالوں گا ۔ جیسے درازیٔ عمر ٗ امیدوں کو پالینا ۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ (میں ان کو تعلیم دونگا جس سے وہ جانوروں کے کان کاٹیں گے) البتك کاٹنا ، کثرت سے چیرنا ۔ بار بار چیرنا ۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان کو اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ چوپایوں کے کان کاٹیں ۔ وہ پانچ بچے جننے والی اونٹنی کے کان کاٹ دیتے ۔ جبکہ پانچواں بچہ نر ہو ۔ اور اس سے نفع اٹھانا اپنے لئے حرام کر لیتے ۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (اور میں ضرور ان کو حکم دونگا ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل ڈالیں گے) حامی (نر سانڈ) کی ایک آنکھ پھوڑ کر چھوڑ دیتے اور اس پر سواری نہ کرتے ۔ یا غلاموں کو خصی کر دیتے ۔ یہ جانوروں میں درست ہے البتہ غلاموں میں ناجائز ہے ۔ یا گود کر جسم پر تصاویر بناتے ۔ انساب کی نفی کر کے دوسرے نسبوں کی طرف نسبت کرتے ۔ یا سفید بالوں کو سیاہ رنگ کرتے ۔ یا اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کرتے یا خنثیٰ بناتے ۔ یا دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا فطری دین ہے اس کو تبدیل کرتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تبديل لخلق اللّٰه ۔ الروم ۔۳۰ ۔ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جس نے شیطان کو اپنا دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور اس بات کو قبول کیا جس کی طرف شیطان نے دعوت دی ۔ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہوا دونوں جہانوں میں)

آیت ۱۲۰: يَعِدُهُمْ (وہ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے) ان کو اس طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ جنت نہیں ۔ دوزخ نہیں اور نہ ہی بعث و حساب ہے ۔ وَيُمَنِّيْهِمْ (اور ان کو امیدیں دلاتا ہے) جن کو وہ کبھی پا نہیں سکتے ۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (اور شیطان کا وعدہ ان سے محض فریب ہی ہوتا ہے) غرور ۔ دیکھیے کچھ اور ظاہر اس کے الٹ ہو ۔

آیت ۱۲۱: اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارے اور بھاگنے کا راستہ نہ پائیں گے)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ

نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور کون ہے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ

جس کا کہنا اللہ سے زیادہ سچا ہو۔ نہ تمہاری آرزؤں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا

جو شخص برا عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی دوست اور

نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مددگار، اور جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو

۱۹ ع ۸/۱۶ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ

تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور ان پر اتنا ظلم بھی نہ ہوگا جتنا گڑھا کھجور کی گٹھلی میں ہے، اور اس سے بڑھ کر دین کے اعتبار سے کون اچھا

دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے لئے جھکا دیا، اور وہ اچھے کام کرنے والا ہے۔ اور اس نے ابراہیم کی ملت کا اتباع کیا جو سارے دینوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف مائل

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

ہونے والے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

۱۸ ع ۱۱/۱۵ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

آیت ۱۲۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے) اور شیطان کی

کفر یہ باتوں میں اتباع نہیں کی۔

سَنُدْ خِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا (عنقریب ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)

قراءت: نخعی کی قرءات میں سید خلهم ہے۔ وَعْدَاللّٰهِ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے اس کا سچا وعدہ کیا ہے)

نحو: وعد اور حَقًّا دونوں مصدر ہیں مفعول مطلق برائے تاکید لائے گئے ایک اپنے فعل کی تاکید جبکہ دوسرا اسی فعل کی تاکید ہے۔

استفہام بمعنی نفی:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا (کون بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے) قیل کا معنی قول ہے۔ یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں آیا ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں اور شیطان کے جھوٹے وعدوں میں تقابلی موازنہ کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی زیادہ سچا نہیں۔ یہ تیسری تاکید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔

جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے:

آیت ۱۲۳: لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ (حقیقت امر تمہاری تمناؤں پر نہیں) اے مشرکو! کہ تمہارے یہ بت تمہیں فائدہ دیں گے۔ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ (اور نہ حقیقت اہل کتاب کی تمناؤں سے وابستہ ہے) جبکہ وہ اس حد تک دعویٰ کرنے والے ہیں: نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [المائدہ:۱۸] کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ اسی طرح: لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرہ:۸۰) کہ ہمیں تو آگ چند دن لگے گی۔ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ (جو شخص کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا) خواہ مشرکین سے ہو یا اہل کتاب میں سے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا۔ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی کیونکہ بعد والی آیت میں فرمایا۔

آیت ۱۲۴: وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ (جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)۔

نحو: هو مؤمن یہ حال ہے۔ اور پہلا مِنْ تبعیضیہ اور دوسرا من یعمل کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے۔

نکتہ: اس آیت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

ایمان دخولِ جنت کا اصل سبب ہے:

فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (پس وہ جنت میں داخل ہونگے)

قراءت: مکی، ابو عمرو اور ابو بکر رحمہم اللہ نے یُدْخَلون پڑھا ہے۔ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا (اور ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی) نَقِیْر وہ گڑھا جو گٹھلی کی پشت میں ہوتا ہے۔ لا یظلمون کی ضمیر نیک و بد عمل کرنے والے تمام کی طرف ہے۔ اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ ایک فریق کے ہاں اس کا تذکرہ کرنا دوسرے فریق کے ہاں تذکرہ کرنے کیلئے دلیل ہو۔ اور ارشاد الٰہی: من یعمل

سوءًا یجزبہ اور ومن یعمل من الصالحات کو اہل کتاب کی تمنیات کے بعد ذکر کرنا جیسے کہ دوسری آیت: بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ (البقرہ ٨١) اورارشادِالٰہی: والذین امنوا وعملوا الصالحات کو اپنے اس ارشاد کے بعد لائے۔ وقالوا لن تمسنا النار اِلا ایامًا معدودۃ۔ (تو گویا ایک فریق کا تذکرہ فرمایا وہاں دوسرا خوداس سے سمجھا اور مانا جاتا ہے)

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ (اور ایسے شخص سے کس کا دین اچھا ہوگا جس نے پھیر لیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف) یعنی جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا اور مکمل طور پر اس کے سپرد کر دیا کہ اس کے سوا کسی کو رب ومعبود جانتا ہی نہیں۔ وَھُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ وہ مخلص ہو) یعنی نیک کاموں کو اپنانے والا ہو۔ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا (اور اس نے اتباع کی ملت ابراہیم علیہ السلام کی جو سب سے یکسو ہو جانے والے تھے) حَنِیْفًا باطل دینوں سے منہ موڑ کر راہ حق پر گامزن۔

نَحو: حنیفا یہ ابراہیم سے حال ہے یا وَاتَّبَعَ سے حال ہے۔

لفظ خلیل کی تحقیق وتعریف:

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا (اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا) خلیلا یہ اپنے اصل کے لحاظ سے المخال تھا۔ اس کو کہتے ہیں جو تمہارے خلل اور بگاڑ کی درستگی کرے۔ یا خلال اصل ہے جس کا معنی گھر میں آنا جانا ہے۔ یا خلل کا معنی رخنہ اور شگاف ہے جو تمہارے شگاف وخلل کو اسی طرح دور کرے جیسا وہ اپنے شگاف کو کرتا ہے۔ خُلّت خالص دوستی کو کہتے ہیں۔ جو رازوں کے خالص ہونے کی وجہ سے خصوصیت کو لازم کرتی ہے۔ اور محبت زیادہ مخلصانہ ہے کیونکہ وہ دل کی گہرائی سے ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ جیسا کہ شاعر کے اس کلام میں۔ ؎ یالیت شعری والحوادث جمۃ

جملہ کا فائدہ:

ملت وطریق ابراہیمی کی اتباع کی تاکید کر دی۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرتبہ کو پہنچا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خلیل بنایا۔ تو اس کا راستہ اتباع وپیروی کے لئے لائق ومناسب ہے۔ اگر اس کو ماقبل جملوں پر بطور عطف لایا جاتا تو یہ معنی نہ دے سکتا۔ حدیث شریف میں وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا جبرئیل بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیوں بنایا۔ تو انہوں نے جواب دیا کیونکہ وہ مخلوق کو کھانا کھلاتے۔ اور لوگوں کو خوب سلام کہتے۔ اور رات کو لوگ سوتے اور وہ نماز میں مشغول ہوتے۔ (بیہقی ٩٦١٦ فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں نے تجھے خلیل بنایا کیونکہ تو لینے کی بجائے دینا پسند کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے تو لوگوں کو دیتا ہے خود ان سے طلب نہیں کرتا۔

خلیل کو اللہ کی خلت کی حاجت ہے:

آیت ١٢٦: وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے) اس

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى

اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو کتاب میں

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ

تم پر تلاوت کیا جاتا ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو تم وہ حق نہیں دیتے ہو جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے

وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا

اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔ اور ضعیف بچوں کے بارے میں بھی تم پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور یہ کہ

لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ قائم رہو۔ اور جو کوئی خیر کا کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

میں اس بات کی دلیل بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی خُلّت کی خلیل کو حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی خُلّت کی ضرورت نہیں ۔کیوں کہ وہ اس سے پاک ہے۔ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے ہیں) اپنے علم کے لحاظ سے۔

فتویٰ، مبہم کی وضاحت کا نام:

آیت ۱۲۷: وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ (وہ عورتوں (کی میراث) کے متعلق آپ سے دریافت کرتے ہیں) یعنی وہ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ اور افتاء مبہم کو واضح کرنے کو کہتے ہیں۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں کہ اللہ عورتوں کے متعلق تم کو اپنا حکم کھول کر بتاتا ہے۔ اور جو تم پر پڑھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق) یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم بتا رہے ہیں۔

الکتاب سے مراد قرآن مجید اور فی یتامٰی سے مراد یہ آیت ہے وان خفتم الا تقسطوا فی یتامٰی النساء۔۳۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اعجبنی زید و کرمہ۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈالا۔

نحو: وما یتلی۔ یُفتیکم کی ضمیر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے یا لفظ اللہ پر عطف کی وجہ سے۔ یتلی کا صلہ فی یتامٰی النساء ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ یتلی علیکم فی معناھن۔ نمبر۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی یتامی النساء فیھن سے بدل ہو۔ اور اضافت من کے معنی میں ہو۔

غلط روش کی تردید:

الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ (وہ عورتیں جن کو تم ان کا لازم کردہ حق نہیں دیتے ہو) یعنی جو ان کا میراث میں حصہ مقرر

ہوا۔اورعرب میں یتیم بچیوں کو اپنے ساتھ ملاتے اوران کا مال بھی لے لیتے۔اگرخوبصورت ہوتیں توان سے شادی کر لیتے اور مال کھا جاتے اوراگر بدصورت ہوتیں تو شادی سے ان کو روکتے یہاں تک کہ وہ مر جاتیں اوروہ ان کے وارث بن جاتے۔وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (اورتم ان سے نکاح میں رغبت رکھتے ہو)ان کی خوبصورتی کی وجہ سے یاان کی بدصورتی کی وجہ سے نکاح سے بے رغبتی رکھتے ہو۔وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ (اورکمزور بچے)یعنی یتیم۔

نحو :المستضعفين یہ يتامى النساء پرعطف کی وجہ سے مجرور ہے۔

نحوی تحقیق:

زمانۂ جاہلیت میں مضبوط آدمی کو وارث بناتے بچوں اورعورتوں کو چھوڑ دیتے۔وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى (یہ کہ تم قائم کرو انصاف یتامیٰ کے لئے) نحو : (۱) یہ بھی المستضعفين کی طرح مجرور ہے۔معنی اس طرح ہے يفتيكم فی يتامى النساء و فی المستضعفين، و فی ان تقوموا۔نمبر۲: یا منصوب ہے۔اورمعنی یہ ہے۔يامر كم ان تقوموا۔اس صورت میں ذمہ داروں کوخطاب ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔اوران کے حقوق پورے پورے دیں۔بِالْقِسْطِ (انصاف وعدل کے ساتھ)ان کے اموال و میراث کے سلسلہ میں۔وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ (اور جوتم بھلائی کا کام کرو) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں)وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

نحو :ماتفعلوا شرط فان الله یہ جواب شرط ہے۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بدمزاجی کا یا بے رخی کا اندیشہ کرے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں

اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ

کہ آپس میں کسی خاص طریقہ پر صلح کر لیں۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ اور انسانوں کے نفسوں میں کنجوسی حاضر کر دی

الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

گئی ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ

اور تم ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہو کہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھو گرچہ تم حرص کرو۔ لہٰذا تم بالکل ہی نہ

الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ڈھل جاؤ جس کی وجہ سے ایک عورت کو ادھر میں لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ

غفور ہے رحیم ہے اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی عطا کی ہوئی وسعت کے ذریعہ بے نیاز کر دے گا

اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

اور اللہ گنجائش والا اور حکمت والا ہے

شرط پر صلح میں حرج نہیں:

آیت ۱۲۸: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا (اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بد دماغی کا خطرہ ہو) یعنی علامات وقرائن سے احتمال ہو۔ النشوز خاوند بیوی سے خشکی دکھائے اور اس کا حق اور خرچہ روک دے۔ اور گالی گلوچ اور ضرب سے تنگ کرے۔ اَوْ اِعْرَاضًا یا رخ پھیر لینے کا خطرہ ہو۔ کہ وہ اس سے میل جول میں کمی کرتا اور انس ومحبت میں کمی کرتا ہو خواہ اس کے بڑھاپے یا بدصورتی کی وجہ سے یا اس کے اخلاق یا خلقت یا رنج یا دوسری سے آنکھ لگ جانے کی وجہ سے یا اور اسی طرح کی صورت ہو۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے مابین (کسی شرط پر) مصالحت

کرلیں۔

قراءت: کوفی نے یصّالحا پڑھا۔ یصّالحا اصل میں یتصالحا ہے تا کو صاد کر کے ادغام کیا گیا ہے۔ صُلحاً یہ مصدر ہے اور ہر دو فعل مصدر کے معنی میں ہیں الصلح کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں باہمی خوشدلی سے صلح کرلیں کہ وہ عورت خوشدلی سے کسی تقسیم پر راضی ہو جائے یا بعض حصے پر راضی ہو جائے یا بعض مہر خاوند کو واپس کر دے یا تمام واپس کر دے یا خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔

صلحًا (ان یصلحا کا کو مفعول بنانا صحیح ہے خواہ مجرد و مزید کا فرق ہے جیسا کہ اس آیت میں انبتهُ اللّٰه نباتًا)

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (اور صلح بہت بہتر ہے) جدائی سے یا نافرمانی سے یا ہر چیز میں جھگڑا اڈالنے سے۔ یا الصلح خیر من الخیور کہ بھلائیوں میں سے بڑی بھلائی صلح ہے جیسا کہ جھگڑا شرور میں سے بڑا شر ہے۔

بخل طبع انسانی کا حصہ ہے:

نحو: یہ جملہ معترضہ ہے۔ جیسا کہ: وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ انسانی طبائع سے حرص غائب نہیں ہوتی۔ اس آیت میں بخل کو نفس انسانی کے پاس ہر وقت حاضر باش قرار دیا کہ وہ کبھی اس سے غائب نہیں۔ یعنی وہ طبع انسانی کا حصہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے حصہ سے درگزر کے لئے تیار نہیں اور مرد اس کو اس کا حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جب کہ وہ اس سے بے رغبتی رکھتا ہو۔ ہر ایک اپنے آرام کا طالب ہے۔

احضرت کے دو مفعول ہیں اول انفس اور دوسرا الشح۔

پھر طبیعت کی مخالفت پر آمادہ کیا اور شریعت کی اتباع کا حکم دیا۔ وَاِنْ تُحْسِنُوْا (اور اگر تم احسان کرو) اگر چہ وہ تمہیں ناپسند اور دوسری پسند ہوں مگر حق صحبت کا خیال کرتے ہوئے ان کو قائم رکھو۔ وَتَتَّقُوْا (بے رغبتی اور اعراض سے بچو) اور ان چیزوں سے بھی جو جھگڑے اور ایذاء کا باعث ہوں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال احسان وتقویٰ سے خَبِيْرًا (مطلع ہیں) پس وہ تمہیں ثواب عنایت فرمائیں گے۔

لطیفہ: عمران خارجی علیہ ماعلیہ بنی آدم کے انتہائی بدصورت لوگوں میں سے تھا۔ اور اس کی بیوی انتہائی خوبصورت۔ عورت نے اس کو دیکھ کر کہا الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور تو جنتی ہیں۔ عمران نے کہا وہ کیسے۔ عورت نے کہا تمہیں مجھ جیسی خوبصورت ملی تو تم نے شکر کیا اور مجھے تجھ جیسا بدصورت ملا تو میں نے صبر کیا اور جنت تو شاکرین وصابرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(اگر خارجی ان میں سے ہوئے تو! فافهم)

عدل کی تعریف:

آیت ۱۲۹: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ (تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کرو) یعنی ایسی

برابری اور عدل کہ بالکل جھکاؤ نہ ہو۔ پس عدل کی تکمیل اسی میں ہے کہ ان کے مابین تقسیم' نفقہ' خیال رکھنے' التفات نظر' متوجہ ہونا' دل لگی کی گفتگو' خوش طبعی وغیرہ میں برابری کی جائے۔

ایک قول یہ بھی کہ العدل کا مطلب محبت میں برابری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں تقسیم کے سلسلہ میں برابری فرماتے اور فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم اس سلسلہ میں ہے جو میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن جو بات میرے قبضہ میں نہیں صرف تیرے اختیار میں ہے۔ اس میں تو میری پکڑ نہ کر۔ یعنی محبت۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔

حتی الامکان عدل کرو:

وَلَوْ حَرَصْتُمْ (اگرچہ تم اس کی کتنی خواہش کرو) فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ (مگر کامل طور پر جھک نہ جانا) یعنی اس میں میلان اختیار کر کے مرغوب کی طرف زیادہ نہ جھکو کہ اس کی رضامندی کے بغیر اس کا حصہ روک لو۔ یعنی تمام میلان سے پرہیز تو آسانی اور سہولت کی غرض سے ہے۔ مگر اس میں تفریط سے کام نہ لو کہ بالکل عدل سے ہی تفریط ہو جائے۔

اس ارشاد میں ایک طرح کی توبیخ ہے۔

نحو : كُلَّ کا لفظ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اس کا حکم مضاف الیہ کا ہوتا ہے۔

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (کہ تم اس کو ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو) کہ نہ وہ رانڈ رہے نہ سہاگن۔ وَإِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا (اور اگر تم ان کی اصلاح کرلو۔ اور بگاڑ سے بچتے رہو) فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے مہربان ہیں) وہ دلوں کا میلان تمہیں معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت فرماتے ہوئے سزا نہ دیں گے۔

آیت ۱۳۰: وَإِنْ يَّتَفَرَّقَا (اور اگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں) اور کسی چیز پر صلح نہ کریں اور خلع یا طلاق سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ اور اس کا حق مہر اور نفقہ عدت پورا پورا دے دیں۔ يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا (تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دوسرے کا محتاج نہ رکھے گا) مِّنْ سَعَتِهٖ (اپنی وسعت (قدرت اور غناء) کے ساتھ) یعنی عورت کو بہتر خاوند دے دے گا اور اچھی گزران پہلی گزران سے۔ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) کہ اس نے نکاح کو حلال کر دیا۔ حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) کہ رخصت کرنے کی اجازت دے دی۔ السعت قدرت وغناء کو کہتے ہیں۔ الواسع الغنی، المقتدر۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور البتہ ہم نے ان لوگوں کو وصیت کی جن کو تم سے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ

پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو، اور اگر کفر کرو گے تو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ بے نیاز ہے۔ لائق حمد و ستائش ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ

جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور کارساز ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اے لوگو اگر اللہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ

تو تم سب کو ختم کر دے۔ اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ کو اس پر

قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا

قدرت ہے۔ جو شخص ارادہ کرے دنیا کے ثواب کا تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت کا

وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

۱۹ ع/۱۶ ثواب ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۱:

اس آیت میں اپنا غنی اور قادر ہونا بتلایا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے) پیدا کرنے کے اعتبار سے، اور وہ اپنے غلاموں کو بطور غلام مالک بنانے والا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے وصیت کی ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی) الکتاب میں الف لام جنس کا ہے اور تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں۔ مِنْ قَبْلِكُمْ (تم سے پہلے) گزشتہ امتیں۔

اصل سعادت تقویٰ ہے:

نحو: یہ وصینا یا اوتوا سے متعلق ہے۔وَاِیَّاکُمْ (اور تمہیں) یہ الذین اوتوا کا معطوف ہے۔اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ (کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یا ان مفسرہ ہے کیونکہ وصیت قول کے معنی میں ہے۔مطلب یہ ہوا کہ یہ پرانی وصیت ہے جو پرانے زمانہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرماتے ہیں۔ یہ صرف تمہیں ہی نہیں کی گئی کیونکہ بندے تقویٰ سے ہی اس کے ہاں سعادت مند بنتے رہے ہیں۔وَاِنْ تَکْفُرُوْا (اور اگر تم کفر کرو) اس کا عطف بھی اتقوا پر ہے۔کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور تمہیں تقویٰ کا حکم دیا۔اور انہیں بھی کہا اور تمہیں بھی کہتے ہیں۔اگر تم ناشکری کرو گے۔فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ غَنِیًّا حَمِیْدًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہیں) غنی ہیں یعنی مخلوق سے اور ان کی عبادات سے اور حمید ہیں یعنی مستحق حمد ہیں اس کی تعریف کثرت انعام کی وجہ سے کی جاتی ہے۔خواہ ان کی کوئی تعریف کرے یا نہ کرے (وہ ان کی تعریف کا محتاج نہیں)

حکم تقویٰ مالک ہونے کی وجہ سے:

نکتہ: نمبر ۱۔للّٰہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض دوبارہ لایا گیا۔تا کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی جائے کہ اس کے تقویٰ کا سبب یہ ہے کہ ساری خلق اسی ہی کی ہے اور وہ ان کا خالق و مالک ہے۔پس اس کا حق یہ ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔

نمبر ۲۔اس میں یہ بھی ثبوت مہیا کر دیا کہ تقویٰ تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔اور تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ان تکفروا لا کر بتلا دیا کہ مراد تقویٰ سے شرک سے بچنا ہے۔

کارساز وہی ہے:

آیت ۱۳۲: وَلِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کارساز ہونا کافی ہے) پس اسی کو کارساز بناؤ۔غیروں پر بھروسہ نہ کرو۔

عظمتِ قدرت:

آیت ۱۳۳: اس آیت میں بندوں کو ڈرایا اور اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ (اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے) اَیُّھَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ (اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے یا انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق لے آئے) وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔(اور کفار کو دھمکی دی)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ اگرچہ تمہاری جانوں

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا قف

یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے۔ اگر غنی ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ تعلق ہے

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

سو تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کا اتباع نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

سب کاموں سے باخبر ہے۔

فقط طلبِ دُنیا طلبِ خسیس ہے:

آیت ۱۳۴: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا (جو دنیا کے ثواب کا طالب ہے) جیسے کوئی مجاہد اپنے جہاد سے مال غنیمت کا طالب ہو۔ فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور آخرت کا ثواب ہے) پس یہ شخص کیوں صرف ایک کا طالب بنا اور دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ اور جو یہ طلب کرتا ہے وہ تو بہت ہی حقیر و خسیس ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا (اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے ہیں) بَصِيْرًا (اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں) اس حصہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں پائے جاتے ہیں (سبحان اللہ)

تفسیر آیت ۱۳۵:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے ہو جاؤ) یعنی اقامت عدل میں خوب کوشش کرو یہاں تک کہ ظلم نہ کرو۔ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے) یعنی تم اپنی گواہی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے دو۔

نحو: قوامین خبر اول اور شہداء خبر ثانی ہے۔

اقرار شہادت علی النفس:

وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (اگرچہ وہ گواہی اپنے نفسوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) **شہادت علی نفسہ** کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف اقرار کیونکہ یہ بھی شہادت ہے۔ کیونکہ حق کو اپنے اوپر اس نے لازم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ،

شہادت' اقرار یہ تینوں چیزیں کسی ایک کے دوسرے پر حق کی خبر واطلاع میں برابر ہیں۔ البتہ تینوں میں فرق یہ ہے کہ دعویٰ یا اپنے ذاتی حق کی اطلاع ہے جو غیر کے ذمہ ہے۔ اقرار کسی دوسرے کا حق اپنے اوپر تسلیم کرنا۔ شہادت دوسرے کے حق کے لئے دوسرے کے خلاف اطلاع دینا ہے۔

اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (یا والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہو) یعنی اگر شہادت اپنے ماں' باپ اور اقارب کے خلاف ہو۔ اِنْ یَّکُنْ (اگر چہ وہ شخص) جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔ غَنِیًّا (مالدار ہو) تو پھر بھی گواہی سے نہ رکے اس کی مالداری کی وجہ سے کہ اس کی رضا مندی کو چاہنے لگے۔ اَوْ فَقِیْرًا (یا فقیر ہو) اس پر شفقت و رحمت گواہی سے نہ روکے۔ فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا (اللہ تعالیٰ کا تعلق ان دونوں سے زیادہ ہے) یعنی ان کو دیکھ کر اور ان پر رحمت کھاتے ہوئے۔

ایک لغوی تحقیق:

نَحو : بھما میں ضمیر تثنیہ لائے حالانکہ ضمیر واحد لانی چاہئے تھی۔ کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ان دونوں میں سے ایک ہے اس لئے کہ جس پر قول باری تعالیٰ غنیا او فقیرًا دلالت کرتا ہے ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور وہ فقیر وغنی کی جنس ہے۔ گویا

کلام اس طرح ہے۔ فاللّٰہ اولی بجنسی الغنی والفقیر یعنی بالاغنیاء والفقراء۔ پس دونوں کی جنس مراد ہے تو تثنیہ کی ضمیر درست ہوئی۔

(جس کے حق یا خلاف شہادت دی جارہی ہے۔ وہ دونوں سیاق کلام سے معلوم ہو رہے ہیں ان کی طرف ضمیر لوٹا لی جائے تو اشکال نہیں رہتا۔ فافھم)

فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی (نہ اتباع کرو خواہش نفس کی) بالارادہ اَنْ تَعْدِلُوْا (کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ) یہ عدول سے ہے یا اس بات کے خطرے کے پیش نظر کہ تم لوگوں کے درمیان عدل سے مڑ جاؤ۔ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا (اگر تم کج بیانی کرو یا پہلوتہی اختیار کرو)

قراءت ونحو:

تَلُوْا۔ ایک واؤ اور لام کے ضمہ سے۔ شامی وحمزہ نے پڑھا ہے۔ یہ الولایۃ سے ہے۔

اگر تمہیں شہادت کے قائم کرنے کا ذمہ دار بنایا جائے یا اس کے قائم کرنے سے اعراض کرو۔ ان کے علاوہ قراء نے دو واؤ اور سکون لام سے پڑھا۔ اس صورت میں یہ اَللّیّ سے ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تم موڑو! اپنی زبانیں حق کی شہادت سے یا عادلانہ فیصلہ سے۔ یا تم شہادت سے اعراض کرو جو تمہارے پاس ہے اور اس کو روک لو۔

فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پراور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ

اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائیں۔ اور جو شخص منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا

وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ

پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ۭ

نہیں بخشے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔

تفسیر آیت ۱۳۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (اے ایمان والو)۔

ثبات واخلاص کی دعوت:

اٰمِنُوْا (ایمان کے سلسلہ میں اتباع کرو) اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے یا اہل کتاب کو کیونکہ کتاب کے بعض حصے پر ان کو ایمان تھا اور کچھ رسل پر۔ اور بعض رُسُل کا انکار کرتے تھے۔

یا منافقین کو خطاب فرمایا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اے وہ لوگو! جو منافقت کے طور پر ایمان لائے ہو تم مخلص مسلمان بن جاؤ۔

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول) یعنی محمد ﷺ پر۔ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (اور اس کتاب (یعنی قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول پر اتارا) وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ کتاب جو اس نے اس سے پہلے اتاری) الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے۔ جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اتریں۔ اور اس پر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد و کتبہ دلالت کرتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۟ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے جو مومنین کو چھوڑ کر

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴿۱۳۹﴾

کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بلاشبہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ

اور اللہ نے تم پر کتاب میں حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق کیا

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا

جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ بلاشبہ تم اس حالت میں

مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

ان جیسے ہو جاؤ گے، بلاشبہ اللہ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع

جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

فرما دے گا

قراءت ونحو:

نُزِّلَ و اُنْزِلَ ۔مکی وشامی نے پڑھااورابوعمرو نے بھی ۔اوردوسرے قراء نے ان دونوں الفاظ کومبنی للفاعل پڑھا۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نزل علی رسولہ اورانزل من قبل کیلئے ہے کیونکہ قرآن مجید جدا جدا' تھوڑا تھوڑا بیس سال میں اترا بخلاف ان کتب کے جواس سے پہلے اتریں۔وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور جو شخص اللہ اوراس کے ملائکہ اوراس کی کتابوں اوراس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا) یعنی ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے گا) فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا (پس تحقیق وہ دور کی گمراہی میں جاپڑا) کیونکہ بعض کا انکار تمام کا انکار ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۷:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بیشک وہ لوگ جوایمان لائے) یعنی موسیٰ پر۔ثُمَّ كَفَرُوْا (پھرانہوں نے انکار کردیا) جبکہ بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ثُمَّ اٰمَنُوْا (پھردوبارہ موسیٰ پرطور سے واپسی پرایمان لے آئے) ثُمَّ كَفَرُوْا (پھرانہوں نے عیسیٰ کا انکار کردیا)۔

ازدیادِ کفر خطرناک ہے:

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد ﷺ کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے اور ان کی مغفرت فرمانے والے اور ان کو ہدایت کی طرف راستہ دینے والے نہیں ہیں) سبیل سے مراد نجات کا راستہ یا جنت کا راستہ۔ یا پھر اس سے مراد منافقین ہیں جو کہ ظاہر میں ایمان لائے اور پوشیدہ طور پر کفر کرتے رہے مسلسل۔ اب ازدیادِ کفر سے مراد موت تک کفر پر قائم رہنا ہے۔ اور اس کی تائید اس ارشاد الٰہی سے ہوتی ہے۔ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ (کہ منافقین کو تم خوشخبری دے دو) یعنی اطلاع دے دو اور بشر کا صیغہ تھکم اور استہزاء کے لئے لایا گیا۔ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

منافقین کا طرزِ عمل:

آیت ۱۳۹: اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ (وہ لوگ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں ایمان والوں کو چھوڑ کر کیا وہ ان کے ہاں عزت کے طالب ہیں)

نحو: الذین نمبر۱۔ ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نمبر۲۔ مرفوع ہے۔ بمعنی اریدُ الذین۔ یا نمبر۳۔ ھم الذین۔

منافقین کفار سے دوستی اختیار کرنے والے تھے۔ ان سے مدد و حفاظت کے طالب ہوتے اور کہتے کہ محمد ﷺ کا معاملہ تکمیل پذیر ہوتا نظر نہیں آتا۔ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (پس بیشک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) مکمل اور جس کو وہ عزت دے جیسے نبی اکرم ﷺ اور مؤمن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ المنافقون۔ ۸۔

تفسیر آیت ۱۴۰:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ (تحقیق اس نے تم پر اتارا) فِي الْكِتٰبِ (یعنی قرآن میں) قراءت: نَزَّلَ نون کے فتحہ کے ساتھ عاصم نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

مجالست منافقین کی ممانعت:

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور استہزاء ہوتا ہوا دیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں) یعنی یہاں تک کہ کفر و استہزاء قرآن کے علاوہ کوئی اور بات شروع کر دیں۔ الخوض شروع ہونا۔ اَنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ انه اذا سمعتم یعنی تم پر اتارا کہ معاملہ اس طرح ہے۔ والشان سے مراد وہ حالت جو جملہ سے شرط جزاء سمیت معلوم ہو رہی ہے۔

نحو: اَن اپنے اس موقعہ کے لحاظ سے نُزِّلَ سے موضع رفع میں ہے۔ یا پھر نزّل کی وجہ سے موضع نصب میں ہے اور المنزل علیہ۔ کتاب میں وہ آیات ہیں جو مکہ میں اتریں جیسا یہ آیت: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

جو اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ پڑے، سو اگر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے فتح یابی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل جائے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

نہیں بچایا، سو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ اور اللہ ہرگز کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ

ع ٧ ٢٠ ١٧ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۞ ﴿١٤١﴾

میں غالب نہ فرمائے گا۔

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ [الانعام: ۶۸]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ قرآن مجید کا تذکرہ اپنی مجالس میں کر کے اس کا مذاق اڑاتے۔ مسلمانوں کو ان کی مجالست سے روک دیا گیا۔ جب تک کہ وہ اس میں مصروف رہیں۔ مدینہ میں منافقین نے بھی مشرکین مکہ کا طرز عمل اپنا لیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ جیسا کہ ان کو مشرکین مکہ کی ہم مجلسی سے روکا گیا۔

گناہ کے اعتبار سے تمثیل:

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (بیشک تم اس وقت ان کی طرح ہو) گناہ میں جبکہ تم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے۔ یہاں ہر اعتبار سے تمثیل مقصود نہیں۔ منافقین کا ایسی باتوں میں مصروف ہونا کفر ہے۔ اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ بیٹھنا معصیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (بیشک اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار کو جہنم میں جمع کرنے والے ہیں) کیونکہ وہ کفر و استہزاء میں دونوں جمع ہیں۔

آیت ۱۴۱: اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ (وہ ایسے ہیں کہ تم پر مصیبت وافتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں) کہ تمہیں کوئی کامیابی و غنیمت نہ ملے یا تمہارے میں ایسی چیز کے منتظر ہیں جس سے نئی فتح میسر ہو۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ہو گئی) اور نصرت و غنیمت مل گئی۔ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (تو کہتے ہیں کیا ہم تمہاری پشت پناہی کرنے والے نہ تھے) پس ہمیں بھی غنیمت میں شریک کرو۔

مؤمن وکافر کی کامیابی میں فرق:

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ (اور اگر کافروں کو حصہ مل جاتا ہے) مسلمانوں کی کامیابی کو فتح فرمایا تا کہ ان کی عظمت شان ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے۔ جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کفار کی کامیابی کو نصیب کہا جو کہ ایک خسیس حصہ ہے۔ کیونکہ بچی کھچی دنیا ان کو ملے گی۔

نحو: الذين یہ الذین یتخذون سے بدل ہے یا منافقین کی صفت ہے۔ یا فعل ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔

قَالُوْٓا (وہ کہتے ہیں) یعنی کفار کو اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ (کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے) اور تمہارے قتل پر قدرت نہ پالی تھی مگر ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ الاستحواذ کا معنی غلبہ واستیلاء ہے۔ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچا نہیں لیا) کہ ہم نے ان کو ایسا خیال دلایا جس سے ان کے دل کمزور ہو گئے۔ اور وہ تمہارے قتال سے سست پڑ گئے۔ اور تمہارے خلاف ان کی معاونت میں ہم نے سستی کی پس ہمارا حصہ نکالو! جو تم نے مال غنیمت پایا ہے۔

قیامت میں کافر مغلوب ہوگا:

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اے مؤمنو اور منافقو فیصلہ فرمائے گا) يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن) پس منافقین کو آگ میں داخل کرے گا۔ اور مؤمنین کو جنت عنایت فرمائیں گے۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (اور ہرگز اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مؤمنوں پر کوئی راستہ نہیں دیا) قیامت میں جس کی دلیل اول آیت کا حصہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ یا سبیل کا معنی حجت ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کی دھوکہ بازی کی ان کو سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے

الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا

ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر

قَلِیْلًا ۟ۙ ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖۗ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ

تھوڑا سا ادھر میں لٹکے ہوئے ہیں اس کے درمیان، نہ ان لوگوں کی طرف نہ ان لوگوں کی طرف،

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ﴿۱۴۳﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے تو ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا، اے ایمان والو! مومنوں کو

تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ

چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ

تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۴۴﴾

اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کر لو۔

منافقین کے اعمال کی کیفیت:

آیت ۱۴۲: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ (بیشک منافق اللہ تعالیٰ سے مخادعہ کرتے ہیں) یعنی وہ ایسا معاملہ کرتے ہیں جو دھوکہ دینے والے کی طرح ہو۔ کہ ایمان کا اظہار اور دل میں کفر۔

منافق جو ایمان کو ظاہر کرے اور باطن میں کفر چھپائے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دھوکا دیتے ہیں یعنی مومنوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دھوکا کو اپنے ساتھ دھوکا قرار دیا مسلمانوں کی عظمت وشرافت کو بڑھانے کے لئے۔ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (اور وہ ان کی چالبازی کی سزا ان کو دینے والے ہیں) اللہ تعالیٰ ان سے وہ سلوک فرمانے والے ہیں جو دھوکا میں غالب آنے والا کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کو دنیا میں محفوظ اموال ودماء والا کر دیا۔ اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا سب سے نچلا طبقہ منتخب فرمایا ہے۔ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں) ناپسندیدگی اور بوجھل پن سے۔ البتہ غفلت کا شکار تو کبھی کبھی مومن بھی ہو جاتا ہے۔ کسالٰی جمع کسلان جیسے سکارٰی جمع سکران۔ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ (وہ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں) یہ حال ہے۔ وہ اپنی نماز سے دکھلاوے اور شہرت کا قصد

کرتے ہیں۔المراءة یہ رؤیت سے باب مفاعلہ ہے۔ کیونکہ دکھلاوے والا ان کو اپنا عمل دکھلا رہا ہوتا ہے۔اور وہ لوگ اس کو استحسان کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں) وہ تھوڑی نماز پڑھتے ہیں۔یعنی لوگوں کی غیر موجودگی میں تو وہ بالکل نماز نہیں پڑھتے۔یا تسبیح تہلیل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت قلیل۔

اللہ کے لئے قلیل بھی بہت ہے:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے اگر وہ قلیل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو بہت ہوتا۔

مذبذب کی حقیقت:

آیت ۱۴۳: مُّذَبْذَبِیْنَ یہ منصوب علی الذم ہے۔یعنی رد کیئے ہوئے۔مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور خواہشات نے ان کو کفر و ایمان کے درمیاں مذبذب کر دیا ہے۔وہ ان کے مابین حیران پھرنے والے ہیں اور مذبذب کی حقیقت تو یہی ہے کہ وہ دونوں طرفوں سے ہی دفع کیا جاتا ہے۔وہ ایک جانب قرار نہیں پاتا۔الذبذبة میں جو تاکید ہے وہ الذب میں نہیں۔

بَیْنَ ذٰلِكَ (اس کے درمیان) یعنی کفر و ایمان کے درمیان۔لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (نہ تو وہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ وہ مؤمن شمار ہوں اور نہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ ان کو مشرک کہا جائے) وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف ان کو راہ نہ ملے گی۔

آیت ۱۴۴: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا (اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے لئے واضح حجت اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہو جائے) سلطان مبین سے عذاب دینے کی واضح دلیل مراد ہے۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کے لئے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اور اصلاح کرلی اور اللہ پر مضبوط بھروسہ رکھا اور اپنا دین اللہ کے لئے

لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا

خالص کردیا۔ تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنین کو اجر عظیم عطا

عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ

فرمائے گا۔ اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ اور اللہ

اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

قدردان ہے جاننے والا ہے۔

منافقین کا عذاب سخت ہونے کی وجہ:

آیت ۱۴۵: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بیشک منافقین آگ کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے) یعنی اس طبقہ میں جو جہنم کی گہرائی میں ہے اور آگ کے سات درکات ہیں ان کو درکات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پے در پے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور منافق کا عذاب کافر سے زیادہ رکھا گیا۔ کیونکہ وہ دنیا میں تلوار سے محفوظ رہا پس اس کے بدلے میں آخرت میں سب سے نچلے طبقے کا حقدار بنا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کفر میں کافر کی طرح ہے۔ اور کفر کے ساتھ استہزاء بالاسلام و باہل الاسلام کا اس نے اضافہ کرلیا ہے۔

قراءت: الدرك کو سکون راء کے ساتھ سوائے اعشیٰ کے تمام کوفی قراء نے پڑھا ہے۔ اور دیگر تمام قراء نے راء کا فتحہ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مختار قول راء کے فتحہ کا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے) جو ان سے عذاب کو روک سکے۔

تائبین کا مقام:

آیت ۱۴۶: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا (مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی نفاق سے)

نحو: یہ لن تجد کی ضمیر مجرور سے استثناء ہے۔ وَاَصْلَحُوْا (اور درستی کرلی) جو احوال و اسرار اپنے انہوں نے حالت نفاق

میں بگاڑے ہیں۔وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ(اور اللہ تعالیٰ پر اسی طرح وثوق رکھیں)جس طرح مؤمن مخلص اعتماد کرتے ہیں۔وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ (اورانہوں نے خالص کیا اپنے دین کو اللہ کے لئے)وہ اپنی اطاعت کے سبب اس کی ذات ہی کے طالب ہیں۔فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ(پس وہ مؤمنوں کے ساتھ ہونگے)یعنی وہ مؤمنوں کے ساتھی اور دارین میں رفیق ہیں۔وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا(اورعنقریب اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہت بڑا اجر دیں گے)پس وہ لوگ اس میں ان کے ساتھ شریک ہونگے۔یہاں لفظ کی اتباع میں یا کو لکھنے میں بھی حذف کردیا گیا۔

تقدیم شکر کی حکمت:

آیت ۱۴۷: پھر دوبارہ تاکید سے سمجھایا۔کہ وہ شاکر مؤمن کو عذاب نہ دیں گے۔پس فرمایا۔مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ (اوراللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا۔اگر شکرگزاری کرو اللہ کے لئے)وَاٰمَنْتُمْ (اورایمان لے آؤ) ما منصوب ہے یفعل کی وجہ سے۔اوربمعنی ای شیٔ ہے۔یعنی اس نے تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے۔

الایمان: انعام کرنے والے کی پہچان۔

الشکر: اعتراف نعمت۔

کفرِ منعم ہو یا نعمت یہ عناد ہے۔اسی لئے کافر عذاب کا حقدار ہے۔اور یہاں شکر کو ایمان سے مقدم لائے۔کیونکہ عقل مند اپنے اوپر عظیم انعامات پاتا ہے جو اس کی خلقت یا حصول منافع میں حاصل ہورہے ہیں۔پس وہ مبہم انداز میں شکریہ ادا کرتا ہے۔جب اس کی نگاہ منعم کی پہچان تک پہنچتی ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔پھر تفصیلی شکریہ ادا کرتا ہے۔پس گویا کہ شکر ایمان پر متقدم ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا (اوراللہ تعالیٰ شکر کے قدردان ہیں)وہ تمہیں تمہارے شکریہ پر بدلہ دیں گے یا معمولی عمل کو قبول کرلیتا ہے۔اور بہت زیادہ ثواب دیں گے۔عَلِيْمًا(وہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم رکھنے والے ہیں)۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا

اللہ تعالیٰ بُری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ

عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔ اگر تم خیر کو ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا برائی کو معاف کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا قدرت رکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے

اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ

درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١٥٠﴾ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ

کہ اس کے درمیان راہ تجویز کر لیں یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً کافر ہیں،

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ

اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور

يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

ان میں کسی کے درمیان میں فرق نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان کو ان کے اجور عطا فرمائے گا۔ اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ع ٢١

بخشنے والا مہربان ہے۔

جہر کا ذکر زیادہ تقبیح کیلئے:

آیت ۱۴۸: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (اللہ تعالیٰ بری بات کو زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے سوائے مظلوم کے) اللہ تعالیٰ تو جہر اور غیر جہر تمام بری باتوں کا زبان پر لانا ناپسند نہیں کرتے مگر جہر زیادہ قبیح ہے اس لئے اس کو خصوصاً ذکر فرمایا۔ اگرچہ مظلوم اپنی بات ظالم کے متعلق کہہ سکتا ہے۔ الا کے ذریعہ ناپسندیدہ جہر میں سے مظلوم کی بات کو مستثنیٰ کر دیا اور وہ یہ ہے کہ ظالم کے متعلق بددعا کرے اور اس کے اندر پائی جانے والی برائی ذکر کرے۔

بعض کا کہنا کہ الجهر بالسوء سے مراد گالی دینا ہے۔اگر مظلوم اسی طرح کی گالی دے تو درست ہے۔جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمه۔وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا (اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے) مظلوم کی شکایت کو عَلِيْمًا (جاننے والا ہے) ظالم کے ظلم کو۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

اس آیت میں معافی پر آمادہ کیا اور کوئی شخص کسی کی برائی کو سرعام نہ کہے خواہ بدلہ کے طور پر ہی ہو۔مظلوم کے لئے ظالم کی مذمت مطلقاً اظہار کی اجازت کے بعد یہاں افضلیت کا ذکر کیا اور خیر کے ظاہر کرنے اور اخفاء کرنے کو معافی کا سبب قرار دیا۔پس فرمایا۔

معافی پر آمادہ کیا:

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا (اگر تم نیک کام علانیہ کرو) برائی کو سرعام بیان کرنے کی بجائے۔اَوْ تُخْفُوْهُ (یا پوشیدہ طور پر کرو) پھر ان دونوں پر عفو کو بطور عطف ذکر کیا۔اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ (یا برائی سے درگزر کرو) یعنی اپنے دلوں سے اس کو مٹادو۔

نکتہ: یہاں ابتداء اگرچہ خیر کے ابداء واخفاء سے کی مگر اصل مقصود عفو کا ذکر کرنا ہے۔اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے قدرت والے ہیں) یعنی وہ ہمیشہ سے گناہ کو معاف کرنے والے ہیں اس کے باوجود کہ اسے انتقام کی قدرت حاصل ہے۔پس تمہیں اس کے طریق کو اپنانا چاہیے۔

آیت ۱۵۰:اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں ہم بعض پیغمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کو سچا نہیں مانتے) جیسے یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اسی طرح انجیل اور قرآن مجید کا انکار کیا۔اور نصرانیوں کی طرح کہ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (اور وہ چاہتے ہیں کہ کفر واسلام کے درمیان راہ اختیار کریں) یعنی درمیانہ دین جو کفر وایمان کے درمیان ہو حالانکہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

آیت ۱۵۱:اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں) یعنی وہ مکمل کافر ہیں کیونکہ ایک کا انکار تمام کا انکار ہے۔حَقًّا: (پکے)

نحوی نکتہ:

نحو: یہ گزشتہ جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔جیسے کہتے ہیں۔هذا عبدالله حقًا یعنی یہ پکی بات ہے قطعاً یا یہ کافرین کے مصدر کی صفت ہے تقدیر یہ ہے۔هم الذين كفروا كفرًا حقا ثابتاً يقينا لا شك فيه۔تاکید اس لئے لائے تاکہ ظاہر کردیا

جائے کہ وہ کفر میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ تقدیر عبارت کا ترجمہ وہ وہی لوگ ہیں جو کہ پکے کافر ہیں ایسا کفر جو ثابت ہونے والا ایسا یقینی ہے کہ جس میں شک نہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جو آخرت میں ان کو ملے گا۔

آیت ۱۵۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور انہوں نے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کیا)

نحو: لفظ احد کی طرف اضافت بَيْنَ کی درست ہے کیونکہ احد کا لفظ واحد، مذکر ومؤنث اور جمع تثنیہ وجمع مذکر ومؤنث میں برابر ہے۔ نکرہ ہے عموم نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (ان لوگوں کو ضرور اللہ تعالیٰ ان کا ثواب عنایت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں)

قراءت: یؤتیھم کو حفص نے یا سے پڑھا جبکہ حمزہ عاصم ابن کثیر ابوعمرو نافع ابن عامر وکسائی وابوجعفر خلف نے نُؤتیھم نون سے پڑھا ہے۔

اجور سے مراد موعودہ ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سیئات کو چھپا دیتے ہیں۔ رحیمًا مہربان ہیں کہ نیکیاں قبول کرتے ہیں۔

تردید معتزلہ: اس آیت میں معتزلہ کے اس باطل اعتقاد کی تردید ہے کہ کبیرہ گناہوں والا ہمیشہ آگ میں رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور اس نے اعتقاد میں رسولوں کے درمیان تفریق نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر دیتے ہیں۔ اور مرتکب کبیرہ ان تمام عقائد کو ماننے والا ہے۔ پس وہ بھی اس وعدہ میں داخل ہو گیا۔

اسی طرح ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات کے قدیم ہونے کے قائل نہیں جیسے رحمت مغفرت وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وکان اللّٰہ غفورًا رحیمًا کہ وہ غفور رحیم ہے۔ حالانکہ ان کا قول یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازل میں غفور رحیم نہیں بلکہ اب غفور رحیم بنا ہے۔ (فافہم وتدبر)

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا

اہل کتاب آپؐ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں۔ سو وہ موسیٰ سے

مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ

اس سے بھی بڑی بات کا سوال کر چکے ہیں انہوں نے یوں کہا کہ تو ہمیں آمنے سامنے اللہ کو دکھا دے، سو ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے بجلی نے

بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا

پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل آ چکے تھے، پھر ہم نے

عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

اس کو معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو صریح غلبہ دے دیا اور ہم نے لوگوں پر طور کو

الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا

اٹھا دیا۔ ان سے مضبوط عہد لینے کی وجہ سے، اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں داخل ہو جاؤ جھکے ہوئے، اور ہم نے ان سے کہا کہ زیادتی نہ کرو

فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

سنیچر کے دن میں، اور ہم نے ان سے لے لیا تھا بہت مضبوط عہد۔

فخاص یہودی کی بڑ:

آیت ۱۵۳: یہودی عالم فخاص اور اس کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا اگر تم سچے نبی ہو۔ تو آسمان سے اکٹھی کتاب اتار لاؤ۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تو یہ آیت اتری۔ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ (آپ سے اہل کتاب مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ان پر اتار لاؤ)

قراءت: تُنْزِلَ تخفیف کے ساتھ مکی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے ایک کتاب) یعنی اکٹھی کتاب جس طرح تورات یکبارگی اتری۔ یہ بات انہوں نے ضد کی وجہ سے کہی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اگر ہدایت کی غرض سے وہ مانگتے تو ایسی کتاب مل جاتی۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکٹھا اتارا جانا بالکل ممکن ہے۔ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑا سوال کیا)

سوال: انہوں نے تو سوال نہ کیا تھا بلکہ ان کے آباؤ اجداد جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں تھے انہوں نے کیا مگر سوال کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی۔ اور وہ ستر منتخب افراد تھے۔

نسبت کی وجہ رضائے اعمال ہے:

جواب : یہ یہود ان کے مذہب پر تھے۔اوران کے اس سوال پر راضی وخوش تھے۔فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (اللہ تعالیٰ ہمیں آمنے سامنے دکھاؤ) یعنی کھلم کھلا ہمیں دکھاؤ تاکہ ہم کھلم کھلا دیکھیں۔فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ (ان کو کڑک نے پکڑ لیا) خوفناک عذاب یا جلانے والی آگ) بِظُلْمِھِمْ (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔جوانہوں نے اپنے نفسوں پر کیا نامناسب سوال کر کے یا معجزات کے سلسلہ میں اپنے پیغمبر سے ضد اختیار کی اور دیدار کا سوال کر کے ہٹ دھرمی اختیار کی۔مطلقاً دیدار کا سوال اس کا سبب نہیں کیونکہ وہ ممکن ہے۔جیسا کہ قرآن مجید کو یکبارگی اتروانے کا سوال اور دلیل یہ ہے کہ اگر یہ سزا فقط سوال رؤیت پر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی سوال کیا وہ پھر اس کے (نعوذ باللہ) زیادہ حقدار تھے۔انہوں نے رب ارنی انظر الیك کہا مگر ان کو صاعقہ نے نہ پکڑا مگر ان کو مزید طمع دلائی اور امکان کی قید لگائی۔اور ممکن سے معلق ممکن الثبوت ہی ہوتا ہے۔پھر ان کو زندہ کر دیا۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (پھر انہوں نے بچھڑے کو بنالیا معبود) مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آئے) یعنی تورات اور معجزات مسیح علیہ السلام۔فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ (پھر ہم نے ان کو معاف کر دیا مہربانی کرتے ہوئے) اوران کا استیصال نہیں کیا۔وَاٰتَیْنَا مُوْسٰی سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح معجزات دیئے) یعنی مخالفین کے خلاف غالب دلائل۔

آیت ۱۵۴:وَرَفَعْنَا فَوْقَھُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِھِمْ (ہم نے ان کے میثاق کے سبب طور کوان پر بلند کیا) تاکہ وہ ڈریں اور وعدے کو نہ توڑیں۔وَ قُلْنَا لَھُمُ (اور ہم نے انہیں کہا) جبکہ طور ان پر لٹکنے والا تھا۔ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہو) یعنی دروازہ بیت المقدس (ایلیا) میں داخل ہوتے وقت اپنے سروں کو جھکائے داخل ہو۔وَقُلْنَا لَھُمْ لَا تَعْدُوْا (اور ہم نے انہیں کہا حد سے تجاوز نہ کرو)

قراءت:ورش رحمہ اللہ نے تَعَدّوا پڑھا۔تَعْدّوا۔سکون عین اور تشدید دال کے ساتھ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے پڑھا یہ دونوں ادغام کے ساتھ ہیں۔البتہ قراءت ابی رضی اللہ عنہ میں تعتدوا ہے۔تا کو دال میں ادغام کیا اور عین کو ساکن رکھا ایک روایت میں اور دوسری روایت میں تا کا فتحہ عین کی طرف منتقل کر دیا۔

فِی السَّبْتِ (ہفتہ کے سلسلہ میں) مچھلیاں پکڑ کر۔وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (اور ہم نے ان سے پکا وعدہ لیا) غلیظ سے مراد انتہائی تاکید والا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

سو ہم نے اس وجہ سے (ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ اور نبیوں کو

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

ناحق قتل کیا۔ اور انہوں نے یوں کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے لوگ۔ اور (اس وجہ سے بھی ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا

اور انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول ہیں حالانکہ

قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ

بارے میں شک میں ہیں انکل پر چلنے کے سوا ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں، اور یقیناً انہوں نے ان کو

يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ

قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے اور اہل کتاب میں سے

اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ان پر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

تفسیر آیت ۱۵۵:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ (پس ان کے توڑ دینے کے سبب سے)

نحو : ما تاکید کے لئے لایا گیا۔ با، حرمنا علیھم سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ حرمنا علیھم طیبات بنقضھم ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کیں ان کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے۔ مِّيْثَاقَهُمْ (اپنا پختہ وعدہ)

نحوی تحقیق:

نحو :فبظلم من الذین هادوا ۔ یہ فبمانقضهم سے بدل ہے۔اورتاکید کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ طیبات کی حرمت نقض عہداوراس کے معطوفات کفر، قتل انبیاء وغیرہ کی وجہ سے تھی۔

وَكُفْرِهِمْ بِايٰتِ اللّٰهِ (اوران کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکارکرنے کے باعث) آیات سے مراد معجزات موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ (اورانبیاء علیہم السلام کوقتل کرنے کے سبب) جیسے زکریا ویحییٰ وغیرہ علیہما السلام بِغَيْرِ حَقٍّ (ناحق) یعنی بغیرکسی ایسے سبب کے ارتکاب کے کہ جس سے قتل کے مستحق ٹھہریں۔ وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (اوران کی اس بات کے سبب کہ ہمارے دل پردے میں ہیں) غلف یہ جمع اغلف ہے۔اس کا معنی بند ہونا کہ جس میں کوئی وعظ ونصیحت اثر انداز نہ ہو۔

فخر یہ دعویٰ کی تر دید:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگادی) یہ جملہ قلوبنا غلف کے فخر یہ دعویٰ کی تردید ہے۔فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (پس نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے) جیسے عبداللہ بن سلام اوران کے ساتھی۔

بار بار کفر کا ارتکاب:

آیت ۱۵۶:وَبِكُفْرِهِمْ (اوران کے کفر کے باعث)

نحو :اسکا عطف فبما نقضهم پر ہے یا اسکے قریب بکفرهم پراس لئے کہ انہوں نے بار بار کفر کیا۔انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کردیا۔اسی لئے ان کے ایک کفر کودوسرے پر عطف کیا۔وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (اوران کے اس قول کی وجہ سے جوانہوں نے مریم پرایک عظیم بہتان کے طور پر لگایا) وہ بہتان عظیم ان پرزناء کا الزام تھا۔

مسیح کہنے کی وجوہ:

آیت ۱۵۷:وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ (اوران کے اس قول کی وجہ سے کہ بیشک ہم نے قتل کیا مسیح کو)

مسیح کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے نمبرا۔کہ جبرئیلؑ نے ان کو برکت سے چھوا۔پس وہ ممسوح ہوئے گویا مسیح بمعنی ممسوح ہے۔

نمبر۲۔وہ مریض اور مادرزاد نابینا اورکوڑھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ درست ہو جاتا۔تو مسیح بمعنی ماسح ہوا۔

رسول اللہ کہنے کی وجہ:

عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (عیسیٰ بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں) نمبرا۔یہود کوآپ کی رسالت کا اعتقاد نہ تھا۔یہ جملہ انہوں نے بطور استہزاء کہا۔جیسا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔یایها الذی نزل علیه الذکر انك لمجنون۔

نمبر۲۔یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خودان کیلئے یہ لقب ذکر فرمایا۔انہوں نے نہ کہا ہو(بلکہ اس کی جگہ کوئی قبیح لفظ کہا ہو)

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (اورانہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔لیکن انکو اشتباہ ہوگیا)۔

اسرائیلی روایات:

روایت اسرائیل میں وارد ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں دیں۔آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ اللّٰھم انت ربی وبکلمتك خلقتنی۔اللّٰھم العن من سبنی وسب والدتی۔اے اللہ تو میرا رب ہے اور اپنے کلمہ سے تو نے مجھے پیدا کیا۔اے اللہ تو ان پر لعنت کر جنہوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا سے ان کی صورتیں۔بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں۔اس پر تمام یہود نے آپ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ میں تم کو آسمان کی طرف اٹھاؤں گا اور یہود کے ہاتھوں سے پاک کر دوں گے۔

اس پر آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا۔تم میں کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کو میری شکل دیدی جائے اور وہ قتل ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور جنت میں میرے ساتھ داخل ہو۔پس ایک شخص نے ان میں سے اٹھ کر رضامندی ظاہر کی۔کہ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی یعنی اسکی شکل عیسیٰؑ جیسی کر دی۔پس اسکو پکڑ کر قتل کر دیا اور صلیب پر لٹکا دیا گیا۔

دوسری روایت:

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھتا تھا۔جب یہود نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔تو اس نے جاسوسی کی پیش کش کی۔چنانچہ پولیس کو لے کر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا۔عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا اور اس منافق کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی گئی۔پس پولیس نے اسی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔پولیس کو یقین تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

نکتہ: ان دونوں میں سے جو صورت ہو ایسے لوگوں کے حق میں بالکل درست ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر طعنہ زنی کرنے والے اور ایمان قبول نہ کرنے میں ضد پر جمے ہوئے ہوں۔

ایک نحوی تحقیق:

نحو: شبّہ کا اسناد لھم جار مجرور کی طرف ہے۔جیسا کہتے ہیں خُیِّلَ الیه۔گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ولکن وقع لھم التشبه اور لیکن ان کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔

نمبر۲۔ضمیر مقتول کی طرف اسناد ہے جس پر انا قتلنا دلالت کر رہا ہے۔گویا اس طرح فرمایا۔ولکن شبه لھم مَن قتلوہُ۔لیکن ان کو شبہ پڑ گیا جنہوں نے اس کو قتل کرنے کی کوشش کی)

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ (اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں) ہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔اختلفوا کی ضمیر کا مرجع یہود ہیں۔

یہودی کہنے لگے۔چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام والا ہے اور بدن ہمارے ساتھی کا ہے۔یا نصاریٰ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔اله اور ابن اله' تینوں میں تیسرا۔

گمان کے پیروکار:

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَھُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ (ان کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں مگر

صرف گمان کی اتباع)۔

یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ اتباع ظن علم کی جنس سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ گمان کی اتباع کرتے ہیں۔ البتہ شک سے تعبیر کی وجہ یہ ہے۔ شک یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں سے کوئی جانب راجح نہ ہو پھر ظن سے تعبیر کیا۔ ظن یہ ہے کہ ایک جانب راجح ہو۔ کیونکہ مقصد یہ ہے۔ ان کو شک تھا کچھ بھی علم نہ تھا۔ لیکن علامات نظر آئیں تو انہوں نے ظن قائم کر لیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین اختلفوا فیه میں ہ کی ضمیر کا مرجع فی قتل عیسیٰ ہے۔ اور لفی شك منه سے مراد بھی انکے قتل میں شک ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں ہیں؟

ایک نحوی تحقیق:

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا) یعنی نمبر ا یقینی قتل نمبر ۲۔ انہوں نے اس کو نہیں قتل کیا اس حال میں کہ وہ یقین کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا قطعاً۔ پس یقیناً کا لفظ تاکید ہے ماقتلوہ کی تقدیر اس طرح حق انتفاء قتله حقًّا۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا جیسا اس کے قتل کے انتفاء کا حق تھا۔

آیت ۱۵۸: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا) نمبر ا۔ اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کے حکم کا دخل نہ ہوگا۔ نمبر ۲۔ اس کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے) یہود سے انتقام لینے میں حَكِيْمًا (وہ حکمت والا ہے) اس تدبیر میں جو اس نے اپنی طرف اٹھانے کے لئے فرمائی۔

آیت ۱۵۹: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (اور کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا شخص نہیں مگر مرنے سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائے گا)

جملہ قسمیہ:

نحو: لیؤمننَّ به یہ جملہ قسمیہ ہے۔ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ وان من اهل الکتاب احدٌ الا لیؤمنن به کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا۔ اور اس کی مثل دوسری آیت میں ہے۔ وما منّا الا له مقام معلوم۔ الصافات۔۱۶۴۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو یعنی ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

آیت کا مطلب چار تفاسیر:

اب مطلب آیت کا یہ ہے۔ یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں مگر وہ ضرور ایمان لائیگا اپنی موت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر اور اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں یعنی جب اسکی روح پرواز کے قریب آتی ہے اور اسکا ایمان لانا بھی فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ مجبوری کا ایمان ہے یا دوسری تفسیر یہ ہے۔ دونوں ضمیریں عیسیٰؑ کی طرف راجع ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لائے گا عیسیٰؑ کی موت سے پہلے۔ اس طرح اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو انکے زمانہ نزول کو پائینگے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں، اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

راستہ سے روکنے میں زیادہ مشغول رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے رہے حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

مال باطل طریقے پر کھاتے رہے، اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر،

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے، اور جو لوگ قائم کرنے والے ہیں نماز کو اور دینے والے ہیں زکوٰۃ کو اور جو ایمان لانے والے ہیں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب عطا کریں گے۔

روایات میں ہے کہ وہ آسمان سے آخری زمانہ میں اتریں گے۔ پس اس وقت سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہاں تک کہ ایک ہی ملت ہو جائے گی۔ اور وہ ملت اسلام ہی ہے۔

نمبر۳۔ تیسری تفسیر یہ ہے۔ بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

نمبر۴۔ بہ کی ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں۔ اور دوسری ضمیر کتابی کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں کہ اپنے مرنے سے پہلے محمد ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو نہ مان لے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے) یعنی وہ یہود کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور نصاریٰ کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان کو ابن اللہ کہہ کر پکارا۔

آیت ۱۶۰: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ (یہودیوں کی بے جا حرکتوں کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان پر حلال کی گئیں تھیں) اور اس کا تذکرہ سورۂ انعام کی اس آیت و علی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر (الانعام۔۱۴۶) میں ہے

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہوا ہم نے ان پر طیبات حرام نہیں کیں مگر اس عظیم ظلم کی وجہ سے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور وہ وہی ہے جو ابھی شمار کیا گیا ہے۔ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے سبب سے) یعنی دوسروں کو ایمان سے روکنے کی وجہ سے۔ كَثِيْرًا (بہت زیادہ) یعنی بہت زیادہ مخلوق کو یا بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔

حرمتِ سود بنی اسرائیل میں بھی تھی:

آیت ۱۶۱: وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ (اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا) بنی اسرائیل پر بھی سود اسی طرح حرام تھا جیسا ہم پر حرام ہے۔ مگر وہ آپس میں لیتے دیتے تھے۔

وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (اور لوگوں کے مال ناجائز ذرائع سے کھانے کی وجہ سے) یعنی تمام حرام ذرائع اور رشوت وغیرہ۔ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان میں سے کفار کے لئے) نہ کہ ایمان والوں کے لئے۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب آخرت میں)

صفات کاملین:

آیت ۱۶۲: لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ (مگر جو علم میں پختہ ہیں) یعنی دین میں جمے رہنے والے۔ متقین جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر مِنْهُمْ (ان میں سے) ھم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (اور مؤمن) یعنی ان میں سے ایمان والے اور مہاجرین وانصار کے مؤمن يُؤْمِنُوْنَ (وہ ایمان لانے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

الراسخون مبتداء اور یؤمنون اس کی خبر ہے۔ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (جو آپ پر اتارا گیا) یعنی قرآن وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (اور وہ جو اتارا گیا آپ سے پہلے) یعنی تمام کتب منزلہ۔ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ (اور وہ جو نماز ادا کرنے والے ہیں)

نحو: یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت مذکور ہے۔ عبداللہ کے صحیفہ میں المقیمون ہے۔ مالک بن دینار کی قراءت میں یہی ہے۔

وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوۃ ادا کرنے والے ہیں) وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں) اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا (یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عظیم اجر عنایت فرمائیں گے)

قراءت: حمزہ رحمہ اللہ نے سیؤتیھم پڑھا ہے۔

نحو: المؤتون بمع معطوف مبتداء اولٰئک سنؤتیھم خبر ہے۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسا کہ وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو ان کے بعد آئے۔

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَ

اور ہم نے وحی بھیجی، ابراہیم اور اسمٰعیل اوراسحٰق اور یعقوب کی طرف، اور یعقوب کی اولاد کی طرف، اور

عِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾

عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ

اورہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا ہم نے آپ سے اس سے پہلے حال بیان کیا۔اور بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا

اور اللہ نے موسٰی سے خاص طور پر کلام کیا۔ ہم نے رسول بھیجے جوخوشخبری سنانے والے تھے اور ڈرانے والے تھے۔ تاکہ

يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے،

لَّٰكِنِ ٱللَّهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُۥ بِعِلْمِهِۦ ۖ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس چیز کی جو آپ کی طرف اتاری، اس کو اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں۔

وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾

اوراللہ کی شہادت ہی کافی ہے۔

اہل کتاب کے سابقہ سوال کا جواب:

آیت ۱۶۳: إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ (بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی کی) اس میں اہل کتاب کوان کے اس سوال کا جواب دیا گیا کہ وہ ہم پر ایک کتاب آسمان سے اتار لائے۔ اس آیت سے ان کے خلاف دلیل بیان کی کہ آپ کی حالت وحی کے معاملہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی تھی۔

كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ (جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اوران کے بعد والے انبیاء علیہم السلام پر وحی کی) جیسے

ہود، صالح وشعیب علیہم السلام وغیرھم۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ ھٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (اورہم نے وحی کی ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اوران کی اولا داور عیسیٰ وایوب ویونس وہارون وسلیمان کی طرف اورداؤد علیہ السلام کوہم نے زبور دی)

قراءت: حمزہ نے زُبُوْر پڑھا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی مفعول والا ہے یہ داؤد علیہ السلام پراترنے والی کتاب کا نام ہے۔

آیت ۱۶۴: وَرُسُلاً۔ نحو: اَوْحَیْنَا کے ہم معنی فعل ارسلنا ونبأنا وغیرہ سے منصوب ہے۔قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ (اوروہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان کردیئے) من قبل سے مراداس سورت سے پہلے۔وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ (اوروہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے)

تعدادِ رُسل والی روایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے تو فرمایا مائة الف واربعة وعشرون الفًا۔(ایک لاکھ چوبیس ہزار) پھر سوال کیا ان میں سے رسول کتنے ہیں۔تو فرمایا تین سو تیرہ۔سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام اور سب سے آخری تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت میں یہ بھی ہے کہ چار عربی ہود وصالح، شعیب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ(۳۶۱)

تمام انبیاء پرایمان شرطِ لازم ہے:

آیت دلالت کررہی ہے کہ رسل کی پہچان معین طور پر شرط لازم نہیں۔جس پرایمان کا دارومدار ہو۔بلکہ شرط یہ ہے کہ ان تمام پرایمان لائے اگر تمام کی معرفت بنام وتعداد سے لازم ہوتی تو آیت میں بیان کردی جاتی۔

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا (اوراللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کلام کرنا) یعنی بلا واسطہ جبرئیل۔

بعثت کا مقصد:

آیت ۱۶۵: رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (اوراللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے خوشخبری سنانے والے اورڈرانے والے تاکہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلق لوگوں کوکوئی عذر باقی نہ رہے)

نحو: نمبر۱۔رسلاً یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ای اعنی رسلاً۔

نمبر۲۔اور پہلے رُسُلاً سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔نمبر۳۔مفعول ہو فعل محذوف ارسلنا کا اور لئلا کی لام مبشرین اور منذرین کے متعلق ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا بھیجنا یہ اس سب کی وضاحت اورلوگوں پرحجت کوتمام کرنے کے لئے ہے۔تاکہ قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں لولا ارسلت الینا رسولاً۔تونے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا جوہمیں جگاتا اورغفلت سے خبردار کرتا۔ اوراس پرمتنبہ کرتا جس پرمتنبہ ہونا چاہئے تھا۔اورہمیں فرمانبرداری کا طریق کار سکھلاتا مثلاً عبادات، شرائع، میری مراداس سے

عبادات کی مقدار، اوقات کیفیات ہیں اصول مراد نہیں۔ کیوں کہ اصول تو عقل کی روشنی سے پہچانے جاتے ہیں۔
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں) انکار کی سزا پر قدرت رکھتے ہیں اور رسولوں کی بعثت میں حکمت والے ہیں تا کہ ان کو ڈرایا جا سکے۔

کتاب کی صحت کا ثبوت اظہارِ معجزات سے:

آیت ۱۶۶: جب آیت اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ نشهد لك بهذا۔ ہم آپ کے متعلق اس بات کے گواہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ لیکن اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس کا جو آپ پر اتاری۔
شَهَادَةَ اللّٰهِ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ کا مطلب یہ ہے اس کتاب کی صحت کا ثابت کرنا معجزات کے اظہار کے ذریعہ ہے۔ جیسا کہ دعاوی کا ثبوت دلائل سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حکیم جھوٹے کی تائید و مدد معجزات سے نہیں کرتا۔

قرآن آپ کے لائق ہونے کے سبب اُتارا:

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (اس نے اپنے علم سے اس کو اتارا) مطلب یہ ہے۔ نمبر۱۔ کہ اس نے قرآن کو اتارا ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے کہ تم اس کے اتارے جانے کے لائق ہو اور تم اس کو پہنچانے والے ہو۔

تردیدِ معتزلہ:

نمبر۲۔ اس کو بندوں کی مصلحتیں جانتے ہوئے ان کے مطابق اتارا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے علم کو ثابت کیا تو صفات فعلیہ کے متعلق معتزلہ کے باطل عقیدہ کی تردید ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ (اور فرشتے بھی گواہ ہیں) آپ کی نبوت کے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) اگر اور کوئی گواہی نہ بھی دے تو پرواہ نہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا بے شک وہ بڑی دور کی گمراہی میں

بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

جا پڑے، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ جہنم کی راہ

طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾

کے علاوہ انہیں اور کوئی راہ بتائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے رسول آ گیا سو تم ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے

لَّكُمْ ۭ وَإِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۭ وَكَانَ

بہتر ہے۔ اور اگر تم کفر اختیار کرو سو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾

جاننے والا ہے حکیم ہے۔

آیت ۱۶۷: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) محمد ﷺ کی تکذیب کر کے۔ اور مراد اس سے یہود ہیں۔ وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو روکا) اور لوگوں کو حق کے راستہ سے منع کیا اس قسم کی باتیں کر کے انا لا نجد فی کتابنا۔ ہم اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں پاتے۔

قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا (یہ گمراہ ہوئے بہت دور کا گمراہ ہونا) بعید سے مراد رشد وہدایت سے دور ہونا۔

آیت ۱۶۸: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَظَلَمُوْا (اور انہوں نے ظلم کیا) محمد ﷺ کے ساتھ زیادتی کی آپ کی تعریف کو تبدیل کر کے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہ کرے گا) جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں گے۔

آیت ۱۶۹: وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ۭ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا (اور نہ ان کو کوئی راستہ دکھائے گا سوائے جہنم کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھنا اس کے لئے آسان ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح یعاقبھم خالدین۔ وہ ان کو خلود کی سزا دے گا۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ یہ دونوں آیات ان لوگوں کے متعلق ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان کی موت کفر پر آئے گی۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا

اے اہل کتاب غلو نہ کرو اپنے دین میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر

الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ

حق بات، مسیح جو عیسیٰ بن مریم ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ کا

كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا

کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں، سو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت

تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ

کہو کہ تین خدا ہیں اس سے باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ معبود صرف اللہ ہی ہے جو اکیلا ہے وہ اس سے پاک ہے

وقف لازم

اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۠ (۱۷۱)

کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

آیت ۱۷۰: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس رسول حق لے کر تمہارے رب کی طرف سے آئے) حق سے مراد یہاں اسلام ہے۔ اور یہ حال واقع ہے اس حال میں کہ حق کو ثابت کرنے والا ہے۔

ایمان وتوحید خیر ہے:

فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ۔ سو (تم ایمان لاؤ جو تمہارے لئے بہتر ہو) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ: اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ۔ (النساء: ۱۷۱)

نحو: خیراً یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کو ایمان پر آمادہ کیا۔ اور تثلیث سے باز رہنے کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا ایک بات پر ان کو آمادہ کیا جا رہا ہے پس فرمایا خیراً لکم۔ تم قصد کرو اور ایک ایسے امر پر ثابت قدم رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کی بنسبت جس میں تم مبتلا ہو یعنی کفر وتثلیث۔ اور وہ بہتر چیز ایمان اور توحید ہے۔ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اگر تم ناشکری کرو تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) تمہارا کفر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں جو ایمان لانے والے اور انکار کرنے والے ہیں) حَكِیْمًا (وہ حکمت والے ہیں) دونوں کے بدلے میں برابری نہیں برتتے۔

آیت ۱۷۱: یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) یعنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہود

نے مسیح علیہ السلام کے مرتبہ کو کم کرنے میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کو زانیہ کا بیٹا قرار دیا (معاذ اللہ)۔ اور نصاریٰ نے ان کو بڑھانے میں غلو سے کام لیا یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا (معاذ اللہ)۔ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کہو جو سچی ہے) اور وہ اس کا شرک وابنیت سے پاک ہونا ہے۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (بیشک مسیح عیسیٰ بن مریم ہے) ابن اللہ نہیں ہے۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کا رسول ہے)

نحو: المسیح مبتداء عیسیٰ عطف بیان یا بدل اور رسول اللہ اس کی خبر۔ کلمته کا عطف رسول اللہ پر ہے۔ وَكَلِمَتُهٗ (وہ اللہ کا کلمہ ہے) ان کو کلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کلام سے کی جاتی ہے۔

اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ (وہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا مریم تک) یہ حال بھی ہے اور اس کے ساتھ مراد بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ کلمہ پہنچایا مریم تک اور ڈالا اس میں۔

روح کہنے کی وجہ:

وَرُوْحٌ (اور روح ہے)۔

نحو: اس کا عطف بھی رسول اللہ پر ہے۔

ان کو روح کہنے کی وجہ نمبر۱۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے جیسا کہ قرآن کو بھی روح فرمایا۔ وکذلك اوحینا الیك روحًا من امرنا۔ الشوریٰ۔ ۵۲۔ نمبر۲۔ وہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔

مِّنْهُ۔ (اس کی طرف سے) یعنی اس کی تخلیق اور تکوین سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وسخرلکم مافی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منه۔ الجاثیہ۔ ۱۳۔

عجیب لطیفہ:

ہارون رشید کے دربار میں ایک نصرانی غلام تھا۔ اس نے مجلس ہارون رشید میں کہا تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اللہ میں سے ہیں علی بن حسین بن واقد جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے فرمایا اگر مِنْهُ سے عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر قرآن مجید میں سورۂ جاثیہ میں ارشاد ہے وسخرلکم مافی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منه۔ پھر اب تو ساری مخلوق اس کا حصہ بن گئی۔ عیسیٰ کی کیا خصوصیت رہی۔ وہ لاجواب ہو گیا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ (پس تم مانو اللہ اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ معبود تین ہیں)

نحو: ثلاثة یہ خبر ہے اس کا مبتداء الآلهة محذوف ہے۔

اِنْتَهُوْا (تم باز رہو) یعنی تثلیث سے۔ خَيْرًا لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہوگا) قرآن مجید کی واضح دلالت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں اللہ، مسیح اور مریم تین معبود ہیں۔ اور مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جو مریم سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں

ہے: ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [المائدہ:۱۱۶] دوسری آیت میں فرمایا: وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ [التوبہ:۳۰]

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (بیشک اللہ ہی تنہا معبود ہے)

نحو: لفظ اللہ مبتداء الٰہ خبر' واحد تاکید برائے الٰہ۔

تنزیہ باری تعالیٰ:

سُبْحٰنَهٗ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ (وہ اس امر سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) میں اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا بیان ہے۔ اس غلط نسبت سے جو اس کی طرف کی گئی۔ اس طرح کہ آسمان وزمین میں سب اس کی مخلوق و مملوک ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ بعض ملکیت اس کا حصہ ہو۔ کیونکہ بیٹا ہونا اور ملک ہونا دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جزء ہونا تو اجسام کی خصوصیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو جسمیت سے پاک ہے۔

وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (اور اللہ کافی کارساز ہے) وہ حافظ ہے آسمان وزمین کا اور ان میں تدبیر امر کرنے والا ہے اور جو کسی امر کی کفایت سے عاجز ہوتا ہے وہ بیٹے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی معاونت کرے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ

مسیح ہرگز اس کو عار نہیں سمجھے گا کہ اللہ کا بندہ بنے اور نہ مقرب فرشتے،

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

اور جو کوئی شخص عار کرے اللہ کی عبادت سے اور تکبر کرے تو وہ ان کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا،

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ

سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو پورے پورے بدلے عطا فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے

مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور زیادہ دے گا۔ اور جن لوگوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب

اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا

دے گا اور یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہ پائیں گے اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾

لوگو! بے شک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے اتارا ہے تمہاری طرف واضح نور

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے پکڑا تو عنقریب ان کو اپنی رحمت اور فضل میں

وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ ؕ

داخل فرمائے گا اور ان کو اپنی طرف سے سیدھے راستہ پر پہنچا دے گا۔

نصاریٰ کے اعتراض کا جواب:

آیت ۱۷۲: جب وفد نجران نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے صاحب عیسیٰ کے عیب کیوں نکالتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں نے کیا کہا ہے! کہنے لگے تم نے کہا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو عار کی بات نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو۔ انہوں نے کہا کیوں کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ (مسیح ہرگز عار نہیں کرینگے) یعنی نفرت نہیں کریں گے۔ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے بندے کہلائیں) اس میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ (اور نہ ملائکہ) اس میں عرب کے ان لوگوں کی مذمت ہے جو فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا عطف مسیح پر ہے۔ الْمُقَرَّبُوْنَ (مقرب) یعنی کرّوبی فرشتے جو عرشِ الٰہی کے گرد رہتے ہیں مثلاً جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل علیہم السلام اور جوان کے طبقہ میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ملائکہ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے میں عار محسوس نہ کریں گے۔ اس کلام کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ عبداللہ کا لفظ ہے مختصراً۔

اعتراض:

معتزلہ نے اس آیت سے ملائکہ کی انسانوں پر فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلیل یہ دی ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان لا یستنکف عن خدمتی و لا ابوہٗ۔ اگر کہا جائے و لا عبدہ۔ تو یہ کلام درست نہیں۔ آیت میں و لا الملائکۃ المقربون کا مطلب یہ ہے کہ نہ ملائکہ مقربون اور نہ وہ جوان سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں۔ اور عظمت میں بڑھ کر ہیں اور مقربین کی تخصیص اس پر دلالت کر رہی ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ثانی کو اول پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ جس میں تنازع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آیت بتلا رہی ہے کہ ملائکہ مقربین تمام وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ تمام ملائکہ مقربین ایک انسانی رسول سے افضل ہیں۔ بعض اہلسنّت نے یہ جواب دیا ہے۔ کیونکہ آیت کی مراد یہ ہے کہ ملائکہ عظیم طاقت کے باوجود جو انسانوں سے بڑھ کر ہے اور لوح محفوظ کے علوم جن سے وہ براہ راست فیضیاب ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی سے بالکل خالی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے سے عار محسوس نہیں کرتے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے کیسے عار وانکار کر سکتا ہے۔ جو دوسرے سے پیدا ہوا۔ اور قدرت و طاقت بھی محدود قسم کی ہو۔ اور علم بھی فرشتوں کی طرح کا نہ ہو۔

اور اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے سخت پکڑ۔ وسعت علم۔ وجود کی غرابت حماقت کا شکار کر دیتی ہے۔ جیسا کہ عیسائی۔ اور عبودیت سے بلند ہونے کا وہم پیدا کر دیتی ہے۔ پس عیسائیوں کو کہا گیا کہ یہ اوصاف تو ملائکہ میں مسیح کی بنسبت زیادہ کامل ہیں مگر وہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی عبودیت سے عار محسوس نہیں کرتے تو مسیح کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

خُلَاصَةُ الْكَلَامِ:

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ خاص انسان یعنی انبیاء علیہم السلام وہ خاص ملائکہ سے افضل ہیں اور وہ خاص ملائکہ کہ رسل ملائکہ ہیں مثلاً جبرئیل میکائیل عزرائیل وغیرہ۔ اور خاص ملائکہ عام مؤمنین سے افضل ہیں۔ اور عام مؤمن انسان۔ عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

تفضیل بشر کی دلیل:

انسانوں نے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دبایا باوجود اس بات کے کہ خواہشات فطرتِ بشریہ ہیں۔

پس انبیاء علیہم السلام ملائکہ علیہم السلام پر عصمت میں فوقیت لے گئے۔ اور نفسانی واردات کو دبانے میں ان کو فرشتوں پر افضلیت حاصل ہو گئی۔ اور جسمانی دواعی کو مغلوب کرنے میں ان پر بڑھ گئے پس ان کی اطاعت و عبادت وہ فرشتوں کی بنسبت بہت شاق وگراں

ہے۔کیونکہ وہ مختلف چکروں سے گزر کر کرنا ہوتی ہے اور ملائکہ کی اطاعت جبلی وفطری ہے۔پس انبیاء ﷺ کی اطاعت ثواب میں بڑھ گئی۔

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ (جواس کی بندگی سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا)فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ہاں جمع کریگا) پھر ان کے غرور آمیز انکار و تکبر پر ان کو سزا دے گا۔ پھر تفصیل فرمائی۔چنانچہ فرمایا۔

اجمال کی تفصیل:

آیت ۱۷۳:فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (پس جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔تو ان کو ان کا ثواب پورا پورا دیگا اور اپنی مہربانی سے زیادہ عطا فرمائے گا اور پھر جن لوگوں نے عار محسوس کی اور بڑے بنے تو اللہ تعالیٰ ان کو دکھ آمیز عذاب دے گا۔اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی کارساز و مددگار نہ پائیں گے)

اہم سوال: تفصیل اجمال کے مطابق نہیں۔کیونکہ تفصیل میں دو فریق ہیں۔اور اجمال میں ایک فریق کا تذکرہ ہے۔

الجواب بالصواب: اس کی مثال اس طرح ہے کہ امام نے خروج کرنے والوں کو جمع کیا۔پس جنہوں نے اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا ان کو لباس وسواری دینا اس کے ذمہ ہے اور جنہوں نے خروج کیا ان کو سزا دینا اس کے ذمہ تھا۔یہ جواب دو اعتبار سے صحیح ہے۔نمبر ا۔ بڑی دلیل ایک فریق کے تذکرہ کو حذف کر دیا کیونکہ تفصیل اس پر خود دلالت کر رہی تھی۔نمبر ۲۔ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ کی دلیل ہے۔جیسا کہ تفصیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ایک فریق کو حذف کر دیا ہے۔ فاما الذین امنوا باللّٰہ واعتصموا بہ۔اور دوسری بات یہ ہے کہ دوسروں پر احسان ان کو غم میں مبتلا کرنے والا ہے۔تو یہ غم بھی من جملہ عذاب میں داخل ہے۔گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔جواس کی بندگی اور عبادت سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا۔پس عنقریب اس کو حسرت کا عذاب میسر آئے گا جبکہ وہ عمل کرنے والے کے بدلے ملاحظہ کرے گا اور اس سب سے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو پہنچے گا۔

ایک نکتہ:

آیت میں :لن یستنکف میں غیر مستنکفین اور من یستنکف میں مستنکفین کا ذکر موجود ہے۔

پس تفصیل اجمال کے بالکل مطابق ہے۔طویل بادیہ پیمائی کی حاجت نہیں۔(الحمدللہ)

آیت ۱۷۴:يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اے لوگو!تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی)یعنی وہ رسول ہیں جو منکرین کو معجزات سے حق واضح کر رہے ہیں۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (اور ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی اتاری)ایسا قرآن جس سے حیرت کے اندھیرے روشن کیے جاتے ہیں۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ

لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے

لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ

اس کے کوئی اولاد نہیں اوراس کی ایک بہن ہے تواس کے لئے اس مال میں کا آدھا ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور وہ بہن کے پورے مال کا وارث ہوگا اگر اس بہن

يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا

کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر دو بہنیں ہیں تو ان کے لئے اس مال میں سے دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور اگر یہ لوگ

اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ

بہن بھائی ہوں تو ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، اللہ تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ

۲۴ ع ۵ / ۴ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع

تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ (جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اوراس کو مضبوطی سے تھام لیا) یعنی اللہ پر ایمان لائے یا قرآن پر ایمان لائے۔

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (وہ عنقریب ان کو اپنی رحمت وفضل میں ضرور داخل فرمائے گا) رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد زیادتیٔ نعمت وَّيَهْدِيْهِمْ (اور وہ ان کی راہنمائی کرے گا) اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف) یا فضل کی طرف یا اپنے راستے کی طرف۔ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (سیدھا راستہ)

نحو: صراطا یہ مضاف محذوف سے حال ہے۔

کلالہ کا حکم:

آیت ۱۷۶: يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ (لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں)۔

واقعۂ جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیمار تھے۔ رسول اللہؐ عیادت کیلئے تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! میں کلالہ ہوں۔ میں اپنے مال کا کیا کروں؟ تو یہ آیت اتری اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ (اگر کوئی آدمی مرجائے اور اسکی کوئی اولاد نہ ہو)

نحو: امرؤ مرفوع ہے اس مضمر کی وجہ سے کہ ظاہر جس کی تفسیر ہے اور لیس له ولد یہ صفت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ تقدیر

عبارت یہ ہے۔ان هلك امرؤ غير ذی ولد۔

الولد سے یہاں مراد بیٹا ہے۔ویسے یہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔کیونکہ ابن کی وجہ سے اخت (بہن کا حصہ ساقط ہوجاتا ہے۔مگر بنت کی وجہ سے بہن کا حصہ ساقط نہیں ہوتا)

حقیقی بھائی بہنوں کا مسئلہ:

(یادرہے کہ یہ آیت حقیقی بھائی بہنوں کے متعلق ہے جیسا شروع سورت میں روایت مذکور ہوئی)

وَلَهٗٓ اُخْتٌ (اوراس کی حقیقی بہن ہو) یعنی ماں' باپ کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (تو بہن کو حقیقی بھائی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا) جواس میت نے چھوڑا ہے۔

وَهُوَ يَرِثُهَآ لیکن اگر بہن حقیقی مرجائے (اوراس کی اولاد نہ ہو) تو بھائی حقیقی اس کے تمام مال کا وارث ہوگا۔اگر معاملہ علی العکس اس کی موت کا پیش آئے۔اوروہ بھائی اس کی موت کے بعد باقی ہو۔(اورمیت کا باپ' دادا موجود نہ ہو۔)

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ (اگراس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو) یہاں ولد سے مراد بیٹا ہے۔کیونکہ بیٹا۔بھائی کو ساقط کرتا ہے بیٹی نہیں۔

سوال: بیٹا اکیلے بھائی کو ساقط نہیں کرتا۔باپ بھی اسقاط میں اس کی مثل ہے۔پھر آیت میں ولد کی نفی پر اکتفاء کیونکر فرمایا گیا۔

جواب: انتفائے ولد کا حکم واضح بیان کردیا اور انتفائے والد کا حکم سنت کے بیان پر چھوڑ دیا۔اوروہ ارشاد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فلاولی عصبة ذکر۔البخاری۔۶۷۳۲۔مسلم۱۶۱۵۔احمد۲۹۲۔جلدا

اور باپ بھائی سے زیادہ حقدار ہے۔

اخوت کوتغلیباً ترجیح دی:

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ (اگر بہنیں دو ہوں) اوراس پر ولهٗ اخت بھی دلالت کررہا ہے۔فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً (توان کے لئے (بھائی کے ترکہ سے) دوثلث ہونگے اس میں سے جومیت نے چھوڑا اوراگر بھائی بہنوں کی جماعت ہو) یعنی اخوت کی وجہ سے میراث پانے والے بہن بھائی بہت سے ہوں۔یہاں اخوات پراخوت کوغلبہ دے کرذکر کیا۔

رِجَالًا وَّنِسَآءً (مذکرومؤنث دونوں ہوں) فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (پس ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے برابر ہوگا (تقسیم میں) اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ)

حجۃ الوداع کی راہ میں اُتری:

یبین سے سچا بیان۔یہ یبین کا مفعول محذوف ہے۔اور ان تضلوا سے قبل کراهة کا لفظ محذوف ہے۔(انکے بعد لا محذوف ہے) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اوراللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے) وہ اشیاء کوان کے وجود سے قبل اوراسکے بعدانکی حقیقتوں اورامثلہ سمیت جانتے ہیں (اس آیت کوآیت الصیف گرمیوں والی کہتے ہیں۔اور یہ آیت حجۃ الوداع کے بعدراستہ میں اتری۔

الحمدللّٰه افضل الصلوات علی رسولهٖ تمت ترجمة سورة النساء

یوم الاربعاء سبعة عشر یومًا مضت من شهر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی ،اس میں ایک سوبیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے انعام میں سے،

اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ①

مگر وہ جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا جائے گا اس حال میں کہ جس وقت تم احرام میں ہو شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ

اے ایمان والو! مت حلال کرو اللہ کے شعائر کو، اور نہ شہر حرام کو اور نہ ھدی

وَ لَا الْقَلَآىٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ

کو اور نہ پٹے ڈالے ہوئے جانوروں کو، اور نہ ان لوگوں کو جو بیت حرام کا قصد کر کے جا رہے ہوں! وہ اپنے رب کا فضل

وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ

اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کر لو، اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا

تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور آپس میں نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ②

گناہ اور زیادتی پر آپس میں مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

المنزل الثانی ۲

وقف لازم

الربع

عہد کی پابندی کا حکم:

تفسیر آیت ۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ۔

(اے ایمان والو! تم وعدوں کو پورا کرو۔ حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے چوپائے۔ سوائے ان کے جو تمہارے سامنے تلاوت کی جارہی ہے۔ (لیکن) شکار کو حلال نہ سمجھنا اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے)

کہا جاتا ہے: وفّٰی بالعهد۔ وا وفّٰی به۔ کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا۔ اس کے تقاضے کو ادا کیا۔ العقد۔ مضبوط عہد کو رسّی کی گرہ سے تشبیہ دی۔ مراد اس سے وہ معاہدے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیے۔ اور ان کا مکلّف بنا کر ان پر لازم کیے۔

یا وہ معاہدے جو محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں سے لیے۔

یا پھر وہ معاہدے جو تم باہمی باندھتے ہو۔ اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں حرام و حلال کے سلسلے میں باندھے ہیں۔ البتہ یہ کلام اجمالی ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے پھر تفصیل اسی طرح کی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ۔البهيمة۔ خشکی و سمندری چوپایا۔ انعام کی طرف اس کی نسبت بیانی ہے۔ اور یہ اضافت مِن کے معنی میں ہے۔ جیسے خاتم فضة ۔

اب مطلب یہ ہوا کہ چوپایا جو پالتو جانوروں میں سے ہے ان کی آٹھ اقسام ہیں اونٹ' گائے' بھیڑ' بکریاں وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بهيمة الانعام سے مراد ہرنی اور جنگلی گائے ہے۔ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کی جائیں گی۔ اس سے مراد یہ جو آیت حرمت عليكم میں بیان کیے گئے ہیں۔ نَحو : غير محلى الصيد (شکار کو حلال مت سمجھنا) یہ لكم کی ضمیر سے حال ہے اور وانتم حرم یہ محلى الصيد سے حال ہے گویا عبارت اس طرح ہے۔ ہم نے تمہارے لیے بعض چوپائے حلال کئے جبکہ تم احرام کی حالت میں شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ تم پر تنگی نہ ہو۔ الحُرُم جمع حرام ہے اور مراد اس سے محرم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ : بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے یا حکم دیتا ہے حلال و حرام میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۲:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآىِٕدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی) شعائر جمع شعيرة ہے۔ اس چیز کو کہتے ہیں جن کو بطور علامت مقرر کیا جائے۔ یعنی حج کے مقامات پر عبادات کی علامات۔ رمی کے مقامات۔ مطاف۔ سعی اور وہ افعال جو حجاج کی علامات ہوں۔ جن سے وہ پہچانے جائیں۔ جیسے احرام' طواف' سعی' حلق نحر وغیرہ۔ وَلَا

الشَّهْرَ الْحَرَامَ (اور نہ ماہ حرام کی) اس سے مراد حج کے مہینے ہیں وَلَا الْهَدْيَ (اور نہ ہدی) اس سے مراد وہ جانور جو بیت اللہ کی طرف بطور ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے حج کے احکام میں قرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور یہ ہدیہ کی جمع ہے۔ وَلَا الْقَلَآئِدَ (اور نہ قلادہ والے جانور) یہ قلادہ کی جمع ہے یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نعل یا درخت کا چھلکا اور لوٹے کا منہ وغیرہ ڈال دیا جائے۔

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (اور نہ بیت اللہ کا قصد کرنے والوں کی) یعنی تم ان لوگوں کی توہین نہ کرو۔ جو مسجد حرام کا قصد کر کے حج وعمرہ کے لئے آئے۔

ان چیزوں کو حلال قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ شعائر کی تعظیم میں سستی ہوگی۔ اور عبادت گزاروں اور شعائر کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔ اور حج کے ایام میں ایسی چیزوں کا ارتکاب کریں گے۔ جس سے وہ لوگوں کو حج کرنے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔ اور ہدی اور اس کے غصب کی ٹھان لیں گے۔ یا ہدی کو اپنے مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گے۔

ہدایا پر تعرض سے بطورِ مبالغہ ممانعت:

القلائد : سے مراد ممکن ہے کہ قلائد والے جانور مراد ہوں اور وہ اونٹ ہیں۔ اور ہدی پر اس کا عطف خصوصیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ہدایا میں یہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسے فرشتوں کا ذکر کر کے جبرئیل اور میکائیل کو اس آیت میں ذکر فرمایا و جبریل و میکال البقرہ ۹۸ گویا عبارت اس طرح ہے۔ القلائد منها خصوصًا کہ ہدایا میں سے خاص طور پر قلادہ والے جانور۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدایا کے قلائد پر ہاتھ ڈالنے سے روک کر ہدایا پر تعرض کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے قلائد کی بھی بے حرمتی نہ کرو۔ چہ جائیکہ تم خود ان ہدایا کی بے حرمتی کرو۔ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح اس آیت میں: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (النور:۳۱) زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے تا کہ مواقع زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت میں مبالغہ ہو جائے۔

يَبْتَغُوْنَ (وہ چاہنے والے ہیں) **نحو** : آمین کی ضمیر سے حال ہے۔

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضامندی تا کہ وہ راضی ہو جائے) تم ایسی قوم پر جو ان صفات والی ہو۔ تعرض نہ کرو ان کی عظمت کی بناء پر وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (جب تم احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو) پہلے غیر محلی الصید و انتم حرم فرما کر شکار کی ممانعت فرمائی گئی تھی فاصطادوا سے اس کو مباح قرار دیا۔

دشمنی برائے دشمنی مت کرو:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (اور نہ تم کو آمادہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ تم حد سے بڑھو اس لئے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا) **نحو** : جرم کا لفظ کسب کی طرح ہے کہ کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے کبھی دو کی طرف جیسے کہتے ہیں۔ جرم ذنبًا جیسے کسبہ۔ جرمته ذنبًا جیسے کسبته ایاہ۔ یہاں پہلا

مفعول ضمیر مخاطب ہے اور دوسرا ان تعتدوا ہے۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ یہ شَنَاٰنُ سے متعلق ہے۔ اور علت کے معنی میں ہے۔ شناٰن سخت بغض کو کہتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے شناٰن کو نون کے سکون سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوا کسی قوم کا بغض تمہیں حد سے نہ بڑھائے اور نہ اس پر آمادہ کرے اس لیے کہ انہوں نے تمہیں روکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ شرط ہے مکی اور ابوعمرو نے اسی طرح قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو مسجد سے اس طرح روکو جیسے اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو حدیبیہ کے دن عمرہ سے روک دیا۔

اعتداء کا معنی کسی ناپسندیدہ چیز کو ملا کر ان سے انتقام لینا۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى (اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو) بر اور تقویٰ سے یہاں مراد عفو و چشم پوشی ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو) یعنی انتقام اور غصے کو شفاء دینے کے لئے۔ یابِرّ مامور کو ادا کرنا۔ تقویٰ۔ ممنوع کو ترک کرنا۔ اثم مامور کو چھوڑنا۔ العُدْوَان ممنوع کو ادا کرنا۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ہر برّ و تقویٰ عام مانیں۔ اور اثم، عدوان کو تمام گناہوں کے لئے عام مانیں۔ پس اپنے عموم کے لحاظ سے معافی اور بدلے دونوں کو شامل ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو اس کی نافرمانی کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ

حرام کیا گیا تم پر مردہ جانور، اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا،

بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ

اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرجائے، اور وہ جانور جو کسی ضرب سے مرجائے اور وہ جانور جو اوپر سے گر کر مرجائے اور وہ جانور جو کسی سے ٹکرا کر مرجائے اور وہ جانور جسے کسی درندہ نے کھالیا

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ

مگر وہ جسے تم ذبح کرلو، اور حرام کیا گیا وہ جانور جو ذبح کیا گیا پرستش گاہوں پر، اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ

آج کافر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

آج میں نے پورا کر دیا تمہارا دین اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ، اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر

الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ

اختیار کرنے کے لیے پسند کرلیا سو جو کوئی شخص مجبور ہو جائے سخت بھوک میں جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو سو یقیناً

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳

اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

اہلِ جاہلیت کے ماکولات:

آیت ۳: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

پھر اہل جاہلیت کے ماکولات کو بیان فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردار کو حرام کیا گیا) یعنی ایسے چوپائے جو اپنی موت مرجائیں۔ وَالدَّمُ (اور خون) یعنی بہنے والا خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے۔ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (اور خنزیر کا گوشت) خنزیر تمام

نجس ہے گوشت کو اس لیے خاص کیا۔ کیونکہ اصل مقصود وہی ہے۔وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (اور وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو)اور وہ اہل جاہلیت کا قول ہے کہ بوقت ذبح کہتے تھے باسم اللات و العزّٰی ۔وَالْمُنْخَنِقَةُ (اور وہ جس کا دبایا گیا ہو)یعنی اس قدر اس کا گلا دبایا کہ وہ مر گیا۔ یا جال وغیرہ میں اس کا گلا دب کر مر گیا۔وَالْمَوْقُوْذَةُ (اور چوٹ کھا جانے)لاٹھی و پتھر سے اس کو چوٹ لگائی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ (اوپر سے نیچے گر کر مرنے والا جانور)خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں گر کر مر گیا ہو۔وَالنَّطِيْحَةُ (اور سینگ کی ٹکر سے مرا ہوا جانور) نطیحة ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر مار دیا ہو۔وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ (اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں)اور جس جانور کا کسی درندہ نے بعض حصہ کھالیا اور وہ اپنے زخم کی وجہ سے مر گیا۔اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مگر وہ جو تم ذبح کر پاؤ) یعنی وہ مذبوح کی طرح مضطرب تھا اور تم اس کو ذبح کرو۔ نحو : استثناء کا تعلق منخنقة اور جو اس کے مابعد ہے اس کے متعلق ہے۔ پس اگر جانور کو زندہ پا کر بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لیا گیا تو وہ پاک ہے۔وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (اور جو جانور تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو)اہل جاہلیت کے کچھ پتھر تھے جو کعبہ شریف کے اردگرد گاڑے گئے تھے۔ان پر بطور تعظیم کے مشرکین ذبح کرتے تھے۔ اور اس سے ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ان کو انصاب کہتے تھے۔ اس کا واحد نُصُب ہے یا نُصب جمع اور واحد نصاب ہے۔

پانسے کے تیروں کی ممانعت:

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (اور جوئے کے تیروں سے تمہارا فال نکالنا) نحو :میتة پر عطف کی وجہ سے یہ موضع رفع میں ہے عبارت اس طرح ہوگی حرمت علیکم المیتة .... والاستقسام بالازلام اَزْلَام جمع زَلَم و زُلَم کی ہے یہ نشان زدہ تیر تھے۔ جب کوئی سفر یا لڑائی یا تجارت یا نکاح وغیرہ کا ارادہ کرتا تو تین تیروں کا قصد کرتا۔ جن میں سے ایک پر لکھا تھا امرنی ربی۔ دوسرے پر نہانی ربی اور تیسرے پر غفل لکھا تھا اگر امر والا تیر نکلتا تو اپنے کام پر روانہ ہو جاتا۔ اور منع والا نکل آتا تو کام سے رک جاتا۔ اور اگر غفل والا تیر نکلتا تو اس کو دوبارہ لوٹاتے۔ پس استقسام بالازلام کا معنی۔ ازلام کے ذریعے کسی چیز کی تقسیم کا مطالبہ کرنا۔ زجاج کہتے ہیں کہ مشرکین کی اس حرکت اور نجومیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق نہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے مت سفر کرو اور فلاں ستارے کا طلوع ہے تم سفر پر جاؤ۔ شرح تاویلات۔ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ انہوں نے وجہ فرق یہ ظاہر کی کہ نجومی یہ نہیں کہتا کہ فلاں ستارہ تمہیں اس بات سے روکتا ہے۔ اور فلاں ستارہ تمہیں فلاں کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ مشرکین نے کر رکھا تھا۔ لیکن نجومیوں نے اپنی طرف سے احکام الٰہی کے لئے مختلف دلالتیں اور علامتیں مقرر کی ہیں۔ اور یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نجوم میں ایسے معانی اور علامتیں پیدا کر دے جس سے احکام معلوم ہو جائیں اور اس سے کئی چیزوں کا استخراج کیا جا سکے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حرج اس بات میں ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائے اور اس پر اس کو گواہ بنائے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ جُوا ہے جس سے وہ اونٹ کو مختلف حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ذٰلِكُمْ فِسْقٌ (یہ استقسام بالازلام اطاعت سے نکلنا ہے)اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ تمام مندرجہ بالا محرمات مراد ہوں جو آیت میں مذکور ہیں۔اَلْيَوْمَ

یہ یَبِسَ فعل کا ظرف ہے اس سے کوئی معین دن مراد نہیں اس کا معنیٰ ''اب'' ہے جیسے کہتے ہیں انا الیوم کبرت ۔ میں اب بوڑھا ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے الیوم سے آیت کے اترنے کا دن مراد ہے۔ اور یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور عرفات کے دن نماز عصر کے بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر اتری۔

اَلْیَوْمَ یَبِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ (آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے) یعنی تمہارے دین کو باطل کرنے سے مایوس ہو گئے یا اس بات سے ناامید ہو گئے ۔ کہ وہ تمہارے دین پر غالب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان پر غلبہ کا وعدہ پورا کر دیا۔

فَلَا تَخْشَوْھُمْ (پس تم ان سے نہ ڈرو) دین کے غالب آنے کے بعد اور کفار کے خوف کے زائل ہونے کے بعد اور ان کے غالب سے مغلوب بن جانے کے بعد وَ اخْشَوْنِ (اور مجھ ہی سے ڈرو) یعنی خشیت کو میرے لیے خالص کر دو۔

قراءت: وصل و وقف میں بغیر یا کے آتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا)۔

تکمیل دین کا اعلان:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ الیوم ۔ یہ اکملت کا ظرف ہے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس طرح کہ تمہارا حال یہ تھا کہ ہر وقت دشمنوں کا خوف تم پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے ان پر تم کو غالب کر دیا۔ یہ ارشاد اس طرح ہے کہ بادشاہ کہا کرتے ہیں الیوم کمل لنا الملك ۔ یعنی جن دشمنوں سے ہم ڈرتے تھے ان کی طرف سے محفوظ کر دیئے گئے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ میں نے تمہارے تکلیفی معاملات حرام و حلال کی تعلیم اور شرائع اسلام جن پر موقوف ہے اور قیاس کے قوانین مکمل کر دیئے۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی) مکہ کو فتح کر کے اور اس میں امن و غلبہ کے ساتھ داخلے کے ذریعے اور جاہلیت اور اسکے طور طریقے مٹا دیئے۔ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (اور تمہارے لیے دین اسلام کو تمام دینوں میں سے منتخب کر لیا) اور تمہیں بتلا دیا کہ یہی اکیلا دین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران: ۸۵) فَمَنِ اضْطُرَّ (جو آدمی مجبور ہو) محرمات کے تذکرہ سے متصل اسکا ذکر کیا اور اسی طرح ذٰلکم فسق بھی ۔ یہ جملے معترضے ہیں جن کو لانے کا مقصد تحریم کے معنیٰ کی تاکید ہے۔ اور اسی طرح اسکا مابعد بھی۔ کیونکہ ان خبائث کی حرمت منجملہ دین کی تکمیل اور اتمام نعمت کا حصہ ہیں اور اسلام کی صفت اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ دین سے فرمائی ہے نہ کہ دوسری ملتیں۔ پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ جو آدمی میتہ کے استعمال پر مجبور ہو جائے یا اسکے علاوہ کسی اور محرمہ کے استعمال پر۔

فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ (بھوک کی وجہ سے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو) یعنی جان بچانے والی مقدار سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کو بخشنے والے ہیں) مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ رَّحِیْمٌ (مہربان ہیں) اس لئے معذور کو محظور کے استعمال کی اجازت مرحمت فرما دی۔ نحو: رضیت لکم الاسلام دیناً یہ حال ہے۔ اسی طرح غیر متنجانف یہ بھی حال ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے جوان کے لیے حلال کیا گیا ہے، آپ فرما دیجئے حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں، اور جن شکاری جانوروں کو

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ

تم نے تعلیم دی اس حال میں کہ تم ان کو سدھانے والے ہو، ان کو سکھاتے ہو اس طریقہ سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا سو اس میں سے کھا لو جو انہوں نے

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تمہارے لئے روک لیا اور اس پر اللہ کا نام لو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴

جلد حساب لینے والا ہے۔

حلال شکار کا بیان:

آیت ۴: يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ (اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ماذا احل لھم وارد ہوا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ (وہ آپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا کیا چیزیں حلال ہیں) مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ۔ ماذا احل لنا نہیں کہا۔ کہ ان کے قول کی حکایت بنے۔ کیونکہ یسئلونك خود غائب کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اقسم زید لیفعلن اور اگر لیفعلن کی بجائے لافعلن کہتے تو تب بھی درست تھا۔ اسی طرح احل لنا کہتے تو درست تھا۔ **نحو**: ماذا، مبتداء اور احل لھم یہ اس کی خبر ہے یہ اس طرح ہے کہ جیسے تم کہو ایّ شیٔ احل لھم؟ مطلب یہ ہوا کہ ان کے لئے کون سی کھانے والی چیزیں حلال ہیں گویا کہ جب آپ نے ان پر حرام وخبیث ماکولات پڑھیں تو انہوں نے سوال کیا ان چیزوں کے متعلق جو ماکولات میں سے ان کے لیے حلال ہیں۔ پس فرمایا۔ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (فرما دیں تمہارے لئے تمام وہ پاکیزہ چیزیں حلال ہیں) جو کہ خبیث نہیں۔ یا وہ تمام چیزیں حلال ہیں جن کی حرمت کتاب اللہ اور سنت واجماع اور قیاس سے ثابت نہیں ہے وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ (اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سکھایا ہے) (ان کا کیا ہوا شکار حلال ہے) **نحو**: وما علمتم کا عطف الطیبات پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے احل لکم الطیبات وصید ما علمتم پس مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا ما شرطیہ ہے اور اس کا جواب فکلوا ہے۔

شکار کے متعلق ہدایات:

الجوارح جو جانور یا پرندے شکار کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔مثلاً کتا' چیتا' باز' شکرہ' بحری' شاہین وغیرہ۔بعض نے کہا کہ یہ جراحت سے ہے۔پس حلال وہ تب ہوگا جب وہ زخم لگائے۔مُكَلِّبِيْنَ (ٹریننگ دیئے ہوئے) یہ علمتم سے حال ہے۔ اوراس حال کا فائدہ باوجودیکہ علمتم کی وجہ سے خاص ضرورت نہ تھی۔یہ ہے کہ جو آدمی ان جانوروں کو تعلیم دے وہ ٹریننگ کا ماہر ہونا چاہیے۔مُكَلِّبْ مکلب اس آدمی کو کہتے ہیں جو جانوروں کو تعلیم دے۔یہ لفظ الکلب سے مشتق ہے اور کلاب میں عام طور پر یہ سلسلہ ہوتا ہے اور عام پائے جاتے ہیں۔اس لئے اس کی جنس کو سیکھنے میں بقیہ پر غلبہ دے کر اسی سے لفظ' مشتق کر کے تمام کے لئے استعمال کرلیا۔دوسرا یہ قول بھی ہے کہ ہر درندے کو کلب کہتے ہیں۔جیسا کہ حاکم کی روایت میں اللّٰھم سلط علیه کلبًا من کلابك ہے تو اس میں شیر کو کلب کہا گیا۔کیونکہ عتیبہ کو شیر نے کھایا تھا۔تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ (اس طریقہ سے تم نے ان کو تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا) اس میں یہ واضح کر دیا گیا۔کہ ہر شکار پکڑنے والا یہ جان لے کہ وہ شکار اس وقت پکڑے جب اس کو ایسے جانور نے قتل کیا ہو جو سکھایا ہوا ہو۔اور سمجھ بوجھ سے ذبح کیا ہو۔کیونکہ بہت سے پکڑنے والے اپنے فن میں ناپختہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اوقات کو ضائع کیا۔اور جب علماء و ماہرین سے ملاقات ہوئی تو انگلیاں کاٹنے لگے۔مما علمکم الله سے مراد ٹریننگ ہے۔فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ (پس تم اس شکار میں سے کھالو جو وہ تمہارے لیے روک کر رکھیں) امساك علی صاحبه کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں سے خود نہ کھائیں۔اگر وہ خود کھالیں تو ایسے شکار استعمال کے قابل نہیں۔جبکہ کتے وغیرہ کا شکار ہو۔البتہ باز وغیرہ کا شکار ہو تو کھالینے سے حرام نہیں ہوگا۔اور یہ مسئلہ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے۔وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (اور ان پر اللہ کا نام لو) اذکروا کی ضمیر ماامسکن کی طرف لوٹتی ہے۔مطلب یہ ہوگا کہ جب تم کو ان کے ذبح کا موقع مل جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر ما علمتم کی طرف لوٹتی ہے۔کہ جب تم ان کو چھوڑنے لگو تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ان تمام معاملات میں بچو۔اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) وہ تمہارے اعمال کا خود محاسبہ کریں گے۔اور محاسبہ کرنے میں اس کو انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہیں اور وہ پاک دامن عورتیں جو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں جبکہ تم ان کو ان کے مہر دیدو اس طریقہ پر کہ تم پاک دامنی

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

اختیار کرنے والے ہو۔ خفیہ طریقے پر دوستی کرنے والے نہ ہو۔ اور جو کوئی شخص ایمان کا انکار کر دے تو اس کے اعمال

عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۵ ع ۵/۱ ع

اکارت ہو گئے اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

آیت ۵: اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اَلْيَوْمَ (سے مراد سوٗاب) اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں) احسان کی خاطر دوبارہ ذکر فرمایا۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے) طعام سے یہاں مراد ذبائح ہیں۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت کسی ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (اور تمہارے کھانے ان کے لیے حلال) یعنی انکو کھلانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان والوں کا کھانا ان کیلئے حرام ہوتا تو انکا کھانا کھلانا جائز نہ ہوتا۔

یہ قید استحبابی ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ (اور ایمان والیوں میں سے پاک دامن عورتیں) المحصنات سے مراد یہاں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں یا پاک دامن عورتیں۔

مَسْئَلَه : یہ صحت نکاح کے لیے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ مسلمان باندیوں سے نکاح حلال ہے اور غیر عفیفہ سے بھی نکاح حلال ہے۔ اس تخصیص سے مقصود یہ ہے کہ مؤمنین اپنے فراش کے لیے پاک دامن عورتیں منتخب کریں۔ تا کہ پاکیزہ گھریلو زندگی میسر ہو۔

نَحو : اس کا عطف الطیبات پر ہے۔ یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے والمحصنات من المؤمنات حل لکم۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور پاک دامن عورتیں اہل کتاب کی جو تم سے پہلے ہیں) المحصنات سے یہاں مراد پاک دامن کتابیہ عورتیں۔ یا آزاد کتابیہ عورتیں۔ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (جب تم ان کے مہران کو دے دو)۔ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (اس طرح کہ تم بیوی بنانے والے ہو، نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے ہو) وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ (اور خفیہ آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں) الخدان مذکر ومؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ (جو ایمان کا انکار کرے گا) یعنی شرائع واحکام اسلام۔ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (اس کے اعمال اکارت وضائع ہو جائیں گے) وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

"اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے مونہوں کو اور اپنے

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى

ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو اور دھو لو اپنے پیروں کو

الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى

ٹخنوں تک، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح سے پاک ہو جاؤ، اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں

سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر

تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

تم پانی کو نہ پاؤ تو ارادہ کر لو پاک مٹی کا۔ سو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کا مسح

مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کر لو۔ اللہ ارادہ نہیں فرماتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن وہ ارادہ فرماتا ہے تاکہ تم کو پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے،

وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا

اور اس پختہ عہد کو یاد کرو جو تم نے اللہ سے مضبوطی کے ساتھ کیا ہے، جبکہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

ڈرو بے شک اللہ جاننے والا ہے ان باتوں کو جو سینوں میں ہیں۔"

ارادہ فعل فعل ہے:

آیت ۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تم اپنے چہروں کو دھوؤ) قُمْتُمْ سے مراد ارادہ کرنا ہے جیسا کہ دوسری آیت اذا قرأت القرآن النحل آیت ۹۸۔ میں ہے کہ جب تم

قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ گویا ارادۂ فعل کو فعل سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ فعل ارادے کا مسبب ہے پس مسبب کو قائم مقام سبب کے ذکر کر دیا۔ کیونکہ ان کے درمیان ملابست پائی جاتی ہے اور کلام میں اختصار کے لیے ایسا کیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں کما تدین تدان۔ فعل ابتدائی جو جزاء کا سبب ہے اس کو لفظ جزاء سے تعبیر کر دیا۔ جو کہ مسبب عنہ ہے۔ اور تقدیر عبارت انتم محدثون ہے۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یامن النوم مقدر ہے کیونکہ نوم دلیل حدث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پہلے ہر نماز کے لئے وضوء واجب تھا۔ جبکہ پہلے پہل فرض ہوا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) اِلی یہاں مطلق غایت کا فائدہ دے رہا ہے۔ باقی غایت کے حکم میں داخل یا خارج ہونا یہ دلیل کا محتاج ہے۔ یہاں خروج کی دلیل ندارد ہے جیسا کہ آیت فنظرة الی میسرة۔ البقرہ ۲۸۰۔ تم مہلت دو آسانی آنے تک اس آیت میں تنگ دستی ہی مہلت کی علت ہے۔ اور آسانی آنے سے یہ علت دور ہو جائے گی۔ اگر آسانی اس میں داخل مانی جائے تو انتظار دونوں حالتوں عسرو یُسر میں لازم آتا ہے۔ اور اسی طرح آیت و اتموا الصیام الی الیل۔ البقرہ۔ ۱۸۷۔ کہ تم رات تک روزہ پورا کرو۔ اگر رات کو روزے میں داخل مانا جائے تو روزے میں وصال لازم آتا ہے پس غایت داخل مغیانہ ہوئی۔ اور جہاں داخل ہونے کی دلیل ہو مثلاً تم کہو۔ حفظت القران من اوله الی اخرہ۔ یہاں تمام قرآن کے حفظ کے لیے لایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی۔ الاسراء۔ ۱۔ یہ بات علم میں آچکی کہ اب آپ کو بیت المقدس میں داخل کرنے کے لئے لایا گیا تھا۔ اِلَى الْمَرَافِقِ میں کوئی دلیل بھی مغیا میں غایت کے داخل ہونے یا نہ ہونے کی نہیں پائی جاتی۔

جمہور کا قول:

اس لیے جمہور نے احتیاط کو اختیار کیا۔ پس غسل میں شامل مان کر دھونے کا حکم دیا۔ اور زفرؒ اور داؤدؒ نے یقینی کو اختیار کر کے داخل نہ مانا اور حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو کہنیوں پر گھماتے تھے۔ (دار قطنی ۸۳ جلد ۱)

مقدارِ مسح کا مسئلہ:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ (اور تم اپنے سروں کا مسح کرو) مقصود مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنا ہے۔ سر کے بعض حصے پر مسح کرنے والا اور تمام سر پر مسح کرنے والا دونوں ہی مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنے والے ہیں۔ پس امام مالکؒ نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کل مسح کو لازم قرار دیا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یقین کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے قلیل حصہ جس پر مسح کا اطلاق ہوسکتا ہے اس کو لازم قرار دیا۔ اور ہم احناف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر مسح فرمایا۔ مسلم صفحہ ۲۷۴۔ جلد ۱ اور ناصیہ کا اندازہ چوتھائی سر سے لگایا گیا ہے۔ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت)

قراءت: شامی، نافع، علی، حفص رحمہم اللہ نے اَرْجُلَكُمْ نصب سے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔ اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ تقدیم و تاخیر کے قائل ہوتے کہ مغسولات کے درمیان ایک

ممسوحہ کو بیان فرمایا گیا۔ دیگر قراء نے ارجلکم کی لام کو کسرہ سے پڑھا۔ اور رؤس پر عطف کیا۔ کیونکہ ارجل تین مغسولہ اعضاء کے درمیان واقع ہے۔ ان کو خوب پانی بہا کر دھویا جائے گا۔ اس لیے خطرہ تھا کہ ممنوعہ اسراف کی حد تک نہ پہنچ جائیں۔ پس ممسوح پر عطف کر دیا گیا۔ مسح کی خاطر عطف نہیں کیا۔ بلکہ اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ پانی بہانے میں میانہ روی اختیار کرنا ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ الی الکعبین کی غایت کو اسی لیے ذکر کیا گیا تا کہ کوئی آدمی اس کو عضو ممسوحہ نہ سمجھے کیونکہ ممسوحہ عضو کی شریعت میں کوئی غایت مقرر نہیں کی گئی۔ جامع العلوم میں یہ بات مندرج ہے کہ یہ جر جوار کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار بخاری صفحہ ۶۰ و مسلم صفحہ ۲۴۱ مشہور تابعی عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ قدمین پر مسح کرتا ہو۔ ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا گیا۔ تا کہ پاؤں کو میل سے پاک کیا جائے۔ جوان پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ پاؤں اکثر کھلے رہتے ہیں۔ اور نماز بارگاہ الٰہی میں میل کچیل سے پاک ہو کر تعظیم کی متقاضی ہے۔ پس اس سے بندگی کامل انداز سے ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ مشاہدہ میں ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو صاف ستھرے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آدمی بہترین کپڑوں میں نماز ادا کرے۔ عمامہ پہن کر نماز کھلے سر نماز سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں تعظیم زیادہ ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب طہارت حاصل کرو) یعنی اپنے ابدان کو دھوؤ۔

رازی کا قول:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کسی نے قضائے حاجت کی ہو) رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اَوْ واؤ کے معنی میں ہے تا کہ مریض و مسافر پر تیمم بلا حدث لازم نہ آئے۔ مِّنَ الْغَآئِطِ سے اطمینان والی جگہ یہ قضائے حاجت سے کنایہ ہے۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (یا تم نے چھوا ہو عورتوں کو) لمس سے جماع مراد ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ (پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک زمین سے اس طرح تیمم کر لو کہ اس سے اپنے ہاتھوں اور چہروں کا مسح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا) یعنی طہارت کے سلسلے میں کہ تم کو تیمم کی رخصت نہ دی جائے۔ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ تم کو پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں) مٹی کے ذریعہ۔ جب کہ تم پانی کے ساتھ طہارت سے عاجز ہو۔ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (اور تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کرے) اور تا کہ وہ اپنی رخصتوں سے اپنے انعام کو تم پر مکمل کرے اپنے عزائم کے ذریعہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تا کہ تم ادا کرو شکریہ) اس کی نعمتوں کا اور وہ تمہیں ثواب دے۔

میثاق سے مراد:

آیت ۷: وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر اسلام کے ذریعہ کیا) وَمِيْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (اور اس کا وہ پختہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی) یعنی

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا
اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ اور
یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف ھُوَ اَقْرَبُ
کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ تقویٰ سے زیادہ
لِلتَّقْوٰی ز وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ
قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جنہیں تم کرتے ہو، اللہ نے
اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ⑨
ان لوگوں سے وعدہ فرمایا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے،
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ⑩
اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔''

تم نے پکا وعدہ کیا اور اس سے مراد وہ میثاق ہے جو مسلمان سے لیا گیا جب کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ کہ آپ کی ہر بات سنیں گے۔ اور عُسر ویُسر میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور ہر خوشی اور غمی میں آپ کا حکم مانیں گے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

بعض نے کہا کہ اس سے لیلۂ عقبہ اور بیعت رضوان والا میثاق مراد ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ میثاق کو توڑو) اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینے کی باتیں خواہ خیر ہوں یا شر تمام کو جاننے والے ہیں) اور وہ وعدہ اور وعید دونوں ہی ہیں۔

کفار سے بھی عدل کرو:

آیت ۸: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! تم اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ) وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا (اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو) یہاں یجرمنکم کو عَلٰی سے متعدی بنایا گیا۔ حالانکہ یہ حمل کا صلہ ہے۔ جو یجرمنکم کا معنی ہے۔ تاکہ بتلا دیا جائے کہ کسی قوم کا بغض وعداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کو چھوڑ بیٹھو۔ اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (تم انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے قریب ہے) پہلے تو ان کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ بغض ان کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر ان کو صراحت کے ساتھ عدل کی سخت تاکید کر دی۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر عدل کے حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے تم پر

يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

دست درازی کا ارادہ کیا سو اس نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا، اور اللہ سے ڈرو

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ ع

اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

دینے کی وجہ بیان کی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ھو اقرب للتقوٰی ہے۔

مَسْئَلَہ: جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ انداز ہے پھر ایمان والوں کے ساتھ عدل کا لزوم کس قدر شدید ہوگا۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس کے اوامر و نواہی میں۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی اطلاع ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے تو اس کے بعد وعدے کی آیت ذکر فرمائی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وعد اللّٰہ الذین الخ

آیت ۹: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے) وعد کا لفظ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ پہلا مفعول الذین اٰمنوا۔ اور دوسرا محذوف ہے اور اس مفعول سے استغناء اس لیے اختیار کیا گیا کیونکہ لهم مغفرة و اجر عظيم کا جملہ موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس مفعول کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے) اور وعید اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آ رہی ہے۔

آیت ۱۰: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو وہ جہنم کے ساتھی ہیں) یعنی اس سے جدا نہ ہونگے۔

بنوقریظہ کی غداری:

آیت ۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا) روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنوقریظہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ساتھ شیخین ابوبکر و عمر اور دونوں داماد علی و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اور ان سے دو مسلمانوں کے قتل کی دیت میں مدد لیں یہ

مسلمان قبیلۂ بنوسلیم سے تھے۔ جو مسلمانوں کا معاہد تھا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے خطاً قتل ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو مشرکین میں سے سمجھا تھا۔ جب یہود کے ہاں تشریف لے گئے تو یہود نے کہا! ہاں اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بیٹھیں آپ کو کھانا کھلائیں گے۔ اور پھر آپ کو قرض بھی دیں گے۔ اور آپ کو ایک چبوترے میں بٹھا دیا۔ اور آپ کو اچانک قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عمرو بن جحاش یہودی چکی کے پاٹ کے متعلق ارادہ کر کے گیا کہ وہ آپ پر گرا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا۔ جبرئیل علیہ السلام اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے یہ آیت اتری۔ اِذْ یہ نعمت کا ظرف ہے۔ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا (کہ وہ کھولیں) اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ (اپنے ہاتھ تمہاری طرف قتل کے ساتھ) جیسے محاورہ میں کہا جاتا ہے بسط لسانه اليه جب کہ وہ اس کو گالی دے۔ اور کہتے ہیں بسط اليه يده جب وہ اس سے دو دو ہاتھ کرے۔ جیسا کہ اس آیت: وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ (الممتحنہ:۲) میں مذکور ہے۔ اور بسط اليد کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو پکڑنا چاہا اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ کو اس کی طرف دراز کرنا۔ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ (پس اس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا) کہ وہ تمہاری طرف دراز ہوں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو توکل کرنا چاہیے) اس کی ذات کافی، دافع اور مانع ہونے میں بس ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور بلاشبہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ

عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ

نمائندے بھیجے اور اللہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ

ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھے طور پر

قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

قرض دیتے رہو میں ضرور تمہارے گناہوں کا کفارہ کروں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں جاری ہوں گی۔ سو اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر اختیار کرے وہ راہ راست

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ⑫ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ

سے دور جا پڑا۔ سو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو ملعون قرار دے دیا، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت

قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

بنا دیا وہ کلمات کو ان کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور وہ اس نصیحت کا بہت بڑا حصہ بھول گئے

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا

جو انہیں کی گئی تھی۔ اور آپ برابر ان کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے باستثناء

مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬

تھوڑے سے لوگوں کے، سو آپ انہیں معاف فرمایئے اور درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ خوبی کا معاملہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۱۲: وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے) نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کے حالات کی نگہبانی اور جانچ پڑتال کرے۔ جب بنی اسرائیل مصر میں مضبوط ہو گئے اس کے بعد کہ فرعون ہلاک ہو چکا۔ (مگر یہ بات محل نظر ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو عرصۂ دراز کے

بعد مصر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزمین شام کے مقام اریحا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش وقرار کی جگہ قرار دیا ہے پس نکل کر تم ان کنعانیوں سے جہاد کرو۔ میں تمہارا مددگار رہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں ایک نقیب مقرر کریں۔ جو اس معاملے کو پورا کرانے کا ذمہ دار ہو جو اُن سے لیا گیا ہے پس نقباء مقرر ہوئے اور بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا گیا۔ نقباء نے ان کی طرف سے کفالت کی ذمہ داری لی۔ موسیٰ علیہ السلام لے کر ان کو روانہ ہوئے۔ جب سرزمین کنعان کے قریب پہنچے تو چند افراد کو علاقہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انہوں نے ان کے بڑے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت درجہ قوت و شان و شوکت دیکھی۔ وہ ان سے ڈر گئے اور واپس لوٹے اور اپنی قوم کو یہ حالات ذکر کیے۔ حالانکہ ان کو صیغۂ راز میں رکھنے کا حکم تھا۔ انہوں نے عہد توڑ کر ان کو بتا دیا۔ صرف کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون عہد پر قائم رہے یہ دونوں بھی نقباء میں سے تھے۔ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) یعنی تمہارا مددگار اور معاون ہوں۔

قراءت: یہاں وقف ہے کیونکہ آگے جملہ ابتدائیہ ہے۔ جس پر لام داخل ہے۔ جو تمہید قسم کے لئے آتی ہے اور وہ یہ آیت ہے: لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ (اگر تم نماز ادا کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے) اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پر بھی زکوٰۃ اور نماز دونوں فرض تھے۔ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ (اور میرے رسولوں پر ایمان لائے) بغیر اس کے کہ ان کے مابین کسی پر ایمان لانے میں تفریق کرو۔ یعنی ایک کو مانو اور دوسرے کو نہ مانو۔ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ (اور تم نے ان کی تعظیم کی) یا ان کی اس طرح مدد کی کہ ان کے دشمن کا ان سے دفاع کیا۔ العزر لغت میں لوٹانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے عزرت فلاناً یعنی میں نے اس کو ادب سکھایا۔ یعنی اس کے ساتھ وہ کام کیا جو اس کو قبائح سے روکنے والا تھا۔ یہ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے۔

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (تم نے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیا) یعنی بغیر احسان جتلانے کے۔ بعض نے کہا کہ قرض حسن سے ہر خیر و بھلائی مراد ہے۔

نیک اعمال پر کفارۂ سیئات کا وعدہ:

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (تم سے تمہاری غلطیاں مٹادوں گا) لام جواب قسم میں لائی گئی ہے۔ اور یہ جواب دراصل شرط اور جواب قسم دونوں کے قائم مقام ہے۔ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ (اور البتہ ضرور داخل کرونگا تم کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا) یعنی اس تاکید والی شرط جو کہ عظیم وعدہ سے متعلق ہے۔ تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا۔ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (وہ سیدھی راہ سے ہٹ گیا) یعنی اس نے حق کے راستہ سے خطاء کی۔ ہاں جس نے اس سے قبل بھی کفر کیا وہ بھی سیدھی راہ سے ہٹ گیا۔ لیکن اس حالت کے بعد ضلال و گمراہی تو ظاہر اور بڑی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ (پس ان کے وعدہ توڑ دینے کی وجہ سے) ما زائدہ ہے۔ معاملے کی عظمت کو بڑھانے کے لئے لایا گیا۔ لَعَنّٰهُمْ (ہم نے انکو ہانک دیا اور اپنی رحمت سے نکال دیا) یا ہم نے اسکو مسخ کر دیا یا ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ

قٰسِيَةً (اور ہم نے انکے دلوں کوسخت کردیا) قاسیہ کا مطلب ہے ایسے سخت جن میں ذرا رحمت نہ تھی۔اور نہ نرمی پائی جاتی تھی۔
قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو قسِيَّة پڑھا ہے۔اس کا معنی ردی ہے۔جیسا کہتے ہیں درہم قسی ۔ ردی درہم۔

دلوں کی قساوت:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (وہ کلمات کو ان کے مقام سے بدلتے ہیں) یعنی ان کی تفسیر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ یہ ان کے دلوں کی سختی کا بیان ہے۔ کیونکہ افتراء علی اللہ سے بڑھ کر اور کونسی سختی ہوسکتی ہے۔اور اس کی وحی کو تبدیل کرنے سے بڑھ کر اور کیا سختی ہوسکتی ہے۔وَنَسُوْا حَظًّا (وہ بہت بڑا حصہ اور پورا حصہ بھول گئے) مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (ان نصائح کا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی) یعنی تورات سے ان کا اعراض اور ترک درحقیقت بڑے نصیب سے غفلت کرنا ہے یا ان کے دل سخت ہو گئے اور بگڑ گئے پس انہوں نے تورات کو بدل ڈالا اور اپنے حافظہ سے اس کی بہت سی چیزوں سے پھسل گئے۔

گناہ سے علم بھولتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کبھی تو آدمی علم کا کچھ حصہ گناہ کی وجہ سے بھولتا ہے۔اور پھر آپ نے دلیل و استشہاد کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کا حصہ بھلا دیا۔جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی صفات کی جو وضاحت کی گئی تھی اس کو بھلا دیا۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ (اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے) گویا یہ ان کی عادت ثانیہ ہے۔جس پر ان کے سلف گزرے۔ کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے خیانت کرتے تھے۔اور یہ آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اچانک حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ عَلٰى خَآئِنَةٍ سے خیانت مراد ہے۔ خائنة بمعنی خیانة ہے یا مراد ایسا فعل جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا نفس جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا گروہ جو خیانت والا ہو۔محاورہ ہے رجل خائنةٌ۔جیسا کہ رجل راويةٌ للشعر کہتے ہیں گویا تامبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں ہے۔اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور وہ وہی لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے۔فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کریں) اس میں ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ہے۔ یا ان میں سے جو مؤمن ہیں ان سے درگزر فرمائیں اور ان سے جو کچھ ہوا اس پر مواخذہ نہ فرمائیں۔وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور ان سے درگزر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مخلصوں کو پسند کرتے ہیں)

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا

اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے پختہ عہد لیا سو وہ اس چیز کا بڑا حصہ بھول گئے

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى

جس کے ذریعہ ان کو نصیحت کی گئی سو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض کو

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں جتلا دیگا جو کام وہ کیا کرتے تھے۔

تفسیر آیت ۱۴:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ (اور بعض نصاریٰ نے کہا کہ بیشک ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے پختہ عہد لیا) یہاں مِن ،اخذنا کے متعلق ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے اخذنا من الذین قالوا انا نصاری میثاقھم۔میثاق سے مراد ایمان باللہ والرسل اور افعال خیر کا عہد ہے۔جار مجرور کو فعل سے مقدم کیا گیا ہے اور اس طرح نہیں فرمایا من النصاری کیونکہ انہوں نے یہ نام اللہ تعالیٰ کی مدد کے دعوے دار بن کر لیا تھا۔اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نحن انصار اللہ کہا تھا پھر انہوں نے بعد میں اختلاف کیا اور یعقوبیہ' نسطوریہ اور ملکانیہ۔شیطان کے انصاری بن گئے۔فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (پس انہوں نے نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا) فَاَغْرَيْنَا (پس ہم نے چمٹا دی لازم کر دی) یہ غری بالشیء سے بنایا گیا ہے جس کا معنی لازم کرنا۔اور چمٹانا آتا ہے۔اور الغری اسی سے ہے۔جو چمٹ جائے۔بَيْنَهُمْ سے مراد نصاریٰ کے وہ فرقے جو باہمی اختلاف کرنے والے تھے۔الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (ان کے درمیان بغض اور عداوت قیامت کے دن تک) ان کی خواہشات کے مختلف ہونے کی وجہ سے وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ کرے گا۔ان کے ان اعمال کے متعلق جو کچھ وہ کرتے تھے) یعنی قیامت کے دن ان کو بدلہ و سزا دے کر مطلع کرے گا جو وہ کرتے تھے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

اے اہل کتاب تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارا رسول جو تم سے بہت سی ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ

تم اللہ کی کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور

اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ ١٥ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے، اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے بتاتا ہے جو اس کی رضامندی

سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ

کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ١٦ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ

راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ البتہ تحقیق انہوں نے کفر کیا جنہوں نے یوں کہا کہ بیشک اللہ مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ

ابن مریم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جو کچھ بھی

الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

زمین میں ہے ان سب کو ہلاک فرمانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو انہیں اللہ سے بچا سکے اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ١٧

اورزمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۵: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ (اے اہل کتاب) یہ یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ اور الکتاب جنس ہے اس لیے واحد لائے۔ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا (تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارے رسول) سول سے مراد محمد ﷺ ہیں يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ (وہ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تمہارے سامنے وہ بہت سی باتیں جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے) جیسے رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حکم رجم وغیرہ۔ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے امور سے اعراض کر لیتا ہے) ان میں سے جن کو تم چھپا لیتے ہو۔ وہ بیان نہیں کرتے یا تم میں سے بہت سے لوگوں سے درگزر کرتے ہیں مواخذہ نہیں کرتے۔

نور کی مراد:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی) نور سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ وہ شرک وشک کی ظلمتوں کو کھولتا ہے۔ جو حق لوگوں پر مخفی تھا اس کو واضح کرتا ہے۔ یا اس لئے نور کہا کہ اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ ہدایت آپ ﷺ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر آپ کو سراج فرمایا گیا۔

سبل سلام کیا ہے؟

آیت ۱۶: یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ اس قرآن سے راہنمائی فرماتے ہیں) مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ (جنہوں نے اس کی رضامندی کی اتباع کی) جو ان میں سے ایمان لائے۔ سُبُلَ السَّلٰمِ (سلامتی کے راستوں کی طرف) اور عذاب الٰہی سے بچانے والے راستوں کی طرف۔ یا اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف۔ اس صورت میں السلام اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

پس السلام سے مراد سلامتی یا اللہ تعالیٰ۔ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (اور ان کو وہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتے ہیں) یعنی کفر کے اندھیروں سے نور اسلام کی طرف۔ بِاِذْنِہٖ (اپنے حکم) یعنی ارادہ وتوفیق سے۔ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ان کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کرتے ہیں)

مذہبِ نصاریٰ

آیت ۱۷: لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کو پختہ کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وہی مسیح ہے نہ کہ کوئی دوسرا، ایسا کہنے والے پکے کافر ہوگئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نصاریٰ میں ایک فرقہ ایسا تھا جو ایسا کہتے تھے۔ یا یہ کہ ان کا مذہب اس حد تک پہنچا دیتا ہے جہاں انہوں نے اعتقاد کیا۔ کہ وہ (مسیح) پیدا کرتے' زندہ کرتے اور مارتے ہیں (اس سے خود لازم آتا ہے کہ جب وہ مسیح میں خدائی صفات مانتے ہیں تو گویا خود ان کو خدا مانتے ہیں۔ خواہ زبان سے نہ کہیں) قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا (ان سے) کہہ دو اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے) یعنی کون اس کی قدرت اور مشیت سے ذرہ بھر بھی روک سکتا ہے۔ (یعنی کوئی روک نہیں سکتا۔)

حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں:

اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں) یعنی اگر وہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائیں کہ جس مسیح اور اس کی والدہ کو وہ الٰہ کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ مسیح ایک مخلوق بندہ ہے دوسرے بندوں کی طرح۔ آیت میں و من فی الارض جمیعا کا مسیح اور امّہ پر عطف یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ یہ دونوں ان کی جنس سے ہیں۔ ان کے اور ان کے مابین کچھ فرق نہیں۔ معنی یہ ہے کہ

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں　آپ فرما دیجئے کہ پھر وہ تمہیں

يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب دے گا؟　بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے بشر ہو　وہ بخشے گا جس کو چاہے

وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ز

اور عذاب دے گا جس کو چاہے،　اور اللہ ہی کا ملک ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑱ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے،　اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو ایسے وقت میں تمہارے لیے بیان کرتا ہے

عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ز

جبکہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا،

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑲ ع

سو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے　اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس میں امومیت والا رحم جس کو اپنے اندر رکھنے والا ہو۔اس سے نقص بشریت کیسے جدا ہوسکتا ہے؟اور جس پر حدوث کے شواہد روشن ہوں وہ ربوبیت کے لقب کا کب حق دار ہے۔اور اگر وہ تمام موجودات سے صفت بقاء کو چھین لے تو اس کی حمدیت میں ذرہ بھر بھی نقص نہیں آئے گا۔وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَايَشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں)یعنی مذکر بنائے یا مؤنث اور وہ تو مؤنث سے بغیر مرد کے پیدا کرتا ہے۔جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔اور مذکر سے بغیر مؤنث کے پیدا کرتا ہے۔جیسا کہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے بنایا۔اور بغیر مذکر اور مؤنث سے بناتا ہے جیسا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔یا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔جیسا کہ پرندوں کو بطور معجزہ عیسیٰ کے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔اس پر کوئی اعتراض کی مجال نہیں۔کیوں کہ وہ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں)

آیت ۱۸: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (کہا یہود اور نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں)یعنی اس کے ہاں اسی طرح معزز ہیں جیسے بیٹا باپ کے ہاں یا اللہ تعالیٰ کے بیٹوں مسیح وعزیر کے حمایتی ہیں۔جیسا کہ

عبداللہ بن زبیر ابوخبیب کے پیروکاروں کو الخبیبیون کہا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ مسیلمہ کذاب کا گروپ کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ابناء ہیں اور بادشاہ کے اقارب اور خدام کہا کرتے ہیں کہ : نحن ابناء الملوك۔

یا مضاف محذوف ہے نحن ابناء رسل الله۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ (کہہ دیں کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے سزا کیوں دیتے ہیں) یعنی اگر یہ صحیح ہے کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو پھر تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں مسخ اور کچھ دنوں آگ کا عذاب بقول تمہارے کیوں دیا جائے گا۔ کیا باپ اپنے بیٹے کو مسخ کرتا ہے؟ کیا والد اپنے بیٹے کو آگ کا عذاب دیتا ہے۔ پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ (بلکہ تم دوسرے آدمیوں کی طرح آدمی ہو) اس کی جملہ مخلوقات میں سے۔ نہ یہ کہ تم اس کے بیٹے ہو۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے) جو کہ کفر سے تائب ہو جائے گا۔ محض اپنے فضل سے۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے) جو کہ کفر پر مر گیا۔ بطور عدل کے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے۔ اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) اس میں متنبہ کر دیا کہ مسیح عبد ہیں کیونکہ مملوک اور بیٹا ہونا باہم منافی ہے۔ (بیٹا مملوک نہیں ہو سکتا)

فترتِ رسل کا زمانہ:

آیت ۱۹: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا (اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آئے) یعنی محمد ﷺ يُبَيِّنُ لَكُمْ (وہ کھول کھول کر یعنی احکام بیان کرتے ہیں) الشرائع کو ظاہر ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یا وہ چیز مراد ہے جن کو تم چھپاتے ہو۔ اور اس کو حذف کیا کیونکہ پہلے گزر چکا۔ یا مبین کو مقدر مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمہارے سامنے اظہار کر رہے ہیں۔ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (انقطاع رسل کے زمانہ میں) یہ جاء کم سے متعلق ہے یعنی وہ تمہارے پاس اس وقت میں آئے کہ مدت سے پیغمبر نہ آئے تھے۔ اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ یا پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ تم کہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم کہو مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا) فَقَدْ جَآءَكُمْ میں فامحذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ تعتذروا فقد جاء کم بشير للمؤمنين وّ نذير للكفرين۔ تم معذرت کرو کہ تمہارے پاس مؤمنوں کو بشارت اور کافروں کو ڈرانے والے آ گئے۔ اس میں اصل احسان جتلایا کہ ہم نے اس زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا جب کہ آثار وحی مٹ چکے تھے۔ اور انسانوں کو جس چیز کی ضرورت ہوگی۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ (سو تمہارے پاس بشیر و نذیر آ چکے) تا کہ اس کی طرف بڑھیں اور اس کو ایک عظیم نعمت خیال کریں اور ان پر حجت تمام ہو جائے۔ پس کل وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا۔ جو ان کو غفلت سے خبردار کرتا۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) پس وہ محمد ﷺ کو بھی ضرورت کے وقت نبی بنا کر بھیجنے پر قادر ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں

فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ

عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو

الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٠ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ

نہیں دیا، اے میری قوم! مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھدی

لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝٢١ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى

ہے اور پیچھے واپس مت لوٹو ورنہ نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ!

اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

یہ واقعی بات ہے کہ اس سرزمین میں بڑے زبردست لوگ ہیں، اور بے شک ہم اس بستی میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک لوگ نہ نکل جائیں۔

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝٢٢ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ

سو اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ دو آدمیوں نے کہا جو

يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

ڈرنے والے تھے اللہ نے ان پر انعام فرمایا تھا کہ تم لوگ ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ سو جب تم اس میں داخل ہو گے

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٢٣

تو بلاشبہ تم غلبہ پانے والے ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

آیت ۲۰: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ (اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے میری قوم! یاد کرو اللہ کی ان نعمتوں کو جو تم پر کیں۔ جب بنائے تم میں انبیاء) جعل فیکم انبیاء اس لیے فرمایا کیونکہ کسی امت میں اتنے نبی مبعوث نہیں کیے گئے جتنے بنی اسرائیل میں آئے۔

خوشحالی کی نعمت:

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (اور تمہیں بادشاہ بنایا) یہ اس لئے فرمایا کہ ان کو فرعون کے بعد اس کے ملک کا مالک بنایا۔ اور جبابرہ کے

بعد سرزمین فلسطین کا مالک بنایا۔اوران میں کثرت سے بادشاہ ہوئے۔جیسے انبیاء کثرت سے ہوئے۔بعض نے کہا کہ الملک سے مراد وسیع مکان والا جس میں جاری پانی ہو۔بنی اسرائیل کے وسیع مکانات تھے جن میں جاری پانی تھا۔گویا خوشحالی کے معنی میں ہے۔بعض نے کہا کہ ملک وہ ہے جس کے پاس مکان ہو۔اور خدام ہوں کیونکہ یہ خود قبطیوں کے ہاں غلامانہ زندگی گزارتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات دی۔تو نجات دینے کو ہی مَلِك فرمایا۔وَّاٰتٰكُمْ مَّالَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (اور تمہیں وہ کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا) جیسے سمندر پھاڑا۔دشمن کو ڈبویا۔من وسلویٰ اتارا۔بادلوں سے سایہ کیا۔وغیرہ اس طرح کے بڑے بڑے کام یا مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں۔گویا الف لام کا عوض حذف ہے۔

قدس وشام کی سرزمین میں داخلے کا حکم:

آیت ۲۱: يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو) المقدسہ سے مراد پاکیزہ یا مبارکہ اور وہ سرزمین بیت المقدس وشام ہے۔الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے) كَتَبَ کا معنی ہے قسمت میں کر دیا۔یا تمہارے نام لگا دیا۔یا لوح محفوظ میں لکھ دیا۔کہ وہ تمہارا مسکن بنے گی۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ (اور تم اپنی پشت پھیر کر مت لوٹو شکست کھا کر) جبابرہ کے خوف سے بزدلی اختیار کر کے یا اپنے دین میں پشت پھیر کر مت لوٹو (یعنی دین کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو)۔فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (اگر تم لوٹو گے تو پھر دنیا و آخرت کے ثواب سے نامراد ہو کر لوٹو گے)

بزدلی کی انتہاء:

آیت ۲۲: قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ (کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں) اَلْجَبَّار یہ فعال کے وزن پر ہے۔یہ جبره على الامر سے لیا گیا ہے۔جس کا معنی اجبره عليه ہے مجبور کرنا۔جبار اس سرکش کو کہتے ہیں۔جو لوگوں کو اپنی مرضی پر مجبور کرے۔

وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا (ہم اس میں ہرگز قتال سے داخل نہ ہونگے)
حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا (یہاں تک کہ وہ بغیر لڑائی کے نکل نہ جائیں)
فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا (پس اگر وہ اس سے بلا قتال نکل گئے)
فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ (تو ہم پھر اس علاقہ میں داخل ہونگے)

آیت ۲۳: قَالَ رَجُلٰنِ (ان دو شخصوں نے کہا) رجلان سے مراد کالب اور یوشع ہیں۔مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ (ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھتے تھے) گویا اس طرح کہا کہ دو متقی مردوں نے کہا۔

نَحْو : یہ محل رفع میں رجلان کی صفت ہے اس طرح انعم الله عليهما بھی۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ

وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم ہرگز کبھی بھی اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ اس میں موجود ہیں لہٰذا تو اور تیرا رب

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا

دونوں جائیں پھر دونوں جنگ کرلیں بے شک ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! بے شک میرے بس میں صرف

نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا

میری جان اور میرا بھائی ہے، لہٰذا ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو یہ سرزمین

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ

ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام رہے گی۔ زمین میں حیران پھرتے رہیں گے سو آپ

عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

نافرمان قوم پر رنج نہ کیجئے۔

ع ۴ ۸

غلبے کا وعدہ:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا (جن پر اللہ تعالیٰ نے (اپنے سے ڈرنے کا) انعام فرمایا تھا۔ ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ (تم ان کے شہر کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ) فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ (جونہی تم اس میں داخل ہو گے تم غالب آ جاؤ گے) اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور غلبہ تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ بات انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اطلاع دینے سے معلوم کی۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو) اس لئے کہ اس پر ایمان اس پر توکل کا تقاضا کرتا ہے۔ توکل کی حقیقت علائق دنیوی کو قطع کرنا۔ اور مخلوقات سے تعلق کا توڑنا اور اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

جہاد سے پس و پیش:

آیت ۲۴: قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ (انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز داخل نہ ہونگے) یہ تاکیدی انداز سے مستقبل میں داخل ہونے کی نفی ہے۔ اَبَدًا (ہمیشہ) یہ لفظ لا کر نفی مؤکد کو طویل زمانے سے معلق کیا گیا۔ مَّا دَامُوْا فِيْهَا (جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں) یہ ابدًا کا بیان ہے۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ (پس تو اور تیرا رب جائے) علماء کی ایک جماعت نے اس کا ظاہری معنی مراد لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ مگر ایسا نہیں کیونکہ بطور اعتقاد یہ بات ہوتی تو وہ کفر کرتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام ان سے جہاد کرتے۔ کیونکہ اس وقت جبارین کی بنسبت یہ جہاد کئے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر اس میں بہتر بات یہ

ہے کہ کہا جائے کہ تم جاؤ اور تمہارا رب اور وہ لڑائی میں تمہاری امداد فرمائے۔ یا ربك سے مراد یعنی ہارون آپ کے بڑے بھائی مراد ہیں۔ یا اس سے حقیقۃً جانا مراد نہیں بلکہ یہ محاورۃً ایسی بات ہے جیسے کہتے ہیں کلّمتہٗ فذهب يجيبني میں نے اس سے بات کی وہ مجھے جواب دینے لگا۔ یعنی جواب کا ارادہ کیا۔ گویا انہوں نے کہا کہ تم دونوں ان سے قتال کا ارادہ کرو۔ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (پس لڑو تم دونوں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) قاعدون کا معنی ٹھہرنے والے ہیں تمہارے دین کی مدد میں ہم ان سے نہ لڑیں گے۔ جب انہوں نے نافرمانی اور مخالفت کی۔

غم وشکوہ کا اظہار:

آیت ۲۵: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ (کہا اے میرے رب میں اختیار نہیں رکھتا) تیرے دین کی مدد کے لئے اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ (مگر اپنے اوپر اور بھائی پر) نَحو: اخی کا عطف نفسی پر ہو تو یہ معنی ہے مجھے اپنے نفس پر اور بھائی پر قابو ہے یا انّ کے اسم پر عطف ہو تو یہ معنی ہوگا۔ میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر اور میرا بھائی بھی اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر۔ یا یہ مرفوع ہے جبکہ اس کا عطف انّ اور اس کے اسم دونوں کے محل پر ہو۔ یا لا املك کی ضمیر پر اس کا عطف ہو اور فصل کے لیے یہ درست ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ولا يملك اخي الا نفسه اور میرا بھائی بھی مالک نہیں مگر اپنے نفس کا یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی واخي كذالك۔ میں اپنے اوپر قابو رکھتا ہوں اور میرا بھائی بھی اسی طرح ہے۔ یہ درحقیقت غم اور شکوہ ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں پیش کیا گیا ہے اور رقت قلب ہے تاکہ رحمت الٰہی کو جوش آئے۔ اور مدد خداوندی کا نزول ہو۔ گویا کہ ان دونوں آدمیوں پر کامل وثوق نہیں فرمایا اور فقط نبی معصوم کا ہی تذکرہ فرمایا۔ یا پھر مراد یہ ہے کہ میں اور جو دین کے سلسلے میں مجھ سے مواخات رکھنے والا ہے۔

فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے) اور ان کے بارے میں وہ فیصلہ فرما جس کے وہ اہل ہیں۔ یہ ان کے متعلق بددعا کے مفہوم میں ہے یا ہمارے اور ان کے درمیان دوری پیدا کردے اور ان کی معیت سے نجات عنایت فرما۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ [التحریم:۱۱]

آیت ۲۶: قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ (فرمایا وہ ان پر حرام کردی گئی) ھا کی ضمیر سے الارض المقدسہ مراد ہے۔ محرمة کا مطلب روک دینا ہے۔ کہ وہ اس میں داخل نہ ہوسکیں گے۔ یہ حرمت تعبدی نہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ [القصص:۱۲]

ایک اعتراض:

پچھلی آیات میں کتب الله لكم فرمایا۔ اور یہاں محرمة فرمادیا۔

جواب: کتب اللّٰہ کا معنی وہ سرزمین تمہارے لیے لکھ دی۔ اس شرط سے کہ تم وہاں کے رہنے والوں سے جہاد کرو۔ جب انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا تو فرمایا **فانھا محرمۃ علیھم** کہ وہ ان پر حرام کر دی گئی یہ حرمت چالیس سال کے لیے تھی۔ جب چالیس سال گزر گئے تو جو لکھا تھا وہ ہو کر رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بقیہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے۔ یوشع بن نون مقدمۃ الجیش پر افسر تھے۔ اور اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم رہے۔ جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ وفات پا گئے۔ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (چالیس برس) اربعین محرمۃ کا ظرف ہے۔ اور سنۃ پر وقف ہے۔ یا یہ یتیھون کا ظرف ہے اور وقف علیھم پر ہے۔

فاسق قابل افسوس نہیں:

تقدیر عبارت یہ ہے: **یسیرون فیھا متحیرین لا یھتدون طریقًا اربعین سنۃ**۔ کہ وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے۔ یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ (وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے زمین میں) اس سے نکلنے کا راستہ چالیس سال تک نہیں پائیں گے۔ یہ قید کی سزا ان کو اس لیے دی گئی کہ وہ جہاد سے رکے۔ تو ان کو اس جنگل میں روک دیا گیا۔ تیز چلنے کے باوجود صبح کو جہاں سے چلتے شام کو وہیں ہوتے۔ اور شام کو جہاں سے چلتے صبح کو وہیں ہوتے۔ یہ چھ فرسخ کا علاقہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس بددعا سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (ان فاسقوں پر افسوس مت کرو) کیونکہ یہ فاسق ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ تیہ میں نہیں رہے۔ کیونکہ تیہ کی رہائش تو ایک سزا تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ سے ان سے نجات مانگ چکے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے مگر وہ ان کے لیے باعث راحت تھا۔ اور باعث سلامتی تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام تیہ میں وفات پا گئے اور ان کے ایک سال بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات پائی۔ اور کالب اور یوشع علیہما السلام کے علاوہ تمام نقباء بھی تیہ میں وفات پا گئے۔

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے جبکہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی، سو ان میں سے ایک کی نیاز

اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا

قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نیاز قبول نہ کی گئی، اس نے کہا کہ میں تجھے ضرور بالضرور قتل کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ

النصف

يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ

اللہ صرف تقویٰ والوں سے قبول فرماتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا

مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں ہوں گا۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

پروردگار ہے، بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر دھر لے پھر تو دوزخ والوں میں

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ

سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر

قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ

آمادہ کر لیا سو اس نے اسے قتل کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا

فِی الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ

بھیجا وہ زمین کو کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے لگا افسوس میری حالت پر! کیا میں اس سے عاجز ہو گیا

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

کہ اس کوے کی طرح ہو جاؤں سو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

مناہیل وقابیل کا واقعہ:

آیت ۲۷: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے حاسدین کو وہ واقعہ سناؤ جو حسد کی وجہ سے پیش آیا۔ تا کہ وہ حسد کو چھوڑ دیں۔ اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان اہل کتاب کو پڑھ کر سنائیں)
نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ (آدم کے دو صلبی بیٹے ہابیل و قابیل کا) یا وہ بنی اسرائیل کے دو آدمی تھے۔
بِالْحَقِّ (ایسی اطلاع جو حق سے ملی ہوئی ہے) اور پہلی کتب کے بالکل موافق ہے۔ یا ایسی تلاوت جو حق وصحت سے ملی ہوئی ہے۔ یا آپ ان کو پڑھ کر سنائیں کہ آپ حق بیان کرنے والے سچے ہیں۔ اِذْ قَرَّبَا یہ نبأ کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قصتهما وحديثهما في ذالك الوقت۔ یعنی ان دونوں کا قصہ اور بات جو اس وقت میں پیش آئی یا نبأ سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتل عليهم النبأ نبأ ذالك الوقت۔ آپ ان پر پڑھیں واقعہ یعنی اس وقت کا واقعہ گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔ قُرْبَانًا ایسی قربانی یا صدقہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے قرّب صدقة وتقرب بها کہ اس صدقہ سے تقرب حاصل کیا۔ کیونکہ تقرب کا باب قرب کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب ان میں سے ہر ایک نے اپنی قربانی سے تقرب حاصل کیا۔ اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا (ان دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی) اور وہ ہابیل تھا۔ وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی) اور وہ قابیل تھا۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہونے والی بچی سے شادی کر لے۔ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت تھی۔ اس کا نام آقلیما تھا۔ اس پر اس کے بھائی نے اس لڑکی کے سلسلہ میں حسد کیا۔ اور ناراض ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی قبول ہوگی اسی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آگ نے اتر کر اس کو جلا دیا۔ اس پر قابیل کا حسد اور بھڑک اٹھا اور ناراضگی زیادہ ہوئی پس ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ (اس نے ہابیل کو کہا کہ میں تمہیں قتل کر دونگا)

قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقین سے قبول کرتے ہیں) تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہابیل نے اسے کہا تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی کو قبول کیا ہے۔ اور میری قربانی قبول نہیں کی۔ اس پر اس نے کہا انما يتقبل الله من المتقين کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والوں کی قربانی قبول کرتے ہیں۔ اور تو غیر متقی ہے۔ اور یہ تیرے نفس کے قصور سے ہے۔ کہ اس نے تقویٰ کے لباس کو اتار پھینکا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔

ایک لطیفہ:

حضرت عامر بن عبداللہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ان کو کہا گیا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اور آپ تو بڑی فضیلتوں والے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا ہے انما يتقبل الله من المتقين۔ (معلوم نہیں کہ ہم ان میں سے ہیں یا نہیں)

آیت ۲۸: لَئِنْ بَسَطْتَّ (اگر تو نے دراز کیا) اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ (اپنا ہاتھ میری طرف تا کہ تو مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ پھیلانے والا نہیں تیری طرف) قراءت: مدنی ابو عمرو اور حفص نے یَدِیَ پڑھا ہے۔

ہابیل کو بے خبری میں قتل کیا گیا:

لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (تا کہ میں تجھے قتل کروں میں بیشک اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا ہوں) روایت میں ہے کہ وہ قابیل سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور زیادہ مضبوط۔ لیکن اپنے بھائی کے قتل کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھایا کیونکہ اس زمانہ میں مدافعت جائز و مباح نہ تھی۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ واجب تھی۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو خود ہلاک کرنا ہے اور قاتل کے گناہ میں شرکت کرنا ہے۔ البتہ معنی یہ ہے کہ میں ابتداءً تیری طرف اپنے ہاتھ کو دراز کرنے والا نہیں۔ جیسا کہ تو میرے بارے میں ارادہ رکھتا ہے ہابیل ارادۂ قتل پر مدافعت کا عزم رکھتے تھے۔ مگر قابیل نے بے خبری میں اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔

قراءت: اِنِّیْٓ کو اِنِّیَ اَخَافُ پڑھا حجازی اور ابوعمرو نے۔

آیت ۲۹: اِنِّیْٓ اُرِیْدُ (میں چاہتا ہوں) قراءت: مدنی نے اِنِّیَ پڑھا ہے۔ اَنْ تَبُوْٓاَ تو اٹھائے) یا لوٹے بِاِثْمِیْ (میرے قتل کے گناہ کے ساتھ) اگر تو نے مجھے قتل کر دیا وَاِثْمِكَ (اور اپنے گناہوں کے ساتھ) جس کی بنا پر تیری قربانی قبول نہیں کی گئی۔ اور وہ والد کی نافرمانی، حسد، کینہ ہے قابیل نے اس بات کا ارادہ کیا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مسترد کر کے کفر کیا تھا یا وہ ظالم تھا اور ظالم کی سزا یہ مراد لی جاسکتی ہے۔ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ (تا کہ تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالم کی سزا ہے)

آیت ۳۰: (فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ) (اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا) طوعت کا معنی آسان کر دیا گنجائش پیدا کر دی یہ طالع له المرتع کہ چراگاہ آسانی سے اس کو میسر آ گئی' سے بنا ہے۔ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (پس اس نے اس کو قتل کر دیا پس وہ ہو گیا خسارہ پانے والوں میں سے)۔

آیت ۳۱: فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ (اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے یا وہ کوا اس کو دکھائے) كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ (کہ وہ کس طرح بھائی کی لاش چھپائے) سَوْءَةَ کا معنی ستر اور وہ چیز جسم میں جس کا کھولنا جائز نہیں۔ روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مقتول زمین پر بنی آدم میں یہی تھا۔ جب اس کو قتل کر دیا تو چٹیل میدان میں چھوڑ دیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ پس اس کو خطرہ ہوا کہ اس کو درندے پھاڑ دیں گے۔ پس ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر ایک سال تک اٹھائے پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بدبو پیدا ہوئی۔ اور اس پر درندوں نے ہجوم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے جو لڑ پڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ اور اپنی چونچ اور پنجوں سے دوسرے کوے کے لئے گڑھا کھودا پھر اس کو اس میں ڈال دیا۔ پس اس وقت قابیل کہہ رہا تھا۔

بے وقت شرمندگی:

قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ (کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوے ہی کے برابر ہوتا اور چھپا دیتا) فَاُوَارِیَ کا عطف اکون پر ہے سَوْءَةَ اَخِیْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ (اپنے

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو بلا عوض جان

نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا

کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دے جو زمین میں ہو تو گویا قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا

فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ

تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا، اور یہ واقعی بات ہے کہ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر اس

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

معانقہ ۵ عند المتأخرین وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بھائی کی لاش کو پس وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا) اس کے قتل پر کیونکہ اس کے اٹھائے پھرنے نے اس کو تھکا دیا۔ اور وہ اس کے بارے میں شدید پریشانی میں مبتلا ہوا۔ مگر یہ شرمندگی توبہ کرنے والوں جیسی نہیں تھی۔ یا ندامت فقط ہماری شریعت میں توبہ ہے۔ ان کی شریعت میں نہ تھی۔ یا اس کے اٹھائے رہنے پر شرمندہ ہوا نہ کہ اس کے قتل پر۔ (پس توبہ نہ بنی) اور آیت میں کہ جب اس نے اسے قتل کیا اس کا جسم سیاہ ہو گیا حالانکہ اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگا میں اس کا نگران تو نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے تو تیرا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پس سیاہ لوگ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

مرثیۂ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے:

اور یہ کسی روایت میں نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کسی شعر میں ہابیل کا مرثیہ کہا ہو۔ جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شعر سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت ۳۲: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ (اس قتل کی وجہ سے) اجل کا معنی سبب وعلت ہے اور ذالک کا مشارٌ الیہ قتل مذکور ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلی آیت سے متصل ہے۔ پس اس صورت میں اس پر وقف کریں گے۔ تقدیرِ عبارت یہ ہوگی فاصبح من النادمین لاجل حملہ ولا جل قتلہ کہ وہ اس کے اٹھانے اور قتل کرنے کی وجہ سے شرمندگی والوں میں سے ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور النادمین پر وقف ہے۔ اور مِنْ کا تعلق كَتَبْنَا سے ہے نادمین سے نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے قانونِ قصاص:

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِ يْلَ (ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا) بنی اسرائیل کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا۔ حالانکہ تمام ہی اس میں شریک تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات پہلی ایسی کتاب ہے جس میں احکام اتارے گئے۔ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا (کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کریگا) انه کی ضمیر شان ہے۔ اور من شرطیہ ہے۔

بِغَيْرِ نَفْسٍ (بغیر اس کے کہ وہ کسی نفس کو قتل کرے) اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ (یا وہ زمین پر فساد کرے) یہ نفس پر عطف ہے تقدیر عبارت یہ ہے **بغیر فساد فی الارض** اور زمین میں فساد کے بغیر۔ فساد سے مراد یہاں شرک ہے۔ یا ڈاکہ زنی یا ہر وہ فساد جس کا نتیجہ قتل کو واجب ولازم کردے۔ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا) یعنی گناہوں میں تمام لوگوں کو قتل کردیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کیونکہ قاتل نفس کی سزا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ اگر وہ تمام لوگوں کو قتل کرڈالتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا۔ وَمَنْ اَحْيَاهَا (جس نے ان کو زندہ کیا) یعنی ان کو ہلاکت کے بعض اسباب سے نکالا۔ مثلاً قتل، غرق، جلنا، گرانا یا اور کوئی دیگر وغیرہ۔

ایک کی زندگی سبکی کی زندگی:

فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (اس نے گویا سب کو زندہ کیا) ایک آدمی کے قتل کو تمام آدمیوں کا قتل قرار دیا گیا۔ اسی طرح زندہ کرنا بھی تمام کا زندہ کرنا قرار دیا۔ یہ ترغیب وترہیب کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک آدمی کے قتل پر تعرض کرنے والا ہے اگر وہ تصور کرے کہ اس کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے۔ تو اس پر اس کا قتل گراں ہوگا۔ پس وہ اس سے باز آجائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو اس کو زندہ کرتا ہے۔ جب اس کے تصور میں یہ ہے اس ایک آدمی کی زندگی تمام انسانوں کی زندگی کے مترادف ہے تو اس کو سلامت رکھنے اور بچانے کے لئے خوب رغبت اختیار کرے گا۔ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آچکے ہیں) هُمْ سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ رُسُلُنَا (ہمارے پیغمبر) قراءت: ابوعمرو نے رُسْلُنا پڑھا ہے۔ بِالْبَيِّنٰتِ (واضح دلیل کے ساتھ) ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ (پھر اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ) پھر ان میں سے پہلے سے۔ اس کے بعد کہ جو ہم نے ان پر لکھ دیا۔ یا رسولوں کے دلائل لانے کے بعد فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (اور زمین میں حد سے بڑھنے والے ہیں) قتل میں اس کی عظمت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ

''جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے

فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ

دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے، یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

دیے جائیں یا زمین سے نکال دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ

اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ

تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ۵ ۸ ۹

تم ان پر قدرت پاؤ، سو جان لو کہ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔'' ''اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس وہ

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس جیسا اس کے ساتھ اور بھی ہو تاکہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے

الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

دیدیں تو یہ ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔اوران کے لیے درد ناک عذاب ہے وہ ارادہ کریں گے کہ

يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

دوزخ سے نکلیں اور وہ اس میں سے نکلنے والے نہیں اوران کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب ہے۔''

محاربین کی اقسامِ اربعہ:

آیت ۳۳: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بے شک ان لوگوں کی سزا جواللہ اوراس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے محاربہ سے مراد اولیاء اللہ سے محاربہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من اھان لی ولیًا فقد بار زنی بالمحاربة۔ جس نے میرے کسی دوست کی توہین کی اس نے محاربہ کے لئے مجھے دعوت دی۔ ابن ماجہ ۳۹۸۹ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا (وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں) یعنی وہ فساد کرنے والے ہیں۔ اور فسادًا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے۔ یعنی وہ فساد کی خاطر زمین میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اور جزاء کی خبر ان یقتّلوا ہے۔

فَائِدَة: یقتّلوا میں تا پر تشدید کا فائدہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے کا قتل۔ اب اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا، کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے سولی نہ دی جائے۔ اگر انہوں نے صرف قتل کیا ہو۔

اَوْ یُصَلَّبُوْٓا (یا ان کو صلیب دی جائے قتل کے ساتھ) اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔ اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ (یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں) اگر انہوں نے مال لیا ہو تو مِّنْ خِلَافٍ (مخالف جانب سے) یہ ایدی سے حال ہے یعنی ارجل۔ ایک دوسرے کے اُلٹ۔ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (یا ان کو قید کر کے جلا وطن کر دیا جائے) جبکہ انہوں نے فقط ڈرایا دھمکایا ہو) ذٰلِكَ یہ مذکورہ سزائیں۔ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا (ان کے لئے دنیا میں ذلت ورسوائی کا ذریعہ ہیں) وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (اوران کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے)

آیت ۳۴: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ (مگر وہ لوگ جو تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کرلیں) تو ان سے یہ حدود ساقط ہو جائیں گی۔ وہ معاملات جو بندوں کے حقوق کے متعلق ہیں۔ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کی توبہ سے ان کو بخش دیں گے اور رحیم ہیں رحم فرما کر ان کو عذاب نہ دیں گے۔

آیت ۳۵: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پس اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔

قربِ الٰہی کا ذریعہ:

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (اس کی طرف سے وسیلہ تلاش کرو) ہر وہ قرابت عبادت، جس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یا وہ وابستگی یا دیگر مرتبہ و درجہ یہ دراصل ان چیزوں کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو طاعات و ترک منہیات کی قسم سے ہے۔ اور ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

آیت ۳۶: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں) مَافِی الْاَرْضِ سے مراد قسما قسم کے اموال۔ وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ (اوراس کی مثل اس کے ساتھ اور ہو) اور وہ اس کو خرچ بھی کر ڈالے۔ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ (تا کہ اس کو اپنے نفس کا فدیہ بنائیں)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

جو چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ہو سو ان کے کردار کے عوض ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ بطور سزا کے اللہ کی

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ

طرف سے ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے، سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے

فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۹ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

سو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرما لے گا بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ

بلاشبہ اللہ کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۰

چاہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

قیامت کے دن فدیہ کی نفی:

نحو: لَوْ اپنے ساتھ والے سمیت خبرانَّ ہے۔ لیفتدوا بہ میں ہٖ ضمیر کو واحد لایا گیا ہے۔حالانکہ یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر یہاں اشارہ کے قائم مقام ہے۔گویا اس طرح کہا گیا۔لیفتدوا بذالك اس لئے واحد لانا صحیح ہے۔ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے مگر ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے جس سے کسی طرح ان کے لئے چھوٹنے کا راستہ نہیں)

آیت ۳۷: يُرِيْدُوْنَ (وہ چاہیں گے) یعنی تمنا کریں گے یا مطالبہ کریں گے۔اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا) مقیم کا معنی دائمی عذاب۔

چوری کی سزا:

آیت ۳۸: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے)

نحو: یہ دونوں مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔خبر ان کی محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔فیما یتلی علیکم

السارق و السارقة فاقطعوا ایدیھما۔فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا(سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو)ایدی بول کر دونوں دائیں ہاتھ مراد ہیں۔اس کی دلیل قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے فا اس لئے ہے کہ سابقہ کلام میں شرط کا معنی متضمن تھا۔کیونکہ مطلب اس طرح ہے والذی سرق والتی سرقت وہ مرد جو چوری کرے اور وہ عورت جو چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ دو۔اسم موصول میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔نکتہ:البتہ سارق کہہ کر مرد سے ابتداء کی گئی۔کیونکہ سرقہ کا تعلق جرأت سے ہے اور وہ مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور دوسری آیت میں الزانی کو مؤخر لائے کیونکہ زنا شہوت سے پیش آتا ہے۔اور شہوت عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ سرقہ و چوری کا آلہ ہے ادھر آلۂ زنا کے قطع کا حکم نہیں دیا گیا۔کیونکہ اس سے نسل انسانی کا انقطاع لازم آتا ہے۔جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (اس کی سزا میں جو کچھ انہوں نے کمایا)جزاء یہ مفعول لہٗ ہے۔نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ(سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے)نکالاً یہ جزاء کا بدل ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں)اس کے فیصلوں میں معارضہ نہیں کیا جاسکتا حَكِيْمٌ (وہ حکمت والے ہیں)اس میں جو وہ حکم دیں جیسے چور کے لئے قطع ید وغیرہ۔

تائبین کا ذکر:

آیت ۳۹:فَمَنْ تَابَ (جوشخص توبہ کرے)چوری سے مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ(اپنے اس ظلم(یعنی سرقہ)کے بعد)وَاَصْلَحَ (اور اپنی درستگی کرلے)مسروقہ مال واپس کر کے فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ(اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر کے اس کی طرف توجہ فرمائیں گے)اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں اس کا گناہ بخش دیں گے اور رحیم ہیں اس پر رحمت فرمائیں گے

بخشش مطیع:

آیت ۴۰:اَلَمْ تَعْلَمْ (کیا تمہیں معلوم نہیں)اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اے مخاطب اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے جس کو چاہے عذاب دے)عذاب دیں گے جو کفر پر مر جائے گا۔وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ(اور بخش دیں گے جس کو چاہیں گے)جو کفر سے تائب ہو جائے گا۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر)یعنی عذاب و مغفرت وغیرہ پر قَدِيْرٌ(قادر ہیں)نکتہ:یہاں عذاب کو مغفرت سے پہلے اس لیے ذکر کیا۔کیونکہ چوری توبہ سے قبل کی تھی۔یہ لف ونشر مرتب کی قبیل سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ م ۳ الوقف علی الاول اجوز ۱۲

اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں جو

الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان

الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ ۙ لَمْ

لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں یہ لوگ جھوٹ کو بہت زیادہ سننے والے ہیں، جو لوگ تمہارے پاس نہیں آئے ان کو باتیں پہنچانے کے لئے خوب

يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ

دھیان سے سنتے ہیں، یہ لوگ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو لے لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے پرہیز کرنا، اور اللہ جس کو فتنہ میں ڈالنے کا

فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

ارادہ فرمائے تو اے مخاطب اس کے لیے اللہ پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں

اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي

اللہ نے یہ ارادہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ

آخرت میں بڑا عذاب ہے یہ لوگ جھوٹ کو خوب زیادہ سننے والے ہیں خوب حرام کھانے والے ہیں،

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے یا ان سے اعراض فرما لیجئے، اور اگر آپ اعراض کریں

فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ

تو یہ آپ کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر آپ فیصلہ دیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایئے، بے شک

اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ

اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توارت ہے

فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾ ع ع ۱۰ ۲۰

جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں:

آیت ۴۱: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (اے رسول جولوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر تے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں) لَايَحْزُنْكَ کا معنی اہمیت نہ دیں کفر کی طرف منافقین کے جلد بھاگ جانے کو۔اور پرواہ نہ کریں یعنی اسلام کے متعلق ان کی خفیہ تدابیر کے ظاہر ہو جانے کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔اور اسی طرح ان کی مشرکین کے ساتھ موالات ظاہر ہونے کی پرواہ نہ کریں۔ میں ان کے خلاف تمہارا مددگار اور ان کے شر کے لیے کافی ہوں۔کہا جاتا ہے اسرع فیه الشیب یعنی وہ جلد بوڑھا ہو گیا۔اس طرح کفر میں ان کی مسارعت سے مراد جلد کفر اختیار کرنا ہے۔کہ جب بھی وہ فرصت پاتے ہیں تو فوراً کفر میں جا گرتے ہیں۔مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا (خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہتے ہیں) یہ الذین یسارعون فی الکفر کا بیان ہے۔اٰمَنَّا (کہ ہم ایمان لائے) یہ قالوا کا مقولہ مفعول ہے۔بِاَفْوَاهِهِمْ (اپنے منہ سے) یہ قالوا کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قالوا بافواهم آمنا انہوں نے اپنے مونہوں سے آمنا کہا وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ مگر ان کے دل مؤمن نہیں۔

نَحْو : یہ محل نصب میں حال ہے اور ومن الذین هادوا کا عطف من الذین قالوا پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے من المنافقین والیهود وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے ہیں۔سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ (وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں)

نَحْو : هُمْ مبتداء مضمر اور سمّاعون اس کی خبر ہے ضمیر کا مرجع دونوں جماعتیں ہیں۔تقدیر عبارت هم سماعون اس صورت میں وقف علی الذین هادوا پر ہے۔یا سماعون مبتداء اور اس کی خبر من الذین هادوا ہے۔اس صورت میں قلوبهم پر وقف ہے۔اور سماعون للكذب کا مطلب یہ ہے کہ تجھ سے سنتے اس لئے ہیں۔کہ تم پر جھوٹ باندھیں اس طرح کہ جو کچھ آپ سے سنا اس کو مسخ کر کے پیش کریں۔ اضافہ یا کمی یا تبدیلی اور تغیر کے ساتھ۔سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ (آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سنتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو) یعنی وہ آپ سے سننے والے ہیں یہودیوں کی خاطر اور وہ ان کو جاسوس بنا کر بھیجتے ہیں۔تا کہ جو آپ سے سنا وہ ان کو پہنچا دیں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں) یحرفون کا معنی اس کو زائل کرتے اور اس کو ان مواقع سے مائل کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے۔ان کو غیر مقام پر جوڑتے ہیں حالانکہ اس کا ایک مقام ہے۔ نَحْو : یحرفون یہ قوم کی صفت ہے جیسا کہ لم یأتوك یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔یعنی هُمْ یحرفون ضمیر کا مرجع الْكَلِمَ ہے۔

مقصد پرست یہود کا طرزِ عمل:

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا (کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو) المحرف اس کو کہتے ہیں جس کو اس کے موقع سے ہٹا دیا جائے۔

نَحْو : یقولون یہ یحرفون کی طرح قوم کی صفت ہے یا یحرفون کی ضمیر سے حال ہے۔فَخُذُوْهُ (اس کو اختیار کر لو) اس کو جانو کہ نَحْو : برحق ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ (اور اگر وہ تمہیں نہ دیا جائے) اور محمد ﷺ اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو فَاحْذَرُوْا (اس سے بچو) اور اپنے کو بچاؤ وہ باطل ہے۔روایت میں ہے کہ ایک سردار یہودی نے ایک سردار

عورت سے خیبر میں زنا کیا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ اور تورات میں ان کی حد سنگساری تھی۔ یہود نے ان کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے ان کو رجم کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ تا کہ وہ آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کریں۔ اور کہنے لگے کہ اگر وہ کوڑے لگانے کا حکم کریں اور چہرے کو کالا کرنے کا حکم کریں تو قبول کر لو اگر رجم کا حکم دیں تو مت قبول کرو۔ پس آپ نے جب ان کو رجم کا حکم دیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ (اور جس کا خراب ہونا اللہ ہی کو منظور ہو تو) یہاں فتنہ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے یہ آیت ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے یرید اللّٰہ الایمان ولا یرید الکفر۔ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امید کو ان کے ایمان کے سلسلے میں ختم کر دیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ (یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کفر سے پاک کرتا نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پسند سے کفر کو اختیار کیا۔

تردیدِ معتزلہ:

یہ آیت بھی ہماری دلیل ہے کہ جو لوگ خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتے۔ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ (ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) منافقین کی رسوائی اور یہود کے لئے ذلت۔ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اور آخرت میں ان کیلئے سزائے عظیم ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔

آیت ۴۲: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ (یہ جھوٹ کو سننے والے ہیں) یہ دوبارہ تاکید کے لائے ہے یعنی وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں اور اس کی مثل۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ہے (کہ وہ حرام کو کھانے والے ہیں) السحت ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو۔ یہ سحتہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنا ہے کیونکہ اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے حدیث میں فرمایا گیا فیصلوں میں رشوت لینا اس سے مراد ہے وہ احکام پر رشوت لینے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے بھی رشوت لیتے۔ قراءت: للسحت۔ مکی اور بصری اور علی نے ثقیل سے پڑھا ہے۔

فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم:

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ (اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ فرما دیں یا ان سے اعراض فرمائیں) یہ کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ کہ جب اہل کتاب آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لے کر آئیں کہ ان میں فیصلہ کر دیں یا نہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اختیار منسوخ کر دیا گیا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وان احکم بینھم بما انزل اللّٰہ المائدہ ۴۹ کہ ان کے درمیان بما انزل للّٰہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا (اگر تم ان سے اعراض کرو تو وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں دے سکتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے) قسط کا یہاں معنی عدل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تعالیٰ عدل والوں کو پسند کرتے ہیں)

إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ

''بے شک ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت ہے اور روشنی ہے، اس کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے انبیاء

الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

جو اللہ کے فرمانبردار تھے، یہ فیصلے ان لوگوں کو دیتے تھے جو یہود تھے، اور اللہ والے اور علم والے بھی فیصلہ دیتے تھے بوجہ اس کے کہ

اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا

ان کو اللہ کی کتاب کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے

النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ

نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت مت خریدو، اور جو شخص اس کے

يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾

موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ سو یہی لوگ کافر ہیں

آپ کی تحکیم پر ان کی رضامندی قابل تعجب ہے:

آیت ۴۳: وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ (اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے) اس آیت میں ان کے آپ ﷺ کی تحکیم پر راضی ہونے پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ حالانکہ وہ آپ کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور نہ آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم خود ان کی کتاب میں موجود ہے جس کو ماننے کے وہ دعویدار ہیں۔ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ یہ تورات سے حال ہے۔ التورٰة مبتداء اور عندھم خبر ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ (پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں) اس کا عطف یحکمونك پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ثم یعرضون به من بعد تحکیمك الموافق لما فی کتابهم لایرضون به پھر وہ آپ کے فیصلے کے بعد اعراض کرتے ہیں۔ جو فیصلہ انکی اپنی کتاب کے فیصلے کے مطابق ہے۔ اور وہ فیصلے پر راضی نہیں ہوتے۔ وَمَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (وہ آپ پر ایمان لانے والے نہیں) یا اپنی کتاب پر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ جیسا کہ ان کو دعویٰ ہے۔

تورات ہدایت ونور ہے:

آیت ۴۴: إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى (ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی) هُدًى یعنی حق کی طرف راہنما ہے وَّنُوْرٌ (اور روشنی تھی) وہ کھول کر بیان کرتی ہے مبہم احکامات کو۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا (انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ

کے مطیع تھے حکم دیا کرتے تھے) اسلموا کا معنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جو تورات میں تھی یہ النَّبِیُّوْنَ کی صفت ہے جو ان کی مدح و توصیف کے لئے لائی گئی ہے اور اس کو لا کر یہود پر تعریض کی گئی کیونکہ وہ ملت اسلامیہ سے بہت دور تھے۔ جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا (اس کے موافق یہود کو) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر میں اتباع کی للذین میں لام یحکم سے متعلق ہے۔

اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے:

اور وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ (اور اہل اللہ اور علماء بھی) یہ النبیون کے معطوف ہیں۔ الربانی کا معنی ہے زاہد۔ اور احبار کا معنی علماء ہے۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا (جس کا ان کو امین بنایا گیا تھا) نحو : یہ بھی جائز ہے کہ یہ یحکم بھا میں ھا ضمیر سے بدل ہے مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ (اللہ کی کتاب کا) یہ من بیانیہ ہے اور استحفظوا کی ضمیر انبیاء اور ربانیین اور احبار تمام کی طرف لوٹتی ہے۔ اور استحفاظ من اللّٰہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی حفاظت کا مکلّف اور ذمہ دار بنایا۔ یا ضمیر صرف الربّانِیُّوْنَ اور احبار کی طرف لوٹائی جائے اور استحفاظ انبیاء کی طرف سے ہو۔ وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ (وہ اس پر نگران تھے) تاکہ اس کو بدلہ نہ جائے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ (پس تم بھی لوگوں سے مت ڈرنا) حکام کو اس آیت میں منع کیا گیا کہ وہ اپنے فیصلوں میں غیر اللہ سے نہ ڈریں۔ اور اس کے خلاف جاری کریں جیسا ان کو حکم دیا گیا۔ جیسا ظالم بادشاہ سے ڈر کر انصاف سے رک جائیں۔ یا کسی کی اذیت کے خوف سے حق ترک کر دیں۔ وَاخْشَوْنِ (اور میرے حکم کی مخالفت میں مجھ سے ڈرو) قراءت : سہل نے دونوں کو یا سے پڑھا ہے۔ خواہ حالت وقف ہو یا وصل دونوں میں۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ (اور نہ لو میرے احکام کے بدلہ میں) یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کے بدلے میں ثَمَنًا قَلِیْلًا (تھوڑی قیمت) سے مراد رشوت اور مرتبہ چاہنے کے لئے رقم لینا۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرے) جس نے بما انزل اللّٰہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا اس کی تحقیر کرتے ہوئے۔ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (وہ وہی کافر ہیں) ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے انکار کرتے ہوئے مآ انزل اللّٰہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا۔ وہ کافر ہے اگر منکر تو نہ ہو لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت یہود اور غیر یہود تمام کے حق میں عام ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

اورہم نے ان پر توریت میں لکھ دیا کہ جان جان کے بدلہ ۔ اور آنکھ آنکھ کے بدلہ اور ناک ناک کے بدلہ

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ

اور کان کان کے بدلہ اور دانت دانت کے بدلہ، اور زخموں کا بدلہ ہے۔ سو جو شخص

تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

معاف کردے وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝٤٥ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ

سو یہی لوگ ظالم ہیں اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ

کو بھیجا جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور ہم نے ان کو انجیل دی

فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى

جس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی اور وہ تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور وہ تقویٰ اختیار

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝٤٦ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ

کرنے والوں کے لئے ہدایت تھی اور نصیحت! اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے موافق جو اللہ نے

اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝٤٧

نازل فرمایا اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا سو وہی لوگ نافرمان ہیں۔"

یہود میں قصاص کی اصل نوعیت:

آیت ۴۵: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا (ہم نے یہود پر فرض کردیا جو حکم تورات میں تھا) اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (بیشک نفس قابل مواخذہ ہو گا۔ نفس مقتولہ کے بدلے میں) جو کہ اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ وَ الْعَيْنَ (پھوڑی ہوئی آنکھ) بِالْعَيْنِ (بدلے آنکھ کے) وَالْاَنْفَ (ناک کٹا ہوا) بِالْاَنْفِ (بدلے ناک کے) وَالْاُذُنَ (کان کٹا ہوا) بِالْاُذُنِ (بدلے کان کے) وَ السِّنَّ (دانت اکھاڑا ہوا) بِالسِّنِّ (بدلے دانت کے) وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (زخموں کا بدلہ جو قصاص والے ہوں) ورنہ حکومت عدل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہ کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ان النفس بالنفس۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے

کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور آزاد بدلے غلام کے۔
قراءت: نافع، عاصم، حمزہ نے تمام معطوفات کو اَنَّ کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ اور علی نے محل ان النفس پر عطف کر کے رفع دیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ان پر لکھ دیا ہے جان کے بدلے جان۔ اجراء لکتبنا مجری قلنا۔
باقی نے تمام کو نصب اور الجروح کو رفع اور الاذن سکون ذال کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نافع اور باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اذن یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے السّحْت وَ السُّحُت کی طرح فَمَنْ تَصَدَّقَ (جس نے صدقہ کر دیا) اصحاب حق میں سے بِهٖ (قصاص کو) اور اس کو معاف کر دیا۔ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ (وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا) پس صدقہ، صدقہ کرنے والے کے لئے اس کے احسان کے بدلے کفارۂ گناہ بن جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا من تصدق بدم فما دونه كان كفارة له من يوم ولدته امهٗ (درمنثور) جس نے دم کو یا اس سے کم کو معاف کر دیا تو وہ اس کے لئے ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا جو آج تک اس سے ہوئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (جس نے ما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا پس وہی ظالم ہے) کیونکہ وہ اس کا حکم ماننے سے رک گئے۔

انجیل میں بھی ہدایت وروشنی اُتاری:

آیت ۴۶: وَقَفَّيْنَا (اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا) قفيت الشيء بالشيء کا معنی پیچھے چلانا۔ گویا اس کی گدی میں رکھ دیا قفا يقفوا کہتے ہیں جب وہ اس کا پیچھا کرے۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (ان کے نشانات پر) انبیاء کے نشانات پر ان لوگوں کو جنہوں نے فرمانبرداری کی۔ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا (عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو اس حال میں کہ وہ تصدیق کرنے والے ہیں) یہ عیسیٰ بن مریم سے حال ہے۔ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ (اپنے سے قبل تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضاحت تھی اور وہ اپنے سے قبل کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی تھی) مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت وروشنی ثابت تھی اور وہ مصدق تھی۔ **نحو**: مصدقا اس ثابت کے متعلق ہے جس کے ساتھ فيه لگتا ہے۔ اور فيه اس کے قائم مقام ہے۔ هدًى و نور۔ مرفوع ہیں بوجہ ثابتًا کے جس کے قائم مقام فيه ہے۔ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً (اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہادیا اور واعظاً کے معنی میں ہیں۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ (پرہیز گاروں کے لئے) کیونکہ وہ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں۔
آیت ۴۷: وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ (اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اسکے موافق حکم کیا کریں) ہم نے انکو کہا کہ تم اسکے حکم کے موافق فیصلہ کرو۔ ليحكم میں لام امر ہے اور اصل میں مکسور ہے۔
قراءت: حمزہ نے لام کے کسرہ اور میم کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لام کَیْ ہے تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ وقفينا ليؤمنوا وليحكم ہم نے ان کے پیچھے بھیجا تا کہ وہ ایمان لائیں۔ اور تا کہ وہ فیصلہ کریں۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل نافرمانی کرنے والے ہیں) فاسق کا معنی اطاعت سے نکلنے والا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ

"اور ہم نے حق کے ساتھ آپ کی طرف کتاب اتاری وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

اور وہ ان کتابوں کی محافظ ہے   اور آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل فرمایا   اور جو حق آپ کے پاس

عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے،   تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور خاص راہ مقرر کر دی ہے،

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا،

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

سو تم خیر کے کاموں کی طرف دوڑو،   اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، سو وہ ان باتوں کے بارے میں تم کو باخبر فرمائے گا جن میں

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

تم اختلاف رکھتے تھے،   اور یہ کہ آپ ان کے درمیان اسی کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ نے اتارا اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اور اس بات سے پرہیز کریں کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کے دیئے ہوئے احکام میں سے کسی حکم سے ہٹا دیں۔   سو اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو سزا دیدے   اور بے شک لوگوں میں بہت سے

النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

ایسے ہیں جو نافرمان ہیں،   کیا یہ جاہلیت کے حکم کو چاہتے ہیں   اور اللہ سے بہتر

ع ۷ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

فیصلہ کرنے والا ان لوگوں کے لیے کون ہے جو یقین کرتے ہیں۔"

ظالم، فاسق، کافر کی وضاحت:

شیخ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ تینوں میں شدید انکار پر محمول کیا جائے۔ پس وہ کافر ظالم فاسق ہوگا۔ کیونکہ مطلق فاسق اور مطلق ظالم تو کافر ہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے بھی بما انزل اللّٰہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا منکر ہے اور اس کے حکم میں ظلم وزیادتی کرنے والا اور اپنے قول میں شرع سے نکلنے والا ہے۔

آیت ۴۸: وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ (اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری) یعنی قرآن کو اتارا ہے الکتاب میں الف لام عہد خارجی کیلئے ہے بِالۡحَقِّ (حق کے سبب) اور اس کے اثبات کی وجہ سے اور درست کو خطاء سے واضح کرنے کے لئے مُصَدِّقًا (تصدیق کرتی ہے) یہ کتاب سے حال ہے۔

بین یدیہ کا استعمال:

لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ (اس سے پہلے جو ہیں) بین یدیه سے مراد جو اس سے پہلے اتری ہے اور جو کسی چیز سے قبل ہوتی ہے اس کو بین یدی کہہ دیتے ہیں کیونکہ جو کسی چیز سے مؤخر ہو اس کو خلف و وراء بولتے ہیں پس جو اس سے پہلے ہوتی تو وہ قدام اور بین یدی کہلائے گی مِنَ الۡكِتٰبِ (کتابیں) یہاں کتاب سے مراد جنس کتب منزلہ ہیں کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں کا مصدق ہے پس حرف تعریف اس میں جنس کے لیے ہے اور تصدیق کتب کا مطلب یہ ہے توحید وعبادت میں موافقت جیسا کہ اس آیت میں ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ الانبیاء ۲۵۔ وَمُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ (اور اس پر نگہبان ہے) شاہد ہے کیونکہ وہ اس کی صحت وثبات کی گواہی دیتا ہے۔

قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتبع کا فائدہ:

فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (پس تم ان کے درمیان بما انزل اللّٰہ کے مطابق فیصلہ کرو) بما انزل اللہ سے مراد قرآن ہے۔ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ (اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔ اس کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس حق آ چکا) اس میں ان کی تحریفات کے مطابق فیصلہ کرنے سے منع کیا اور جو انہوں نے بدلا تھا ان کی بات پر اعتماد کر کے اور لا تتبع اپنے اندر لا تنحرف کا معنی بھی رکھتا ہے۔ اس لیے تو اس کو عن سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح فرمایا کہ لا تنحرف عما جاء ك من الحق متبعًا اهوائهم آپ اس حق سے جو آپ کے پاس آ چکا انحراف نہ کریں۔ ان کی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے یا پھر تقدیر عبارت یہ ہو عادلا عما جاء ك اس سے عدول کرتے ہوئے جو آپ کے پاس آ چکا۔ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ ہر ایک کے لئے تم میں سے اے لوگو ہم نے بنائی شِرۡعَةً (ایک شریعت) وَّمِنۡهَاجًا (اور واضح طریق)۔

شرائع فاسق کا حکم:

اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل پیش کی جو کہتے ہیں کہ ہم سے قبل شرائع ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔ کذا فی البیضاوی۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جو احکام عام ہیں اور ان کے نسخ کا اعلان ہماری شریعت نہیں کرتی بلکہ نقل کر دیتی ہے اس پر

عمل بوجہ عموم ہم پر بھی لازم ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتارنے کا ذکر کیا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتارنے کا ذکر کیا۔ پھر حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید اتارنے کا ذکر کیا۔ اور واضح کر دیا کہ فقط اس کا سننا ہی کافی نہیں ۔ بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شروع میں فرمایایحکم بھا النبیون اور ثانی میں فرمایاو لیحکم اھل الانجیل اور تیسرے میں فرمایافاحکم بینھم بما انزل اللہ ۔وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے) یعنی ایک متفق جماعت جو ایک ہی شریعت پر ہو ۔وَّلٰكِنْ لیکن اس نے ارادہ فرمایا۔لِّيَبْلُوَكُمْ (تاکہ تم سب کا امتحان کرلے) تاکہ تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والا معاملہ کرے فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ (اس میں جو تمہیں مختلف شرائع ملی ہیں) پس ہر امت عبادت کرے جو حکمت تقاضا کرے۔

بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (تو مفید باتوں کی طرف دوڑو) تم بھلائی کے ماحول میں بڑھ کر حصہ لو۔ اس میں جلدی کرو اور ان کو فوت ہونے سے قبل انجام دو۔ الخیرات سے مراد ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ (تم نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے استباق خیرات کی علت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جَمِيْعًا یہ ضمیر کم جو کہ مجرور ہے، اس سے حال ہے اور اس کا عامل مصدر مضاف ہے کیونکہ وہ مصدر الیہ ترجعون کے حکم میں ہے۔فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے) اور وہ مطلع فرمائیں گے جس کے ہوتے ہوئے تم اس جزا میں سامنا کر سکو گے۔ جو سچے اور جھوٹے عامل اور عمل میں کوتاہی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں:

آیت ۴۹ :وَاَنِ احْكُمْ (اور آپ فیصلہ فرمائیں) یہ بالحق پر معطوف ہے یعنی و انزلنا الیك الکتاب بالحق وبان احکم اور ہم نے تمہاری طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا اور اس کے ساتھ اتارا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ (ان کے مابین اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ اور ان کی خواہشات پر عمل نہ کریں اور محتاط رہیں ان کے فتنہ میں مبتلا کرنے سے) یفتنوك کا معنی وہ تمہیں پھیر دیں یہ مفعول لہ ہے یعنی مخافة ان یفتنوك اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

مَسْئَلَہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے محتاط کیا حالانکہ رسول ﷺ مامون و محفوظ ہیں ۔ یہود کی طمع کو ختم کرنے کے لئے عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا (کسی حکم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) اگر وہ بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ سے منہ موڑیں اور بات کا ارادہ کریں۔

بعض گناہ شدید مہلک:

فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ (تو یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں

پر ان کو سزا دیں) ذنوب سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنے کا گناہ اور اس کی مخالفت کا ارادہ کرنے کا گناہ پس یہاں بعض ذنوبھم کو اس جگہ لائے۔ یہ ابہام منہ موڑنے کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ہے اور گناہ کا بڑا ہونا معلوم ہو اور یہ کہ بعض گناہ انتہائی ہلاک کن ہیں تو تمام گناہوں کا کیا حال ہوگا۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ (بہت لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنے والے ہیں)

تمام کفر ایک ملّت ہے:

آیت ۵۰: اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ (یہ لوگ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں) یبغون یہ یطلبون کے معنی میں ہے۔
قراءت: شامی نے تبغون پڑھا ہے اس میں بنی نضیر کو خطاب کیا گیا کیونکہ وہ بنو قریظہ پر اپنی فضیلت جتلاتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا القتلی سواء۔ مقتول برابر ہیں تو بنی نضیر کہنے لگے ہم اس پر رضامند نہیں اس پر یہ آیت اتری حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی اپنے بعض لڑکوں کو بعض پر فضیلت دے (تقسیم وغیرہ میں) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

نحوی تحقیق:

نحو: یبغون کی وجہ سے افحکم الجاھلیة منصوب ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ (اور کون اچھا ہوگا) یہ مبتداء اور خبر ہے یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا احدٌ احسن۔ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا (اللہ تعالیٰ سے فیصلہ میں) یہ تمیز ہے۔ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے) اس میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ ھیت لك۔ سورۂ یوسف آیت ۲۳ میں لام۔ یعنی یہ خطاب اور استفہام یقین کرنے والی قوم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی عدل والا نہیں اور نہ اس سے بہتر کوئی حکم دینے والا ہے ابو علی نے کہا کہ لام۔ یہاں عند کے معنی میں ہے کیونکہ یہ دونوں قریب المعنیٰ ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے

اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی

کے دوست ہیں اور جو کوئی شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے تو بلاشبہ وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا، سو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے کہ دوڑ کر ان میں گھسے

فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ

جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے، سو قریب ہے کہ اللہ فتح کو

بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ؕ

لے آئے گا یا اپنے پاس سے کسی اور چیز کو، پھر اس بات پر نادم ہوں گے جو انہوں نے اپنے نفسوں میں چھپائی،

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ

اور اہل ایمان یوں کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھائیں

اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۵۳﴾

کہ وہ ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال اکارت ہو گئے جس کی وجہ سے نقصان میں پڑنے والے ہو گئے۔''

قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے:

آیت ۵۱ : دین کے دشمنوں سے موالات کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ (اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ) ان کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے مددگار و معاون ہو۔ اور ان سے نصرت و معاونت طلب کرنے والے اور ان سے مواخات اور ایمان والوں جیسا میل جول اختیار کرنے والے ہو۔ پھر نہی کی وجہ اس ارشاد سے بتلائی بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (کہ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں) اور سارے مل کر ایمان والوں کے دشمن ہیں اس میں دلیل ہے کہ تمام کفار ملت واحدہ ہیں۔ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (جو ان سے دوستی اختیار کرنے والا ہے وہ انہیں میں سے ہے) اور اس کا حکم انہی جیسا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختی کی گئی ہے اور دین کے مخالفین

سے علیحدگی اختیار کرنے کو انتہائی ضروری ولازم قرار دیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (ان ظالموں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی نہیں فرماتے) جو کفار سے دوستی کر کے اپنے نفوس پر ظلم کر چکے ہوتے ہیں۔

منافق موالاتِ کفار میں تیز ہیں:

آیت ۵۲: فَتَرَى الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تم ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری دیکھو گے) يُّسَارِعُوْنَ (جلدی کرنے والے ہیں) نحو: یہ حال یا مفعول دوم ہے کیونکہ ترٰی سے آنکھ سے دیکھنا بھی مراد ہوسکتا ہے اور دل سے دیکھنا بھی۔ فِيْهِمْ ان میں یعنی ان کفار کی مسلمانوں کے خلاف معاونت میں اور موالات میں جلدی کرنے والے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ وہ اپنے نفسوں میں کہتے ہیں یہ دل میں کہنا اس لئے مراد لیا کیونکہ علی ما اسروا اسی آیت کے آخر میں آ رہا ہے ما اسروا قول نفس ہی ہے۔ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ (ہمیں خطرہ ہے کہ کوئی حادثہ حالات کو گھما دے جس پر وہ ہیں) فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دشمنوں پر اور ایمان والوں کو غلبہ دے دے۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ یا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے اسرار ظاہر کرنے کا حکم دے اور ان کے قتل کا آرڈر دے دے۔ فَيُصْبِحُوْا پھر منافق اس پر عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ جو اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہیں۔ نٰدِمِيْنَ شرمندہ ہونے والے ہیں یہ فتصبحوا کی خبر ہے۔

منافقین کی بدحالی:

آیت ۵۳: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا یعنی ایمان والے۔ اس وقت ایک دوسرے کو کہیں گے۔

قراءت: بصری نے ان یاتی پر عطف کے طور پر یقول پڑھا ہے اور شامی اور حجازی نے یقول کو واؤ کے بغیر پڑھا ہے اسی لئے کہ کہنے والے کا جواب ہے کہ مؤمن اس وقت کیا کہیں گے۔ تو جواب دیا یقول الذین اٰمنوا ایمان والے اس وقت یہ کہیں گے۔ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ (یعنی وہ پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دوست ہیں اور کفار کے خلاف تمہارے معاون ہیں)

نحو: جهد ایمانهم یہ مصدر ہے جو حال کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ وہ تمہاری قسموں کی پختگی میں خوب کوشش کرنے والے ہیں۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے وہ اعمال ضائع ہو گئے) جو انہوں نے ریاکاری اور شہرت کی خاطر کیے۔ یقین و وعدہ کی بنیاد پر نہیں کیے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے اعمال حبط ہونے کی شہادت ہے اور انکی بری حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ وہ دنیا و آخرت میں اعانت کے فوت ہونے اور دائمی سزا کی وجہ سے نقصان میں پڑ گئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے سو عنقریب اللہ ایسی قوم کو پیدا

بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫

فرما دیگا جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے،

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ

فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے، تمہارا ولی بس اللہ

وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ

اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو کوئی شخص دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے سو اس میں شک نہیں

۸ ع ۶ ۱۲ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

کہ اللہ کا جو گروہ ہے وہی غالب ہونے والا ہے۔''

قتال مرتدین کی پیشینگوئی خلافتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی حقانیت:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ۔ (جو تم میں سے دین اسلام سے اسی کفر کی طرف پھر جائیگا جس پر وہ پہلے تھا۔)

قراءت: مدنی اور شامی نے یرتدد پڑھا ہے۔ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ محبت سے مراد ان کے اعمال سے راضی ہونا اور ان کے ان اعمال پر ان کی تعریف کرنا ہے یحبو نه سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا ہے اس میں حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چیز کی اطلاع دی جو ہوا نہ تھا وہ ہو کر رہا۔ نیز خلافت صدیقی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔ اور ان کی خلافت کے برحق ہونے اور خلافت فاروقی کی

حقانیت کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ والے اگر ایمان ثریا میں معلق ہو تو ابنائے فارس اس کو پالیں گے اور جزاء کی ضمیر اس اسم کی طرف لوٹ رہی ہے جو شرط محذوف کے معنی میں متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عنقریب ان کی جگہ ایک قوم لائیں گے جو اَذِلَّةٍ یہ ذلیل کی جمع ہے۔ رہا لفظ ذلولٌ اس کی جمع ذللٌ آتی ہے۔ جن لوگوں نے اس کو الذل سے کہا ہے جو کہ صعوبت بمعنی مشکل کی ضد ہے ان سے بھول ہوئی ہے کیونکہ ذلول کی جمع اذلة نہیں آتی۔ بقول جوہری الذل یہ العزعزت کے بالمقابل ہے کہتے ہیں رجل ذلیل جس کی ذلت واضح ہو چکے' کہا جاتا ہے۔ قوم اذلاء واذله۔ الذل کسرۂ ذال کے ساتھ نرمی کو کہتے ہیں اور یہ صعوبة کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں دابة ذلولٌ و دواب ذلل (مصنف۔ بیضاوی کا قول نقل کیا مگر صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ ذلیل کی جمع ذلال اور اذلاء اور اذلة اور ذلول کی جمع ذلل اور اذِلة ہے پس اذلة ذلیل اور ذلول دونوں کی جمع ہے دراصل دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔(فتدبر) عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یہاں للمؤمنین نہیں فرمایا کیونکہ ذُلل کا لفظ مہربانی وشفقت کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا عاطفين على وجه التذلل والتواضع وہ ان پر تواضع و عاجزی کے طور پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر سخت ہیں۔العزاز : اصل میں سخت زمین کو کہا جاتا ہے پس وہ ایمان والوں کے ساتھ تو اس طرح سلوک کرنے والے ہیں۔ جیسا والد اپنے بیٹے پر اور آقا اپنے غلام پر اور کافروں کے ساتھ جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ کفار سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح قوم کی صفت ہے جیسے يحبهم اور اعزة اور اذلة ۔ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ واؤ اس میں ممکن ہے حالیہ ہو یعنی وہ جہاد کرتے ہیں اور ان کا حال جہاد میں منافقین سے الگ ہے۔ اس لئے کہ وہ یہود کے ساتھ دوستی کرنے والے ہیں۔ جب وہ ایمان والوں کے ساتھ جہاد میں نکلتے ہیں۔ تو یہودی دوستوں کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس میں خدشہ ہو کہ یہود کی طرف سے ان کو ملامت پہنچے گی۔ رہے مؤمن ان کا جہاد فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے جس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کرتے یا واؤ ممکن ہے کہ عطف کے لئے ہو پھر مطلب یہ ہوگا ان کی خصوصیت جہاد فی سبیل اللہ ہے اور وہ اپنے دین میں مضبوط ہیں۔ جبکہ وہ دین کے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرتے ہیں تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کو روک نہیں سکتی۔ اللومة ایک مرتبہ ملامت کرنا۔ اس لفظ کو نکرہ اور ایک مرتبہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ کبھی ذرہ بھر ملامتوں میں سے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ قوم کے جو اوصاف بیان ہوئے وہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت' عاجزی' سختی' مجاہدہ' ملامت کے خوف کی نفی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (بہت زیادہ فضل والے ہیں) عَلِيْمٌ (اس کو جاننے والے ہیں) جو اس فضل کا حق دار ہے۔

ولایت کے حقدار لوگ:

آیت ۵۵ : جن لوگوں سے دشمنی لازم ہے ان کی موالات سے ممانعت کرنے کے بعد ان کا تذکرہ کیا جن سے موالات لازم ہے۔ فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ انما کا کلمہ ظاہر کر رہا ہے کہ موالات کے ساتھ یہ لوگ خاص ہیں۔ الولی کا لفظ جمع نہیں

لائے۔ کیونکہ جس سے موالات کا حکم دیا وہ ایک جماعت ہے اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اصل ولایت اللہ ہی کی ہے دوسروں کی ولایت ودوستی تو تبعاً ہے۔ اگر اس طرح کہا جاتا انما اولیاؤ کم اللّٰہ ورسولہ تو کلام میں اصل وتبع کوئی نہ بنتا۔ **نحو**: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ الذین سے بدل ہے۔ یاهم الذین سے مرفوع ہے یا منصوب ہے مدح کی وجہ سے وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اس کی واؤ اور وَهُمْ رٰكِعُوْنَ کی واؤ حالیہ ہے یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ وہ نماز میں رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری ان سے ایک سائل نے سوال کیا جبکہ وہ اپنی نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی گویا وہ خنصر کے متعلق بے تاب تھے۔ پس انہوں نے اس کے اتارنے میں عمل کثیر نہیں کیا جس سے نماز فاسد ہو۔ (مگر باہر کی بات سن کر جوابی عمل سے نماز کیسے قائم رہتی ہے فافهم روایت خود محتاج ثبوت ہے مجہول الاسناد روایت ہے) جمع کا لفظ لایا گیا اگرچہ سبب ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کے فعل کی اتباع کریں۔ تاکہ ان جیسا ثواب حاصل ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں صدقہ درست ہے اور فعل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

آیت ۵۶: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يتولّى کا معنی دوست بنانا۔ یا دوست ہونا۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ یعنی فانهم هم الغالبون کی بجائے ان حزب اللّٰہ فرمایا۔ یا حزب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمن مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے ان سے دوستی اختیار کی تو اس نے اللہ کے لشکر سے دوستی کی۔ اور اس سے بھائی بندی کرلی جو مغلوب نہیں ہوتا۔ الحزب کا معنی کسی پیش آنے والے کام کے لئے جو لوگ جمع ہوتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ

اے ایمان والو! ان کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ

بنا لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان کے علاوہ جو دوسرے کافر ہیں ان کو بھی دوست نہ بناؤ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ

اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو

اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ

تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے!

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ

کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اس لیے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف

اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ

اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا، اور ایک یہ بات ہے کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں، آپ فرما دیجئے کیا

اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ

میں تمہیں وہ طریقہ بتاؤں جو اللہ کے نزدیک سزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برا ہے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور جن پر اللہ

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ

غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور سور بنا دیا۔ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

اُولٰۤئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بدترین لوگ ہیں اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں

موالاتِ کفار سے ممانعت:

آیت ۵۷: روایت میں ہے کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن الحارث نے کھلے طور پر اسلام قبول کیا۔ پھر منافقت اختیار کی۔ بعض مسلمانوں کی ان سے دوستی تھی تو یہ آیت اتری۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا یعنی وہ

تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور تماشہ بناتے ہیں۔ اور تم ان سے دوستی اختیار کرتے ہو۔ یہ کہاں تک درست ہے وہ تو اس قابل ہیں کہ ان کا سامنا بغض اور علیحدگی سے کیا جائے۔ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یہ من بیانیہ ہے۔ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ پہلے کفار سے مراد مشرکین ہیں۔ اس کا عطف الذين پر ہے۔ جو کہ منصوب ہے۔

قراءت: بصری، علی نے الکفارِ پڑھا ہے۔ اور الذين مجرور پر اس کا عطف قرار دیا۔ مطلب اس طرح ہے کہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور کفار میں سے۔ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کفار سے موالات کے سلسلے میں اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم سچے مؤمن ہو۔ کیونکہ سچا ایمان دشمنانِ دین کے ساتھ موالات سے روکتا ہے۔

اذان دلالت النص سے ثابت ہے:

آیت ۵۸ : وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا وہ نماز یا اذان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ کیونکہ ان کا استہزاء اور کھیل بنانا یہ بے وقوف اور جہلاء کے افعال میں سے ہے۔ گویا یہ لوگ عقل سے خالی ہیں۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ اذان کتاب کی نص سے ثابت ہے۔

کیا اللہ پر ایمان باعث انتقام شے ہے:

آیت ۵۹: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ یعنی کیا تم ہمارا یہی عیب نکالتے اور ہماری اس بات کو عجیب قرار دیتے ہو۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ اور تمام نازل شدہ کتابوں کو ہم نے مانا ہے؟ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ اس کا عطف مجرور پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ماتنقمون منّاالا الایمان باللّٰہ و ما انزل وبان اکثر کم فاسقون۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم ہم سے اس لئے دشمنی کرتے ہو کیونکہ ہمارا اعتقاد اللہ تعالیٰ کی توحید، انبیاء کی صداقت پر ہے اور تمہارا فسق ان باتوں میں ہماری مخالفت کی بنیاد پر ہے؟ اور یہ بھی درست ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو۔ مطلب یہ ہوگا تم ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا۔ حالانکہ تمہاری اکثریت فاسقوں کی ہے۔

سزا کا حقدار وہ جو ملعون ہے:

آیت ۶۰: قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مثوبة کا معنی ثواب ہے۔ اور یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اگرچہ ثواب احسان کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن اس کو عقوبت کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا فرمایا فبشرھم بعذاب الیم (آل عمران۔ آیت ۲۱) کہ بشارت کو عذاب کے سلسلے میں بطور استہزاء استعمال کیا گیا ہے۔ یہود کا گمان تھا کہ مسلمان سزا پائیں گے تو ان کو جواباً کہا گیا۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہو وہ حقیقت میں سزا کا زیادہ مستحق ہے اس سزا کا جو تمہارے خیال کے مطابق اہل ایمان کو ملے گی۔ ذٰلِكَ یہ ماقبل کی طرف اشارہ ہے یعنی ایسے ایمان سے زیادہ برا بدلے کے لحاظ سے جس پر تم ناراض ہوتے ہو مضاف کا حذف من سے پہلے یا بعد ضروری ہے تقدیر عبارت یہ ہے بشر من اھل ذالك یادین من لعنهُ اللّٰہ اس سے بھی زیادہ برا وہ ہے جو اس لعنت والا ہے یا اس کا دین برا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ القردہ بندر بننے والے اصحاب سبت تھے۔ جبکہ خنازیر اہل مائدہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کافر ہوئے

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے۔اور کفر کی ہی حالت میں نکل گئے ،اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ

خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور آپ ان میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے جو گناہ میں اور ظلم

وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا

اور حرام کھانے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے کہ وہ اعمال برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں کیوں نہیں

يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

منع کرتے ان کو درویش اور اہل علم گناہ کی باتیں کرنے سے اور حرام کھانے سے،

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

واقعی وہ کرتوت برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

وہ تھے یا دونوں مسخ اصحاب سبت ہی کو پیش آئے۔ان کے نوجوان بندر بنا دیئے گئے اور بوڑھے خنازیر بنا دیئے گئے۔ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ الطاغوت سے یہاں بچھڑا مراد ہے یا شیطان کیونکہ بچھڑے کی عبادت شیطانی تزیین سے تھی۔اور اس کا عطف بھی من کے صلہ پر ہے۔گویا عبارت اس طرح ہے۔ومن عبدالطاغوت اور وہ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی۔

قراءت: حمزہ نے عَبُدَ الطاغوت پڑھا ہے اس کو اسم قرار دیا ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا۔جیسے کہتے ہیں: رجل حذر وفطن وہ آدمی جو انتہائی محتاط اور فطین ہے۔اس کا عطف القردہ اور خنازیر پر ہے یعنی جعل اللّٰہ منھم عبدالطاغوت اللہ تعالیٰ نے ان میں شیطان کے پیروکار بنا دیئے۔اُولٰٓئِكَ مسخ شدہ ملعون شَرٌّ مَّكَانًا مکان کے لحاظ سے بدترین ہیں۔ یہاں شرارت کے لئے مکان ثابت کیا گیا۔اس سے اہل شرارت کے لئے مبالغہ مقصود ہے۔وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ وہ سیدھے راستے سے جو جنت کی طرف جانے والا ہے۔بہت زیادہ دور ہٹنے والے ہیں۔

منافقانہ اسلام:

آیت ۶۱ : یہ آیت یہود کے اس گروہ کے متعلق اتری جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوتا تو منافقت سے اسلام کا اظہار کرتا۔وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ باحال کے لیے ہے مطلب یہ ہے وہ داخل ہوئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے اور وہ نکل کر گئے تو اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔تقدیر عبارت ملتبسین بالکفر ہے کہ وہ داخل ہوئے اور نکلتے

ہوئے متلبس بالکفر تھے اسی لئے قد ماضی پر لایا گیا۔ تا کہ اس کو حال کے قریب کیا جا سکے۔ یہ قالوا امنا سے متعلق ہے۔ کہ کہتے زبان سے وہ ہیں اور حالت ان کی یہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ۔ اور اللہ جانتا ہے جو نفاق وہ چھپاتے ہیں۔

قبائح یہود:

آیت ۶۲ : وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ منهم سے مراد یہود ہیں۔ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ اثم سے مراد یہاں جھوٹ ہے۔ وَالْعُدْوَانِ ظلم یا گناہ جوان کے ساتھ خاص ہو۔ عدوان وہ گناہ جوان سے دوسروں کی طرف تجاوز کر جائے۔ المسارعة فی الشیء جلدی سے کسی چیز کو کر گزرنا۔ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ سحت حرام کو کہتے ہیں۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ وہ بہت بری چیز ہے جو انہوں نے اختیار کی ہے۔

سب سے سخت آیت:

آیت ۶۳ : لَوْلَا یہ حرف تحضیض ہے بمعنی کیوں نہیں۔ يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس میں علماء کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ جبکہ پہلی آیت عام لوگوں کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ سخت آیت ہے اس لئے کہ نہی عن المنکر کے چھوڑنے والے کو منکرات کے مرتکب کے درجہ میں رکھ کر وعید سنائی گئی ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا

اور کہا یہودیوں نے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ، بند ہوئے ان کے ہاتھ، اور ان کے قول کی وجہ سے ان پر لعنت

قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ وقف لازم

کی گئی ، بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے، اور آپ کے رب کی طرف سے

كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا

جو آپ پر نازل کیا گیا، وہ ان میں سے بہت سوں کو سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بن جائے گا، اور ہم نے ڈال دی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ، انہوں نے جب کبھی لڑائی کی آگ جلائی

لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ

اللہ نے اسے بجھا دیا، اور یہ لوگ فساد کے لیے دوڑتے ہیں، اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا، اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا

ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے، اور ہم انہیں ضرور نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے، اور اگر وہ قائم کرتے

التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ

توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل ہوا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے تو ضرور کھاتے اپنے اوپر

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۚ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ

سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ، ان میں ایک جماعت سیدھی راہ اختیار کرنے والی ہے اور ان میں بہت سے

مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ ع ۹

ایسے لوگ ہیں جو برے کرتوت کرتے ہیں

بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی:

آیت ۶۴ : وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ روایت میں ہے کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے جوان پر وسعت کی تھی روک دی اور یہود سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اس پر فخاص یہودی نے کہا يد الله مغلولة کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ اس کی اس بات کو باقی یہود نے پسند کیا۔ اور اس کے ساتھ شرکت کی۔ غل اليد و بسط اليد یہ بخل وسخاوت سے مجاز ہیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط (الاسراء۔۲۹) اس سے متکلم کا مقصد ہاتھ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ اور نہ باندھا جانا اور کھلنا مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو اس بادشاہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جو اشارہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے اور اگر کندھے تک ہاتھ کٹنے والا کثیر عطیہ دے تو کہتے ہیں ما ابسط یدہ بالنوال اس کا ہاتھ عطیہ میں کتنا کھلا ہے (حالانکہ اس کا ظاہری ہاتھ تو کٹا ہوا ہے) اور ایسے مقام پر بھی استعمال ہوا۔ جہاں ہاتھ درست نہیں۔ کہا جاتا ہے بسط البأس كفيه في صدري کہ خوف نے میری دونوں ہتھیلیاں میرے سینے میں کھول دیں۔ جو کہ ایک معنوی چیز ہے۔ دو ہتھیلیاں ثابت کیں۔ جو شخص علم بیان سے واقف نہ ہو وہ اس جیسی آیات کی تاویل میں حیران رہ جاتا ہے۔ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ یہ ان کے متعلق بخل کی بددعا ہے اسی وجہ سے یہود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ جہنم میں ان کو طوق پہنائے جائیں گے۔ پس گویا وہ ابھی سے بیڑیوں والے بن گئے۔

دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلیغ کیلئے:

سوال : يدالله مغلولة میں ایک ہاتھ کا ذکر کیا گیا تھا مگر بل يداه مبسوطتان میں دو کا ذکر کیا گیا۔

جواب : تاکہ ان کے قول کی تردید انتہائی بلیغ انداز میں ہو جائے۔ اور جود وسخائے باری تعالیٰ میں زیادہ سے زیادہ دلالت کرے۔ اور اس کی ذات سے پورے طور پر بخل کی نفی ہو جائے پس سخی اپنی سخاوت میں دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرتا ہے۔ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اس میں سخاوت کے وصف کی تاکید کی گئی۔ اور اس بات پر دلالت ہے کہ وہ جو بھی خرچ فرماتے ہیں وہ حکمت کا مقتضا ہے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ هم سے مراد یہود ہیں۔ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا یعنی حسد کی وجہ سے جب قرآن نازل ہوتا ہے تو ان کا انکار شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار ترقی کر لیتا ہے۔ اس آیت میں فعل کی اضافت سبب کی طرف کی گئی جیسا کہ اس آیت میں ہے فزادتهم رجساً الى رجسهم (التوبۃ۔۱۲۵)

یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں:

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ان کی بات ہمیشہ مختلف اور ان کے دل منتشر ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان اتفاق اور موافقت نہیں ہوتی۔ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ جب کبھی وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے ہیں تو مغلوب ومقہور کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد قائم نہیں ہوتی۔ جب اسلام آیا تو وہ اس

وقت مجوسیوں کی حکومت کے ماتحت تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم کسی شہر میں جس یہودی کو پاؤ گے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و خسیس ہوگا۔ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وہ اسلام کو شکست دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا تذکرہ اپنی کتابوں سے مٹانے کے لئے دن رات سرگرداں ہیں۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو نہیں چاہتے۔

ایمان و تقویٰ سے سب گناہ دُھل سکتے ہیں:

آیت ۶۵: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا اگر اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ اس کو مان لیں باوجود ان تمام برائیوں کے جو ہم نے شمار کی ہیں۔ وَاتَّقَوْا اور اپنے ایمان کو تقویٰ سے ملاتے لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ تو ان کی برائیوں پر مواخذہ نہ کرتے وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ اور ان کو نعمتوں والے باغات میں مسلمانوں کے ساتھ داخل کرتے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور اگر وہ تورات وانجیل کے احکام کو قائم کرتے اور ان کی حدود کی پابندی کرتے اور اس میں جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے اس کو تھامتے۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور تمام منزلہ کتب کو تھامتے کیونکہ ان کو ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا تھا گویا وہ خود انہی کی طرف اتری تھیں۔ بعض نے کہا کہ ما انزل سے مراد قرآن پاک ہے لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ تو وہ پھل کھاتے اپنے سروں کے اوپر سے۔ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ کھیتیاں پاؤں کے نیچے سے۔ یہ دراصل وسعت کی دلیل ہے جیسے کہتے ہیں فلان فی النعمة مما فوقه الی قدمه یعنی وہ کشائش رزق و خوشحالی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وسعت رزق کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: ۹۶) ایک اور آیت میں فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [الطلاق۔۲،۳] سورۂ نوح میں فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا [نوح: ۱۰]۔ وما بعدها من الأيات سورۂ جن میں فرمایا: وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (الجن: ۱۶) مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ۔ ان میں سے ایک میانہ رو جماعت ہے جو عداوت رسول اللہ ﷺ میں میانہ روی اختیار کرنے والی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مؤمن گروہ ہے جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ اور اڑتالیس ۴۸ عیسائی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا۔ کہ ان کی اکثریت کا عمل کس قدر برا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس سے کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی والے مراد ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

اے رسول! آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

تو آپ نے اللہ کا پیغام نہ پہنچایا، اور لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا، بے شک اللہ کافر لوگوں کو

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

راہ نہیں دکھائے گا۔''

بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں:

آیت ۶۷: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ما انزل سے مراد وہ تمام جو آپ کی طرف اتارا گیا۔ اور جو آپ کی طرف اتار دی گئی ہے اس کو دوسری طرف پہنچانے میں کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کسی خطرہ کی ضرورت ہے۔ کہ آپ کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچے گی۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اگر وہ تمام آپ نے نہ پہنچایا جیسا میں نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے اس وقت نہ پہنچایا اس چیز کو جس کا آپ کو ادائے رسالت کے سلسلے میں مکلف بنایا گیا اور آپ نے گویا اس میں سے کوئی چیز کبھی بھی ادا نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ ادائیگی میں دوسرے سے افضل واولیٰ نہیں (بلکہ سب یکساں ہیں) تو جب بعض کو ادا نہیں کیا تو گویا تمام کی ادائیگی میں غفلت برتی۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ جو آدمی اس کے بعض حصہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام وحی ایک ہی حکم میں ہے۔ کیونکہ وہ ساری ایک خطاب میں داخل ہے۔ اور ایک چیز پہنچائی ہوئی نہ پہنچائی ہوئی نہیں بن سکتی اس پر ایمان والا بھی ہو اور ایمان نہ لانے والا بھی ہو۔

ملحدین کا قول:

یہ کلام بے فائدہ ہے۔ یہ کلام اس طرح ہے جیسے تم اپنے غلام کو کہو کل هذا الطعام فان لم تاكله فانك ما اكلتهٗ یہ کھانا کھاؤ اگر تو نے نہ کھایا تو گویا تو نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔

پیغام پہنچانے کا مطلب:

جواب: یہ مستقبل میں پیغام رسالت کے پہنچانے کا حکم ہے یعنی تم مستقبل میں اس چیز کو پہنچاؤ جو آپ کی طرف اتاری گئی آپ ﷺ کے رب کی طرف سے اگر آپ نے مستقبل میں نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ دوسرا قول یہ ہے اگر تم نے نہ پہنچایا تو آپ اس شخص کی طرح ہیں جس نے بالکل نہ پہنچایا۔ تیسرا قول یہ ہے آپ اس پیغام کو پہنچائیں کسی کا خوف کئے بغیر۔ اگر آپ نے اس وصف کے ساتھ نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ پھر آپ کو حوصلہ دلانے کے لئے فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ قتل سے آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے۔ اگرچہ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

''آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ توریت کو اور انجیل کو

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ

اور اس چیز کو قائم کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی اور ضرور ضرور ان میں سے بہت سوں کی سرکشی کو اور

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

کفر کو وہ مضمون زیادہ کر دے گا جو آپ کی طرف نازل کیا گیا، سو آپ کافر قوم پر افسوس نہ کیجئے،

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ ان میں سے جو شخص

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ

غمگین ہوں گے، بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے

رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا

رسول بھیجے جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی خواہشوں کے موافق نہیں تھا تو انہوں نے نبیوں کی ایک جماعت کو جھٹلا دیا

وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ق وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ

اور ایک جماعت کو قتل کر دیا، اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بھی فتنہ نہ ہو گا پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر

تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

اللہ نے ان پر توجہ فرمائی پھر ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جن

يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

کو وہ کرتے ہیں۔''

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک احد کے دن زخمی ہوا اور آپ کا نچلا سامنے والا دایاں دانت شہید ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیات ان تکالیف کے پہنچنے کے بعد اتریں۔ الناس سے مراد کفار ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ یعنی ان کے لئے ممکن نہ ہو سکے گا۔ جن کا وہ آپ کی ہلاکت کے سلسلے میں ارادہ باندھ رہے ہیں۔

یہود جب تک تورات پر نہ چلیں تو وہ کسی دین پر نہیں ہیں:

آیت ۶۸: قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ تم کسی دین پر نہیں جو کسی شمار میں ہو۔ کہ اس کا نام چیز رکھا جا سکے۔ کیونکہ وہ باطل ہے (اس قابل نہیں کہ اس کو دین تو کجا' شے کا نام بھی دے سکیں) حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وما انزل الیکم سے مراد قرآن ہے۔ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّكُفْرًا اس میں قرآن کی طرف اضافت طغیان وکفر کے اضافے کی بطور سببیت کے ہے (کیونکہ وہ قرآن سن کر کفر وسرکشی میں پختہ ہوتے ہیں تو گویا بڑھانے کا سبب ہے) فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ پس آپ ان پر افسوس نہ کریں۔ اس کا نقصان ان کی طرف لوٹے گا آپ کی طرف نہیں۔

آیت ۶۹: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک جو لوگ ایمان لائے اپنی زبانوں سے حالانکہ وہ منافق ہیں۔ اور اس زبانی ایمان پر دوسری آیت دلالت کر رہی ہے۔ ولا یحزنك الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا اٰمنا بافواههم ولم تؤمن قلوبهم۔ وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی اور وہ لوگ جو یہودی اور صابی اور نصاریٰ ہوئے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ الصابئون کا رفع ابتداء کی وجہ سے ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ اور مقصد اس سے یہ ہے ان اور جو اس کے متعلق اسم وخبر ہے اس سے یہ مؤخر ہے گویا عبارت اس طرح ہے ان الذین اٰمنوا والذین هادوا والنصاری مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ والصابئون كذلك۔ مطلب یہ ہے کہ من اٰمن باللّٰه والیوم الاٰخر فلا خوف علیهم کو مقدم کیا اور الصابئون کی خبر حذف کر دی۔ جیسا کہ اس شعر میں فمن یك امسٰی بالمدینة رحله۔ فانی و قیارٌ بها لغریبٌ مطلب یہ ہے فانی غریبٌ و قیارٌ كذالك غریبٌ۔ لغریبٌ کی لام دلالت کرتی ہے کہ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی وجہ سے مرفوع نہیں ہو سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ ان زیدًا و عمروا منطلقان البتہ یہ بلاشبہ جائز ہے ان زیدًا منطلق و عمرو۔

پس والصابئون اپنی محذوف خبر کے ساتھ جملہ معطوفہ ہے۔ جملہ ان الذین اٰمنوا الخ۔ اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہے۔ جیسا کہ اس جملے کا کوئی محل اعراب نہیں جس پر اس کا عطف ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: یہ ہے کہ اس کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: یہ ہے کہ اس بات پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ کہ صابئ لوگوں کی توبہ قبول کر لی جائے گی اگر وہ صحیح طریقہ سے ایمان لے آئیں۔ حالانکہ وہ ان تمام سے بڑھ کر گمراہ ہیں تو پھر ان کے علاوہ کی توبہ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے؟ مَنْ اٰمَنَ یہ مبتداء کی

وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر فلا خوف علیهم ہے۔ اور خبر پر فا اس لئے لائی گئی کیونکہ مبتداء میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ پھر یہ مکمل جملہ جس طرح اِنَّ کی خبر ہے اور ضمیر جو اِنَّ کے اسم کی طرف لوٹتی ہے وہ محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح من امن منهم۔

آیت ۷۰: لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ہم نے بنی اسرائیل سے توحید کا وعدہ لیا۔ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ان کی طرف رسول بھیجے تا کہ وہ ان کو ان چیزوں پر جو انہوں نے کرنی ہیں اور جو چھوڑنی ہیں ان کو واقف کرا سکیں۔ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ یہ جملہ شرطیہ ہے اور رسلاً کی صفت کے طور پر لائے اور ضمیر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے رسول منهم۔ رسول ان میں سے بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ جو کام ان کی خواہشات کے مخالف تھا اور شہوات سے متضاد تھا۔ جیسے سخت تکالیف اور شرائع پر عمل۔ جواب شرط محذوف ہے جس پر فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح کہا گیا کلما جاء هم رسول منهم ناصبوه کہ جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ان میں سے آیا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا۔

ایک سوال کا جواب:

نَحو: یہ جملہ مستانفہ ہے جو قائل کے قول کا جواب ہے کہ انہوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو جواب دیا وہ قتل کرتے رہے۔ ماضی کی حالت کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ان کے قتل کی شناعت کو بیان کرنے کے لئے۔ اور اس بات پر خبردار کرنے کے لئے کہ قتل ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ فریقًا اور و فریقًا دونوں منصوب ہیں۔ اس لئے کہ یہ کذبوا کے مفعول ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تکذیب یہود و نصاریٰ میں مشترک پائی جاتی تھی۔ مگر قتل والا فعل یہود کے ساتھ خاص تھا۔ انہوں نے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا۔

بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کر لیا:

آیت ۷۱: وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ۔ قراءت: حمزہ اور علی اور ابوعمرو نے کہا ہے کہ یہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل انه لا تكون ہے پس انّ کو اَن تخفیف سے بدل دیا۔ اور ضمیر شان کو حذف کر دیا حسبان کو بمنزلہ علم کے رکھا گیا۔ کیونکہ وہ گمان ان کے دلوں میں نہایت پختہ تھا۔ اس وجہ سے حسبان کے فعل کو ان جو تحقیق کے لئے آتا ہے اس پر داخل کیا گیا۔ فِتْنَةٌ بلاء و عذاب مطلب یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے گمان کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل انبیاء پر کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح تکذیب رسل پر ان کو سزا نہ ملے گی۔ اور انّ اور اَن کے صلہ کو جو کہ مسند اور مسند الیہ ہے حسب کے دو مفعولوں کی جگہ رکھ دیا۔ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پس انہوں نے جو دیکھا اس پر عمل نہ کیا۔ اور جو سنا اس پر نہ چلے دوسرا قول یہ ہے وہ سیدھے راستے سے اندھے ہو گئے اور وعظ و نصیحت سے بہرے ہو گئے۔ ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ پھر اللہ نے ان کو توبہ کی توفیق دی۔ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ مگر پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اکثر ان میں سے۔ نَحو: یہ ضمیر سے بدل ہے یعنی واؤ سے اور یہ بدل البعض ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی اولٰئك كثیر منهم ایسے ان میں بہت ہیں۔ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں۔ پس وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيْحُ

''بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے فرمایا ہے

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

کہ اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، بلاشبہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے

فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۷۲

تو اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں،

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے حالانکہ ایک معبود کے علاوہ کوئی

وَّاحِدٌ ط وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

وقف لازم

معبود نہیں۔ اور اگر اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ضرور ضرور ان لوگوں کو جو ان میں کفر ہی پر جمے رہیں دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۴

عذاب پہنچ جائے گا، کیا وہ اللہ کے حضور میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت نہیں چاہتے، اور اللہ غفور ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور ان کے مربوب ہونے میں فرق نہیں کیا:

آیت ۷۲: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ حضرت عیسیٰ نے اپنے اور ان کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں کیا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مربوب بندے ہیں تاکہ یہ نصاریٰ کے خلاف دلیل بن جائے۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ بیشک جو شخص اس کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرے گا۔ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ کیونکہ وہ موحدین کا گھر ہے۔ یعنی اس میں ان کا داخلہ حرام ہے اور اس سے ان کو روک دیا۔ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ ظالم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ اَنْصَارٍ کوئی مددگار نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (یعنی ادخال الٰہی) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا حصہ ہے۔

الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہر حال کفر ہے:

آیت ۷۳: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ تینوں الٰہوں میں تیسرا ہے۔

اشکال کا جواب:

ایک اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ (المائدہ: ۱۷) اور دوسری آیت میں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ دونوں آیتوں کا مفہوم مختلف معلوم ہوتا ہے۔ **جواب**: بعض نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بعینہٖ اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی شخص پر تجلی ڈالتے ہیں۔ پس وہ اس وقت عیسیٰ کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اسی لئے تو عیسیٰ کی شخصیت سے ایسے افعال ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا گروہ نصاریٰ اس طرف گیا کہ الٰہ تین ہیں۔ اللہ، مریم، اور مسیح۔ اور یہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے مریم سے (معاذ اللہ) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ میں من استغراق کے لئے ہے۔ کہ کوئی کبھی بھی وجود میں نہیں آیا مگر وہ الٰہ جو وحدانیت سے موصوف ہے۔ اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس ارشاد میں۔ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ میں اس کی وضاحت کے لئے ہے جو فاجتنبوا الرجس من الاوثان (حج آیت ۳۰) میں ہے یہاں لیمسنهم نہیں فرمایا۔ بلکہ مضمر کی بجائے ظاہر کو لا کر ان کے متعلق کفر کی گواہی کو مزید پختہ کر دیا۔ یا من تبعیض کے لئے ہے یعنی ضرور ان لوگوں کو عذاب چھوئے گا۔ جو ان میں سے کفر پر باقی رہیں گے۔ کیونکہ بہت سے ان میں سے نصرانیت سے تائب ہو گئے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لئے عذاب کی شدید قسم ہوگی۔ وقف لازم

اصرار کفر پر تعجب:

آیت ۷۴: اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وہ کیوں توبہ نہیں کرتے اس کے بعد کہ ان کے متعلق کفر پر دوہری گواہی مل چکی۔ درحقیقت یہ سخت وعید ہے۔ ان کی اس حالت پر جس پر وہ تھے۔ اور اس میں ان کے اپنے کفر پر اصرار کرنے پر تعجب کیا گیا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توبہ کرنے پر بخش دیں گے۔ اور دوسروں کو بھی۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

رحیم ہے، نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، ان سے پہلے رسول

الرُّسُلُ ۗ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۗ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ

گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچی ہے،وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ لیجئے! ہم کیسے ان کے لیے دلائل

لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ وہ لوگ کہاں الٹے جا رہے ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۗ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾

عبادت کرتے ہو جو تمہارے ضرر اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے، اور اللہ سننے والا، اور جاننے والا ہے،

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق کا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ

خواہشات کا اتباع نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے

ع ۱۰ ۱۴ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾

بہک گئے۔"

آیت ۷۵: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ اس میں مسیح علیہ السلام سے الوہیت کی نفی ہے۔قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ان سے پہلے رسول گزرے۔ یہ رسول کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ نہیں ہیں مگر ایک رسول ان رسولوں کی جنس سے جو اس سے پہلے ہو گزرے۔ اور باقی رہا ان کا اندھے اور ابرص کو درست کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا۔ وہ خود ان کی اپنی جانب سے نہ تھا۔

مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں:

کیونکہ وہ خود معبود نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر اندھوں کوڑھیوں کو درست کیا اور مُردوں کو زندہ کیا۔ جیسا کہ لاٹھی کو زندہ کر کے موسیٰ کے ہاتھ پر دوڑتا ہوا سانپ بنا دیا گیا۔ اور بغیر باپ کے ان کی پیدائش وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ جن کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ یعنی ان کی ماں ایک عورت ہی تھی۔ جو دوسری عورتوں کی طرح انبیاء کی تصدیق کرنے والی

اوران پر ایمان لانے والی تھی۔

صدیقہ کی وجہ

ان کو صدیقہ اس لئے فرمایا کیونکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔و صدقت بکلمات ربھا و کتبہ (التحریم۔آیت۱۲) پھران کو اللہ تعالیٰ نے اس (معبودیت والی) بات سے دور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

بطلان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل:

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔کیونکہ جو کھانے سے غذا کا محتاج ہے اور پھر جو کھانے کے بعد ہضم اوران کا فضلہ بنا کر پھینکنا وہ اس جسم کا کام ہے جو گوشت اور ہڈیوں اور اعصاب وعروق وغیر ذلك سب چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر کھلی دلالت ہے کہ وہ بنائے گئے اور مختلف چیزوں کا مجموعہ ہیں۔جیسا کہ دوسرے اجسام۔اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ غور تو فرمائیں کہ ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کر رہے ہیں۔یعنی ان کے قول کے باطل ہونے پر ظاہر دلائل دے رہے ہیں۔ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پھر دیکھو اس حق کے سننے سے کس طرح پھرتے ہیں۔اور اس پر غور سے کس طرح ہٹتے ہیں۔اس میں ان پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔کہ وہ رب اور مربوب کے درمیان فرق کرنے سے بھی گئے گزرے ہیں۔

ذرہ بھر نفع ونقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادرِ مطلق کیسے بن گیا:

آیت ۷۶:قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔(کیا تم اللہ کے سواء ان چیزوں کو پوجتے ہو جو ذرہ بھر نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے) من دون اللّٰه سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جو تمہیں نقصان پہنچانے کی طاقت نہ رکھتی ہوں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ بلاء ومصائب تمہارے انفس واموال میں اتارتے ہیں۔اور نہ ہی وہ چیزیں جو تمہیں نفع دے سکیں۔جیسے اللہ تعالیٰ بدن میں صحت اور وسعت رزق اور خوشحالی عنایت فرماتے ہیں۔اور اس لیے بھی کہ انسان جس نفع ونقصان کی طاقت رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے گویا کہ انسان کو اس پر بھی ذرہ بھر اختیار نہیں۔اور یہ قطعی دلیل ہے کہ ان کا معاملہ ربوبیت کے منافی ہے۔اس لئے کہ ان کو اس طرح قرار دیا۔کہ وہ ذرہ بھر نفع و نقصان کی طاقت نہیں رکھتے۔اور ربوبیت کی صفت تو یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔کوئی مقدور اس کی قدرت سے نکل نہیں سکتا۔وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہ اتعبدون سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔اور

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ

بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے وہ ملعون ہوئے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ

کی زبان پر، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے

عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا، واقعۃً برے تھے وہ افعال جو وہ کرتے تھے، تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھے گا

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ

کہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا، واقعۃً برے ہیں وہ افعال جو ان کی جانوں نے آگے بھیجے یہ کہ اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ ۸۰ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ

ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں، اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور نبی پر

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ۸۱

اور اس پر جو اتارا گیا ہے نبی کی طرف تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن بہت سے لوگ ان میں سے فرمانبرداری سے خارج ہیں۔

اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ حالانکہ وہ تمہاری تمام باتوں کو سننے والا اور تمہارے تمام اعتقادات کا علم رکھنے والا ہے۔

اہل کتاب کو غلو کی ممانعت:

آیت ۷۷: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ۔ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) غلو حد سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبے سے اٹھا کر الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اور یہود کا غلو یہ تھا کہ ان کو استحقاق نبوت سے ہی گرا دیا۔ غَيْرَ الْحَقِّ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے غلوًا غیر الحق یعنی باطل غلو۔ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ یعنی تمہارے وہ اسلاف اور وہ مقتداء جو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گمراہی پر تھے۔ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا ان کو جو ان کا ساتھ دینے والے تھے۔ وَّضَلُّوْا گمراہ ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ جبکہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت پر اتر آئے۔

بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا:

آیت ۷۸: لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ کہا جاتا ہے کہ جب ایلہ کے لوگوں نے ہفتہ کے سلسلہ میں حد سے تجاوز کیا۔ تو داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اللھم العنھم و اجعلھم ایۃً اے اللہ تو ان پر لعنت کر اور ان کو عبرت کا نشان بنا دے۔ اس پر ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔ اور جب عیسیٰ کے ساتھیوں نے مائدہ کے بعد کفر اختیار کیا تو عیسیٰ نے ان الفاظ میں دعا کی اللھم عذب من کفر بعد ما اکل من المائدۃ عذاباً لم تعذبہ احدًا من العالمین۔ والعنھم کما لعنت اصحٰب السبت۔ اے اللہ ان کو عذاب دے جنہوں نے مائدہ کو کھانے کے بعد کفر کیا ہے ایسا عذاب جو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور ان پر ایسی لعنت کر جس طرح ہفتہ والوں پر لعنت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر بنا دیا۔ ان کی تعداد پانچ ہزار مرد تھی۔ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ لعنت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور وہ اس میں حد سے گزرنے والے تھے۔

منکر پر ترکِ ممانعت اعتداء ہے:

آیت ۷۹: پھر ان کی معصیت اور اعتداء کی وضاحت کی۔ کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ (کہ وہ ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے)۔ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ (اس برائی سے جو وہ کرتے تھے)۔ آیت میں منکر کی صفت فعلوہ سے کی ہے۔ حالانکہ فعل کے بعد تو نہی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اس برائی کے بار بار کرنے سے وہ باز نہیں رہتے تھے۔ جس کو ایک دفعہ کر لیتے یا اس برائی کی مثل وہ دوسرے کام کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ جس برائی کو اختیار کرتے یا جس منکر کے کرنے کا ارادہ کرتے اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ یا مراد یہ ہے اس منکر سے نہ رکتے تھے جس کو کر لیتے بلکہ ایسی برائی پر اصرار کرتے۔ کہا جاتا ہے فلان تناھی من الامر و انتھی عنہ جبکہ وہ اس سے باز آ جائے اور اس کو چھوڑ دے۔ پھر ان کی بداعمالیوں سے تعجب کیا اور اس کو قسم سے مؤکد کر دیا یہ فرما کر لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ کہ وہ البتہ بہت برے کام کرتے تھے۔ مَسْئَلَہٗ: اس میں دلیل ہے کہ منکر پر ممانعت کو چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ افسوس اس وقت کے مسلمانوں پر جنہوں نے اس بات کو بالکل چھوڑ دیا۔

کفار کی دوستی غضبِ الٰہی کا سبب ہے:

آیت ۸۰: تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (ان میں اکثریت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) مراد منافقین اہل کتاب ہیں جو کہ مشرکین سے دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ (بہت بری ہے وہ چیز جس کو انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گئے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

''تو اہل ایمان کے لیے سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکین کو پائے گا،

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ

اور ضرور بالضرور اہل ایمان سے محبت میں سب سے زیادہ قریب تر تو ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں،

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

یہ اس وجہ سے کہ ان میں علماء ہیں اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔''

یعنی وہ چیز اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب بنی۔) وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

موالاتِ مشرکین علامتِ نفاق ہے:

آیت ۸۱: وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ یعنی خالص ایمان جو نفاق کی ملاوٹ سے پاک ہوتا ہے۔ وَالنَّبِيِّ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ یعنی قرآن مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وہ کافروں کو دوست نہ بنائے۔ یعنی مشرکین کی موالات ان کے نفاق پر دلالت کرتی ہے۔ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ جو کہ اپنے کفر و نفاق پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ یہود ایمان لاتے اور موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر یقین رکھتے ہوتے تو مشرکین کو دوست نہ بناتے۔ جیسا کہ مسلمان ان سے موالات کرنے والے نہیں ہیں۔ لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔ اپنے دین سے نکلنے والے ہیں۔ ان کا بالکل کوئی دین ہی نہیں۔

علماء و رہبان کا وجود عداوت میں کمی کا باعث ہے:

آیت ۸۲: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ۔ (تم ضرور یہود کو ایمان والوں کی دشمنی میں سخت تر پاؤ گے)۔

نحو: الیہود یہ تجدن کا مفعول ثانی ہے۔ اور عداوۃً یہ تمیز ہے۔ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا یہ یہود پر عطف کیا گیا ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى لام عداوت و مودت کے متعلق ہے۔ اس میں یہود کی سخت دشمنی کو بیان کیا گیا اور نصاریٰ کی نرمی کو ذکر کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں یہود کو مشرکین کا ساتھی قرار دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر متنبہ کر دیا کہ ان کا قدم مشرکین سے بھی آگے ہے۔ اس لیے مشرکین سے ان کو مقدم ذکر کیا گیا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ

مِنۡهُمۡ قِسِّيۡسِيۡنَ وَرُهۡبَانًا۔ قسّیسین سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عباد ہیں۔ وَّاَنَّهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ نصاریٰ کے نرمی والے پہلو کی علت بیان فرمائی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ قریبی موافقت کی وجہ بتلائی کہ ان میں علماء اور عباد ہیں ان میں عاجزی ہے اور یہود اس کا الٹ ہیں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ علم انتہائی مفید چیز ہے۔ جو خیر کی طرف راہنما ہے۔ اگر چہ وہ علم علمائے نصاریٰ کا ہی ہو اور اسی طرح آخرت کا علم اگر چہ وہ کسی راہب میں ہو۔ اور تکبر سے برأت کا ذریعہ ہے خواہ وہ کسی نصرانی میں ہو۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

''اور جب انہوں نے اس چیز کو سنا جو نازل کی گئی رسول کی طرف تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

بہہ رہی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا' وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

جو تصدیق کرنے والے ہیں' اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آ گیا اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا

کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرمائے گا سو اللہ نے ان کے قول کی وجہ سے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

ایسے باغ ثواب میں دیدیئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' اور یہ اچھے کام

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

کرنے والوں کا بدلہ ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ

الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع

والے ہیں۔''

رقتِ قلب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ اور وفدِ نجاشی کی تعریف:

آیت ۸۳: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس میں رقت قلب سے نصاریٰ کی تعریف کی۔ اور یہ بیان کیا کہ وہ قرآن سن کر روتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہا۔ جب اس کی مجلس میں مہاجرین اور مشرکین جمع ہوئے اور مسلمان قرآن پڑھتے تھے۔ کہ تمہاری کتاب میں مریم علیہا السلام کا تذکرہ ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ایک سورت ایسی ہے جس کا نام ان کے نام پر ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم ذلك عيسى بن مريم آیت ۳۴۔ تک اور سورۂ طٰہٰ وهل اتاك حديث موسٰى آیت ۹۔ تک پڑھ کر سنائی۔ تو نجاشی رو پڑا۔ اسی طرح اس کے ان لوگوں کو پیش آیا جو وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی تعداد ستر افراد پر مشتمل تھی۔ جب ان پر سورۂ یٰسین پڑھی گئی تو وہ رو پڑے تفيض من الدمع ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں

یہاں تک کہ بہہ پڑیں۔ کیونکہ برتن کا بہنا اس کے بھر جانے کے بعد ہوتا ہے یا دوسرا معنی یہ تا کہ اس کے جوانب میں جو کچھ ہے اس کا علم ہو جائے۔ پس بہہ جانا جو بھرنے کے بعد ہوتا ہے بہہ جانے کے قائم مقام رکھا۔ یا ان کے رونے کے وصف میں مبالغہ مقصود ہے۔ پس ان کی آنکھوں کو اس طرح قرار دیا گویا بذات خود بہہ رہی ہیں یعنی رونے کی وجہ سے بہہ رہی ہیں۔ **مما عرفوا** میں **من** ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ یہ آنسو بہانا ابتداءً ہے۔ اور حق کی پہچان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی کی وجہ سے ہے۔ اور **من الحق** میں **من** ۔**ما عرفوا** کے موصول ہونے کی وضاحت کے لئے ہے۔ یا یہ بھی تبعیضیہ ہے اس طرح کہ انہوں نے حق کو پہچانا۔ جس نے ان کو رلا دیا۔ پس ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ حق کو مکمل پہچان لیتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے اور سنت کی پیروی کرتے۔ **يَقُوْلُوْنَ** یہ **عرفوا** کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ **رَبَّنَآ اٰمَنَّا** اے ہمارے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ مراد اس سے اقرار ایمان اور اس میں داخل ہونا ہے۔ **فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ**۔ **شاهدين** سے مراد امت محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے **لتكونوا شهداء على الناس** (البقرہ۔ آیت ۱۴۳) انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کیونکہ انجیل میں انہوں نے اس امت کا تذکرہ اس طرح پایا۔

اللہ کے انعام کی طمع موجباتِ ایمان سے ہے:

آیت ۸۴: **وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ** ایمان نہ لانے پر انکار اور استبعاد کا اظہار ہے۔ کہ آخر ہم ایمان قبول کیوں نہ کریں جبکہ موجبات ایمان موجود ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی طمع ہے جو نیک لوگوں کی صحبت سے ان کو میسر آئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے علاقے میں لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان کو ملامت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ **و مالنا** الآیہ یہ مبتداء اور خبر ہے اور **لا نومن** اس کا حال ہے یعنی غیر مؤمنین جیسے کہتے ہیں **مالك قائما** تو کیوں کھڑا ہے۔ **وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ** اس سبب سے کہ ہمارے پاس حق آ چکا۔ یعنی محمد ﷺ اور قرآن کی صورت میں۔ **وَنَطْمَعُ** یہ **نؤمن** کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی **و نحن نطمع** حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں۔ کہ **اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا** کہ ہمارا رب ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ **مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ** انبیاء اور مؤمنوں کے ساتھ۔

آیت ۸۵: **فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا** قول سے **ربنا اٰمنا** مراد ہے اور اس کی تصدیق **جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ** ہے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اقرار ایمان میں داخل ہے جیسا کہ فقہاء کا مذہب ہے۔

فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید:

کرامیہ کہتا ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے۔ اور دلیل میں **بما قالوا** کو پیش کیا۔ مگر آنسو بہانے سے جو ایمان کی تعریف کی گئی پہلے اور سیاق میں احسان کے ساتھ وہ ان کے قول کی تردید کر رہی ہے۔ غور تو کرو۔ فقط قول ایمان کیسے بن سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا **و من الناس من يقول اٰمنا بالله و باليوم الاٰخر و ماهم بمؤمنين** (البقرہ۔ ۸) منافقین سے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ

''اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت قرار دو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں' اور حد سے آگے نہ بڑھو'

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪

بےشک اللہ حد سے بڑھ جانے والے کو پسند نہیں فرماتا اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تم کو حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا

وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔''

ایمان کی نفی کی گئی حالانکہ ان کا قول 'امنّا' تو موجود تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تصدیق قلبی نہ تھی۔

اہل معرفت کی علامات:

اہل معرفت نے فرمایا کہ عارف میں تین باتیں پائی جانی چاہئیں نمبرا۔ سختی پر رونا۔ نمبر۲۔ عطاء پر دعا کرنا۔ نمبر۳۔ قضاء پر راضی ہونا۔ جو معرفت کا مدعی ہو اس میں یہ تین باتیں نہ پائی جائیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

تردیدِ حق کا اثر:

آیت ۸۶: وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ یہ دشمن کے حق میں تردید حق کا اثر ذکر فرمایا۔

شَانِ نُزُوْل: پہلی آیت میں اولیائے برحق کے قبول کرنے کا اثر مذکور تھا۔ یہ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کے سلسلہ میں اتری جنہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ رہبانیت اختیار کرلیں اور ٹاٹ پہنیں اور ساری رات قیام کریں اور تمام دن روزے رکھیں اور زمین میں سیاحت کریں اور اپنے مذاکیر کو کاٹ ڈالیں اور گوشت و چربی کو ترک کر دیں اور عورتوں سے قربت ترک کر دیں اور خوشبو نہ لگائیں تو یہ آیت اتری۔

حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو:

آیت ۸۷: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ اَحَلَّ سے مراد جو پسندیدہ اور لذیذ حلال میں سے بنایا گیا ہو۔ اور لا تحرموا کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اسی طرح نفع نہ اٹھاؤ جیسے حرام سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ یا یہ مت کہو کہ ہم نے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ زہد کے طور پر اس کے ترک پر پختہ عزم میں مبالغہ اختیار کرتے ہوئے اور بہت بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے۔ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کا گوشت اور فالودہ استعمال فرماتے۔ اور آپ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ مؤمن خود میٹھا ہے حلوہ کو پسند کرتا ہے (یہ فردوس دیلمی کی روایت ہے) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک کھانے میں بلایا گیا جبکہ میرے ساتھ فرقد تھے اور اس کے ساتھی بھی تھے۔ وہ دسترخوان کے گرداگرد بیٹھ گئے۔ دسترخوان پر مرغ مسلّم' فالودہ وغیرہ تھا۔ فرقد ایک طرف ہوگیا۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ اے فرقد کیا تو روزہ دار ہے اس کے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

''اللہ ایسی قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں' لیکن وہ ایسی قسموں پر مؤاخذہ فرماتا ہے جن کو تم

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ

باندھ دو' سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھر والوں کو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ

کھلاتے ہو' یا ان کو کپڑا پہنا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ سو جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے

اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ

ہیں' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ، اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔''

ساتھیوں نے کہا نہیں لیکن وہ ان رنگارنگ کھانوں کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرقد کیا شہد کی مکھی کا لعاب گندم کے لباب کے ساتھ خالص گھی میں بنایا گیا ہو کیا اس کو کوئی مسلمان عیب لگا سکتا ہے؟ انہیں سے روایت ہے کہ ان کو بتلایا گیا کہ فلاں شخص فالودہ نہیں کھاتا۔ اور کہتا اس طرح ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو آپ نے فرمایا عجیب بات ہے کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں فرمایا پھر وہ جاہل ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ٹھنڈے پانی میں فالودہ سے بڑھ کر ہے۔ وَلَا تَعْتَدُوْا (تم حد سے تجاوز نہ کرو) جو تمہارے لیے حلال و حرام مقرر کر دی گئی ہیں یا جو چیزیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو چھوڑ کر حرام کی طرف تعدّی نہ کرو یا طیبات کے کھانے میں اسراف نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں جو اس کی حدود میں تعدّی کرنے والے ہیں)۔

حلال کا استعمال تقویٰ ہے:

آیت ۸۸: وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا یہ مما رزقکم اللہ سے حال ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اس کو لازم پکڑنے کی تاکید ہے۔ اور اس میں مزید تاکید اپنے ارشاد الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ سے کر دی کیونکہ ایمان باللہ تقویٰ کو لازم کرنا ان تمام کاموں میں جن کا اللہ نے حکم دیا۔ اور جن کی ممانعت فرمائی۔

یمین لغو کی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ:

آیت ۸۹: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں فرماتا) یمین لغو وہ ہے جو

ساقط الاعتبار ہو۔ اس پر کوئی حکم نہ لگے۔ وہ اس طرح ہے کہ کسی چیز پر حلف اٹھائے۔ یہ خیال کر کے کہ وہ اس طرح ہے حالانکہ وہ اس کے گمان کے مطابق نہ تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طیبات کو اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم اس بنا پر اٹھائی تھی کہ یہ عبادت ہے جب وہ آیت اتری تو انہوں نے کہا کہ ہماری قسموں کا کیا بنے گا؟ تو یہ آیت اتری۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یمین لغو وہ ہے جو زبان پر بلا قصد جاری ہو۔ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ جو تم نے پکی قسمیں اٹھائی تھیں تعقید توثیق کو ہی کہا جاتا ہے۔

قراءت ونحو:

عقدّتم۔ حفص نے عاصم سے تشدید کے ساتھ اور حمزہ، کسائی، عاصم بروایت شعبہ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ العقد موافقت پر پختہ ارادہ کرنا۔ اور اس کا ماضی میں تصور نہیں ہو سکتا۔ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دل سے ارادہ کرنا۔ اور یمین غموس مقصودہ (قصد کی ہوئی) پس وہ منعقد ہو جائے گی۔ پس اس میں کفارہ مشروع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم قسم توڑ دو تو اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ کریں گے تمہارے عقد باندھنے کے سبب پس وقت مواخذہ کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ان کے ہاں جانا پہچانا تھا یا تمہارے عقد کو توڑ دینے کے سبب سے گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ:

فَكَفَّارَتُهٗٓ پس اس کے توڑنے کا کفارہ یا قسم باندھنے کا کفارہ ہے۔ کفارہ یہ ایسا ایک مرتبہ کا کام جس کی حالت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غلطی کو مٹا دے۔ یعنی چھپا دے۔ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ صبح شام کا کھانا کھلانا اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو بطور تملیک ایک ٹائم ہی دے دیا جائے۔ ہر ایک کو نصف صاع گندم، ایک صاع جو، ایک صاع کھجور، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک مسکین کو ایک مُد دیا جائے گا۔ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ وہ درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔ صبح شام گندم سے اگر وسعت ہو تو تین مرتبہ سالن کے ساتھ۔ اور کم سے کم ایک مرتبہ کھجور میں سے یا جو میں سے اَوْ كِسْوَتُهُمْ یہ اطعام پر عطف ہے۔ یا پھر من اوسط کے محل پر عطف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ من اوسط یہ اطعام سے بدل ہے اور کلام میں مقصود بدل ہوتا ہے کسوہ سے مراد اتنا کپڑا جس سے ستر چھپ جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ازار، قمیص یا رداء۔ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ایک مؤمنہ یا کافرہ گردن آزاد کرنا۔ کیونکہ نص مطلق ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کفارۂ قتل پر محمول کرتے ہوئے یہاں بھی رقبہ مؤمنہ ضروری قرار دی ہے۔ او کا معنی اختیار ہے کہ تین کفارات میں سے جس کو چاہو ادا کر دو۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ جو ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ پائے وہ تین دن روزے رکھے۔ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ یہ روزے پے در پے رکھے کیونکہ قراءت ابی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں اسی طرح وارد ہے ذٰلِكَ یہ مذکورہ حکم كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسم توڑ دو۔ حنث کا تذکرہ چھوڑ دیا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ کفارہ فقط قسم سے واجب نہیں ہوتا۔ اسلئے قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ جائز نہیں ہے۔ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ تم اپنی قسموں کو پورا کرو۔ اور ان کو مت توڑو۔ جبکہ توڑنے میں بھلائی نہ ہو۔ یا بالکل قسم نہ اٹھاؤ۔ (کہ توڑنے کی نوبت آئے) كَذٰلِكَ اس وضاحت کی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتے ہیں آیات سے مراد شریعت کے نشانات اور احکام شرع ہیں۔ لَعَلَّكُمْ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہٰذا تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے

اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے

ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آنے والے ہو اور فرماں برداری کرو اللہ کی اورفرمانبرداری کرو

الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

رسول کی ' اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر

الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾

پہنچا دینا ہے۔''

تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ اس کی اس نعمت کا جو تمہیں بتلاتے اور اس سے عہدہ برآ ہونا تمہارے لئے آسان کرتے ہیں۔

شراب و جوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے پانچ انداز:

آیت ۹۰: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ ۔ (اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا) المیسر کا معنی جوا۔ وَالْاَنْصَابُ: بت کیونکہ ان کو گاڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ وَالْاَزْلَامُ جوئے کے تیر جن کا شروع سورت میں ذکر ہوا۔ رِجْسٌ پلید ہیں یا خبیث گندگی والے ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ کیونکہ شیطان ان پر آمادہ کرتا ہے۔ گویا یہ اسی کا عمل اور کارروائی ہے۔ اور فَاجْتَنِبُوْهُ میں ضمیر رِجْسٌ کی طرف لوٹ رہی ہے یا عمل شیطان کی طرف راجع ہے۔ یا مذکور کی طرف راجع ہے۔ یا مضاف محذوف ہے گویا اس طرح فرمایا گیا انما تعاطی الخمر والمیسر بیشک شراب و جوا کی مشغولیت سے پرہیز کرو۔ اس لئے تو اس کو رِجْسٌ فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شراب اور جوئے کی حرمت کو کئی لحاظ سے پکا کر دیا۔ نمبر ا۔ جملے کو اِنَّمَا کلمۂ حصر سے شروع فرمایا۔ نمبر ۲۔ ان کو عبادت اصنام کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ ان ارشادات نبوت میں اسی طرف اشارہ فرمایا شارب الخمر کعابد الوثن (مسند البزاز) نمبر ۳۔ ان کو رجس عمل اعمال شیطانی میں سے قرار دیا کیونکہ

شیطان سے شر کے سواء کچھ نہیں ملتا۔ نمبر۴۔ ان سے پرہیز کا حکم دیا۔ نمبر۵۔ ان سے پرہیز کو فلاح قرار دیا جب پرہیز فلاح ہے تو استعمال یقیناً خسارہ ہے۔

شراب و جوئے کی بنیادی خرابیاں:

آیت ۹۱: اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ (شیطان تمہارے درمیان شراب وجوئے سے دشمنی وبغض ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد و نماز سے روکنا چاہتا ہے) اس آیت میں شراب وجوا سے پیدا ہونے والا افساد و وبال ذکر فرمایا۔ نمبرا۔ دشمنی اور بغض شرابیوں اور جوابازوں میں پیدا ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے رکاوٹ بنتے ہیں۔ نمبر۳۔ نماز کے اوقات کی رعایت سے باز رکھنے والے ہیں نماز کو خصوصی مقام کی وجہ سے تمام اذکار میں سے ذکر فرمایا گویا اس طرح فرمایا۔ کہ یہ نماز سے خاص طور پر رکاوٹ بنتے ہیں یہاں خمر و میسر کو انصاب واز لام کے ساتھ اولاً جمع فرما کر پھر الگ ان کا ذکر کیا۔ کیونکہ مخاطب ایمان والے ہیں۔ بلاشبہ ان کو اس شراب نوشی کی قبیح عادت سے روکا اور جواء بازی کی عادت جو گھٹی میں پڑی تھی اور انصاب واز لام کا تذکرہ درحقیقت شراب و جوئے کی حرمت کو اور پختہ کرنے کے لئے فرمایا۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ مشرکین کے اعمال میں سے ہے گویا بتوں کے پجاری اور شراب نوش اور جواء باز کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پھر ان کو الگ لایا گیا۔ تاکہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں اصل ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ یہ نہی کا انتہائی بلیغ انداز ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ کہ تم پر قسم قسم کے زواجر وصوارف پڑ گئے ہیں۔ کیا ان تمام ممانعتوں کے باوجود رکتے ہو یا تم اسی طرز پر ہو۔ جس پر تم تھے۔ گویا تم نے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور نہ تم ڈرے؟

اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت مُنہ موڑو:

آیت۹۲: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو) تم احتیاط کرنے والے اور ڈرنے والے بنو۔ کیونکہ جب وہ احتیاط کرتے تو احتیاط ان کو ہر برائی سے بچا لیتی۔ اور ہر بھلائی پر عمل پیرا کر دیتی۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم اس سے منہ موڑو گے فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ یعنی یقین کرو کہ تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ کر۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری واضح طور پر صرف پہنچانا ہے بے شک تم اپنا نقصان کرو گے۔ جب تم اس سے اعراض کرو گے۔ جس کے تم مکلف بنائے گئے ہو۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا

''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے کھایا پیا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا

وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٩٣ ع ۱۲ ۷

اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیک اعمال میں لگے اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ

''اے ایمان والو! اللہ تم کو قدرے شکار سے ضرور آزمائے گا تمہارے نیزے شکار کو پہنچیں گے اور

رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

ہاتھ۔ تاکہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے اس سے کون ڈرتا ہے سو جس نے اس کے بعد زیادتی کی اس کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٩٤

دردناک عذاب ہے۔''

تفسیر آیت ۹۳...... تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں:

شانِ نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شراب و جوئے کے تحریم سے قبل کچھ عادی تھے۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کچھ گناہ نہیں' اس میں انہوں نے کمایا)۔ یعنی انہوں نے شراب پی اور تحریم سے قبل جوئے کا مال کھایا۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچتے ہوں۔ وَّاٰمَنُوْا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوں۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰت اور ایمان کے بعد عمل صالح کرنے والے ہوں۔ ثُمَّ اتَّقَوْا پھر تحریم کے بعد شراب اور جوئے سے بچنے والے ہوں وَّاٰمَنُوْا اور ان کی حرمت پر یقین کرنے والے ہوں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تمام محرمات سے بچتے ہوں۔ یا پہلا اتقوا شرک سے بچنے اور دوسرا محرمات سے بچنے اور تیسرا شبہات سے بچنے کے لیے لایا گیا وَّاَحْسَنُوْا اور وہ لوگوں پر احسان کرنے والے ہوں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں۔

شانِ نزول: آیت ۹۴: جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حدیبیہ والے سال شکار کے ذریعے امتحان لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت احرام میں تھے۔ شکار کی کثرت تھی۔ یہاں تک کہ کجاووں کے گرد شکار جمع ہو جاتے۔ جن کو ہاتھ سے پکڑا جا سکتا تھا۔ اور نیزوں کے ذریعے شکار کیا جا سکتا تھا تو یہ آیت اتری:

حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ يبلو کا معنی امتحان لینا ہے۔ اللہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ

''اے ایمان والو! شکار قتل نہ کرو اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو' اورتم میں سے جو شخص شکار کو قصداً قتل

مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ

کر دے تو اس کا بدلہ اس جانور کا جیسا ہوگا جس کو قتل کیا۔ تم میں دو انصاف والے آدمی اس کا فیصلہ کریں گے' اس طرح سے کہ وہ بدلہ والا جانور

بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ

بطور ہدی کے کعبہ تک پہنچنے والا ہو۔ یا مسکینوں کو کفارہ کے طور پر کھانا دیدیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لے تاکہ اپنے کئے کی

وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ

سزا چکھ لے۔ اللہ نے معاف فرمایا جو پہلے گزر چکا' اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ

زبردست ہے انتقام لینے والا' تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے اور

وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

مسافروں کے واسطے ہے اور تم پر حرام کیا گیا خشکی کا شکار جب تک کہ تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔''

کی طرف سے جب ہوتو اس کا مطلب اب بندے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) یہ امتحان غیر معلوم کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ من یہ تبعیضیہ ہے کیونکہ ہر شکار حرام نہیں یا بیان جنس کے لئے ہے۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والے کا خوف ظاہر کر دے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر موجودہ شکار سے رکتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ وہ اس کے وجود سے قبل جانتا ہے کہ ایسا پایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہا تاکہ بندے کو اس کے عمل پر ثواب ملے نہ کہ اس علم پر جو وہ اس کے متعلق جانتا ہے۔ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ ۔ ذالك کا مشارٌ الیہ ابتلاء ہے۔ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد بشیء من الصید کہہ کر اس کو قلیل قرار دیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کوئی بڑی آزمائش نہیں۔ اور تناله یہ بشیءٌ کی صفت ہے۔

آیت ۹۵: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ اے ایمان والو! تم شکار کو قتل نہ کرو۔ الصید سے مراد مصید بمعنی شکار کیا ہوا

ہے کیونکہ قتل اسی میں ہوسکتا ہے۔ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جب کہ تم محرم ہو۔حرم جمع حرام ہے۔ جیسے رُدُوح جمع رداح ہے۔

نَحو: تقتلوا کی ضمیر فاعلی سے انتم حرم حال ہے۔

حرام کی حالت کے شکار میں تعمد وخطا برابر ہے:

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنكُمْ مُّتَعَمِّدًا یہ ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی ذاکرًا لا حرامه۔یا عالمًا۔اس کو احرام یاد ہو۔یا وہ جانتا ہو کہ وہ جس جانور کو قتل کر رہا ہے اس کا قتل اس پر حرام ہے اگر اس نے بھول کر قتل کر دیا یا اس نے شکار کو تیر مارا اور اس کا گمان تھا کہ وہ شکار نہیں۔تو اس صورت میں وہ خطاء کار ہے۔آیت میں تعمد کی شرط لگائی گئی ہے باوجود یہ کہ محظورات احرام میں خطاوعمد کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت اس کے بارے میں اتری تھی جس نے عمداً ایسا کیا تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک حمار وحشی ظاہر ہوا۔ابوالیسرؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ان کو کہا گیا کہ تم نے شکار کو قتل کیا ہے حالانکہ تم حالت احرام میں ہو۔تو یہ آیت اتری اور دوسری بات یہ ہے کہ اصل تو متعمد کا فعل ہے اور خطاء کو اس کے ساتھ تغلیظاً شامل کیا گیا ہے امام زہری سے مروی ہے کہ کتاب اللہ میں حکم عمداً کا اترا اور سنت میں خطاء کا تذکرہ وارد ہے۔ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَاقَتَلَ یہ حمزہ' کسائی' عاصم کی قراءت ہے پس اس کے ذمہ بدلہ ہے جو مماثل ہوگا۔اس کے جو اس نے شکار مارا تھا۔اور وہ شکار کی قیمت ہے۔اس کی قیمت وہیں لگائی جائیگی۔ جہاں شکار کیا گیا۔اگر اسکی قیمت ہدی کی قیمت کو پہنچ جائے اسکو ہدی چوپاؤں میں سے جس کی قیمت شکار کے برابر ہو دینا پڑے گی اور اسکو اختیار ہے کہ اسکی قیمت کے بدلے کھانا خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ دے اور اگر چاہے تو ہر مسکین کے طعام کے بدلے روزہ رکھے۔پس اگر اس جانور کی نظیر نہ ہو تو اسی طرح حکم ہے جو گزرا ہے۔

شکار والا مثل سے بدلہ دے:

قراءت: دوسرے قراء نے فجزاءُ مثلِ پڑھا ہے اور اس کی اصل فجزاءٌ مثلَ ما قتل یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے اس کی مثل جو اس نے قتل کیا۔ پھر اس کو مضاف کر دیا گیا۔جیسا تم کہو گے عجبت من ضرب زیدًا پھر من ضرب زید۔مِنَ النَّعَمِ یہ قتل میں ضمیر سے حال ہے اس لئے کہ مقتول چوپاؤں میں سے ہو۔یا یہ جزاء کی صفت ہے يَحْكُمُ بِهٖ فیصلہ کریں مثل کا جو قتل ہوا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو مسلمان عادل فیصلہ کرنے والے ہوں۔اس میں دلیل ہے کہ مثل قیمت ہے کیونکہ قیمت ہی نظر وفکر واجتہاد کی محتاج ہے۔مشاہداتی چیزیں اس کی محتاج نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تو مثل مطلق کا ذکر ہے اور اجماع مثل صوری اور مثل معنوی کے لئے مفید ہے۔یا صرف معنوی کے لئے فائدہ مند ہے نہ کہ صورت کے لیے۔ یا صورت کے لئے مفید بلامعنی ہے۔اور قیمت کو مثل صوری اجماعاً قرار دیا گیا۔جن کی کوئی مثال نہیں۔پس اب اس کے سوا اور کوئی چیز مراد نہیں ہو سکتی۔اس لئے کہ مشترک میں عموم کا معنی نہیں پایا جاتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: من النعم کے ارشاد سے مثل بالقیمت کی نفی ہوتی ہے۔کیونکہ مال تو چوپایہ نہیں۔ جواب: جس نے قیمت کو واجب کیا

اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اس کے بدلے ہدی خریدے یا طعام یا روزے رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں اختیار دیا ہے پس من النعم یہ اس ہدی کے لئے بیان ہوگا۔ جو اس قیمت سے خریدا جائے۔ ان اختیاری صورتوں میں سے ایک صورت میں۔ کیونکہ جس نے شکار کی قیمت لگائی اور قیمت سے ہدی خریدی۔ پھر ہدی دیدی۔ تو اس نے چوپایوں میں سے جو جانور قتل کیا تھا۔ اس کا بدلہ مثل دے دیا۔ اس طور پر کہ آیت میں ہدی سے کفارہ ادا کرنے کا یا طعام سے کفارہ ادا کرنے یا روزے رکھنے کا اختیار حاصل تھا۔ اور یہ مطلب اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب اس نے قیمت کا اندازہ لگایا اور قیمت میں غور وفکر کیا۔ کہ تینوں میں سے کس کا انتخاب کرے۔ باقی اگر اس نے نظیر کا قصد کیا۔ اور بلا اختیار اس کو لازم قرار دیا تو پھر بھی اگر کوئی ایسی چیز آ جائے گی جس کی کوئی مثل نہیں تو اس کی قیمت لگائے گا۔ پھر اس کو طعام وصیام کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ پس اس طرح ماننے سے آیت کے مفہوم سے دوری لازم آتی ہے۔ ذرا آیت کے اس حصہ **او کفارة طعام مساکین او عدل ذالك صیاما** پر غور کرو تینوں چیزوں میں اختیار کیسے ہوا۔ اور اس کے لئے قیمت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ **هَدْيًا** یہ **یحکم به** کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے **یحکم به فی حال الهدی** ' ہدی ہونے کی حالت میں وہ اس کا فیصلہ کریں۔ **بٰلِغَ الْكَعْبَةِ** یہ **هَدْيًا** کی صفت ہے کیونکہ اس کی اضافت غیر حقیقی ہے۔ اور اس کا معنی اس کا کعبہ میں پہنچنا۔ تاکہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ باقی صدقہ تو جہاں چاہے کیا جا سکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صدقہ بھی حرم میں ہی ہوگا۔

نحو وقراءت:

اَوْ كَفَّارَةٌ اس کا عطف جزاء پر ہے۔ **طَعَامُ**۔ یہ **كَفَّارَةٌ** سے بدل ہے، یا پھر مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی۔ **هِیَ طَعَامٌ**۔ قراءت **او کفارة طعامٍ** برطریق اضافت مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ یہ اضافت تبیین مضاف کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا **او کفارة من الطعام**۔ **مَسٰكِيْنَ** جیسا کہا جاتا ہے **خاتم فضة ای من فضة**۔ **اَوْ عَدْلُ** اس کو عین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے فراء رحمہ اللہ نے کہا العدل جو کسی چیز کے معادل ہو۔ مگر اس کی جنس سے نہ ہو۔ مثلاً روزہ اور طعام العدل اس کی جنس میں سے اس کا ہم مثل ہو۔ اسی سے عدل الحمل ہے۔ کہا جاتا ہے **عندی غلام عِدل غلامك** کسرہ کے ساتھ جب کہ ان کی جنس ایک ہو۔ پس اگر دونوں کی قیمت تو ایک جیسی ہو۔ مگر جنس ایک نہ ہو تو کہا جائے گا۔ **هو عَدْلُ غلامِك** عین کے فتح کے ساتھ۔ **ذٰلِكَ** کا مشار الیہ طعام ہے۔ **صِيَامًا** یہ تمیز ہے جیسے **لی مثله رجلاً**۔ اس میں اختیار قاتل کو ہوگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک اختیار حکمین کو ہوگا۔ **لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ** یہ **فجزاء** سے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے یا کفارہ ادا کرے تاکہ احرام کی ہتک عزت کا انجام وہ چکھ لے الوبال ناپسندیدگی اور نقصان جو اس برے عمل کے انجام پر اسکو ملا کیونکہ اسکا بوجھ تو اسی پر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فاخذناه اخذًا وّبیلا** (المزمل آیت ۱۶) میں اخذ وبیل کا معنی ثقل شدید ہے۔ اور الطعام الوبیل اس کو کہتے ہیں جو معدہ پر بوجھل ہو۔ جلد ہضم نہ ہو۔ پس چٹی کو وبال فرمادیا گیا۔ **عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ** اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ شکار جو حرمت سے قبل تم سے ہوا تھا۔ **وَمَنْ عَادَ** جو آدمی تحریم کے بعد پھر قتل صید کا مرتکب ہوا یا اس احرام میں دوبارہ ارتکاب کیا۔ **فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ** اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے سزا کے ساتھ۔ **نحو**: یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

''کعبہ جو احترام والا گھر ہے اللہ نے اسے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور ہدی کے جانوروں کو اور ان کے گلے

وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

میں جو پٹے پڑے ہوں ان سب کو لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ تم جان لو! کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ

والا ہے اور اللہ بلاشبہ بخشنے والا مہربان ہے رسول ﷺ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے اور اللہ

يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

عبارت یہ ہے فَهُوَ يَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اللہ تعالیٰ احکام کو لازم کرنے میں زبردست ہیں۔ ذُو انْتِقَامٍ اس سے انتقام لینے والے ہیں۔ جو حدود اسلام سے تجاوز کرنے والا ہو۔

سمندری شکار کی حلّت:

آیت ۹۶: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ۔ (حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندری شکار) سمندری شکار جس کا کھانا حلال ہے اور وہ بھی جس کا کھانا حلال نہیں۔ وَطَعَامُهٗ اور وہ جو اس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمام سمندری شکاروں سے انتفاع تمہارے لیے حلال ہے اور اس میں سے جو کھایا جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے اور وہ فقط مچھلی ہے۔ مَتَاعًا لَّكُمْ یہ مفعول لہ ہے یعنی اس کو تمہارے نفع اٹھانے کے لئے حلال کر دیا گیا۔ وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے لیے مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا تمہارے فائدہ کے لئے حلال کیا گیا۔ تاکہ رہائشی تو تازہ کھائیں اور مسافروں کے لئے بھی۔ تاکہ وہ زادراہ کے طور پر ٹکڑے بھون کر ساتھ لے جائیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مچھلی بھون کر بطور توشہ ساتھ لی تھی۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ صید بر، وہ ہے جو خشکی پر بچے دے خواہ بعض اوقات پانی میں رہے۔ مثلاً بطخ یہ خشکی کا جانور ہے کیونکہ یہ خشکی پر بچے دیتا ہے اور دریا و سمندر اس کی چراگاہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں کے لئے تجارت گاہ ہے۔ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا جب تک احرام میں ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حرم میں شکار نہ کرو۔ یا احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شکار نہ کرو۔ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

کعبہ لوگوں کی بقاء کا سبب ہے:

آیت ۹۷: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ جعل یہاں صیّر کے معنی میں ہے۔ الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ (اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے باقی رہنے کا سبب بنایا) نحو: یہ کعبہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ قیاماً مفعول ثانی ہے یا جَعَلَ ، خَلَقَ کے معنی میں ہے اور قیاماً حال ہے۔ قِيَامًا لِّلنَّاسِ ان کے دین میں بلندی کا ذریعہ اور معاش اور معاد میں سرفرازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے ان کے حج وعمرہ کے معاملات پورے ہوتے اور قسم قسم کے منافع میسر ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیت اللہ کو اگر ایک سال چھوڑ دیں تو ان کو مہلت نہ دی جائے اور نہ وہ مؤخر کیے جائیں۔ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وہ مہینہ جس میں افعال حج کرتے ہیں۔ اور وہ ذی الحجہ ہے کیونکہ تمام مہینوں میں حج کے قائم کرنے کا جو اس کو موسم بنایا اس میں ایک عظمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ یا اس سے جنس اشہر حرم یعنی رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم مراد ہیں۔

وَالْهَدْيَ وہ جانور جو مکہ کی طرف بطور نیاز کعبہ بھیجا جائے۔ وَالْقَلَآئِدَ جس جانور کو قلادہ ڈالا گیا ہو۔ اور وہ اونٹ ہے۔ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور حج کی رونق اس سے زیادہ ہے۔ ذٰلِكَ اس کا مشارٌ الیہ کعبہ کا قیام للناس بنانا ہے یا حرمت احرام کی حفاظت شکار کو ترک کر کے وغیرہ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی مصلحتوں سے واقف ہیں۔ جو آسمان وزمین میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ کیسے نہ جانے وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر آیت ۹۸:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (تم جانو! اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو حرم یا احرام کی تذلیل کرے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ اور اس کے گناہوں کو بخشنے والا ہے جو ان عظیم مشاعر کی توقیر کرتا ہے۔ رَّحِيْمٌ رحم کرنے والے ہیں۔ اس جنایت کرنے والے پناہ گزین پر جو بلد حرام میں پناہ لے۔

رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے:

آیت ۹۹: مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ (رسول پر صرف پہنچا دینا ہے) جس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لزوم پورا پورا کرنے میں تشدید کی گئی ہے۔ کہ رسول تو اپنے ذمہ جو تبلیغ تھی اس سے فارغ ہو چکا اور تم پر حجت تام ہو چکی اور اطاعت فرض ہو گئی اب اس میں کوتاہی کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ : اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا

''آپ فرما دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہیں اگرچہ اے مخاطب! تجھے خبیث کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سو اے

۱۳ ع ۷ ۴ اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا

عقل والو! اللہ سے ڈرو۔ تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔'' ''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ

عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں ' اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ

تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں گی' اللہ نے ان کے بارے میں معافی دیدی اور اللہ بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔'' ایسی ہی باتیں تم سے پہلے بھی لوگ پوچھ

قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

چکے ہیں پھر جلد ہی وہ اُن کے منکر ہو گئے

اللہ نے خبیث وطیب کو ایک جیسا نہیں بنایا:

آیت ۱۰۰: قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ ۔ (کہہ دیں خبیث اور طیب برابر نہیں) جب اس بات کی اطلاع دے دی کہ وہ جو کچھ چھپاتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں سب کو جاننے والا ہے تو اب ذکر کر دیا کہ ان میں خبیث اور طیب برابر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان امتیاز و فرق کر دے گا۔ پس خبیث (کافر) کو سزا دے گا اور طیب (مسلم) کو بدلہ دے گا۔ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ اگرچہ طیب قلیل ہو مگر اس کو ترجیح دو۔ خبیث پر خواہ ان کی کثرت ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر حلال و حرام کے متعلق ہے۔ اور لوگوں میں سے ردّی اور عمدہ کے بارے میں ہے۔ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ اے خالص عقل والو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

بیجا سوالات کی ممانعت:

آیت ۱۰۱: شانِ نزول : لوگ امتحاناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض چیزوں کا سوال کرتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ ۔ (اے ایمان والو! مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تمہیں بری لگیں)

نحو وصرف:

خلیل وسیبویہ اور جمہور بصریین نے کہا کہ اصل اشیاء کی شیئا ء دو ہمزہ جن کے درمیان الف ہے اور وہ فعلاء کا وزن بنا۔ لفظ شیٔ اس کا ہمزہ تانیث کا ہے۔اس لئے یہ حمراء کی طرح منصرف نہیں ہے یہ لفظاً مفرد ہے۔معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔جب دو جمع ہونے والے ہمزہ ثقیل ہوئے تو لام کلمہ والا ہمزہ مقدم کردیا۔اور شین سے پہلے لائے پس اس کا وزن افعاء بن گیا۔اور جملہ شرطیہ اور معطوفہ اشیاء کی صفت ہے وہ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَکُمْ ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے اگر تم ان تکالیف صعبہ کے متعلق وحی کے زمانہ میں سوال کرو گے اور وہ زمانہ جب تک رسول تم میں موجود ہیں تو تمہیں وہ تکالیف ظاہر کردی جائیں گی۔اور وہ تمہیں بری لگیں گی۔اور غم میں مبتلا کریں گی۔اور وہ تم پر گراں گزرے گی۔اور تمہیں ان کے اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔تو تم اعراض کرو گے۔تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی پر ناراض ہونگے۔عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا جواب تک سوال کر لیے وہ معاف کردیئے دوبارہ ایسے سوال نہ کرنا۔وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حوصلہ والے ہیں۔وہ انذار کے بعد تم کو سزا دیں گے۔

ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں:

آیت ۱۰۲: قَدْ سَاَلَهَا اس میں ضمیر اشیاء کی طرف نہیں لوٹتی۔تاکہ عن سے متعدی کرنا پڑے۔بلکہ اس مسئلہ کی طرف راجع ہے یعنی اس مسئلہ کا سوال کیا۔قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلوں نے۔ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا پھر اس کے سبب سے ہوگئے۔کٰفِرِیْنَ انکاری جیسا کہ بنی اسرائیل کے متعلق معروف ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْۢ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰکِنَّ

''اللہ نے مقرر نہیں فرمایا نہ کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام ' لیکن

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ؕ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔''

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف' تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہ کافی ہے

وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ کیا باپ دادوں کے پیچھے چلیں گے اگرچہ ان کے باپ دادے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں۔''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۚ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو' جو شخص گمراہ ہو گا وہ تمہیں ضرر نہ دے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو گے' بے شک

اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو ان سب کاموں سے باخبر کر دے گا جو تم کیا کرتے تھے''

محرماتِ جاہلیت کی تردید:

آیت ۱۰۳: مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْۢ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ۔ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ سائبہ' وصیلہ وحام مقرر نہیں کئے) اہل جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لیتی جن میں آخری نر ہوتو اس اونٹنی کا کان چیر کر اس کو بحیرہ بنا دیتے (بحیرہ کان چیری ہوئی) اور نہ اس کو کسی چراگاہ یا پانی سے ہٹایا جاتا۔ ایسی اونٹنی کا نام بحیرہ تھا۔ ان کا رواج یہ تھا۔ آدمی کہتا کہ اگر میں سفر سے واپس لوٹ آیا یا مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہے اس کو بحیرہ کی طرح کر دیتے۔ نہ سواری کرتے نہ نفع اٹھاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آدمی اپنا غلام آزاد کرتا تو کہتا کہ میرا غلام سائبہ ہے۔ اب اس غلام اور اس کے درمیان نہ میراث نہ عقل ودیت۔ اسی طرح بکری سات بچے جنتی اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اگر مؤنث ہوتی اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے۔ اگر جوڑا نر' مادہ ہوتا تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملی ہے پس الوصیلہ بمعنی واصلہ ہے جڑواں پیدا ہونے والی بکری اسی طرح اگر کسی نر اونٹ سے دس بطن گابھن ہوتے تو وہ کہتے اس کی پشت گرم ہے اس پر سواری نہ کی جائے اور نہ اس پر بوجھ لادا جائے۔ اور اس کو پانی اور چراگاہ سے نہ روکا جائے۔ اور ماجعل کا معنی اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں قرار دیا۔ اور نہ اس کا حکم

دیا۔وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اس کی تحریم کر کے جوانہوں نے حرام قرار دیا۔يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں)۔اس لئے کہ اس تحریم کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (اور ان کی اکثریت بے عقل ہے)۔بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔اکثریت سے مراد عوام ہیں۔

آبائی تقلید میں وحی سے انکار:

آیت ۱۰۴: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ۔(جب ان کو کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف آؤ۔اس طرح کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔اور اس کے رسول کی طرف آؤ۔قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا یعنی ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ نحو : حسبنا مبتداء اور ما وجدنا خبر ہے۔اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔اور واؤ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُ هُمْ میں حال کے لیے ہے۔لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ اقتداء اس عالم کی درست ہے۔جو صحیح راہ پانے والا ہو۔اور اس کی ہدایت حجت و دلیل سے معلوم ہوگی۔

اہل عناد کے متعلق خود کو گھلانے (غمگین ہونے) کی ضرورت نہیں:

آیت ۱۰۵: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔(اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو) انفسکم منصوب ہے علیکم کی وجہ سے اور علیکم اسمائے افعال میں سے ہے یعنی اپنے نفوس کی اصلاح کو لازم پکڑو۔اس میں کاف اور میم موضع جر میں ہیں۔کیونکہ اسم فعل وہ جار مجرور ہے۔فقط علٰی اکیلا نہیں۔لَا يَضُرُّكُمْ یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یا جواب اوکی وجہ سے مجزوم ہے۔اور راء کا ضمہ تو ضمۂ ضاد کی اتباع میں دیا گیا ہے مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ مؤمن اپنی جانیں اہل عناد کفار پر گھلاتے اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کی تمنا کرتے پس ان مسلمانوں کو کہا گیا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تم اپنے نفوس کو لازم پکڑو۔جن کی اصلاح کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو۔لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں ان کا گمراہ ہونا تمہارے دین سے نقصان نہیں دے گا۔جبکہ تم ہدایت پر ہو۔یہاں یہ مراد نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے۔کیونکہ ان کا ترک قدرت کے باوجود جائز نہیں۔اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پھر وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جبکہ وصیت کا وقت

الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ

ہو تو دو وصی ہوں جو دیندار ہوں تم میں سے ہوں یا تمہارے علاوہ دوسری قوم سے ہوں اگر تم

ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا

سفر میں گئے ہوئے ہو پھر تم کو موت کی مصیبت پہنچ جائے ' اگر تمہیں شک ہو تو ان دونوں کو

مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ

نماز کے بعد روک لو ' پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اپنی قسم کے عوض کوئی قیمت نہیں لیتے اگرچہ

كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾

قرابت دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں چھپاتے ' بلاشبہ ایسا کرنے کی صورت میں ہم گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پھر اگر اس کی اطلاع ملے کہ وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو گئے تو ان کی جگہ ایسے دو آدمی کھڑے ہوں جو

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ

ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں پہلے دو شخصوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہ بعد والے دو شخص وہ ہوں جو قریب تر ہوں سو یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ واقعی ہماری گواہی ان دونوں کی

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ ذٰلِكَ

گواہی کے مقابلہ میں زیادہ درست ہے اور ہم نے تجاوز نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم ظلم کرنے والوں میں شمار ہوں گے یہ

اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ

قریب تر ہے کہ وہ گواہی کو صحیح طریقے پر ادا کریں۔ یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان کی قسموں کے بعد ان پر پھر قسمیں لوٹا دی

بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٨﴾ ع ١٤ ع ٨

جائیں گی ' اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اقعۂ تمیم وعدی:

شانِ نزول: آیت ۱۰۶: روایت میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص کے مولیٰ بدیل رضی اللہ عنہ شام کی طرف ایک سفر پر نکلے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ تمیم وعدی جو دونوں نصرانی تھے وہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت بدیلؓ بیمار ہوئے انہوں نے ایک پرچہ لکھا جس میں اپنے سارے سامان کا اندارج کیا۔ اور اس کو سامان میں رکھ دیا۔ اور اس رقعہ کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو نہ دی۔ اور ان کو وصیت کی کہ یہ سامان میرے گھر دے دینا۔ وہ فوت ہو گئے انہوں نے ان کے سامان کو ٹٹولا اور ایک چاندی کا پیالہ اس میں سے لے لیا۔ بدیل کے اہل وعیال نے پیالہ نہ پایا تو ان سے پیالہ کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ۔ (اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کے وقت دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو)۔

نحوی تحقیق:

نحو: اثنان شهادة مبتداء کی خبر ہے اور شهادة کو مقدر ماننا پڑے گا۔ شهادة بينكم شهادة اثنين یا اثنان شهادة بينكم، کا فاعل ہے۔ تقدیر یہ ہے فيما فرض عليكم ان يشهد اثنان اور بين میں وسعت ہے اس کی طرف مصدر کی اضافت ہو سکتی ہے۔ اذا حضر یہ شہادت کا ظرف ہے اور حين الوصية اس کا بدل ہے۔ اور اس کے بدل ہونے سے وصیت کے وجوب کی دلیل بنتی ہے۔ کیونکہ حضور موت تو تکوینی معاملہ ہے۔ اور حين الوصية اس سے بدل ہے پس وہ وجود وصیت پر دلالت کرتا ہے پس اگر وہ بلا اختیار پائی جائے تو ابتلاء ساقط ہو جاتا ہے پس اس کو وجوب میں منتقل کر دیا۔ حضور موت سے موت کو جھانکنا اور مدت مقررہ کے پہنچنے کی علامات کا ظاہر ہونا ہے۔ ذَوَا عَدْلٍ یہ اثنین کی صفت ہے۔ مِّنْكُمْ سے مراد قرابت دار کیونکہ وہ میت کے حالات سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اَوْ اٰخَرٰنِ یہ اثنان پر عطف ہے۔ مِنْ غَيْرِكُمْ جو اجنبی ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ جب تم سفر میں ہو۔ انتم فاعل ہے بعد والا فعل ظاہر اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ یا منکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غيركم سے مراد ذمی۔ بعض نے کہا کہ یہ منسوخ ہے اس لیے کہ ذمی کی گواہی مسلمان کے خلاف درست نہیں۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے جائز تھی۔ تَحْبِسُوْنَهُمَا تم ان دونوں کو حلف کے لیے کھڑا کرو۔ نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یا یہ او آخران میں من غيركم کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی: او آخران من غيركم محبوسان اور ان انتم ضربتم في الارض فاصابتكم مصيبة الموت یہ صفت اور موصوف کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یعنی عصر کی نماز کے بعد کیونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کا وقت ہے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عصر کے بعد یا ظہر کے بعد کیونکہ اہل حجاز فیصلوں کے لیے ان دونوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ اور حدیث بدیل رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور عدی اور تمیم کو بلایا۔ منبر کے پاس ان سے حلف طلب کیا۔ دونوں نے حلف اٹھایا۔ پھر وہ برتن مکہ میں مل گیا۔ تو دکاندار نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔

(ترمذی:۳۰۵۹)

قسم مدعا علیہ پر فیصلہ:

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ دونوں قسم اٹھائیں گے۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں ان کی امانت میں اشتباہ ہو۔ **نحو** : یہ یقسمان اوراس کے جواب کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ جواب: لا نشتری ہے۔ ان ارتبتم ۔شرط کا جواب محذوف ہے۔ جو معنی کلام کی وجہ سے ظاہر کرنے کی ضرورت سے بے نیاز ہے تقدیر عبارت یہ ہے ان ار تبتم فی شأنهما فحلفوهما اگر تمہیں ان کے متعلق شبہ ہو تو تم ان سے قسم اٹھواؤ۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا قسم ہے۔ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ : ہم نہیں خریدتے اپنی قسم کے عوض۔ ثَمَنًا دنیا کا سامان وَلَوْ كَانَ اگرچہ ہو وہ جس کے لیے قسم دی جارہی ہے۔ ذَا قُرْبٰی یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم نہیں اٹھاتے۔

مال کے حصول کی خاطر اگرچہ وہ شخص جس کے لیے ہم قسم دے رہے ہیں قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ یعنی ہم اس شہادت کو جس کے اٹھانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور تعظیم کا امر کیا۔ ہم چھپانے والے نہیں۔ اِنَّآ اِذًا اگر ہم چھپائیں لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ کہا گیا ہے کہ اگر اس سے مراد شاہدین ہوں تو یہ شہادت اب منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اگر اس سے مراد وصی ہوں تو ان کا حلف منسوخ نہیں۔

آیت ۱۰۷: فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ملے عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا انہوں نے ایسا فعل کیا جو گناہ کو لازم کرنے والا ہے اور انہوں نے یہ کہہ کر گناہ کو واجب کر لیا تھا انهما لمن الاثمين۔ فَاٰخَرٰنِ پس دو دوسرے گواہ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ یعنی ان لوگوں میں سے جن کی وجہ سے یہ گناہ کے مستحق ہوئے مطلب یہ ہے ان لوگوں میں سے جن کے خلاف جنایت کی گئی اور وہ میت کا خاندان اور اہل وعیال ہیں۔ بدیل رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جب دونوں آدمیوں تمیم وعدی کی خیانت ظاہر ہوگئی تو بدیل رضی اللہ عنہ کے ورثاء میں سے دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ برتن ان کے رشتہ دار بدیل رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور ان کی گواہی زیادہ درست ہے۔ پہلے گواہی دینے والوں سے۔ الْاَوْلَيٰنِ یہ دونوں قرابت کی وجہ سے گواہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ یا وہ گواہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان کی جان پہچان کی وجہ سے۔ **نحو** : الاوليان مرفوع ہے هما اوليان۔ گویا اس طرح کہا و من هما تو جواب دیا الاوليان۔ یا۔ يقومان کی ضمیر سے بدل ہے۔ یا اخران سے بدل ہے۔ **قراءت**: استحق عليهم الاوليان حفص نے پڑھا ہے۔ یعنی من الورثة الذين استحق عليهم الاوليان من بينهم بالشهادة ان يجرد وهما للقيام بالشهادة ويظهروا بهما كذب الكاذبين ان ورثہ میں سے جن کا حق ہے یہ ان کے درمیان شہادت کے زیادہ حقدار ہیں کہ دونوں الگ الگ گواہی کے لئے کھڑے ہوں اور ان دونوں جھوٹوں کا جھوٹ ظاہر کردیں۔

نحو وقراءت:

الاوّلين یہ حمزہ، ابوبکر نے پڑھا ہے پس اس طرح کہ یہ الذين استحق عليهم کا وصف ہے اس صورت میں مجرور ہے۔ اور یہ حالت جری ہے۔ یا حالت نصبی ہے اور یہ منصوب علی المدح ہے۔

نکتہ:

الا اولین کہا کیونکہ شھادۃ بینکم میں ان کا تذکرہ پہلے ہوا۔ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ہماری قسم قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں وصیوں کی قسم سے جنہوں نے خیانت کی ہے۔ وَمَا اعْتَدَيْنَآ اور ہم نے اپنی قسم میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ اگر ہم جھوٹی قسم اٹھائیں تو ہم اس وقت البتہ ظالموں میں سے ہونگے۔

آیت ۱۰۸: ذٰلِكَ یہ جس کا تذکرہ بیان حکم کے سلسلہ میں گزرا اَدْنٰى زیادہ قریب ہے۔ اَنْ يَّاْتُوْا کہ شہداء ادا کریں اس حادثہ کے مطابق بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ جیسا کہ انہوں نے اٹھائی ہے بغیر کسی خیانت کے اس میں اَوْيَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ یعنی دوسرے گواہوں کی قسم پختہ ہو جائے ان کی قسم اٹھانے کے بعد پس وہ رسوا ہوں اپنے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کے سبب وَاتَّقُوا اللّٰهَ خیانت میں اور جھوٹی قسم میں وَاسْمَعُوْا قبولیت واجابت والا سننا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ جو کہ طاعت سے نکلنے والے ہیں۔

سوال: یہاں او کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ قریب تر بات ہے۔ کہ وہ گواہی کو حق وصدق سے ادا کریں۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی وجہ سے یا کم از کم شرم کے مارے۔ کہ رسوائی اور ذلت ہوگی۔ جب کل ان کی قسم جھوٹی نکل کر لوٹائی جائے گی۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: معلوم ہوتا ہے کہ مدعی پر قسم کا رَد کرنا درست ہے؟

جواب: اس واقعہ میں ورثاء نے دو نصرانیوں کے خلاف دعویٰ کیا تھا۔ جنہوں نے خیانت کی تھی۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا دی۔ جب بعد میں ان کی قسم میں جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ان دونوں نے اس مسروقہ پیالے کے متعلق شراء کا دعویٰ کر دیا۔ ورثاء نے انکار کر دیا پس قسم ورثہ پر شراء کے دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے آئی۔ (تو قسم مدعیٰ علیہ ہی پر ہوئی نہ کہ مدعی پر)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ

(جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا' پھر ان سے سوال فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١٠٩﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

بلاشبہ آپ غیبوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ بن مریم یاد کر

نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف

میری نعمت جو تجھ پر ہے اور تیری والدہ پر' جب کہ میں نے روح القدس کے ذریعہ تیری تائید کی

وقف لازم

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

تو بات کرتا تھا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور جبکہ میں نے تجھے تعلیم دی کتاب کی اور حکمت کی

وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ

اور توریت کی اور انجیل کی' اور جبکہ تو بناتا تھا مٹی سے پرندہ جیسی صورت میرے حکم سے

فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ

پھر تو اس میں پھونک ماردیتا تھا تو وہ صورت پرندہ بن جاتی تھی میرے حکم سے' اور تو اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو میرے حکم سے

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ

اور جبکہ تو نکالتا تھا مُردوں کو میرے حکم سے' اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا

اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

جبکہ تو ان کے پاس دلیلیں لے کر آیا' ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ یہ نہیں ہے

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٠﴾

"کھلا ہوا جادو"

آیت ۱۰۹: يَوْمَ یہ اذکروا محذوف کی وجہ سے منصوب ہے یا احذروا محذوف کی وجہ سے۔

منکرین کی توبیخ کیلئے انبیاء علیہم السلام سے سوال:

يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۔ (جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان سے فرمائے گا تمہیں کیا

جواب ملا) یعنی وہ جواب جو تمہاری امتوں نے تمہیں دیا۔ جب کہ تم نے ان کو ایمان کی دعوت دی۔ دراصل یہ سوال ان لوگوں کی توبیخ کے لیے ہے۔ جنہوں نے انکار کیا۔ نَحو : ماذا کا لفظ اجبتم کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسے مصدر معنی کے لحاظ سے منصوب ہوتا ہے۔ ای اجابة اُجبتم۔ تو وہ کہیں گے قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اپنی قوم کے اخلاص کا۔ اس کی دلیل اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ہے یا ان چیزوں کو جاننے والا ہے جو انہوں نے ہمارے بعد ایجاد کیں اس کی دلیل: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدة : ۱۱۷) ہے۔ یا یہ بات انبیاء بطور ادب کے کہیں گے۔ یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے۔ اور ڈھکا ہوا ہے اور چھپا ہوا ہے گویا کہ ہمیں علم ہے ہی نہیں۔

تذکرۂ انعامات:

آیت ۱۱۰: اِذْ قَالَ اللّٰهُ یہ یوم یجمع سے بدل ہے۔ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ۔ (اے عیسیٰ بن مریم! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں) یعنی جب اس کو پاک اور تمام جہان کی عورتوں میں اس کو چنا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ اس میں عامل نعمتی ہے ایدتك کا معنی میں نے تمہیں قوت دی۔ بِرُوْحِ الْقُدُسِ جبرئیل کے ساتھ ان کی مدد کی۔ تا کہ ان پر حجت ثابت ہو جائے۔ یا اس کلام کے ساتھ جس سے دین زندہ ہو۔ اور اس کی اضافت القدس کی طرف اس لیے ہے کیونکہ وہ پاکیزگی کا سبب ہیں۔ گناہ کی چنگاریوں سے۔ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ یہ حال ہے یعنی تو ان سے کلام کرے گا بچپن کی حالت میں بطور اعجاز کے۔ وَكَهْلًا۔ تبلیغ کے طور پر۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ۔ نَحو : اس کا عطف اذ ایدتك پر ہے اور اسی طرح اذ تخلق 'اذ تخرج اور اسی طرح اذ کففت اور اذ اوحیت۔ الْكِتٰبَ لکھنا۔ وَالْحِكْمَةَ وہ کلام جو مضبوط و باصواب ہو۔ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ تخلق کا معنی تقدر' اندازہ کرنا۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ ایسی حالت جو پرندوں کی ہیئت جیسی تھی۔ بِاِذْنِيْ میرے آسان کر دینے کے ساتھ۔ فَتَنْفُخُ فِيْهَا اس میں ضمیر کاف کی طرف لوٹتی ہے۔ کیونکہ وہ اس ہیئت کا بیان ہے۔ جس حالت پر عیسیٰ علیہ السلام بناتے اور پھونک مارتے تھے۔ ضمیر اس ہیئت کی طرف نہیں لوٹتی جو اس کی مضاف الیہ ہے کیونکہ وہ ان کی تخلیق سے نہ تھی۔ اسی طرح ضمیر فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ میں بھی۔ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ کو تخلیق پر عطف کیا گیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى قبور سے زندہ کر کے۔ بِاِذْنِيْ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح اور دو مردوں اور ایک عورت اور ایک لونڈی کو زندہ کر کے دکھلا۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ یعنی یہود جبکہ انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اِذْ جِئْتَهُمْ یہ کففت کا ظرف ہے۔ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

قراءت: حمزہ و علی نے ساحر پڑھا ہے۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا

''اور جب میں نے وحی کے ذریعہ حواریین کو حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا

اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿١١١﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى

کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ بلاشبہ ہم فرماں بردار ہیں اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ

ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ

ابن مریم! کیا آپ کا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے خوان نازل

السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ

فرما دے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے

مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ

کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم اس بات کو جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر

الشّٰهِدِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ اے اللہ! جو ہمارا رب ہے ہم پر آسمان سے خوان نازل

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا

فرما دے جو ہمارے موجودہ لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور آپ ہمیں عطا فرمایئے!

وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ

آپ بہترین عطا فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ خوان تم پر اتاروں گا اس کے بعد جو

مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾ ع ١٥ ٧ ٥

ناشکری کرے گا تو بیشک میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔''

آیت ۱۱۱: وَاِذْ اَوْحَيْتُ میں نے الہام کیا۔ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ خواص یا چنے ہوئے۔ اَنْ اٰمِنُوْا یعنی تم ایمان لاؤ۔ بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ یعنی تم گواہ ہو کہ ہم اخلاص برتنے والے ہیں ان کے ساتھ۔ جنہوں نے اپنے چہروں کو سپرد کر دیا)۔ فرمانبردار بنا دیا۔

حواریوں کا مطالبہ:

آیت ۱۱۲: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ ۔ (جب حواریوں نے کہا) یعنی اذکروا اذ۔ اس وقت کو یاد کرو۔ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم! عیسیٰ منصوب ہے۔ کیونکہ اسکی حرکت ابن کی حرکت کے تحت ہے۔ مثلاً یازید بن عمرو۔ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کیا وہ کردے گا۔ یا کیا تیرا رب تیری بات مانے گا۔ اگر تو اس سے سوال کرے۔ استطاع اور اطاع ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسے استجاب اور اجاب' هل تستطيع ربك علي یعنی هل تستطيع سوال ربك پس مضاف حذف کردیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو اس سے سوال کریگا بغیر کسی رکاوٹ کے جو تمہیں سوال سے باز کردے۔ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا۔ قراءت: مکی اور بصری نے یُنْزِل پڑھا ہے۔ مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ مائدہ دستر خوان کو کہتے ہیں۔ جبکہ اس پر کھانا ہو۔ یہ مادہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی دینا عطاء کرنا ہے گویا وہ عطا کرتا ہے اسکو جو اسکی طرف بڑھتا ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ نشانات کے مطالبے میں اسکے بعد کہ معجزات ظاہر ہو چکے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اسلئے کہ ایمان تقویٰ کو لازم کرتا ہے۔

آیت ۱۱۳: قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا ۔ (ہم اس سے کھانا چاہتے ہیں) یعنی بطور تبرک وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور یقین میں اضافہ ہو جائے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ط (البقرہ آیت: ۲۶۰)

مشاہدۂ معجزہ اضافۂ علم کیلئے:

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا یعنی ہم کھلی آنکھوں آپ کی سچائی جان لیں۔ جیسا کہ ہم نے استدلال سے جانی ہے۔ وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اس کا جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ ان لوگوں کے لیے جو ہمارے بعد آئیں گے۔ اس بناء پر کہ سوال اضافۂ علم کے لیے تھا۔ تعنت کی بناء پر نہ تھا۔

نزولِ مائدہ کی دعا اور قبولیت:

آیت ۱۱۴: قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے ہمارے ربّ! تو ہم پر آسمان سے مائدہ اتار جو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہو) اس کی اصل یا اللہ ہے پس یاء کو حذف کردیا اور اس کے عوض میم لگا دی رَبَّنَا یہ ندائے ثانی ہے۔ یعنی اسکے نزول کا دن ہمارے لیے عید کا دن بن جائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا۔ اسی وجہ سے نصاریٰ نے اس کو عید بنایا۔ العید لوٹنے اور خوشی کو کہتے ہیں۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یوم عید پس اسکا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے سرور و خوشی کا باعث ہو۔ لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا یہ لَنَا سے بدل ہے اور عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کیلئے جو ہمارے زمانہ میں ہمارے اہل دین ہیں اور ان کیلئے جو ہمارے بعد آئینگے یا اس سے پچھلے لوگ بھی کھائیں گے جیسے پہلوں نے کھائی یا پھر یہ ہم سے پہلے لوگوں اور پیروکاروں کیلئے ہونگی۔ وَ اٰيَةً مِّنْكَ میری نبوت کی صحت پر پھر اسکو اپنے اس ارشاد سے اور مضبوط کیا۔ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو ہمیں دے جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے۔ اور آپ سب سے بہتر دینے والے ہیں۔

آیت ۱۱۵: قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ۔ منزلها یہ تشدید کے ساتھ مدنی اور شامی اور عاصم نے پڑھا ہے۔ اتارنے کا وعدہ فرمادیا اور ان پر ایک شرط یہ کہہ کر عائد کردی۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ (جو ناشکری کرے گا تم میں سے اس کے اتارے جانے کے بعد) فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا۔ (تو بے شک میں اُس کو ایسا عذاب دوں گا) یعنی عذاب دینا۔ یہ سلام بمعنی تسلیم کی طرح ہے اور ۂ،

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ

"اور جب اللہ کا فرمانا ہو گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ

سوا دو معبود بنا لو؟ وہ عرض کریں گے میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ میرے لئے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ

میں نے کہا ہوتا تو وہ آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو میرے جی میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے علم میں ہے۔ بے شک

اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ

آپ غیبوں کے جاننے والے ہیں۔ میں نے ان سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور

رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ

تمہارا رب ہے اور میں ان کے بارے میں باخبر تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ہی

الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١١٧﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

ان کے نگران تھے اور آپ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو بے شک وہ آپ کے بندے ہیں

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہو گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی

صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ

نفع دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾ ع

ع ١٦ ٥ ٦

اور جو ان کے درمیان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اعذبہ میں ضمیر مصدر کے لیے ہے اور اگر عذاب سے وہ مراد لیا جائے جس سے عذاب دیا جاتا ہے تو با کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مائدہ نہیں اترا۔ اگر وہ اترتا تو قیامت تک کے لیے یوم عید بن جاتا۔ کیونکہ فرمایا۔ واٰخِرِنا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ دسترخوان نازل ہوا۔ وہب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے دسترخوان اترا۔ اوپر سے ڈھکا ہوا۔ اس کو ملائکہ اڑا کر لائے۔ اس پر گوشت کے علاوہ ہر کھانا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس دسترخوان پر جو چاہتے پا لیتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان پر صبح و شام اترتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال:

آیت ۱۱۶: وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ وہ تمہیں اور تمہاری ماں کو اللہ کے سواء دو معبود بنالیں) جمہور اس بات پر ہیں کہ یہ سوال عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق و سباق ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب ان کو اس وقت کیا گیا۔ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اس کی دلیل اِذْ ہے۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے اس بات سے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ مَايَكُوْنُ لِىْٓ میرے لیے یہ مناسب نہیں۔ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اگر یہ بات صحیح ہے کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں کہی تھی۔ تو تو اس کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معذرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہی۔ اگر میں نے کہی ہوتی تو تو اس کو جانتا کیونکہ تو تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ جانتا ہے جو میری ذات میں ہے۔ میں آپ کی ذات میں جو کچھ ہے نہیں جانتا۔ نفس الشی ذات و حقیقت کو کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو میرے معلوم کو جانتا ہے۔ مگر میں تیرے معلوم کو نہیں جانتا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ یہ دونوں جملوں کو اکٹھا پختہ کیا گیا کیونکہ جو کچھ نفوس میں ہے وہ من جملہ غیوب میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو علام الغیوب جانتا ہے اس کی طرف کسی کا علم نہیں پہنچتا۔

جوابِ عیسوی:

آیت ۱۱۷: مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِىْ بِهٖ۔ (میں نے وہی کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا) یعنی میں نے انکو حکم نہیں دیا مگر اس بات کا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی وضاحت و تفسیر کی اور کہا۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ۔ اَنْ مفسرہ ہے بمعنی ای۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا نگران رہا۔ مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اتنی مدت جتنا میں ان میں رہا۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ رقیب حفیظ کو کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ میرے قول و فعل اور انکے قول و فعل کے متعلق۔

مغفرت و سزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں:

آیت ۱۱۸: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (اگر آپ عذاب دیں تو وہ تیرے

بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دیں تو تو زبردست حکمت والا ہے) زجاج نے کہا عیسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ ان میں کچھ ایمان لائے اور بعض ان میں کفر پر قائم رہے۔ پس ان کے متعلق ان تعذبهم فرمایا یعنی اگر تو ان میں سے جو کافر ہوئے ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ جن کو تو جانتا ہے کہ انہوں نے تیری آیات کا انکار کیا تیرے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور تو اس سلسلے میں عدل کرنے والا ہے۔ انہوں نے حجت کے لازم ہو چکنے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر تو ان کو بخش دے جو ان میں سے کامیاب ہوئے اور ایمان لائے وہ محض تیرا فضل ہے۔ اور آپ زبردست ہیں۔ آپ کے ارادے کو کوئی باز نہیں کرسکتا۔ آپ اس سلسلے میں حکمت والے ہیں۔ یا زبردست طاقت والے ہیں۔ ثواب پر قدرت رکھتے ہیں حکمت والے ہیں۔ حکمت اور صواب سے ہی آپ سزا دیتے ہیں۔

سچائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے:

آیت ۱۱۹: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ۔ (اللہ فرمائیں گے' یہ ایسا دن ہے جس دن سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا) یوم کا مرفوع ہے۔ اور مضاف ہے اس طرح کہ یہ مل کر هٰذَا کی خبر بنتی ہے۔ یعنی اللہ فرمائیں گے۔ هذا يوم ينفع الصادقين فيه صدقهم المستمر فی دنیاهم وأخرتهم یہ ایسا دن ہے کہ اس میں سچے لوگوں کو ان کا مسلسل سچ دنیا اور آخرت میں فائدے دے گا۔ یہ جملہ مبتداء اور خبر مل کر مفعولیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے جیسا کہ تم کہو۔ قال زيد عمرو منطلق (عمرو منطلق مقولہ محل نصب میں ہے۔ يَوْمَ کا نصب نافع نے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ ظرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا) سے ان کی قابل قدر کوشش پر۔ وَرَضُوْا عَنْهُ (ور وہ اس سے راضی ہوگئے) بھرپور جزاء سے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہ بہت بڑی کامیابی ہے) کیونکہ باقی رہنے والی ہے۔ بخلاف دنیا کی کامیابی کے کہ وہ فناء ہونے والی ہے۔

ملکیتِ عامہ سے ثبوتِ قدرت:

آیت ۱۲۰: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ (اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے) اس کی شان بلند ہے اس سے جو اس کے متعلق نصاریٰ نے کہا۔ کہ اس کے ساتھ ایک اور معبود بھی ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) روکنے' دینے اور ایجاد کرنے اور فناء کرنے پر (ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رضامندیوں کی توفیق عنایت کر دے اور ہمیں کامیاب لوگوں میں کر دے۔ اپنی جناب میں اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر)۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ انعام مکی ہے اس کی ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا تاریکیوں کو ' اور روشنیوں کو '

ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ

پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں ' وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا کیچڑ سے ' پھر

قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ

اجل مقرر فرمائی اور اس کے پاس ایک اجل مقرر ہے ' پھر تم شک کرتے ہو ' اور وہ اللہ ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳

آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمہارے باطنی حالات کو اور ظاہری حالات کو' اور وہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝۴ فَقَدْ

اور جب ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

سو بلاشبہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا۔ سو عنقریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا مذاق بنایا کرتے تھے۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا ' ان کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جو تم کو

لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ

نہیں دیا اور ہم نے ان پر زور دار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنا دیں جو ان کے نیچے جاری

تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝۶

تھیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں '

تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔اس نے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔اور درپردہ اس بات کی تعریف کردی کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی حمد کی ضرورت نہیں۔وہ ان کی تعریف سے بے نیاز ہے خواہ اس کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے۔وہ واقع میں تمام تعریفوں کے لائق ہے۔

سماوات کے جمع اور ارض کے مفرد لانے کی وجہ:

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ السمٰوٰت جمع لایا گیا کیونکہ آسمان ایک دوسرے پر طبق کی صورت میں ہیں۔الگ شکل والے ہیں۔اور الارض زمینیں بھی اگرچہ جمہور کے نزدیک سات ہیں مگر ان کے لیے لفظ مفرد لائے۔کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم شکل ہیں۔اور ایک ماہیت رکھتی ہیں۔صرف: جعل کا لفظ جب احدث اور انشاء کے معنی میں ہو تو مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتا ہے۔جیسا اس ارشاد میں وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جب صیّر کے معنی میں ہو۔جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ ھُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (الزخرف:۱۹) اس میں بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ نور و ظلمت قدیم ہیں۔النور کو مفرد لائے کیونکہ جنس مراد ہے۔اور نور ایک ہی قسم ہے جو مختلف نہیں ہوتا۔جیسا کہ اندھیرے مختلف ہوتے ہیں۔ظلمات کو جمع لائے کیونکہ ہر ایک چیز کی ظلمت الگ ہے۔رات کی الگ۔سمندر کی الگ' اندھیرے مقام کی الگ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔اور ظلمات کو مقدم لایا گیا اس کی وجہ ترمذی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔پھر ان پر اپنے نور کا ایک چھینٹا ڈالا۔پس جس پر وہ نور کا چھینٹا پڑ گیا۔وہ ہدایت یاب ہوگیا۔جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا (رواہ احمد الیضاًفی مسندہ) ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ پھر کافر لوگ اس وضاحت کے بعد، بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ۔پھر بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

نحوی تحقیق نمبرا:

جیسے تم کہو: عدلت بذا ای ساویتہ بہ۔میں نے اس کو اس کے برابر کردیا سے لیا گیا ہے۔بربھم میں باء یہ عدل کا صلہ ہے۔کفروا کا نہیں۔نمبر۲۔یعدلون کے بعد اس کا صلہ عن محذوف ہے۔یہ اعتراض کے معنی میں ہے اس صورت میں باء کفروا کا صلہ ہوگی۔اور یعدلون کا صلہ عن محذوف ہوگا۔اگر ثم الذین کفروا کو الحمد للہ پر معطوف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا۔بیشک اللہ تعالیٰ حقیقتاً لائق حمد ہے۔اس طور پر کہ سارے جہان کو پیدا کرنے والے ہیں۔اور جہان کو پیدا کرنا محض اس کی نعمت ہے۔لیکن پھر بھی کافر اس کی نعمتوں میں برابر قرار دے کر اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔نمبر۳۔خلق السمٰوٰت پر عطف ہے۔اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تو پیدا کیا جو پیدا کیا۔جس کی تخلیق میں سوائے اس کے اور کسی کو قدرت نہیں۔پھر بھی کافر ایسی مخلوق کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔جس کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں۔ثم کا لفظ یہاں تعجب کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیات اس قدر واضح ہونے کے بعد کافروں کا اس کے برابر دوسروں کو قرار دینا قابل تعجب ہے۔اور بعید از

انصاف ہے۔

خالق وہی پھر بھی شک میں پڑے ہیں:

آیت۲: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ۔ من یہ ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ یعنی ابتداء خلق اصلکم ای ادم منه تمہارے اصل آدمؑ کی پیدائش اسی سے کی۔ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا پھر مدت موت کا فیصلہ کیا۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ وقت معین سے قیامت مراد ہے۔ نمبر۲۔ پہلے اجل سے مراد پیدائش سے موت تک اور دوسرے اجل سے موت وبعث کے مابین اور وہ برزخ ہے۔ نمبر۳۔ اول نیند، ثانی موت۔ نمبر۴۔ ثانی سے بھی اول ہی مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و هواجل مسمی ای معلوم وہ وقت مقرر یعنی معلوم ہے۔ نحو : اجل مسمی مبتداء اور خبر عندہٗ ہے اور مبتداء کو نکرہ ہونے کے باوجود مقدم کر دیا۔ کیونکہ خبر ظرف ہے اور ظرف مؤخر ہی ہوتا ہے۔ اور نکرہ کی صفت آجانے سے وہ معرفہ کے قریب ہو گیا۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم شک میں پڑے ہو۔ تمترون مرية سے ہے۔ نمبر۲۔ مراء سے ہے جس کا معنی جھگڑا کرنا۔ ثم استبعاد کے لیے ہے۔ اس بات سے کہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو زندہ کرنے والے موت دینے والے اور ان کو اٹھانے والے ہیں۔

نحو وصرف:

آیت۳: وَهُوَ اللّٰهُ۔ نحو : یہ مبتداء فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ خبر ہے۔ نمبر۱۔ لفظ اللہ کو صیغہ مشتق کہا جائے۔ گویا اس طرح ہو گیا هو المعبود فيها۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وهو الذی فی السماء الٰه وفی الارض اله۔ الزخرف آیت ۸۴۔ نمبر۲۔ اللہ کے لفظ کو علم کہا جائے تو مشتق کی تاویل سے اس طرح ہو گا۔ هو الله المعروف بالالهية فيها۔ وہی اللہ الوہیت کے ساتھ معروف ہے ان دونوں میں۔ نمبر۳۔ اللہ کے لفظ کو علم مان کر هو الذی يقال له الله فيهما وہ وہی ہے جس کو ان دونوں میں اللہ کہا جاتا ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔ نحو : یہ دوسری خبر ہے۔ یا ابتدائی کلام ہے۔ یعنی وہ تمہاری باطنی اور ظاہری حالت کو جانتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ بھلائی، برائی میں سے اور وہ اس پر ثواب وعذاب دے گا۔

عدم تدبر انجام کی سوچ نہ ہونے سے ہے:

آیت۴: وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ۔ اس میں مِنْ استغراق کے لیے ہے۔ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی جو کوئی دلیل کبھی ان کے سامنے ظاہر ہوتی ہے جس میں غور وفکر کرنا ضروری ہے۔ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ان پر غور وتدبر چھوڑنے والے ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کو بہت کم خوف اور انجام کی سوچ نہیں ہے۔

آیت ۵: فَقَدْ كَذَّبُوْا اس کو محذوف کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان كانوا معرضين عن الأيات فقد كذبوا۔ اگر یہ آیات سے منہ موڑ رہے ہیں تو انہوں نے واقعۂ حق کو جھٹلایا۔ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ یعنی وہ جو کہ عظیم ترین نشانی اور سب سے بڑا معجزہ ہے اور وہ قرآن ہی تو ہے جس کے ذریعے ان کو چیلنج کیا گیا۔ جس کے جواب میں وہ عاجز رہے۔

قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی:

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُ وْنَ یعنی اس چیز کی خبریں جس کو وہ جھٹلاتے تھے۔اور وہ قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآن کی خبریں اور جو حالات اس نے بیان کیے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عنقریب وہ جان لیں گے کہ کس چیز کے ساتھ انہوں نے استہزاء کیا ہے یہ اس وقت پتہ چلے گا جب دنیا میں ان پر عذاب اترے گا۔ یا قیامت کے دن نازل ہوگا یا اسلام کے ظہور و غلبے کے وقت (جیسا کہ دشمن ذلیل ہوئے الحمدللہ علی ذالک)

گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑو'ان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی:

آیت ۶: اَلَمْ يَرَوْا کیا مکذبین نے نہیں دیکھا۔ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ كَمْ خبر یہ ہے۔قرن سے مراد ہر زمانے والوں کے ختم ہونے کی مدت اور وہ اسّی سال یا ستر سال ہے۔مَّكَّنّٰهُمْ ۔ نحو: یہ قرن کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع جر میں ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع لائے۔فِي الْاَرْضِ مَالَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ تمکین فی البلاد سے مراد قدرت بخشنا۔مطلب یہ ہے کہ ہم نے اہل مکہ کو وہ کچھ نہیں دیا جو عاد و ثمود کو دیا گیا تھا۔ان کے اجسام بڑے۔اموال میں وسعت اور اسباب دنیا کی فراوانی۔وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ ۔ السمّاء سے بارش مراد ہے۔عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا بہت زیادہ یہ السمّاء سے حال ہے۔وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ تحت کا مضاف الیہ اشجارھم مطلب یہ ہے کہ وہ پھلوں اور نہروں میں خوشحالی سے جیے اور بارش کی کثرت سے سیراب کیے گئے۔فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ اور ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہ آسکی۔ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (اور ان کے بعد ہم نے پیدا کردیں دوسری امتیں) ان کے بدلے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ

اور اگر ہم اتار دیں آپ پر کاغذ میں لکھا ہوا کوئی نوشتہ پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیں تب بھی کافر لوگ

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ

یوں کہیں گے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر صریح جادو ہے' اور وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ

وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ

مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨ وَلَقَدِ

بناتے تو اس کو آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑ رہے ہیں' اور بلاشبہ

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق

يَسْتَهْزِءُوْنَ ؏ ⑩ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ ع ۱/۷

اڑایا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا

الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪

کیاانجام ہوا۔''

آیت ۷: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا لکھی ہوئی تحریر۔ فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذ پر۔ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ یہ ماقبل کی تاکید ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تو آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔ اور بعض اندھے پن کی حجت بازی بنالیں۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ حق کے ساتھ محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کے باوجود کہ حق ظاہر ہو چکا۔

عدم مہلت زیادہ شدید ہے:

آیت ۸: وَقَالُوْا لَوْلَآ کیوں نہ۔ اُنْزِلَ عَلَيْهِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مَلَكٌ (فرشتہ) جو ہم سے کلام کرے کہ یہ نبی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ (تو ان کی حالت کا معاملہ نبٹا دیا جاتا۔ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر اسکے اترنے کے بعد پلک جھپک کیلئے انکو مہلت نہ دی جاتی کیونکہ جب وہ فرشتہ اصل شکل میں دیکھ پائیں گے تو ان کی روحیں خوف نظارہ سے نکل

جا ئیں گی ۔ یہاں ثم کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد کہ انہوں نے دو باتوں کو واضح کر دیا۔ معاملہ کا فیصلہ اور عدم مہلت ۔ آیت میں عدم مہلت کو فیصلہ سے زیادہ شدید قرار دیا گیا۔ کیونکہ کسی مصیبت کا اچانک ٹوٹ پڑنا اصل مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔

فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے:

آیت ۹: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اگر ہم رسول کو فرشتہ کی صورت میں بھیجیں جیسا کہ ان کے خیالات میں ہے کیونکہ وہ کبھی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نہیں اترا اور کبھی کہتے یہ تو تم جیسا انسان ہے۔ (نبوت اس کو نہیں دی گئی) اگر اللہ چاہتا تو فرشتہ ضرور اتارتا۔ لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا اس کو ضرور صورت انسانی میں بھیجتے۔ جیسا کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمومی حالات میں دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی شکل میں دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ان پر ہم خلط ملط کر دیتے۔ اور اس کے معاملے کو ان پر مشتبہ کر دیتے۔ اس لئے کہ اس کا راستہ بھی تیرے والا راستہ تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس فرشتوں کو صورت انسانی میں دیکھ کر کہتے کہ یہ انسان ہے فرشتہ تو نہیں۔ کہا جاتا ہے لبست الامر علی القوم۔ والبسته جبکہ وہ ان پر مشتبہ اور مشکل ہو جائے۔ پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کی طرف سے پہنچنے والے استہزاء پر تسلی دی۔

تسلیہ برائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

آیت ۱۰: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ پس ان کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔ حالانکہ وہ برحق ہے اس لیے ان کو اس کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہلاک کر دیا گیا۔ مِنْهُمْ یہ سخروا کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ (التوبہ: ۷۹) اور ھُم کی ضمیر رسل کی طرف جا رہی ہے۔ قراءت: لقد کا دال ابو عمرو، حفص کے نزدیک مکسور ہے۔ کیونکہ دو ساکن جمع ہیں۔ اور دوسرے قراء نے دال کا ضمہ استھزئ کی تا کے ضمہ کی اتباع میں پڑھا ہے۔

نکتہ: فا اور ثم لانے کا فرق:

آیت ۱۱: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ (آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) فانظروا اور ثم انظروا میں فرق یہ ہے کہ فانظروا میں نظر کو سیر کا مسبب قرار دیا گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا سیروا لا جل النظر ولا تسیروا سیرا لغافلین کہ تم عبرت کی خاطر سیر کرو۔ اور چلو پھرو۔ اور غافل لوگوں کی طرح مت چلو۔ سیروا فی الارض ثم انظروا کا معنی یہ ہے۔ کہ زمین میں تجارت وغیرہ کی غرض سے بھی سیر و سفر مباح ہے۔ اور ہلاک شدہ لوگوں کے آثار پر غور و فکر واجب ہے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ثم لایا گیا۔ کہ مباح اور واجب میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ

آپ فرمادیجئے! کس کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔ فرمادیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے اس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم

الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ

فرما لیا ہے ' وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ' جن لوگوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے ' اور اسی کے لئے ہے جو ساکن ہے رات میں

وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور دن میں ' اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے ! کیا میں اللہ کے سوا کسی کو مددگار

وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ

بنا لوں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔ آپ فرمایئے!

اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭

بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا ' اور آپ ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جایئے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮

آپ فرما دیجئے ! کہ بے شک ! میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں '

آیت ۱۲: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ نحو: من استفہامیہ ہے اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ ما موضع مبتداء میں مرفوع ہے۔ اور لمن اس کی خبر ہے۔ قُلْ لِّلّٰهِ میں اس بات کو پختہ کیا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس میں میرے اور تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی:

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کتب کا اصل معنی واجب کرنا ہے۔ مگر اس کو ظاہر پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو بندے کی کوئی چیز لازم نہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پختہ عہد کیا ہے اور وہ اس کو ہر صورت پر پورا فرمانے والے ہیں۔ نفس کا ذکر خاص کرنے اور وسائط ختم کرنے کے لیے کیا۔ پھر ان کو غور و فکر میں غفلت کرنے اور اپنے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک ٹھہرانے پر ڈرایا۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اپنے اس ارشاد سے لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ

الْقِیٰمَۃِ۔ وہ ضرور تمہارے شرک پر تمہیں سزا دے گا۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ اس دن میں کوئی شبہ نہیں۔ یا جمع کرنے میں کوئی شبہ نہیں۔

دوترا کیب:

اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ (جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا) یہ منصوب علی الذم ہے تقدیر کلام یہ ہے ارید الذین خسروا انفسھم باختیارھم الکفر۔ کہ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو کفر اختیار کر کے نقصان میں مبتلاء کیا۔ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قول اخفش۔ الذین یہ بدل ہے لیجمعنّکم کے کُمْ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیجمعن ھؤلاء المشرکین الذین خسروا انفسھم۔ وہ ضرور ان مشرکین کو جمع کرے گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔ اور بہتر قول پہلا ہے کیونکہ سیبویہ نے کہا۔ اس طرح کہنا درست نہیں۔ مررت بی المسکین ولا بك المسکین۔ کہ تم اس میں مسکین کو یا سے بدل بناؤ یا کاف سے بدل بناؤ۔ کیونکہ وہ دونوں نہایت واضح ہونے کی بناء پر بدل وتفسیر کے محتاج نہیں۔

جب وہ مدبر کائنات ہے تو ہر حرکت وسکون کا مالک بھی وہی ہے:

آیت ۱۳: وَلَہٗ اس کا عطف للہ پر ہے۔ مَا سَکَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّھَارِ نمبرا۔ یہ السکنٰی سے لیا گیا ہے تا کہ ساکن ومتحرک دونوں کو شامل رہے۔ یا نمبر۲۔ السکون سے ہے مطلب اس طرح ہے کہ ماسکن و تحرك فیھما جو دن رات میں سکون و حرکت کرتا ہے ضدین میں ایک کا تذکرہ کافی ہے۔ جیسا فرمایا تقیکم الحر۔ النحل آیت ۸۱۔ تو الحر' البرد مراد ہیں۔ اسی طرح سکون کو ذکر کیا کیونکہ یہ حرکت سے زیادہ ہے۔ اس میں مشرکین کے خلاف دلیل دی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق الکل ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس کو دابرالامور بھی مانتے تھے۔ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ ہر مسموع کو سنتا اور ہر معلوم کو جانتا ہے۔ پس جس چیز پر لیل ونہار مشتمل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

نحو وقراءت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار:

آیت ۱۴: قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا۔ (کیا میں اللہ کے سوا کسی (اور) کو مددگار بنالوں) ولی کا معنی ناصر و معبود ہے۔ یہ اَتَّخِذُ کا مفعول ثانی ہے اور پہلا مفعول اَغَیْرَ ہے۔ یہاں ہمزہ استفہام کو اتخذ کے مفعول پر داخل کیا گیا ہے۔ خود اتخذ پر نہیں۔ کیونکہ انکار غیر اللہ کو کارساز بنانے کا ہے۔ ولی بنانے کا انکار نہیں۔ اسلئے اسکو شروع میں لانا زیادہ مناسب تھا۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان میں جو پڑھا جائیگا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یعنی وہ انکا ایجاد کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے فاطر کا معنی اچھی طرح واضح نہ تھا۔ یہاں تک کہ دو اعرابی میرے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑا لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا انا فطرتھا کہ میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ وہ رزق دیتا ہے اس کو رزق دیا نہیں جاتا۔ یعنی تمام منافع کا اختیار اسی ہی کو ہے۔ اور اسکے حکم کے خلاف انتفاع جائز نہیں۔ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (آپ فرما دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار رہوا) کیونکہ نبی اکرمؐ امت سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وبذالك امرت وانا اول المسلمین۔ الانعام آیت ۱۶۳۔ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ تم ہرگز مشرکین

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ

اس دن جس سے عذاب ہٹا دیا گیا سو میرے رب نے اس پر رحم فرمایا اور یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے اور اگر

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس تکلیف کا دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچا

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

دے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے باخبر ہے۔''

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ

''آپ فرما دیجئے کہ گواہی کے لئے سب سے بڑھ کر کونسی چیز ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف

اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ

یہ قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے اسے ڈراؤں' کیا تم گواہی دیتے ہو کہ

مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ

اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا' آپ فرما دیجئے کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور بلاشبہ میں

بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ

ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ انہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو

اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ضائع کر دیا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

وقف لازم — وقف لازم بالاتفاق

سے نہ بنو اور مجھے کہا گیا ہے ولا تکونن من المشرکین۔ نون خفیفہ کے ساتھ اور اگر اسکا عطف ماقبل پر لفظاً ہوتا تو کہا جاتا۔ والا اکون۔ مطلب یہ ہے کہ امرت بالاسلام و نھیت عن الشرک مجھے اسلام کا حکم دیا گیا اور شرک سے روکا گیا ہے۔

اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ اتم ہے:

آیت ۱۵: قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ یعنی مجھے خطرہ ہے بڑے دن کے عذاب کا اور وہ قیامت ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ **نحو**: پس شرط فاعل اور مفعول بہ کے درمیان آ رہی ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

آیت ۱۶: مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یعنی عذاب یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ رحم کیا اللہ تعالیٰ نے بڑا عظیم رحم اور وہ ظاہری نجات ہے۔
قراءت: من یَصرف معروف پڑھا حمزہ علی اور ابوبکر نے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے عذاب پھیر دیا۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

نفع وضرر پر اختیار اسی کو ہے:

آیت ۱۷: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ۔ ضر سے مراد مرض یا فقر یا اور اسی قسم کی آزمائش فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ کوئی اس کے سوا اس کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ جیسے عنایت اور صحت۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو وہ اس کے دوام اور ازالہ پر قدرت رکھتا ہے۔

نحوی ترکیب:

آیت ۱۸: وَهُوَ الْقَاهِرُ یہ مبتداء اور خبر ہے۔ یعنی غالب ومقتدر ہے۔ فَوْقَ عِبَادِهٖ یہ دوسری خبر ہے یعنی ان پر قدرت سے غالب ہے۔ القهر مراد کو پالینا۔ جبکہ دوسرا اس کو پالینے میں رکاوٹ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ اپنے مقصد کے نفاذ میں۔ الْخَبِيْرُ اپنے بندوں میں سے اہل قہر کو جاننے والا ہے۔

قرآن کے وحی ہونے پر اللہ کی شہادت کافی ہے...... نحوی تحقیق:

آیت ۱۹: قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ای شیءٍ مبتداء اور اکبرُ اس کی خبر ہے۔ شہادۃ تمیز ہے۔ ایّ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس سے مضاف الیہ کا بعض مراد ہوتا ہے۔ جب یہ استفہام کے لیے ہو تو اس کا جواب مضاف الیہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلِ اللّٰهُ یہ ایّ کا جواب ہے یعنی الله اکبر شهادة کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت سب سے بڑی ہے پس لفظ اللہ مبتداء اور خبر محذوف ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ شیء کے لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا جاسکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیء موجود کو کہتے ہیں اور شیء معدوم پر بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے پس شیء ہوا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیء لا کالا شیاء اللہ تعالیٰ شیء ہے مگر اشیاء کی طرح نہیں۔ پھر جملہ ابتدائیہ لایا گیا۔ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ یعنی هو شهيد بيني و بينكم۔ وہ گواہ ہے میرے اور تمہارے مابین اور یہ بھی درست ہے کہ جواب اس طرح ہو۔ اللّٰهُ شهيد بيني و بينكم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان شہید ہے۔ تو سب سے بڑی شے شہید کی آپ کے حق میں گواہی ہے۔ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ جن کو قرآن قیامت کی ساعت تک پہنچے گا حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جس کو قرآن پہنچ گیا گویا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (یہ موقوف روایت ہے) اور مَنْ محل نصب میں کُمْ پر معطوف ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ ومن بلغ اور بلغ کا فاعل ضمیر ہے جو قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى یہ استفہام انکاری ہے اور تبکیت کفار کے لیے لایا گیا ہے۔ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ جس کی تم گواہی دیتے ہو۔ اس کو دوبارہ لائے۔ قُلْ تاکید

کے ساتھ۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مَا نے اِنّ کے عمل کوروک دیا۔ ھو مبتداء ہے اور الٰہ اس کی خبر ہے۔ اور واحد اس کی صفت ہے۔ یاما، الذی کے معنی میں محل نصب میں ہے بوجہ انّ کے اور ھو مبتدا ہے اور الٰہ اس کی خبر ہے۔ اور جملہ الذی کا صلہ ہے اور واحد خبر انّ ہے۔ اور یہ وجہ زیادہ بہتر ہے۔ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ شریک کرتے ہو اس کے ساتھ۔

اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں:

آیت ۲۰: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یعنی یہود و نصاریٰ اور کتاب سے تورات و انجیل مراد ہیں۔ یَعْرِفُوْنَهٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چہرے اور مہرے اور دونوں کتابوں میں ثابت شدہ صفات کے ساتھ۔ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ان کے چہروں اور ان کی صفات کے ساتھ۔ یہ اہل مکہ کے سامنے گواہی اور شہادت پیش کی۔ کہ اہل کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے اور آپ کی نبوت کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یعنی مشرکین میں سے اور عنادی اور ضدی اہل کتاب میں سے۔ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

"اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے۔ اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ

کامیاب نہیں ہوتے' اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے ہم کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں

شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

تمہارے شریک جن کے بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ پھر نہ ہو گا ان کا فریب اس کے سوا کہ وہ کہیں گے

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو کیسا جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور وہ سب کچھ غائب ہوا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى

جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے' اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا

پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن کر دیا ہے اور اگر یہ لوگ ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تب

يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے' یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں' جنہوں نے کفر کیا

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں اور وہ لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے دور ہوتے ہیں'

وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور وہ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی ہی جانوں کو اور سمجھتے نہیں ہیں۔"

یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں:

آیت ۲۱: وَمَنْ اَظْلَمُ یہ استفہام نفی کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی ان سے بڑھ کر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا کوئی نہیں۔ الظلم کسی چیز کو اپنے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا۔ اور سب سے بدترین ظلم یہ ہے کہ مخلوق کو معبود بنا دیا جائے۔ مِمَّنِ افْتَرٰی جس

نے جھوٹ باندھا۔ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا وہ اس کی ایسی صفت بیان کرتا ہے جو اس کے لائق نہیں۔ اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ قرآن اور معجزات کو۔ اِنَّہٗ ضمیر شان ہے۔ بیشک معاملہ اور شان یہ ہے کہ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ انہوں نے دو باطل باتیں جمع کر لیں پس اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات جھوٹ لگائی جس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو جھٹلایا جو پختہ دلیل سے ثابت ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور قرآن مجید اور معجزات کو سحر کا نام دیا۔

تمام کا حشر:

آیت ۲۲: وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا یوم نحشرھم مفعول بہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذکر یوم نحشرھم اور جمعیًا حال ہے مفعول کی ضمیر سے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شریک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو۔ یہ توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔ قراءت: یعقوب نے نحشرھم اور نقول میں یحشرھم اور یقول یاء سے پڑھا ہے۔ اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ یعنی تمہارے وہ معبود جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا۔ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کو تم اپنے خیال میں شریک سمجھتے ہو۔ نَحو: دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کفر کا بے وقت انکار:

آیت ۲۳: ثُمَّ لَمْ تَکُنْ: قراءت: حمزہ اور علی نے یکن یا سے پڑھا ہے۔ فِتْنَتُھُمْ ان کا کفر اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ یعنی پھر ان کے اس کفر کا انجام جس کو انہوں نے ساری عمر لازم پکڑا اور اس پر لڑائیاں کیں اور بیزاری ہوگی اور اس کو اختیار کرنے کی نفی ہوگی۔ پھر ان کا یہ جواب ہوگا (واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین) پس اس جواب کو فتنہ اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ جھوٹ ہے۔ قراءت: الفتنۃ کو مکی نے مرفوع پڑھا ہے اور اسی طرح شامی اور حفص نے بھی۔ جن قراء نے تکن تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور فتنہ کو رفع دیا۔ تو انہوں نے اس کو لم تکن کا اسم قرار دیا۔ اور ان قالوا کو خبر۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کی آزمائش ان کی یہ بات ہوگی۔ جن قراء نے تاء سے پڑھا ہے لیکن الفتنۃ کو منصوب پڑھا تو انہوں نے فتنہ کو مقولہ قرار دیا۔ حمزہ اور علی نے ندا کی وجہ سے ربنا کو منصوب پڑھا ہے۔ یا ربّنا۔ دوسرے قراء نے اللہ تعالیٰ کے اسم کی صفت قرار دیکر مجرور پڑھا ہے۔

اپنے مُنہ اپنی تکذیب:

آیت ۲۴: اُنْظُرْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ یہ بات کہہ کر کہ ہم مشرک نہ تھے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ملاحظہ کریں گے اور مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اسی طرح مومنین کی دوسرے مومنوں کے متعلق شفاعت دیکھیں گے تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ آؤ شرک چھپائیں شاید کہ ہم بھی اہل توحید کے ساتھ نجات پا جائیں۔ پس اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء دی جائے گی۔ اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (انعام:۲۲) تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم شریک گمان کرتے تھے۔ مشرک اس وقت کہیں گے۔ وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ (انعام:۲۳) کہ اے اللہ ہمیں آپ کی ربوبیت کی قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا۔ اور ان کے جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وَضَلَّ عَنْھُمْ اور ان سے غائب ہو

جائیں گے۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جن کی الوہیت اور شفاعت کو جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت ۲۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ جبکہ آپ ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ابوسفیان، ولید، نضر اوران کے ہم مثل جمع ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سننے لگے۔ ان تمام نے نضر کو کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ میں گزشتہ زمانے کی حکایات تمہیں سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کو سچا خیال کرتا ہوں۔ اس پر ابوجہل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دِلوں پر پردے ہیں:

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اکنہ جمع اکنان کی اس کا معنی پردے۔ اعنہ کی نظر عنان اور اعنہ آئی ہوئی ہے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس کراہت سے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وقر کا معنی بوجھ جو سننے سے مانع ہو۔ وقر کو مصدر کی وجہ سے واحد لائے۔ اس کا عطف اکنۃ پر ہے۔ اور مسئلہ اصلح للعبد میں یہ ہمارے لیے حجت ہے معتزلہ کے خلاف۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا۔ **نحو**: حتّی جملہ اذا جاء وك کی طرف مضاف ہے۔ اور یجادلونك موضع حال میں ہے۔ اور حتی جارہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور اذا جاء و ك موضع جر میں ہو اس وقت حتی کے بعد وقت مجیئهم ہوگا اذا جاؤك مصدر کے معنی میں ہو جائے گا۔ اور یجادلونك حال ہے اور یجادلونك اس کی تفسیر ہے مطلب اس طرح ہوگا انه بلغ تكذيبهم الأيات الى انهم يجادلونك وزينا كرونك ان کی تکذیب آیات اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ آپ سے جھگڑا کرتے اور اس کو اوپرا قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے مجادلہ کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ وہ کہتے ہیں اِنْ هٰذَا نہیں ہے یہ قرآن اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھوٹوں کا پلندا قرار دیتے ہیں۔ اساطیر کا واحد اسطورہ ہے۔

دہرے گناہ کے مرتکب:

آیت ۲۶: وَهُمْ یعنی مشرکین يَنْهَوْنَ عَنْهُ وہ لوگوں کو قرآن سے منع کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ آپ کی اتباع اور ایمان سے روکتے ہیں۔ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ اور اپنے نفوس کو دور کرتے ہیں۔ پس خود گمراہ ہوتے ہیں اور کرتے ہیں۔ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اس کے ساتھ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ یعنی نقصان ان سے دوسروں کی طرف تعدی نہیں کرے گا۔ اگرچہ ان کے اپنے خیال میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ابوطالب ہے۔ کیونکہ وہ قریش کو آپ ﷺ پر تعرض کرنے سے روکتا۔ مگر وہ آپ پر ایمان نہ لاتا۔ بلکہ ایمان سے دور ہٹتا۔ تفسیر اول زیادہ مناسب ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

اور آپ اگر اس وقت دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے دوزخ پر تو کہیں گے ہائے! ہماری بربادی کاش ہم واپس کر دیئے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ

نہ جھٹلاتے! اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے! بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اس سے پہلے چھپایا کرتے

قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوْٓا

تھے وہ ظاہر ہوگئی اور اگر وہ واپس کر دیئے جائیں تب بھی وہ کام کریں گے جس سے وہ منع کئے گئے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا

کہ بس یہی ہے ہماری دنیا والی زندگی اور ہم نہیں ہیں اٹھائے جانے والے' اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کھڑے کئے جائیں گے

عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ

اپنے رب کے حضور' رب تعالیٰ شانہ' کا سوال ہوگا کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب میں کہیں گے کہ ہاں! ہمارے رب کی قسم یہ حق ہے! رب تعالیٰ شانہ' فرمائیں گے

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع

کہ چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔"

نصف

تکذیب پر قیامت میں افسوس:

آیت ۲۷: وَلَوْ تَرٰٓى اس کا جواب محذوف ہے اگر تم دیکھو۔ تو ایک عظیم چیز کا مشاہدہ کرو۔ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ وہ آگ ان کو دکھائی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب اس کا معائنہ کرلیں گے یا ان کو پل صراط پر آگ کے اوپر ہی روک لیا جائے گا۔ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ دنیا کی طرف۔ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا ایمان لانے کے لئے کریں گے اور اگر ان کی تمنا پوری ہوئی پھر وہ یہ کہتے ہوئے ابتداء کریں گے۔ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اس حال میں کہ وہ ایمان کا وعدہ کرنے والے ہونگے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم تکذیب نہ کریں گے۔ بلکہ ایمان لائیں گے ولا نکذب ونکون حمزہ اور حفص نے تمنی کا جواب ہونے کی وجہ سے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اَنْ کو مضمر مانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم لوٹائے گئے تو تکذیب نہ کریں گے اور مؤمن ہو جائیں گے۔ بلکہ شامی نے ونکون میں ان دونوں قراء کی موافقت کی ہے۔

آیت ۲۸: بَلْ جس چیز کی انہوں نے تمنا کی۔ اس کے پورا کرنے سے اضراب واعراض کے لیے ہے۔ بَدَا لَهُمْ ان کے لیے ظاہر ہوا۔

دُنیا کی رسوائیاں سامنے آ گئیں:

مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ لوگوں سے مِنْ قَبْلُ دنیا میں اپنی برائیاں اور وہ رسوائیاں جو ان کے صحائف میں ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ منافقین کے متعلق ہے۔ اور یہ کہ ان کا وہ نفاق کھل جائے گا جو وہ چھپاتے تھے۔ یا اہل کتاب کے متعلق ہے کہ ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت جو دنیا میں چھپایا کرتے تھے۔ وَلَوْ رُدُّوْا آگ پر کھڑا کرنے کے بعد دنیا کی طرف ان کو لوٹا دیا جائے۔ لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ یعنی کفر وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ جو وہ اپنے نفوس کے متعلق وعدہ کرتے ہیں۔ وہ پورا نہیں کریں گے۔

آیت ۲۹: وَقَالُوْا اس کا عطف لعادوا پر ہے یعنی اگر ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو ضرور کفر اختیار کریں گے اور کہیں گے۔ اِنْ هِیَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا جیسا کہ وہ قیامت کا معائنہ کرنے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ (یا اس کا عطف وانهم لكاذبون پر ہے یعنی یہ ہر چیز میں وہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ان هی الا حیاتنا الدنیا کہ صرف ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اور هی یہ حیاۃ سے کنایہ ہے یا یہ ضمیر قصہ ہے: وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۔

بعثت کے منکر اقراری بن جائیں گے:

آیت ۳۰: وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ یہ سوال اور توبیخ کے لیے روکنے سے مجاز ہے جیسا کہ مجرم غلام کو آقا کے سامنے سزا کے لیے لایا جائے یا ان کو اپنے رب کی جزاء کے پاس کھڑا کیا جائے گا۔ قَالَ یہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا ان کا رب انہیں کیا کہے گا جبکہ ان کو اس کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا۔ تو کہا گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلَيْسَ هٰذَا کیا یہ بعث نہیں ہے۔ بِالْحَقِّ جو واقع میں موجود ہے اور یہ بعث کے جھٹلانے پر ان کو عار دلائی جا رہی ہے۔ اور کفار کے اس قول پر عار دلائی جا رہی ہے کہ جب وہ بعث کے متعلق سن پاتے تو یہ کہتے کہ یہ حق نہیں۔ قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا وہ اقرار کریں گے اور اپنے اقرار کو قسم سے پختہ کریں گے۔ قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تمہارے کفر کے سبب۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے گی

قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ

تو کہیں گے کہ ہائے ہماری حسرت اس پر جو ہم نے دنیا میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمروں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

خبردار! برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھا رہے ہوں گے اور نہیں دنیا والی زندگی مگر ایک لعب اور لہو...... اور البتہ آخرت والا گھر

لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ

ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟'' ''ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ

يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳

کرتی ہیں۔ سو یہ یقینی بات ہے کہ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن ظلم کرنے والے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى

اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا سو انہوں نے جھٹلائے جانے پر اور ایذائیں پہنچنے پر صبر کیا یہاں تک

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى

کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور البتہ پیغمبروں کی بعض خبریں آپ کے

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴

پاس پہنچ چکی ہیں

منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اُٹھانا ہوگا:

آیت ۳۱: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ آخرت اور اس کے متعلقات پہنچ جانے کے سبب یا اس کا ظاہری مطلب لیا جائے گا۔ کیونکہ منکرین بعث رؤیت باری کے منکر ہیں۔ حَتّٰى یہ كَذَّبُوا کی غایت ہے خَسِرَ کی غایت نہیں کیونکہ ان کے نقصان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ۔ السَّاعة سے مراد قیامت ہے کیونکہ اس کے متاخر ہونے کی مدت بعد والے زمانہ سمیت ایک گھڑی کی طرح ہے۔ بَغْتَةً اچانک یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی باغتةً۔ یا مصدر ہونے کی وجہ سے

منصوب ہے۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح تھی ۔ بغتتهم الساعة بغتة کسی چیز کا کسی شخص پر بغیر اس کے کہ اس کا وقت معلوم ہو آ جانا۔ قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا افسوس کی نداء ہے۔ اس کا معنی اے افسوس تو آ موجود ہو۔ یہ تیرا وقت ہے۔ عَلٰی مَا فَرَّطْنَا جو ہم نے کوتاہی کی فِیْھَا دنیا کی زندگی میں۔ یا قیامت کے متعلق اعتقاد میں۔ یعنی ہم نے اس کی شان کو گھٹایا۔ اور اس پر ایمان لانے میں کوتاہی کی۔ وَھُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ ۔ اوزار کا معنی گناہ ہے۔ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ پشت کو خاص طور پر ذکر کیا۔ پشت ہی بوجھ کے لیے عموماً مقرر ہے۔ جیسا کہ کمائی عام طور پر ہاتھوں سے کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ مجاز ہے اس بات سے کہ وہ ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کو ایک انتہائی بدترین شکل سامنے آئے گی۔ جس سے تعفن و بدبو اٹھ رہی ہوگی۔ اور وہ صورت پکار رہی ہوگی کہ میں تیرا برا عمل ہوں۔ تو دنیا میں طویل عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہونگا۔ (اعاذنا اللہ منھا) اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ بہت بری چیز وہ اٹھانے والے ہیں۔ اَلَا کا لفظ مابعد کی تعظیم و بڑائی کو ظاہر کرتا ہے۔

متقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا' سب کھیل تماشہ ہیں:

آیت ۳۲: وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ ان ھِیَ الا حیٰوتنا الدنیا۔ الانعام آیت ۲۹۔ اللعب نفع مند چیز کو چھوڑ کر بے فائدہ کے پیچھے پڑنا۔ اللھو وقار سے مذاق کی طرف جھکاؤ اختیار کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے تمام اعمال لہوولعب ہی ہیں۔ کیونکہ ان کے نتیجے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اعمال آخرت کا آخرت میں عظیم بدلہ ملے گا۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ۔ الدار موصوف آخرت صفت اور خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ط ( ) یہ خبر ہے۔ قراءت: شامی نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ تقدیر کلام و الدار الساعة الأخرة کیونکہ شیء اپنے آپ کی طرف مضاف نہیں ہوتی۔ دونوں قراءتوں کے مطابق خبر خیرٌ ہی ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متقین کے اعمال کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لہوولعب ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔

قراءت: مدنی اور حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں:

آیت ۳۳: جب ابوجہل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ ہم تو اس کی تکذیب کرتے ہیں جو تو تمہارے پاس لے آیا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ ہٗ ضمیر شان ہے۔ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وہ تیری نسبت کذب کی طرف نہیں کرتے۔ قراءت: نافع و علی نے تخفیف سے پڑھا ہے اس وقت یہ اَکْذَبَہٗ سے ہے جبکہ اس کو جھوٹا پایا جائے۔ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا اس میں واضح دلیل ہے کہ انہوں نے انکار میں زیادتی کی۔ با، یہ یجحدون کے متعلق ہے یا پھر الظالمین کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فظلموا بھا۔ الاعراف آیت ۱۰۳۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی تکذیب یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جن کی معجزات کے ذریعے تصدیق کی گئی۔ حقیقت میں وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ اللہ

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا

اور اگر آپ کو ان کا اعراض کرنا گراں گزر رہا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں

فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ

کوئی زینہ تلاش کر لیں پھر آپ ان کے پاس معجزہ لے آئیں تو آپ ایسا کر لیجئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہٰذا آپ نادانوں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ

میں سے نہ ہو جائیے بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ زندہ

اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ

فرمائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور انہوں نے کہا کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

آپ فرما دیجئے ! کہ بلاشبہ اللہ اس پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

النصف
توقیف منزل
وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقف غفران

تعالیٰ کو جھٹلا رہے ہیں۔ کیونکہ رسول کی تکذیب خود مرسل کی تکذیب ہے۔

تسلی کا دوسرا انداز:

آیت ۳۴: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔ اس میں دلیل ہے کہ فانهم لا يكذبونك میں آپ کی تکذیب کی نفی نہیں۔ بلکہ یہ بات اس طرح ہے۔ جیسے تمہارے غلام کی لوگ توہین کریں تو تم کہو کہ وہ تو تیری نہیں کرتے بلکہ وہ میری توہین کرتے ہیں۔ فَصَبَرُوْا صبر۔ کسی ناپسند طبع پر نفس کو روکنا۔ عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا اپنی تکذیب پر اور ایذاء پر۔ حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ یعنی اس کے وعدوں کو۔ جیسا کہ دوسری آیت: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (الصافات: ۱۷۱،۱۷۲) انا لننصر رسلنا۔ غافر آیت ۵۱۔ تو کلمات سے مراد وعدے ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ( ) نبأ سے مراد یعنی خبریں۔ اور بعض واقعات اور جو مشرکین کی طرف سے انہوں نے تکالیف برداشت کیں۔ نحو: اخفش رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ من زائدہ ہے فاعل نبأ المرسلین ہے جبکہ سیبویہ واجب میں اس کو زائدہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

آیت ۳۵: شانِ نزول: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم کا انکار و اعراض گراں گزرا اور آپ کی چاہت تھی کہ ایسی علامات ظاہر کر دی جائیں جس سے وہ اسلام لے آئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر نشانی دکھا سکتے تو دکھا دیتے:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ كَبُرَ کا معنی گراں اور شاق گزرنا ہے اعراض سے۔ ان کا اسلام سے اعراض کرنا مراد ہے۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا نفق ایسا راستہ جس سے زمین کے اندر جایا جا سکے۔ تا کہ آپ زمین سے ایسی نشانی لے کر ان کے پاس ظاہر ہوں جس سے وہ ایمان لے آئیں۔ نحو: فی الارض یہ نفقاً کی صفت ہے۔ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ آسمان سے بِاٰيَةٍ تو کوئی نشانی تو کر ڈالئے۔ نحو: یہ فان استطعت کا جواب ہے اور یہ دونوں شرط و جواب مل کر اِنْ كَانَ کا جواب ہے معنی یہ ہے کہ آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ اصل مقصد اس سے مکہ والوں کے اسلام لانے کی شدت حرص ہے کہ اگر آپ یہ طاقت رکھتے کہ تحت الثریٰ سے کوئی نشانی لا سکیں یا سمك السماء سے کوئی علامت اتار لائیں جس سے وہ ایمان لائیں تو آپ ضرور اتار لاتے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى یعنی ان کو ایسا بنا دیتے کہ وہ اپنے لیے ہدایت کا چناؤ کرتے۔ مگر جبکہ علم الٰہی میں ان کا انتخاب کفر معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ان کا ہدایت پر جمع ہونا نہیں ہے شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ان لوگوں میں سے جو ان سے ناواقف ہیں۔

ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے:

آیت ۳۶: پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی کہ ان کی ہدایت کی حرص فائدہ مند نہیں۔ کیونکہ وہ مُردوں کی طرح آپ کی بات کو سنتے ہی نہیں۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ آپ کی بات کو بلا شبہ وہ قبول کریں گے جو بات کو دلوں سے سنتے ہیں۔ وَالْمَوْتٰى یعنی کفار۔ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ پس اس وقت یہ سنیں گے۔ البتہ اس سے پہلے نہیں۔

مُنہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

آیت ۳۷: وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ کیوں نہ اتارا گیا اس پر اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ جیسا کہ وہ لوگ جو مطالبہ کرتے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیں اور مکہ کی سرزمین سے پہاڑ ہٹا کر وسیع میدان بنا دیں۔ اور چشمے جاری کر دیئے جائیں۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً جیسا کہ انہوں نے مطالبہ کیا۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثریت ان کی نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ اس نشانی کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یا وہ نہیں جانتے کہ نشانی اتارنے میں کیا آزمائشیں ہیں۔ اگر اس کو اتار دیا جائے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ

''اور جو بھی کوئی جانور زمین میں چلنے والا ہے اور جو بھی کوئی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے یہ سب تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے اور جن لوگوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھیروں میں ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے

يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ

سیدھے راستے پر ڈال دے۔ آپ فرمائیے کہ تم بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا تمہارے پاس

السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ

قیامت آ جائے کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو، بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پھر وہ اگر چاہے تو اس

مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ٤ ١١ ١٠

مصیبت کو دور کر دیتا ہے جس کی طرف تم اسے پکارتے ہو اور تم جو شرک کرتے ہو اسے بھول جاتے ہو۔''

عظمتِ قدرت کے کھلے دلائل:

آیت ۳۸: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ دابہ ہر رینگنے والے جانور کو کہتے ہیں۔ یہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔فِي الْاَرْضِ۔ **نحو**: یہ موضع جر میں دابہ کی صفت ہے۔وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ پرندے کے ساتھ جناحین کی قید اس لیے بڑھائی گئی تا کہ مجاز کا احتمال نہ رہے۔ کیونکہ کبھی پرندے کے علاوہ پر بھی کہتے ہیں کہ طار فلان جبکہ وہ تیز چلے۔اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ زمین میں مخلوق ہونے وقوع مدت اور بعث میں اور کسی مدبر کی تدبیر کی طرف محتاج ہونے میں جو ان کے مقامات رشد کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔ مَا فَرَّطْنَا (ہم نے نہیں چھوڑا)۔فِي الْكِتٰبِ لوح محفوظ میں۔مِنْ شَيْءٍ اس میں سے جس کو ہم نے نہ لکھا ہو۔اور اس میں وہ ثبت نہ کیا ہو جس کا ثبت کرنا ضروری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے من شیء سے مراد وہ شئی احکامات میں سے جن کی طرف ان کی احتیاج ہو سکتی ہے۔ پس یہ کتاب ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن سے ہماری عبادت کی جا سکتی ہے۔ عبارت النص، اشارۃ النص دلالت النص۔ اقتضاء النص پر۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ یعنی تمام جماعتیں جو جانور ہوں یا پرندے ان تمام کا ایک دوسرے سے انصاف کیا جائے گا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ بے سینگ کا سینگ والے

جانور سے بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم مٹی ہو جاؤ۔ اِلَّآ اُمَمٌ فرمایا گیا ہے حالانکہ دابہ اور طائر مفرد ہے جمع کے معنیٰ کا لحاظ کر کے لائے۔ کیونکہ ان دونوں میں استغراق کا معنی پایا جاتا ہے۔

قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں:

آیت ۳۹: جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور آثار قدرت کا ذکر کیا جو کہ ربوبیت حق تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی عظمت کا کھلا ثبوت ہے۔ تو فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وہ تنبیہ کرنے والے کے کلام کو سنتے ہی نہیں۔ وَّبُكْمٌ وہ حق بات کہتے نہیں۔ فِي الظُّلُمٰتِ اور جہالت و حیرت کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور سوچ و بچار سے غافل ہیں۔ نحو: والذین کذبوا۔ یہ مبتداء ہے اور صمٌّ و بکمٌ اس کی خبر ہے۔ واؤ کا داخل ہونا اس کیلئے رکاوٹ نہیں۔ اور فِي الظُّلُمٰتِ، یہ خبر ثانی ہے پھر ان کو مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ یعنی اس کی مشیت میں جس کی ضلالت ہوتی ہے اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں۔ اور ارادہ معاصی اور نفی اصلح کے متعلق بھی دلالت موجود ہے۔

کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے:

آیت ۴۰: قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ قراءت: مدنی نے ہمزہ کو لین کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ علی نے ترک ہمزہ سے پڑھا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا تمہیں کہا جاتا ہے۔ پس جو بات تمہاری طرف سے ہو وہ بتلاؤ۔ ضمیر ثانی کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اور تا ضمیر فاعلی ہے۔ اور استخبار کا متعلق محذوف ہے أرأيتكم۔ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ تو کس کو پکارو گے؟ پھر یہ کہہ کر لاجواب کر دیا۔ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ یعنی تم اپنے معبودوں کو فقط پکارو گے۔ جیسا کہ تمہاری عادت ثانیہ ہے۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پیش آتی ہے یا پھر ان کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اس بات میں کہ اصنام معبود ہیں۔ پس ان کو پکارو تا کہ وہ تمہیں چھٹکارا دلائیں۔

اس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو:

آیت ۴۱: بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ بلکہ تم اسی کو ہی خالص پکارتے ہو۔ اپنے آلہہ کو چھوڑ کر فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ یعنی جس کو تم پکارتے ہو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے۔ اِنْ شَآءَ اگر وہ تم پر اپنا فضل فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ تم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ یا تم اس وقت اپنے معبودوں کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ کیونکہ تمہارے ذہن تمہارے رب کی یاد میں ڈھکے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی نقصان کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ استخبار، اغیر اللّٰہ تدعون کے متعلق ہو۔ پھر مطلب اس طرح ہوگا ارایتکم اغیر اللّٰہ تدعون ان اتاکم عذاب اللّٰہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اتر پڑے؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

''اور ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے سو ہم نے ان کو سختی کے ذریعہ اور تکلیف کے ذریعہ پکڑا تاکہ وہ

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

عاجزی کریں سو کیوں انہوں نے عاجزی نہ کی۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا، لیکن ان کے دل سخت ہو گئے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر کے دکھلایا۔ سو جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ

ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز پر اترائے جو ان کو عطا کی گئی تو ہم نے ان کو اچانک

بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

پکڑ لیا۔ سو اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے سو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

آیت ۴۲: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ رسولوں کو۔ یہ مفعول محذوف ہے۔ فکذبوھم۔ پس انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔

سختیاں جھکانے کے لئے اترتی ہیں:

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ تنگدستی اور جسمانی تکلیف کے ساتھ۔ یا البأساء سے قحط اور بھوک اور الضراء سے مرض اور جسمانی نقصان اور مالی نقصان مراد ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکیں۔ اور خشوع اختیار کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جائیں اس لیے کہ جب سختیاں اترتی ہیں تو دل میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔

ترکِ تضرع میں بھی عناد آ گیا:

آیت ۴۳: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا یعنی وہ توبہ کے ساتھ کیوں نہیں گڑگڑاتے۔ معنی اس کا ان سے تضرع کی نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ جب ان کے پاس ہماری پکڑ آئی تو انہوں نے تضرع اختیار نہ کی۔ لیکن اسلوب میں لولا لا کر ظاہر کر دیا کہ ترک تضرع میں ان کے پاس سوائے عناد کے کوئی عذر نہیں۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پھر ان ابتلاءات سے انہوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور وہ شیطان کے مزین کردہ اعمال کو پسند کرنے لگے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

"آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں لے لے اورتمہارے دلوں پر مہر لگا دے

مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ

تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں دیدے۔ دیکھ لیجئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ

يَصْدِفُوْنَ ۝ ٤٦ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

اعراض کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بے خبری میں یا خبرداری میں

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ٤٧ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

تو کیا ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک کیا جائیگا۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف خوش خبری سنانے والے

وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ٤٨

اور ڈرانے والے بھیجتے رہے ہیں۔ سو جو شخص ایمان لایا اور اصلاح کر لی سو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

آیت ۴۴: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ یعنی تنگ دستی۔ تکالیف وامراض سے انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ اور برائیوں سے باز نہ آئے۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی صحت، وسعت مالی، قسم قسم کی نعمتیں۔ قراءت: شامی نے فتّحنا پڑھا ہے۔ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا یعنی مال ونعمت اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ناامید حیرت زدہ۔ ابلاس کا اصل معنی غم کی وجہ سے سر جھکانا۔ یا ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر ندامت سے سر جھکانا۔ اِذا مفاجات کے لیے آتا ہے۔

آیت ۴۵: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تمام ظالم ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس میں اعلان کیا گیا کہ ظالموں کی ہلاکت پر الحمد للہ کہنا واجب ہے۔ اور ظالموں کی ہلاکت عظیم نعمت ہے اور بہت بڑی قسم ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔

اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے:

آیت ۴۶: پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اس طرح استدلال فرمایا۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ کہ تمہیں اندھا اور بہرہ کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ پس تمہاری عقول کو چھین لے اور امتیاز کی قوت سلب کر لے۔ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اس کو جو اس نے لیا۔ اور اس پر مہر لگا دی۔ نحو: مَنْ مبتدا ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور غیر اللہ الٰہ کی صفت ہے اس طرح یاتیکم بھی۔ یہ جملہ ارأیتم کے دو مفعولوں کی جگہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو اس سبب سے عذاب پہنچ جائے گا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

آپ فرما دیجئے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور (نہ ہی میں یہ کہتا ہوں) کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا

لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ فرما دیجئے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا

ع ۹
۱۱

وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

اور دیکھنے والا کیا تم غور نہیں کرتے''۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ان کیلئے۔ الْاٰيٰتِ بار بار دہراتے ہیں۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر بھی وہ آیات کے ظاہر ہونے کے بعد اعراض کرنے والے ہیں۔ الصدوف کسی چیز سے منہ موڑنا۔

اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے:

آیت ۴۷: قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اس طرح کہ اس کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ اَوْ جَهْرَةً اس طرح کہ اس کی علامات ظاہر ہوں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رات کو یا دن کو۔ هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ عذاب اور ناراضگی کی ہلاکت کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

انبیاء علیہم السلام مبشر و منذر ہیں مُنہ مانگی آیات کے لئے نہیں:

آیت ۴۸: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ بشارت دینے والے جنتوں کی اور ڈرانے والے آگ سے ایمان والوں اور کفار کو روشن دلائل اور واضح براہین کے بعد ہم انبیاء کو اس لیے نہیں بھیجتے کہ ان سے آیات کا مطالبہ کیا جائے۔ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ پس جو شخص ایمان لایا اور اس نے درستگی کر لی۔ یعنی ایمان لانے پر ہمیشگی اختیار کی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ قراءت: یعقوب نے فلا خوف پڑھا ہے۔

فسق و کفر سببِ عذاب ہے:

آیت ۴۹: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ یہاں چھونے والا فرمایا۔ گویا کہ وہ ایک زندہ چیز ہے جو دکھ ان کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اپنے فسق کے باعث اور کفر کی وجہ سے اطاعت سے خارج ہو جانے کے سبب۔

میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے:

آیت ۵۰: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ یعنی ان کی مخلوق کے مابین تقسیم اور اس کا رزق دینا۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ یہ محل نصب میں عندی خزائن اللہ کے محل پر معطوف ہے۔ کیونکہ یہ بھی مقولہ ہے گویا اس طرح فرمایا لا اقول لکم هذا القول و لا هذا القول۔ کہ میں نہ تمہیں یہ بات کہتا ہوں اور نہ یہ بات وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ یعنی میں اس بات کا دعویدار نہیں جو عقلوں سے بعید تر ہے۔ کہ کسی انسان کو خزائن اللہ پر ملک حاصل ہو۔ اور علم غیب میسر آ جائے۔ اور نہ فرشتہ ہونے کا دعویدار ہوں۔ اور میں تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں جو بہت سے انسانوں کو حاصل ہوا اور وہ نبوت ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ یعنی میں تمہیں اس بات ہی کی اطلاع دیتا ہوں جو مجھ پر اتاری جاتی ہے۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ یہ ضال اور ہدایت یافتہ کی مثال ہے یا وحی کی اتباع کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثال ہے۔ یا یعنی جو درست بات کا دعویدار ہے یعنی نبوت یا جو ناممکن بات الوہیت کا دعویٰ کرنے والے کی مثال ہے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ پس تم اندھوں کی طرح گمراہ نہ بنو۔ نمبر ۱۔ یا تم اچھی طرح جانو کہ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو۔ نمبر ۲۔ پس تم اچھی طرح سمجھ لو کہ وحی کی اتباع کرنے کے بغیر مجھے کوئی چارہ کار نہیں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ

''اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرایئے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ

دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ

نہ ان کا کوئی مدد گار ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔ تا کہ یہ لوگ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ

پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، جو چاہتے ہیں اس کی رضا کو، ان کا حساب آپ کے ذمہ

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ بھی نہیں۔ اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں کہ آپ ان کو دور کریں

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْا

پھر آپ ظالموں میں سے ہو جائیں اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے تا کہ وہ کہیں

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

کیا ہمارے درمیان سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گذاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

اور جب آ جائیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیات پر تو ان سے کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے ذمہ

عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ

رحمت کو مقرر کر لیا ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کر لے پھر اس کے بعد توبہ

بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ

کرلے اور اپنا حال درست کر لے تو بلاشبہ وہ غفور ہے، رحیم ہے، اور اسی طرح ہم تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں، تا کہ مجرموں کا راستہ ظاہر

ع ۶ ۱۲ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ

ہو جائے۔'' آپ فرما دیجئے! بے شک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ آپ فرما دیجئے! میں تمہاری خواہشوں کا

اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

اتباع نہیں کرتا۔ ایسا کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔

میں تو آخر بلا ڈر والوں کے لئے منذر ہوں:

آیت ۵۱: وَ اَنْذِرْ بِهِ جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ وہ مسلمان ہیں جو کہ بعث بعد الموت کے قائل ہیں۔ مگر وہ عمل میں کوتاہی کرنے والے ہیں۔ پس وہ ان کو ڈرائیں وحی کے ذریعے یا نمبر۲۔ اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ بھی بعث بعد الموت کے قائل تھے۔ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ یہ یحشروا سے موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے یخافون ان یحشروا غیر منصورین ولا مشفوعاً لھم ۔ وہ ڈرتے ہیں کہ ان کو اٹھایا جائے اس حالت میں کہ نہ ان کی مدد کی جائے اور نہ ان کا کوئی سفارشی ہو۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ زمرۂ متقین میں داخل ہو جائیں۔

فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس سے ہٹانے کی ممانعت:

آیت ۵۲: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ غیر متقین کو ڈرائیں۔ تا کہ وہ متقین بن جائیں۔ اس کے بعد متقین کو قریب کرنے کا حکم دیا۔ اور دور ہٹانے سے روک دیا گیا۔ ارشاد فرمایا۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ان کی تعریف فرمائی کہ وہ اپنے رب کی پکار میں تسلسل قائم رکھنے والے ہیں۔ (دعا سے عبادت مراد ہے) اور اس پر مواظبت اختیار کرنے والے ہیں۔ یہاں العشی اور الغداۃ کا ذکر صرف اظہار دوام کے لیے ہے۔ یا اس کا معنی صبح و عصر کی نماز ادا کرنے والے ہیں یا پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہیں۔ قراءت: شامی نے الغُدْوَةَ پڑھا ہے اور عبادت میں ان کی اخلاص کی نشان دہی اس فرمان سے کی۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ الوجہ بول کر ذات شیٔ سے تعبیر کی گئی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ فقیر صحابہ کرام بلال صہیب عمار رضی اللہ عنہم اور ان جیسے دیگر حضرات کے متعلق اتری۔ جبکہ ان کو رؤسائے مشرکین نے کہا اگر تم ان حقیر لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتے تو ہم آپ کے پاس بیٹھتے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما انا بطارد المؤمنین۔ پھر انہوں نے کہا کہ ایک دن ان کا مقرر کر دیں اور ایک دن ہمارا۔ اس کے متعلق ایک تحریر لکھ دیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ وہ لکھیں۔ پس فقراء کھڑے ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ کو پھینک دیا اور فقراء کے پاس تشریف لائے۔ اور ان کو گلے لگایا۔ (اسباب نزول واحدی) مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ یہ اس آیت کی طرح ہے جو سورہ شعراء آیت ۱۱۳ ہے ان حسابھم الا علی ربی۔ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کفار نے ان کے دین اور اخلاص میں طعنہ زنی کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا حساب انہیں کو لازم پکڑنے والے ہیں۔ وہ تیری طرف بڑھ کر نہ آئے گا۔ جیسا کہ تمہارا حساب تم پر ہے وہ تمہاری طرف بڑھ کر نہ جائے گا۔

یہ جواب نفی ہے:

فَتَطْرُدَهُمْ یہ جواب نفی ہے اور وہ نفی ما علیك من حسابھم ہے۔ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ یہ نہی کا جواب ہے اور وہ نہی ولا تطرد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ فتطردھم پر اس کا عطف ہے بطور تسبب کے۔ کیونکہ ان کا ظالم ہونا ان کے ہٹانے کا

مسبب ہے۔اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکالیں اور ظالموں میں سے ہو جائیں۔مگر نہی کا جواب زیادہ بہتر ہے۔اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ان کو اپنے پاس سے نہ نکالو ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

کثرتِ دُنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے:

آیت ۵۳: وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اور اس آزمائش کی طرح ہم نے اغنیاء کو فقراء کے ذریعے آزمایا۔لِّيَقُوْلُوْٓا یعنی مالدار۔اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا یعنی ان پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کا انعام کیا۔حالانکہ ہم ان سے بڑھ کر ایمان والے ہیں۔اور وہ فقراء ہیں۔اس میں اس بات سے انکار کیا گیا کہ ایسے لوگ حق پر ہونگے۔اور ہم میں سے صرف ان پر بھلائی کا احسان کر دیا جائے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ (الاحقاف:۱۱) اگر اس دین میں کوئی بھلائی ہوتی تو پھر یہ لوگ ہم سے پہلے قبول نہ کرتے۔اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ کہ کون اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

شانِ فقراء اوّل ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی:

آیت ۵۴: وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اس بات میں خواہ اس بات کا تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ان کو پہنچا دیں اور خواہ اس کا کہ ان کے اکرام میں ان کو سلام کہنے میں ابتداء کریں اور ان کے دلوں کی خوشی کے لیے اسی طرح یہ ارشاد۔كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یہ بھی من جملہ ان باتوں میں سے ہے جو ان کو کہی گئی۔تاکہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی خوشخبری دیں۔اور ان کی قبولیت توبہ کی بشارت دیں۔اب معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ رحمت کا پکا وعدہ فرمایا ہے۔اَنَّهٗ ضمیر شان ہے۔مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا کوئی گناہ بِجَهَالَةٍ اس نے اس حالت میں عمل کیا ہے کہ وہ اس کے نقصان سے ناواقف ہے یا اس کو جاہل اس لیے کہا۔کیونکہ اس نے اطاعت پر معصیت کو ترجیح دی۔ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ اس برائی کے بعد یا عمل کے بعد۔وَاَصْلَحَ اور مخلصانہ توبہ کی۔

قراءت ونحو:

فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ شامی و عاصم نے اَنَّهٗ کو فَاَنَّهٗ پڑھا ہے۔نمبرا۔اَنَّهٗ کی صورت میں یہ الرحمت سے بدل ہے۔نمبر۲۔اور دوسری صورت میں مبتدأ محذوف کی خبر ہے پس اسکی شان یہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے۔اِنَّهٗ، فَاِنَّهٗ مدنی نے پڑھا۔اول بدل الرحمت ہے اور دوسرا ابتداء اِنَّهٗ فَاِنَّهٗ دوسروں نے مستأنفہ پڑھا ہے۔گویا رحمت کے متعلق استفسار کیا گیا تو جواب دیا گیا۔انه من عمل منکم۔

مجرموں کے راستہ کی وضاحت تا کہ ہر ایک دیکھ کر چلے:

آیت ۵۵: وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ یستبین حمزہ اور علی اور ابوبکر نے پڑھا ہے۔سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ سبیل کو نصب کے ساتھ مدنی نے پڑھا۔جبکہ دوسروں نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔رفع کی صورت میں تستبین کو یاء اور تا دونوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔کیونکہ یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔اور جب منصوب ہو تو تا سے خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا۔کہا جاتا ہے استبان الامر و تبین واستبنته وتبینته گویا استبان اور تبین ہم معنی ہیں۔مطلب یہ ہوگا۔ایسی واضح تفصیل ہم

قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ

کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے، وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے!

لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ

اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٨﴾

ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

آیات قرآن کی کرتے ہیں اور ان مجرموں کے سلسلۂ احوال میں ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جن کے دل پر مہر لگ چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے سامنے بھی ذکر کرتے ہیں۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی ہے۔ تا کہ ان کا راستہ واضح ہو جائے اور ہر فریق اپنی اپنی مرضی پر عمل پیرا ہو جائے۔ ہم نے یہ تفصیل اسی خاطر کی ہے۔

میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا' وہ تو گمراہی ہے:

آیت ۵۶: قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی مجھے عقل اور سمعی دلائل کے ذریعے ان معبودوں کی عبادت سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو منع کر دیا گیا اور روک دیا گیا۔ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ یعنی میں تمہارے اس طریقہ پر چلنے والا نہیں جس پر تم اپنے دین کے سلسلے میں چل رہے ہو۔ جس میں محض اتباع ہواء ہے۔ نہ کہ اتباع دلیل۔ دراصل اس میں وہ سبب ذکر کر دیا جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلاء ہوئے قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا یعنی میں اگر تمہاری خواہشات پر چلنے لگوں تو پھر میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ذرہ بھر بھی۔ یعنی بے شک تم اسی طرح ہو۔

آیت ۵۷: جب اس بات کی پچھلی آیت میں نفی فرما دی۔ کہ خواہشات تو قابل اتباع نہیں۔ تو جس کی اتباع لازم تھی اس کو فرمایا۔ قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ یعنی میں اپنے رب کی معرفت کے سلسلہ میں واضح دلیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کے سواء کوئی معبود نہیں۔ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اس طرح کہ تم نے دوسروں کو اس کا شریک بنایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور وہ قرآن ہے اور تم نے اس بینہ کو جھٹلا دیا ہے۔ یہاں ضمیر مذکر بتاویل برہان بیان یا قرآن مذکر ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔ پھر اس کے بعد ایسی بات ذکر کی جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں فرمایا۔ مَا عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ یعنی وہ عذاب جو تم اپنی اس طرح کی باتوں میں جلد طلب کرتے ہو۔ جیسا سورۂ انفال آیت ۳۲۔ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا

''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ان کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور تری میں ہے، اور نہیں

تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا

گرتا ہے کوئی پتہ مگر وہ اسکو جانتا ہے، اور نہیں گرتا ہے کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہیں ہے کوئی تر چیز اور

يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا

خشک مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں قبضہ میں لیتاہے رات کو اورجانتا ہے جو کچھ

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

کرتے ہودن میں، پھر وہ تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔ تا کہ پوری کردی جائے میعادمقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

ع ٧/٥/١٣ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

پھر وہ تمہیں ان کاموں کی خبر دیگا جوتم کیا کرتے تھے۔''

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ تمہارے عذاب کومؤخر کرنے کے متعلق يَقُصُّ الْحَقَّ حجازی، عاصم نے پڑھا ہے یعنی وہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس میں حق وحکمت کالحاظ رکھتے ہیں۔اوراس کااندازہ فرماتے ہیں۔

باقی قراء نے اس کو يقْض الْحَقَّ وہ حق کا فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ جلدی یا تاخیر کرتے ہیں۔پس الحق سے مراد قضاء ہے پس الحق اس صورت میں یقضی کے مصدر کی صفت ہے۔وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ وہ حق فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔الفصل قضاء ہی کو کہتے ہیں۔اوریا کا گرنا التقائے ساکنین کی وجہ سے اتباع لفظ کی خاطر ہے۔

میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے:

آیت ۵۸: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ یعنی میری قدرت وامکان میں مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ یعنی عذاب لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ تو تم جلدی ہلاک ہوجاؤ غضب الٰہی کی وجہ سے۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ پس وہ تم پر ایسے وقت عذاب اتارے گا جس میں وہ جانتا ہے کہ وہ زیادہ روکنے والا ہے۔

وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے:

آیت ۵۹: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ المفاتح جمع مفتح ہے اوروہ مفتاح کو کہتے ہیں۔دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مفاتح سے مراد خزائن، عذاب اوررزق ہیں۔تیسرا قول،لوگوں کی نگاہوں سے جو چیزیں غائب ہیں۔مثلاً ثواب عقاب، آجال،

احوال ان کے خزائن مراد ہیں۔اوران پوشیدہ چیزوں کو مفاتیح بطور استعارہ کہا گیا۔ کیونکہ کھولنے والا چابیوں کے ذریعے ہی بند خزانوں کے اندر مخفی اشیاء تک پہنچ سکتا ہے۔ پس جس کو چابیوں کا علم ہوگیا۔ اوران کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہوگئی۔ وہ ان تک پہنچ جائے گا۔ پس مراد یہ ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے۔ کوئی دوسرا وہاں تک رسائی نہیں پا سکتا۔ اس شخص کی طرح جس کے پاس خزائن کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھولنا بھی جانتا ہو۔ وہ ان مخازن میں جو کچھ ہے وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس غیب کے خزائن ہیں اور تیرے پاس عیب کے خزائن ہیں پس جو اس کے غیب پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈال دیں گے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ نباتات اور جانور ہیں۔ وَالْبَحْرِ یعنی حیوانات اور جواہر وغیرہ۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا مَا نفی کے لیے ہے اور مِنْ استغراق کے لیے یعنی وہ ان کی تعداد اور احوال گرنے سے پہلے اور گرنے کے بعد جانتا ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اس کا عطف ورقةٍ پر ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ یہ جملہ گویا الا یعلمها کے لیے بطور تکریر لائے۔ کیونکہ الا یعلمها اور الا فی کتاب مبین کا معنی ایک ہے اور وہ علم الٰہی یا لوح محفوظ ہے۔

تم ہر وقت اس کے احاطۂ علم وقدرت میں ہو:

آیت ۶۰ : پھر کفار کو اس طرح مخاطب فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وہ تمہاری روحوں کو نیند میں تصرف سے روک دیتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ جو تم کماتے ہو دن میں گناہ وغیرہ۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر وہ تمہیں دن میں بیدار کرتا ہے۔ یا تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ثم یبعثکم فی النهار ویعلم ماجرحتم فیه۔ پھر وہ دن میں تم کو اٹھاتا ہے۔ اور جانتا ہے جو تم دن میں کرتے ہو۔ کسب کو مقدم اس لیے کر دیا کیونکہ وہ اہم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمارے ان کاموں کو نہیں جانتا جو رات کے دوران کرتے ہیں۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ وہ دن میں ہماری ارواح کو قبض نہیں کرتا۔

نکتہ: کسی چیز کا خاص طور پر ذکر کرنے سے ماسواء کی نفی نہیں ہو جاتی۔ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى تاکہ مدت اعمال کو پورا کیا جائے۔

قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا:

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد تمہارا لوٹنا ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اپنے دن رات میں بعض اہل کلام نے کہا ہے کہ ہر حواس کی ایک خاص روح ہے۔ جو نیند کے وقت قبض کی جاتی ہے۔ باقی۔ وہ روح جس پر زندگی کا دارو مدار ہے۔ وہ صرف اس وقت قبض کی جاتی ہے جب کہ مقرر وقت آتا ہے۔ یہاں ارواح سے مراد وہ قوٰی اور معانی جن سے وہ حواس قائم ہیں۔ جن سے شنوائی' بصارت' اخذ' مشی' سونگھنا وغیرہ ہوتا ہے اور ثم یبعثکم فیه کا مطلب بیدار کرنا ہے اور حواس کی ارواح کا واپس کرنا ہے۔ اس آیت سے منکرین بعث پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ جب نیند سے حواس کی ارواح غائب ہو جاتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ لوٹاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جانوں کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کی طرف ارواح کو لوٹائیں گے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ

''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۞٦١ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ

موت آجاتی ہے تو اسکو ہمارے فرشتے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ کوتاہی نہیں کرتے، پھر وہ اللہ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو ان کا مالک

الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۞٦٢ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ

حقیقی ہے، خبردار اسی کے لیے حکم ہے، اور وہ حساب لینے والوں میں سب سے جلدی حساب لینے والا ہے، آپ فرمائیے کہ کون تم کو نجات دیتا ہے

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ

خشکی اور سمندر کی اندھیریوں سے، تم اسے چپکے چپکے عاجزی کے ساتھ پکارتے ہو بلاشبہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدی

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞٦٣ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

تو ہم ضرور ضرور شکر گذاروں میں سے ہو جائیں گے، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں مصیبت سے نجات دیتا ہے اور ہر بے چینی سے، پھر تم

تُشْرِكُوْنَ ۞٦٤

شرک کرتے ہو۔''

صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے:

آیت ۶۱ : وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً محافظ فرشتے جو تمہارے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں۔ وہ کراماً کاتبین ہیں۔ تا کہ برائی سے بچنے کے لیے یہ چیز زیادہ معاون بنے۔ جب وہ اس بات کو سوچیں۔ کہ ان کے صحائف تمام انسانوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حَتّٰی حفظ اعمال کی غایت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ یعنی فرشتوں کی یہ عادت مکلفین کے ساتھ پوری زندگی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ موت ان پر آ کر طاری ہو جاتی ہے۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ملک الموت اور اس کے معاون ہیں۔ قراءت: توفیه و استوفیه امالہ کے ساتھ حمزہ نے پڑھا ہے۔ رُسُلنا سین کے جزم کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ وہ سستی و تاخیر نہیں کرتے۔

تمام معاملات سچے مولا کے پاس:

آیت ۶۲ : ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اس کے حکم اور اس کے بدلہ کی طرف یعنی مرنے والوں کو ملائکہ کے لوٹانے سے اللہ کی بارگاہ کی

طرف لوٹایا جائے گا۔مَوْلٰهُمُ جوان کا ایسا مالک جوان کے امور کا متولی ہے۔اَلْحَقِّ وہ ایسا عادل ہے کہ سچا ہی فیصلہ کرتا ہے۔ یہ دونوں لفظ اللہ کی صفات ہیں۔اَلَا لَهُ الْحُكْمُ اس دن کسی دوسرے کا اس میں ذرہ بھر حکم نہ ہوگا۔وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ اس کو ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ وہ تمام مخلوق کا حساب بکری دوہنے کے وقت کے برابر لے لے گا۔ محاورہ الرد الی من ربّاك خير من البقاء مع من اذاك تیرا اس کے پاس لوٹنا جس نے تیری تربیت کی اس سے بہت بہتر ہے کہ تو اس کے ساتھ رہے جس نے تجھے ایذا دی ہو۔

اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو:

آیت ۶۳ :قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ۔قراءت ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ينجيكم بغیر تشدید پڑھا ہے۔مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دونوں کے خوفناک اور ہولناک مواقع سے مجاز ہے دوسرا قول ظلمات البر سے مراد گرجیں اور ظلمات البحر سے امواج بحر مراد ہیں۔ جبکہ دونوں رات اور بادل میں ہوں۔تَدْعُوْنَهٗ۔ نحو :ينجيكم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔تَضَرُّعًا اس حال میں کہ تم گڑگڑانے کا اظہار کر رہے ہوتے ہو۔ یہ مصدر ہے حال واقع ہے اسی طرح وَّخُفْيَةً بھی مصدر و حال ہے یعنی اپنے دلوں میں چھپانے والے قراءت: تمام قرآن میں خُفْيَةً کو خِفْيَةً ابوبکر نے پڑھا ہے۔دراصل یہ دونوں لغتیں ہیں۔لَئِنْ اَنْجٰنَا۔ قراءت :عاصم نے پڑھا ہے حمزہ وعلی نے امالہ سے پڑھا۔اور بقیہ قراء نے انجيتنا پڑھا مطلب یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو خلاصی دی۔مِنْ هٰذِهٖ ان اندھیروں سے۔لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کے لیے۔

نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔تعجب ہے:

آیت ۶۴ : قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ تشدید کے ساتھ کوفی نے پڑھا۔مِّنْهَا یعنی اندھیرے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ غم و رنج ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ تم شکر ادا نہیں کرتے (بلکہ شرک کرتے ہو)۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

''آپ فرما دیجئے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیج دے تمہارے اوپر سے یا تمہارے

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ

پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف جماعتیں کر کے اور چکھا دے ایک کو دوسرے کی سختی

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کیسے مختلف پہلوؤں سے آیات کو بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھ جائیں، اور آپ کی قوم نے اسے جھٹلایا

وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ

حالانکہ وہ حق ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر داروغہ بنا کر مقرر نہیں کیا گیا۔ ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے اور عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

تم جان لوگے۔''

ہر طرح کی پکڑ پھر اسے ہر وقت کامل قدرت ہے:

آیت ۶۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ وہ وہی ذات ہے کہ جس کا قادر ہونا تمہیں معلوم ہے یا قادر کا معنی کامل القدرت اس میں لام عہد و جنس دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ جیسا اس نے قوم لوط پر عذاب کی بارش برسائی اور اصحاب فیل پر پتھروں کی۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ جیسا اس نے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ یا تمہارے سلاطین اور کمینے لوگوں کی طرف سے یا اس سے مراد بارش کا بند ہونا۔ اور نبات کا نہ اُگنا ہے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا تمہیں فرقوں میں بانٹ دے جن کی خواہشات مختلف ہوں ہر گروہ اپنے مقتداء کے ساتھ چلنے والا ہو۔ خلطهم کا مطلب ان میں باہمی لڑائی کا پھوٹ پڑنا۔ جس سے وہ لڑائی کے مواقع میں آپس میں گڈ مڈ ہو جائیں۔ وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ایک دوسرے کو وہ قتل کریں۔ البأس تلوار کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت پر اوپر سے عذاب نازل نہ فرمائے۔ یا پاؤں کے نیچے سے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کیا کہ وہ آپس میں نہ لڑیں پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔ یعنی قبول نہیں فرمایا۔ اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ میری امت کی فنا تلوار سے ہوگی۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وعدہ اور وعید کے ساتھ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ

''اور اے مخاطب! جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ ہو جا! یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ

بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى

مت بیٹھو۔ اور جولوگ احتیاط کرتے ہیں ان پر ظالموں کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن نصیحت ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

تا کہ وہ ڈرنے لگیں، اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکے

الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

میں ڈالا ہے۔ اور قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کیجئے تا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے نہ پھنس جائے جس کے لیے اللہ کے علاوہ

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر نفس ہر طرح سے جان کا بدلہ دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

جو اپنے اعمال کی وجہ سے پھنس گئے۔ ان کیلئے پینا ہے گرم پانی سے، اور دردناک عذاب ہے، کفر

يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع ۸/۱۴

کرنے کی وجہ سے۔''

سچے قرآن کو جھٹلایا' عذاب کا انتظار کرو:

آیت ٦٦: وَكَذَّبَ بِهٖ یعنی قرآن کو یا عذاب الٰہی کو قَوْمُكَ قریش وَهُوَ الْحَقُّ سچا ہے یا اس کا اترنا اس پر ضروری ہے۔ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ایسا محافظ جس کے سپرد تمام معاملہ کر دیا گیا ہو۔ بے شک میں تو منذر رہوں۔

وہ اپنے وقت پر آئے گا' پھر خبر ہوگی:

آیت ٦٧: لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ نبأ سے ہر وہ چیز جس سے خبر دی جائے۔ یعنی ان کا مطلع کرنا۔ کہ ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان

کا اس کے ذریعہ ڈرانا مستقر وقت استقرار وحصول بہرصورت ہے۔ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس میں ان کو ڈرایا گیا ہے۔

قرآن پر طعن کرنے والوں کے پاس مت بیٹھو:

آیت ۶۸: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا یعنی قرآن کے استہزاء اور طعن میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور قریش اپنی مجالس میں ایسا کرتے تھے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔ اور ان کے پاس سے اٹھ جاؤ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ قرآن کے علاوہ جو کہ حلال ہے۔ پس اس وقت ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔ قراءت: شامی نے ينسّيَنّك سین کے تشدید سے پڑھا ہے۔ نسّی اور انسٰی کا معنی ایک ہی ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى یاد آنے کے بعد۔ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا:

آیت ۶۹: وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ ان لوگوں کو محاسبہ سے جو قرآن مجید کی تکذیب میں مصروف ہیں۔ اور استہزاء کر رہے ہیں۔ مِّنْ شَيْءٍ یعنی ان متقین پر جو ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے محاسبہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی وہ محاسبہ جو ان کے گناہوں پر کیا جائے گا۔ وَّلٰكِنْ ان پر لازم ہے کہ ان کو نصیحت کرتے رہیں۔ ذِكْرٰى جب کہ ان کو سنیں کہ وہ استہزاء میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کے اس فعل سے نفرت کرتے ہوئے اور ان کو نصیحت کرتے ہوئے۔ ذکری منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو نصیحت کریں نصیحت کرنا۔ یا مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے لکن علیهم ذکرٰی پس ذکری مبتداء اور علیهم اس کی خبر ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ شاید کہ وہ استہزاء میں مصروف ہونے سے بطور حیا باز رہیں یا ان کی برائی کو ناپسند کرتے ہوئے۔

دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے:

آیت ۷۰: وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ وہ جس کا ان کو مکلف بنایا گیا اور جس کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ لَعِبًا وَّلَهْوًا اس کے ساتھ تمسخر کیا اور استہزاء کیا۔ ذرھم کا معنی ان سے اعراض کریں اور ان کی تکذیب کی بالکل پرواہ نہ کریں اور استہزاء کو خاطر میں نہ لائیں۔ لهو وہ چیز جو انسان کو مشغول کر دے۔ خواہشات سے ہو یا خوش طبعی سے وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖٓ قرآن کے ذریعہ نصیحت فرمائیں۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ اس خطرہ سے کہ نفس ہلاکت و عذاب کا شکار ہو۔ اور اپنے برے اعمال کا مرہون ہو۔ اِبْسال کا معنی روکنا ہے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ جو اس کی طاقت سے مدد کرے۔ وَّلَا شَفِيْعٌ جو شفاعت سے دفاع کرے۔ صحیح قول کے مطابق کسبت پر وقف نہیں۔ کیونکہ لیس لها یہ نفس کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ نصیحت فرماتے رہیں اس کراہت سے کوئی نفس ہلاک ہو کسی دوست اور شفیع کو

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤی اَعْقَابِنَا

"آپ فرما دیجئے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا جو ہمیں نفع نہیں دیتا اور جو ہمیں ضرر نہیں دیتا، اور کیا ہم اسکے بعد الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ ۨ

جبکہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی گیا ہم اس شخص کی طرح ہو جائیں جسے شیاطین نے جنگل میں بے راہ کر دیا ہو۔ اس حال میں کہ حیران ہو کر بھٹکتا پھر رہا ہو۔

لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَی الْهُدَی ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ

اس کے ساتھی ہیں جو اسے بلاتے ہیں کہ ہدایت کی طرف آ جا ہمارے پاس ۔ آپ فرما دیجئے بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِیْۤ

اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے فرمانبردار ہو جائیں۔ اور یہ کہ نماز کو قائم کرو اور رب العالمین سے ڈرو۔ اور وہی ہے

اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اور جس دن

یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ

وہ فرمائے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گا، اور اس کا فرمان حق ہے اور اسی کے لیے ساری حکومت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾

وہ جاننے والا ہے غیب کی چیزوں کو اور ظاہر چیزوں کو۔ اور وہ حکمت والا ہے خبر رکھنے والا ہے۔"

نہ پاتے ہوئے۔ اپنی کمائی کے سبب۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ مصدر کی بناء پر منصوب ہے ان تفد کل فداء اگرچہ تم فدیہ دو العدل فدیہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ فدیہ دینے والا مفدی کو اس کے مثل سے برابر کرتا ہے۔ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا کا فاعل ضمیر عدل نہیں کیونکہ عدل یہاں مصدر ہے۔ اور مصدر اخذ کا اسناد نہیں ہو سکتا۔ باقی لا یؤخذ منها عدل البقرہ آیت ۴۸ میں عدل بمعنی مفدی بہ مفعول کے معنی میں ہے۔ پس اس لیے اس کی طرف یوخذ کی نسبت درست ہے۔ اُولٰٓئِكَ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے دین کو لہو و لعب بنانے والے ہیں۔ یہ مبتداء اور الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا اس کی خبر ہے۔ اور لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ سخت گرم پانی یہ اولئک کی خبر دوم ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے اولئك المبسلون ثابت لهم شرابٌ من حميم۔ ان ہلاک ہونے والوں کے لیے گرم پانی کا مشروب ثابت ہوگا یا جملہ مستانفہ ہے۔ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ان کے کفر کی وجہ سے۔

گمراہ کوغول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی:

آیت ۷۱: قُلْ (کہہ دو) ابوبکر کو کہہ دیں کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمان کو کہہ دیں جو اپنے باپ کو بتوں کی عبادت کی طرف بلا رہا تھا۔ اَنَدْعُوْا کیا ہم عبادت کریں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جونقصان اور نفع کا مالک ہے۔ مَالَا یَنْفَعُنَا ان کی جو ہمارے نفع کی قدرت نہیں رکھتے اگر ہم ان کو پکاریں۔ وَلَا یَضُرُّنَا اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔ وَنُرَدُّ کیا ہم لوٹائے جائیں گے۔ عَلٰٓی اَعْقَابِنَا اس حالت میں کہ شرک کی طرف لوٹنے والے ہوں۔ بَعْدَ اِذْ ھَدٰنَا اللّٰہُ اسلام کی طرف اور بتوں کی عبادت سے ہمیں چھوڑا یا۔ کَالَّذِی اسْتَھْوَتْہُ الشَّیٰطِیْنُ اس شخص کی طرح جس کو شیاطین کا غول اور سرکش شیاطین لے جائیں۔ نرد علی اعقا بنا کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر یہ منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ کیا ہم الٹے پاؤں ہٹا دیئے جائیں گے ان لوگوں کی طرح جن کو شیاطین نے ورغلایا ہو۔ اور وہ ھَوٰی فی الارض سے باب استفعال ہے ھوٰی کا معنی زمین میں جانا گویا اس کا معنی طلبت ھویّۃً فِی الْاَرْضِ جنگل و بیابان میں حیران استھوتہ کے مفعول سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ حیران راستہ سے بھٹکا ہوا۔ اس کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کرے۔ لَہٗ اس بھٹکنے والے کے لئے۔

اَصْحٰبٌ دوست یَّدْعُوْنَہٗٓ اِلَی الْھُدَی اس طرف کہ وہ اس کو راہ پر لگا دیں صراط مستقیم کو الھدیٰ سے تعبیر فرمایا۔ وہ اس کو کہہ رہے ہیں ائْتِنَا وہ راستہ سے بھٹکا ہوا۔ جنات کے پیچھے جا رہا ہے اور ان کو جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے پاس آتا ہے۔ اور یہ اس بناء پر ہے جو کہا جاتا ہے کہ جنات انسان کو بھٹکا دیتے ہیں۔ اور غول شیطانی انسان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ پس طریق اسلام سے گمراہی اختیار کرنے والے کو اس سے تشبیہ دی ہے شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے کو تشبیہ دی اور مسلمان اس کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ مگر وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

ہدایت صرف اسلام باقی سب گمراہی:

قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ اور وہ اسلام ہے۔ ھُوَالْھُدٰی صرف ہدایت ہے اس کے علاوہ گمراہی ہے۔ وَاُمِرْنَا یہ ان ھُدی اللّٰہ ھُوَ الھُدی کے محل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس وجہ سے کہ دونوں مقولے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا یہ بات بھی کہواور یہ کہو امرنا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

فرمانبرداروں کے طرق:

آیت ۷۲: وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تقدیر عبارت یہ ہے و امرنا لان نسلم و لان اقیموا یعنی اسلام اور اقامت صلوۃ کے لیے وَاتَّقُوْہُ وَھُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ قیامت کے دن۔

اللہ خالق اور کامل علم وقدرت والا ہے:

آیت ۷۳: وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ حکمت کے ساتھ۔ یا واقعی برحق۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ یہ خبر ہے جواب نہیں۔ قَوْلُہُ الْحَقُّ یہ مبتدا ہے یوم یقول اس کی خبر مقدم ہے جیسا کہ تم کہو یوم الجمعۃ قولك الصدق یعنی

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری

وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں، اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی مخلوقات

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ

دکھائیں۔تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا،

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ

کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو یوں کہا کہ میں غائب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو

بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ

چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہوگیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ

مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ

لوگوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے

اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

بڑا ہے، پھر جب سورج غروب ہوگیا تو کہا اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بری ہوں،جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو،

قولك الصدق كائن يوم الجمعة تیری سچی بات جمعہ کے دن واقع ہونے والی ہے۔اور الیوم بمعنی حین ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کوحق وحکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔جس وقت وہ کسی چیز کو فرماتے ہیں ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔اس کی بات سچی اور حکمت والی ہے۔یعنی آسمان وزمین اور تمام تکوینات میں جو چیز بھی ہوتی ہے وہ حکمت وصواب پر مبنی ہے۔وَلَهُ الْمُلْكُ یہ مبتدا خبر ہے۔يَوْمَ يُنْفَخُ یہ له الملك کا ظرف ہے۔فِي الصُّوْرِ لغت یمن میں صور، سینگ کو کہتے ہیں۔یا یہ صورة کی جمع ہے (مگر قرطبی نے اس کو جمع ماننے سے انکار کر کے تردید کی ہے۔ (صفحہ ۲۰ جلد ۷) عٰلِمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے۔وَالشَّهَادَةِ یعنی پوشیدہ اور علانیہ وَهُوَ الْحَكِيْمُ فناء کرنے اور زندہ کرنے میں الْخَبِيْرُ حساب وجزاء ے۔

ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کا باپ کو وعظ ونصیحت کرنا:

آیت ۷۴: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ یہ ان کے والد کا نام ہے یا لقب ہے کیونکہ نسابین کے مابین اختلاف ہے کہ ان کے

والد کا نام تارخ ہے۔ یہ اٰزر ، ابیه کا عطف بیان ہے۔اور اس کا وزن فاعل ہے۔اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً یہ استفہام توبیخی ہے۔ کیا تو ان کو معبود بناتا ہے۔حالانکہ یہ الوہیت کے مستحق نہیں۔اِنِّیْٓ اَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی:

آیت ۷۵: وَكَذٰلِكَ جیسے ہم نے ان کو شرک کی قباحت دکھائی تھی۔نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ہم اس کی بصیرت کو آسمان و زمین کی تخلیق کے لطائف دکھا رہے تھے نُرِیْ ماضی کی حکایت حال میں بیان کی گئی۔الملکوت یہ الملك سے زیادہ بلیغ ہے۔کیونکہ اس میں واؤ اور تاء مبالغہ کے لیے بڑھائے گئے ہیں۔مجاہد کہتے ہیں ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے آپ نے ان کے مابین جو کچھ تھا وہ دیکھا' حتی کہ ان کی نگاہ عرش الٰہی تک پہنچی۔اور ساتوں زمینیں کھول دی گئیں۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان میں تھا وہ دیکھا۔وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ہم نے اسی طرح کیا تا کہ وہ استدلال کرے۔ولیکون من الموقنین عیانا کما ایقن بیاناً تا کہ وہ آنکھوں سے دیکھ کر اس طرح یقین کرے جیسا کہ وہ بیان سے یقین کرنے والے ہیں۔

نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی:

آیت ۷۶: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ یعنی چھا گئی اس کا عطف قال ابرهیم لابیه پر ہے۔اور کذالك نری ابراهیم یہ جملہ معترضہ ہے۔جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔رَاٰ كَوْكَبًا یعنی زہرہ یا مشتری ابراہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم بت پرست' سورج' چاند' ستارہ پرست تھی۔آپ علیہ السلام نے ان کو ان کے مذہب کی غلطی واضح کرنے کا ارادہ فرمایا اور نظر و استدلال کے انداز سے ان کی راہنمائی چاہی۔اور ان کو یہ بتلانا چاہا۔کہ صحیح نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس قابل نہیں کہ معبود کہلا سکے۔کیونکہ اس میں حدوث و زوال کی دلیل پائی جاتی ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ کوئی تو ان کا موجد ہے جس نے ان کو ایجاد کیا ہے اور ان کا کوئی مدبر ہے۔جو ان کے طلوع و غروب کا انتظام کرتا ہے۔اور انتقال و چلاؤ دیگر تمام احوال کا منظم ہے۔ جب آپ نے اس ستارہ کو دیکھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے تو فرمایا۔قَالَ هٰذَا رَبِّیْ یعنی ان کو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے بقول تمہارے۔یا مراد أهذا ربی جو کہ بطور استہزاء آپ نے فرمایا ان پر انکار کرتے ہوئے یہ بات فرمائی محاورۂ عرب میں حرف استفہام کی بجائے انداز و آواز پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں۔اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس کا قول ہے جو اپنے مخالف سے انصاف کا طالب باوجود یہ کہ وہ جانتا ہو کہ وہ باطل پر ہے۔پس اس کی بات کی حکایت وہ اس انداز سے کرے گا گویا کہ وہ غیر متعصب ہے۔ کیونکہ یہ طرز عمل حق کی طرف سے زیادہ بلانے والا اور شور و شغب سے خالی ہے۔پھر وہ اس کے اعتقاد کو نقل کر کے اس پر مڑ کر حملہ کرتا ہے اور دلیل سے اس کو باطل کرتا ہے۔فَلَمَّآ اَفَلَ غائب ہوا۔قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یعنی میں ایسے ارباب کی عبادت پسند نہیں کرتا جو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے والے ہوں کیونکہ یہ اجسام مرکب کی صفات میں سے ہے۔

غروب سے تغیر پذیری پر شاندار استدلال:

آیت ۷۷: فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا طلوع ہوتے ہوئے۔ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ آپ نے اپنی قوم کو خبردار فرمایا۔ کہ جو شخص چاند کو الٰہ مانتا ہو۔ وہ گمراہ ہے۔ طرز استدلال: آپ نے اس مقام پر غروب سے استدلال فرمایا۔ طلوع سے نہیں۔ حالانکہ دونوں حالتیں تغیر پذیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غروب سے استدلال زیادہ واضح تر ہے۔ کیونکہ یہ انتقال چھپ جانے اور پردے میں اور اوٹ میں آجانے کے ساتھ ہے۔

مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تاکہ اعتراض دلیل بن جائے:

آیت ۷۸: فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ، هٰذا اسم اشارہ ہے مذکر لائے کیونکہ انہوں نے اس سے طلوع ہونے والا مراد لیا۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبتدا کو خبر کی طرح بنالیا۔ کیونکہ وہ معنوی لحاظ سے دونوں ایک چیز ہیں۔ اس میں اصل رب کے لفظ کو تانیث سے محفوظ کرنا مقصود ہے اس لیے تو اہل عرب صفات باری تعالیٰ کے متعلق علامہ اور علام نہیں کہتے۔ اگرچہ ثانی پہلے کی نسبت علامت تانیث سے فقط بچنے کی خاطر۔ هٰذَآ اَكْبَرُ یہ بھی اپنے مخاصم کے ساتھ انصاف کرانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ان اجرام میں سے ہے۔ جس کو تم ان کے خالق کا شریک قرار دیتے ہو۔ ایک کمزور قول یہ ہے کہ یہ نظر و استدلال ان کا اپنے نفس سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کر دیا۔ مگر پہلا انتہائی ظاہر ہے اس لئے کہ یہ ارشاد یقوم انی بریٓءٌ مما تشرکون اس کی تائید کررہا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ

بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف موڑا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، میں سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف مائل ہونے والا ہوں، اور میں

الْمُشْرِكِیْنَ ﴿٧٩﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ

مشرکوں میں سے نہیں ہوں، اور اس کی قوم نے حجت بازی کی تو اس نے جواب میں کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے حجت بازی کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت عطا فرمادی، اور میں

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو مگر ہاں جو کچھ میرا رب چاہے، میرے پروردگار کا علم ہر چیز

شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا

کو احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور میں کیونکر ان سے ڈروں جنہیں تم نے شریک بنایا ہوا ہے حالانکہ

تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ

تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنالیا ہے جس کی کوئی دلیل تم پر اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ سو دونوں فریقوں میں کون

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ

امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش

بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾

نہ کی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ یافتہ ہیں

وقف لازم — ولا عن ٥

مثبت انداز میں تذکرۂ توحید:

آیت ٧٩: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔یعنی اس ذات کے لیے کہ یہ محدثات دلالت کرتے ہیں کہ وہی ان کا بنانے والا ہے۔حَنِیْفًا یہ حال ہے یعنی تمام ادیان سے اسلام کی طرف مائل ہونے والا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو اس کی مخلوقات میں سے۔

میرا ربّ نفع ونقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں، اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا:

آیت ٨٠: وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور اس سے شرکاء کی نفی کے متعلق قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ اس کی توحید کے متعلق

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

''اور یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی۔ ہم جس کو چاہیں مرتبوں کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

بے شک آپ کا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی۔

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ

اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی ذریت سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو

وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾

اور موسیٰ کو اور ہارون کو۔اور ہم اسی طرح نیک کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

قراءت: اتحا جونی تخفیف نون کے ساتھ مدنی اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔وَقَدْ هَدٰىنِ اپنی توحید کی طرف ابوعمرو نے یا میں وصل کے ساتھ پڑھا۔وَقَدْ هَدٰىنِ جب انہوں نے ابراہیم کو دھمکایا کہ ان کے معبود اس کو تکلیف پہنچائیں گے تو فرمایا۔وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّىْ شَيْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا یعنی میں تمہارے معبودوں سے کسی بھی وقت میں نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ نفع ونقصان کی ذرہ بھر بھی طاقت نہیں رکھتے۔مگر جب کہ میرا رب چاہے کہ ان میں سے کوئی تکلیف پہنچے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جس چیز میں چاہے نفع ونقصان پیدا کر دے۔ نہ کہ یہ بت۔وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا کہ بندے کو کوئی ذرا سا نفع ونقصان اس کے علم کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ پس تم فرق کرو قادر اور عاجز کے درمیان۔

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقام خوف میں ہو:

آیت ۸۱: وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ تمہارے معبود حالانکہ وہ خوف کی جگہ ہیں۔وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ اپنے شرک کے باعث عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا دلیل اس لیے کہ شرک پر تو کوئی صحیح دلیل موجود ہی نہیں۔مطلب یہ ہے کہ کیا ہو گیا کہ میرے متعلق امن وسلامتی کو انوکھا خیال کرتے ہو حالانکہ میں تو امن کی جگہ میں ہوں۔اور اپنے متعلق امن کو عجیب نہیں سمجھتے حالانکہ تم خوف کے مقام پر ہو۔فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ یعنی موحدین اور مشرکین دونوں گروہ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ عذاب سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اس طرح نہیں فرمایا فاَیُّنا تاکہ تزکیۂ نفس کا شبہ نہ ہو۔ پھر سوال کے جواب کو دوبارہ لوٹایا اپنے اس ارشاد سے۔

شرک سے بچنے والا مامون ہے:

آیت ۸۲: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شرک کے ساتھ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تفسیر فرمائی۔اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ابراہیم علیہ السلام کا کلام مکمل ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کو دلائلِ قاہرہ ہم نے دیئے:

آیت ۸۳: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اس سے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن سے ابراہیم علیہ السلام نے حجت پکڑی۔ اپنی قوم کے خلاف فلما جن علیه الّیل سے وهم مهتدون تک۔اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ یہ خبر کے بعد خبر ہے۔نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ علم وحکمت میں۔

قراءت: درجات کو کوفی نے تنوین سے پڑھا ہے۔اس میں معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے کہ جو اصلح کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں۔اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ رفع کے ساتھ عَلِيْمٌ اہلیت کو جانتے ہیں۔

آیت ۸۴: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو۔اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا یعنی تمام کو۔ کلًّا پر نصب هدینا کی وجہ سے ہے یعنی هدینا نوحا گر کہ ہم نے نوح کو ہدایت دی۔مِنْ قَبْلُ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے۔وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ ہ ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف جاتی ہے۔یا ابراہیم علیہ السلام کی طرف۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ یونس ولوط ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہ تھے۔دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ تقدیر عبارت یہ ہے و هدينا من ذريته هؤلاء کہ اس کی اولاد میں سے ان کو ہم نے ہدایت دی۔وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ہم محسنین کو اس جیسا بدلہ دیتے ہیں۔کاف موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۵﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو۔ سب صالحین میں سے ہیں اور اسماعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو

وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَ

اور لوط کو۔ اور سب کو ہم نے فضیلت دی جہانوں پر اور ان کے کچھ باپ دادوں اور کچھ اولاد اور

إِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۸۷﴾ ذَٰلِكَ هُدَى

کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو چن لیا۔ اور ان کو ہدایت دی سیدھے راستے کی طرف۔ یہ اللہ کی

اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا

ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اگر یہ حضرات شرک اختیار کر لیتے تو جو اعمال کیا

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۸﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

کرتے تھے وہ سب حبط ہو جاتے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور نبوت عطا کی۔

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿۸۹﴾ أُولَٰئِكَ

سو اگر زمانہ موجودہ کے لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے بہت سے لوگ ایسے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ وہ

الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ ان کی ہدایت کا اقتداء کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿۹۰﴾ ع ۸ ۱۶

یہ تو صرف نصیحت ہے جہانوں کے لیے۔"

ایک استدلال:

آیت ۸۵: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ یہ تمام مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان کے ساتھ کر کے ثابت کر دیا کہ نسب ماں سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کو نوح علیہ السلام کی اولاد سے قرار دیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ اتصال صرف ماں کی طرف سے ہے۔ اسی دلیل کے ساتھ حجاج کو جواب دیا گیا تھا۔ جب اس نے بنو فاطمہ کے بارے میں انکار کیا کہ وہ

اولاد النبی علیہ السلام ہیں۔
آیت ۸٦ : وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ لِلَّيْسع جہاں بھی قرآن میں آتا ہے دو لاموں سے حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ نبوت اور رسالت کے ساتھ۔
آیت ۸۷ : وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ یہ كُلًّا پر عطف کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے یعنی وفضلنا بعض 'ابآء ھم ان کے بعض آباء کو فضیلت دی۔ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔
آیت ۸۸ : ذٰلِكَ وہ جس کو اختیار کیا ان مذکورہ بالا حضرات نے هُدَى اللّٰهِ اللہ کا دین يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اس میں معتزلہ کی تردید ہے کیونکہ ان کا قول ہے ان اللہ شاء ھدایۃ الخلق کلھم۔ لکنھم لم یھتدوا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام مخلوق کو ہدایت دینا چاہا مگر انہوں نے ہدایت نہ پائی۔

مذمتِ شرک کیا انوکھا انداز:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا باوجود اپنے فضل وکمال اور بلند درجات کے لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تو ان کے اعمال باطل ہو جائیں۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملك (الزمر ٦٥)
آیت ۸۹ : اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الکتاب سے جنس مراد ہے۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت یا فهم الکتاب وَالنُّبُوَّةَ وہ انسان کے اعلیٰ ترین مناصب میں سے ہے۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا۔ کتاب اور حکمت و نبوت کے ساتھ یا آیات قرآن کے ساتھ هٰٓؤُلَآءِ۔

هٰٓؤُلَآءِ کی مراد:

یعنی اہل مکہ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا وہ مذکورہ انبیاء اور ان کے سچے پیروکار ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت اولئك الذين هدى الله فبهدهم اقتده۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو۔ دوسرا قول اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تیسرا قول جو آپ پر ایمان لائے وہ سب مُراد ہیں۔ چوتھا قول عجم جو ایمان لائے وہ مُراد ہیں۔ اور توکیل کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس پر ایمان کی توفیق ملی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میسر ہوئی جیسا کہ آدمی کو کوئی چیز سپرد کی جاتی ہے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے اور اس کا خیال کرے۔ اور نگہبانی کرے۔ لَّيْسُوْا بِهَا میں بآء کافرین کے صلہ کے طور پر لائی گئی ہے۔ بِكٰفِرِيْنَ میں بائے نفی کی تاکید ظاہر کرنے کے لیے لائے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے اصولِ دین ایک ہیں:

آیت ۹۰ : اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ یعنی وہ انبیاء جن کا تذکرہ گزرا۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اقتداء کیلئے انکی ہدایت کو خاص کیا کہ انکے علاوہ کسی کی اقتداء نہ کرو۔ یہ مفعول کو مقدم کرنے کا مطلب ہے اور ھداھم سے مُراد ان کا طریقہ جو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ اور اصول دین کے سلسلہ میں ہے شریعت نہیں کیونکہ شرائع تو مختلف ہیں اقتدہ۔ میں ہ پر وقف ہے وصل میں ساقط

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ

''اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسے پہچانی تھی جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی بھی چیز نازل نہیں فرمائی،

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

آپ فرما دیجئے کہ کس نے اتاری وہ کتاب جسے موسیٰ لے کر آئے جو نور تھی اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی۔

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا

تم نے اسے الگ الگ ورقوں میں کر رکھا ہے جنہیں تم ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نے اور تمہارے

اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

باپ دادوں نے نہیں جانا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے نازل فرمایا۔ پھران کو چھوڑ دیجئے اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں گے۔

ہو جاتی ہے۔ یہاں وقف کو ترجیح دینا بہتر ہے تا کہ مصحف میں ھا قائم رہے۔ البتہ قراء حمزہ، علی وصل میں اس کو حذف کرتے ہیں اور شامی اختلاف کرتے ہیں۔ قُلْ لَّاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ وحی پر یا تبلیغ رسالت پر توحید کی طرف دعوت دینے پر اَجْرًا۔ انعام

مَسْئَلَه: اس میں دلیل ہے کہ تعلیم قرآن اور روایت حدیث پر اجرت لینا جائز نہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ قرآن جن وانسان کے لیے نصیحت ہے۔

یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار:

آیت ۹۱: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ انہوں نے بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اچھی طرح نہیں پہچانا۔ اسی طرح وحی جیسی رحمت کو نہ جانا۔ حالانکہ یہ تو عظیم ترین رحمت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (الانبیاء ۱۰۷) روایات میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت جس میں مالک بن صیف بھی تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو کہا کہ کیا تورات میں یہ لکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند کرتے ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو الحبر السمین ہے اس پر وہ غضب ناک ہوا اور کہنے لگے ما انزل الله على بشر من شئ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز اتاری نہیں۔ حَقَّ قَدْرِهٖۤ یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا یہ بہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یا الکتاب سے حال ہے۔ وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے یعنی اس کے حصے کر دیئے اور الگ الگ اوراق میں رکھا۔ اور جدا جدا کاغذوں میں کر دیا۔ تا کہ ایجاد واخفاء پر قدرت پا سکیں۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے تینوں کو یا سے پڑھا ہے۔ وَعُلِّمْتُمْ اے اہل کتاب سکھائی گئیں کتاب کی وہ باتیں مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ تمہارے دین کے سلسلہ میں اور دنیا کے معاملہ میں قُلِ اللّٰهُ یہ جواب ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی اتارا ہے۔ انکوانکار

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ

''اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور تا کہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں

حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔''

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا یوں کہے کہ میری طرف وحی کی گئی۔ حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی۔ اور اس سے

اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہوگا جو یوں کہے کہ میں ایسا کلام نازل کردونگا جیسا اللہ نے نازل کیا اور اگر تو اس منظر کو دیکھے جبکہ ظالم لوگ

فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ

موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ نکالو اپنی جانیں آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے

اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

سے تکبر کرتے تھے، اور البتہ تم ہمارے پاس آؤ گے الگ الگ جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

اور تم نے اپنے پیٹھ پیچھے وہ چھوڑ دیا جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا، اور ہم نہیں دیکھ رہے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو

الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے خیال کیا تھا کہ وہ تمہارے بارے میں شریک ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا آپس کا تعلق منقطع ہوگیا اور تمہارے وہ دعوے گئے گزرے ہوئے جو تم

۱۱ ع ۴ ۱۷ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع

کیا کرتے تھے۔''

کی قدرت نہیں۔ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ وہ اپنے اس باطل میں جس میں وہ مصروف ہیں۔يَلْعَبُوْنَ یہ ذرھم سے حال ہے۔یا خوضھم سے حال ہے۔(اس حال میں کہ بے ہودگی میں ہیں)

آیت ۹۲ : وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر۔مُبٰرَكٌ منافع اور فوائد سے بھرپور۔مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی کتاب وَلِتُنْذِرَ ابوبکر نے یا سے پڑھا ہے یعنی کتاب۔اس کا عطف اس پر ہے جس پر کتاب کی صفت دلالت کرتی ہے گویا اس طرح فرمایا انزلناہ لبرکات و تصدیق ما تقدمه من الکتاب و لا نذار۔ ہم نے اس کو برکات کے ساتھ اتارا اور یہ تصدیق کے لئے اس کتاب کی جو پہلے گزریں اور ڈرانے کے لئے۔

امّ القریٰ کالقب:

اُمَّ الْقُرٰى، مكة المكرمه۔اس کو ام القری اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ زمین کی ناف ہے اہل قریٰ کے لیے قبلہ ہے۔اور شان میں سب سے بڑھ کر ہے۔اس لیے کہ لوگ اس کا قصد کر کے جاتے ہیں۔وَمَنْ حَوْلَهَا اہل مشرق ومغرب وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔انجام کی تصدیق کرتے اور آخرت سے ڈرتے ہیں۔يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ، ہ سے کتاب مراد ہے۔دین کی جڑ خوف عاقبت ہے۔جو اس سے ڈرا اس پر خوف ہمیشہ رہتا ہے۔یہاں تک کہ وہ ایمان لے آتا ہے۔وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ نماز کا خاص طور پر ذکر کیا۔کیونکہ وہ علامت ایمان اور دین کا ستون ہے۔جس نے اس کی محافظت کی تو وہ اس کے ہم مثل دیگر اعمال کی بھی حفاظت کرے گا۔

تمام افتراء والے شامل ہیں مدعیانِ نبوت ہوں یا اور:

آیت ۹۳: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وہ مالک بن صیف یہودی حبر ہے۔اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وہ مسیلمہ کذاب ہے۔وَمَنْ قَالَ یہ موقع جر میں ہے اس کا عطف ممن افترٰی پر ہے یعنی وممّن قال۔سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی عنقریب میں کہوں اور املاء کرواؤں گا یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہے جو کاتب وحی تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ولقد خلقنا الانسان سے خلقًا اٰخر تک۔ تو اس کی زبان پر فتبارك الله احسن الخالقين کا کلمہ آیا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی طرح لکھو۔یہ اسی طرح اتری ہے۔پس اس کو شک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو میری طرف بھی اسی طرح وحی آتی ہے جیسا کہ اس کی طرف۔اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں نے بھی اسی طرح کہہ دیا جس طرح وہ کہتا ہے۔اور وہ ارتداد اختیار کر کے مکہ چلا گیا۔یا نضر بن حارث مراد ہے جو کہا کرتا تھا۔والطاحنات طحنًا فالعاجنات عجنا فالخابزات خبزًا۔(اب اس بڑی قرآن کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے) گویا وہ قرآن کا معارضہ کرتا ہے۔وَلَوْ تَرٰى اس کا جواب محذوف ہے لرأيت امرًا عظيمًا۔اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مراد وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ ہوا۔خواہ یہود سے تھے یا مدعیان نبوت اس میں الف لام عہد کا ہے جنس کے لیے بھی درست ہے۔اس میں یہ بھی بطور بدل اشتمال شامل ہونگے کیونکہ وہ لام ان تمام لوگوں پر مشتمل ہے۔فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ موت کی سختیاں اور موت کے سکرات۔

روح کو بلامہلت نکالنے کی تعبیر:

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہونگے۔ لاؤ اپنی روحوں کو ان کو اپنے جسموں سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کرو۔ یہ درحقیقت روح کو سختی اور بلامہلت نکالنے کی تعبیر ہے۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ اس سے موت کا وقت مراد لیا گیا ہے اور وہ شدت نزع جس کا ان کو عذاب دیا جائے گا الھون ذلت اور اس میں جم جانا۔ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ کہ اس کا شریک اور بیوی اور اولاد ہے۔ نحو: غیر الحق یہ تقولون کا مفعول ہے۔ یا مصدر مضاف کی صفت ہے۔ یعنی قَوْلاً غَیْرَ الْحَقِّ ۔ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ پس تم ان پر ایمان نہیں لاتے ہو۔

آیت ۹۴: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا حساب اور جزاء کے لئے فُرَادٰی اکیلے بغیر مال و معاون کے۔ یہ فَرِیْدٌ کی جمع ہے۔ جیسے اسیرٌ جمع اسارٰی۔ کَمَا خَلَقْنٰکُمْ یہ جئتمونا کے مصدر کی صفت ہے یعنی اس طرح کی آمد جیسے ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ اَوَّلَ مَرَّۃٍ اس ہیئت کے مطابق جس پر پہلے پیدا ہوئے۔ وَتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ۔ ہم نے تمہیں مالک بنایا۔ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ تم اس میں سے ایک ذرہ اٹھائے ہوئے نہیں ہو۔ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّھُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا تمہارے غلام بنانے میں۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنُکُمْ زجاج نے بینکم پڑھا وصل' ملاقات' بین کا لفظ وصل و ہجر دونوں کے لیے بولا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں۔ فو اللّٰہ لو لا البین لم یکن الھوٰی ولو لا الھوٰی حن للبین آلف اللہ کی قسم اگر وصل نہ ہوتا تو محبت نہ ہوتی۔ اگر محبت نہ ہوتی تو جدائی پر کوئی انس والا شوق مند نہ ہوتا۔ قراءت: مدنی' علی' حفص نے بینکم پڑھا یعنی تمہارے درمیان انقطاع واقع ہو۔ وَضَلَّ عَنْکُمْ ضائع اور باطل ہو گئے۔ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ کہ وہ قیامت کو تمہارے سفارشی بنیں گے۔

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

''بے شک اللہ دانوں اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے، اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور نکالنے والا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ

زندہ سے، یہ اللہ ہے پھر تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ پھاڑنے والا ہے صبح کا اور اس نے بنایا رات کو

سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ

آرام کی چیز، اور اس نے چاند اور سورج کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے، یہ مقرر کرنا ہے اس کا جو غالب ہے علم والا ہے، اور وہ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا

ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا فرمایا تا کہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ہدایت پاؤ۔ ہم نے آیات

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِيٓ أَنْشَأَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا۔ سو ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے

وَّمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ

اور ایک جگہ تھوڑے سے وقت رہنے کی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں جس نے آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی اگنے والی چیزیں نکالیں، پھر ہم نے نکالا اس سے سبزہ والی چیزوں کو۔ ہم نکالتے ہیں

مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ

اس سے دانے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور کھجور کے درخت یعنی اس کے گچھوں سے خوشے نکالے جو جھکے ہوئے ہیں، اور انگوروں

أَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوٓا إِلٰى ثَمَرِهٖٓ

کے باغ اور زیتون کے باغ نکالے اور انار جو آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ملتے جلتے نہیں ہیں۔ اسکے پھلوں کیطرف دیکھ لو

إِذَآ أَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾

اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔''

منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل:

آیت ۹۵: اِنَّ اللّٰہَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی نبات اور درخت یعنی اس نے سٹے سے دانے کو اور گٹھلی سے کھجور کو پھاڑ نکالا۔ اَلْفَلَقُ مجاہد کہتے ہیں اس سے وہ شگاف مراد ہے جو گٹھلی اور دانے میں پائے جاتے ہیں۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ بڑھنے والی تروتازہ نبات خشک دانے سے وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ خشک دانہ تروتازہ نبات میں سے یا انسان نطفہ سے اور نطفہ انسان سے۔ یا مؤمن سے کافر اور کافر سے مومن۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف اس مخلوق سے دلیل پیش کی جو ان کے مشاہدہ میں تھی۔ کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ پس ان کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا پس وہ ان کو دوبارہ اٹھانے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔

نکتہ: البتہ یہاں مخرج ا لمیت لفظ اسم فاعل سے استعمال فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف فالق الحب پر ہے۔ فعل پر نہیں ہے۔ اور اوپر یخرج الحیی من المیت میں مضارع کا استعمال اس لیے ہے کہ وہ جملہ مبینہ کے طور پر آ رہا ہے اور فالق الحب والنوی ہی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ حب اور نویٰ سے نباتات و اشجار نامیہ کا خروج زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے۔ کیونکہ نمو والی چیز بمنزلہ حیوان کے ہے اس کی دلیل اس ارشاد میں پائی جاتی ہے ویحیی الارض بعد موتھا۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ یہ موت اور زندگی بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ربوبیت اسی کا حق ہے نہ کہ بتوں کا فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ تم کس طرح اس سے پھرے جا رہے ہو۔ جو معاملہ ہم نے بیان کیا اس کے بعد بھی اس سے رخ پھیرنے والے ہو۔

مزید دلائل:

آیت ۹۶: فَالِقُ الْاِصْبَاحِ یہ مصدر ہے جس کا نام الصبح ہے۔ یعنی صبح کے ستون کو رات کی سیاہی میں سے پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ وَجَعَلَ الَّیْلَ کوفی کی قراءت میں ہے کیونکہ اس سے قبل اسم فاعل المضی کے معنی میں ہے جب فالق، فلق کے معنی میں ہے تو جعل کا اس پر عطف کر کے ظاہر کیا کہ ان میں معنوی موافقت ہے۔ سَکَنًا اس میں سکون حاصل کریں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ (یونس: ٦٧) تاکہ مخلوق کام کاج کی مشقت سے غفلت کی نیند کے ذریعہ سکون حاصل کرے۔

مزید دلائل، سورج و چاند ذریعۂ حساب:

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کی وحشت سے ہٹ کر حق کے ساتھ انس حاصل کرو۔ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ یہ دونوں جَعَلَ فعل کی وجہ سے منصوب اور اس پر دلیل جاعل اللیل ہے۔ حُسْبَانًا ان دونوں کو حساب کی علامت بنا دیا۔ کیونکہ اوقات کے دوران اور چلنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الحُسبان ضمہ کے ساتھ یہ حسب کا مصدر ہے جیسا کہ حِسبان کسرہ کے ساتھ حسب کا مصدر ہے۔ ذٰلِکَ ان کا حُسبان بنانا یعنی یہ چلانا ایک مقررہ حساب سے ہے۔ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ جس نے ان کو مغلوب کیا اور مسخر کیا۔ الْعَلِیْمِ ان کی تدبیر اور تدویر جانتا ہے۔

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملابست ہے:

آیت ۹۷: وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ ان کو پیدا کیا۔ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی خشکی و سمندر میں اور رات کے اندھیروں میں ظلمات کی اضافت بر و بحر کی طرف ملابست کی وجہ سے کی گئی ہے یا مشتبہ راستوں کو ظلمات سے تشبیہ دی قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ہم نے علم والوں کے لیے توحید پر دلالت کرنے والے دلائل واضح کر دیئے۔

مستقر ومستودع کی تفسیر:

آیت ۹۸: وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وہ آدم ہیں۔ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ۔ قراءت: مکی اور بصری نے مستقر کسرہ قاف سے پڑھا ہے جنہوں نے قاف کو فتح دیا تو ان کے ہاں وہ اسم مفعول و ظرف بن گیا۔ جیسا مستودع اسم مفعول و ظرف ہے جنہوں نے کسرہ دیا انہوں نے اسم فاعل بنایا اور مستودع کو اسم مفعول بنایا۔ یعنی تمہارا مستقر رحم مادر، مستودع صلب پدر یا مستقر زمین پر رہائش اور مستودع قبر یا بعض تم میں قرار پکڑنے والے ہیں اور بعض امانت رکھے جا چکے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ پہلے یعلمون اور یہاں یفقھون فرمایا کیونکہ وہاں دلالت بالکل ظاہر تھی اور یہاں دقیق ہے۔ کیونکہ انسانوں کا ایک جان سے پیدا کرنا اور مختلف حالات میں ان کا بدلنا یہ دقیق بات ہے پس سمجھ کا ذکر کرنا جو کہ دقت نظر پر دلالت کرتا ہے زیادہ مناسب ہے۔

آسمان سے پانی ایک ہی اُتارا اور اس سے نباتات بے شمار اُگائیں:

آیت ۹۹: وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بادلوں سے بارش فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پانی کے ذریعہ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ بڑھنے والی نبات میں سے ہر قسم اگی۔ مراد سبب ہے اور وہ پانی ہے۔ جو کہ ایک ہے مگر اگنے والی اشیاء بے شمار قسم کی ہیں۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ نباتات سے خَضِرًا، تر و تازہ سبزہ، محاورہ میں اخضر اور خضر کہا جاتا ہے اور اصل میں اس کو کہتے ہیں جو دانے سے نکلنے والی نبات سے پھوٹ کر نکلے' نُّخْرِجُ مِنْهُ یعنی سبزے سے حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وہ سٹہ ہے جس کے دانے پے در پے جڑے ہوئے ہیں۔ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ یہ مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور و من النخل اس کی خبر مقدم ہے اور من طلعها اسکا بدل ہے عبارت اس طرح ہے و حاصلة من طلع النخل قنوانٌ اور نکلنے والے ہیں کھجور کے گابھے سے خوشے یہ قنوان جمع قنو ہے جیسا صنوان جمع صنو۔ مراد گچھے ہیں۔ دَانِيَةٌ پھل کے بوجھ کی وجہ سے چننے کیلئے جھکنے والے ہیں۔ یا پوری کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے قریب ہیں۔ اس میں اکتفاء ہے یعنی وہ طوالت کی وجہ سے جھکنے والے نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں: سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل: ۸۱) وَّجَنّٰتٍ یہ منصوب ہے نبات کل شئ پر عطف کی وجہ سے یعنی اخرجنا به جنات کہ ہم نے اسکے ذریعہ باغات پیدا کیے۔ مِّنْ اَعْنَابٍ یعنی کھجور کے ساتھ اور اسی طرح وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ اعشی نے جنات کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وثَمَّ جنات من اعناب یعنی مع النخل اس جگہ انگور کے باغات کھجور کے ساتھ ہیں۔ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ محاورہ میں اشتبه الشيأن وتشابها۔ جیسا کہ استویا و تساویا اور عام طور پر دونوں بہت باتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

اوران لوگوں نے جنات اللہ کے شریک بنارکھے ہیں حالانکہ اس نے انکو پیدا فرمایا ہے، اوراس کے لئے انہوں نے بیٹے اور بیٹیاں بغیرعلم کے تراش رکھے ہیں،

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ ع ۱۲ ۱۸

وہ ان باتوں سے پاک ہے اور برتر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا بے مثال پیدا فرمانے والا ہے کہاں ہوسکتی ہے اس کی

وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

اولاد حالانکہ اس کی بیوی نہیں ہے، اور اس نے پیدا فرمایا ہر چیز کو، اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى

یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ

نگہبان ہے نگاہیں اسے محیط نہیں ہو سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہے اور وہ

اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

بڑا باریک بین خبردار ہے۔"

والزیتون متشابھًا وغیر متشابہ ۔ اسی طرح انار بھی بعض متشابہ اور بعض غیر متشابہ ہیں۔ مقدار اور رنگت اور ذائقے میں۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ جب وہ اپنا پھل نکالتا ہے تو کس طرح کمزور نکالتا ہے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ثُمُرہ۔ حمزہ اور علی نے پڑھا جمع ثمار اور یہ جمع الجمع ہے۔ ثمرۃ و ثمر۔ ثمار و ثُمر۔ وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے کو یعنی اس کے پکنے کی حالت کو دیکھو کس طرح بہت سے منافع کی جامع شئی بن کر آئی۔ عبرت کی نگاہ ڈالو اسکے بنانے والے کی قدرت اور تدبیر کرنے والے کی تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنے والے کی تقدیر پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہٗ کا شریک بنایا حالانکہ وہ شرکت سے منزّہ ہے:

آیت ۱۰۰: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ اگر تم للّٰہ شرکاء کو جعل کے دو مفعول قرار دو تو الجن شرکاء سے بدل ہے۔ ورنہ شرکاء الجن دونوں مفعول ہیں۔ دوسرے کو پہلے سے مقدم کیا اور تقدیم کا فائدہ یہ ہے۔ یہ بات بعید تر ہے کہ کسی فرشتہ یا جن یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جنات کی اتباع ان کاموں میں کی جن کو انہوں نے مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ نتیجتًا ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔ وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اس نے جنات کو پیدا کیا۔ پس مخلوق اپنے خالق کی شریک

وہم کیونکر ہوسکتی ہے۔ نحو : یہ جملہ حالیہ ہے۔ایک دوسری تفسیر۔اس نے ان کو پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے والے ہیں۔ پھر یہ کس طرح اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔وَخَرَقُوْا لَهٗ یعنی انہوں نے گھڑا کہا جاتا ہے۔ خلق الافك و خرقه واختلقه و اخترقه تمام کا معنی ایک ہے۔دوسری تفسیر یہ خرق الثوب سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔یعنی انہوں نے نکالے اس کے لئے بَنِيْنَ جیسے اہل کتاب مسیح اور عزیر علیہما السلام کے متعلق مانتے ہیں۔وَبَنٰتٍ جیسے بعض اہل عرب فرشتوں کے متعلق کہتے تھے۔قراءت: وخرقوا تشدید کے ساتھ کثرت کا معنی پیدا کرتا ہے۔مدنی نے اسی طرح پڑھا ہے۔بنین اور بنات جمع کی وجہ سے کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر اس بات کے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانیں۔جو انہوں نے کہا غلط ہے یا درست ہے۔لیکن جہالت سے انہوں نے ایک بات نکالی ہے۔ نحو : یہ خرقوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔یعنی وہ اس حال میں کہ اپنے مقولے سے ناواقف ہیں۔سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ یعنی شریک واولاد۔

اجسام کو بلا نمونہ وجود دینے والا:

آیت ۱۰۱: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہا جاتا ہے بدع الشئ فھو بدیع۔یہ اضافت صفت مشبہ الی فاعلھا کی قسم سے ہے یعنی وہ اپنے آسمانوں وزمین کو نوایجاد کرنے والا ہے دوسرا معنی بدیع بمعنی مبدع یعنی اس کا نوایجاد کرنے والا ہے۔ نحو : مبتداء محذوف کی خبر ہے یا مبتداء ہے اور اس کی خبر انی یکون له ولد ہے یا تعالیٰ کا فاعل ہے۔اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ یہ مبتدا کی خبر ہے۔وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ یعنی کہاں سے اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ولد تو بیوی سے ہوتا ہے حالانکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں۔یعنی ولادت اجسام کی صفات سے ہے اور اجسام کو بلا نمونہ ایجاد کرنے والا جسم نہیں ہوسکتا کہ اس کا بیٹا ہو۔وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اس کا خالق و عالم ہے اور جو ایسا ہو وہ ہر شئی سے مستغنی ہے اور لڑکے کا طالب تو محتاج ہوتا ہے۔

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے:

آیت ۱۰۲: ذٰلِكُمُ یہ اشارہ ماقبل مذکور کی طرف ہے۔یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد اخبار مترادفہ ہیں۔اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اور فَاعْبُدُوْهُ یہ مضمون جملہ کا مسبب ہے۔یعنی جس میں یہ تمام صفات جمع ہوں وہی عبادت کے لائق ہے۔پس تم اس ہی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ اس کی بعض مخلوق کی عبادت مت کرو۔وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ یعنی وہ ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ اشیاء کے ارزاق' اجال کا مالک اور اعمال کا نگہبان ہے۔

معتزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رؤیت برحق ہے:

آیت ۱۰۳: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں یا ان کی آنکھیں جن کا تذکرہ پہلے ہوا جنات و ملائکہ معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دیدار محال ہے مگر ان کا یہ استدلال محض باطل ہے۔کیونکہ نفی ادراک کی ہے رؤیت کی نہیں۔ادراک کا معنی کسی چیز کی حقیقت پالینا۔اور اس کو ہر طرف سے گھیر لینا۔اور کامل طور پر کسی چیز کی تہ تک پہنچ جانا۔اور جس کی حدود و

جہات محال ہوں تو اس کا ادراک محال ہے نہ کہ رؤیت۔ پس ادراک رؤیت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسا احاطہ بمقابلہ علم پس رؤیت بھی اس طرح ہے۔ کیونکہ وہ بھی علم کا ایک حصہ ہے۔ اس طور پر کہ آیت کا مورد تو تمدح (تعریف چاہتا ہے) ہے جو ثبوت رؤیت کو لازم کر رہا ہے اس لیے کہ ایسی نفی ادراک جس سے رؤیت کا محال ہونا نکلے اس میں تمدح پایا ہی نہیں جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو دیکھا نہیں جا سکتا اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ نفی ادراک میں تمدح کے پانے کی صورت ثبوت رؤیت ہے رؤیت کے ثبوت کے ساتھ ادراک کی نفی تو ذات باری تعالیٰ سے متناہی و محدود ہونے کا نقص زائل کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے آیت ہماری دلیل بن گئی۔ جو معتزلہ کے خلاف ہے۔ اگر وہ گہری نگاہ ڈالتے تو اس ذمہ سے علیحدگی کو غنیمت شمار کرتے۔ جو آدمی رؤیت کی نفی کرتا ہے اس کو اس بات کی نفی کرنا پڑے گی کہ وہ معلوم و موجود ہے۔ ورنہ وہ جب موجود کو بلا کیفیت و جہت کے جانتا ہے ہر موجود کے برخلاف تو پھر یہ کیونکر درست نہیں کہ وہ ہر مرئی کے برخلاف ہر چیز کو بلا کیفیت و جہت کے دیکھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رؤیت نام ہی اس بات کا ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کا اسی طرح ثابت ہونا جس طرح وہ ہے پس اگر وہ شئ جہت میں ہوگی تو وہ اس جہت میں دیکھے گا اگر وہ جہت نہ ہوگی تو وہ اس جہت میں نہیں دیکھے گا۔

حَاصِل کلام: یہ ہے کہ اگر رؤیت و ادراک کے معنی کو مان بھی لیں تب بھی نفس رؤیت کی صراحت ہے رؤیت کے محال ہونے کی صراحت نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔

وَهُوَ لطیف ادراک سے يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ یعنی دقیق امور کو جاننے والا اور ان کی مشکلات سے واقف ہے۔ الْخَبِيْرُ وہ اشیاء کے ظواہر و بواطن سے واقف ہے۔ یہ لف و نشر مرتب کے قبیل سے ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ

”تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت والی چیزیں آچکی ہیں سو جو شخص دیکھے گا سو وہ اپنے ہی لیے، اور جو اندھا بنے گا اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔

وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ

اور میں تم پر نگران نہیں ہوں　　اور ہم اسی طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں اور تاکہ یہ لوگ یوں کہیں کہ آپ نے پڑھ لیا ہے

وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ

اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے بیان کریں جو جانتے ہیں،　　آپ اس کا اتباع کیجئے جس کی آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی، کوئی معبود نہیں ہے

اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ

مگر وہی، اور آپ مشرکین سے روگردانی کیجئے،　　اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان پر

عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ

نگران نہیں بنایا　　اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“　　”اور ان کو برا مت کہو جنہیں یہ لوگ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ

اللہ کے سوا پکارتے ہیں سو وہ اللہ کو برا کہیں گے براہ جہالت حد سے گزر کر،　　ہم نے ایسے ہی مزین کر دیا ہر امت

عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

کے لیے ان کے عمل کو۔　　پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہے۔ سو وہ انہیں ان کاموں کو جتلا　　دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے:

آیت ۱۰۴: قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ بصیرت۔ دل کی وہ روشنی جس سے دل دیکھتا ہے۔ جس طرح بصر اس آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں جس سے آنکھ دیکھتی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو وحی و تشبیہ آتی ہے وہ دلوں کے لئے آنکھوں کی طرح ہے۔ فَمَنْ اَبْصَرَ جس نے حق کو دیکھا اور ایمان لایا۔ فَلِنَفْسِهٖ اس نے دیکھا اور اس کا نفع بھی وہ اٹھائے گا۔ وَمَنْ عَمِیَ اس سے اور گمراہ ہوا۔ فَعَلَیْهَا اس کے اندھے پن کا وبال اس پر پڑے گا اور خود اسی کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت کروں اور تمہیں اس پر بدلہ دوں۔ بلاشبہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تم پر نگہبان ہے۔

آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ انکو اہل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے:

آیت ۱۰۵: وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ۔ کذلك میں کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ہم آیات کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تم پر پڑھی ہیں۔ وَلِيَقُوْلُوْا اس کا جواب محذوف ہے یعنی وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ تا کہ وہ کہیں تو نے پڑھ لیا ہے۔ نصرف کا معنی درست۔ قرأت کتب اھل الکتاب تو نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھ لیا ہے۔ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے درست پڑھا ہے یعنی اہل کتاب سے پڑھ پڑھا لیا ہے۔ شامی نے دَرَسَتْ یعنی یہ آیت پہلے گزر چکی اور ہو چکی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ وَلِنُبَيِّنَهٗ یعنی قرآن۔ اگر چہ اس کا تذکرہ گزرا نہیں۔ کیونکہ وہ تو معلوم و معروف ہے یا آیات مراد ہیں کیونکہ وہ معنی قرآن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دوسری لام حقیقی ہے اور پہلی لام عاقبت وصیر ورت کی ہے یعنی تا کہ ان کے معاملہ کا انجام یہاں تک پہنچے کہ وہ کہنے لگیں کہ تو نے پڑھ لیا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں فالتقطه آل فرعون لیکون لھم عدواً وحزناً القصص ۔۸۔ فرعونیوں نے عداوت کی خاطر نہ اٹھایا۔ انہوں نے آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے اٹھایا تھا۔ لیکن ان کے معاملے کا انجام دشمنی تک پہنچا۔ پس اسی طرح آیات تو بار بار وضاحت کے لئے لائی گئیں اس بات کے کہنے کے لئے نہیں لوٹائی گئیں۔ کہ تو نے کسی سے پڑھ لیا ہے۔ لیکن تصریف آیات سے کفار یہی کہنے لگ گئے۔ جیسا کہ تبین وضاحت حاصل ہو تو اس سے تشبیہ دی اور کہا و لیقولوا جیسا کہ کہا جاتا ہے لنبینه' اور ہمارے نزدیک اس طرح نہیں جیسا پہچانا جا چکا ہے۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ حق کو باطل سے۔

وحی پر چلتے رہیں:

آیت ۱۰۶: اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کر۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ جملہ معترضہ لا کر اتباع وحی کو واجب کر دیا۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ دوسری تفسیر من ربك سے حال مؤکد ہے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ فی الحال یہاں تک کہ قتال کا حکم وارد ہو۔

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر......:

آیت ۱۰۷: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ان کا ایمان یہاں مفعول محذوف ہے۔ مَآ اَشْرَكُوْا اس سے واضح کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے بغیر شرک نہیں کرتے۔ اگر اللہ ان میں ایمان اختیار کرنا جانتے تو ان کو ہدایت دیتے۔ لیکن ان کا شرک اختیار کرنا اس کو معلوم ہے پس ان کا شرک پھیل گیا۔ پس اس کی مشیّت سے انہوں نے شرک کیا۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ہم نے آپ کو ان پر ان کے اعمال کی نگرانی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ کل ان کے جرائم میں آپ کو پکڑا جائے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ نہ ہی آپ ان پر مسلّط ہیں۔

آیت ۱۰۸: مسلمان ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے تھے پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ تا کہ ان کا گالی گلوچ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا سبب نہ ہو۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ

اور انہوں نے اپنی قسموں میں خوب زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائیگی تو وہ ضرور ضرور اس پر ایمان

بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

لے آئیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور تمہیں اس کی کیا خبر کہ جب وہ نشانی آجائیگی تب بھی یہ لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ

ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو پلٹ دیں گے جیسا کہ وہ اس پر پہلی بار ایمان نہ لائے

مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳/۱۰/۱۹

اور ہم ان کو اس حال میں چھوڑے رہیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے رہیں۔''

جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ جواب نہی کی وجہ سے منصوب ہے۔عَدْوًا ظلم اور دشمنی کی بناء پر۔بِغَيْرِ عِلْمٍ اللہ تعالیٰ کے متعلق جہالت کے سبب اور ان صفات سے جہالت کے سبب جن کے ساتھ اس کا تذکرہ ضروری ہے۔كَذٰلِكَ اس تزیین کی طرح زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ امم کفار سے عَمَلَهُمْ وہ اسی طرح جب یہ ارشاد افمن زين له سوء عمله فراٰه حسناً فان الله يضل من يشآء و يهدى من يشاء (فاطر ۸) یہ آیت اصلح کے سلسلے میں ہماری دلیل ہے۔ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ ان کالوٹنا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اور اس پر ان کو جزاء دے گا۔

معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے:

آیت ۱۰۹: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ جہد مصدر ہے اور حال کے مقام پر واقع ہے۔یعنی جاهدين فى الاتيان باوكد الايمان۔اس حال میں کہ وہ پکی قسمیں اٹھانے والے ہیں۔لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ ان کی منہ مانگی آیات سے لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں۔میں نہیں۔پس کس طرح میں تمہارے پاس لاؤں۔وَمَا يُشْعِرُكُمْ اور تمہیں معلوم نہیں۔اَنَّهَا مانگی تجویز کردہ نشانی۔اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ان پر یعنی میں جانتا ہوں کہ جب وہ آئے گی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور تم اس کو جانتے نہیں۔مسلمان ان کے ایمان کی طمع رکھتے تھے جبکہ وہ نشانی آجائے چنانچہ وہ بھی اس کی آمد کی توقع رکھتے تھے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔مطلب یہ ہے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ جو

میرا علم ان کے بارے میں سبقت کر چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اِنَّهَا یہ کسرہ کے ساتھ ہے مکی بصری اور ابو بکر نے پڑھا اس طور پر کہ کلام اس سے پہلے تمام ہو چکا یعنی و ما یشعر کم مایکون منھم۔ تمہیں کیا معلوم کہ ان سے کیا ہوگا۔ پھر اپنے علم سے ان کے بارے میں خبر دی پس فرمایا جب وہ نشانی آ جائے گی تو وہ بالکل ایمان نہیں لائیں گے۔ بعض نے فتحہ والی قراءت میں لا کا اضافہ کیا جیسا اس ارشاد میں ہے: وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (الانبیاء:۹۵) لَا تُؤْمِنُوْنَ شامی اور حمزہ نے پڑھا ہے۔

یہ قبولِ حق سے عاری ہیں:

آیت ۱۱۰: وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ قبولیت حق سے وَاَبْصَارَهُمْ حق کے دیکھنے سے اس نشانی کے اترنے کے وقت جس کو وہ تجویز کر رہے ہیں۔ پس وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ کہا گیا کہ اس کا عطف لا یؤمنون اور و ما یشعر کم پر کر کے حکم میں داخل ہے یعنی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کے دل اور آنکھیں پلٹ دیں گے۔ پس وہ نہ سمجھیں گے اور نہ ہی حق کو دیکھیں گے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ ہماری آیات اترنے کے وقت اولاً ایمان نہ لائے تھے۔ وَنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ کہا گیا تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

''اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیں اور ان سے مردے بات کر لیں اور ہم جمع کر دیں ان پر ہر چیز ان کے

قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

آمنے سامنے تب بھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ ایمان لے آئیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور لیکن ان میں اکثر وہ ہیں جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن مقرر کر دیئے ہیں جو شیاطین ہیں انسانوں میں سے اور جنات میں سے ان میں بعض بعض کو

اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

ایسی باتوں کا وسوسہ ڈالتے ہیں جو بظاہر اچھی لگتی ہیں وہ یہ کام دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اگر تیرا رب چاہے تو یہ لوگ یہ کام نہ کریں، سو چھوڑ دیجئے ان کو

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

اور ان باتوں کو جو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور تاکہ وہ اسے پسند کریں،

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور تاکہ وہ مرتکب ہو جائیں ان کاموں کے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔''

ایمان والوں کے شاید کے جواب:

آیت ۱۱۱: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ ۔جیسا کے وہ مطالبہ کرتے ہیں۔لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ ۔وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى جیسا کہ وہ کہتے ہیں فأتوا بآبائنا ۔وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ ہم جمع کر دیں۔ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا جو ہم نے ان کو بشارت دی اس کی ذمہ دار اور جس سے ڈرایا اس کی کفیل۔قبلا جمع قبیل بمعنی کفیل۔قراءت: قبلا مصدر شامی اور مدنی نے پڑھا۔اس کا معنی سامنے دونوں صورتوں میں حال کی وجہ سے منصوب ہے۔مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ان کا ایمان پس وہ ایمان لائیں یہ ایمان والوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ شاید وہ اس نشانی کے آنے پر اسلام قبول کر لیں۔وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے جب ان کو مطلوبہ نشانی بھی مل جائے۔

وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے:

آیت ۱۱۲: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا جس طرح مشرکین تمہارے دشمن بنے ہیں اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کے بھی دشمن

بنے ہوئے تھے۔اس لئے کہ اس میں آزمائش ہے جس کی وجہ سے ثبات واستقلال اور صبر وآخرت کا ثواب واجر ظاہر ہوتا ہے۔ شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ۔ نحو : یہ عدواً سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔یا یہ مفعول اول ہے اور عدواً مفعول ثانی ہے۔یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ شیاطین جن،شیاطین انس کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں۔اسی طرح جنات ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں انسانی شیطان مجھ پر جنی شیطان کی نسبت زیادہ بھاری ہے کیونکہ تعوذ سے جنی شیطان فرار اختیار کرتا ہے اور انسانی شیطان میرے پاس آ کر مجھے سرعام گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرناء السوء شر من شیاطین الجن کہ برے ساتھی شیاطین جن سے بدتر ہیں۔ (ابن کثیر بنحوہ) زُخْرُفَ الْقَوْلِ مزین شدہ بات۔ وسوسہ اور گناہ پر ابھارنا۔ غُرُوْرًا دھوکہ فریب۔ یہ مفعول لہٗ ہے۔وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ یعنی اشارہ کرنا۔مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شیاطین کو وسوسہ سے روکنا چاہتا تو روک سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے امتحان لیا جو ثواب کے لحاظ سے کثیر اور عظیم تر ہے۔فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ آپ پر اور اللہ تعالیٰ پر پس اللہ تعالیٰ ان کو رسوا فرمائیں گے۔اور تمہیں بدلہ دیں گے اور نصرت فرمائیں گے۔

وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر ادھر جھکیں:

آیت ۱۱۳: وَلِتَصْغٰۤی اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تا کہ ملمع سازی والی بات کی طرف کفار کے دل مائل ہوں۔ اس کا عطف غُرُوْرًا پر ہے۔یعنی تا کہ وہ دھوکہ میں مبتلاء ہوں اور اس کی طرف مائل ہوں۔وَلِیَرْضَوْهُ تا کہ وہ اسے اپنے نفسوں کے لئے پسند کریں۔وَلِیَقْتَرِفُوْا مَاھُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ یعنی گناہ۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ

''تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والوں کو تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ سو آپ شک کرنے والوں میں سے

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ

نہ ہو جائیں اور آپکے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پورے ہو گئے اس کے کلمات کو کوئی بدلنے

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

والا نہیں، اور وہ سننے جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ بات مان لیں ان میں سے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکادیں گے۔ وہ نہیں اتباع کرتے مگر گمان کا اور وہ صرف اٹکل پچو باتیں

يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور اللہ ہدایت پر چلنے والوں کو

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

خوب جانتا ہے۔''

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے:

آیت ۱۱۴: اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حکم وفیصل تلاش کروں جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور حق پرست اور باطل پرست کو الگ کر دے۔ وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا یہ کتاب سے حال ہے اس میں حق و باطل کا الگ الگ امتیاز کیا گیا۔ اور میری صداقت کی گواہی دی گئی اور تمہارے متعلق افتراء کی گواہی موجود ہے۔ پھر اس کی مزید تاکید اس طرح کی کہ قرآن کی حقانیت کا علم تو اہل کتاب کو بھی ہے کیونکہ قرآن تورات و انجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور بنیادی مضامین میں ان کے موافق ہے۔ (پس قرآن کی سچائی واضح ہو گئی) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یعنی عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (بتشدید الزاء)

شامی اور حفص نے پڑھا۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اے سامع اس کے متعلق شک کرنے والوں میں دوسری تفسیر یہ کہ تم ہرگز اس میں شک نہ کرو۔ کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا برحق کلام ہے۔ ان کی اکثریت اگر انکار کرتی ہے تو ان کے انکار کی وجہ سے تم شک میں نہ پڑو۔

قرآن صدق وعدل میں کامل ہے:

آیت ۱۱۵: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ جو اس نے کلام فرمایا۔ قراءت: حجازی، شامی اور ابوعمرو نے کلمات ربك پڑھا ہے۔ کامل ہے جو اس نے خبر دی اور امر و نہی میں سے جو احکام جاری فرمائے اور جو وعدہ اور وعید دی صِدْقًا سچائی کے اعتبار سے وعدہ اور وعید میں۔ وَّعَدْلًا عدل پر مبنی ہے اس کا امر و نہی۔ نحو: یہ دونوں تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یا حال کی بناء پر لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ کوئی ایسا نہیں جو ان میں سے کسی چیز کو ذرہ بھر بدل سکے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ ان کے اقرار کو جو اقرار کریں۔ الْعَلِيْمُ ان کے اصرار کو جو اصرار کرتے رہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے ان کے اقوال کو سننے والا اور ان کے ضمائر مخفیہ کو جاننے والا۔

کفار گمان کے پیرو ہیں:

آیت ۱۱۶: وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ یعنی کفار کو کیونکہ وہ زیادہ ہیں۔ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس کے دین سے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ان کا یہ گمان کہ ان کے آباء حق پر تھے سو یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فلاں چیز حلال اور فلاں چیز حرام کی۔

اللہ سچے مؤمن اور کافر کو جانتا ہے:

آیت ۱۱۷: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ یعنی وہ کفار اور مومنین کو جانتا ہے۔
نحو: مَنْ یہ ابتداء مرفوع ہے لفظاً استفہام ہے اور اس کی خبر یضل ہے۔ اور جملہ یعلم مقدر کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اعلم مقدر نہیں۔ کیونکہ افعل کا صیغہ ظاہراً منصوب اسم کو نصب نہیں دیتا مجرور کر دیتا ہے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ تقدیر اعلم بمن یضل وہ گمراہوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ باء اس کے بعد لایا گیا ہے بالمهتدين۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا

سو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو، اور تمہارے لیے

لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ

اس کا کیا باعث ہوسکتا ہے کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا حالانکہ اس نے تمہیں تفصیل سے بتا دیا ہے جو تم پر حرام کیا

عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ

گیا۔ مگر اس صورت میں کہ تمہیں سخت مجبوری ہو۔ بلاشبہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ذریعہ بغیر علم کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ

گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے آگے بڑھنے والوں کو، اور چھوڑ دو ظاہری

الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

گناہ اور باطنی گناہ، بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

دیا جائے گا۔ اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اور بے شک وہ گناہ ہے

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

اور بلاشبہ شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تا کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

تو بے شک تم مشرک ہوجاؤ گے۔''

حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے:

آیت ۱۱۸: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ اس آیت میں ان گمراہ لوگوں کی اتباع کے انکار کا سبب ذکر کیا گیا۔ جو خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے اے مسلمانو تم زعم رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ جس کو اللہ تعالیٰ مارے وہ اس کی بنسبت زیادہ حق دار ہے جس کو تم مارو۔ پس

اس آیت میں مسلمانوں کو کہا گیا اگر تم سچا ایمان رکھتے ہو تو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام بوقت ذبح لیا گیا اس کو کھاؤ۔ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس کو مت کھاؤ۔ یا اپنی موت مرے ہوئے جانور کو مت کھاؤ۔

جو خواہشات سے حلال وحرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں:

آیت ۱۱۹: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا اس میں ما مبتداء اور لکم اس کی خبر ہے یعنی نہ کھانے میں تمہاری کیا غرض ہے۔ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ اس نے تمہیں بیان کر دیا۔ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اس سے جو اس نے حرام نہیں کیا۔ اپنے اس ارشاد سے حرمت علیکم المیتۃ (المائدہ ۳)

قراءت: کوفی قراء حفص کے علاوہ فُصّل ' حُرّم پڑھتے ہیں۔ مدنی اور حفص نے دونوں کا فتحہ پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے ضمہ پڑھا ہے۔ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ اس میں سے جو تم پر حرام کیا گیا۔ وہ ضرورت کے وقت تم پر حلال ہے جبکہ سخت بھوک میں کھانے کی ضرورت پڑ جائے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ۔ قراءت: کوفی قراء نے یضلون پڑھا۔ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی گمراہ ہوتے ہیں پس اپنی خواہشات' شہوات سے حرام کرتے ہیں اور حلال کرتے ہیں۔ شریعت کا اس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ جو حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

علانیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو:

آیت ۱۲۰: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ جو علانیہ اور پوشیدہ ہیں دوسری تفسیر دو کانوں میں زنا اور خفیہ سہیلیاں تیسری تفسیر شرک جلی و خفی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ یوم قیامت میں بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ جو دنیا میں کماتے ہیں۔

حرمت متروک التسمیہ عمداً:

آیت ۱۲۱: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ذبح کے وقت۔ وَاِنَّهٗ اور اس کا کھانا لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ وہ وسوسہ ڈالتے ہیں۔ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ یعنی مشرکین۔ لِيُجَادِلُوْكُمْ اپنے قول سے۔ نہ کھاؤ اس کو جس کو اللہ نے ہلاک کیا ہو۔ اور اس کو کھاؤ جس کو اپنے ہاتھوں سے تم ذبح کرتے ہو یہ آیت متروک تسمیہ کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔ البتہ نسیان والی حالت حدیث کی وجہ سے اس میں خاص کر لی گئی ہے یا بھولنے والے کو تقدیراً ذاکر کہہ کر حکم بیان کیا گیا۔ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ ان کو حلال کرنے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۔ کیونکہ جس نے غیر اللہ کی پیروی اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلے میں کی گویا اس نے شرک کیا۔ دین دار کا حق یہ ہے کہ جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھائے۔ اس لئے کہ آیت میں انتہائی شدت سے یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ آیت کی ابتداء میتہ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا ہو جیسا فرمایا: اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ (الانعام:۱۴۵) واؤ، و انه لفسق میں حال کے لئے ہے۔ کیونکہ جملہ اسمیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف مستحسن نہیں ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے ولا تاکلوا منه حال کونه فسقا اور تم اس سے مت کھاؤ اس حال میں کہ وہ فسق ہے۔ الفسق کا لفظ مجمل ہے۔ پس اس ارشاد سے وضاحت فرمائی: اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ (الانعام:۱۴۵) اب تقدیر عبارت اس طرح ہوگئی۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

''جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لیے ایسا نور مقرر کر دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا یہ اس شخص کی

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

طرح ہوسکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ان کے لیے اسی طرح

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ

مزین کر دیئے گئے، اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑوں کو مجرم بنا دیا۔ تا کہ وہ اس میں مکر کریں

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور وہ صرف اپنی ہی جانوں کے ساتھ مکر کرتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے''

ولا تا کلوا منه حال کونه مهلًا لغیر اللّٰه به نہ کھاؤ اس سے اس حال میں کہ اس پر غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پس اس کے علاوہ عمومی آیات سے حلال قرار پائیں گے۔ ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے قل لا اجدُ (الآية الانعام ۱۴۵) پس ظاہری لفظ سے عدول ہوا۔

مؤمن تو نورِ ایمان وحکمت سے پُر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے:

آیت ۱۲۲: اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ کافر تھا ہم نے اس کو ہدایت دی کیونکہ ایمان دلوں کی زندگی ہے۔ مَّيِّتًا مدنی نے پڑھا۔ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ وہ اس سے روشنی حاصل کرنے والا ہے۔ اس سے مراد یقین ہے۔ یعنی اس کی حالت فِي الظُّلُمٰتِ ان میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ ان سے جدا ہونے والا نہ ہو اور نہ چھوٹنے والا ہو۔ نحو : یہ حال ہے بعض نے کہا۔ اس سے مراد حمزہ اور ابوجہل ہیں۔ مگر صحیح تر بات یہ ہے کہ آیت ہر اس شخص کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو اور ہر ایسے شخص کے لئے ہے جس کے حصہ میں گمراہی آئی ہو۔ عام اور شامل ہے پس اس سے واضح کر دیا ہدایت یافتہ کی مثال اس مردہ کی ہے جو زندہ کر دیا جائے اور روشن ہو کر لوگوں میں اپنے نورِ حکمت و ایمان سے چل پھر رہا ہو۔ اور کافر کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایسے اندھیروں میں پھنس چکا جن سے چھٹکارا میسر نہ ہو۔ كَذٰلِكَ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان مزین کیا گیا زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی تزیین سے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے زینا لهم اعمالهم (النمل ۴) مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی ان کے اعمال

اقتدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں:

آیت ۱۲۳: وَكَذٰلِكَ یعنی جیسا ہم نے سرداران مکہ کے سلسلہ میں کہا کہ وہ اس میں تدابیر کر لیں۔ جَعَلْنَا ہم نے بنا دیا۔ فِيْ

وقف لازم

وقف منزل

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ

''اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو ایسی چیز نہ دی جائے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی،

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

اللہ جانتا ہے جہاں اپنے پیغام کو بھیجے۔ عنقریب ان لوگوں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ

عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔'' ''سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے

يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

اس کے سینہ کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے بارے میں یہ ارادہ فرمائے کہ اسکو گمراہ فرمائے اس کے سینہ کو تنگ

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہے ایسے ہی ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا تاکہ وہ اس میں لوگوں پر زبردستی کریں اور معاصی پھیلائیں۔ اہلسنّت کے ہاں یہ لام اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ لام عاقبت نہیں۔ اکابر کو خاص کیا گیا مراد اس سے رؤساء ہیں۔ کیونکہ جن کے پاس اقتدار اور وسعت مالی ہوتی ہے وہ دوسروں کی بنسبت زیادہ کفر و مکر کی دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض (الشوریٰ ۲۷) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ کیونکہ ان کا مکرانہی پر الٹ دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ کہ وہ ان کا مکران پر واپس کرنے والا ہے۔

نحو : یہ مفعول اول ہے اور فی کل قریة دوسرا مفعول ہے اور مجرمیها یہ اکٰبِرَ سے بدل ہے یا اول مفعول مجرمیها مفعول دوم اکٰبِرَ تقدیر عبارت اس طرح ہے مجرمیها اکٰبِرَ۔

شانِ نزول : آیت ۱۲۴: جب ابوجہل نے یہ بات کہی کہ ہم نے بنوعبد مناف کے ساتھ شرف و مرتبہ میں مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ہم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح بن گئے۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے۔ جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس وقت تک راضی نہ ہونگے اور نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اس طرح وحی آ جائے جس طرح ان پر اترتی ہے۔ تو یہ آیت اتری۔ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ یعنی اکابر اٰيَةٌ معجزہ یا قرآن مجید کی آیت جس میں ان کو ایمان کا حکم دیا گیا۔

احتجاجِ کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ وہ نشانیاں دی جائیں۔ جو انبیاء کو دی گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں۔ جو نبوت کے لائق ہیں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ مکی اور حفص نے اسی طرح پڑھا اور دیگر قراء نے رسالاتہ پڑھا ہے۔ نحو : حیث مفعول بہ اور عامل محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے یعلم موضع رسالته وہ اپنے پیام کی جگہ جانتا ہے۔ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ان کے اکابر میں سے صَغَارٌ ذلت و رسوائی عِنْدَ اللّٰهِ قیامت کے دن وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ دونوں جہانوں میں جیسے قتل و قید عذاب، نار بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ دنیا میں۔

ہر دِل نورِ ایمان و نبوت کے قابل نہیں:

آیت ۱۲۵: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اس کو وسعت دیتا ہے اور اس کے دل کو منور کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل النور فی القلب انشرح و انفتح (جب نور ایمان دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے) آپ سے عرض کی گئی قیل ما علامته ذلك؟ اس کی علامت کیا ہے قال الا نابة الی دار الخلود والتجافی عن دار الغرور والا ستعداد للموت قبل نزول الموت۔ کہ ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور دھوکہ کے گھر سے لاتعلقی اور موت کی آمد سے قبل اس کی تیاری (ابن جریر ج:۸) بیہقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) وَمَنْ يُّرِدْ یعنی اللہ تعالیٰ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا۔

قراءت ونحو:

مکی نے ضیقًا اور حرجا کو حرجًا ضیقًا کی صفت قرار دیکر مدنی وابوبکر نے پڑھا معنی انتہائی تنگ۔ دوسرے قراء نے حَرَجًا پڑھا مصدر کی صفت قرار دیا۔ كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ گویا اس کو آسمان میں چڑھنے کی تکلیف دی گئی ہے جبکہ اس کو اسلام کی دعوت دی ہے یہ ضیق صدره عنه سے لیا گیا ہے تنگ آ جانا۔ دوسری تفسیر ضاقت علیه الارض اس پر زمین تنگ ہو گئی۔ پس اس نے آسمان کی طرف چڑھنے والی سیڑھی منگوائی۔ تیسری تفسیر بے رائے آدمی کی طرح اور ہوا میں اس کا دل اڑنے والا پرندہ ہے۔ قراءت: مکی نے یصاعد پڑھا اس کا اصل یتصاعد ہے۔ باقی قراء نے یصّعّد پڑھا۔ اور اس کا اصل یتصعّدُ ہے۔ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عذاب آخرت اور دنیا میں لعنت۔ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے۔ ارادۂ معاصی کے سلسلہ میں۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

''اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بے شک ہم نے واضح طور پر ان لوگوں کے لیے آیات بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ

ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس، اور وہ جو اعمال کرتے ہیں ان کے سبب اللہ ان کا مددگار ہے، اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ

ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنات کی جماعت تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کر لیا۔ اور انسانوں میں

اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں بعض نے بعض سے نفع حاصل کیا۔ اور ہم پہنچ گئے اس مقررہ میعاد کو

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمائی۔ فرمانِ خداوندی ہوگا کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سوائے اس کے جسے اللہ چاہے،

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا

بے شک تیرا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ولی بناتے ہیں بہ سبب ان کے

۱۵ع/۲ كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اعمال کے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ سیدھی راہ ہے، شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے:

آیت ۱۲۶: وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ یعنی وہ طریقہ جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے شرح صدر فرما دیتے ہیں جس کی وہ ہدایت کا ارادہ فرمائیں اور جس کی گمراہی کا ارادہ کریں اس کے لئے تنگ کر دیتا ہے۔ مُسْتَقِيْمًا عدل والا، چلتا ہوا راہ یہ حال مؤکد ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں:

آیت ۱۲۷: لَهُمْ: اس نصیحت کو قبول کرنے والے لوگوں کے لئے دَارُ السَّلٰمِ اللہ کا گھر ہے یعنی جنت اپنی ذات کی طرف اضافت اس کی عظمت بتانے کے لئے ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے ہر آفت اور گدلے پن سے محفوظ۔ تیسری تفسیر۔ سلامتی والا گھر۔

اس کا نام دارالسلام اس ارشاد کی وجہ سے ہے: وتحیتهم فیها سلام (یونس) الا قیلا سلما سلمًا (الواقعة ۲۴) عِنْدَ رَبِّهِمْ اس کی ضمان میں۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ان کے محبّ یا دشمنوں کے خلاف مددگار۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کے اعمال کے بدلے۔ دوسری تفسیر ان کے اعمال کی جزاء کا متولی ہے۔ قول دیگر وہ دنیا میں ہمارا ولی توفیق اعمال کے سبب ہے اور آخرت میں امید پوری کردینے کے سبب۔

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعترافِ مجرمین:

آیت ۱۲۸: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا حفص نے یاء کے ساتھ پڑھا۔ اور نافع ابن کثیر ابوعمرو ابن حمزہ نے نحشرھم پڑھا ہے یعنی اذ کر یوم نحشرھم یاویوم نحشرھم قلنا یٰمعشرا لجن اس دن ہم ان کو جمع کر کے کہیں گے اے گروہ جن۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور ان کو اپنا پیرو بنایا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ استکثر الامیر من الجنود۔ امیر نے لشکروں کو تابع بنایا۔ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وہ جنہوں نے ان جنات کی اطاعت کی اور ان کے وسوسہ کی طرف کان لگایا۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ یعنی انسانوں نے شیاطین سے نفع اٹھایا۔ اس طرح کہ ان کی راہنمائی شہوات اور اس کی طرف پہنچنے والے اسباب کی طرف کی اور جنات سے انسانوں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ انسانوں کو اپنا مطیع بنایا۔ اغواء کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کو اپنا معاون ودست وبازو بنایا۔ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا وہ اس سے یوم بعث مراد لے رہے ہیں اور اس کلام میں ان سے جو شیاطین کی اطاعت اور خواہشات کی اتباع اور تکذیب بعث اور اپنی حالت پر افسوس وغیرہ پایا گیا۔ اس کا اعتراف ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ تمہارا ٹھکانہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ۔ **نحو**: یہ حال ہے اور اضافت کا معنی اس میں عامل ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان دابر ھٰؤلاء مقطوع مصبحین (الحجر:۶۶) پس مصبحین ھؤلاء سے حال ہے۔ اور حال میں اضافت کا معنی عامل ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی مخالطت اور ملانا ہے۔ مثوٰی عامل نہیں ہے۔ کیونکہ مکان کسی چیز میں عامل نہیں ہوتا۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وہ ابدالآباد تک آگ میں رہیں گے۔ مگر جو چاہے اللہ یعنی وہ اوقات جس میں وہ سعیر کے عذاب سے زمہریر کے عذاب میں منتقل ہونگے۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ اس معاملہ میں جو وہ اپنے اولیاء اور اعداء سے کرتا ہے۔ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے ان کے اعمال کو پس تمام کو ان کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز:

آیت ۱۲۹: وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا آگ میں ان کو ایک دوسرے کے پیچھے لگادیں گے۔ دوسری تفسیر ایک دوسرے پر مسلط کردیں گے۔ تفسیر دیگر۔ ایک دوسرے کا دوست بنادیں گے۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر ومعاصی کمائے۔ پھر ان کو قیامت کے دن توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے وہ میرے احکام بیان کرتے

اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنی جانوں پر

اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

گواہی دیتے ہیں، اور ان کو دنیا والی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا۔ اور وہ اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا

کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کے سبب ہلاک کرنے والا نہیں ہے اس حال میں کہ وہاں کے لوگ

غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں، اور تیرا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو کام وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

کرتے ہیں۔ اور تیرا رب غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے جس کو چاہے

مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾ؕ اِنَّ مَا

آباد کر دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسری قوم کی نسل سے پیدا فرمایا۔ بلاشبہ جس کا

تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى

تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ فرما دیجئے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر

مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ

عمل کرتے رہو بلاشبہ میں عمل کر رہا ہوں، سو عنقریب جان لو گے کہ کس کے لیے ہے اس عالم کا انجام کار،

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾

بے شک کامیاب نہیں ہوتے ظالم لوگ۔''

رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی:

آیت ۱۳۰: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ضحاک سے منقول ہے جنات کی طرف ان میں سے رسول بھیجے جس طرح انسانوں کی طرف ان میں سے کیونکہ وہ انہیں سے مانوس ہیں۔اور ظاہری نص اسی کی مؤید ہے۔
دوسرے علماء کا قول یہ ہے رسول فقط انسانوں میں آئے۔ باقی یہاں رُسُلٌ مِّنْكُمْ کا لفظ اس لئے بولا کہ خطاب میں جن وانس دونوں کو جمع کیا گیا ہے اور ایسے مواقع پر درست ہے اگر چہ رسول ایک میں سے ہوں۔جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان (الرحمان ۲۲) ایک اور قول یہ ہے کہ ان کے رسل سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے مراد ہیں۔جیسا دوسرے ارشاد میں ولّوا الی قومهم منذرين (الاحقاف ۲۹) يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ میری کتابیں تم پر پڑھتے۔وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا یعنی قیامت کا دن قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا ہم پر حجت کے لازم ہونے اور انبیاء کے پیغامات پہنچ جانے سے وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ رسل کے ساتھ۔

خبردار کئے بغیر عذاب نہیں آتا:

آیت ۱۳۱: ذٰلِكَ یہ اشارہ اس طرف ہے جو پہلے گزرا کہ ان کی طرف بعثت رسل ہوئی یہ محذوف مبتداء کی خبر ہے۔یعنی الامر ذلك۔ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ یہ تعلیل ہے یعنی بات اسی طرح ہے جو ہم نے تم پر بیان کر دی اس لئے کہ یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ تیرا رب کسی بستی کو ظلم کے سبب ہلاک کر دے۔اس طور پر کہ اَنْ مصدر یہ ہو۔دوسرا قول ان محففه من المثقله بھی ہوسکتا ہے۔مطلب یہ ہے کیونکہ حالت اور بات یہ ہے۔کہ تیرا رب ظلم سے کسی بستی کو ہلاک کرنے والا نہیں اس ظلم کے سبب جس کا انہوں نے ارتکاب کیا یا اس حال میں وہ ظلم کرنے والا ہوتا اگر رسول اور کتاب کے ذریعہ خبر دار کرنے کے بغیر غفلت کی حالت میں ان کو ہلاک کر دیتا۔حالانکہ اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔

ائمہ کا استدلال:

آیت ۱۳۲: وَلِكُلٍّ تمام مکلفین کے لئے دَرَجٰتٌ مراتب مِّمَّا عَمِلُوْا ان کے اعمال کے بدلے میں سے۔آیت سے استدلال ہے امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ جنات کو بھی ان کی اطاعت پر ثواب ہے۔کیونکہ ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اس کو بھولنے والا۔شامی قراء نے تعملون پڑھا ہے۔

وہ بے نیاز رحیم ہے:

آیت ۱۳۳: وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ بندوں اور ان کی عبادت سے ذُو الرَّحْمَةِ ان پر تکالیف کے ذریعہ تا کہ دائمی منافع کے لئے ان کو تعریض کیا جائے۔اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اے ظالمو وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ مطیع مخلوقات سے كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ دوسری قوم کی اولاد سے جو تمہاری حالت پر نہ تھے اور وہ کشتی نوح علیہ السلام والے لوگ تھے۔

بعث ہوگا مر کر چھوٹ نہیں سکتے:

آیت ۱۳۴: اِنَّمَا ما بمعنی الذی ہے۔ تُوْعَدُوْنَ یعنی بعث اور حساب اور ثواب وعقاب لَاٰتٍ یہ انّ کی خبر ہے۔یعنی

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا

''اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کر دیا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں، سو انہوں نے

هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا

اپنے خیال سے یوں کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو ان کے معبودوں کے لیے ہے وہ اللہ کیطرف

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ

نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ انکے شرکاء کیطرف پہنچ جاتا ہے یہ لوگ برا

مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

فیصلہ کرتے ہیں۔''

لَاٰتٍ ضروری ہونے والی ہے۔ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ آگے بڑھ جانے والے۔ یہ ان کے اس قول کی تردید ہے جو زبان زدعام تھا من مات فقد فات جو مر گیا وہ گزر گیا۔

انذار کا لطیف انداز:

آیت ۱۳۵: المكانة مصدر ہوتا ہے۔ محاورہ مَكُنَ مَكَانَةً جب وہ اس پر پورا قابو پالے اور مکان کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے مکان و مکانةٌ مقام و مقامة اور ارشاد الٰہی قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اس میں احتمال یہ ہے کہ مطلب یہ ہو تم کام کرو اپنے معاملہ میں قدرت کی حد تک اور اپنی انتہائی استطاعت اور امکان کی حد تک اور تم اپنے انداز اور اس حال کے مطابق عمل کرو۔ جس پر تم ہو۔ آدمی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کو اپنی حالت پر ثابت قدمی کا حکم دیا جائے۔ علی مکانتك یافلان یعنی تو ثابت قدم رہ جس پر تو ہے۔ اِنِّيْ عَامِلٌ اپنے اس مرتبے پر جس پر ہوں یعنی تم اپنے کفر اور میرے متعلق عداوت پر قائم رہو۔ پس میں اسلام پر ثابت اور قائم ہوں اور تمہاری ایذاؤں پر یہ تہدید اور وعید ہے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ یعنی عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کے لئے اچھا انجام ہے۔ یہ انذار کا لطیف طریقہ ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی کافر۔ قراءت۔ ابوبکر نے ہر جگہ مکاناتکم پڑھا حمزہ و علی نے یکون پڑھا مَن جب التی کے معنی میں ہوگا تو محل رفع میں ہوگا اور فعل علم کو اس کے معلق فرمایا یا یہ منصوب ہوتا ہے جب یہ الذی کے معنی میں ہو۔

کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت:

آیت ۱۳۶: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا یعنی بتوں کے لئے حصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی

دلالت پر اکتفا کیا گیا۔ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۔قراءت: علی نے بزُعمهم پڑھا اور اسی طرح مابعد بھی ۔یعنی زعموا انه للّٰه حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو حکم نہیں دیا اور نہ ان کے لئے وہ تقسیم جائز تھی۔ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ یعنی ان مصارف میں نہ مل سکتا جن میں وہ اس کو صرف کرتے تھے ۔یعنی مہمانوں کی میزبانی اور مساکین پر صدقہ ۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ان کے خرچہ جات میں صرف کر لیتے اور ان کے سادھوؤں کو جاری کر دیتے روایت میں مذکور ہے کہ وہ بعض چیزوں جیسے کھیتی اور جانوروں کے بچے اور ان دونوں میں سے کچھ اشیاء اپنے معبودوں کے لئے جب وہ دیکھتے کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ عمدہ اور بڑھنے والا ہے تو رجوع کر کے اصنام کے لئے مقرر کر دیتے اور جب بتوں والا حصہ بڑھا ہوا ہوتا تو اس کو ان کے لئے ہی چھوڑ دیتے ۔اور زبان سے کہہ دیتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ حالانکہ یہ حرکت اپنے معبودوں سے محبت کی بناء پر تھی ۔اور ان کو ترجیح اور اہمیت دینے کی وجہ سے تھی۔

اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اضافے والا حصہ ان کے نام پر مقرر کیا جائے۔ کیونکہ اسی نے تو وہ پیدا کیا۔ پھر ان کی اس قبیح حرکت کی اس طرح مذمت فرمائی۔سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کو ترجیح دیکر۔ اور ان کا عمل غیر مشروع چیزوں پر ہے۔ مَا موضع رفع میں ہے یعنی ساء الحکم حکمهم ان کا فیصلہ بدترین ہے۔ یا منصوب ہے یعنی ساء حکمًا حکمهم حکم کے لحاظ سے برا ہے ان کا حکم۔

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ

"اور اسی طرح مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے اولاد کا قتل کرنا مزین کر دیا

لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ

تا کہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور تا کہ وہ ان پر ان کے دین کو رلا ملا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ

سو آپ ان کو اور جو کچھ وہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑیے۔ اور ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق یوں کہا کہ یہ مویشی ہیں اور کھیتی ہے، جس پر پابندی ہے

لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا

اس کو بس وہی لوگ کھائیں گے جن کو ہم چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پشتیں حرام کی گئی ہیں۔

وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم

اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے عنقریب وہ انہیں سزا دیگا۔

بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ

بسبب اس کے کہ وہ افتراء کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے

لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ

خالص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اور اگر وہ مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا

سو وہ انہیں عنقریب اس بات کی سزا دیگا جو بیان کرتے ہیں، بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔ بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے

أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر علم کے قتل کیا اور اللہ نے انہیں جو رزق عطا فرمایا اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اسے حرام

اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٤٠﴾　الربع

قرار دیدیا بے شک وہ لوگ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت پر چلنے والے نہیں ہیں۔"

مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ:

آیت ۱۳۷: وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی جس طرح ان کے لئے مزین کیا۔ اموال کے حصے بنانا مزین کیا گیا اسی طرح لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا بھی مزین کیا گیا۔ قَتْلَ یہ زیّن کا مفعول ہے۔ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ یہ زیّن کا فاعل ہے۔
قراءت: زُيّن زاء کا ضمہ قتل کی لام پر ضمہ۔ اولادھم کی دال پر نصب شرکاءھم کی ہمزہ مکسور پڑھی شامی نے قتل کی اضافت شرکاء کی طرف کی مراد اس سے شیاطین ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ بغیر ظرف کے ہے اور وہ مفعول ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے زين لكثير من المشركين قتل شركائهم اولادهم۔ بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکاء کا ان کی اولاد کو قتل کرنا مزین کیا گیا۔ شرکاء سے مراد شیاطین ہیں۔ لِيُرْدُوْهُمْ تا کہ وہ ان کو اغواء سے ہلاک کریں۔ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ تا کہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کر دیں اور ان کا اصل دین تو اسماعیل علیہ السلام کا تھا یہاں تک کہ وہ اس سے پھسل گئے اور شرک میں جا پڑے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ اس میں واضح دلیل ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ جو وہ افتراء باندھتے تھے یا مصدر کا معنی ان کے افتراء کو کیونکہ اس افتراء کا ضرر ان کو پہنچے گا نہ کہ ہمیں۔

افتراء پردازی کے مزید نمونے:

آیت ۱۳۸: وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ بتوں کے لئے حِجْرٌ حرام ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔ جیسا ذبح بمعنی مذبوح، طحن بمعنی مطحون اور اس صفت میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع برابر ہیں کیونکہ اس کا حکم اسماء کا ہے جو صفت نہیں ان کا طرز عمل یہ تھا کہ جب وہ بعض اشیاء اپنی کھیتی اور چوپاؤں میں اپنے الٰہ کے نام معین کر لیتے تو وہ کہتے لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ من نشاء سے وہ بتوں کے خدام اور فقط مرد عورتیں مراد لیتے تھے۔ الزعم گمان سے کوئی بات کہنا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وہ بحیرہ، سائبہ، حام تھے۔ وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا ذبح کی حالت میں وہ ان پر بتوں کا نام لیتے۔ افْتِرَآءً عَلَيْهِ یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے یعنی انہوں نے اپنے چوپاؤں کی تقسیم اس طرح کی۔ نمبر ۱۔ حجر۔ نمبر ۲۔ جن پر سواری نہ کی جائے۔ نمبر ۳۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ ان تمام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور افتراء پردازی کے کر دی۔ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ یہ وعید ہے۔

ایجاد کردہ مصنوعی شرائط:

آیت ۱۳۹: وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وہ بحائر اور سوائب کے بچوں کے متعلق کہا کرتے تھے جو زندہ پیدا ہو وہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور جو مردہ پیدا ہو اس میں مرد عورتیں شریک ہوتے۔ نحو: خالصةٌ کا لفظ مؤنث ہے حالانکہ وہ ما کی خبر ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے ایسا کہا گیا کیونکہ ما یہ اجنۃ کے معنی میں ہے۔ لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے محرم کو مذکر لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خالصۃ کی تاء نسابۃ کی طرح مبالغہ کیلئے ہے۔ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً یعنی اگر وہ بچہ جو اسکے پیٹ میں ہو مردہ ہو: قراءت: ابوبکر وان تكن ميتة پڑھا یعنی ان تكن الاجنة ميتة اور شامی نے ان تكن ميتة کان تامہ قرار دیکر پڑھا مکی نے ان يكن ميتة فعل کے مقدم ہونے کی بناء پر پڑھا۔ فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ میں ضمیر کو مذکر لایا گیا۔ کیونکہ میتہ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

"اور وہ وہی ہے جس نے باغیچے پیدا فرمائے جو چڑھائے جاتے ہیں چھپریوں پر اور ایسے بھی ہیں جو چھپریوں پر نہیں چڑھائے جاتے، اور پیدا فرمائے کھجور کے درخت اور کھیتی جس میں

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ

مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہیں اور پیدا فرمایا زیتون کو اور انار کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور غیر مشابہ بھی ہیں۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ

کھاؤ ان کے پھلوں سے جبکہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن اس کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝۱۴۱ۙ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا

فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا اور اس نے چوپاؤں میں سے ایسے جانور پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور ایسے جانور بھی جو

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں عطا فرمایا اس میں سے کھاؤ، شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا

مُّبِیْنٌ ۝۱۴۲ۙ

دشمن ہے۔"

ہر مردہ کو کہا جاتا ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث گویا اس طرح کہا گیا وان یکن میت فھم شرکاء۔ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ انکے حلال وحرام میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہنے کی سزا۔ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ انکے سزا دینے میں عَلِیْمٌ انکے اعتقاد کو۔

یہ تمام حماقت کے چکر ہیں:

آیت ۱۴۰: قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ وہ قید و فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرتے۔ قراءت: مکی اور شامی نے قتّلوا پڑھا ہے۔ سَفَهًا ۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ عقل کی کمی کی وجہ سے اور اس بات سے ناواقفی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کا رازق ہے وہ نہیں۔ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ بحائر وسوائب وغیرہ کے ذریعے افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ یہ مفعول لہ ہے۔ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ سیدھی راہ کی طرف۔

حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو:

آیت ۱۴۱: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ پیدا کیا جَنّٰتٍ انگوروں کے مَّعْرُوْشٰتٍ بلند چھپروں والے وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ زمین پر

چھوڑے ہوئے جن کے لئے چھپر نہیں بنائے گئے ۔ کہا جاتا ہے عرشت الکرم جب کہ اس کیلئے بلندیاں اور ٹیکیں بنا دی جائیں اور شاخوں کو ان پر موڑ دیا جائے ۔ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا رنگ' ذائقہ' حجم' خوشبو وغیرہ میں وہ حال مقدرہ ہے ۔ کیونکہ کھجور میں نکلنے کے وقت ذائقہ نہیں ہوتا ۔ جب تک کہ وہ مختلف نہ ہو جائے ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے ۔ فادخلوھا خالدین (الزمر ۷۳) اُكُلُهٗ حجازی نے اُكْلُه پڑھا ہے ۔ کھائے جانے والے پھل کو کہتے ہیں ۔ اس کی ضمیر نخل کی طرف جا رہی ہے اور الزرع بھی اس کے حکم میں شامل ہے ۔ کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے ۔ یا ہر ایک کی طرف لوٹتی ہے ۔ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا رنگ میں ۔ وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں ۔ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ ہر ایک کا پھل کھاؤ ۔ اِذَآ اَثْمَرَ کہنے کا فائدہ ہے کہ جب درخت پر پھل ظاہر ہو جائے تو کھانا مباح ہے اور یہ وہم نہ ہو کہ اس وقت کھانا صرف مباح ہے جب وہ اس کو پائے ۔ (ادائے حق شرعی سے پہلے مالک کو پھل کھانے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے) وَاٰتُوْا حَقَّهٗ اس کا عشر ۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عشر کے عام ہونے کی دلیل ہے ۔ يَوْمَ حَصَادِهٖ حصادہ حاء کے فتحہ کے ساتھ ۔ بصری شامی اور عاصم نے پڑھا ۔ باقی قراء نے حاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغتیں ہیں ۔ وَلَا تُسْرِفُوْا تمام دیکر اور عیال کو ضائع کر کے ۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔

نحو : كُلُوْا سے لے کر اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ تک جملہ معترضہ ہے ۔

آیت ۱۴۲ : وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا اس کا عطف جنات پر ہے ۔ یعنی انشأمن الانعام ما یحمل الاثقال ۔ اس نے ایسے چوپائے بنائے جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو ذبح کے لئے لٹائے جاتے ہیں ۔ یا بڑے بوجھ بردار جانور اور الفرش سے چھوٹے جیسے بھیڑ' بکری' اونٹ گائے کے بچے کیونکہ وہ قد کے لحاظ سے زمین سے قریب ہوتے ہیں ۔ جیسے فرش جو زمین پر بچھا ہوا ہو ۔ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تمہارے لئے حلال کیے ہیں ان کو زمانۂ جاہلیت کی طرح حرام مت قرار دو ۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ حرام و حلال میں اس کے طریقوں کی ۔ جیسا اہل جاہلیت کرتے تھے ۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اپنے دین کے متعلق اس کو متہم سمجھو ۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ

''آٹھ طرح کے نر اور مادہ پیدا فرمائے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، آپ فرمایئے

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

کہ اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو۔ یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں،

نَبِّـُٔوْنِىْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

پیدا فرمائے آپ فرمایئے! کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

لئے ہوئے ہیں۔ کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں اسکی وصیت فرمائی۔ سو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا، تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو

١٧ ع ٤ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

راہ نہیں بتاتا۔''

پالتو جانوروں کی اقسام ثمانیہ اور رسمی تحریمات کی تردید:

آیت ۱۴۳: ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ حمولةً و فرشا سے بدل ہے۔ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ دو جوڑے مراد مذکر و مؤنث ہیں۔ واحد کا لفظ جب اکیلا ہو تو ایک مراد ہے اور جب اس کے ساتھ اس کی جنس میں سے ہو تو پھر ان میں سے ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ دونوں زوجان کہلاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے خلق الزوجین الذکر والانثٰی (النجم ۴۵) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دال ہے ثمانیة ازواج پھر بطور تفسیر من الضأن اثنین ومن المعز اثنین۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ الضأن اور المعز جمع ضائن اور ماعز ہیں۔ جیسا کہ تاجر اور تجر۔ قراءت: مکی شامی اور ابو عمرو نے مَعَزعین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

الْاُنْثَيَيْنِ اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے۔ الذکرین سے مراد الضأن اور المعز کے مذکر ہیں۔ اور الانثیین سے الضأن اور المعز کی مؤنث مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات سے انکار مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ضأن اور معز دونوں نوع میں سے مذکر اور مؤنث کو حرام کیا ہو۔ اور نہ ہی جو حاملات کے پیٹ میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی تو مذکر چوپایوں کو حرام کرتے اور کبھی مؤنث کو اور ان کی اولاد میں جیسا کہ مذکر و مؤنث دونوں ہوتے یا کبھی ملے جلے ہوتے تو کہتے ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ان کی اس بات کا انکار کیا گیا۔

نحو : الذکرین یہ منصوب حُرّم کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ام الانثیین یعنی اَم حُرّم الانثیین اسی طرح جواما اشتملت میں ہے۔ نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ تم مجھے کسی معروف بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوالہ دے کر ثابت کرو جو اس چیز کا حرام ہونا ثابت کرے جو تم نے حرام ٹھہرائی ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا۔

چوپاؤں کی حلّت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید:

آیت ۱۴۴: وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ۔ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ ان دونوں میں سے حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ ان میں سے اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا جو ان کی مؤنثوں کے پیٹ میں ہے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا یا تم نے اپنے رب کو دیکھا جس وقت وہ تمہیں ان کی تحریم کا حکم دے رہے تھے۔ جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے تھے ادھر وہ کہا کرتے تھے کہ جس کو ہم حرام کر رہے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ تو ام کنتم شھداء کہہ کر ان پر تہکم کیا گیا کہ کیا تمہیں مشاہداتی صورت میں یہ بات معلوم ہوئی ہے جبکہ تم سرے سے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ (تو پھر تمہاری یہ بات کیونکر ممکن ہے) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا پس اس کی طرف ایسی چیز کی حرمت منسوب کی گئی جو اس نے حرام نہیں کی۔ لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی وہ لوگ جن کے کفر پر خاتمہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ یہاں جو چیزیں شمار کی جا رہی تھیں ان میں بعض کو شمار کیا اور بعض آئندہ مذکور ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ لائے۔ جو معدود سے غیر اجنبی تو نہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر چوپائے بنا کر اور ان میں منفعتیں رکھ کر احسان فرمایا جملہ معترضہ سے ان چوپاؤں کی حلت کی تاکید مقصود ہے اور وہ لائے بھی اسی لئے جاتے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ

''آپ فرما دیجئے جو کچھ میری طرف وحی بھیجی گئی میں اس میں کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ

يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا

مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو۔ کیونکہ بلاشبہ وہ ناپاک ہے۔ یا ایسی چیز کو حرام پاتا ہوں۔

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو سو جو شخص حالت اضطراری میں ہو اس حال میں کہ باغی اور حد سے آگے بڑھنے والا نہیں سو تیرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائے

الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ

اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں۔ سوائے اس کے جو ان کی پشت پر یا ان کی آنتوں پر لگی ہوئی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ٘ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

یا جو ہڈی کے ساتھ مل جائے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کو جزا دی۔ اور بے شک ہم سچے ہیں۔

تحریم صرف وحی سے ہے:

آیت ۱۴۵: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ اس وقت میں یا وحی قرآن میں کیونکہ وحی سنت میں اور بھی حرام کیے گئے۔ یا چوپائے مراد ہیں کیونکہ یہ آیت بحیرہ وغیرہ کی تردید کے سلسلہ میں ہے۔ باقی موقوذہ' متردیہ' اور نطیحہ یہ میتہ کی ہی اقسام ہیں (جن کا تذکرہ سورۂ مائدہ میں ہے) اس آیت میں خبردار کر دیا کہ تحریم اللہ تعالیٰ کی وحی اور تشریع سے ثابت ہوتی ہے۔ خواہش نفس سے نہیں۔ مُحَرَّمًا وہ حیوان جس کا کھانا حرام ہو۔ عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً مگر یہ کہ وہ حرام شئی مردار ہو۔ قراءت: ان تکون شامی' مکی' حمزہ نے تا سے پڑھا میتۃٌ شامی نے پڑھا۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون۔

مَسْئَلَہ: جو خون گوشت یا جگر یا تلی میں ہوتا ہے وہ حرام نہیں۔ اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ پلید ہے۔

فسق کہنے کی وجہ:

اَوْ فِسْقًا یہ ماقبل منصوب پر عطف ہے۔فانه رجس یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ یہ محلاً منصوب ہے اور فسقًا کی صفت ہے۔یعنی رفع الصوت علی ذبحه باسم غیر اللّٰه۔اس کو فسق اس لیے کہا کہ یہ باب فسق میں انتہاء پسندی ہے۔فَمَنِ اضْطُرَّ جب ان محرمات میں سے کسی چیز کے کھانے کی ضرورت پیش آجائے۔غَيْرَ بَاغٍ کسی مجبوری پر جو اس جیسا ہو اس کی ہمدردی کو ترک کرنے والا ہو۔وَّلَا عَادٍ اس کے کھانے میں قدر حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو۔فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اس سے مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔

یہود کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب:

آیت ١٤٦: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ یعنی جن کی انگلیاں ہوتی ہیں یا پرندہ اس میں اونٹ اور شتر مرغ بھی شامل ہے، وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ۔ یعنی ہم نے ہر ناخن والے جانور کا گوشت اور چربی حرام کردی اور اس کی ہر چیز۔اور گائے اور بکری کی صرف چربی حرام کی گئی اور وہ پردے اور گردے کی چربی ہے۔اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ مگر جو پشت پر ہو اور پہلو کے چھلکے کے ساتھ ہو۔اَوِ الْحَوَايَآ یا جو انتڑیوں پر لگی ہو حوایا کی جمع حاویا یا حویه ہے۔اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ وہ دنبہ کی چکی۔یا حرام مغز ہے۔ نحو : ذٰلِكَ یہ جَزَيْنٰهُمْ کا مفعول ثانی ہے تقدیر عبارت یہ ہے جزینا هم ذلك۔ بِبَغْيِهِمْ ان کے ظلم کے باعث۔وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اس میں جو ہم نے خبر دی اور ہم کس طرح ان کی قدر دانی کریں۔جنہوں نے اپنی معصیت کو حلال کے حرام کرنے کا ذریعہ بنایا اور ادھر ہمارے سلف کی معصیت جو تحلیل حرام کے سلسلہ میں تھی اس کے بارے میں فرمایا وعفا عنکم فالئٰن باشروهن (البقرہ ١٨٧)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرمادیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔ اور اس کا عذاب مجرموں سے نہیں ٹالا

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا

جائے گا۔''''جن لوگوں نے شرک کیا وہ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم کسی چیز

حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ

کو حرام قرار دیتے، اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ آپ فرما دیجئے

هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے۔ سو تم اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم صرف گمان کے پیچھے چلتے ہو اور صرف

اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

اٹکل سے باتیں کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے لیے ہے حجت بالغہ۔ سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت

اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ

دیدیتا۔ آپ فرما دیجئے کہ لے آؤ اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ بے شک اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار

هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ

دیا۔ سواگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں، اور آپ ان لوگوں کی خواہش کا اتباع نہ کریں جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ

ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر

۱۸ ع ۲ ۵ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع

ٹھہراتے ہیں۔''

ان کوتکذیب کی سزا ذرا ٹھہر کر ملے گی:

آیت ۱۴۷: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ اس میں جو آپ کی طرف قرآن کی وحی کی گئی۔ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ اس لئے کہ

تکذیب کرنے والوں کومہلت دیتا ہے اوران کوجلد سزانہیں دیتا۔وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ اس کا عذاب اور اس کی وسعت رحمت کے ساتھ ساتھ ہیں۔عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ جب آجائے پس اس کی وسعت رحمت کو دیکھ کرعذاب سے بےخوف نہ ہونا چاہیے۔

جوازِشرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے:

آیت ۱۴۸: سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا یہ اس کی اطلاع ہے جس کو وہ عنقریب کہیں گے۔ لَوْشَآءَ اللّٰهُ یہ کہ ہم شرک نہ کریں۔مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ لیکن اس نے چاہا۔پس یہ ہمارا عذر ہے۔مقصد اس سے یہ تھا کہ ان کا اوران کے آباؤاجداد کا شرک اوران کی وہ تحریمات جوان چیزوں میں انہوں نے کیں۔جن کواللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی۔

یہ جواب دیا کہ یہ عذرلنگ ہے:

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جس طرح یہ آپکی تکذیب کررہے ہیں۔متقدمین کی تکذیب ایسی ہی تھی اور وہ بھی اس قسم کے بہانے کرنے والے تھے۔انکواس بات نے کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ یہ بات بطوراعتقاد کے انہوں نے نہیں کہی بلکہ استہزاء کے طور پر کہی۔اور اسلئے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اپنی معذوری کیلئے حجت بنایا۔حالانکہ یہ صریحاً مردود ہے۔یہ مشیت کا اقرار نہیں۔

مشیت کا معنی:

مشیت کا معنی یہاں رضاء ہے جیسا کہ حسن بصریؒ نے کہا۔مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے آباؤاجداد کے شرک پر راضی ہے۔شرک مراد (ارادہ سے ہوتا ہے) ہے مگر وہ پسندیدہ نہیں۔کیا تم اس آیت کو نہیں دیکھتے کہ فرمایافلو شاء اللّٰہ لھداکم اجمعین۔اس میں خبر دی کہ اگر وہ ان کی ہدایت چاہتا تو وہ تمام ایمان لے آتے لیکن تمام کا ایمان نہ چاہا۔بلکہ بعض کا ایمان چاہا اور بعض کا کفر چاہا۔پس لازم ہے کہ مشیت کو اس پر محمول کیا جائے جو ہم نے ذکر کیا تاکہ تناقض دور ہو۔حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب اتارا۔قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ ایسی کوئی معروف بات جس سے تمہاری اس بات کی دلیل بن سکے۔فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا پس اس کو ظاہر کرو۔اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ کی دلیل کامل ہے:

آیت ۱۴۹: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ جوتم پر اسکی طرف سے لازم ہے اسکے اوامر ونواہی کی وجہ سے اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت کی کوئی (صحیح) دلیل موجود نہیں۔فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت چاہتا اس آیت سے معتزلہ کا دبدبہ محض باطل ٹھہرا۔

کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ:

آیت ۱۵۰: قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ لاؤ تم اپنے شہداء کو۔اورنزدیک کرو۔هَلُمَّ کے کلمہ میں واحد، جمع، تذکیر، وتانیث اہل حجاز کے نزدیک برابر ہے۔البتہ بنوتمیم اس کی مؤنث اور جمع بناتے ہیں۔الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا یعنی وہ جواپنے خیال میں حرام سمجھتے

ہیں۔فَاِنْ شَہِدُوْا فَلَا تَشْہَدْ مَعَہُمْ تو انکی گواہی تسلیم نہ کر اور نہ انکی تصدیق کر۔ کیونکہ جب اسکو تسلیم کرلیا گیا تو گویا انکی گواہی کی طرح وہ گواہی ہوگئی اور انہی میں سے بن گیا۔وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے۔تا کہ اس سے ثابت ہو جائے کہ جوشخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے وہ خواہش پرست ہے۔ اسلئے کہ وہ اگر دلیل کا پیرو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق ضرور کرتا اور اسکو وحدہٗ لاشریک جانتا۔وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وہ مشرک ہیں۔وَھُمْ بِرَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ وہ بتوں کو برابر قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْــًٔا وَّ

''آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر بتاؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ

تم کو رزق دیں گے اور ان کو بھی، اور مت قریب جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو اُن میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ

اور مت قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

تا کہ تم عقل سے کام لو، اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اسی طریقہ سے جو اچھا ہو۔

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ

یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

سے زیادہ عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کو اختیار کرو اگرچہ وہ تمہارا قرابت دار ہی ہو۔ اور اللہ کے عہد کو

اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا

پورا کرو، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

کا اتباع کرو۔ اور مت اتباع کرو دوسرے راستوں کا سو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں گے ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم

تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پرہیزگار بنو'' پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے اچھے عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہوگی۔ اور جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۴ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ع ۱۹

اور جو ہدایت ہے اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین کریں۔ اور یہ کتاب ہم نے نازل کی

مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۵۵ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ

جو بابرکت ہے۔ سو اس کا اتباع کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی

اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

سو انہیں دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے

لَغٰفِلِيْنَ ۝۱۵۶

غافل تھے

نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳:

آیت ۱۵۱: قُلْ ان لوگوں سے جنہوں نے کھیتی اور چوپائے حرام کیے۔ تَعَالَوْا یہ خاص فعل تھا۔ پھر عام استعمال ہونے لگا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بلند مقام پر کھڑا شخص وادی میں کھڑے شخص کو کہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ مطلق بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ وہ جس کو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کیا ہے۔ عَلَيْكُمْ یہ حَرَّمَ کا صلہ ہے۔ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا یہ اَنْ مفسرہ ہے۔ فعل تلاوت کی تفسیر کی جارہی ہے اور لا نہی کا ہے۔ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور تم والدین کے ساتھ احسان کرو احسان کرنا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنا بجائے خود برا سلوک و گناہ ہے۔ اور بدسلوکی تو بدترین گناہ ہے۔ اس لیے اس کو محرمات میں ذکر کیا۔ اور یہی حکم بعد والے اوامر کا بھی ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ فقر کی وجہ سے اور فقر کے خوف سے جیسا دوسری جگہ فرمایا خشية املاق (الاسراء ۳۱) نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ کیونکہ بندوں کا رزق ان کے آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہو۔ یہ الفواحش کا بدل ہے۔ وَمَا بَطَنَ اور جو اللہ اور تیرے مابین ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ مثلاً قصاص وارتداد پر قتل اور رجم زانی۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ: یعنی یہ مذکورہ تفصیلی احکامات ہیں جن کی نگہبانی کا تمہارے رب نے تمہیں تاکیدی حکم کیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُوْنَ : تاکہ تمہیں ان احکام کی عظمت اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم ہو۔
آیت ۱۵۲ :وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ :مگراس طریقہ سے جو کہ اچھا ہو اور وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو بارآور کرنے والا طریقہ ہے۔حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ :یعنی بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کردو۔اَشُدَّ: یہ شَدٌّ کی جمع ہے جیسے:فلس و افلس۔ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ :قسط کا معنی برابری اور عدل ہے۔یعنی تم ماپ تول میں برابری کرو۔ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے مراد جن سے انسان عاجز نہ رہے اس کو کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

ایک حکمت:

ماپ تول میں انصاف کا حکم دینے کے بعد اس کو اس لئے لائے کیونکہ ماپ تول میں حد کی پوری رعایت کو جس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہ ہو انصاف کہلاتا ہے اور اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہونا عین ممکن ہے۔اس تنگی کو اٹھاتے ہوئے اِلَّا وُسْعَهَا لائے کہ اپنی طاقت کی حد تک اس میں کمی نہ ہونے پائے اور جو طاقت سے زائد ہے وہ معاف کردی جائے گی۔وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا کا معنی سچ بولنا ہے۔یعنی جب تم بات کرو تو سچائی کا دامن تھامے رہو۔وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۔اگرچہ جس کے متعلق بات کہی گئی یا جس کے خلاف گواہی وغیرہ دی گئی وہ کہنے والے کے قرابت داروں میں سے ہو جیسا کہ اس قولِ باری تعالیٰ میں ہے:وَلَوْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ [النساء: ۱۳۵]۔
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ عہد اللہ عام ہے۔یوم میثاق والا ہو یا امر و نہی اور وعدہ وعید اور نذر و قسم والا ہو سب ہی مراد ہیں۔ذٰلِکُمْ کا مشارٌ الیہ گزشتہ تمام چیزیں۔
قراءت:حمزہ علی حفص کے ہاں قرآن مجید میں جہاں بھی آئے گا ایک تا کے حذف اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے گا۔دیگر قراء نے تشدید سے پڑھا ہے۔یہ اصل میں تتذکرون تھا دوسری تا کو ذال میں ادغام کردیا۔تذکرون بن گیا۔معنی یہ ہے:یعنی تمہیں اس لئے حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔
آیت ۱۵۳: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ۔اس سے پہلے لام مقدر ہے کیونکہ یہ اتباع کی علت ہے۔یعنی تم اتباع کرو اس لئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔
قراءت: شامی نے انَّ کو تخفیف کے ساتھ ان پڑھا ہے۔یہ اصل میں وانه ہے۔ہ ضمیر شان والحدیث ہے۔ (۲) حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے جملہ ابتدائیہ قرار دے کر انَّ پڑھا ہے۔مُسْتَقِیْمًا۔سیدھا۔
نحو : یہ حال ہے۔یعنی بے شک یہ میرا راستہ ہے۔اس حال میں کہ وہ سیدھا ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ۔ السُّبُل سے مختلف راستے یعنی یہودیت نصرانیت مجوسیت اور تمام بدعات و ضلال کی راہیں مراد ہیں یعنی کیونکہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس تم اس کی اتباع کرو اور متفرق راستوں یہودیت وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ پھاڑنے والے درندوں کے ہاتھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام سے جدا کردیں گے۔
روایت میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا۔یہ ہدایت کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پس

اس پر چلو۔ پھر اس کی ہر جانب چھ چھ خط اِدھر اُدھر ٹیڑھے جانے والے کھینچے۔ پھر فرمایا یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے۔ جو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے۔ پس تم ان راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (الحدیث) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ...... پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلے۔ پس یہ بہتر بن گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیاتِ محکمات ہیں' ان میں سے کوئی چیز کسی آسمانی کتاب میں منسوخ نہیں ہوئی اور کعب کہتے ہیں یہ آیات میں سب سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بھی تقویٰ کے اُمیدوار بن سکو۔

لطیف نکتہ:

پہلی آیت میں تعقلون پھر دوسری میں تذ کرون اور تیسری میں تتقون فرمایا۔ کیونکہ جب وہ سمجھیں گے تو سوچیں گے پھر اس کو یاد رکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو۔

حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق:

آیت ۱۵۴: ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا یعنی تم کو خبر دی ہے کہ ہم نے دی یا اس کا عطف قُلْ پر ہے کہ پھر کہو ہم نے دی یا ثُمَّ جملہ کے ساتھ واؤ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں ثم اللّٰه شهيد (یونس ۴۶) عَلَى الَّذِیْٓ اَحْسَنَ اس پر جو محسن اور صالح ہو۔ مراد اس سے جنس محسن ہے اس کی دلیل قراءت عبداللہ رضی اللہ عنہ علی الذین احسنوا۔ یا اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی تکمیل کرامت کے لئے اس بندے پر جس نے تبلیغ میں خوب اطاعت اختیار کی اور ہر حکم میں اچھی تابعداری کی۔ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ دین میں جس چیز کی ان کو ضرورت تھی۔ اس کی بالتفصیل وضاحت وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یعنی هم سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ تصدیق کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے مزید تصدیق:

آیت ۱۵۵: وَهٰذَا قرآن كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ کثرت خیر والی فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا اس کی مخالفت سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ:

آیت ۱۵۶: اَنْ تَقُوْلُوْٓا اس کراہت سے کہ تم کہو یا تا کہ تم یہ نہ کہو۔ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا یعنی اہل تورات اور اہل انجیل۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجوس اہل کتاب نہیں ہیں۔ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ان کتابوں کی تلاوت سے لَغٰفِلِيْنَ۔ اس میں سے کسی چیز کا ہمیں علم نہ تھا۔ اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور لام اس لیے لائی گئی کہ اِنْ نافیہ سے یہ الگ معلوم ہو۔ اصل عبارت یہ ہے: انه كنا عن دراستهم غافلين۔ ہ ضمیر شان ہے۔ خطاب اہل مکہ کو ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ان پر کتاب اتار کر حجت تام کی گئی۔ تا کہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کریں کہ تورات وانجیل تو ہم سے پہلے لوگوں کو دی گئی اور ہمیں تو ان کے مضامین کی خبر نہ تھی۔ (پس کس طرح ہم ایمان لاتے)

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ

یا تم یوں کہنے لگتے کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان لوگوں سے بڑھ کر زیادہ ہدایت پر چلنے والے ہوتے۔ سو تمہارے رب کی طرف سے

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ

دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ

جھٹلائے اور ان سے روکے، ہم عنقریب ان کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے روکتے ہیں

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٧﴾

اس سبب سے کہ وہ روکا کرتے تھے۔''

قرآن کریم اُتار کر حجت تمام کر دی:

آیت ۱۵۷: اَوْ تَقُوْلُوْا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو۔لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ایام عرب کو خوب یاد کرنے اور فہم کی مضبوطی کی بناء پر فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو جس کا تم اپنے نفوس کو وعدہ دیتے ہو۔تو تمہارے پاس روشن بیان اور قطعی حجت و دلیل آچکی پس شرط حذف کر دی یہ حذف بہت خوب ہے۔وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس کے بعد کہ وہ ان کی صحت وصداقت کو پہچان چکا۔وَصَدَفَ عَنْهَا یعنی اس سے اعراض کیا۔سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔وہ مغلوبیت کی انتہاء ہے۔بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ان کے اعراض کی وجہ سے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ

''یہ لوگ بس اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کا رب آ جائے یا آپ کے رب کی نشانیوں

اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

میں سے کوئی نشانی آ جائے جس دن آپ کے رب کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آجائے گی۔ تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دیگا جو پہلے سے

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (۱۵۸)

ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کررہے ہیں۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ

''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کر دی اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ

اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۱۵۹)

اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھران کے وہ کام ان کو جتادے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں:

آیت ۱۵۸: هَلْ يَنْظُرُوْنَ یعنی ہم نے رسالت کے ثبوت اور وحدانیت کے دلائل قائم کر دیئے اور اس گمراہی کو جو ان کے اعتقادات میں گھسی ہوئی تھی باطل کر دیا۔ اب وہ گمراہی کے چھوڑنے میں کس چیز کے منتظر ہیں۔ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یعنی موت کے فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے۔ قراءت: حمزہ اور کوفی نے یاتیھم پڑھا ہے۔ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یعنی تیرے رب کا حکم اور وہ عذاب یا قیامت ہے اور اس لیے کہ اتیان متشابہ ہے اور اتیان امر تو منصوص علیہ ہے۔ محکم ہے اسی لیے اس کے معنی کو اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یعنی قیامت کی علامات مثلاً مغرب سے طلوع شمس وغیرہ۔ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا اس لیے کہ یہ ایمان اختیاری نہیں۔ بلکہ یہ ایمان تو عذاب اور پکڑ کو اپنے سے دور کرنے کی خاطر ہے۔ لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ یہ نفسًا کی صفت ہے۔ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا خیر کا معنی اخلاص ہے جیسا کہ طلوع شمس من المغرب کے بعد کافر کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح منافق کا اخلاص بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔ یا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا ینفع ایمان من لم یؤمن ولا توبۃ من لم یتب قبل جو ایمان نہیں لایا اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی جس نے توبہ نہیں کی۔ قُلِ انْتَظِرُوْٓا تین آیات میں سے ایک کا انتظار کرو۔ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ کہ ایک ان میں سے کب واقع ہوگی۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا

''جو شخص نیک کام کرے سو اسے اس جیسے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برائی کا کام کرے تو اسے صرف اس کے برابر ہی

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ

سزا ملے گی۔ اوران لوگوں پرظلم نہ ہوگا۔'' ''آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دی ہے

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ

یہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم کی ملت ہے جوحق کی راہ اختیار کرنے والا تھا اورشرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ

وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ

میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا

اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾

گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔''

فرقہ بندی میں صحیح راہ:

آیت ١٥٩: اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ دین میں اختلاف ڈالا اور فرقے بن گئے جیسے یہود و نصاریٰ مختلف ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ یہودا کہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ تمام جہنمی ہیں سوائے ایک کے جو نجات پانے والا ہے۔ اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ایک کے سواء تمام جہنمی ہیں۔ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ تمام جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ سواد اعظم ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ابن ماجہ' ابوداؤد' ابن حبان۔ احمد)

کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں بعض باتوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔

قراءت: حمزہ' علی نے فارقوا پڑھا۔ یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑا۔ وَكَانُوْا شِيَعًا ( ) شیعًا۔ گروہ، ہر گروہ نے اپنا ایک مقتدیٰ بنالیا۔ لَسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ یعنی ان کے متعلق سوال کے آپ ذمہ دار نہیں اور نہ ان کے تفرقہ کے متعلق یا ان کے عذاب کے متعلق اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا:

آیت ١٦٠: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اس کی تقدیر عبارت یہ ہے عشر حسنات امثالها۔ کہ دس نیکیاں اس

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ

’’آپ فرما دیجئے ! کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، اور جو بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرے اس کا وبال اسی پر ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں وہ چیزیں جتا دیگا جن میں

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

تم اختلاف کرتے تھے‘‘ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور درجات کے اعتبار سے تم میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دی تاکہ وہ تمہیں

نصف ع ۲۰ / ۱۱ / ۷ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع

ان چیزوں کے بارے میں آزمائے جو تم کو عطا فرمائیں، بے شک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بلاشبہ وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

کے مثل دس جنس ممیزہ کی صفت کو موصوف کے قائم مقام قرار دیا جائے۔ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ثواب کی کمی اور سزا کے اضافہ کے ساتھ۔

میں ملّتِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوں، آؤ مان لو:

آیت ۱۶۱: قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ ۔ قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے رَبِّیَ پڑھا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا () دیناً منصوب ہے الی صراط مستقیم کے محل کا بدل ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے ھدانی صراطاً اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (الفتح: ۲) قِيَمًا قَیِّمہ فیعل کے وزن پر قام سے ہے یہ قائم سے زیادہ بلیغ ہے۔ قراءت: قِيَمًا کوفی شامی نے پڑھا یہ مصدر ہے اور اس کا معنی قیام ہے۔ اس کو بطور صفت کے لایا گیا۔ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ یہ عطف بیان ہے۔ حَنِيْفًا یہ ابراہیم سے حال ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اے گروہ قریش۔

خلاصہ ملت: عبادت باری اور شرک سے بیزاری:

آیت ۱۶۲: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ یعنی میری عبادت۔ الناسک عبادت گذار۔ یا میرا ذبیحہ یا میرا حج وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ اور وہ اعمال جو میں نے زندگی میں کئے اور اس پر میں مروں گا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ وغیرہ۔ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اسکی ذات کیلئے خالص ہیں۔ (قراءت) محیای و مماتی میں پہلے یا کا سکون اور دوسرے کا فتحہ مدنی نے پڑھا دوسروں نے اسکا عکس پڑھا ہے۔
آیت ۱۶۳: لَا شَرِيْكَ لَهٗ ان میں سے کسی چیز میں وَبِذٰلِكَ اخلاص اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کیونکہ ہر پیغمبر کا اسلام اپنے دین پر امت کے اسلام سے مقدم ہوتا ہے۔

میں تو حقیقی ربّ کو ماننے والا ہوں:

آیت ۱۶۴: قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا یہ جواب ہے اس دعوت کا جو وہ اپنے معبودان باطلہ کی طرف دیتے تھے۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے یعنی میرا اس کے علاوہ کسی اور رب کو تلاش کرنا اوپری بات ہے۔ مفعول کو اس لیے مقدم کیا گیا کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور اس کے علاوہ تمام مربوب ہیں اور کوئی ایسا موجود نہیں اس کے علاوہ جس کو ربوبیت کا اختیار ہو۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں فرمایا: اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ (العنکبوت:۱۲) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یعنی کوئی شخص کسی کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ جو گناہ کسی اور نفس نے کیا ہو۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان ادیان میں سے جن میں تم نے اختلاف ڈالا ہے۔

زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے، آنے والے حساب کو آیا ہوا سمجھو:

آیت ۱۶۵: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی امت آخری امت بنائی گئی کیونکہ وہ ایک دوسرے کے بعد آئیں گے یا وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونگے۔ اور اس کے مالک بنیں گے اور اس میں تصرف کریں گے۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رتبہ میں اور رزق وغیرہ میں دَرَجٰتٍ یہ مفعول دوم ہے یا تقدیر عبارت یہ ہے اِلٰی دَرَجَاتٍ درجات کی طرف یا یہ مصدر کی جگہ آیا ہے گویا اس طرح کہا بلندی کے بعد بلندی لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اس میں جو تمہیں جاہ و مال کی نعمت دے رکھی ہے تم کس طرح اس نعمت کا شکریہ ادا کرو گے۔ کس طرح شریف کمینے کے ساتھ اور مالدار فقیر کے ساتھ اور مالک مملوک کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ بے شک آپ کا ربّ بہت جلدی بدلہ لینے والا ہے جو اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو اس کے شکر کو ادا کرے گا عقاب کے ساتھ سرعت کی صفت لائی گئی۔ کیونکہ آنے والا ہے اس کو آیا سمجھنا چاہئے وہ قریب ہی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا: وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (النحل:۷۷) کہ قیامت کا معاملہ تو پلک جھپک کی طرح یا اس سے بھی زیادہ قریب تر ہے۔

فَائِدَۃ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس نے سورۂ انعام کی تین ابتدائی آیات صبح کے وقت تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کے اعمال کی مثل اعمال قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے۔ (فتح القدیر)

تمت بالخیر

ترجمة سورة الانعام یوم الاربعاء بعد العصر۔ وقت مضت اثنا عشر یومًا من شهر جمادی الاولٰی سنة ۱۴۲۳ھ

والحمد للّٰه علٰی ذلك

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتُّ اٰيَاتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی ۲۰۶ آیتیں اور ۲۴ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

الٓمّٓصٓ، یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی۔سو آپ کے سینہ میں کوئی تنگی نہ ہو،

لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تاکہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں، اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے، اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف اتاری گئی،

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③ وَكَمْ مِّنْ

اور اس کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع نہ کرو، تم کم نصیحت حاصل کرتے ہو، اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا۔سو

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

ان پر ایسے وقت میں ہمارا عذاب آیا جب کہ وہ رات گذار رہے تھے یا ایسی حالت میں عذاب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے، سو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤

ان کی پکار اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ بلاشبہ ہم ظالم تھے۔''

آیت ۱: الٓمّٓصٓ (اللہ تعالیٰ اس کی مراد جانتے ہیں) زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پسندیدہ ہے۔انا اللّٰہ اعلم و افضل ۔میں ہی اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ عظمت والا ہوں۔

آیت ۲: كِتٰبٌ (یہ ایک کتاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هُوَ كِتَابٌ وہ کتاب ۔اُنْزِلَ اِلَيْكَ (جو آپ کے اوپر اتاری گئی ہے) یہ کتاب کی صفت ہے کتاب سے مراد سورت ہے۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں:

فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ (آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے) حرج کا معنی شک ہے اور شک کو حرج سے تعبیر اس لیے فرمایا کہ شک کرنے والے کا دل تنگ ہوتا ہے جیسا کہ یقین کرنے والے کے دل میں کشائش ہوتی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے جانے میں شک نہ کر۔ یا اس کی تبلیغ کے سلسلہ میں تنگی نہیں ہونی چاہیے آپ ﷺ اپنی قوم کی تکذیب اعراض وایذاء کا خدشہ پا کر ان کے ایذاء سے دل میں تنگی محسوس کرتے تھے۔ اور دل میں اس کے متعلق نشاط پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما کر اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا۔ فلا یکن میں حرج ہی کی نفی فرمائی گئی۔ کیا خوب بلاغت کے ساتھ فرمایا اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کے اتارے جانے کے بعد آپ دل میں تنگی محسوس نہ کریں لِتُنْذِرَ بِهٖ (تا کہ اس کے ذریعہ (منکروں) کو ڈرائیں) اس میں لام انزل کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے انزل الیك لانذارك به اس کتاب کو آپکی طرف اتارا گیا تا کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لام جو تنذر کا ہے اس کا تعلق لایکن کی نہی سے ہے کیونکہ جب آپ ان سے نہ ڈرائیں گے تو ان کو ڈرائیں گے۔ اور اسی طرح جب ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یقین آپ کو نافرمانی سے ڈرانے کے لیے جرأت مند بنا دے گا کیونکہ صاحب یقین بہادر وجراءت مند اور اپنے رب پر توکل کرنیوالا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور اہل ایمان کیلئے یہ ایک نصیحت ہے) یہ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی تنذر به و تذكر تذکیرًا تا کہ تم اس کے ذریعہ ڈراؤ اور نصیحت کرو خوب نصیحت کرنا۔ اَلذِّكْرٰى یہ اسم ہے اور تذکیر مصدر کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ کتاب پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یعنی هو کتابٌ و ذکری للمؤمنین وہ کتاب اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ نمبر۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔ نمبر۴۔ محل جر میں واقع ہے تنذر کے محل پر عطف کی وجہ سے تقدیر عبارت یہ ہے: للانذار وللذكرٰى انذار کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

آیت۳: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اس پر چلو۔ جو ہدایت تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے) انزل الیکم سے مراد قرآن وسنت ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ (اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو) ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء۔ اَوْلِيَآءَ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن وانس شیاطین کی دوستی مت اختیار کرو۔ وہ تمہیں اصنام پرستی، خواہشات پرستی اور بدعات پر آمادہ کریں گے۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو) اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو تم چھوڑتے ہو اور دوسروں کی اتباع کرتے ہو۔

نحو: قلیلًا پر نصب تذکرون کی وجہ سے ہے یعنی تذکرون تذكرا قليلًا۔ تم بالکل تھوڑی سی نصیحت مانتے ہو۔ ما قلت کی تاکید کے لیے بڑھایا گیا۔ قراءت: شامی نے تتذکرون پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

آیت۴: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا) كَمْ مبتداء ہے اَهْلَكْنٰهَا اس کی خبر ہے مِّنْ قَرْيَةٍ۔ من بیانیہ کم خبریہ کی تمیز پر لایا گیا۔ اهلکنٰها سے ارادۂ ہلاک مراد ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا (المائدہ:۶) میں ارادۂ قیام کو قیام فرمایا گیا۔ فَجَآءَهَا اس کے رہنے والوں پر آیا۔ بَاْسُنَا ہمارا عذاب

بَیَاتًا یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ واقع ہوا ہے۔اس کا معنی بائتین ہے۔جیسے کہا جاتا ہے بات بیاتا حسنا اس نے خوب رات گزاری اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ یہ بیاتاً پر عطف کی وجہ سے حال ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے فجاء هم باسنا بائتین او قائلین (ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ دوپہر کے وقت وہ آرام میں تھے) پس ان پر ہمارا عذاب اس حالت میں آیا کہ وہ سو رہے تھے یا قیلولہ کر رہے تھے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: هُمْ قَآئِلُوْنَ کو بغیر واؤ کے ذکر کیا گیا۔جبکہ اہل عرب کے ہاں جاء نی زید هو فارس بغیر واؤ کے نہیں لائے۔

جواب: جب پہلے حال پر عطف کیا جائے تو واؤ کو حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ دو حروف عطف کا اجتماع لازم نہ آئے۔کیونکہ واؤ حالیہ وہ حقیقۃً واؤ عاطفہ ہے جو وصل کے لئے عاریۃً استعمال کی گئی ہے۔

ایک اور سوال:

سوال: ان دو اوقات کو عذاب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ غفلت کے وقت ہیں پس ان میں عذاب کا نزول زیادہ شدید و سخت ہوتا ہے۔جیسا کہ قوم لوط کو رات سحری کے وقت ہلاک کیا گیا۔اسی طرح قوم شعیب کو دوپہر کے وقت قیلولہ کی حالت میں ہلاک کیا گیا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ بیاتاً کا معنی رات کو سونے کی حالت ہے۔یا دن کو قیلولہ کی حالت۔

مقدماتِ عذاب کے وقت اعترافِ جرم:

آیت ۵: فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ ان کی گڑگڑاہٹ اور پکار اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ (پس جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا۔اس وقت ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تھی) جب ان پر مقدمات عذاب اترے۔اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (سوائے اس کے کہ بیشک ہم ظالم تھے) انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم و شرک کا اعتراف کیا۔جبکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

نحو: دَعْوٰىهُمْ یہ كَانَ کا اسم ہے اور اَنْ قَالُوْٓا اس کی خبر ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

"سو جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، سو ہم ان کے روبرو

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ

علم کے مطابق بیان کر دیں گے اور ہم غائب نہ تھے، اور اس دن وزن واقع ہونے والا ہے۔ سو جن کے وزن بھاری ہوئے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے سو یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی جانوں کا

اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۹

نقصان کرلیا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

قیامت کی مسئولیت برائے توبیخ:

آیت ۶: فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ (پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا) اُرْسِلَ کا اسناد اِلَيْهِمْ کی طرف ہے مطلب یہ ہوا فلنسألن المرسل الیھم وھم الامم ۔ ہم ضرور امتوں سے سوال کریں گے کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ (اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے کہ) ان کو کیا جواب ملا۔

آیت ۷: فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ (پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں۔ان کے سامنے بیان کر دیں گے) رسولوں اور امتوں پر جو ان کی طرف سے پیش آیا۔ بِعِلْمٍ ہم ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور اقوال وافعال سے بخوبی واقف ہیں۔ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ (اور ہم بے خبر نہ تھے) ان سے جو ان کی طرف سے پایا گیا۔ یہ سوال صرف توبیخ وخبردار کرنے اور پختہ کرنے کیلئے ہوگا۔ جبکہ وہ زبانوں سے خود اقرار کرلیں گے۔ اور انبیاء ان کے متعلق گواہی دے دیں گے۔

وزن اعمال اظہارِ انصاف اور قطع معذرت کیلئے ہے:

آیت ۸: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ (اور ٹھیک ٹھیک تول اس روز ہوگی) وزن اعمال اور ہلکے بھاری کا فرق۔

نَحو : یہ مبتدا ہے اور یومئذ اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن امتوں اور رسولوں سے پوچھیں گے جملہ کو حذف کر کے اس کی جگہ تنوین لائے۔ الْحَقُّ عدل یہ وزن کی صفت ہے۔ اقوال نمبرا۔ ایک ایسے میزان کے ساتھ جس کی

زبان اور دو پلڑے ہونگے اظہار انصاف اور قطع معذرت کے لئے صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ نمبر۲۔ یہ برابر فیصلے اور عادلانہ حکم کی تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت کا علم ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (پس جن لوگوں کے پلڑے بھاری ہونگے) جمع میزان یا موزون ہے یعنی جس کے تولے جانے والے اعمال بھاری اور قدر والے ہیں اور ایسے اعمال تو اعمال صالحہ ہی ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہونگے) پس یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

خفت وزن:

آیت۹: وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (اور جن کے پلڑے ہلکے ہونگے) وہ کفار ہیں ان میں ایمان ہی نہیں۔ کہ جس کے ساتھ عمل معتبر ہوتا۔ ان کے میزان میں خیر نہ ہوگی۔ پس ان کے میزان ہلکے ہونگے۔ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔ (پس وہ لوگ وہی ہونگے جنہوں نے خود اپنا نقصان کرلیا۔ ہماری آیات کی حق تلفی کرنے کے سبب) یظلمون کا معنی زور سے انکار کرنا۔ آیات سے دلائل مراد ہیں اور آیات سے ظلم کا مطلب ان کو ان کے مقامات سے ہٹانا یعنی انکار کرنا اور ان کو تسلیم نہ کرنا۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا

''اور بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کا سامان پیدا کیا تم بہت کم

تَشْكُرُوْنَ ۠ ﴿١٠﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

شکر ادا کرتے ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو

لِاٰدَمَ ۖۗ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا

سجدہ کرو سو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، وہ سجدہ کرنے والوں میں نہیں تھا۔ اللہ کا فرمان ہوا کہ تجھے کس چیز نے

مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ

اس بات سے روکا کہ تو سجدہ کرے جبکہ میں نے تجھے حکم کیا، اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو پیدا کیا

مِنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ

کیچڑ سے، فرمایا پس تو یہاں سے اتر جا، سو تجھے کوئی حق نہیں کہ اس میں تکبر کرے سو تو نکل جا

اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿١٣﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے، وہ کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، فرمایا بے شک تو ان لوگوں میں سے ہے

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿١٥﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١٦﴾

جنہیں مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا سو اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور ضرور ان لوگوں کے لیے آپ کے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا،

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

پھر ضرور آؤں گا ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی داہنی جانب سے اور ان کی بائیں

شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿١٧﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا

جانب سے، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے فرمایا تو یہاں سے نکل جا ذلیل

مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٨﴾

اور خوار ہوکر، اس میں شک نہیں کہ جو شخص ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔''

انعامات معیشت کا تذکرہ:

آیت۱۰: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ (اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر جمایا) ہم نے اس زمین میں تمہارے لئے جگہ اور ٹھہرنے کا مقام بنایا ہم نے تمہیں اس میں اقتدار دیا اور تصرف پر قدرت دی۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا) جمع معیشة ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر انسانی گزراوقات ہے مثلاً مطعومات و مشروبات وغیرہ۔

قراءت: معایش میں یا کا ظاہر کرنا اصل ہے کیونکہ یا اصل ہے اس کو صحائف پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ یا اس میں زائدہ ہے نافع نے ہمزہ پڑھا ہے۔جیسا کہ صحائف میں پڑھا جاتا ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو) یہ قلیلاً ماتذکرون (الاعراف ۳) کی طرح ہے۔

تخلیق انسانی کا ذکر:

آیت۱۱: وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (اور ہم نے تمہارا اندازہ کیا۔پھر تمہاری صورت بنائی) ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔ایسی مٹی سے جس پر تصویر نہ تھی پھر ہم نے ان کی تصویر بنا دی۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا) ان میں سے نہ ہوا جو سجدہ کرنے والے تھے۔

سوال توبیخ:

آیت۱۲: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کونسی بات مانع ہے) مَا،مرفوع ہے اور اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں ہے یعنی تمہیں کس چیز نے سجدہ سے منع کیا ہے اور لا زائدہ ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے:مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص:۷۵) اور اسکی نظیر یہ آیت ہے :لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (الحدید:۲۹) ای لیعلم۔ اِذْ اَمَرْتُكَ (جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا) یہ حصہ آیت دلیل ہے کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے علم کے باوجود سجدہ نہ کرنے والے سے یہ سوال توبیخ کیلئے ہے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ اس نے معاندت وکفر،تکبر اور اپنے اصل پر فخر اور اصل آدم کی تحقیر کرتے ہوئے یہ حرکت کی تھی۔

شیطانی قیاس اور اس کی غلطی:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے) وہ نار جو ہر نورانی ہے وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے) اور وہ ظلماتی ہے اس خبیث نے اس قیاس میں غلطی کی کیونکہ مٹی میں سنجیدگی،وقار ہے اسی سے انسان میں حلم وحیا اور صبر پایا جاتا ہے۔جو کہ توبہ واستغفار کی طرف لے جانے والا ہے اور آگ میں اضطراب،تیزی،بلند طلبی ہے اور یہی چیز تکبر کی طرف لے جانے والی ہے۔مٹی ممالک کو پیدا کرنے والی ہے جبکہ آگ ہلاکتوں کو پیدا کرنے والی ہے آگ خیانت کا مرکز اور فناء کا محرک اور مٹی اس کے بالمقابل امانت کی معاون اور نشوونما کی معین ہے مٹی آگ کو بجھاتی ہے جبکہ آگ اس کو تلف وضائع کر دیتی ہے۔یہ مٹی کی فضیلتیں ابلیس کی نگاہ سے اوجھل رہیں۔یہاں تک کہ اپنے غلط قیاسات کی وجہ سے پھسل گیا۔

تنبیہ: قیاس کی نفی کرنے والوں کا یہ کہنا کہ سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ یہ محض قیاس ہے کیونکہ قیاس کو ثابت کرنے والوں کے ہاں بھی ایسا قیاس جونص کے مقابلہ میں ہو وہ مردود ہے جبکہ ابلیس کا قیاس امر منصوص کے ساتھ محض عناد تھا۔ **مامنعك** کا جواب اتنا ہی تھا کہ وہ کہتا مجھے اس چیز نے روکا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اس لیے کہ اس نے قصہ دہرایا۔ اوراس میں اپنے بارے میں خبر دی کہ وہ آدم سے افضل ہے اوراپنی فضیلت کے سبب میں اس سے بہتر ہے پس اس ساری بات سے یہ جواب حاصل ہوا۔ گویا اس نے کہا **منعنی من السجود فضلی علیه** کہ سجدہ سے مجھے میری فضیلت نے روکا اور اس پر بڑائی نے روکا۔ اور یہ تو حکم الٰہی کا انکار ہے مزید یہ کہ مجھ جیسے کو اس جیسے کیلئے سجدہ کرنا بعید از عقل ہے کیونکہ فاضل مفضول کو سجدہ نہیں کرتا۔

آیت ۱۳: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے اتر جا) جنت سے یا آسمان سے کیونکہ وہ آسمان میں تھا اور وہ متواضع اور مطیع لوگوں کا مقام ہے **فاهبط** کی فا، انا خیر کے جواب میں ہے ای **ان كنت تتكبر فاهبط**۔ اگر تو تکبر کرتا ہے تو اتر جا۔ فَمَا يَكُوْنُ لَكَ (تجھ کو حق نہیں) تیرے لیے صحیح نہیں۔

ذلت لازمہ تکبر ہے:

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا (کہ تو یہاں رہ کر تکبر کرے) کہ تو نافرمانی کرے۔ فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (پس نکل بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا) اہل ذلت تو اللہ تعالیٰ اور ان کے دوستوں کے ہاں ذلت و رسوائی والوں میں سے ہے۔ ہر انسان تیری مذمت کرے گا۔ اور تکبر کی بنیاد پر ہر زبان تجھے لعنت کرے گی۔

مَسْئَلَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ذلت تکبر کا لازمہ ہے۔

مطالبہ مہلت:

آیت ۱۴: قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (اس نے کہا مجھے اس دن تک چھوٹ دو۔ جس دن اٹھایا جائیگا) مجھے بعث کے دن تک مہلت دو یہ نفخۂ ثانیہ کا وقت ہے۔

مہلت کا ملنا:

آیت ۱۵: قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی) نفخۂ اولیٰ تک۔ اس تک اسلئے قبول کر لی گئی کیونکہ اس میں ابتلاء وامتحان ہے اور احباب کے دلوں کو اور قریب کرنے کیلئے ہے کہ یہ میرا سلوک اس سے ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے پس تم اندازہ کرو۔ اس سے کیا سلوک ہوگا۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے شیطان نے سوال کی جسارت اسلئے کی کہ وہ حلم خداوندی سے واقف تھا۔

مہلت کے بعد بڑا بول:

آیت ۱۶: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ (وہ کہنے لگا اب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا یعنی تیرے مجھے اغواء کرنے کے سبب سے۔ بِمَا کی باء قسم کے محذوف فعل سے متعلق ہے یا باقسم کے لیے ہے تقدیر عبارت یہ ہے **فاقسم**

باغوائك ۔ لَاَ قۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ (تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو گمراہ کرنے کیلئے تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا) پس اسلام کے راستہ پر گھات لگا کر واپس لوٹانے کے لیے اور رکاوٹ ڈالنے کیلئے سامنے آؤں گا۔ جیسا کہ دشمن راستہ پر اس لئے بیٹھ جاتے ہیں تا کہ چلنے کے لئے اس کو بند کر دیا جائے۔

نحو : صِرَاطَكَ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے جیسا کہتے ہیں ضرب زیدٌ الظھر ۔ای علی الظھر

لطیفہ: حضرت طاؤس مسجد حرام میں تھے ان کے پاس ایک قدری آدمی آیا اور طاؤس نے اسے کہا تو خود کھڑا ہوگا یا تمہیں کھڑا کیا جائے؟ آدمی کھڑا ہوا اس کو کہا گیا تو ایک فقیہ کو اس طرح کہتا ہے تو اس نے کہا ابلیس اس سے بڑا فقیہ تھا۔ اس نے کہا رب بما اغویتنی۔ اور یہ فقیہ کہتا ہے انا اغوی نفسی میرا نفس خود گمراہ ہوتا ہے۔

آیت ۱۷: ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ (پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے بھی) آخرت کے متعلق ان کو شک میں مبتلا کروں گا وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ (اور ان کے پیچھے سے بھی) میں ان کو دنیا کی رغبت دلاؤں گا۔ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ (اور ان کے داہنی جانب سے بھی) نیکیوں کی جانب سے وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ (اور ان کے بائیں جانب سے بھی) برائیوں کی طرف سے شمائل جمع شمال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان پر چاروں طرف سے حملہ کروں گا۔ جن سے عموماً دشمن حملہ آور ہوتے ہیں۔ شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر صبح شیطان چاروں رستوں پر گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے سامنے سے کہتا ہے کہ تو ڈر نہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔ پس میں پڑھ دیتا ہوں وانی لغفار لمن تاب و اٰمن وعمل صالحًا (طٰہٰ۔۸۲) نمبر۲۔ پیچھے سے آ کر مجھے ڈراتا ہے کہ تیری بیوی بچے ضائع ہو جائیں گے تو میں جواب دیتا ہوں ومامن دابة فی الارض الاعلی اللّٰہ رزقھا (ھود۔۶) دائیں طرف سے آ کر میری تعریف کرتا ہے تو میں کہتا ہوں والعاقبة للمتقین (الاعراف ۱۲۸) پھر بائیں طرف سے آ کر شہوات کی طرف متوجہ کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں وحیل بینھم و بین ما یشتھون۔ (سبا۔۵۴) آیت میں من فوقھم نہیں کہا اور نہ ہی من تحتھم کہا گیا اس لیے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے اور نیچے انسان کو سجدہ میسر ہوتا ہے۔

نحو : اول دونوں میں مِنۡ ہے جو ابتدائے غایت کیلئے ہے اور اخیر میں عَنۡ ہے جو انحراف کیلئے آتا ہے۔ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ (اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیگا) شاکرین سے مراد مومنین ہیں یہ اس نے گمان کے طور پر کہا جیسا ارشاد ہے: ولقد صدق علیھم ابلیس ظنهٗ (سبا: ۲۰) نمبر۲۔ اس نے فرشتوں کی زبان سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مطلع فرمایا۔

آیت ۱۸: قَالَ اخۡرُجۡ مِنۡهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا) جنت سے یا آسمان سے مَذۡءُوۡمًا (عیب دار قرار دیا ہوا) عیب دار اور برا قرار دیا ہوا۔ یہ ذام سے ہے جو مذمت کے معنی میں ہے حقیر قرار دینا۔ مَّدۡحُوۡرًا (دھتکارا ہوا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ (جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا) اس میں لام تمہید قسم کے لیے لائی گئی اور اس کا جواب لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ (میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا) یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط کے قائم مقام ہے مِنۡكُمۡ یعنی منك ومنھم تجھ سے اور ان سے ضمیر مخاطب کو تغلیبًا ذکر کر دیا۔ اَجۡمَعِيۡنَ (یہ تاکید ہے)

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا

اور اے آدم! رہ تو اور تیری عورت جنت میں، پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

اس درخت کے، پھر ہو جاؤ گے گنہگار۔ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ ان دونوں کے جسم کا وہ حصہ ظاہر

لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

کر دے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا یعنی وہ حصہ جو ڈھانک کر رکھنے کا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس درخت سے تمہارے رب نے تمہیں اسی لیے

الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ

روکا ہے کہ تم دونوں اسے کھا کر فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ بلاشبہ میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔ سو فریب دیکر ان دونوں کو نیچے لے آیا۔ سو جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے، اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾

کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا، اور کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

وہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم تباہ کاروں

الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

میں سے ہو جائیں گے، فرمایا تم اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں

مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا

رہنے کی جگہ ہے، اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک، فرمایا تم اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے

تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع

نکالے جاؤ گے۔

آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش:

آیت ۱۹: وَیٰاٰدَمُ (اور اے آدم) اور ہم نے کہا اے آدم، ابلیس کو جنت سے خارج کر دینے کے بعد اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو) تم دونوں اس کو اپنا مسکن بناؤ۔ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا (پھر جس جگہ سے تم چاہو کھاؤ مگر دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ گے) پس تم ہو جاؤ گے مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے)

شیطان کی وسوسہ اندازی:

آیت ۲۰: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ (پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا) وسوسہ خفیہ کلام کو کہتے ہیں۔ اس کو دھرانا۔ یہ وسوس کا لفظ لازم ہے کہتے ہیں رجل موسوِس اس کا مفعول موسوَس نہیں آتا۔ البتہ لام یا الٰی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ موسوس لہ موسوس الیہ اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف وسوسہ ڈالا جائے۔ وسوس لہ کا مطلب یہ ہوا فعل الوسوسة لاجله ان کی خاطر خفیہ کلام کیا۔ اور وسوس الیہ کا مطلب وہ کلام ان کی طرف ڈالا۔ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن جو ان دونوں سے اب تک پوشیدہ تھا دونوں کے سامنے ظاہر کر دے) تاکہ ان کے سامنے ان کے وہ ستر ظاہر کر دے جو ان سے چھپے ہوئے تھے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا بڑا گناہ ہے اور طبائع اور عقول صحیحہ میں یہ قبیح سمجھا جاتا رہا ہے۔

سوال: مَاوٗرِیَ کی واؤ ھمزہ سے کیوں نہیں بدلی جیسا کہ اویصل جو اصل کی تصغیر ہے اس کی اصل وویصل ہے۔ واؤ اول کو ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ دو واؤ کا اجتماع ناپسند ہے۔

جواب: دوسری واؤ مدہ ہے جیسا کہ واری کی الف پس جس طرح واعد میں اس کا ہمزہ کرنا لازم نہیں اسی طرح ووری میں بھی لازم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو واؤ متحرک ہوں تو ان میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے جو اس وقت نہیں ہوتا جبکہ دوسرا ساکن ہو اور یہ ضرورت کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ ثقل کے موقع پر اس کا بدلنا لازم کر دیا۔ دوسرے موقعہ پر نہیں۔ عبداللہ نے تو اوری قلب سے پڑھا ہے۔ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ (اور کہنے لگا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر صرف اس وجہ سے کہ دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ) مگر اس کراہت سے کہ تم دونوں فرشتے بن کر خیر و شر کو جان لو۔ اور غذاء سے مستغنی ہو جاؤ۔

قراءت: مِلِکین پڑھا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر مُلْكٍ لَّا یَبْلٰی (طٰہٰ:۱۲۰) اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ (یا کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جن پر موت نہیں آئے گی اور جنت میں مقیم رہیں گے۔

طریق وسوسہ:

آیت ۲۱: وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ (اور ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ یقین جانئے میں آپ دونوں کا خیر خواہ

ہوں) وقاسمهما۔ یعنی ان دونوں کے سامنے قسم کھائی۔ اور کہنے لگا اِنّی لکما (الایة) کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یہاں ابلیس کی قسم کو باب مفاعلہ سے ذکر کیا کیونکہ اگر وہ قسم اٹھانے والا تھا تو وہ اس کی تصدیق کرنے والے تھے۔ گویا قسم دوطرفہ ہوئی۔

اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا:

آیت ۲۲: فَدَلّٰهُمَا (پس وہ ان دونوں کو نیچے لے آیا) درخت سے کھانے کی وجہ ان کو نیچے اتار لایا۔ بِغُرُوْرٍ (دھوکے سے) اس وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر دھوکہ دیا۔ اور مؤمن اللہ تعالیٰ کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو اللہ کے نام سے ہمیں دھوکہ دے گا ہم اس کے دھوکے میں آ جائیں گے۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ (جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھ لیا) دونوں نے اس کا ذائقہ پایا جبکہ اس کو کھانا شروع کیا وہ گندم یا انگور کا خوشہ تھا۔

اعضائے مستورہ کا ظہور:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (تو دونوں کے پوشیدہ اعضاء ایک دوسرے پر بے پردہ ہو گئے) ان دونوں کا ستر ان کے سامنے ظاہر ہو گیا کیونکہ ان کا لباس اچانک اتر گیا۔ وہ اپنے اعضائے مستورہ کو نہ دیکھے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا لباس ناخنوں کی جنس سے تھا۔ یعنی سفیدی ناخنوں جیسی تھی اور انتہائی نرم اور لطیف تھا صرف ناخنوں کے پاس وہ لباس رہ گیا تاکہ نعمت یاد آتی رہے اور احساس شرمندگی تازہ ہوتا رہے۔ وَطَفِقَا (اور دونوں لگے) طفق کا لفظ جب اصل فعل پر داخل ہوتا ہے تو جعل کا معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے یَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے) وہ اپنے اعضائے مستورہ پر انجیر یا کیلے کے پتے رکھنے لگے اور پتے پر پتہ جوڑنے لگے تاکہ ان سے اعضاء چھپا سکیں جیسا کہ جوتا سیا جاتا ہے۔

عتابِ باری تعالیٰ:

وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ (اور ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے اور خطاء پر متنبہ کیا گیا روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو کہا گیا اے آدم اس درخت کو چھوڑ کر تیرے لیے جنت کے شاندار درخت کافی نہ تھے۔ جو میں نے تجھے عنایت کیے تھے۔ تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن اے میرے اللہ مجھے تو گمان تک نہ تھا۔ تیرا جھوٹا نام لے کر کوئی قسم اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے زمین پر ضرور اتاروں گا۔ پھر وہاں تجھے گزران زندگی، ہاتھ کی کمائی اور خون پسینے کی محنت سے میسر آئے گی پس تم زمین پر اتر جاؤ۔ حضرت آدمؑ کو لوہے کی صنعت سکھلا دی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں فصل بونے کا حکم دیا۔ پس انہوں نے کھیتی بوئی اس کو پانی دیا کاٹا، گاھیا اور اڑایا پیسا آٹا گوندھا اور روٹی بنائی۔ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)

دعائے آدم علیہ السلام:

آیت ۲۳: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا)۔

مَسْئَلَہ: اس میں دیل ہے کہ اگر صغیرہ گناہ معاف نہ کئے گئے تو سزا ان کی ہو سکتی ہے اور معتزلہ کی تردید ہے کہ ان کے ہاں صغیرہ گناہ معاف نہ بھی ہوں تب بھی ان پر سزا نہیں دی جا سکتی۔

آیت ۲۴: قَالَ اهْبِطُوْا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نیچے جاؤ) یہ جمع کے لفظ سے آدم وحواء کو خطاب ہے کیونکہ ابلیس اتارا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آسمان میں اتارا گیا ہو پھر زمین میں تمام اکٹھے اتارے گئے ہوں۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (ایسی حالت میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) یہ موضع حال ہے یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے دشمنی کرنے والے ہو گے اور دونوں سے ابلیس دشمنی کرے گا اور وہ دونوں اس سے دشمنی کریں گے۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے) ٹھہرنا یا ٹھہرنے کی جگہ وَّمَتَاعٌ زندگی سے نفع اٹھانا اِلٰى حِيْنٍ (ایک وقت تک) وقت مقررہ کے اختتام تک۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے جب آدم علیہ السلام کو اتارا گیا اور ان کی موت کا وقت آیا تو فرشتوں نے ان کو گھیر لیا۔ حوا ان کے گرد چکر لگانے لگیں تو آدم نے علیہ السلام اسے فرمایا تو مجھے اور میرے رب کے فرشتوں کو چھوڑ دے۔ درمیان سے ہٹ جا۔ بیشک مجھے تیری وجہ سے پہنچا جو پہنچا۔ (اس سے دنیا کے مصائب مراد لیے جائیں تو مفسر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا) جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو فرشتوں نے ان کو بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا۔ اور ان کو خوشبو لگائی اور طاق عدد کپڑوں میں کفن دیا اور قبر کھود کر ان کے لیے لحد بنائی اور ہند کی سرزمین سراندیپ میں ان کو دفن کیا اور ان کے بیٹوں کو خطاب کر کے کہا کہ آئندہ تمہارا یہی طریقہ ہے۔

آیت ۲۵: قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنی ہے) زمین میں وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔ (اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے) ثواب وعقاب کے لیے۔ قراءت: حمزہ وعلی نے تَخْرُجون معروف پڑھا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ

''اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرم کی جگہوں کو چھپاتا ہے اور وہ سبب زینت ہے اور تقویٰ کا لباس

ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۶ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

یہ بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈال

الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ

دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے ایسی حالت میں نکالا کہ وہ ان کا لباس اتروارہا تھا تاکہ دکھادے ان دونوں کو ان کی شرمگاہیں۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

بے شک وہ اور اس کی قوم تمہیں ایسے طور دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے بنا دیا شیطانوں کو ان لوگوں کا

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷

دوست جو ایمان نہیں لاتے۔''

سبب لباس پانی آسمان سے اُتارا:

آیت ۲۶: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا) زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کو منزل من السماء فرمایا کیونکہ ہر چیز کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے اُترتا ہے۔ يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ (جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے) وہ تمہارے ستروں کو چھپاتا ہے۔ وَرِيْشًا (اور زینت کا سبب بھی ہے) لباس زینت۔ یہ ریش الطائر سے بطور استعارہ لیا گیا۔ کیونکہ پرندے کے پر اس کے لئے زینت اور لباس ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم پر دو لباس اتارے ایک وہ لباس جو تمہارے ستروں کو چھپاتے ہیں دوسرا وہ جو زینت دیتے ہیں۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى (اور تقویٰ کا لباس) نیکی کا وہ لباس جو عقاب الٰہی سے بچائے۔

نحو و قراءت:

یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر ذالك خير پورا جملہ ہے گویا اس طرح فرمایا: لباس التقوٰی هو خير۔ کہ لباس تقویٰ ہی بہتر ہے کیونکہ اسمائے اشارہ ضمائر سے ان چیزوں کو دور کردیتے ہیں جن کا تذکرہ دوبارہ کرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا ذلک یہ مبتدا کی صفت ہے اور خیر یہ مبتدا کی خبر ہے پھر عبارت اس طرح ہے لباس التقوی المشار اليه خير کہ تقویٰ کا لباس جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ بہت بہتر ہے یا۔ نمبر ۳: لباس التقوىٰ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هو لباس التقوٰی۔ مطلب یہ ہے ستر عورت یہ متقین کا

لباس ہے پھر فرمایا یہ بہت بہتر ہے تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل تقویٰ کا لباس اون اور کھر درے کپڑے ہیں۔
قراءت: لباس التقوٰی سین کو فتحہ کے ساتھ لباسًا اور ریشًا پر عطف کر کے پڑھا ہے۔ یہ شامی، مدنی، علی قراء کا قول ہے۔ ای وانزلنا علیکم لباس التقوٰی ہم نے تم پر لباس تقویٰ اتارا۔

تخلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے:

ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (یہ اس سے بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے) جو کہ اس کے فضل اور اپنے بندوں پر رحمت پر دلالت کرنے والی ہے یعنی لباس کا اتارنا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (تا کہ یہ لوگ یاد رکھیں) تا کہ وہ اس میں اس کی عظیم نعمتیں پہچانیں۔ یہ آیت بطور استطرد ادائی گئی کیونکہ پہلے ستر کے ظاہر ہو جانے کا تذکرہ اور جنت کے پتے جسم پر لپیٹ لینے کا بیان تھا اس پر اظہار احسان کے لیے تخلیق لباس کا ذکر فرمایا اور اس لیے بھی کہ ننگا ہونا رسوائی ہے اور یہ بتلا دیا کہ ستر تقویٰ ہے۔

شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے:

آیت ۲۷: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (اے اولاد آدم، شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے۔ جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کرا دیا) ہرگز تم کو دھوکا میں مبتلا نہ کرے اور تمہیں گمراہ نہ کر دے۔ تا کہ تم پھر جنت میں نہ جا سکو۔ جیسا کہ تمہارے باپ کو فتنہ میں ڈال کر وہاں سے نکالا تھا۔ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروا دیا) یہ حال ہے یعنی ان دونوں کو نکلوایا اس حال میں کہ ان کا لباس چھیننے والا تھا۔ وہ اس طرح کہ لباس اتارنے کا یہ سبب بنا۔ اس میں بظاہر نہی شیطان کو ہے مگر حقیقت میں اولاد آدم کو ہے کہ تم شیطان کی اتباع نہ کرنا وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا (تا کہ ان کے پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے) ان کے ستر اِنَّهٗ (بیشک وہ) ہٗ ضمیر شان و حدیث ہے يَرٰىكُمْ هُوَ (تم کو دیکھتا ہے) یہ نہی کی علت ہے اور اس بات سے ڈرانا مقصود ہے کہ یہ تمہارا دشمنی چھپانے والا دشمن ہے اس کے فتنہ سے بچو۔ وہ ایسا حیلہ کرے گا کہ تم سمجھ بھی نہ سکو گے۔ وَقَبِيْلُهٗ (اور اس کا لشکر) اور اس کی اولاد یا اس کا لشکر جو شیاطین پر مشتمل ہے۔

نحو: اسکا عطف یراکم کی ضمیر پر ہے۔ ھو سے اس کی تاکید آ رہی ہے۔ اس پر عطف کرنا مقصود نہیں کیونکہ فعل کا معمول ضمیر مستتر ہے۔ نہ کہ یہ بارز۔ اور عطف اسی پر ہے جو فعل کا معمول ہے۔ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (ایسے طور پر کہ تم ان کو نہیں دیکھتے)۔

مقولہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہیں دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس ذات باری تعالیٰ سے مدد طلب کرو جو اس کو دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے وہ شیطان نہیں دیکھ سکتا۔ اور ایسی ذات اللہ کریم، ستار، رحیم، وغفار ہی کی ہو سکتی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ہم شیاطین کو انہیں لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے) اس میں دلالت ہے کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ

اور جب کوئی کام فحش کرلیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، آپ فرما دیجئے! کہ بے شک

اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ

اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے مجھے

رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۞ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو۔ اور اس طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لیے خالص کرنے

لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ؕ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

والے ہو۔ جیسا اس نے تمہیں شروع میں پیدا فرمایا اسی طرح تم دوبارہ لوٹوگے، ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت ایسی ہے جس پر گمراہی

الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

مقرر ہو چکی ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنایا اور وہ سمجھ رہے ہیں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

کہ بے شک وہ راہِ راست پر ہیں۔"

بے حیائی کے کام اشارۂ شیطانی سے ہیں:

آیت ۲۸: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں) فاحشہ سے مراد انتہائی سخت گناہ ہے اور وہ انکا شرک کرنا اور بیت اللہ کا ننگا طواف کرنا ہے۔ قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا (تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی راستہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے) یعنی جب وہ کرتے ہیں تو اس کا یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ایسا کرتے چلے آئے۔ اور وہ ان کی اقتداء میں کر رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا ہے۔ ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اگر وہ ان کو ناپسند کرتا تو ہم اس کو چھوڑ دیتے۔ اور یہ دونوں باتیں محض باطل ہیں۔ کیونکہ جُہال کی تقلید بھی جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ذی الجلال والاکرام پر افتراء ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا) اس لئے کہ مامور بہ کا حسن ہونا ضروری ہے۔ (جبکہ آمر حکیم ہو) اگرچہ اس میں مراتب ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں ہے۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم دلیل نہیں رکھتے) یہ استفہام انکار اور توبیخ ہے۔

مخلصانہ عبادت کرووہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا:

آیت ۲۹: قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے) قسط کا معنی انصاف ہے۔ انصاف کا اور ہراس چیز کا جو صحیح عقل والے کے ہاں مستحسن ہے۔پس وہ کیونکر فحشاء کا حکم دے سکتے ہیں۔وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اور یہ کہ تم ہرسجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو) کہہ دواقیموا وجوھکم یعنی استقامت کے ساتھ اس کی عبادت کا قصد کرو۔اور ہر وقت سجود میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہونے والے مت بنو۔یا مسجد سے مکان سجود مراد ہے۔وَّ ادْعُوْهُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو) اور اسی ہی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (اسی طور پر کہ خالص کرنے والے ہو اس کے لئے عبادت کو) یعنی اطاعت کو اس حال میں کہ خالص اس کی رضا مندی چاہنے والے ہو۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا۔اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے) جیسا اس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا۔وہ تمہیں لوٹائے گا ابتدائے خلق سے ان کے انکار بعث پر حجت پیش کی گئی مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا اعادہ کر کے تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔پس اس کی مخلصانہ عبادت کرو۔

ہدایت واضلال اللہ کے پاس ہے:

آیت ۳۰: فَرِيْقًا هَدٰى (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے) وہ مسلمان ہیں وَفَرِيْقًا (اور بعض پر) یعنی ایک فریق کو گمراہ کیا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ (گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے) وہ کافر ہیں اِنَّهُمُ (ان لوگوں نے) وہ گروہ جس کے متعلق گمراہی ثابت ہوگئی۔ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (شیطانوں کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) یعنی مددگار وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) یہ آیت بھی ہدایت واضلال کے سلسلہ میں معتزلہ کے رد میں ہماری دلیل ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

"اے اولاد آدم! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنی آرائش لے لیا کرو اور کھاؤ اور پیواور حد سے آگے مت بڑھو،

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ آپ فرما دیجئے! اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

اور جو کھانے پینے کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں انہیں کس نے حرام قرار دیا، آپ فرما دیجئے کہ یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں اہل ایمان کے لیے ہیں۔ قیامت کے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

دن ان کے لیے خالص ہوں گی۔ ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے آیات بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔"

زینت میں اسراف وتکبر سے بچو:

آیت ۳۱: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ (اے اولاد آدم تم اپنا لباس پہن لیا کرو) اپنی زینت کا لباس عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (مسجد کی ہر حاضری کے وقت) جب بھی تم نماز ادا کرو۔ دوسرا قول زینت سے مراد کنگھی، خوشبو ہے مسنون یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے بہت اچھی حالت بنائے۔ کیونکہ نماز رب سے مناجات کا نام ہے پس زینت مستحب ہے اور عطر لگانا بھی جیسا کہ ستر وطہارت فرض ہے۔ وَّ كُلُوْا (اور خوب کھاؤ) گوشت اور چکناہٹ وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اور پیو۔ اور حد سے مت نکلو) حرام میں شروع ہو کر یا پیٹ بھرنے سے تجاوز نہ کرو۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو چاہو پیو، جو چاہو کھاؤ، اور جو چاہو پہنو مگر دو باتوں سے بچو، اسراف اور تکبر سے۔

نکتہ: ہارون الرشید خلیفہ عباسی کا ایک نصرانی طبیب تھا۔ اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد کو کہا تمہاری کتاب میں علم طب کی کوئی چیز نہیں حالانکہ علم دو ہی ہیں۔ علم الابدان اور علم الادیان۔ تو علی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری طب اپنی کتاب کی آدھی آیت میں جمع کر دی اور وہ یہ ارشاد و كلوا واشربوا ولا تسرفوا ہے نصرانی طبیب کہنے لگا تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طب کی کوئی چیز مروی نہیں تو علی نے جواب دیا ہمارے رسول ﷺ نے چند الفاظ میں ساری طب جمع کر دی اور وہ آپ کا ارشاد ہے المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء واعط كل بدن ما عوّدته۔ (ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت نہیں پائی (المقاصد ۳۸۹) تو نصرانی طبیب نے کہا پھر تو تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جالینوس کے لیے طب نہیں چھوڑی۔

تمام حلال زینت مسلمان کے لئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے:

آیت ۳۲: پھر استفہام انکاری کے طور پر حلال کو حرام قرار دینے پر فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ (کہہ دیجئے۔کس شخص نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو) یعنی کپڑے اور وہ تمام چیزیں جن سے آدمی خوبصورتی حاصل کرتا ہے۔ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہے) یعنی اس کی اصل جیسے روئی زمین سے اور ریشم کیڑوں سے وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اور کھانے پینے کی حلال چیزیں) لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء ایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ احرام باندھتے تو بکری اور جو بھی اس کے گوشت سے چربی اور دودھ نکلتا اس کو حرام قرار دیتے تھے۔ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (آپ کہہ دیجئے۔یہ چیزیں دنیوی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں) ان کے لیے خالص نہیں کیونکہ مشرکین ان چیزوں میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ (خالص ہونگی قیامت کے دن) ان کے ساتھ اور کوئی شریک نہ ہوگا۔ یہاں اس لئے یہ نہیں فرمایا لِلَّذِیْنَ اٰمنوا ولغیرهم تا کہ بتلا دیا جائے کہ یہ اصل میں ایمان والوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور کفار کو بطور تابع مل رہی ہیں۔

نحوی تراکیب:

نحو: نمبر ۱: خالصةٌ یہ مرفوع ہے نافع نے اسی طرح پڑھا اس صورت میں مبتداء ہے اور اس کی خبر للذین اٰمنوا ہے اور فی الحیٰوة الدنیا خبر کا ظرف ہے۔ یا نمبر ۲: خالصة یہ خبر ثانی ہے۔ نمبر ۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے حال کی وجہ سے اس کو منصوب پڑھا ہے یہ اس ظرف کی ضمیر سے حال ہے جو ظرف کی خبر ہے ای هی ثابتة للذین اٰمنوا فی الحیٰوة الدنیا فی حال خلوصها یوم القیامة یعنی وہ ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو ایمان لائے اور دنیا کی زندگی میں اس حال میں کہ وہ خالص ہونگی قیامت کے دن كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ہم حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (سمجھداروں کیلئے) کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ

"آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوئے ہوں۔ اور گناہ کو اور ظلم کو جو ناحق ہوتا ہے حرام

الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

قرار دیا ہے اور اس بات کو حرام قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ شرک کریں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی اور یہ بھی حرام قرار دیا کہ تم اللہ کے

تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا

ذمہ وہ باتیں لگاؤ جنہیں تم نہیں جانتے اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے سو جب انکی اجل آ گئی تو اس سے ذرا دیر بھی پیچھے نہ ہٹیں گے اور مقدم

یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ

بھی نہ ہونگے، اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں

فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

تکبر کیا وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

تمام محرمات کی جڑ شرک وفواحش:

آیت ۳۳: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ (آپ فرما دیں کہ میرے رب نے صرف فحش باتوں کو حرام کیا ہے) حمزہ نے رَبِّیْ پڑھا ہے۔ الفواحش جس کی قباحت بہت زیادہ ہو۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (جو ان میں علانیہ ہیں اور وہ بھی جو پوشیدہ ہیں) ان میں جو پوشیدہ وعلانیہ ہیں۔ وَالْاِثْمَ یعنی شرب خمر یا ہر گناہ وَالْبَغْیَ ظلم وتکبر بِغَیْرِ الْحَقِّ یہ بَغْیِ سے متعلق ہے۔ اور وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا نصب کی دلیل ہے گویا اس طرح فرمایا حرم الفواحش و حرم الشرک کہ اس نے حرام کیا فواحش اور حرام کیا شرک کو۔ یُنْزِلْ کو تخفیف کے ساتھ مکی، بصری نے پڑھا۔ اس میں تہکم ہے اس لئے کہ یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کے ہونے کی کوئی دلیل اتاری جائے۔ وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق باتیں بناؤ اور تحریم کے جھوٹے افتراءات باندھو وغیرہ۔

کفارِ مکہ کو وعید:

۳۴: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (ہر گروہ کیلئے ایک میعاد معین ہے) وقت معین ہے جس میں ان پر استیصال والا عذاب آئے گا۔ اگر وہ ایمان نہ لائے اس میں اہل مکہ کیلئے مقرر وقت میں عذاب کے اترنے کی وعید ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر اُترا۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کی میعاد معین پہنچے گی۔ اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے) اس کو ساعت سے مقید کیا گیا۔ مہلت میں سب سے قلیل وقت یہی استعمال کیا جاتا ہے۔

متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں:

آیت ۳۵: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ (اے اولاد آدم اگر تمہارے پاس آئیں) امّا یہ اصل میں اِنْ مَا ہے اِنْ شرطیہ کے ساتھ ما ملایا گیا تا کہ شرط کے معنی میں تاکید پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ما بھی شرط کے لیے ہے اس لیے کہ اس کے فعل پر نون ثقیلہ یا نون خفیفہ لازم کیا جاتا ہے۔ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ (پیغمبر جو کہ تم ہی میں سے ہونگے۔ جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے) میری کتابیں تم پر پڑھیں گے۔ یہ جملہ یقصّون موضع رفع میں رسل کی صفت ہے اور فَمَنِ اتَّقٰى (پس جو شخص پرہیز رکھے) یہ جواب شرط ہے اتقٰی کا معنی شرک سے بچنا ہے۔ وَاَصْلَحَ (اور اصلاح و درستی کرے) عمل کی قسم سے فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پس ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے) بالکل۔ قراءت: یعقوب نے فَلَا خَوْفَ پڑھا ہے۔

مکذب و متکبر کا انجام:

آیت ۳۶: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا (اور جو لوگ جھوٹا بتلاویں گے) تم میں سے بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ (ہمارے ان احکام کو اور ان سے تکبر کریں گے) ان پر ایمان لانے سے بڑے بنے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ لوگ دوزخ والے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ

''سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے یہ وہ لوگ جنہیں ان کا لکھا ہوا

نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا

حصہ مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرستادہ ان کی جان قبض کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ کہیں گے

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى

کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جواب میں کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے اور اس وقت یہ لوگ اپنے بارے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

میں اقرار کر لیں گے کہ ہم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ دوزخ میں ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ جو جنات میں سے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا

اور انسانوں میں سے تم سے پہلے ہو گذریں۔ جب ایک جماعت داخل ہوگی تو اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب

ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا

سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

لہٰذا انہیں خوب زیادہ بڑھتا چڑھتا دوزخ کا عذاب دیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو۔

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

اور جو پہلے لوگ تھے وہ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ سو چکھو لو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

اپنے اعمال کے بدلہ میں۔''

مفتری ومکذب دوزخ کا ایندھن بنے گا:

آیت ۳۷: فَمَنْ اَظْلَمُ (پس ظلم میں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا) جس نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھوٹا بتائے) ان میں سے جو منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے متعلق جو اس نے نہیں کیا یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی بات کو جھٹلا دیا۔ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ (ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا) جو ان کے لیے رزق و عمر لکھے گئے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا (یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آئیں گے) موت کا فرشتہ اور اس کے معاونین حَتّٰى یہ انکا اپنا حصہ پانے اور پورا پورا حصہ پانے کی غایت کے لیے لایا گیا یہی وہ حتی ہے جس کے بعد والا کلام ابتدائیہ ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام جملہ شرطیہ ہے اور وہ: اذا جآء تهم رسلنا ہے يَتَوَفَّوْنَهُمْ (ان کی جان قبض کرنے) وہ ان کی روحوں کو قبض کرینگے یہ رسل سے حال ہے۔ ای متوفیهم اس حال میں کہ وہ ان کی روحوں کو قبض کرنے والے ہونگے۔ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ (تو کہیں گے وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے) اس میں ما قرآنی رسم الخط میں این سے مل کر لکھا ہوا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے۔ کیونکہ یہ موصولہ ہے اور معنی یہ ہے کہاں ہیں وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) وہ کہاں گئے تا کہ تمہارا دفاع کر سکیں۔ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (وہ کہیں گے ہم سے سب غائب ہوگئے) وہ ہم سے غائب ہوگئے ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (اور وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں) وہ اپنے کفر کے سبب لفظ شہادت سے اعتراف کریں گے اور یہ لفظ شہادت قطعی خبر کے لیے آتا ہے۔

آیت ۳۸: قَالَ ادْخُلُوْا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم داخل ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کفار کو فرمائیں گے کہ تم داخل ہو جاؤ۔ فِيْٓ اُمَمٍ (ان جماعتوں کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ وہ بھی منجملہ ان امتوں میں سے ہونیوالے ہو جائیں جو ان کے مصاحب ہیں۔ قَدْ خَلَتْ (جو ہوئیں) گزریں مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (تم سے پہلے جنات اور انسانوں کی) جن وانس میں سے جو کافر ہوئے فِي النَّارِ (دوزخ میں) یہ ادْخُلُوا سے متعلق ہے۔ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ (جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی) آگ میں لَّعَنَتْ اُخْتَهَا (اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی) دین میں ان کے ہمشکل یعنی جو ان کی اقتداء میں گمراہ ہوئے۔ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا (یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے) یہ اصل میں تَدَارَكُوْا ہے آگ میں مل جاؤ اور جمع ہو جاؤ تا کو دال سے بدلا اور ادغام کے لیے ساکن کر دیا پھر ہمزۂ وصل اس پر داخل کر دیا۔ جَمِيْعًا یہ حال ہے قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ (پچھلے لوگ کہیں گے) مرتبہ کے لحاظ سے اور اس سے مراد پیروکار اور نیچے درجہ کے لوگ لِاُوْلٰىهُمْ مرتبہ کے لحاظ سے اولی، سردار، سربراہ ہیں۔ لا و لاهم کا معنی لاجلهم ان کی خاطر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہے ہونگے نہ کہ ان لوگوں سے۔ رَبَّنَا (اے ہمارے رب) اے ہمارے پروردگار هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا (ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ پس ان کو عذاب دوگنا دو) کئی گنا مِّنَ النَّارِ (دوزخ کا) قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کو دوگنا ہے) قائدین کو گمراہ کرنے اور اغوا کرنے کا اور پیروکاروں کو کفر اور اقتدائے کفر کا وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (لیکن تم کو خبر نہیں) کہ ہر فریق کے لیے کیا عذاب ہوگا۔

قراءت: ابوبکر نے لا يعلمون پڑھا یعنی ہر فریق دوسرے فریق کے عذاب کی مقدار نہ جان سکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ اور ہم ایسے ہی مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

سزا دیتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر سے اوڑھنے کا سامان ہوگا اور ہم اسی طرح ظالموں کو

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

بدلہ دیتے ہیں۔''

داخلۂ جہنم کا ایک منظر:

آیت ۳۹: وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ (اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں) نچلے درجہ کے لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِكُلٍّ ضِعْفٌ (الاعراف۔۳۸) اس کے بعد یہ کلام لائے یعنی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب کے بڑھائے جانے میں برابر کے حقدار ہیں۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (پس تم بھی اپنے کردار کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھتے رہو) تمہاری کمائی اور کفر کی وجہ سے اور یہ قائدین کا قول ہے جو نیچے درجہ والے لوگوں کو کہیں گے اس لیے فضل پر وقف نہیں یا ان تمام کو یہ کہا اس صورت میں فضل پر وقف ہے۔

کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے:

آیت ۴۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے) ان کو آسمانوں کی طرف چڑھنے کی اجازت نہ دی جائے گی تاکہ جنت میں وہ داخل ہو سکیں۔ کیونکہ جنت تو آسمانوں سے اوپر ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کا کوئی عمل صالح اوپر نہ چڑھے گا اور نہ ان پر برکت اترے گی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ موت کے بعد ان کی ارواح آسمان کی طرف صعود نہ کریں گی۔

قراءت: تُفَتَّحُ کو تخفیف کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے اور یا اور تخفیف کے ساتھ حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے یعنی وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے کیونکہ اس بات کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۫ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم کسی جان کو مکلف نہیں بناتے مگر اس کی طاقت کے موافق، یہ لوگ جنت والے

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ

ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے سینوں میں کدورت ہوگی ہم اسے نکال دیں گے۔ ان کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا

نیچے نہریں جاری ہونگی اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔ اور ہم

لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ

راہ پانے والے نہ تھے اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا بلاشبہ ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے اور ان کو آواز دی جائے گی کہ

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

یہ جنت ہے جو تمہیں دی گئی ان اعمال کا بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔''

الثلثۃ

ناممکن سے معلق فرمایا۔ خیاط، مخیط سوئی کو کہتے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ (ایسی ہی) اس رسوا کن بدلے کی طرح جو ہم نے بیان کیا۔ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرمین کو سزا دیتے ہیں) یعنی کفار۔ اس کی دلیل تکذیب آیات اللہ اور استکبار آیات اللہ۔

جہنم کا حال:

آیت ۴۱: لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ (ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا) یعنی بستر وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (اوران کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا) جمع غاشیۃ اوڑھنا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں) انہیں کو ان کے کفر کی۔

ایمان والوں کا صلہ:

آیت ۴۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زائد کوئی کام نہیں بتلاتے) اس کی طاقت کے مطابق۔ التکلیف ایسی چیز کو لازم کرنا جس میں مشقت ہو اُولٰٓئِكَ یہ مبتداء ہے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ خبر ہے۔ یہ سب مل کر الذین کی خبر ہے اور لا نکلف جملہ معترضہ ہے

آیت ۴۳: وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کردیں گے) وہ کینہ جو دنیا میں

انکے مابین تھا انکے مابین محبت والفت باقی رہ جائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہیں میں سے ہونگے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ (ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی) یہ ھم ضمیر سے حال ہے جو صدورھم میں ہے اور اس میں اضافت کا معنی عامل ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (اور وہ لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا) اس لئے کہ اس میں عظیم کامیابی کا ذریعہ ہے اور وہ ایمان ہے وَمَا كُنَّا (مَا كُنَّا) شامی نے بغیر واؤ کے پڑھا ہے اس طور پر کہ یہ ماقبل کے لیے جملہ موضحہ ہے۔ لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (اور ہماری کبھی پہنچ نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے) لِنَهْتَدِیَ کا لام تاکید نفی کے لیے لایا گیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہمارا ہدایت یافتہ ہونا صحیح نہ ہوتا لولا کا جواب محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے۔ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے) پس ہم پر مہربانی ہوئی اور راہ کے بارے میں انہوں نے خبردار کیا تو ہم نے راہ پالی یہ بات جو کچھ انہوں نے پایا اس پر خوش ہو کر اور جو ان کے دل میں تھا ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ (اور ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت ہے)

نحو : یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے نودوا انه تلکم الجنة ان کو آواز دی جائے گی شان یہ ہے کہ یہ وہی جنت ہے ہ ضمیر شان ہے یا پھر ان کے معنی میں ہے گویا ان کو کہا جائے گا یہ جنت ہے اُوْرِثْتُمُوْهَا (تم کو دی گئی ہے) جو تمہیں عطا کی گئی یہ اورثتم جنت سے حال ہے اور اس میں عامل تلك اسم اشارہ کا معنی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہارے اعمال کے بدلے)

نکتہ: جنت کو میراث کہا اس لئے کہ جنت عمل سے نہیں ملتی بلکہ وہ محض فضل ہے جس کا وعدہ اس نے طاعات پر فرمایا جیسا کہ میت کی میراث کسی شئ کا بدلہ نہیں۔ بلکہ وہ خالص صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان ہے معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی جو اس نے خبر دی اور اس کی بھی مخالفت کی جو نوح علیہ السلام اور اہل جنت نے اطلاع دی اور اہل نار نے جہنم میں پہنچ جانے کے بعد اطلاع دی اور جو ابلیس نے دربار الٰہی میں کہا۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ط (المدثر: ۳۱) نمبر ۲۔ فرمان نوح علیہ السلام: وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ط (ہود: ۳۴) نمبر ۳۔ اہل جنت کا قول: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج (اعراف: ۴۳) نمبر ۴۔ اہل نار کا قول: لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ (ابراہیم: ۲۱) نمبر ۵۔ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ (الاعراف: ۱۶)

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

''اور جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق پایا

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ

سو کیا تم نے بھی اسے حق پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں! پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اعلان کریگا کہ

لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۴۴ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ

اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ ۴۵

اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے۔''

وقف لازم/ وقف غفران

اہل جنت واہل نار کی گفتگو:

آیت ۴۴: وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا (اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا) اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے یا اَنْ مفسرہ ہے اسی طرح ان لعنۃ اللّٰہ علی الظلمین میں اَنْ ہے مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا یعنی ثواب کا حَقًّا یہ حال ہے فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ (پس کیا تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو پایا) یعنی عذاب حَقًّا (واقع کے مطابق) تقدیر عبارت وعد کم ربکم ہے کم کو سابقہ دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا جو کہ وعد نا ربنا میں پائی جاتی ہے یہ بات اہل جنت اہل نار کو بطور شماتت کہیں گے اور اللہ کی نعمتوں کے اعتراف کے طور پر ذکر کریں گے قَالُوْا نَعَمْ (وہ کہیں گے، ہاں)

قراءت: علی نے قرآن میں جہاں بھی آیا ہے نِعَمْ پڑھا ہے۔ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ (پھر ایک منادی دونوں کے درمیان پکارے گا) ایک منادی آواز دے گا اور جس آواز کو اہل جنت اور اہل نار تمام سنیں گے اور وہ منادی فرشتہ ہوگا اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر)

قراءت: مکی، شامی، حمزہ، علی نے انّ لعنۃ پڑھا ہے۔

اسباب لعنت کا تذکرہ کر دیا:

آیت ۴۵: الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ (جو اعراض کیا کرتے تھے) وہ منع کرتے ہیں عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے) یہ يَبْغُوْنَ کا مفعول دوم ہے یعنی وہ اس لئے کجی تلاش کرتے ہیں اور اس میں تناقض ڈھونڈتے ہیں وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ (اور وہ آخرت کے بھی) آخرت کے گھر کے كٰفِرُوْنَ (منکر تھے)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا

''اور دونوں کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر بہت سے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے اور وہ

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ

جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور امید کر رہے ہوں گے، اور جب ان

أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ ۙ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

کی نظریں دوزخ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل

الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ع ۵ ۸ ۱۲

نہ فرمایئے۔ اور اعراف والے بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے

قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ

کہ تمہارے کام نہ آئی تمہاری جماعت اور نہ تمہارا تکبر کرنا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں

أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ ان پر رحمت نہیں فرمائیگا انکو یوں حکم ہوگیا کہ داخل ہوجاؤ جنت میں تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم

تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾

رنجیدہ ہوگے۔''

اہل اعراف کمزور مؤمن:

آیت ۴۶: وَبَيْنَهُمَا (اوران دونوں کے درمیان) جنت و دوزخ کے درمیان یا فریقین کے درمیان حِجَابٌ (ایک آڑ ہوگی) یہ ... دیوار ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے فضُرب بينهم بسور (الحدید ۱۳) وَعَلَى الْأَعْرَافِ (اور اعراف کے اوپر) حجاب کی دیوار پر یہ جنت و دوزخ کے درمیان والی دیوار ہے وہ ان دونوں سے بلند ہے اعراف جمع عرف یہ دراصل عرف الفرس اورعرف الديك سے بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ رِجَالٌ (بہت سے آدمی ہونگے) یہ بچے کھچے مسلمان ہونگے یا جنت میں آخر میں داخل ہونے والے مسلمان جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہونگی۔ یا وہ جن کے ماں باپ ان سے راضی نہ ہونگے۔ یا مشرکین کے نابالغ بچے يَعْرِفُونَ كُلًّا (وہ لوگ ہر ایک کو پہچانیں گے) یعنی جو سعداء اور اشقیاء کے گروہ سے ہونگے بِسِيمَاهُمْ

(ان کی علامات سے)ان کی علامت سے ایک قول یہ بھی ہے کہ مومنین کی علامت چہرے کی سفیدی اور تروتازگی اور کفار کی علامت چہرے کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گونی وَنَادَوْا (وہ پکار کر کہیں گے)یعنی اعراف والے اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (اہل جنت کوسلام علیکم)تم پرسلام ہو یااَنْ بمعنی ای سلام گویا یہ ان کی طرف سے اہل جنت کو مبارک باددی جائے گی لَمْ يَدْخُلُوْهَا (ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے)یعنی صاحب اعراف یا یہ جملہ متانفہ ہے اس کا محل اعراب نہیں گویا کسی نے اصحاب اعراف کے بارے میں سوال کیا تو اس کو جواب دیا گیا لم یدخلوھا وہ اس میں داخل نہیں ہوئے وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ (وہ اس کے امیدوار ہونگے)اس میں داخلے کے۔نمبر۲۔اس جملہ کا محل اعراب ہے اس صورت میں یہ رجال کی صفت ہے اور مرفوع ہے۔

آیت ۴۷: وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ (اور جب ان کی نگاہیں جاپڑیں گی)اصحاب اعراف کی آنکھیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی پھیرنے والا ان کی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیر دے تا کہ وہ جہنم کو دیکھ کر استعاذہ کریں۔تِلْقَآءَ (کی طرف)طرف۔یہ ظرف ہے اَصْحٰبِ النَّارِ (اہل دوزخ)وہ اس میں جو عذاب ہونگے اس کا ملاحظہ کریں گے۔قَالُوْا رَبَّنَا لَاتَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے)وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں گے اور اس کی رحمت کی طرف رجوع کریں گے کہ وہ ان کو اہل نار کے ساتھ نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ سے بچائے۔

اہل اعراف کا کفار سے کلام:

آیت ۴۸: وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا (اور اصحاب اعراف بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے) رجال سے سرداران کفار مراد ہیں۔يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ (جن کو علامات سے پہچانیں گے۔کہیں گے تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئی)مال۔کثرت اجتماع مانافیہ ہے۔وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (اور نہ تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا)حق کے سلسلہ میں تمہارا تکبر اور لوگوں کے سلسلے میں تمہارا تکبر۔پھر وہ انہیں کہیں گے۔

آیت ۴۹: اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ (کیا یہ وہی ہیں جن کے متعلق)یہ مبتداء ہے الَّذِیْنَ یہ مبتداء مضمر کی خبر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے اھؤلاء ھم الذین اقسمتم کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے۔اَقْسَمْتُمْ (تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے)تم نے دنیا میں قسمیں اُٹھائیں۔ھٰؤلاء کا مشارٌ الیہ فقراء مؤمنین ہیں۔جیسے صہیب وسلمان رضی اللہ عنہما لَايَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ (کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا) یہ اقسمتم کا جواب ہے یہ الذین کے صلہ میں داخل ہے تقدیر عبارت یہ ہے تم ان کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہ نوازیں گے۔یعنی ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے ان کے فقر کی وجہ سے ان کو حقیر قرار دیتے تھے۔پس اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو فرمائیں گے۔اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ (ان کو یوں حکم ہوگا کہ تم جنت جاؤ) یہ فریقین کو ملاحظہ کرنے اور ان کے نشانات سے ان کو پہچاننے کے بعد ہوگا۔اور ان تمام مکالموں کے بعد جو ان کے مابین ہونگے۔لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (تم کو نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے)

وَ نَادٰۤی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا

''اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہمارے اوپر کچھ پانی بہادو یا ان نعمتوں میں سے جو اللہ نے تمہیں

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۵۰ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا

دی ہیں، وہ جواب میں کہیں گے کہ بلاشبہ اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو

دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا

لہوولعب بنایا اور انہیں دنیا والی زندگی نے دھوکہ دیا،سو آج ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کی

لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۵۱ وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ

ملاقات کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے انہیں ایسی کتاب دی ہے

فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۵۲ هَلْ یَنْظُرُوْنَ

جسے علم کے مطابق کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ بس اس انتظار میں ہیں

اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ ؕ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ

کہ اس کا انجام ان کے سامنے آجائے۔جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے جو اس کو پہلے بھول گئے تھے کہ

جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے سو کیا ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس

فَنَعْمَلَ غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

لوٹادیئے جائیں سو ہم اس عمل کے علاوہ عمل کریں جو کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈالااور جو کچھ افتراء پردازی

كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۵۳ ع ۶/۱۲

کیا کرتے تھے وہ سب بیکار چلی گئی۔''

اہل جنت واہل نار کا مکالمہ:

آیت ۵۰: وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ (اوردوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔کہ ہمارے اوپرتھوڑا پانی ہی ڈال دو) اَنْ مفسرہ ہے اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جنت آگ سے بلند ہے۔ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمْ

اللّٰہُ (یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے) ان کے علاوہ مشروبات کیونکہ اضافت کے حکم میں یہ بھی داخل ہے یا ہم پر ڈالو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق طعام و پھلوں کی اقسام میں سے دیا ہے پھر یہ علفتها تبناً وماءً بارداً کی قسم میں سے ہے۔یعنی ماء سے سقیتها کا فعل محذوف ہے۔

سوال : قبولیت سے ناامیدی کے باوجود یہ سوال کیوں کریں گے؟

جواب : حیران و پریشان وہ بات کرتا ہے جس میں اس کا فائدہ ہو اور ایسی بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے جو بے فائدہ ہو۔

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ (جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں کیلئے منع کر رکھا ہے)اس تحریم کا معنی منع کرنا اور روکنا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وحرمنا علیه المراضع (القصص۔۱۲)

نحو : یہاں وقف ہوگا اگر اس کے مابعد الذین کو مرفوع یا منصوب بطور مذمت کے مانا جائے۔اگر الذین کو مجرور مانیں تو الکافرین پر وقف نہیں ہوگا۔بلکہ اگلا جملہ اس کی صفت بن جائے گا۔

بڑے اسبابِ دوزخ' دین کا مذاق اڑانا اور طولِ بقاء کا دھوکا:

آیت ۵۱: اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَھْوًا وَّلَعِبًا (جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا)پس انہوں نے جو چاہا حرام وحلال کیا یا ان کا دین ان کی عید تھی۔وَّغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) وہ طول بقاء سے دھوکہ میں رہے۔فَالْیَوْمَ نَنْسٰھُمْ (پس ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے) ہم ان کو عذاب میں چھوڑیں گے۔ کَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِھِمْ ھٰذَا وَمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ (جیسا انہوں نے اس دن کا نام نہ لیا اور جیسا ہی ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے) یعنی ان کے بھلانے اور شدید انکار کی طرح۔

موجودین کی طرف روئے سخن:

آیت ۵۲: وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰہُ (اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی جس کو ہم نے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے) ہم نے اس کے حلال وحرام اور مواعظ وقصص کو الگ الگ بیان کیا۔عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَۃً (اپنے علم کامل سے جو ذریعہ ہدایت ورحمت ہے) یہ فَصَّلْنٰہُ کی ضمیر سے حال ہے جس طرح عَلٰی عِلْمٍ اس کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والوں کیلئے)

یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں:

آیت ۵۳: ھَلْ یَنْظُرُوْنَ (ان کو کسی چیز کا انتظار نہیں) وہ صرف انتظار کرتے ہیں۔اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ (صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے)مگر اس کے معاملہ کا انجام ونتیجہ اور وہ باتیں جن سے ان کا صدق واضح ہو اور جو وعدہ وعید کئے گئے ان کا صحیح طور پر ظہور ہو۔ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْہُ مِنْ قَبْلُ (جس دن اس کا آخری نتیجہ سامنے آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے)اس کو چھوڑا اور اس سے اعراض اختیار کیا۔قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا لا وَّالشَّمْسَ

عرش پر استواء فرمایا، ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو وہ رات اسے طلب کرلیتی ہے جلدی سے،اور پیدا فرمایا چاند کو اور سورج کو

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ

اور ستاروں کو اس حال میں کہ اس کے حکم سے وہ مسخر ہیں خبردار! پیدا فرمانا اور حکم دینا اللہ ہی کے لیے خاص ہے بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾

جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لاتے تھے) یعنی واضح ہوا اور سچ ثابت ہوا کہ وہ حق لے کر آئے تھے مگر انہوں نے اقرار ایسے وقت کیا جب کہ ان کو اقرار کا فائدہ نہیں۔

اہل نار کی بیکار تمنائیں:

فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَآ (پس اب کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے جو ہماری سفارش کردے)۔

نحو : یہ استفہام کا جواب ہے۔اَوْ نُرَدُّ (کیا ہم پھر واپس بھیجے جا سکتے ہیں) یہ جملہ ماقبل پر عطف ہے اور استفہام کے تحت داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا فهل لنامن شفعاء اوهل نرد ؟ کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے کیا ہمیں واپس کیا جا سکتا ہے۔ نُرَدُّ مرفوع ہے کیونکہ ایسے موقع پر واقع ہے جو اسم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہو هل یضرب زیدٌ؟ یا اس کا عطف اس تقدیر پر ہے۔ هل یشفع لنا شا فع اوهل نرد؟ فَنَعْمَلَ (تا کہ ہم ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے) یہ بھی استفہام کا جواب ہے۔ غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا) یعنی جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے۔

تخلیق ارض وسماء:

آیت ۵۴: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا) اس کی مراد آسمان وزمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اس کی تفصیل سورۂ حم سجدہ میں فرمائی۔ یعنی نمبر ۱: اتوار سے جمعہ تک۔ نمبر ۲: ملائکہ کے اعتبار سے آہستہ آہستہ۔ نمبر ۳: یہ بتلانے کے لیے کہ معاملات میں تدریج ہے۔ نمبر ۴: اور اس لئے بھی کہ ہر کام کے لیے ایک دن ہے۔ نمبر ۵: اور اس لئے بھی کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد بنانا یہ زیادہ

اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ۝۵۵ وَلَا تُفۡسِدُوۡا

تم اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرماتا ہے جو حد سے آگے بڑھنے والے ہیں اور فساد نہ کرو

فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، اور پکارواپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت اچھے کام

مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۵۶

کرنیوالوں سے قریب ہے۔''

دلالت کرتا ہے کہ اس کا بنانے والا عالم ۔ مدبر، اور متصرف ومختارکل ہے۔ اور وہ ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چلاتا ہے۔ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ (پھرعرش پر قائم ہوا) متمکن ہوا۔ استیلاء کی اضافت عرش کی طرف کی اگر چہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر مستولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے اورسب سے بلند ہے۔ فرقۂ مشبہ کی تفسیر عرش کے متعلق چارپائی اورتخت سے اورالاستواء کی تفسیر استقرار سے محض باطل ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ عرش سے قبل بھی لامکان تھے اوراب بھی لامکان ہیں جیسے پہلے تھے۔ اس لیے کہ تغیر وتبدل تو اکوان کی صفات میں سے ہے۔

استواء کے متعلق فرمان ائمہ:

امام جعفر، حسن بصری، امام ابوحنیفہؒ امام مالک رحمہم اللہ سے منقول ہے: **ان الاستواء معلوم۔ والكيف فيه مجهول والايمان به واجب والجحود به كفر والسئوال عنه بدعة** ان ائمہ سے مروی ہے کہ استواء معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اوراس پر ایمان لانا واجب اوراس کا انکار کفر اوراس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ (وہ چھپادیتا ہے رات سے دن کو)۔

قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یغشّی پڑھا ہے۔ یعنی رات دن کو آملتی ہے اوردن رات کو جاملتا ہے۔ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا (اس طور پر کہ وہ رات دن کوجلدی سے آلیتی ہے) یہ لیل سے حال ہے یعنی جلدی۔ طالب اصل میں لیل ہے۔ گویا وہ اپنی تیز روی کی وجہ سے دن کو ڈھونڈ رہی ہے۔ وَّ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ (اورسورج اور چانداوردوسرے ستاروں کو پیدا کیا) یعنی اس نے سورج چاندستاروں کو بنایا۔ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمۡرِهٖ (اس طرح کہ وہ اس کے حکم کے تابع ہیں) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ تابع ہیں قراءت شامی نے **مسخراتٌ** کوضمہ سے پڑھا ہے اور الشّمس بجمیع معطوفات مبتداء اور یہ اس کی خبر ہے۔ بِاَمۡرِهٖ وہ تکوینی حکم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اپنے حکم کے تابع کیا تو فرمایا: اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَ الۡاَمۡرُ (یادرکھواللہ تعالیٰ ہی کیلئے خالق ہونا اور حکم ہونا ہے) یعنی وہی ذات ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اوراختیار بھی اس کا ان پر چلتا ہے۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ بڑی خوبیوں والے ہیں) اس کی مہربانیوں کی کثرت ہے یا بھلائیاں دائمی ہیں۔ یہ برکت سے لفظ

بنا ہے۔نمو کو کہتے ہیں۔یاالبروك سے ہے جس کا معنی قائم و ثابت رہنا ہے البرکۃ اسی سے ہے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (جو تمام عالم کے پروردگار ہیں)

پکارنے کا حکم، مگر حد سے تجاوز کی ممانعت:

آیت ۵۵: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً (تم اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے بھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی عاجزی والا اور پوشیدگی والا۔التضرع یہ تفعّل کا وزن ہے الضرعہ سے بنا ہے اور وہ عجز و ذلت کو کہتے ہیں یعنی گڑگڑا کر اور مسکینی ظاہر کر کے حضور علیہ السلام نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم سمیع و قریب کو پکار رہے ہو۔وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔(بخاری ۴۳۸۴، مسلم ۲۷۰۴) حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ پوشیدہ اور علانیہ پکار نے میں ستر گنا کا فرق ہے۔اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (بیشک وہ ان کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں) ہر وہ چیز جس کا حکم دیا گیا دعا وغیرہ اس میں تجاوز کرنے والے۔ابن جریج کا قول ہے کہ دعا کے لئے آواز بلند کرنے والے اور ابن جریج کا قول ہے دعا میں چیخنا مکروہ اور بدعت ہے اور یہ بھی قول ہے اعتداء فی الدعا سے مراد دعا کو لمبا کرنا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ہونگے جو دعا میں حد سے تجاوز کریں گے حالانکہ آدمی کو اس طرح کہنا کافی ہے۔**اللّٰهم انی اسئلك الجنة و ما قرّب الیها من قول و عمل۔ واعوذ بك من النار و ما قرب الیها من قول و عمل** پھر آپ نے یہ آیت۔**انهٗ لایحب المعتدین** تک تلاوت فرمائی۔(ابوداؤد۔۱۴۸۰)

شرک و معصیت فساد ہے:

آیت ۵۶: وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اور دنیا میں درستی کے بعد فساد مت پھیلاؤ) نمبر ۱: اطاعت کے بعد معصیت کر کے۔نمبر ۲: توحید مان کر شرک کر کے نمبر ۳۔عدل کے بعد ظلم کر کے۔وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے) یہ دونوں حال ہیں۔نمبر ۱۔یعنی عمل کے رد ہو جانے کا خوف اور قبولیت کی طمع ہو۔نمبر ۲۔آگ کا خوف اور جنت کی طمع ہو۔نمبر ۳۔فراق کا ڈر اور ملاقات کی طمع۔نمبر ۴۔عاقبت کے غائب ہونے کا خوف اور ہدایت کے ظاہر ہونے کی طمع۔نمبر ۵۔اللہ تعالیٰ کے عدل سے خوف اور اس کے فضل کی طمع ہو۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کام کرنے والوں کے نزدیک ہے) نمبر ۱۔قریب کا ذکر رحمت کی تاویل سے ہے خواہ رحم سے ہو یا ترحم سے۔نمبر ۲۔موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی شئی قریب۔نمبر ۳۔اس فعل سے تشبیہ دی جو مفعول کے معنی میں ہے۔نمبر ۴: یہ اس لیے کہ رحمت کی تا تانیث غیر حقیقی کی ہے۔نمبر ۵۔مذکر کی طرف اضافت کا لحاظ کر کے لائے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ

''اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ

اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کے لیے روانہ کرتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعہ نکالتے ہیں

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ

ہر طرح کے پھلوں سے۔ اسی طرح ہم زندہ کریں گے مردوں کو،تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اچھی زمین

الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ

ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو زمین خراب ہے اس کا سبزہ نہیں نکلتا مگر ناقص

ع ۷/۱۴ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں جو شکر گذار ہوتے ہیں۔''

قدرت کے دلائلِ عقلیہ:

آیت ۵۷: وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ (اور وہ ایسا ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی حمزہ،علی نے الرِّیْحَ پڑھا۔ بُشْرًا (کہ وہ خوش کر دیتی ہیں) حمزہ وعلی نے نشر کا مصدر نشرًا پڑھا اور اس کے نصب کی وجہ نمبرا۔ یہ ہے کہ ارسل اور نشر قریب قریب ہیں۔ گویا اس طرح کہا۔ نشرھا نشرًا۔ نمبر۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی منشورات پھیلائی ہوئی۔ عاصم نے اس کو بُشْرًا پڑھا ہے۔ بُشْرًا تخفیف کے ساتھ ہو تو یہ بشیر کی جمع ہے۔ کیونکہ ریاح یہ بارش کی خوشخبری دیتی ہیں۔ شامی نے نشرا پڑھا اور نشر کی تخفیف نشر رُسُل اور رُسْل کی طرح ہے۔ اور بقیہ قراء کی قراءت تخفیف والی ہے۔ نُشُر جمع نشور یعنی ناشرۃ للمطر بارش کو پھیلانے والیاں بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ (اپنی باران رحمت سے پہلے) اس کی نعمت سے پہلے اور وہ بارش ہے جو کہ بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ (یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھا لیتی ہیں) اٹھاتی اور بلند کرتی ہے اقلال یہ قلت سے مشتق ہے کیونکہ طاقتور اٹھانے والا جس چیز کو اٹھا لیتا ہے اس کو قلیل خیال کرتا ہے۔ سَحَابًا ثِقَالًا (بھاری بادلوں کو) یعنی بھاری پانی کے ساتھ۔ یہ سحابۃ کی جمع ہے سُقْنٰهُ (تو اس کو چلا کر لے جاتے ہیں) ضمیر مذکر کی لفظ سحاب کا لحاظ کر کے لائی گئی اور اگر اس کو معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ ثقال ہے تو ضمیر مؤنث چاہئے جیسا کہ وصف کو لفظ پر محمول کیا جائے تو ثقیلا کہنا چاہیے۔ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ (کسی خشک سرزمین کی طرف) ایسے شہر کے لئے جس میں بارش نہیں ہوئی اور

اس کو سیراب کرنے کے لئے۔

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے مَّيِّتٍ پڑھا ہے۔ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ (پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں) نمبرا: بادلوں کے ذریعے۔ نمبر۲۔ چلانے کے ذریعے اور اسی طرح فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں) كَذٰلِكَ (یوں ہی) اس نکالنے کی طرح اور وہ پھلوں کا نکالنا ہے۔ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) پس یہ تذکیر تمہیں ایمان بالبعث تک لے جائے گی۔ کیونکہ دونوں اخراجوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک میں چیز کو بنانے کے بعد لوٹانا ہے۔

مؤمن و کافر کی تمثیل:

آیت ۵۸: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ (اور جو زمین ستھری ہوتی ہے) یہ زرخیز مٹی والی زمین يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے) آسانی کے ساتھ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یہ موضع حال میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے یخرج نباتہ حسناً وافیا اس کی نباتات اچھی اور شاندار نکلتی ہے کیونکہ یہ نکدا کے مقابلے میں مذکور ہے۔ وَالَّذِیْ خَبُثَ (اور جو زمین خراب ہے) یہ بلد کی صفت ہے ای البلد الخبیث، شوریا خطہ لَا يَخْرُجُ (اس کی پیداوار نہیں نکلتی) یعنی اس کی نباتات اس کو حذف کر دیا اول تذکرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اِلَّا نَكِدًا (مگر بہت کم) وہ جس میں کوئی غلہ نہ ہو یہ دراصل مثال اس شخص کی جس کو وعظ فائدہ دے اور وہ مؤمن ہے اور اس کی مثال جس میں کوئی چیز بالکل اثر نہ کرے اور وہ کافر ہے اور یہ تمثیل بارش کے اثر کے سلسلے میں واقع ہونے والی ہے بارش کا بلد میت پر اترنا اور اس سے پھلوں کا نکالنا بطور استطراد کے ہے۔ كَذٰلِكَ (یوں ہی) ایسا تصرف نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ (ہم دلائل طرح طرح سے بیان کرتے ہیں) ہم بار بار اور مکرر آیات کو لاتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اور وہ مؤمن ہیں۔ تاکہ وہ اس میں سوچ بچار کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ

نہیں ہے۔ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ

کہ بلاشبہ ہم تجھے کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گمراہی نہیں ہے لیکن میں سارے جہانوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ

جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس

مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ

نصیحت کی باتیں آ گئیں تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تا کہ تم ڈر جاؤ، اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ سو ان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا۔ سو ہم نے اسے اور ان

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ بلاشبہ وہ

ع ۱۵ ۸ — قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿۶۴﴾

لوگ اندھے تھے۔''

دعوتِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۵۹: لَقَدْ اَرْسَلْنَا یہ قسم محذوف کا جواب ای واللّٰہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا ۔ نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ (ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) ان کو رسول بنایا جبکہ ان کی عمر پچاس سال تھی اور انکا سلسلہ نسب یہ ہے۔ نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ اور یہ ادریس علیہ السلام کا نام ہے۔ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (پس انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں)۔

قراءت: علی نے غیرہٖ پڑھا ہے۔
نحو: رفع تو محل کی وجہ سے ہے گویا عبارت اس طرح ہے مالکم اللہ غیرہ فلا تعبدوا معہ غیرہ تمہارے لئے اس کے سواء کوئی معبود نہیں پس تم اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو اور جر لفظ کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے) نمبرا۔ قیامت کا دن۔ نمبر۲۔ ان پر عذاب اترنے کا دن۔ اور وہ عذاب طوفان تھا۔

نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب:

آیت ۶۰: قَالَ الْمَلَاُ (عزت والے لوگوں نے کہا) اشراف و سادات مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (ان کی قوم میں سے۔ کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں) طریق صواب سے جانے کو واضح کر دیا اور رؤیت سے رؤیت قلب مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کی تقریر اوّل:

آیت ۶۱: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں تو ذرا غلطی نہیں) یہاں ضلال نہیں کہا جیسا کہ انہوں نے کہا کیونکہ ضلالت ضلال میں سے خاص ہے۔ پس یہ لفظ اپنی ذات سے ضلال کی نفی کے لئے زیادہ بلیغ ہے گویا اس طرح کہا لیس بی شیء من الضلال مجھ میں ضلال نام کی کوئی چیز نہیں۔ پھر نفی ضلالۃ کی تاکید کے لئے استدراک کیا اور فرمایا وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں) کیونکہ ان کا اللہ کی طرف سے رسول ہونا یہ ان کی رسالت کا مقصود ہے اور اس معنی میں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے پس وہ ہدایت کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

تقریر دوم:

آیت ۶۲: اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ (میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں) نمبرا جو میری طرف وحی کی گئی مختلف اوقات میں نمبر۲۔ مختلف مقاصد جیسے اوامر و نواہی، مواعظ، بشائر، نظائر اُبْلِغُكُمْ ابوعمرو نے اس طرح پڑھا یہ کلام مستانفہ ہے رسول رب العالمین ہونے کا بیان ہے۔ وَاَنْصَحُ لَكُمْ (اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں) میں اخلاص کے ساتھ تمہاری بھلائی کا قصد کرنے والا ہوں۔ کہا جاتا ہے نصحتہٗ و نصحت بہٖ۔ لام لا کر مبالغہ میں اضافہ کر دیا۔ اور نصیحت کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ نصح کی حقیقت۔ نمبرا۔ غیر کے لئے اس بھلائی کا ارادہ کرنا جو تم اپنے لیے چاہتے ہو نمبر۲۔ سچی عنائیت میں انتہاء کرنا۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یعنی اس کی صفات سے یعنی عظیم قدرت دشمنوں پر اس کی سخت پکڑ اور اس کی پکڑ دشمنوں سے واپس نہیں کی جا سکتی۔

تقریر سوم:

آیت ۶۳: اَوَعَجِبْتُمْ (کیا تم تعجب کرتے ہو) ہمزہ انکار کے لئے ہے واؤ عاطفہ ہے معطوف علیہ محذوف ہے۔ گویا کہا گیا

اکذبتم و عجبتم کیا تم جھٹلاتے ہو اور تعجب کرتے ہو اَنْ جَآءَ کُمْ ۔ مِنْ اَنْ جَآءَ کُمْ۔اس لیے کہ تمہارے پاس آیا۔ ذِکْرٌ نصیحت مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے یعنی تمہاری جنس سے۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نبوت نوحؑ پر تعجب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ (المومنون:۲۴) اس سے ارسال بشر مراد لیتے ہیں۔، وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (المومنون:۲۴) لِیُنْذِرَکُمْ (تاکہ وہ شخص تم کوڈرائے) تاکہ وہ تمہیں کفر کے انجام سے ڈرائیں وَلِتَتَّقُوْا (اور تاکہ تم ڈر جاؤ) تاکہ تقویٰ تم سے پایا جائے اور وہ خشیت ہے جو انذار کے سبب سے ہو۔وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے) تاکہ تقویٰ کے سبب تم پر رحم ہو۔اگر وہ تم میں پایا جائے۔

تکذیب اور نتیجہ:

آیت ۶۴: فَکَذَّبُوْهُ (پس وہ لوگ اس کی تکذیب ہی کرتے رہے) پس انہوں نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی۔فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (تو ہم نے نوح علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا) وہ چالیس آدمی تھے اور چالیس عورتیں دوسرا قول یہ ہے نو آدمی تین ان کے بیٹے سام، حام، یافث اور چھ ان میں سے جو آپ پر ایمان لائے۔فِی الْفُلْكِ اس کا تعلق معہ کے ساتھ ہے۔گویا اس طرح کہا گیا والذین صحبوا فی الفلك اور وہ لوگ جنہوں نے انکا ساتھ دیا کشتی میں۔ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کردیا۔ بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے) حق سے۔کہا جاتا۔اعمٰی کا لفظ بصر میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔اور عم کا لفظ بصیرت میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا

نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا جواب میں کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم

لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

تجھے بے وقوفی میں دیکھ رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ ہود نے کہا اے میری قوم!

لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ

مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ

رب کا اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں، امانت دار ہوں، کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی تم ہی میں سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

ایک شخص کے واسطہ سے تا کہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

خلیفہ بنا دیا۔ اور جسمانی طور پر تمہارے ڈیل ڈول میں پھیلاؤ زیادہ کر دیا لہٰذا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ

تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اسلیے آیا ہے کہ ہم تنہا اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جس کی

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾

عبادت کرتے تھے اسے چھوڑ دیں۔ سو ہمارے پاس وہ چیز لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے۔

دعوت ہود علیہ السلام:

آیت ۶۵ : وَاِلٰى عَادٍ (اور ہم نے قوم عاد کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا عاد کی طرف۔ اس کا عطف نوح پر ہے اَخَاهُمْ (ان کے بھائی) ان میں سے ایک۔ جیسا تم کہو اخا العرب مراد اس سے ان عربوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک قرار دیا گیا

کیونکہ وہ ان میں فہیم ترین انسان تھے۔پس حجت ان پرخوب لازم ثابت ہوگئی۔(گنجائش انکار نہ رہی) هُوْدًا (ہود علیہ السلام کو) یہ اخاھم کا عطف بیان ہے۔ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم نہیں ڈرتے) یہاں فقال نہیں فرمایا جیسا کہ قصۂ نوح میں فرمایا تھا کیونکہ وہ فاء ایک سائل کے سوال کے جواب میں لایا گیا۔کہ ان کو نوح علیہ السلام نے کیا کہا تو جواب دیا گیا۔فقال یقوم اعبدوا اللّٰہ یہاں سوال مقدر کے بغیر ہے۔اس لئے قال یقوم اعبدوا اللّٰہ فرمایا اوراسی طرح۔

سرداروں کا جواب:

آیت۶۶ : قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ (قوم کے سردار کافروں نے کہا) یہاں الملاء کی صفت الذین کفروا سے کی ۔مگر قوم نوح کے ملاء کے تذکرہ الملأ من قومہ کہہ کر کر دیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ھود علیہ السلام کی قوم کے اشراف میں سے کچھ ایمان لائے تھے جن میں مرثد بن سعد تھے۔اس وصف کو لا کر ان مسلمان سرداروں کو الگ کرنا مقصود تھا۔جبکہ قوم نوح کے اشراف میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ (ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں) کہ تجھ میں حلم کی کمی ہے۔اور عقل کی کمزوری ہے اس لئے کہ تم نے قوم کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔ یہاں سفاہت کو مجازاً ظرف قرار دیا۔مطلب یہ ہے کہ وہ سفاہت اس میں جمی ہوئی ہے اس سے نکل نہیں سکتی۔ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے کہتے ہیں)تمہارے دعوئ رسالت میں۔

ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ا:

آیت۶۷،آیت ۶۸ :قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کم عقلی نہیں۔لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں)

اس چیز میں جس میں میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں۔امین اس پر جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ یہاں و انا لکم ناصح امین فرمایا۔ان کے قول و انالنظنك من الكاذبین کے مقابلہ میں تا کہ اسم کے مقابلہ میں اسم ہو۔ جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔حسن ادب: جن لوگوں نے انبیاء کو ضلالت وسفاہت کی طرف منسوب کیا ان کے جواب میں انبیاء نے حلم، چشم پوشی اور ان کے اقوال کا عدم مقابلہ ظاہر فرمایا۔ باوجود یہ کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے مخالفین لوگوں میں گمراہ ترین اور احمق ترین لوگ ہیں۔ اس میں حسن ادب،اعلیٰ اخلاق کا شاندار نمونہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوسروں بندوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ بے وقوفوں سے کس طرح بات کریں اوران سے کس طرح چشم پوشی اختیار کریں۔اوران سے ہونے والی غلطیوں پر کس طرح دامن رحمت ڈالیں۔ (سبحان اللّٰہ)

تقریر نمبر:۲

آیت۶۹: اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَ كُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے ۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا) یعنی تم زمین میں ان کے نائب ہو۔ یا اپنے مکانات میں اِذْ یہاں مفعول بہ ہے۔ ظرف نہیں ۔ یعنی اذکروا وقت استخلا فکم اپنے نائب بننے کا وقت یاد کرو۔ وَّ زَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْطَةً (اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا) لمبائی اور درازی (ان میں چھوٹا ساٹھ ہاتھ ہوتا اور لمبا سو ہاتھ ہوتا تھا) یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے بصطۃ حجازی، عاصم، علی نے صاد پڑھا نہ کہ سین فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو) اپنے نائب بننے میں اور اجسام کے بڑے ہونے میں اور اس کے علاوہ اس کے دیگر عطیات میں 'الآء کا واحد اِلیٌ ہے جیسے انی وٰاناء ۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تا کہ تم کو فلاح ہو)

قوم کا اعتراض:

آیت ۷۰: قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا (وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو نگے) اس میں آنے کا یہ معنی ہے کہ ھود علیہ السلام کا قوم سے الگ تھلگ مکان تھا جس میں عبادت کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل حراء میں کرتے تھے۔ جب ان کی طرف وحی آئی تو قوم کی طرف دعوت دینے کے لئے آئے ۔ لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے) انہوں نے اس بات کو عجیب خیال کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خاص ہونا بعید خیال کیا۔ دین آباء کو ترک کرنا جو کہ بت پرستی تھا اور اسی میں نشوونما ہوئی تھی انہوں نے بہت بعید سمجھا ۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب ہم پر اترنے والا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ

ہود نے کہاتم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ نازل ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہوان ناموں کے بارے

اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ

میں جو نام تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود سے تجویز کر لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۷۱ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ

سو تم انتظار کرو۔ بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ان کے

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دیدی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ لوگ

مُؤْمِنِيْنَ ۝۷۲ ع

ایمان والے نہ تھے۔''

۹ ع ۸ ۱۲

جواب ھود علیہ السلام:

آیت ۷۱: قَالَ قَدْ وَقَعَ (انہوں نے فرمایا بس اب آیا چاہتا ہے) یعنی اترا چاہتا ہے عَلَيْكُمْ (تم پر) آپ نے متوقع عذاب جس کا اترنا ان پر ضروری تھا۔ واقع ہونے والے عذاب کی طرح قرار دیا۔ جیسا کہ وہ آدمی جو تم سے بعض مطالبے کر لے تو تم اسے کہو۔ قد کان کہ تمہارا مطالبہ تو ابھی پورا ہوا۔ مِنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ (عذاب) وَّ غَضَبٌ (تمہارے رب کا عذاب اور غضب) ناراضگی۔ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ (کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑے ہو) ان چیزوں کے متعلق جو کہ محض نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت نہیں کیونکہ تم نے اصنام کا نام الھہ رکھا۔ حالانکہ الوہیت کے معنی سے وہ خالی ہیں۔ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (تم نے اور تمہارے آباء نے۔ ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ پس تم منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں)

نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی:

آیت ۷۲: فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا) یعنی جو ان پر ایمان لائے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اپنی رحمت سے۔ اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا)۔

الدابر جڑ یا جو کسی چیز کے بعد ہو۔ اور قطع دابر سے مراد مکمل استیصال اور ملیا میٹ ہونا ہے۔ وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اور وہ

ایمان لانے والے نہ تھے) فَائِدَہ : ان سے ایمان کی نفی کی اس کے باوجود کہ تکذیب آیات کا ان کے لئے اثبات کیا۔ تو اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہلاکت مکذبین کے ساتھ خاص ہے۔

علاقۂ قوم عاد اور مختصر حالات:

قوم عاد، عمان اور حضر موت کے درمیان تمام علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ بتوں کے معروف نام یہ تھے۔ نمبر ا۔ صداء۔ نمبر ۲۔ صمود۔ نمبر ۳۔ ھباء۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ھود علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سال کے لئے ان سے بارش کو روک دیا۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو اللہ تعالیٰ سے کشادگی طلب کرتے اور دعا کے لئے بیت الحرام مکہ مکرمہ جاتے چنانچہ اس قحط کے لئے قیل بن عنز اور لقیم بن ہزال اور مرثد بن سعد، یہ ھود علیہ السلام پر خفیہ ایمان رکھتا تھا۔ اس وقت ان پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ جو کہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ یہ وفد اس کے ہاں مکہ کے بالائی علاقے پر اترے۔ ان کو مرثد نے کہا جب تک تم ھود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے بارش نہ ہوگی۔ انہوں نے مرثد کو پیچھے چھوڑا اور خود نکل کر بیت اللہ کے پاس گئے اور یہ دعا کی۔ اللّٰھم اسق عادًا ما کنت تسقیھمْ اللہ تعالیٰ نے تین بادل سامنے کر دئے۔ سفید، سرخ، سیاہ پھر آسمان کے ایک منادی نے کہا یاقیل اختر لنفسك ولقومك اے قیل ان میں سے اپنی قوم اور اپنے لئے ایک بادل چن لو اس نے سیاہ بادل کا چناؤ کیا کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر قوم کی طرف وادی کے قریبی راستہ سے لوٹ گئے اور ان کو خوشخبری سنائی وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے ھذا عارض ممطرنا۔ مگر اس سے سخت ہوا نکلی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ھود علیہ السلام اور ایمان والوں نے نجات پائی وہ مکہ مکرمہ میں آبسے اور مدت تک وہیں رہے۔

وقف لازم

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ صالح نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ

اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ

کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو

لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

تمہارے لیے نشانی ہے سو تم اسے اللہ کی زمین میں چھوڑے رکھو کھاتی پھرا کرے۔ اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ

ورنہ تمہیں درد ناک عذاب پکڑ لے گا، اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد زمین میں رہنے کا

بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ

ٹھکانہ دے دیا۔ تم اس زمین کے نرم حصہ میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾

کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد

قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۷۳: وَاِلٰی ثَمُوْدَ ۔ (ہم نے بھیجا ثمود کی طرف) ایک قراءت میں ثمودٍ بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یا اصل کے لحاظ سے کیونکہ ان کے بڑے دادا کا نام ہے۔ غیر منصرف تو قبیلہ کا نام ماننے کی وجہ سے ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کو ثمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں پانی کم تھا۔ یہ ثمد سے ماخوذ ہے۔ وہ تھوڑے پانی کو کہتے ہیں۔ ان کے مکانات پتھروں کے تھے۔ حجاز و شام کے مابین واقع تھے۔ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ ظاہر نشانی ہے جو میری نبوت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے گویا اس طرح کہا ما هذه البینة؟ کہ یہ دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت تعظیم و تخصیص کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ محض قدرت الٰہی سے بلا صلب و رحم کے پہاڑ سے نکلی تھی۔ لَكُمْ اٰیَةً یہ ناقة سے حال ہے اس میں ہٰذہٖ کا اشارہ والا معنی عامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اشیر الیها اٰیةً میں اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اس حال میں کہ یہ نشانی ہے۔ ولکم یہ بیان ہے اس بات کا کہ یہ کس کے لئے نشانی ہے۔ کُم سے مراد قوم ثمود ہے۔ جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ یعنی زمین تو اللہ تعالیٰ کی زمین ہے

اور اونٹنی اللہ کی اونٹنی ہے۔اس کو چھوڑ دو۔اس کے رب کی زمین میں تا کہ اپنے رب کی نباتات کھائے پیئے تمہارے ذمہ اس کے چارہ کی مشقت نہیں۔وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اس کو مت مارو اور نہ کونچیں کاٹو۔اللہ تعالیٰ کے احترام کا تقاضا یہ ہے فَیَاْخُذَكُمْ یہ نہی کا جواب ہے۔عَذَابٌ اَلِیْمٌ (دردناک عذاب)۔

تقریر صالح علیہ السلام ' انعامات کی یاددہانی:

آیت ۷۴: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ (اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو ٹھکانا دیا) اور تمہیں ٹھہرایا۔المباءۃ منزل کو کہتے ہیں۔فِی الْاَرْضِ (زمین میں تراش) ارض حجر جو شام وحجاز کے درمیان ہے تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا (کہ تم نرم زمین پر محل بناتے ہو) بالاخانے گرمیوں کے آرام کے لئے وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا (اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو) سردیوں کے لئے بیوتا یہ حال مقدرہ ہے۔جیسے خط هذا الثوب قميصا اس کپڑے کی قمیص بناؤ اس لئے کہ پہاڑ گھڑنے کے دوران تو گھر نہیں بن سکتا اور نہ ہی کپڑا سلائی کے دوران قمیص ہوتا ہے۔فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ) روایت میں ہے کہ قوم عاد ہلاک ہوگئی تو ان کے علاقہ کی زمین کو قوم ثمود نے آباد کیا اور اس سرزمین میں ان کے نائب ہوگئے۔ان کی طویل عمریں تھیں اور انہوں نے پہاڑ کھود کھود کر گھر بنائے۔تا کہ موت سے قبل منہدم نہ ہوں۔ان کو وسعت مالی میسر تھی پس وہ اللہ تعالیٰ کی سرکشی پر اتر آئے اور زمین میں فساد مچایا اور بت پرستی پر لگ گئے اللہ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ عرب لوگ تھے صالح علیہ السلام ان کے متوسط طبقے میں سے تھے انہوں نے ثمود کو اللہ کی طرف بلایا مگر تھوڑے لوگوں کے علاوہ ان کی کسی نے اتباع نہ کی وہ بھی کمزور طبقہ کے لوگ تھے آپ نے مسلسل ان کو ڈرایا۔

بالآخر انہوں نے معینہ پہاڑ سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا آپ نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی۔ پہاڑ سے گابھن اونٹنی جیسی آواز نکلی اور ایک قوی ہیکل اونٹنی نکلی اس پر جندع اور ان کی قوم کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا

کہا جو اُن میں سے ضعیفوں نے انہوں تھے سردار متکبر جو کے قوم کی ان

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

سے ایمان لائے تھے کیا تم اس بات کا یقین کرتے ہو کہ صالح اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۷۵ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

انہوں نے جواب دیا بے شک جو کچھ ان کو دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ متکبر سرداروں نے کہا

اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۷۶ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ

کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ سو انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کا حکم ماننے سے

اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

سرکشی کی، اور کہنے لگے کہ اے صالح! اگر تم پیغمبروں میں سے ہو تو جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ

الْمُرْسَلِیْنَ ۷۷ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۷۸

لے آؤ۔ سو ان کو پکڑ لیا زلزلہ نے۔ سو وہ اوندھے منہ ہو کر اپنے گھروں میں پڑے رہ گئے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ

پھر صالح نے ان سے منہ موڑا۔اور فرمایا کہ اے میری قوم!بلاشبہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۷۹

کی۔ لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔''

آیت۷۵: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے کہا) **قراءت**: شامی نے وقال پڑھا ہے۔لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا (غریب لوگوں سے) کفار سرداروں نے جن کو کمزور بنا رکھا تھا۔لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ ۔

نحو: یہ الذین استضعفوا سے بدل ہے اور اس میں جاء کا اعادہ کیا گیا ہے۔اس میں دلیل ہے کہ بدل جہاں بھی آئے گا۔ وہاں عامل کا اعادہ مقدر ضرور ہو گا۔منہم کی ضمیر کا مرجع قوم ہے۔اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے فقط ایمان والوں کو کمزور بنا رکھا تھا۔یا ضمیر مستضعفین کی طرف لوٹتی ہے اور اس میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مستضعفین مؤمن و کافر دونوں طرح کے لوگ تھے۔

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں) یہ بات انہوں نے بطور تمسخر کہی۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (انہوں نے کہا ہم تو بیشک اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دیکر بھیجا گیا ہے) یہ ان کا جواب ہوا۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے رسول بنائے جانے کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے آپکی رسالت کو ایک مسلمہ بات قرار دیا۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا کہ مرسل ہونے کا علم اور جو کچھ وہ دیکر بھیجے گئے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں کلام اس پر ہے کہ آیا ان پر ایمان لانا واجب ہے پس ہم تمہیں خبر دے رہے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبرین کا جوابی رویہ:

آیت ۷۶: قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (متکبر سرداروں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں) انہوں نے امنتم بہ کو ارسل بہ کی جگہ ذکر کر کے کفار اس بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کہ جس ایمان کو تم مسلّم کہتے ہو ہم اسی کا انکار کرتے ہیں

۷۷: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ (غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا) عقر کی نسبت پوری قوم کی طرف کی اگرچہ عاقر تو قدار بن سالف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پوری قوم اس پر رضامند تھی۔ یہ قدار سرخ نیلگوں بونا تھا۔ جیسا کہ فرعون بھی اسی طرح تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ پہلوں میں بڑا بد بخت صالح کی اونٹنی کو ذبح کرنے والا تھا۔ اور پچھلوں میں بڑا بد بخت تیرا قاتل ہوگا۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۹)
وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس سے منہ موڑا اور تکبر کیا۔ امر ربھم سے مراد وہ حکم ہے جو ان کو صالح علیہ السلام کی زبان پر دیا گیا: فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ (الاعراف: ۷۳) یا شان رب مراد ہے۔ اور وہ دین ہے۔ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ (اور کہنے لگے اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوائیں) یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (اگر تم پیغمبروں میں سے ہو)

عذاب کی آمد:

آیت ۷۸: فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ وہ چیخ جس سے زمین ہلا دی گئی۔ اور وہ اس سے بے قرار ہو گئے۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ اپنے شہروں میں یا مکانات میں جٰثِمِیْنَ (اوندھے) بیٹھنے کی حالت میں مردار ہوئے کہا جاتا ہے الناس جثم یعنی بیٹھے ہیں کہ ان میں حس و حرکت نہیں اور نہ وہ کلام کرتے ہیں۔

تحسر صالح علیہ السلام:

آیت ۷۹: فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ (صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے) جب انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں وَقَالَ یٰقَوْمِ (اور فرمایا اے میری قوم) ان سے جدائی کے وقت لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ (میں

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

''اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ط

بھی نہیں کیا، بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

بلکہ تم لوگ حد سے گذر جانے والے ہو، اور ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ کہنے لگے

اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ج اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاکباز بنتے ہیں، سو ہم نے نجات دی لوط کو

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ز صلے كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط

اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ رہ جانے والوں سے تھی اور ہم نے ان پر ایک بڑی بارش برسا دی۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع

سو دیکھ! کیسا انجام ہے مجرمین کا۔''

نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے) جو کہ ہدایت کا حکم دینے والے تھے۔ خواہشات کی تزیین کی بناء پر نصیحت کے بارے میں معروف ہے کہ رسواء کن دودھ دینے والی اونٹنی ہے۔ لیکن وہ بدمزہ ہے جس سے غصہ جنم لیتا ہے۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے بدھ کو اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن زندہ رہو گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے۔ جبکہ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے۔ اور تیسرے دن سیاہ پڑ جائیں گے۔ چوتھے دن عذاب تمہیں دبوچ لے گا۔

بالکل ایسا ہی ہوا آپ ایک سو دس مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری تھی۔ جب انکی ہلاکت ہو چکی تو پھر لوٹ کر اسی علاقے میں رہے (مگر واپس وہیں رہائش کی بات محل نظر ہے۔ دیگر مفسرین مکہ مکرمہ ہجرت کا قول نقل کرتے ہیں)۔

تذکرہ قوم لوط علیہ السلام:

آیت ۸۰: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ (ہم نے لوطؑ کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا) یعنی اذکروا لوطا کہ تذکرہ کرو لوطؑ کا اِذْ یہ اس محذوف فعل کا بدل ہے۔ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو) کیا تم انتہائی شدید برائی میں مبتلاء ہو۔

انوکھا جرم:

مَاسَبَقَكُمْ بِهَا (جس کوتم سے پہلے نہیں کیا) جس کوتم سے پہلوں نے نہیں کیا۔ باتعدیہ کیلئے ہےاور رسول اللہ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ سبقك بها عكاشة۔ عکاشہ تم سے پہل کر گیا۔ (احمد ج ا ص ۴۵۳) مِنْ اَحَدٍ (کسی نے) من زائدہ ہے جو تاکید نفی کیلئے لائے اور یہاں استغراق کا معنی دے رہا ہے۔ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ (دنیا جہاں والوں میں سے) اس میں من تبعیض کیلئے ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اول ان پر یہ کہہ کر انکار کیا۔ اتاتون الفاحشة پھر ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ جہان میں اس عمل کے بانی تم ہو۔

شہوات میں اندھا پن:

آیت ۸۱: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ (تم مردوں کے ساتھ کرتے ہو) یہ اتاتون الفاحشة کا بیان ہے۔ اِنَّكُمْ کو مدنی اور حفص نے خبر مانا ہے۔ اور اتی المراۃ کا معنی جماع کرنا ہے شَهْوَةً (شہوت رانی) یہ مفعول لہ ہے یعنی شہوت کی خاطر۔ تمہیں اس بات پر صرف شہوت آمادہ کرنے والی ہے اور یہ سب سے زیادہ قابل مذمت حرکت ہے۔ کیونکہ بہیمہ والی صفت ہے۔ مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو) انکار سے اعراض کر کے اس حالت کی خبر دی جو ارتکاب قبائح کو لازم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس قوم کی عادت اسراف اور ہر چیز میں تجاوز عن الحدود تھی۔ اس لئے انہوں نے قضائے شہوت میں اسراف کرتے ہوئے معتاد راستے سے غیر معتاد کی طرف تجاوز کیا۔

قوم کا جواب، خیر کو عیب کہا:

آیت ۸۲: وَمَاكَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ (ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا، سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو) یعنی لوط اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ لوط علیہ السلام نے ان سے انکار فاحشہ کے سلسلے میں جو جواب مانگا اس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس شرارت کی جڑ کے متعلق لوط نے ان کی نشاندہی کی۔ کہ وہ صرف لوگ ہیں۔ انہوں نے انکا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ایسی چیز پیش کی جو ان کے کلام سے بالکل متعلق نہ تھی۔ انہوں نے حکم دیا کہ لوط اور ان پر ایمان لانے والوں کو بستی سے نکال دو۔ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں) یہ طہارت و پاکیزگی کے دعویدار ہیں اور ایسی بات کے مدعی ہیں کہ ہم خبیث فعل کے مرتکب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی بات کو بطور عیب ذکر کیا۔ جو قابل مدح تھی۔

نتیجہ آمدِ عذاب:

آیت ۸۳: فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ (پس ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو بچالیا) جو بھی ان کے ساتھ خاص طور پر رشتہ دار متعلق تھے یا مومنین اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ انہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے) عذاب میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے تھی۔ مذکر کو مونث پر غلبہ دے کر مذکر صیغہ لایا گیا۔ یہ اہل سدوم میں سے کافرہ تھی۔ روایت میں مذکور ہے کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پتھر اس کو آلگا۔ جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ط قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی ہے۔ سو ناپ اور تول پورا

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ

کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو، اور زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا

مت کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو، اور مت بیٹھ جاؤ

بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ

ہر راستہ میں کہ تم لوگوں کو دھمکیاں دیتے ہو۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لائے۔ اور

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا

اس میں کجی تلاش کرتے ہو۔ اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑے سے تھے سو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھ لو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ

فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس

اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى

حکم پر ایمان لائی جسے دیکر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہ لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ

يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے''۔

خاص قسم کی بارش:

آیت ۸۴: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کی بارش برسائی) ہم نے ان پر ایک عجیب قسم کی بارش کی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ اور فاسفورس کی بارش کی۔ایک قول یہ ہے کہ مقیم لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا اور چلنے پھرنے

والوں پر پتھروں کی بارش کی۔ ابوعبیدہ کا قول ہے لفظ اَمْطِرْ عذاب کیلئے اور مَطَرْ کا لفظ رحمت کے لیے آتا ہے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (پس دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔

قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۸۵: وَاِلٰى مَدْيَنَ (اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا مدین کی طرف۔ مدین یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو) ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے اس لئے کہ قوم کو انہوں نے خوب جواب دیئے اور عمدہ انداز سے سمجھایا وہ ماپ تول میں کمی کرنے والے تھے۔

خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے معبود کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے) یعنی معجزہ اگرچہ وہ قرآن میں موجود نہیں۔ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ (تو تم ماپ تول پوری پوری کیا کرو) ان کو پورا کرو۔ مراد یہ ہے کہ پورا کرو ماپ کو اور میزان کا وزن پورا دو۔ یا میزان میعاد کی طرح بمعنی مصدر ہے۔ وزن کرنے میں۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کرو) ان کے حقوق مال میں کمی کرکے اور وزن میں نقص کرکے نہ توڑو۔ وہ فروخت کرتے وقت ہر چیز کم دیتے۔ بخس کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ الناس و اشیاء ہم ہے جیسے کہتے ہیں۔ بخست زیدًا حقه یعنی میں نے اس کو کم کرکے دیا۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اور زمین کی درستی کر دیئے جانے کے بعد فساد مت پھیلاؤ) اس میں اصلاح کرنے کے بعد یعنی اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ اس کے بعد کہ نیک انبیاء اور اولیاء نے اس میں اصلاح کی ہے اور اصلاحها کی اضافت اسی طرح ہے۔ جیسے بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (سبا:۳۳) یعنی بل مکر کم فی الیل و النهار تمہارا دن رات تدابیر شر کرنا۔ ذٰلِكُمْ (یہ) اس سے اشارہ وفاء کیل و میزان، ترک بخس اور ترک فساد فی الارض کی طرف ہے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) انسانیت کے لحاظ سے اور اچھے کردار کے اعتبار سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اگر میری بات میں تم میری تصدیق کرنے والے ہو۔

قوم کا مزاج ڈاکہ زنی:

آیت ۸۶: وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ (اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو) ہر راستے پر تُوْعِدُوْنَ (کہ دھمکیاں دو) ان کو جو شعیب علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں سزا کے ساتھ۔ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ (اور ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے روکو) عبادت سے مومنوں کو اور یہ بھی قول ہے کہ وہ راستے پر ڈاکے ڈالتے دوسرا قول یہ ہے کہ چنگی وصول کرتے۔ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو) اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے تم ڈھونڈتے ہو۔ یعنی اس کے متعلق لوگوں کو کہتے ہو کہ یہ ٹیڑھا راستہ ہے درست و سیدھا نہیں ہے تاکہ لوگ اس پر چلنے سے رک جائیں۔

نَحْو : تو عدون اور اس کا معطوف یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔یعنی نہ تم راستوں پر بیٹھو اس حال میں کہ تم لوگوں کو ڈرانے والے ہو۔اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والے اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے والے ہو۔ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا (اور اس حالت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے)

نَحْو : اذ مفعول بہ ہے ظرف نہیں ہے۔یعنی تم شکر یہ کے طور پر اس وقت کو یاد کرو۔جب تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ فَكَثَّرَكُمْ (سو اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا) اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی۔اور گنتی میں بہت زیادہ کر دیا۔کہا جاتا ہے کہ مدین بن ابراہیم نے لوط علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی پس اس سے اولاد پیدا ہوئی۔جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور بہت زیادہ ہو گئے۔ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (اور دیکھو کیا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا) آخر انجام ان لوگوں کا جنہوں نے تم سے پہلے فساد برپا کیا جیسے قوم نوح، قوم صالح، لوط، ہود علیہم السلام۔

دونوں فریقوں کو خطاب:

آیت ۸۷: وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا (اور اگر تم میں سے بعض اس حکم پر جس کو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے۔ایمان لائے ہیں اور بعض ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ) پس تم انتظار کرو۔ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان میں فیصلہ کیے دیتے ہیں) یعنی دونوں فریقوں کے درمیان کہ حق پرستوں کو باطل پرستوں پر غلبہ دیا جائے۔نمبرا۔ یہ دراصل وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے انتقام لیں گے۔ یا پھر ایمان والوں کو صبر پر آمادہ کیا گیا۔کہ وہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں کو برداشت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور کفار کے درمیان فیصلہ فرمادیں اور انتقام لیں۔نمبر۳۔ دونوں فریقوں کو مخاطب کیا تا کہ مسلمان ایذائے کفار پر صبر کریں۔اور کافروں کو ایمان والوں کا ایمان اگر برا معلوم ہوتا ہے تو وہ اس پر صبر کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ فرمادیں اور پلید اور پاک کو الگ کر دیں۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے) کیونکہ اس کا حکم برحق اور عادلانہ ہے۔اس میں ظلم و جور کا شائبہ بھی نہیں۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ان کی قوم کے سردار جو تکبر کرنے والے تھے کہنے لگے کہ اے شعیب ضرور ضرور ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنی بستی سے نکال دیں

مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا

گے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کیا (ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں گے) اگرچہ دل سے برا جانتے ہوں؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ

ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے بن جائیں اس کے بعد کہ اللہ نے اس سے ہم کو نجات دی' اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا

اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى

کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں اِلَّا یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ پر

اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾

بھروسہ کیا' اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو فیصلہ کرنیوالوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے'

سرداروں کا جواب:

آیت ۸۸: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ) یعنی دونوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنا ہوگی یا نکلنا یا کفر کی طرف لوٹنا۔ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ (شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں اگرچہ ہم اس کو ناپسند ہی سمجھتے ہوں)

نحو : اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے۔ اور واؤ حالیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اتعید و نافی ملتکم فی حال کراھتنا و مع کوننا کارھین قالوا نعم کیا تم ہمیں اپنے مذہب کی طرف لوٹاؤ گے باوجود یہ کہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں۔

شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر:

آیت ۸۹: پھر ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ (ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں) یہ قسم ہے تقدیر عبارت یہ ہے واللّٰہ لقد افترینا علی اللّٰہ کذبا ان عد نافی ملتکم۔ اللہ کی قسم ہم نے اس وقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ کر گئے۔ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو) ہمیں اللہ تعالیٰ نے چھٹکارا دیا۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۹۰

اور کہا ان کی قوم کے سرداروں نے جو کفر پر تھے کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بلاشبہ بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۹۱ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا

سو پکڑ لیا ان کو زلزلہ نے سو وہ صبح کے وقت اس حال میں ہو گئے کہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے تھے' جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا

كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ۹۲ فَتَوَلّٰى

گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے' جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی نقصان میں پڑنے والے ہیں' سو پشت پھیری

عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى

ان کی طرف سے اور کہا کہ اے میری قوم بے شک میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی سو پھر میں کفر

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۹۳ ع

اختیار کرنے والی قوم پر کیوں رنج کروں؟

سوال: ان عدنا فی ملتکم شعیبؑ نے کس طرح کہہ دیا۔ حالانکہ کفر انبیاء تو محال ہے۔

جواب: اس سے قوم کے ان مومنین کا لوٹنا مراد ہے اگرچہ نظم کلام میں تمام شامل ہیں۔ اور بلاشبہ وہ اس سے بری ہیں۔ کلام کو تغلیب کے انداز میں چلایا ہے۔ وَمَا یَكُوْنُ لَنَآ (اور ہم سے یہ ممکن نہیں) نہ یہ ہمارے لیے مناسب ہے اور نہ صحیح ہے۔ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَآ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (کہ ہم تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے مقدر کیا ہو جو ہمارا مالک ہے) مگر یہ کہ ہماری تقدیر میں لوٹنا لکھا ہو۔ تو اس کو موڑا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ساری کائنات کے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے) علمًا، تمیز ہے یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اپنے بندوں کے پلٹنے والے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے دل کس طرح پلٹتے ہیں اس سے بھی واقف ہے۔ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں) اس پر کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اور یقین میں وہ اضافہ کی ہمت دے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دیجئے) یعنی تو فیصلہ کر۔ الفتاحۃ فیصلہ کرنا۔ حق فیصلہ بند کام کو کھول دیتا ہے۔ اسی لیے اس کو فتح فرمایا۔ اہل عمان کی لغت میں قاضی کو فتاح کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ (اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں)

سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا:

آیت ۹۰: وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (اور ان کی قوم کے کافر سرداروں

نے کہا اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک تم بڑا نقصان اٹھاؤ گے) اس کی اتباع سے بخس وتطفیف کے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وہ ان سے روکتا ہے۔ اور تمہیں ایفاء اور برابری پر آمادہ کرتا ہے۔

نحو : لئن اتبعتم یہ لام شرط سے شروع ہونے والا قسم کا جواب ہے۔ اور شرط کا جواب انکم اذا لخاسرون ہے۔ اور وہ دونوں جوابوں کے قائم مقام ہے۔

انکار کا نتیجہ دُنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی:

آیت ۹۱: فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا) زلزلہ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ (وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے) مردہ۔

آیت ۹۲: اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) **نحو** : یہ مبتداء اور اس کی خبر كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا (ان کی یہ حالت ہوگئی گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے بھی نہ تھے) ہے۔ غنی بالمکان کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے۔ گویا وہ مقیم ہی نہیں ہوئے۔ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ (وہ خسارہ میں پڑ گئے) ہے۔ اس مبتدا میں خصوصیت والا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا هم المخصوصون بأن اهلكوا كأن لم يقيموا فی دارهم لان الذين اتبعوا شعيبًا قد انجاهم الله۔ الذين كذبوا شعيبًا هم المخصوصون بالخسران العظيم دون اتباعه فهم الرابحون۔ اس مبتداء میں خصوصیت کا معنی ہے گویا اس طرح کہا گیا جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ ہلاکت کے ساتھ خاص ہیں۔ کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ گویا وہ اپنے گھروں میں رہائش پذیر بھی نہ ہوئے۔ کیونکہ جنہوں نے شعیبؑ کی اتباع کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات اور جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ عظیم نقصان کے ساتھ مخصوص تھے۔ شعیب اس تکرار میں مبالغہ ہے اور ان کی تکذیب اور جو ان کے نتیجے میں ان پر گزری اس کو بہت بڑا کر کے پیش کیا گیا (تاکہ عبرت ونصیحت خوب ہو)

تحسر کے کلمات:

آیت ۹۳: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ (اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے) عذاب نازل ہونے کے بعد۔ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَیْفَ اٰسٰی (اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں کیوں رنج کروں) غم کروں؟ عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ (کافر لوگوں پر) ان کا غم قوم پر سخت ہوا۔ پھر انہی کی طرف توجہ فرما کر فرمانے لگے۔ میں ایسی قوم پر کیوں غم کروں جب کہ وہ غم کے حقدار ہی نہیں۔ کیونکہ وہ کفر کرنے والے تھے اور اس عذاب کے حقدار تھے جو ان پر نازل ہوا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ میں اس عذاب سے بچانے میں جو تم پر اترا اور تبلیغ میں بہت عذرداری پیش کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ اب میں کیسے تم پر افسوس کروں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اس کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف کے ساتھ نہ پکڑا ہو تاکہ وہ

یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ

عاجزی کریں۔ پھر ہم نے بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ وہ بڑھتے چلے گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادوں کو

اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ

تکلیف اور خوشی پہنچ چکی ہے۔ سو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ تھی۔ اگر ان بستیوں کے رہنے

الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ

والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان کی اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن

كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ

انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب ان کے پاس

بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی

رات کے وقت اس حال میں آجائے کہ وہ سو رہے ہوں۔ یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے

وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲

جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے نڈر ہو گئے۔ سو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جن کا برباد ہونا ہی طے پا چکا ہو۔

قوموں کا عمومی طرزِ عمل:

آیت ۹۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا) ہر شہر کو قریہ کہتے ہیں۔ اس میں حذف ہے۔ یعنی انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ (کہ وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی میں نہ پکڑا ہو) تنگدستی اور فقر وَالضَّرَّآءِ (اور بیماری میں) اتباع پیغمبر سے تکبر کرنے کی بناء پر جسمانی تکالیف اور مرض یا دونوں کا یعنی نفس کا نقصان اور مال کا نقصان لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ (تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں) تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی اختیار کریں تکبر کی چادر اتار پھینکیں۔

استدراجِ الٰہی:

آیت ۹۵: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ (پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی) یعنی پھر ہم نے ان کو ان

چیزوں کے بدلہ میں جن میں بلاء ومحنت تھی نرمی، وسعت اور صحت دے دی۔ حَتّٰی عَفَوْا (یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی) وہ زیادہ ہوئے اور مال والنفس کے لحاظ سے ترقی کر گئے یہ عفا النبات سے لیا گیا جبکہ وہ کثرت سے ہو۔ اسی سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اعفوا اللحی (نسائی ترمذی) وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ (اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آتی تھیں) یعنی وہ کہنے لگے کہ یہ زمانہ کا چکر ہے کہ لوگوں میں دکھ سکھ آتا ہے۔ یہ گناہوں کی سزا نہیں اس لیے جس بات پر قائم ہو اسی پر قائم رہو۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی) عذاب کے نازل ہونے کی۔

اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں اُن سے بیر نہ تھا:

آیت ۹۶: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى (اور اگر ان بستیوں والے) القریٰ میں الف لام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ القریٰ سے وہی بستی مراد ہے جو اس آیت میں مراد ہے۔ وما ارسلنا فی قریة من نبی گویا عبارت اس طرح ہے ولو ان اهل تلك القرى الذين كذبوا و اهلكوا اگر وہ بستی والے جنہوں نے تکذیب کی اور ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اٰمَنُوْا (ایمان لے آتے) کفر کے بدلے ایمان لاتے۔ وَاتَّقَوْا (اور پرہیزگاری اختیار کرتے) شرک سے بچتے' بجائے اس کے ارتکاب کے لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ (تو ہم ان پر کھول دیتے) قراءت: شامی نے لَفَتَّحْنَا پڑھا۔ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی برکتیں) مراد اس سے نباتات اور بارش یا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو ہر اعتبار سے بھلائی عنایت فرماتے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا (لیکن انہوں نے تکذیب کی) انبیاء کو انہوں نے جھٹلایا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا) ان کے کفر کے سبب اور ان کی بداعمالیوں کے باعث اور جائز ہے کہ لام جنس کا ہو۔

آیت ۹۷: اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى (کیا ان بستیوں والے اس بات سے بےفکر ہو گئے) مراد اس سے ان کے کفار ہیں۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا (کہ ان پر ہمارا عذاب آپڑے) ہمارا عذاب بَيَاتًا (رات کے وقت) رات کو یعنی سونے کے وقت کہا جاتا ہے بات بیاتا۔ وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (اور وہ سو رہے ہوں)

اہل قریٰ کی بے خوفی:

آیت ۹۸: اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى۔ (یا بستیوں والے اس سے بےخوف ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے آجائے)۔ دن کو الضحیٰ اصل میں سورج کی روشنی جب خوب چمکنے لگے واؤ اور فاء اَوَاَمِنَ اور اَفَاَمِنَ میں یہ دونوں حرف عطف ہیں ان پر ہمزہ انکار کا داخل ہوا اور معطوف علیہ فاخذهم ہے۔ یعنی ہم نے انکو پکڑ لیا اور ولو ان اهل القرى سے يكسبون تک جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ البتہ پہلے جملے کا عطف فاء سے ہے کیونکہ معنی یہ ہے پس انہوں نے تکبر کیا اور یہ حرکت کی پس ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا۔ اہل قریٰ کی بےخوفی سے اسی بات کو بعید قرار دیا کہ ان پر ہماری پکڑ رات کو آسکتی اور اس سے بےخوف ہو گئے کہ ہماری پکڑ ان پر چاشت کے وقت آجائے۔ وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (جس وقت وہ کھیل میں لگے ہوں)

قراءت: یہ شامی اور حجازی نے او کے ساتھ عطف کی بناء پر پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دو صورتوں میں عذاب کے رات کو

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ

جو لوگ زمین کے وارث ہوتے ہیں کیا انہیں مذکورہ اقوام کے واقعات نے یہ نہیں بتایا کہ ہم چاہیں توان کے گناہوں کی وجہ سے

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ تِلْكَ الْقُرٰى

ان کو ہلاک کر دیں ' اور ان کے دلوں پر ہم مہر لگائے ہوئے ہیں سو وہ نہیں سنتے۔ یہ بستیاں ہیں

نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىٕهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

ان کی بعض خبریں ہم آپ کو سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تو جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر

لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۰۱

ایمان لانے والے نہ تھے اللہ ایسے ہی مہر لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ۝۱۰۲

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا پورا کرنا نہ پایا اور ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔

آنے یا چاشت کے وقت آجانے سے بے خوف ہو جانے کا انکار کیا گیا۔

سوال: حرف عطف پر ہمزہ استفہام کا کس طرح داخل ہوا۔ حالانکہ وہ استفہام کے منافی ہے۔

جواب: ان میں منافات اس وقت ہے کہ جب مفرد کا عطف مفرد پر ہو۔ جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جملہ کا دوسرے جملہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ۔ وہ ایسی چیزوں میں مشغول تھے جو بے فائدہ تھیں۔

اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے:

آیت ۹۹: اَفَاَمِنُوْا (ہاں تو کیا وہ بے فکر ہو گئے) یہ افامن اهل القرٰی کی تکریر کے لئے لایا گیا مَكْرَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے) بندے کو اس طرح پکڑنا کہ اس کو شعور بھی نہ ہو۔ حضرت شبلیؒ سے روایت ہے کہ کفار کے ساتھ اس کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ ان کو اس حالت میں چھوڑ دیا جس میں وہ تھے۔ ربیع بن خثیم کی بیٹی نے اپنے والد کو کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ سوتے ہیں اور تم نہیں سوتے۔ تو وہ کہنے لگے اے بیٹی تمہارا باپ اس بات سے خوف زدہ ہے کہ اس پر بیات نہ آ جائے۔ گویا تو اس آیت کی طرف اشارہ کیا ان یاتیهم بأسنا بیاتًا ۔ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بے فکر نہیں ہوتا سوائے ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو) مگر کافر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا یہاں تک کہ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔

ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہو سکتی ہے:

آیت ۱۰۰: اَوَلَمْ یَهْدِ (کیا یہ بات نہیں بتلائی) وہ کھول کر بیان کرتا ہے لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ

اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ (ان لوگوں کو جوان کے بعد زمین پر ان کی جگہ رہتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کر ڈالتے)

نحو : ان لو نشاء یہ اولم یهد کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان مخففہ من المثقلہ ہے یعنی کیا نہیں بتائی ان لوگوں کو یہ بات جوان کے پیچھے آئے۔ان لوگوں نے جواُن سے پہلے گزرے انہی علاقوں میں۔اور وہ ان کی زمین کے اس شان سے وراث ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کر دیں۔جس طرح پہلوں کو مبتلا کیا پھر ہم ان وارثوں کو بھی ہلاک کر دیں جس طرح مورثین کو ہلاک کیا۔ ہدایت کا مفعول لام سے متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ یہ تبیین کے معنی میں ہے وَ نَطْبَعُ (اور ہم بند لگا دیتے ہیں) یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (ان کے دلوں پر پس وہ سنتے نہیں) نصیحت کو۔

اہل قریٰ نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلا دیا' پھر کبھی تصدیق نہیں کی:

آیت ۱۰۱: تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا (ان بستیوں کے کچھ واقعات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں)

نحو : یہ اس آیت کی طرح ہے: وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا (ہود: ۷۲) کہ وہ مبتداء اور خبر اور حال ہے۔نمبر۲۔القریٰ صفت تلک موصوف اور نقص اس کی خبر ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ بستیاں جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی قوم نوح سے شعیب تک اس کی بعض خبریں تم پر بیان کرتے ہیں۔اور ان کی کچھ خبریں جو ہم نے تم پر بیان نہیں کیں۔وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے لے کر آئے تھے) معجزات کے ساتھ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (پس وہ ماننے والے نہ تھے) جب رسول دلائل لے کر آئے۔بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ (جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا) نمبر۱۔جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں رسولوں کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے وہ آخری عمر تک اس پر ایمان نہ لائے جس کو پہلی مرتبہ رسولوں کی آمد پر جھٹلایا۔یعنی آیات مسلسل آتی رہیں مگر انہوں نے تکذیب پر اصرار کیا اور اسی پر ان کی موت واقع ہوئی۔لا یہ تاکید نفی کے لئے ہے كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس شدید مہر کی طرح يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (ہم کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں) جبکہ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کفر پر ثابت قدمی کو ترجیح دیں گے۔

اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے:

آیت ۱۰۲: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ (اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا) اس میں ھم کی ضمیر مطلقاً لوگوں کی طرف راجع ہے۔یعنی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو ایمان کے سلسلے میں توڑ دیا۔

نحو : یہ آیت جملہ معترضہ ہے یا اس سے مراد امم مذکورہ ہیں کہ جب یہ لوگ کسی تکلیف و خوف میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح عہد کر لیتے لئن انجیتنا لنؤمنن پھر وہ ان کو نجات دے دیتا تو وہ اپنے وعدے سے پھر جاتے وَاِنْ اور حالت اور بات یہ ہے وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا) اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

نحو : وجدنا یہاں علمنا کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں ان مخففہ اور لام جواب موجود ہے۔اور یہ دونوں مبتدا اور خبر پر آ سکتے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ

پھر ہم نے ان کے بعد اپنی آیات کے ساتھ موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان آیات کے ساتھ ظلم والا معاملہ کیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

سو تو دیکھ لے فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور کہا موسیٰ نے کہ اے فرعون بیشک میں رب العالمین کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ

رسول ہوں، میرے لئے یہی شایان شان ہے کہ حق کے علاوہ اللہ کی طرف کسی بات کو منسوب نہ کروں، میں تمہارے پاس تمہارے

بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ

رب کی طرف سے دلیل لایا ہوں، سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ فرعون کہنے لگا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے

فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾

تو اسے پیش کر دے اگر تو سچا ہے۔ موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو اچانک وہ بالکل واضح طور پر ایک اژدھا بن گئی

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

اور اپنا ہاتھ نکالا تو یکایک وہ دیکھنے والوں کو سفید نظر آ رہا ہے۔

ہیں۔ اور ان افعال پر جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو سکتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون:

آیت ۱۰۳: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا) ھم کی ضمیر لقد جاءتھم رسلھم میں رسل کی طرف راجع ہے یا امم کی طرف راجع ہے مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ (موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دیکر) واضح معجزات کے ساتھ۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا (فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔ پس ان لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا) انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ یہاں ظلم کو کفر کی جگہ لاکر بتلا دیا کہ یہ دونوں ایک وادی کے درخت ہیں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ۱۳) نمبر ۱: یا انہوں نے اس کے سبب لوگوں پر ظلم ڈھائے۔ خصوصاً ایمان والوں کو نشانہ بنایا۔ نمبر ۲۔ جب ان آیات پر ایمان لازم تھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ان کا انکار سراسر ظلم تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کو ایمان کی جگہ پر رکھا جو مناسب نہ تھا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (پس دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا) جب کہ اس میں مستغرق ہو گئے۔

تقریر موسیٰ علیہ السلام:

آیت۱۰۴: وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون) اس زمانہ میں ملوک مصر کو فرعون کہا جاتا تھا جس طرح فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ۔ گویا اس کا معنی یہ ہوا۔ اے ملک مصر اس کا نام قابوس یا ولید بن مصعب بن الریان تھا۔ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں) تیری طرف۔ فرعون نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

آیت۱۰۵: حَقِیْقٌ عَلٰۤی اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (میرے لئے یہی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچ کے سواء اور کوئی بات منسوب نہ کروں) میں سچی بات کے زیادہ لائق ہوں یعنی سچی بات کہنا مجھ پر لازم ہے اور اس پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔

قراءت: نافع نے حقیق علیّ پڑھا ہے یعنی مجھ پر لازم ہے کہ حق بات کے سواء اللہ تعالیٰ پر ہر بات چھوڑ دوں۔ یعنی سچائی اس قراءت کی صورت میں رب العالمین پر وقف ہے۔ اور پہلی قراءت کی صورت میں وصل جائز ہے کیونکہ حَقِیْقٌ۔ رسولوں کی صفت ہے اور علی باء کے معنی میں ہے جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت میں ہے یعنی بیشک میں رسول اس بات کے لائق ہوں کہ میں نہ کہوں۔ نمبر۲۔ علیٰ کو رسول میں پائے جانے والے معنی فعل سے معلق کیا جائے۔ یعنی بیشک میں رسول برحق ہوں رسالت کے لائق ہوں میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حق بات کہوں۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ جو میری رسالت کو واضح کردے۔

بنی اسرائیل کی مصر آمد:

فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے) ان کو آزاد کردے تاکہ وہ ارض مقدس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ جو ان کا اصلی وطن ہے اور یہ اس طرح کہ جب یوسف علیہ السلام فوت ہوگئے۔ تو فرعون نسل اسباط پر غالب آگیا۔ اور ان کو غلام بنالیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو غلامی سے نجات دی۔ مصر میں داخلے اور نجات کے دن میں چار سو سال کا فاصلہ تھا۔

قراءت: مَعِی حفص کی قراءت میں ہے۔

فرعون کا جواب:

آیت۱۰۶: قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ (فرعون نے کہا اگر تو کوئی معجزہ لے کر آیا ہے) اس کی طرف سے جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا۔ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو) تو میرے پاس لے آ تاکہ تیرا دعویٰ درست ثابت ہو سکے اور اس میں تیری سچائی ظاہر ہو۔

عصائے موسوی کا اعجاز:

آیت۱۰۷: فَاَلْقٰی (پس آپ نے ڈال دیا) موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاهُ (اپنا عصا) اپنے ہاتھ سے فَاِذَا هِیَ (تو اچانک) اذا

مفاجات کے لیے ہے یہ ظرف مکان ہے یہ ثمہ اور ھناك کی طرح ہے۔ ثُعْبَانٌ بہت بڑا سانپ مُّبِيْنٌ (ایک اژدہا بن گیا) جس کا معاملہ ظاہر ہونے والا تھا۔ روایت میں ہے کہ وہ نر سانپ تھا جو منہ کھولنے والا تھا۔ اس کے جبڑوں کا فاصلہ ۸۰ ہاتھ تھا۔ اس نے اپنا نچلا جبڑا زمین پر اور اوپر والا محل کی بالائی دیوار پر رکھا۔ پھر فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون بھاگ نکلا اور پاخانہ کر دیا۔ اور اس سے قبل اس نے پاخانہ نہ کیا تھا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالا فرعون چیخ اٹھا اے موسیٰ اس کو پکڑو میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

ید بیضاء کا معجزہ:

آیت ۱۰۸: وَّنَزَعَ يَدَهٗ (اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا) اپنے گریبان سے فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (پس وہ اچانک سب دیکھنے والوں کیلئے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا) یعنی وہ سفید تھا دیکھنے کے لیے اور دیکھنے کے لیے سفیدی وہی ہوتی ہے۔ جو سفیدی عجیب اور عام عادت کے خلاف ہو۔ لوگ اس کو دیکھنے کیلئے جمع ہوتے تھے۔ روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تیرا ہاتھ ہے۔ پھر اس کو اپنے گریبان میں ڈال کر کھینچا اچانک وہ سفید تھا۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں پر غالب آ گئیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ شدید گندمی تھا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۹﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ

سرداروں نے کہا جو فرعون کی قوم میں سے تھے کہ بلاشبہ یہ ایک جادوگر ہے جو بڑا ماہر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہاری سرزمین سے تمہیں

مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ

نکال دے سو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیدے اور شہروں میں جمع کرنے والوں

حٰشِرِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا

کو بھیج دے جو تیرے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب

لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی

ہوئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں بیشک تم لوگ مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔ ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ

اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا

یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں۔ موسیٰ نے کہا کہ تمہیں ڈالو۔ سو جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر

اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ

جادو کر دیا اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور بڑا جادو لے کر آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ

اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا

تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔ سو وہ اچانک ان کی بنائی ہوئی جھوٹی چیزوں کو نگلنے لگی۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور وہ باطل ہو گیا

یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۱۲۰﴾

جو انہوں نے بنایا تھا سو وہ اس جگہ مغلوب ہو گئے اور جادوگر سجدہ میں ڈال دیے گئے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ کا اور ہارون کا رب ہے۔

آیت ۱۰۹: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے) سحر جاننے والا اور اس کا ماہر اس نے لوگوں کے تخیل میں لاٹھی کو سانپ اور گندمی رنگ سپید بنا دیا ہے۔ اس کلام کی نسبت سورۃ شعراء میں فرعون کی طرف کی گئی۔ کہ اس نے اپنے سرداروں کو یہ بات کہی۔ یہاں سرداروں کی طرف کی گئی پس احتمال ہے کہ

فرعون نے بھی کہی اور سرداروں نے بھی کہی۔فرعون کا وہاں نقل فرمایا جبکہ سرداروں کی بات یہاں نقل کی۔ نمبر۲۔فرعون نے پہلے کہی اور سرداروں نے اس کے منہ سے سن کر کہنی شروع کی۔اور انہوں نے اپنے ماتحتوں کے لیے یہی بات کہی۔

فرعون کا کلام:

آیت ۱۱۰: يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ (وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کوتمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے) یعنی ارض مصر فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو) تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہ امرتہٗ فامرنی بکذا سے لیا گیا۔ جب تم مشورہ کرواور وہ تمہیں اپنی رائے دے۔ یہ فرعون کا کلام ہے۔ جواس نے اپنے سرداروں کواس وقت کہا جب سرداروں نے فرعون سے کہا ان هذا لساحر علیم یر ید ان یخر جکم یہ پڑھا لکھا جادوگر تمہیں تمہاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

سرداروں کا مشورہ:

آیت ۱۱۱: قَالُوْٓا اَرْجِهْ (انہوں نے کہا آپ اس کومہلت دیں) قراءت: عاصم حمزہ نے اس کوسکون ھا سے پڑھا ہے معنی یہ ہے اس کومؤخر کراوراس کوروک۔یعنی اس کے معاملے کوملتوی کر۔اور جلد بازی مت کر۔ یااس نے قتل کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کے قتل کومؤخر کرو۔اوراس کوقید کرو۔اوراس کوقتل نہ کروتا کہ لوگوں کے سامنے اس کا سحر ظاہر ہو۔ وَاَخَاهُ (اوراس کے بھائی کو) ہارون کو وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے کارندوں کو بھیج دو) جمع کرنے والے۔

آیت ۱۱۲: يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ (کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس حاضر کردیں) قراءت: حمزہ وعلی نے ساحر کو سحّار پڑھا ہے۔یعنی وہ تیرے پاس اس جیسے پڑھے لکھے جادوگر لائیں یااس سے بھی بہتر۔

ساحروں کی آمداور معرکہ:

آیت ۱۱۳: وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ (اور جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے) مراد یہ ہے کہ فرعون نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہ حاضر خدمت ہوگئے۔قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (کہنے لگے کہ اگر ہم غالب ہوئے) خبر پراور عظیم اجر کے اثبات کے ساتھ یہ حجازی اور حفص کے ہاں ہے' یہاں فقالوا کی بجائے قالوا فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ ایک سائل کا گویا جواب ہے کہ وہ جب آگئے۔تو انہوں نے کیا کہا۔تواس کا جواب دیا گیا: ان لنا لا جرًا یعنی غلبہ پرانعام ملے گا۔اجرًا کونکرہ تعظیم کے لئے لائے۔گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو بہت بڑا بدلہ چاہیے۔ اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (اگر ہم غالب آگئے)۔

آیت ۱۱۴: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں) بے شک تمہیں ضرور بدلہ ملے گا۔ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے) میرے ہاں تم سب سے اول داخل ہونے والے اور سب سے آخر نکلنے والے ہوگے ان کی تعداد ۸۰ ہزار یا ۷۰ ہزار یا ۳۴،۳۵ ہزار تھی۔

ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام:

آیت ۱۱۵: قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ (ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں اپنی لاٹھی) وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ (یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں اُس کو جو ہمارے پاس ہے) اس میں دلالت ہے کہ ان کی رغبت اس بات کی طرف تھی۔ کہ وہ پہلے ڈالیں۔اس لیے متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے لائے اور خبر کو بھی معرفہ لائے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۱۶: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اَلْقُوْا (تم ہی ڈالو) ان کو اختیار دینا تقاضا ادب حسن ہے جس کی رعایت ان کے ساتھ برتی گئی۔ جیسا کہ مناظرہ وجدال میں شروع ہونے سے پہلے کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے وہ بات خاص کر دی جس کی ان کو رغبت تھی۔ان کی شان کو گھٹانے اور ان کی طرف بے توجہی اختیار کرتے ہوئے اور اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کہ معجزہ پر کبھی جادو غالب نہیں آ سکتا۔

اثراتِ سحر:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ (پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی) حیلوں سے لوگوں کو دکھلائیں اور شعبدہ بازی کے انداز سے لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈالی حقیقت میں اس کے خلاف تھی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موٹی موٹی رسیاں ڈالیں اور لمبے لمبے بانس پس انہوں نے سانپوں کی طرح زمین کو بھر دیا اور وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو گئے۔ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ (اور ان پر ہیبت غالب کر دی) اور لوگوں کو سخت ڈرایا۔ گویا انہوں نے اپنے ڈر کو حیلہ سے طلب کیا۔ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (اور ایک قسم کا بڑا جادو دکھلایا) سلسلۂ سحر میں یاد دیکھنے والوں کی نگاہ میں۔

وحی سے اظہارِ معجزہ کا حکم:

آیت ۱۱۷: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ (اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں۔ پس عصا کا ڈالنا تھا اس نے نگلنا شروع کیا) تلقف نگلنے کو کہتے ہیں۔

قراءت: حفص نے تلقف پڑھا۔ مَايَاْفِكُوْنَ (ان کے بنے بنائے کھیل کو) ما موصولہ یا مصدریہ یعنی جو وہ باندھتے تھے یعنی حق سے باطل کو پلٹتے تھے۔ اور جھوٹ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ نمبر۲۔ افک سے مافوک بنایا گیا گھڑا ہوا مراد ہے۔ روایت میں ہے کہ جب اس نے رسیوں اور لاٹھیوں سے بھری وادی نگل لی۔ موسیٰ نے اس کو اٹھایا۔ تو پہلے کی طرح لاٹھی بن گئی۔ اور ان بڑے اجسام کو اپنی قدرت سے معدوم کر دیا۔ نمبر۳۔ ان کے اجزائے لطیفہ میں منتشر کر دیا۔ جادوگر کہنے لگے اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیاں اور لاٹھیاں باقی رہتیں۔

غلبہ حق:

آیت ۱۱۸: فَوَقَعَ الْحَقُّ (پس حق ظاہر ہو گیا) قائم و ثابت ہوا وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (وہ سب بیکار ہو کر رہ گیا جو کچھ انہوں نے بنایا تھا) جادو سے۔

آیت ۱۱۹: فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ (پس وہ اس موقعہ پر ہار گئے) یعنی فرعون اور اس کا لشکر اور جادوگر وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے) ذلیل اور مبہوت ہو گئے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ

فرعون نے کہا کیا تم اس سے پہلے اُس پر ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں بلاشبہ یہ ایک بڑا مکر ہے جو تم سب نے مل کر اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ شہر والوں کو نکال دو

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

سو عنقریب تم جان لو گے' ضرور بالضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ

لٹکا دوں گا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں' اور تو جو ہم سے انتقام لے رہا ہے اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم

۱۴ ع ۱۸ ۴ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع

اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں۔

مغلوبیت کے بعد جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے:

آیت ۱۲۰: وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے) نمبر ۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ گویا ان کو کسی ڈالنے والے نے زبردستی ڈال دیا۔ نمبر ۲۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو دیکھ کر وہ اپنے اختیار میں نہ رہے گویا وہ ڈال دیے گئے وہ دن کی ابتداء میں جادوگر کافر تھے اور دن کے آخر میں نیک شہداء بن گئے۔

اعلانِ حق:

آیت ۱۲۱، آیت ۱۲۲: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے) نحو: یہ ماقبل سے بدل ہے۔

فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی:

آیت ۱۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ (فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو) خبر کی صورت میں۔

قراءت: حفص نے پڑھا ہے اس صورت میں یہ فرعون کی طرف سے ان کو توبیخ ہے۔ دو ہمزہ کیساتھ۔ حفص کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا۔ پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور اس کا معنی استبعاد اور انکار ہے۔ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ (میری اجازت کے بغیر) میرے تمہیں اجازت دینے سے پہلے اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا (حقیقت میں یہ تم سب کی سازش تھی جو تم نے شہر میں اس لئے کی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو) یہ تمہاری حرکت ایک حیلہ ہے جو تم نے اور موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں برپا کیا ہے۔ اس سے قبل کہ تم صحراء کی طرف نکل کر مقابلہ کے لئے جاؤ۔ اس میں تمہارا مقصد مخفی ہے کہ مصر

سے قبطیوں کو نکال باہر کرو۔ اور بنی سرائیل کو وہاں بساؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس اب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) یہ وعید ہے پہلے اس کو اس نے اجمالاً ذکر کیا پھر تفصیل اس قول سے کر دی۔

آیت ۱۲۴: لَاُ قَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دونگا) ہر جانب سے ایک ٹکڑا ثُمَّ لَاُ صَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ (پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دونگا) یہ پہلا شخص ہے جس نے دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹا اور سولی پر لٹکایا۔

ساحروں کا جواب:

آیت ۱۲۵: قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم مرکر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے) پس ہمیں موت کا ڈر نہیں اس لئے کہ ہم اپنے اس رب کی رحمت وملاقات کی طرف پلٹ جائیں گے۔ یا اِنَّآ سے وہ اپنے آپ اور فرعون ہر دو مراد لے کر گویا کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جائیں گے وہ خود ہمارے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے:

آیت ۱۲۶: وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا (اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے) تو ہمارا یہی عیب نکالتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو تیری نگاہ میں سب سے بڑا عیب ہے وہ اصل میں سب سے بڑی فخر اور منقبت کی بات ہے اور وہ ایمان ہے شاعر نے یہی بات کہی۔ ولا عیب فیھم غیر ان سیوفھم ، بھن فلولٌ من قراع الکتائب ' رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا (اے ہمارے رب ہمارے او پر صبر کا فیضان فرما) یعنی زور سے ہم پر ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں وسیع صبر عنایت فرما یہاں تک کہ وہ ہم پر بہنے لگے اور ہمیں ڈھانپ لے جیسا کہ پانی ڈھانپ لیتا ہے۔ وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ (اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں) اسلام پر ثابت قدم رہنے والے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رہے گا تاکہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو

وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

چھوڑے رہیں۔ اس نے کہا کہ ابھی ہم ایسا کریں گے ان کے بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر پوری طرح غلبہ حاصل ہے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو' بلاشبہ یہ اللہ کی زمین ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ

وارث بنائے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہی ہوتی ہے ‏ وہ کہنے لگے کہ ہم کو آپ کے آنے سے پہلے تکلیفیں دی جاتی

تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

رہی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی' ‏ انہوں نے جواب میں کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے

۱۵ ع ۴ ۵ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے' ‏ پھر وہ دیکھے گا کیسے عمل کرتے ہو؟

فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ:

آیت ۱۲۷: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں) مصر کی سرزمین میں غلبہ پا کر۔ اور وہاں کے لوگوں کا دین بدل کر۔ کیونکہ جادوگروں کے ایمان لانے پر چھ لاکھ لوگوں نے موافقت کی تھی۔ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ (اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں)

نحو : لیفسدوا۔ پر اس کا عطف ہے کہا جاتا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے اپنے بت بنوائے اور قوم کو حکم دیا کہ وہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کی پوجا کریں۔ جیسا کہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ بتوں کے پجاری پوجا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں گے اس لیے وہ اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا۔ انا ربکم الاعلی۔ (النّٰزعٰت) فرعون نے سرداروں کو جواب دیتے ہوئے کہا:

جوابِ فرعون:

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَنَسۡتَحۡيٖ نِسَآءَهُمۡ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ۔ (فرعون نے کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں۔ اور ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے)

قراءت: سَنَقۡتُلُ حجازی نے پڑھا یعنی ہم ان پر قتل ابناء کا قانون دوبارہ نافذ کر رہے ہیں۔ تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم ان پر غالب و قاہر ہیں۔ یہ ہمارے مقہور مجبور اور غلام ہیں یہ وہ اسرائیلی بچہ ہے جس کے متعلق ہمارے نجومی پیشینگوئی کرتے تھے۔ کہ سلطنت قبط کو تباہ کرے گا۔ اس سے عامۃ الناس ہماری اطاعت پر قائم رہیں گے اور ان کو بھی اس کی پیروی پر آمادہ کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ:

آیت ۱۲۸: قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِيۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَ اصۡبِرُوۡا (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو اور صبر کرو) یہ اس وقت کہا جب فرعون کی بات سے انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ سنقتل ابناء ھم یہ بطور تسلی فرمایا اور آخرت کا وعدہ ان کو یاد دلایا۔ ان الارض نمبرا۔ ارض میں الف لام عہد کا ہے اور ارض مصر مراد ہے نمبر۲۔ الف لام جنس کا ہے اور ارض مصر پر اس کا اول اطلاق ہوتا ہے اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ يُوۡرِثُهَا مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ (یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے مالک بنا دیں) اس میں ان کو ارض مصر کی تمنا دلائی وَ الۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ (اور بالآخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) اس میں بشارت ہے کہ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ خواہ ان میں سے ہو یا قبط میں سے قال موسٰی سے پہلے واؤ نہیں لائے۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے بخلاف وقال الملاء کے وہ ماقبل و قال الملأ فی قوم فرعون پر معطوف ہے۔

وعدۂ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت:

آیت ۱۲۹: قَالُوۡۤا اُوۡذِيۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِيَنَا وَمِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا (انہوں نے کہا ہم تو ہمیشہ مصیبت میں ہی رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی) وہ اس سے قتل ابناء مراد لیتے تھے۔ جو ولادت موسیٰ سے قبل پیش آیا اور اس وقت تک رہا جب تک انہوں نے چاہا اور اب دوبارہ اسی کو نافذ کر رہے تھے۔ ان الفاظ میں فرعون کے متعلق شکوہ اور وعدۂ نصرت کے متعلق دیر ہونے کی شکایات ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا دلاسہ:

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّهۡلِكَ عَدُوَّكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیگا اور بجائے ان کے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دیگا) جو بشارت پہلے اشارہ سے بیان کی تھی۔ اس میں وضاحت فرمادی اور ان کے سامنے بات کھول دی کہ وہ اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک کرے گا۔ اس کے بعد سرزمین مصر میں تمہیں نائب بنائے گا۔ فَيَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ (پھر تمہارا طرز عمل دیکھے گا) پس وہ تمہاری طرف سے اچھے برے عمل کو دیکھے گا۔ نعمت کی

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی کے ذریعہ اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ پکڑ لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى

پھر جب آ جاتی ان کے پاس خوشحالی تو کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونی ہی چاہیے اور اگر انہیں کوئی بد حالی پہنچ جاتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا

نحوست بتاتے تھے' خبردار ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے' اور وہ کہنے لگے

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

کہ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی ہمارے سامنے لائے گا تاکہ تو اس کے ذریعہ ہم پر جادو کرے سو ہم تیری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ناقدری اور ناشکری کا اندازہ کرے گا۔ تاکہ جو عمل تمہارے سے پایا جائے اس کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے۔

نکتہ: عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ میں خلافت سے قبل منصور کے پاس گیا اس کے دستر خوان پر ایک دو روٹیاں تھیں۔ منصور نے عمرو کی خاطر اور منگوائیں۔ مگر میسر نہ ہوئیں تو منصور نے یہ آیت پڑھی۔ پھر خلافت کے بعد اس کے ہاں گیا اور یہ واقعہ یاد دلایا۔ تو منصور کہنے لگا ابھی ایک بات باقی ہے۔ فینظر کیف تعملون ہمارے اعمال سامنے نہیں آئے۔

فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء:

آیت ۱۳۰: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ (ہم نے فرعونیوں کو قحط سالیوں کے عذاب میں مبتلا کر دیا) سنین کا معنی قحط ہے۔ یہ سات سال تھے اور سنۃ یہ دابہ اور نجم کی طرح اسمائے غالبہ میں سے ہے۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا کر دیا) قحط دیہاتیوں کے لیے اور نقص اثمار شہریوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (تاکہ وہ سمجھ جائیں) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں یہ حال ان کے اصرار کفر کی وجہ سے تھا۔ اور شدت وقحط میں لوگوں کے دلوں میں رقت ونرمی زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون چار سو سال زندہ رہا۔ اس نے تین سو بیس سال تک کوئی تکلیف نہ دیکھی تھی۔ اگر اس کو اس زمانہ میں سر درد بھوک وقحط، بخار پہنچتا تو وہ الوہیت کا مدعی نہ بنتا۔

فرعونیوں کا طرزِ عمل:

آیت ۱۳۱: فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ (پس جب ان پر خوشحالی آتی) صحت، سرسبزی قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ (وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے) ہم اس کے مستحق ہیں۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی) خشک سالی اور بیماری يَّطَّيَّرُوْا (تو نحوست بتاتے) اصل میں يَتَطَيَّرُوْا تھا' تا کو طا میں ادغام کر دیا کیونکہ یہ طرف لسان اور اصول ثنایا کے لفظ ہیں۔ بِمُوْسٰى

وَمَنْ مَّعَهٗ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی) ان کو منحوس قرار دیتے ان سے شگون لیتے اور کہتے کہ یہ ان کی نحوست ہے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مصیبت نہ پہنچتی۔

نکتہ: یہاں اذا، داخل کیا 'حسنۃ'' میں ان، لائے سَیِّئَۃ پر اور سیئۃ کو نکرہ لایا گیا کیونکہ جنس حَسَنَۃ تو کثرت کی وجہ سے واقع ہونے کی طرح ہے۔ اور سیئہ کبھی کبھی اور نادر احوال میں پیش آتی ہے اور اس میں سے بھی معمولی سی آتی ہے اس لیے اس کو نکرہ لائے۔ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ (یاد رکھو کہ ان کی نحوست) ان کے خیر و شر کا سبب عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے) اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہاتھ میں خیر و شر کا پہنچانا ہے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے۔ قل کل من عند اللّٰہ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے) اس بات کو

میں نہ مانوں کی رٹ:

آیت ۱۳۲: وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ (اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ۔ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے)

نحو: اصل مهما کی ماما ہے۔ پہلا ''ما'' جزاء کے لیے ہے دوسرا اس کے ساتھ تاکید جزاء کے لیے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ متی ما تخرج اخرج۔ ارشاد الٰہی: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا (البقرہ:۱۴۸) فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الزخرف:۴۱) البتہ درمیان والا الف ما کا تکرار متجانسین کی وجہ سے ہا سے بدل دیا۔ علمائے بصرہ کا درست مذہب یہی ہے۔ اعراب میں یہ تأتنا کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ یعنی ایما شئی تو حاضر کرتا ہے اور لاتا ہے مِن اٰیۃ یہ مهما کا بیان ہے بہٖ کی ضمیر اور بھا کی ضمیر مهما کی طرف لوٹتی ہے البتہ پہلا لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور دوسری معنی کا کر کے لائی گئی کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے اس کو آیت موسیٰ کے نام کا اعتبار کر کے کہا یا ان کا مقصد اس سے استہزاء تھا۔ کہ جس کو تو نشانی کہتا پھرتا ہے یہ بھی کوئی نشانی ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫

سو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون ، یہ نشانیاں تھیں کھلی ہوئی۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى

سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور ان پر جو عذاب واقع ہوتا تو کہتے تھے کہ اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر تو نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم ضرور تیری تصدیق کریں گے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور تیرے ساتھ ضرور بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے ۔ پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے

هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ

جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو ان کو اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ

جھٹلایا سمندر میں غرق کر دیا ۔ اور وہ ان سے غافل تھے اور ہم نے ان لوگوں کو زمین کے مشارق اور مغارب کا

كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

وارث بنا دیا جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اور آپ کے رب کی نیک بات

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی۔ اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا ان کارروائیوں کو

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

جو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے تھے اور جو کچھ وہ اونچی عمارتیں بنایا کرتے تھے۔

فرعونی عذابوں کے چکر میں:

آیت ۱۳۳: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ (پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا) نمبر۱۔ جس نے ان کو گھیر لیا اور بارش وغیرہ جس نے ان پر غلبہ کر لیا۔ نمبر۲۔ سیلاب نمبر۳۔ پانی نے ان کے کھیتوں کو ڈبو دیا آٹھ دن مسلسل بارش ہوتی رہی سخت اندھیرا چھایا رہا۔ دن رات

سورج چاند کو نہ دیکھا اور کوئی گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ نمبر۴: یہ پانی قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پانی ان کے گلے تک پہنچ گیا جو بیٹھتا وہ غرق ہو جاتا۔ بنی سرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ بھی داخل نہ ہوا۔

نمبر۵۔ جدری کی بیماری تھی نمبر۶۔ طاعون ان پر مسلط ہوا۔ وَالْجَرَادَ (اور ٹڈیاں) ان کی کھیتیاں کھالیں اور ان کے پھل سڑ گئے اور ان کے گھروں کی چھتوں اور کپڑوں کو دیمک نے چاٹ لیا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں ان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ وَ الْقُمَّلَ (جوں یا گھن کا کیڑا) جوئیں یہ مکڑی کی اولاد ہے۔ اس کے پر نکلنے سے پہلے یا پسو یا بڑے چیچڑ وَالضَّفَادِعَ (مینڈک) ان کے کھانے اور مشروبات میں گرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کوئی بات کرتا تو چھلانگ لگا کر اس کے منہ میں پہنچ جاتا۔ وَالدَّمَ (خون) نکسیر دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے پانی خون بن گئے۔ یہاں تک کہ قبطی اور بنی اسرائیلی ایک برتن پر جمع ہو جاتے تو بنی اسرائیلی کے سامنے والا پانی اسی طرح رہتا اور قبطی کے سامنے والا خون بن جاتا تیسرا قول یہ ہے کہ نیل سے خون بہنے لگا۔ اٰیٰتٍ (معجزات) یہ اشیائے مذکورہ سے حال ہے۔ مُّفَصَّلٰتٍ (کھلے) ظاہر واضح اس میں کسی عقل مند کو ذرہ بھر شبہ نہ تھا۔ کہ یہ ایات اللہ میں سے ہیں۔ نمبر۲۔ ان نشانات کا آپس میں ایک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ فَاسْتَكْبَرُوْا (پس وہ تکبر کرتے رہے) موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ)۔

عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ:

آیت ۱۳۴: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ (جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا) آخری عذاب اور وہ خون یا یکے بعد دیگرے آنے والا عذاب قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے) ما مصدریہ ہے یعنی جو وعدہ اس نے تیرے ساتھ کیا اور وہ نبوت ہے با، اُدْعُ سے متعلق ہے یعنی ادع اللّٰہ لنا متوسلًا الیه بعهدہ عندك تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے اس وعدہ کے توسل سے دعا کر جو اس نے تیرے ساتھ کر رکھا ہے۔ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور بالضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے)۔

مہلت سے غلط فائدہ:

آیت ۱۳۵: فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ (پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے) ایک زمانہ تک هُمْ بٰلِغُوْهُ (جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا) بہر صورت پس ان کو سزا ملے گی ان کو پہلی مہلت کام نہ دے گی۔ اور نہ ہی عذاب کا وقتی طور دور ہونا کام آئے گا۔ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے) یہ لمّا کا جواب ہے یعنی جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا تو اسی وقت وعدہ توڑنے لگے اور ذرہ بھی تاخیر نہ کی۔

کفر وتکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا:

آیت ۱۳۶: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا) انتقام انعام کی ضد ہے جیسا کہ عقاب ثواب کی ضد ہے فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ (یعنی ان کو سمندر میں غرق کردیا) یَمّ، وہ سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔ نمبر۲۔ سمندر کی موجوں اور کثیر پانی کو کہتے ہیں۔ یہ تیمّم سے بنا ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے) ان کا غرق ہونا آیات کی تکذیب اور ان سے غفلت اور عدم توجہ کی بناء پر تھا۔

غلامی سے آزادی اور ایفائے عہد:

آیت ۱۳۷: وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ (اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے مالک بنا دیا) یہ بنی اسرائیل ہیں فرعون ان کو قتل اور غلامی سے کمزور کرتا تھا۔ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا (اسی سرزمین کے مشرق و مغرب کا) سرزمین مصروشام الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (جس میں ہم نے برکت رکھی ہے) سرسبزی اور وسعت رزق اور کثرت انہار و اشجار کی بناء پر وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوگیا) وہ کلمہ اس آیت میں مذکور ہے :عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ (الاعراف:۱۲۹) یا پھر اس آیت میں :وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (القصص:۵،۶) الحسنٰی یہ احسن کی تانیث ہے اور کلمہ کی صفت ہے علٰی یہ تمت کا صلہ ہے یعنی مضت علیهم و استمرت علیهم ان پر مسلسل رہا۔ جیسا کہ محاورہ ہے تمّ علی الامر جبکہ وہ اس پر چل رہا ہو۔ بِمَا صَبَرُوْا (ان کے صبر کی وجہ سے) یہ آیت صبر پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ دلالت کررہی ہے۔ کہ جو تکالیف کا مقابلہ جزع فزع سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف کے سپرد کردیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی کا ضامن بن جاتا ہے وَدَمَّرْنَا (اور ہم نے درہم برہم کردیا) ہم نے ہلاک کردیا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (فرعون اور اس کی قوم کے تیار کردہ کارخانوں کو اور وہ بلند عمارات جو وہ تعمیر کرتے تھے) نمبر۱۔ عمارات اور محلات کی تعمیر وغیرہ۔ نمبر۲۔ باغات میں۔ نمبر۳۔ جو وہ مضبوط محلات بناتے تھے جیسا ہامانی محل وغیرہ۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے يَعْرُشُوْنَ پڑھا ہے۔ راء کے ضمہ سے یہ فرعون اور قبطیوں کا واقعہ اور ان کے تکذیب آیات کے حالات کا اختتام ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر کیا اور جو حالات انہوں نے فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد پیدا کیے اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات کا معائنہ کرنے اور سمندر پار کرنے کے بعد بھی گائے کی عبادت جیسے قبیح فعل کے ارتکاب کا تذکرہ ہے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا سو وہ ایک ایسی قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر جمے ہوئے بیٹھے ہوئے

لَّھُمْ ج قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ط قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ

تھے۔ کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے معبود تجویز کر دیجئے جیسا کہ ان کے معبود ہیں۔ انہوں نے کہا بیشک تم ایسے لوگ ہو کہ

تَجْھَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

جہالت کی باتیں کرتے ہو بلاشبہ یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ تباہ ہونے والا ہے اور یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ

موسیٰ نے کہا کہ کیا اللہ کے سوا تمہارے لئے کسی کو معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی اور جب ہم نے

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ج یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ

تمہیں نجات دی آل فرعون سے جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ

نِسَآءَکُمْ ط وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ

چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش ہے۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا

لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ج وَقَالَ مُوْسٰی

وعدہ کیا اور دس راتوں کے ذریعہ ان کی تکمیل کر دی پس ان کے رب کا وقت مقرر یعنی چالیس راتیں مکمل ہو گئیں اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا

لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

کہ تم میرے بعد میری قوم میں میرے خلیفہ بن کر رہنا اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کی راہ کا اتباع نہ کرنا۔

بنی اسرائیل کے حالات پر نظر:

اصل مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ بنی اسرائیل کا آپ سے مدینہ میں سلوک کچھ عجیب نہیں بلکہ اس سے بھی عجیب تر حالات ان کی طرف سے پہلے بھی پیش آچکے۔

بنی اسرائیل میدانِ صحرائے سیناء میں:

آیت ۱۳۸: وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا دیا) روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جس

دن سمندر عبور کیا وہ عاشورہ کا دن تھا۔ فرعون اور قوم فرعون اسی دن غرق ہوئے پس بنی اسرائیل نے عاشورہ کے دن کا بطور شکر یہ روزہ رکھا۔ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ (پس ان کا گزر ہوا ایک قوم پر) ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا۔

بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت:

یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ (جو اپنے بتوں کی عبادت پر جمے ہوئے تھے) جو ان کی عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔ یہ گائے کی مورتیاں تھیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یعکِفون کاف کے کسرہ سے پڑھا۔ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا (کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دو) ایک بت بنا دو۔ جس پر ہم بھی جھک بیٹھیں۔ كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (جیسے ان کے معبود ہیں) بت ہیں جن کے پاس آس جمائے بیٹھے ہیں۔

نحو: کما کاما کافہ ہے اس لیے اس کے بعد جملہ آیا۔

نکتہ: ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے تو اپنے نبی کی قبر پر چھڑکا جانے والا پانی خشک ہونے سے پہلے ہی اختلاف ڈال دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سمندر کے پانی سے قدم خشک ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا (جبکہ موسیٰ و ہارون ابھی وہیں موجود تھے) یٰموسٰی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھة ۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یقیناً تم لوگ جاہل ہو) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم ترین نشانی دیکھنے کے بعد ان کے اس قول پر تعجب کیا۔ آپ نے اس کو جہل مطلق قرار دیا۔ اور اس کو اِنَّ سے مؤکد بھی کیا۔

بت پرستی بے بنیاد چیز ہے:

آیت ۱۳۹: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ (بیشک یہ کام) ان تماثیل کی عبادت کرنے والے مُتَبَّرٌ (بیکار ہیں) ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ تبار سے بنا ہے۔ مَّا هُمْ فِیْهِ (جس میں وہ مصروف ہیں) اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں گے اور ان کے لین دین کو منہدم کر دیں گے جس پر وہ چل رہے ہیں میرے ذریعہ یہاں هٰٓؤُلَآءِ کو اِنَّ کا اسم بنانے اور خبر کو مقدم کر کے اس بات کو نشان زدہ کر دیا کہ بت پرست دراصل خود ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں۔ اور وہ اس سے بالکل نہیں بچ سکتے۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (اور محض بے بنیاد ہے جو وہ کر رہے ہیں) یعنی جو کچھ وہ بت پرستی کرتے ہیں وہ بے کار اور بے حقیقت ہونے والی ہے۔

آیت ۱۴۰: قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا (اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سواء اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں) یعنی کیا میں تمہیں ایسا معبود تلاش کر کے دوں جو سرے سے ہی عبادت کا حقدار نہیں۔ وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے) نحو: یہ حال ہے مراد اس زمانہ کے لوگ۔

انعامات سے تذکیر:

آیت ۱۴۱: وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ (اور جب ہم نے تمہیں نجات دی آلِ فرعون سے)۔ قراءت: اَنْجَاكُمْ شامی

نے پڑھا یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ : (جوتمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے) وہ تمہارے لیے سخت سزا کے خواہاں تھے۔ یہ سام السلعہ سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو طلب کیا جائے۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ نمبر۲۔ مخاطبین سے حال ہے۔ نمبر۳۔ آل فرعون سے حال ہے۔ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ (وہ تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے) قراءت: نافع نے یَقْتُلُوْنَ پڑھا۔ وَفِیْ ذٰلِکُمْ (اور اس میں) یعنی نجات دینے یا سزا دینے میں بَلَآءٌ (آزمائش تھی) نعمت یا مشقت مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ (تمہارے رب کی طرف سے بڑی)

کتاب ملنے کا وعدہ:

آیت ۱۴۲: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً (ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا) تورات دینے کے لیے وَّ اَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ (اور مزید دس راتوں سے ان تیس راتوں کو مکمل کر دیا) روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا جبکہ آپ مصر میں تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا تو تمہیں اپنی طرف سے ایک کتاب دیں گے جب فرعون ہلاک ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں کتاب کا سوال کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ جب تیس دن پورے ہو گئے آپ نے منہ میں مہک محسوس کی اور مسواک کر لی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس دن ذی الحجہ کے بڑھانے کا حکم دیا۔ اسی لیے فرمایا فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ (پس ان کے رب کا وقت مقررہ پورا ہو گیا) جو وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ اور بیان فرمایا تھا۔ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (چالیس راتیں)

نحو : یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی پورا ہوا اس حال میں کہ وہ اس گنتی تک پہنچنے والا تھا۔ اجمالاً، اربعین کا تذکرہ سورۂ بقرہ میں فرمایا مگر یہاں اس کی تفصیل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت:

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا) هٰرُوْنَ، اَخِیْهِ کا عطف بیان ہے۔ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا) ان میں میرا خلیفہ بن کر۔ وَاَصْلِحْ (اور اصلاح کرتے رہنا) اور بنی اسرائیل کے جن معاملات کی درستگی لازم ہے ان کی اصلاح کرتے رہو۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا) جو ان میں سے فساد کا داعی ہو تو اس کی اتباع نہ کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دیجئے

قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ

کہ میں آپ کو دیکھ لوں' فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو' سو اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے'

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ کو چورا کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے' پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہنے لگے

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ

آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں پہلا شخص ہوں۔ فرمایا' اے موسیٰ بلاشبہ میں نے اپنی

عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۫ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

پیغمبری اور اپنی ہمکلامی کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں چن لیا' سو میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ

موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہونا:

آیت ۱۴۳: وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا (جب آئے موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر) ہمارے اس ٹائم پر جو ہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا اور جس وقت کی حد بندی کر دی تھی۔ میقات کی لام، لام تخصیص ہے ہمارے میقات کے لیے ان کی آمد خاص کر دی گئی۔ وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں) بلا واسطہ اور بلا کیف روایت میں ہے کہ وہ کلام ہر جہت سے سن رہے تھے۔ اور شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاویلات میں ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرنے والی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کے ساتھ خاص کرنا اس لحاظ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی آواز سنائی جس کی تخلیق کا وہ خود والی و ذمہ دار تھا۔ بغیر اس بات کے کہ وہ آواز مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے مکتسب ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ بندوں کے لیے مکتسب آواز سنتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام سنا تو غلبۂ شوق میں دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اور رؤیت کے لیے اس طرح سوال کیا۔

غلبۂ شوق میں خواہش دیدار:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (تو عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں) اَرِنِیْ کا دوسرا مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ارنی ذالك انظر الیك یعنی مجھے اپنے دیدار کی اس طرح طاقت عنایت فرما کہ

آپ تجلی فرمائیں اور میں آپ کو دیکھ لوں۔
قراءت: مکی نے اَرْنِی پڑھا ہے اور ابوعمرو نے، راء کے اختلاس کے ساتھ۔ راء کے نیچے کسرہ۔ اور دیگر قراء نے راء کے کسرہ اشباع کے ساتھ پڑھا۔

امکان رؤیت پر دلائل:

یہ آیت اہلسنّت کی دلیل ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ جائز وممکن ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے یہاں تک کہ ان سے سوال بھی کر دیا۔ اور ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز نہ ہو یہ کفر ہے۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ (ارشاد فرمایا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) سوال کر کے نہیں اور نہ اس فانی آنکھ کے ساتھ بلکہ عطاء ونوال کے ساتھ اور باقی رہنے والی آنکھ کے ساتھ۔ یہ بھی اہلسنّت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لن اُرٰی (کہ مجھے ہرگز دیکھا نہ جائے گا) کہ اس سے جواز رؤیت کی نفی ہو۔ اور اگر اس کی ذات دیکھی نہ جا سکتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ خبر دیتے کہ انه لیس بمرئی جبکہ حالت اور حالت بھی ایسی کہ بیان کی ضرورت ہے۔ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ (لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا) وہ اپنی حالت پر باقی رہا۔ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ یہ بھی اہلسنّت کی تیسری دلیل ہے کیونکہ رؤیت کو استقرار جبل سے معلق کرنا اور وہ ممکن ہے اور کسی چیز کا ممکن سے معلق کرنا اس کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تعلیق بامتنع اس کے امتناع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ممکن کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ جعلهٗ دکًّا یہاں اندک نہیں فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایجاد کریں اس چیز کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ نہ پائی جائے۔ اگر وہ اس کو ایجاد نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل میں مختار ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مایوس نہیں کیا۔ اور نہ اس پر عتاب کیا اور اگر رؤیت محال ہوتی تو ان کو عتاب کیا جاتا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کو عتاب ہوا۔ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (ہود:۴۶) جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے متعلق غرق سے بچانے کا سوال کیا۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (پس ان کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی (تو) تجلی سے اس کے پرخچے اڑا دیئے) یعنی ظہور فرمایا۔ اور بلا کیف ظہور فرمایا شیخ ابو منصور نے فرمایا۔ تجلی للجبل کا معنی وہی ہے جو اشعری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں زندگی، علم ، رؤیت پیدا فرما دیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا یہ نص قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے۔ ان مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر منکرین رؤیت کی جہالت واضح ہو جاتی ہے۔

اعتراض اور جواب:

اعتراض: موسیٰ علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جا سکتا لیکن ان کی قوم نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ وہ اپنا رب انہیں دکھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا: نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ:۵۵) پس آپ نے اس لیے رؤیت کا مطالبہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ظاہر فرما دیں کہ وہ ذات مرئی نہیں۔
جواب: یہ محض باطل ہے اگر بات اس طرح ہوتی جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس طرح کہتے ارهم ینظروا الیك پھر اللہ تعالیٰ فرما دیتے: لن یرونی۔ مگر ایسا نہیں فرمایا اگر رؤیت جائز نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام ان کی تردید کو مؤخر نہ فرماتے۔ بلکہ جونہی ان کا

کلام آپ کے کان تک پہنچا تھا، اسی وقت تردید فرما دیتے کیونکہ اسی وقت تردید نہ کرنے سے کفر پر پختہ کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاءؑ کی بعثت تو کفر کی تغییر کے لیے ہے کیا تم نہیں دیکھتے جب بنی اسرائیل نے کہا: **یٰموسی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ** آپ نے ان کو مہلت نہیں دی بلکہ اسی وقت تردید فرمائی **انکم قوم تجھلون**؟ **جَعَلَهٗ دَكًّا** (تو پہاڑ کو چورا کر دیا) اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے ضرب الامیر بمعنی مضروب الامیر الدق اور الدک ہم معنی ہیں یعنی زمین کے برابر کہ اس میں کوئی ٹیلہ نہ تھا کہا جاتا ہے **ناقۃ دکّاء** جس کی کوہان نہ ہو۔

قراءت: حمزہ اور علی نے دکاء پڑھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی:

وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) یہ حال ہے یعنی موسیٰ پر غشی طاری ہوگئی جس سے زمین پر گر گئے **فَلَمَّاۤ اَفَاقَ** (پھر جب ہوش آیا) اپنی بے ہوشی سے **قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ** (تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں) دنیا میں سوال کرنے سے **وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ** (اور میں سب سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہوں) یعنی تیری عظمت اور جلال پر اور اس پر کہ تو دنیا میں دیدار نہیں کراتا۔ باوجود جائز ہونے کے (کعبی کے قول کا رد) کعبی اصم کا قول کہ **ارنی انظر الیك** کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی نشانی دکھا جس سے میں آپکو بطریق ضرورت جان لوں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ **لن ترانی** تو میری پہچان اس انداز سے نہیں کرسکتا۔ **ولکن انظر الی الجبل** میں اس کے لیے نشانی ظاہر کرتا ہوں۔ اگر اس کی تجلی کے لیے پہاڑ قائم رہا اور اپنی جگہ مستقر رہا عنقریب تو بھی اس کے لیے ثابت وقائم رہے گا۔ اور اس کی طاقت رکھ سکے گا۔ مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے **ارنی انظر الیك** فرمایا **الیھا** نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے **لن ترانی** فرمایا **لن تری آیتی** نہیں فرمایا۔ پھر اس کا معنی **لن ترٰی اٰیتی** کس طرح ہوسکتا ہے۔ جبکہ عظیم ترین نشانی دکھائی کہ پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مشرفِ ہمکلامی اور تورات کی الواح:

۱۴۴: **قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ** (ارشاد فرمایا میں نے اے موسیٰ تجھے لوگوں پر امتیاز دیا) میں نے تجھے اہل زمانہ میں سے منتخب کیا۔ **بِرِسٰلٰتِیْ** (اپنی پیغمبری سے) وہ تورات کے اسفار ہیں۔ **قراءت:** حجازی نے برسالتی پڑھا ہے۔ **وَبِكَلَامِیْ** (اور اپنی ہمکلامی سے) خاص تجھ سے کلام کر کے **فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ** (پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو لو) جو میں نے تجھے شرف نبوت اور حکمت عنایت فرمائی **وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ** (اور شکر کرو) اس نعمت پر پس یہ عظیم نعمتوں میں سے ہے کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عرفہ کے دن بے ہوش ہو کر گرے اور دس ذی الحجہ کو تورات ملی۔ اس لیے کہ ھارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو اصطفاء کو ان کے ساتھ خاص کر دیا۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی '

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

سو آپ قوت کے ساتھ اسے پکڑیں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کے اچھے اچھے اعمال کو پکڑے رہیں میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

میں عنقریب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا

لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ

سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ بنا لیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ

غافل تھے ' اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال اکارت ہو گئے

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷

ان کو انہیں اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔

تورات بنی اسرائیل کا قانون:

آیت ۱۴۵: وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ (اور ہم نے ان کو چند تختیوں پر لکھ دی) الواح جمع لوح تورات یہ دس تختیاں تھیں بعض نے کہا سات یہ زمرد کی بنی ہوئی تھیں دوسرا قول یہ ہے کہ لکڑی کی بنی ہوئی تھیں آسمان سے اتریں اور ان میں تورات درج تھی۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کی) یہ کتبنا کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل) یہ من کل شئی کا بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے ان کے لیے ہر وہ چیز لکھ دی جس کی بنی اسرائیل کو مواعظ و تفصیل احکام کے سلسلہ میں ضرورت تھی ایک قول یہ بھی ہے کہ تورات ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھی۔ اس کو مکمل چار آدمیوں نے پڑھا موسیٰ۔ یوشع۔ عزیر۔ عیسیٰ علیہم السلام۔ فَخُذْهَا (پس تم اس کو عمل میں لاؤ) پس ہم نے انہیں کہا اس کو پکڑو۔ خذھا کا عطف کتبنا پر ہے۔ اور ہا

کی ضمیر الواح کی طرف ہے۔نمبر۲۔لکل شیء کی طرف کیونکہ وہ اشیاء کے معنی میں ہے۔بِقُوَّۃٍ (کوشش کے ساتھ) محنت و عزیمت کے ساتھ جس طرح اولواالعزم رسول کرتے ہیں۔وَّاۡمُرۡ قَوۡمَکَ یَاۡخُذُوۡا بِاَحۡسَنِهَا (اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے اچھے احکام پر عمل کرو) یعنی اس میں جو احکام ہیں وہ احسن وحسن پر مشتمل ہیں۔مثلاً قصاص لینا۔معاف کرنا۔بدلہ لینا۔صبر کرنا۔ ان کو حکم دیں کہ وہ ایسا حکم اپنائیں جو حسن میں زیادہ بہتر اور ثواب میں زیادہ ہو۔جیسا کہ اس ارشاد میں: وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ (الزمر:۵۵) سَاُورِیۡکُمۡ دَارَ الۡفٰسِقِیۡنَ (میں بہت جلد تم کو ان نافرمانوں کا مقام دکھلاؤں گا) فرعون اور اس کی قوم کا علاقہ یعنی مصر اور عاد وثمود کے مقامات اور ہلاک شدہ اقوام۔کہ کس طرح یہ علاقے ان سے خالی ہوئے۔تاکہ عبرت حاصل کریں۔ان کی طرح فسق اختیار نہ کریں۔کہیں انہی جیسی دنیوی سزا نہ بھگتنی پڑے یا جہنم ٹھکانہ نہ بن جائے۔

متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے:

آیت ۱۴۶: سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ (اور ایسے لوگوں کو میں اپنی آیات سے برگشتہ ہی رکھوں گا) ان کے سمجھنے سے ذوالنون مصریؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کہ باطل پسند بے کار لوگوں کو قرآن مجید کی خفیہ حکمتوں سے نوازے۔الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ (جو لوگ تکبر کرتے ہیں) جو مخلوق پر ظلم کرتے اور قبول حق سے نفرت کرتے ہیں تکبر کی اصل حقیقت اس بڑائی کی بتکلف کوشش کرنا جو باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ (زمین میں ناحق) یہ یتکبرون سے حال ہے ای یتکبرون غیر محقین کیونکہ تکبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔وَاِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِهَا (اور اگر وہ تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں) جو ان پر آیات اتاری گئیں۔وَاِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الرُّشۡدِ (اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں) معاملے میں ہدایت، بھلائی کا راستہ رُشد ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے الرَّشَدَ پڑھا ہے اور یہ دونوں لفظ السُّقۡم اور السَّقَمَ کی طرح ہیں۔لَا یَتَّخِذُوۡهُ سَبِیۡلًا (تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بناتے) وَاِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الۡغَیِّ (اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں) الغیّ گمراہی۔یَتَّخِذُوۡهُ سَبِیۡلًا (تو اس کو اپنا راستہ بنالیں) ذٰلِکَ (یہ) یہ حق سے پھرنا۔یہ محل رفع میں ہے بِاَنَّهُمۡ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا (اس وجہ سے ہے۔کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلادیا) ان کی تکذیب کے باعث ہے۔وَکَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِیۡنَ (اور وہ ان سے غافل رہے) عناد واعراض والی غفلت نہ کہ سہو وجہل والی۔

آخرت کے منکروں کا حبط اعمال:

آیت ۱۴۷: وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَۃِ (اور جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) نحو: یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ای لقاء هم الاخرۃ ان کا آخرت کی ملاقات اور اس کے احوال کا مشاہدہ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ (ان کے سب کام تباہ ہوگئے) یہ خبر ہے والذین کی۔هَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے) وہ رسولوں کی تکذیب کے سبب احوال کی تکذیب ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِہٖ مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کو معبود بنالیا جو ایک ایسا جسم تھا کہ اس میں سے گائے کی آواز آرہی تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمۡ وَلَا یَہۡدِیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡہُ وَکَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا وقف لازم

کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی راستہ بتلاتا ہے۔ انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے اور جب

سُقِطَ فِیۡۤ اَیۡدِیۡہِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّہُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا

وہ پچھتائے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے

وَیَغۡفِرۡ لَنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ غَضۡبَانَ

اور ہمیں بخش نہ دے تو ہم تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف اس حال میں واپس ہوئے کہ وہ غصہ میں اور

اَسِفًا ۙ قَالَ بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّکُمۡ ۚ وَاَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ

رنج میں تھے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری بری نیابت کی۔ کیا اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے تم نے جلدی کر لی؟ اور موسیٰ نے تختیوں کو ڈال دیا

وَاَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِیۡہِ یَجُرُّہٗۤ اِلَیۡہِ ؕ قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ

اور بھائی کے سر کو پکڑ لیا جسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے انہوں نے کہا کہ اے میرے ماں جائے بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا

وَکَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ ۫ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ وَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۵۰﴾

اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں لہٰذا مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھے ظالموں میں شمار نہ کرو۔

قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِاَخِیۡ وَاَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِکَ ۫ۖ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸/۸

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

بنی اسرائیل کی دوسری حماقت:

آیت ۱۴۸: وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِہٖ (اور موسیٰ کی قوم نے بنالیا ان کے بعد) ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد مِنۡ حُلِیِّہِمۡ (اپنے زیورات میں سے) ان کی طرف زیور کی نسبت کر دی گئی۔ حالانکہ وہ ان کے پاس عاریت کے طور پر تھے کیونکہ اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر بھی ہوسکتی ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ جو آدمی قسم اٹھائے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اگر مستعار گھر میں داخل ہوگیا تو تب بھی

حانث ہو جائے گا۔ وہ ان زیورات کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔ جس طرح ان کی دیگر املاک کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔

مَسْئَلَه: اس سے ثابت ہوا کہ کفار کے مال میں استیلاء حاصل ہونے سے وہ مال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں ان سے وہ زیور لینے والا سامری تھا۔ مگر وہ اس کے فعل پر راضی تھے۔ اس لئے فعل کا اسناد ان کی طرف کر دیا گیا الحلیّ جمع حَلْی اس سونے اور چاندی کی چیز کو کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔

قراءت: حمزہ و علی نے اتباع کی وجہ سے حِلِّیھم پڑھا ہے۔ عِجْلاً جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ (ایک بچھڑے کا مجسمہ جس میں ایک آواز تھی)

نَحْو: عجلاً یہ اتخذ کا مفعول بہ ہے۔ جَسدًا اس کا بدل ہے یعنی ایک بدن جو گوشت و خون والا تھا۔ جیسے تمام جسم ہوتے ہیں۔ له خوارٌ گائے کی آواز کو خوار کہا جاتا ہے اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای الٰھًا پھر ان کے احمقانہ عقول پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: اَلَمْ یَرَوْا کہ انہوں نے اس کو معبود بنایا۔ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا (کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا۔ اور ان کو کوئی راہ نہیں بتلاتا) ان سے کلام کی قدرت بھی نہیں رکھتا اور نہ ہی راستہ کی طرف راہنمائی کر سکتا ہے جبکہ انہوں نے اس کو اس ذات کے مقابلہ میں چنا ہے جس کے کلمات تعریف کو سارے سمندروں کی سیاہی سے بھی رقم نہیں کیا جا سکتا قلم ختم اور سارے سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر اس کی حمد و ثنا ختم نہیں ہوگی۔ جس نے مخلوق کو حق کی راہ بھائی عقلوں میں ایسے دلائل کتابیں اتار کر سمجھا دیئے۔ اِتَّخَذُوْهُ (انہوں نے اس کو معبود قرار دیا) یہ جملہ ابتدائیہ کے طور پر لائے۔ کہ انہوں نے اس کو معبود بنا دیا۔ اور اس انتہائی قبیح کام کا اقدام کیا۔ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (اور انہوں نے بڑا بے ڈھنگا کام کیا)۔

عبادتِ عِجل پر شرمندگی:

آیت ۱۴۹: وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْهِمْ (اور جب وہ شرمندہ ہوئے) جب بچھڑے کی پوجا پر ان کی شرمندگی زیادہ ہوگئی۔ اور اس کی اصل اس طرح ہے کہ جو شرمندہ زیادہ ہو جائے وہ غم سے ہاتھ کاٹنے لگ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس میں گر جاتے ہیں کیونکہ اس کا منہ بھی ہاتھوں میں آ پڑتا ہے۔ سقط کی اسناد فی ایدیھم کی طرف کنایات کی قسم میں سے ہے۔ زجاجؒ نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے سقط الندم فی ایدیھم یعنی ان کے دلوں اور جانوں میں غم آ پڑا۔ جیسا کہا جاتا ہے: حصل فی یدہ مکروہ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ امر مکروہ اس کے ہاتھ میں آ جائے۔ صرف دل و جان میں حاصل ہونے والی چیز کو آنکھوں اور ہاتھ میں حاصل ہونے والی چیز سے تشبیہ مقصود ہوتی ہے۔ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (اور انہوں نے جان لیا کہ وہ واقعی گمراہی میں پڑ گئے ہیں) ان کی گمراہی اپنے سامنے اس طرح کھل گئی گویا گمراہی کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا (تو کہنے لگے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے)

قراءت: حمزہ اور علی نے لئن لم ترحمنا ربنا و تغفرلنا پڑھا ہے۔ ربنا کا منصوب ہونا نداء کی وجہ سے ہے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (تو ہم بالکل گئے گزرے ہو گئے) جو دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی :

آیت ۱۵۰: وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی (اور جب موسیٰ واپس آئے) طور سے اِلٰی قَوْمِهٖ (اپنی قوم کی طرف) بنی اسرائیل غَضْبَانَ (غصے اور) یہ موسیٰ سے حال ہے اَسِفًا (رنج کی حالت میں) یہ بھی حال ہے اس کا معنی غمگین ہونا۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ (تو انہوں نے کہا تم نے بہت بڑی نامعقول حرکت کی) تم میری جگہ کھڑے ہوئے اور میرے نائب ہو گئے۔ مِنْۢ بَعْدِیْ (میرے بعد) یہ خطاب بچھڑے کی پوجا کرنے والوں اور سامری وغیرہ کو ہے۔ نمبر۲: ھارون اور ان کے ساتھ مؤمنین کو ہے اور اس پر دوسرا ارشاد دلیل ہے۔ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (الاعراف:۱۴۲) مطلب یہ ہے کہ تم نے میری بہت بری مخالفت کی کہ بچھڑے کی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ شروع کر دی۔ نمبر۲۔ کہ تم نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو نہیں روکا۔ بئس کا فاعل ضمیر ہے جس کی تفسیر ما خلفتمونی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بئس خلافة خلفتمونیها من بعد خلافتکم مطلب یہ فیها من بعدی یہ خلفتمونی کے قول کے بعد ہے۔ من بعد ما رأیتم منی من توحید اللّٰه و نفی الشرکاء اس کے بعد کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نفی شرکاء دیکھ چکے یا اس کے بعد کہ میں بنی اسرائیل کو توحید پر آمادہ کرتا تھا۔ اور گائے کی عبادت سے روکتا تھا۔ جبکہ انہوں نے کہا: اجعل لنا الٰهًا کما لهم اٰلهة۔ خلیفہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے اصل کا راستہ بتائے۔ اور اختیار کرے۔ اَعَجِلْتُمْ (کیا تم نے جلد بازی کر لی) بچھڑے کی عبادت کی طرف تم نے سبقت کی اَمْرَ رَبِّکُمْ۔ (اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے) وہ امر میرے تمہارے پاس چالیس راتوں کے بعد تورات لے کر آنا ہے العجلة کی اصل کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عجلتم بمعنی ترکتم ہے کہ تم نے چھوڑ دیا۔

غضب للہ میں جلالِ موسیٰ علیہ السلام:

وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ (اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھ دیں) جب بچھڑے کی عبادت والی بات سنی تو بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں۔ آپ غضب شدید رکھتے تھے۔ ہارونؑ میں آپ کی نسبت نرمی تھی اس لیے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی بجائے ہارون کو زیادہ چاہتے تھے الواح ٹوٹ گئیں اور اس کے چھ حصے اٹھا لیے گئے باقی ساتواں حصہ رہ گیا اور جو اٹھا لیا گیا اور اس میں تمام ضروریات دین کی تفصیل تھی اور جو باقی رہا اس میں ہدایت و رحمت کے اصول و مبانی تھے۔ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ (اور اپنے بھائی کا سر پکڑا) بھائی سے ناراض ہو کر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا کہ اس نے ان کو بچھڑے کی عبادت سے نہیں روکا۔ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ (ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے) عتاب کے طور پر نہ کہ تذلیل کے لئے۔

ہارون علیہ السلام کا جواب:

نحو : یہ جملہ موسیٰ سے حال ہے۔ قَالَ ابْنَ اُمَّ (ہارون سے کہا اے میرے ماں جائے) ابن ام یہ خمسۃ عشر کی طرح مبنی علی الفتح ہے مگر حمزہ علی، شامی نے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اُمی ہے یا کو حذف کیا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ ہارون موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے مگر ماں کا تذکرہ مہربانی یا شفقت یاد دلوانے کے لیے اور اس لئے بھی کہ وہ مخلصہ و مومنہ تھیں۔ اِنَّ

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (ان لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں) یعنی میں نے وعظ و نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن انہوں نے مجھے کمزور گردانا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ (پس تم مجھ پر مت خوش کرو دشمنوں کو) وہ لوگ جو بچھڑے کی پوجا کرتے رہے۔ یعنی میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کر جو انکی دلی تمنا کے مطابق ہو کیونکہ وہ میرے متعلق برائی اور توہین کے خواہاں ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (اور مجھ کو ظالم قوم کے ساتھ مت شمار کرو) مجھ پر غصہ کے ذریعے مجھے انکا ساتھی مت بنا۔ جب بھائی کا عذر واضح ہو گیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۱: قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ (موسیٰ نے کہا اے میرے رب میری خطاء معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی) بھائی کو راضی کرنے کے لئے اور شماتت کی نفی کرتے ہوئے ان کو دعا میں اپنے ساتھ شریک فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے جو مجھ سے میرے بھائی کے سلسلہ میں زیادتی ہوئی اور ان کو بخش دے اگر خلافت و نیابت کے سلسلہ میں ان سے کوئی زیادتی ہوئی۔ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ (اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما) دنیا میں اپنی عصمت کے پردہ میں داخل فرما اور آخرت میں جنت جنان میں داخلہ عنایت فرما۔ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں)۔

ارشادِ موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۲: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی) معبود بنا کر۔ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (بہت جلد ان پر ان کے رب کا غضب آئے گا) یہ وہی حکم ہے جو توبہ کے سلسلہ میں ان کو اپنے نفسوں کے قتل کرنے کا کہا گیا۔ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (اور ذلت پڑے گی دنیا کی زندگی میں ہی) ان کو گھروں سے نکالنا۔ کیونکہ مسافری گردن جھکا دیتی ہے۔ یا جزیہ مقرر ہونا۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ (اور ہم افترا کرنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے۔ اور سامری کے اس قول سے بڑھ کر اور افتراء کیا ہو سکتا ہے۔ هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی (طٰہٰ: ۸۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

بلاشبہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا انہیں ان کے رب کی طرف سے ضرور غصہ پہنچے گا اور ذلت پہنچے گی دنیا والی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا

اور اسی طرح ہم افتراء کرنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ

تو بلاشبہ آپ کا رب اس توبہ کے بعد ضرور بخش دینے والا ہے۔ مہربان ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے ان تختیوں کو

الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اٹھالیا اوران تختیوں میں جولکھا ہوا تھا اس میں ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

آیت ۱۵۳: وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ (اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کے کام کئے) کفر ومعاصی ثُمَّ تَابُوْا (پھر توبہ کرلی) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ سے لوٹ آئے۔ مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا (اس کے بعد اور ایمان لے آئے) اور انہوں نے اپنے ایمان کو خالص کرلیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا (بے شک تمہارا رب اس توبہ کے بعد) یعنی سیئات یا توبہ لَغَفُوْرٌ (گناہ کو معاف کرنے والا) ان کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ (رحم کرنے والا ہے) جنت کے ذریعے ان پر انعام فرمائے گا۔

نحو : انّ اپنے خبر واسم سمیت الذین کی خبر ہے۔ یہ حکم عام ہے جس میں بچھڑے کی پوجا کرنے والے اور دیگر تمام شامل ہیں اول ان کے گناہ کو بڑا کر کے اصل شکل میں پیش کیا۔ پھر اس کے بعد اپنی عظیم رحمت کا ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ مگر اس کی معافی تو اس سے بھی بڑی ہے۔

آیت ۱۵۴: جبکہ غصہ اس شدت کی بناء پر تھا گویا اللہ تعالیٰ ہی موسیٰ کو اس غصے کا حکم دینے والے تھے تو کہا گیا:

زوالِ غصہ کے بعد حالات:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ (اور جب موسیٰ کا غصہ دور ہوا) زجاج کہتے ہیں کہ سکت کا معنی سکن ہے اور یہ بھی پڑھا گیا ہے اَخَذَ الْاَلْوَاحَ (تو ان تختیوں کو اٹھالیا) جن کو جلدی سے ڈال دیا تھا۔ وَفِيْ نُسْخَتِهَا (اور ان کے مضامین میں) نُسْخَه یہ فُعلہ کا وزن ہے خطبہ کی طرح بمعنی مفعول ہے۔ اس کی کتابت میں هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی)

نحو : لام مفعول پر داخل کر دیا کیونکہ وہ مقدم ہے اور فعل کا عمل اس میں کمزور پڑ گیا تو ازالہ کے لیے لام لائے۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسٰی نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وقتِ معین کے لئے چن لئے۔ پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسٰی نے کہا اے میرے رب

لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۖ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا

اگر آپ چاہتے تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک فرمادیتے۔ کیا آپ ہمارے چند بیوقوفوں کی حرکت کے سبب ہمیں ہلاک فرماتے ہیں۔ یہ محض آپ کی

فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۖ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

طرف سے آزمائش ہے' آپ اس کے ذریعہ جس کو چاہیں گمراہی میں ڈالیں اور جس کو چاہیں ہدایت پر رکھیں۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ لہٰذا ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما

وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا

اور بخشش دینے والوں میں تو سب سے بہتر ہے اور لکھ دیجئے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی' بیشک ہم نے

هُدْنَآ اِلَيْكَ ۖ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۖ

تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب ہے میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہوں اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ۚ

سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال:

آیت ۱۵۵: وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ (اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے منتخب کئے)) اپنی قوم میں سے۔

نحو: اس میں حرف جار کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو ساتھ ملا دیا۔ سَبْعِيْنَ رَجُلًا (ستر آدمی) کہا گیا ہے کہ بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے چھ آدمی کل تعداد بہتر ہوگئی۔ پھر فرمایا تم میں سے دو پیچھے رہیں۔ کالب و یوشع بیٹھ گئے۔ لِّمِيْقَاتِنَا (ہمارے وقت مقررہ کیلئے) تاکہ وہ عبادت عجل کے سلسلہ میں معذرت پیش کریں۔ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس جب ان کو زلزلہ نے آ پکڑا) زلزلۂ شدیدہ نے۔

عرضِ موسوی:

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ (تو موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو ہلاک کر دیتا) جو ان کی طرف سے بچھڑے کی عبادت والا معاملہ پیش آیا۔ وَاِيَّايَ (اور مجھ کو بھی) میرے قبطی کو قتل کرنے کی وجہ سے

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دے گا) کیا آپ ہمیں اس بات کی سزا میں ہلاک کرتے ہیں۔ جو ہم میں سے جاہلوں نے کیا ہے اور وہ بچھڑے کی پوجا کرنے والے ہیں۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (یہ واقعہ تو صرف تیری طرف سے محض ایک امتحان ہے) یہ آپکی آزمائش ہے یہ اس قول کی طرف لوٹتا ہے۔ فَاِنَّا قد فتنا قومك من بعدك (طٰہٰ:۸۵) پس موسیٰ نے کہا کہ نمبرا۔ یہ آزمائش وہی ہے جس کی آپ نے مجھے خبر دی۔ نمبر۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ جس سے وہ اپنے بندوں کو جس طرح چاہتا ہے آزماتا ہے۔ جیسے و نبلو هم بالشر و الخير فتنة (الانبیاء:۳۵) تُضِلُّ بِهَا (جس کے ذریعے تو گمراہی میں ڈال دیتا ہے) ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَآءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ انہوں نے گمراہی کا چناؤ کرلیا۔ وَ تَهْدِيْ (اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے) اس ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَآءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا (تو ہمارا کارساز ہے) جو ہمارے کاموں کا متولی ہے۔ فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ (پس تو ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور آپ سب معاف کرنے والوں سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں)

دوسری دُعا:

آیت۱۵۶: وَاكْتُبْ لَنَا (اور ہمارے نام لکھ دے) تو قائم فرما اور قسمت میں کر دے۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً (اس دنیا میں نیک حالت) عافیت، حیات طیبہ، اطاعت کی توفیق وَّ فِي الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں بھی) جنت اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ (بے شک ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں) تیری طرف توبہ ورجوع کیا۔ هاد يهود اليه کا معنی لوٹنا توبہ کرنا الهود جمع هائد تائب کو کہتے ہیں۔

جوابِ باری تعالیٰ:

قَالَ عَذَابِيْٓ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنا عذاب تو) اس کا معاملہ یہ ہے کہ میں اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ (اسی کو دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں) یعنی میں جس کو معاف نہیں کرتا وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اور میری رحمت تمام اشیاء کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے) یعنی میری رحمت کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی وسعت میں لے لیتی ہے۔ دنیا میں کوئی مسلمان اور کافر ایسا نہیں جس پر میری رحمت کا چھینٹا نہ پڑ رہا ہو۔ فَسَاَكْتُبُهَا (سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا) یعنی اس رحمت کو لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (جو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) شرک سے بچنے والی امت محمد ﷺ میں سے وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں) فرض زکوٰۃ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا (اور وہ جو کہ ہماری آیات پر) ہماری تمام کتابوں پر يُؤْمِنُوْنَ (ایمان لاتے ہیں) ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ

جو لوگ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں

فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ

لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے

لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ

پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں ' اوران پر سےان کے بوجھ دور کرتے ہیں اور طوق ہٹاتے

الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ

ہیں جواُن پر تھے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تکریم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو ان

۱۹ ع ۹ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ؑ ﴿۱۵۷﴾

کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

رُوئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالتِ مآب ﷺ کی تعریف:

آیت ۱۵۷: اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ (جولوگ کہ ایسے رسول کی اتباع کرتے ہیں) وہ جو ہم اسکی طرف وحی کرینگے اس کتاب کی صورت میں جو اس کے ساتھ خاص ہوگی اور وہ قرآن ہے۔ النَّبِیَّ (جو نبی) معجزات والے الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ (جن کو یہ لوگ پاتے ہیں) اسکی تعریف وہ لوگ پائیں گے جو بنی اسرائیل میں سے انکی اتباع کریں گے۔ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ (لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں) شرکاء سے علیحدگی اور بندوں سے انصاف کا وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) عبادت اصنام اور قطع ارحام وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ (اور وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتاتے ہیں) جو پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کی گئیں۔ مثلاً چربی وغیرہ۔ یا جو شریعت کے اعتبار سے اچھی ہیں۔ جن پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جس میں حرام کی کمائی شامل نہیں۔ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ (اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں) جو ان میں سے خبیث ہیں۔ جیسے خون، مردار، لحم خنزیر، غیر اللہ کی نیازات یا جو حکم کے لحاظ سے خبیث ہیں مثلاً سود، رشوت وغیرہ برے کمائی کے ذرائع وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ (اور ان پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں) اِصۡر اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اٹھانے والوں کو بوجھ کی وجہ سے حرکت سے روک دے۔ مراد اس سے شدید تکالیف جو ان پر ڈالی گئیں مثلاً توبہ کے لیے قتل نفس، خطاء کرنے والے اعضاء کو کاٹ ڈالنا۔ قراءت: 'اصارھم شامی نے پڑھا ہے۔

وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ (اور وہ طوق جو ان پر تھے) وہ مشکل احکام مثلاً قصاص میں قتل خواہ قتل عمد ہو یا خطاء دیت جائز نہ تھی۔ کپڑے اور چمڑے میں سے نجاست والی جگہ کو کاٹنا۔ غنائم کا جلا دینا۔ گھروں کے دروازوں پر گناہوں کا ظاہر ہو جانا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی

وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ

اور زمین کی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی

الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

امی ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر، اور اس کا اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

ان احکام کو غل (طوق) سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اسی طرح لازم تھے۔ جیسے طوق۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ (پس جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس نبی پر) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وَعَزَّرُوْهُ (اور ان کی حمایت کرتے ہیں) اور ان کی تعظیم کی نمبر۲ دشمن سے انکا دفاع کیا۔

یہاں تک کہ دشمن کو ان پر قوت نہ ہو سکے۔ العذر کی اصل روکنا ہے اور تعزیر اسی سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی برائی اسی طرح روکتی ہے جس طرح حد روکتی ہے۔ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ (اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ مع کا تعلق اتبعوا سے ہے یعنی واتبعوا القراٰن المنزّل مع اتباع النبی والعمل بسنّتہ انہوں نے قرآن منزل کی اتباع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ کی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ایسے لوگ ہی پوری فلاح پانے والے ہیں) ہر خیر کو پانے والے اور ہر شر سے نجات پانے والے ہیں۔

آیت ۱۵۸: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (کہہ دیں اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں) تمام رسول اپنی اقوام خاص کی طرف مبعوث ہوئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

نحو: یہ الیکم سے حال ہے۔ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے) اعنی مضمر کی وجہ سے یہ محل نصب میں ہے اور یہ نصب مدح کہلاتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

نحو: یہ الّذی کا صلۂ لہ ملک السمٰوت سے بدل ہے اور اسی طرح یحی و یمیت بدل ہے۔ لا الٰہ الا ھو یہ ماقبل جملہ کا بیان ہے کیونکہ جو ذات تمام عالم کی بادشاہ ہے۔ وہی حقیقی الٰہ ہے۔ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (وہ زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے) میں الوہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص ہونے کی وضاحت کی۔ کہ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ جب احیاء واماتت پر اور کسی کو قدرت نہیں تو الوہیت بھی اور کسی کے لائق نہیں۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ (پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہوں) کلمات سے مراد کتب منزلہ ہیں۔ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ)

سوال : یہاں انی رسول اللّٰہ الیکم کے بعد اس طرح نہیں فرمایا: فامنوا باللّٰہ وبی کہ اللہ تعالیٰ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔

جواب : تاکہ جو صفات آپ کی بیان کی گئیں وہ آپ پر جاری کی جائیں۔ اور التفات میں بلاغت کلام ملحوظ ہے۔ تاکہ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ یہ شخص ہے جو نبی الامی الذی یومن باللہ و کلماتہ سے متصف ہوا جو بھی ہو میں یا میرے علاوہ۔ دیگر اس میں منصف مزاج کے لیے انصاف کی دعوت دی گئی اور عصبیت سے الگ کر کے اپنی ذات کو پیش کیا گیا۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ

اور موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں' اور ہم نے ان کو

اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ

بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعتیں بنا دیں' اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب ان کی قوم نے پانی مانگا

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ

کہ اپنی لاٹھی کو پتھر میں مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ

اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ

وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اتارا' کھاؤ' پاکیزہ چیزیں اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا' اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

کرتے ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ سکونت کرو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں سے

شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

چاہو' اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں اور دروازہ میں جھکے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم بخش دیں گے تمہاری خطاؤں کو' ہم عنقریب اچھے کام

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ سو ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا اس قول کو بدل دیا اس قول کے علاوہ جو ان سے کہا

لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع ۵ ۱۰

گیا۔ سو ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا اس سبب سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ:

آیت۱۵۹: وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں) وہ لوگوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ حق پرست ہیں۔ نمبر۲۔ اس حق کے سبب جس پر وہ

قائم ہیں۔ دوسروں کوحق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ (اوراسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں)حق کے ساتھ اپنے مابین حکم میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ اور ظلم نہیں کرتے بعض نے کہا یہ ایک قوم ہے جوچین سے آگے رہتی ہے۔ جولیلۃ المعراج میں مسلمان ہوئے۔ (مگر یہ روایت خود پایۂ ثبوت کونہیں پہنچتی) نمبر۲۔ یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی ہیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اوراُن پرانعامات:

آیت۱۶۰: وَقَطَّعْنٰھُمُ (ہم نے ان کوٹکڑوں میں بانٹ دیا) یعنی گروہوں میں اورایک دوسرے سے ممتاز کردیا۔ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا (بارہ خاندانوں میں) جیسا کہتے ہیں اثنتی عشرۃ قبیلۃ۔ الاسباط بیٹے کی اولاد جمع سبط۔ یہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں بارہ قبائل تھے۔

نحو : عشرہ تک کے علاوہ کی تمیز مفرد آتی ہے اور یہاں اسباط جمع ہے مگر یہاں مراد اثنتی عشرہ قبیلہ ہے اور ہر قبیلہ سبط ہے نہ کہ اسباط پس یہاں قبیلہ کی جگہ اسباط کہہ دیا۔ معنی کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اُمَمًا (جماعتوں کی صورت میں) یہ اثنتی عشرہ سے بدل ہے یعنی قطعنا ھم اممًا ہم نے ان کو جماعتوں میں بانٹ دیا کیونکہ ہر اسباط ایک عظیم امت تھی اور ہر ایک کا قصد کیا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے کہ دوسری اس کی اقتداء اورقصد کرے۔ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰہُ قَوْمُہٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ (اورموسیٰ کوہم نے حکم دیا جب ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کوفلاں پتھر پر مارو) پس انہوں نے مارا۔ فَانْۢبَجَسَتْ (پس پھوٹ نکلے) پس اس سے پھوٹ نکلے۔ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا (اس سے بارہ چشمے) قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ (ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا مقام جان لیا) اناس جمع مکسر نہیں بلکہ اسم جمع ہے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَیْھِمُ الْغَمَامَ (اورہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا) تیہ میں ان پر بادلوں کا سایہ کردیا۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْھِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی (اوران کوترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں) اورہم نے ان کوکہا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا (تم کھاؤ نفیس چیزوں سے جوکہ ہم نے تم کو دی ہیں اورانہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا) ان کے ظلم کا ضرر ونقصان جوان کے کفران نعمت کے باعث پہنچنے والا تھا۔ وہ ہم پراثر انداز نہ تھا۔ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (اورلیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے) لیکن وہ اپنے نفوس کوخود نقصان پہنچانے والے تھے۔ اوران کے ظلم کا وبال انہی کو ملنے والا تھا۔

بیت المقدس میں داخلے کا حکم:

آیت۱۶۱: وَاِذْ قِیْلَ لَھُمُ اسْکُنُوْا ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ (اورجب ان کوحکم دیا گیا کہ تم اس آبادی میں جاکررہو) اذکروا اِذْ قِیْلَ لَھُمْ اس وقت کو یادکرو جب ان سے کہا گیا اسْکُنُوْا ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ بیت المقدس میں وَکُلُوْا مِنْھَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّۃٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطِیْٓئٰتِکُمْ (اورکھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا توبہ ہے توبہ اور

جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے)
قراءت: مدنی اور شامی نے تغفرلکم پڑھا خطیئاتکم مدنی اور خطایا کم ابوعمرو نے خطیئتکم شامی نے پڑھا ہے۔
سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ (اور نیک کام کرنے والوں کو مزید عنایت کریں گے)

ظالموں نے اُلٹ بات بنائی:

آیت ۱۶۲: فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ (پس بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر ہم نے ایک آفت آسمان سے ان پر بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے) اس میں اور دوسری آیات میں کوئی تناقض نہیں۔ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا جو اسی سورت میں ہے۔ اور اس قول میں جو سورۃ البقرہ میں ہے۔ ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا (البقرۃ:۵۸) کیونکہ داخلہ اور سکونت پائی گئی۔ حِطَّةٌ کو دروازہ میں داخلہ سے پہلے کہا ہو۔ یا بعد میں کہا ہو مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے والے تھے۔ اور پچھلی دونوں آیات میں رعد کا ذکر چھوڑ دینا اس کے دوسری آیات میں ذکر کردینے کے مخالف نہیں۔ اور اس ارشادالٰہی میں: نغفرلکم خطایا کم سنزید المحسنین میں دو چیزوں کا وعدہ ہے۔ نمبر ۱۔ غفران۔ اضافہ اور واؤ کا چھوڑ دینا اس میں مخل نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے جو کسی سائل کے اس قول پر مرتب ہوتا ہے۔ کہ ماذا بعد الغفران؟ مغفرت کے بعد کیا ہوگا۔ تو جواب دیا۔ سنزید المحسنین کہ ہم مخلصین کو اور زیادہ دیں گے۔ اس طرح منهم کا اضافہ اور ارسلنا اور انزلنا اور یظلمون اور یفسقون کے الفاظ کا تبادلہ تناقض کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ الفاظ قریب المعنی ہیں۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي

اور آپ اس بستی کے بارے میں ان سے پوچھ لیں جو دریا کے قریب آباد تھی ' جبکہ وہ لوگ سنیچر کے دن میں

السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ

زیادتی کرتے تھے۔ جبکہ ان کے پاس ان کی مچھلیاں سنیچر کے دن اوپر کو ظاہر ہو کر آتی تھیں اور جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا

معانقة النصف لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اس دن ان کے پاس نہ آتی تھیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے' اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا

مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا

کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک فرمانے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب ' انہوں نے کہا

مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

کہ تمہارے رب کے حضور معذرت پیش کرنے کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ گناہ سے بچ جائیں۔ سو جب وہ لوگ بھول گئے اس بات کو جس کے ذریعہ ان کو نصیحت

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو پکڑ لیا' جنہوں نے ظلم کیا اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے'

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٔيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ

پھر جب اس کام کے بارے میں وہ حد سے نکل گئے جس سے منع کئے گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ہو جاؤ بندر ذلیل' اور آپ کے رب نے یہ بات

رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ

بتا دی کہ وہ قیامت کے دن تک ضرور ان پر ایسے اشخاص کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب چکھائیں گے ' بے شک

رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات:

آیت ۱۶۳: وَسْئَلْهُمْ (اور آپ ان سے حال پوچھیں) ان یہود سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ (اس بستی والوں کا) نمبر۱۔ ایلہ، نمبر۲۔ مدین۔ ان کے کفر و ناشکری کو مقدم کر کے یہ سوال درحقیقت ان کے کان کھولنے کے لئے ہے۔ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ

الْبَحْرِ (جو سمندر کے قریب آباد تھے) سمندر کے قریب اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ (جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے) جبکہ وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ اور وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار تھا۔

نحو : اذیعدون یہ قریہ سے بدل ہونے کی وجہ سے محل جر میں ہے۔ یہاں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا واسئلهم عن اهل القرية وقت عدوانهم فی السبت یہ بدل اشتمال ہے۔ اِذْ تَاْتِيْهِمْ (جبکہ ان کے سامنے آتیں تھیں) نمبر ا۔ یہ یعدون کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا بدل ہے۔ حِيْتَانُهُمْ (ان کی مچھلیاں) جمع حوت واو کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یا سے بدل ہے۔ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا (ان کے ہفتہ کے دن ظاہر ہوکر) اس حال میں کہ وہ پانی کی سطح پر ظاہر ہونے والی تھیں۔ شرّعًا جمع شارع یہ حیتانهم سے بدل دیا۔ السبت یہ مصدر ہے۔ سبتت اليهود کہا جاتا ہے جبکہ مچھلی کا شکار ہفتہ والا دن چھوڑ کر اس کی تعظیم کریں۔ اور عبادت میں مشغول رہیں اور مطلب یہ ہے جبکہ وہ اس دن کی تعظیم کے معاملہ میں حد سے گزر رہے تھے اور اسی طرح یوم سبتهم کا معنی ہفتہ کے معاملہ میں ان کی تعظیم کا دن اور اس پر دلالت یہ آیت کر رہی ہے۔ وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ (اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں) ہے یہاں یوم 'لا تاتيهم کا ظرف ہے كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (اسی طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے) ان کے فسق کے سبب ہم نے ان کو اس سخت آزمائش میں ڈالا۔

ثابت قدم لوگوں کی فہمائش:

آیت ۱۶۴: وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ (اور جبکہ ان کی ایک جماعت نے اس طرح کہا) اس کا اذیعدون پر عطف ہے اور جو اعراب اس کا ہے وہی اس کا ہے۔ صلحائے قریہ کی وہ جماعت جو ان کو نصیحت کر کے مایوسی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور ان کی طرف سے بہت تکالیف اور مشکلات بھی اٹھا چکی تھی دوسری جماعت کو کہنے لگی جو کسی صورت نصیحت سے علیحدگی اختیار کرنے کو تیار نہ تھی۔ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں) انہوں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو وعظ فائدہ نہ دے گا۔ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ (انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کیلئے) یعنی ہماری نصیحت تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کے لئے ہے تاکہ نہی عن المنکر میں ہماری نسبت تفریط کی طرف نہ کی جائے۔ معذرةً کو حفص نے نصب کے ساتھ مفعول لہٗ ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی وعظناهم لمعذرةٍ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں) اس طمع میں کہ شاید وہ بچ جائیں۔

ترکِ نصیحت پر عذاب:

آیت ۱۶۵: فَلَمَّا نَسُوْا (سو جب وہ بھول گئے) یعنی جب اہل قریہ نے چھوڑ دیا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ (اس بات کو جس کے ذریعے ان کو نصیحت کی گئی تھی) جو صالحین نے ان کو نصیحت کی تھی۔ جیسا کہ بھولنے والا بھلائی ہوئی چیز کو چھوڑتا ہے۔ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ (نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے) سخت عذاب سے وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (تو ہم

نے پکڑ لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا) منکر کا ارتکاب کرنے والے اور وہ لوگ جو لم تعظون کہنے والے تھے وہ بھی نجات پانے والے تھے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ دو جماعتیں عذاب سے بچ سکیں اور ایک گروہ ہلاک ہوا جنہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تھا۔ بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ سخت۔ کہا جاتا ہے کہ بؤس یبؤس بأسًا جبکہ وہ زیادہ سخت ہو جائے تو بئیس کہلاتا ہے۔

قراءت: شامی نے بئس پڑھا مدنی نے بیس پڑھا۔ بیئس فیعل کے وزن پر۔ ابو بکر نے حماد کے علاوہ پڑھا: بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ (کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے)

حد توڑنے پر سزائے مسخ:

آیت ۱۶۶: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ (جب وہ اس کام میں حد سے نکل گئے جس سے ان کو روکا گیا تھا) اسکو چھوڑنے سے جو ممنوع تھی۔ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ (تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ) یعنی ہم نے ان کو ذلیل بندر بنا دیا۔ اس حال میں کہ وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والے تھے۔ فلما عتوا یہ فلما نسوا کی تکریر ہے۔ اور عذاب بئیس مسخ کا عذاب تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نوجوان بندر بن گئے اور بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ وہ اپنے اقارب کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر کلام نہ کر سکتے تھے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وہ تین دن بعد مر گئے بعض نے کہا کہ وہ باقی رہے اور ان کی نسل چلی۔

سزا یافتہ یہود:

آیت ۱۶۷: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ (اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی) جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔ اس کو فعل قسم کی جگہ لایا گیا اس لیے جواب میں قسم والا معاملہ کیا گیا۔ کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ لائے۔ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ (وہ ضرور ان پر مسلط کرتا رہے گا) یعنی اس نے اپنے ذمہ لے لیا کہ وہ یہود پر ضرور دوسروں کو مسلط کریں گے۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ (جو ان کو قیامت کے دن تک تکلیف دیتا رہے گا) جو ان پر ذمہ دار ہو۔ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (سخت سزا کی) وہ مجوس کو جزیہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے بھی ان پر جزیہ مقرر فرمایا۔ اور آخری زمانے تک لگایا جائے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ (بیشک آپ کا رب جلدی ہی سزا دے دیتا ہے) کفار کو وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے) ایمان والوں کیلئے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنٰهُمْ

اور ہم نے زمین میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں۔ ان میں نیک لوگ تھے اور ان میں دوسری طرح کے بھی تھے اور ہم نے ان کو خوشحالیوں اور بدحالیوں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ

کے ذریعہ آزمایا تاکہ باز آ جائیں ' پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جو کتاب کے وارث بنے

يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ

جو اس گھٹیا چیز کے سامان کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہماری مغفرت کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اسی جیسا اور سامان آ جائے

يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيثٰقُ الْكِتٰبِ أَنْ لَّا يَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ

تو اسے لے لیتے ہیں' کیا ان سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف حق کے سوا کسی بات کی نسبت نہ کرو

وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِينَ

اور انہوں نے اس کو پڑھ لیا جو کتاب میں ہے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟ اور جو لوگ

يُمَسِّكُونَ بِالْكِتٰبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۗ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۷۰﴾ وَإِذْ نَتَقْنَا

مضبوطی سے کتاب کو پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بیشک اصلاح کرنے والوں کا ثواب اللہ ضائع نہیں فرماتا' اور جب ہم نے

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

ان پر اٹھا دیا پہاڑ گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے' جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو

وَّاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۱﴾ ع ٢١ ٩ ١١

اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

زمین میں منتشر کر دیا:

آیت ۱۶۸: وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا (اور ہم نے متفرق کر دیں زمین میں ان کی جماعتیں) ہم نے ان کو زمین میں متفرق کر دیا۔ کوئی ملک اس فرقہ سے خالی نہیں۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُونَ (بعض ان میں سے نیک تھے) نمبر ۱۔ وہ جو ان میں سے مدینہ میں ایمان لائے۔ نمبر ۲۔ جو چین کے پیچھے ہیں وَمِنْهُمْ دُونَ ذٰلِكَ (بعض ان میں اور طرح کے تھے) ان میں کچھ لوگ جو اس وصف سے خالی ہیں وہ فاسق ہیں۔

نحو: دون ذٰلك محل رفع میں ہے یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ان میں سے ایک گروہ بھلائی سے گرا ہوا ہے۔ تقدیر عبارت منهم ناس دون ذلك منحطون عن الصلاح وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ (اور ہم ان کو آزماتے رہے خوشحالیوں اور بدحالیوں سے) وہ متنبہ ہوئے پس ان کو ثواب دیا جائے گا۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ باز آجائیں)

نالائقوں کی آمد:

آیت ۱۶۹: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (پھر ان کے بعد جانشین ہوئے) ان مذکورین کے بعد خَلْفٌ (نالائق لوگ) یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ خلْف نالائق اور خلَف لام کے فتحہ کے ساتھ لائق جانشین کو کہتے ہیں۔ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ (جنہوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا) تورات اور اس کے اوامر ونواہی کی اطلاع پائی اور حلال وحرام کو جانا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (یہ لوگ دنیا کے حقیر مال کو لے لیتے ہیں) یہ ورثوا کی ضمیر سے حال ہے۔ العرض۔ سامان بدلہ اس چیز کا حقیر ہے مراد اس سے دنیا اور اس کی اشیاء ہیں۔ یہ الدنو سے ہے جس کا معنی قرب ہے کیونکہ وہ جلد آنے والی قریب ہے۔ اور اس سے مراد احکام کے سلسلہ میں لے جانے والی رقوم اور اسی طرح کلمات کی تحریف پر جانے والا اکل مال مراد ہے۔ هذا الادنٰى کہہ کر اس چیز کی خست اور تحقیر ظاہر فرمائی۔ وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اور کہتے ہیں ہماری مغفرت ہو جائے گی) جو ہم لیں اللہ تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ نمبرا۔ فعل کی اسناد الاخذ کی طرف ہے۔ نمبر۲۔ جار مجرور کی طرف یعنی لنا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ (حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی سامان دنیا آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ کہ ایک طرف مغفرت کے مدعی اور دوسری طرف قبیح افعال پر اصرار کرنے والے اور ان کو بار بار لوٹانے والے۔ اور اس سے توبہ نہ کرنیوالے۔ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ (کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا پکا وعدہ نہیں لیا گیا) یعنی وہ میثاق جو کتاب میں مذکور ہے۔ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (کہ اللہ کی طرف سچی بات کے سوا اور کسی بات کی نسبت نہ کریں) یعنی ان سے یہ میثاق لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچی بات کہنا۔ یہ میثاق کتاب کا عطف بیان ہے۔ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ (اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا) انہوں نے کتاب میں جو کچھ ہے وہ پڑھا اس کا عطف الم يوخذ عليهم پر ہے کیونکہ یہ تقدیر ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے اخذ عليهم ميثاق الكتاب و درسوا مافيه ان سے کتاب میں میثاق لیا گیا اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا وہ پڑھا۔ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ (اور آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) اس حقیر سامان سے لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو پرہیز کرتے ہیں) رشوت اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (پھر کیا تم نہیں سمجھتے) کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بات اسی طرح ہے۔

قراءت: مدنی وحفص نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

حاملین کتاب قابل بدلہ ہیں:

آیت ۱۷۰: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ (اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں) قراءت: ابوبکر نے يُمْسِكون پڑھا ہے اور الامساک اور التمسک کسی چیز کو مضبوطی سے تھامنا۔ اور اس سے چمٹنا۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرتے ہیں) یہاں

نماز کو خاص کر ذکر کیا۔ باجوداس کے کہ تمسك بالكتاب توہر عبادت کو شامل ہے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔

نحو : نمبر ا۔الذین مبتداء ہے اور انالا نضیع اس کی خبر ہے۔اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ (ہم ان اصلاح والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے) یعنی ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ نمبر۲۔ جائز ہے کہ یہ مجرور ہو اس صورت میں اس کا عطف الذین یتقون پر ہوگا۔ اور انالا نضیع جملہ معترضہ ہوگا۔

بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا:

آیت ۱۷۱: وَاِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ (اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر معلق کر دیا) اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے اس کو اکھاڑا اور ان پر بلند کیا جیسا کہ ارشاد ہے ورفعنا فوقهم الطور (النساء:۵۴) كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (چھت کی طرح) ظلہ ہر وہ چیز جو تم پر سایہ کرے۔ جیسے چھپر یا بادل۔ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌ بِهِمۡ (اور ان کو یقین ہوا کہ اب وہ ان پر گرا چاہتا ہے) انہوں نے گرنے کا یقین کر لیا اور یہ اس وجہ سے پیش آیا کہ انہوں نے تورات کے احکام سخت ہونے کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو بوجھل سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو ان پر لشکر کی مقدار کے مطابق بلند کر دیا۔ اور وہ ایک فرسخ ۳×۳ میل تھا۔ اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اگر تم تورات کے احکام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ طور تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انہوں نے پہاڑ کو دیکھا تو ہر آدمی بائیں ابرو پر گر پڑا اور دائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں ان پر آ گرے اس لیے تو یہودی بائیں ابرو پر سجدہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہی سجدہ ہے جس کی وجہ سے ہم سے سزا کو ہٹایا گیا۔ اور ہم نے انہیں کہا کہ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ (قبول کرو جو احکام اس میں ہیں) یعنی کتاب بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) اس کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا عزم کرتے ہوئے۔ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ (اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو) اوامر و نواہی اور ان کو مت بھلاؤ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ (تا کہ تم متقی بن جاؤ) جس پر تم ہو۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی

اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ

گواہ بنایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں، ہم نے اقرار کر لیا، کبھی تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ بیشک ہم

هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ

اس سے غافل تھے یا یوں کہو کہ پہلے سے ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا اور ہم ان کے بعد میں آنے والی اولاد تھے

اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

کیا آپ ہم کو باطل عمل والوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتے ہیں اور ہم ایسے ہی واضح طور پر آیات کو بیان کرتے ہیں تا کہ وہ لوگ رجوع ہو جائیں۔

معانقة ۲

میثاقِ بنی آدم اور عہد الست:

آیت ۱۷۲: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ (اور جبکہ آپ کے رب نے اولادِ آدم کو نکالا) ای واذکر اذ اخذ یہاں اذکر محذوف ہے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ (ان کی پشتوں سے) یہ بنی آدم سے بدل ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے واذخذ ربك من ظهور بنی ادم جب اللہ تعالیٰ نے ظہور بنی آدم سے میثاق لیا۔ ذُرِّیَّتَهُمْ اور اخذ ذریت کا معنی باپوں کی اصلاب سے انکا نکالنا ہے۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا (اور ان سے ان کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ ہم سب گواہ بنتے ہیں) یہ باب تمثیل سے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ربوبیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے اور اس پر ان کی عقول کو گواہ بنایا۔ اور جو عقول ان میں رکھی گئی تھیں۔ اور جن عقلوں کو ہدایت وضلالت میں تمیز کرنیوالا بنایا تھا گویا کہ خود ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا۔ اور اس کو پختہ کیا اور انہیں فرمایا۔ الست بربکم گویا کہ انہوں نے کہا بلی انت ربنا شهدنا علی انفسنا واقررنا بوحدانیتك کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے ہم نے اپنے نفسوں پر گواہی دی اور تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ اَنْ تَقُوْلُوْا (تا کہ تم لوگ نہ کہنے لگو) یہ مفعول لہٗ ہے یعنی ہم نے ایسے دلائل قائم کئے کہ جن کی صحت پر عقول شاہد ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ قیامت کو کہنے لگیں۔ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (قیامت کے روز کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے) ہم ان پر متنبہ نہ ہو سکے۔

انقطاع اعذار:

آیت ۱۷۳: اَوْ تَقُوْلُوْٓا (یا یوں نہ کہنے لگو) او کراهة یا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ (کہ ہمارے بڑوں نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے) ہم نے ان کی اقتداء کی کیونکہ توحید

پر دلائل کا قائم کرنا اور جس سے وہ متنبہ ہوں وہ ان کے ساتھ قائم کیے پس ان کے پاس ان سے اعراض کرنے کے لیے کوئی عذر نہیں۔اور رہی آباء کی اقتداء جس طرح آباء کا کوئی عذر شرک کے سلسلے میں قابل سماعت نہیں اس کے دلائل توحید ان کے لئے بھی قائم تھے۔**اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ** (کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں) وہ ہمارے لیے شرک کا باعث تھے کیونکہ انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی اور ہمارے لیے طریقہ چھوڑا۔

آیت ۱۷۴: **وَكَذٰلِكَ** (اور اسی طرح) اس بلیغ تفصیل کے بعد **نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ** (ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ان کے لیے **وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ** (اور تاکہ وہ باز آ جائیں) اپنے شرک سے ہم ان کی تفصیل کرتے ہیں۔اہل تفسیر میں سے محقق علمائے تفسیر نے یہی تفسیر کی ہے جن میں شیخ ابو منصورؒ الزجاج، زمخشری ہیں۔جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکلیں دے کر نکالا اور ان سے میثاق ربوبیت اس قول سے لیا۔ اَلست بربکم پس انہوں نے بَلٰی سے جواب دیا۔علماء نے فرمایا یہی وہ فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور آدم کو انہیں چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکل میں دکھایا۔اور ان کو عقل عنایت فرمائی اور فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔میں ان سے عہد لوں گا کہ وہ میری عبادت کریں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دخول جنت سے قبل مکہ و طائف کے مابین پیش آیا ایک اور قول یہ ہے کہ جنت سے اتارے جانے کے بعد۔ایک قول یہ ہے کہ جنت میں پیش آیا۔پہلے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من بنی ٰادم من ظھورھم جمع فرمایا من ظھر آدم نہیں فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمیں یہ یاد نہیں تو پھر ہماری دلیل کیسے بنے گی۔

قراءت: ذرّیاتھم مدنی، بصری، شامی نے پڑھا ہے۔اور ابو عمرو نے او تقولوا کو او یقولوا پڑھا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ

اور آپ ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے جسے ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ

مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ

گمراہوں میں سے ہو گیا' اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کو بلند کر دیتے لیکن وہ بالکل ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

سو اس کی ایسی حالت ہے جیسے کتے کی حالت ہوتی ہے۔ اگر تو اس پر بوجھ لادے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ قصوں کو بیان کیجئے تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔

سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ:

آیت ۱۷۵: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (اور ان کو پڑھ کر سنائیں) یہود پر نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا (اس کا حال جس کو ہم نے اپنی آیات دیں) یہ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بلعم بن باعوراء تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب کا علم ملا۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا) وہ ان آیات سے اس طرح نکل گیا کہ اس نے انکا انکار کر دیا۔ اور ان آیات کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ (پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا) شیطان اس کو پیچھے سے ملا اور اس کو آلیا اور اس کا ساتھی بن گیا۔ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (پس وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا) وہ گمراہ کفار میں سے ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرے۔ مگر اس نے انکار کر دیا لیکن وہ اس کو چمٹے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے بددعا کر دی اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔

آیت ۱۷۶: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ (اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کر دیتے) علمائے ابرار کے مقامات کی طرف بِهَا (ان آیات کی وجہ سے) ان آیات کے ساتھ وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا) وہ دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس میں خوب رغبت ظاہر کی۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا) دنیا اور اس کی لذات کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں ترجیح دینے میں۔

خواہش پرستی میں کتے کی مثال:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ (اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی اگر تو اس پر حملہ کرے) ڈانٹے اور دھتکارے يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ (تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے) بغیر دھتکارے يَلْهَثْ (تب بھی ہانپے) مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی خست اور کمینگی میں کتے کی طرح ہے جو اپنی انتہائی قبیح حالت وصورت میں ہو۔ اور وہ حالت اس کا ہمیشہ ھانپنا ہے اس پر حملہ آور ہوں اور بھڑ کا کر اس کو دھتکاریں یا بلا تعرض اس کو چھوڑ دیں اور یہ اس طرح ہے تمام حیوانات اس وقت ہانپتے ہیں جب وہ حرکت کریں مگر کتا سب سے مختلف ہے کہ دونوں حالتوں میں ہانپتا ہے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا: لکنه اخلد الی الارض فحططناه ووضعناه منزلته لیکن وہ زمین کی طرف مائل رہا پس ہم نے ان کو گرا دیا اور اس کے مرتبے کو گرا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے یہ تمثیل رکھ دی۔ جو کہ اس مقصد کو زیادہ بلیغ انداز میں پیش کر کے اور دیگر کئی فوائد پر مشتمل ہے۔

نحو : جملہ شرطیہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح کہا گیا کمثل الکلب ذلیلاً دائم الذلة لاهثا فی الحالین کتے کی طرح ہمیشہ ذلیل اور دونوں حالتوں میں ہانپنے والا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب بلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کی تو اس کی زبان نکل آئی اور اس کے سینے پر لٹکنے لگی اور وہ اسی طرح ہانپنے لگا جس طرح کتا ہانپتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے اس کو نصیحت کرو یا چھوڑ دو فائدہ ندارد۔ عطاء کہتے ہیں کہ جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل نہ کیا وہ کتے کی طرح ہے اس کو دھتکارو یا چھوڑ و بھونکتا ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہود میں سے اس کے باوجود کہ انہوں نے تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں پڑھ لیں۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ اور جو کچھ اس میں ہے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قرب کی لوگوں کو بشارتیں دیں۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ (پس آپ اس حالت کو بیان کر دیں) یعنی بلعم کا واقعہ جو ان کے واقعات کی طرح ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (شاید کہ وہ لوگ کچھ سوچیں) پس اس انجام سے محتاط ہو جائیں جبکہ وہ اس جیسی سیرت اختیار کریں۔

جھٹلانے والوں کا برا انجام:

آیت ۱۷۷: سَآءَ مَثَلًا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (ان لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں) یعنی قوم کی مثال۔ مضاف کو حذف کر دیا۔ ساء کا فاعل ضمیر ہے یعنی ساء المثل مثلاً اور مثلاً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں) اس کا عطف کذبوا پر ہے۔ نمبرا: پس یہ صلہ کی جگہ میں داخل ہو جائے گی۔ یعنی الذین جمعوا بین التکذیب بآیات اللّٰه و ظلم انفسهم وہ لوگ جنہوں نے تکذیب آیات اور ظلم النفس کو جمع کیا نمبر۲۔ صلہ سے منقطع ہو تو ما ظلموا الا انفسهم بالتکذیب انہوں نے تکذیب سے اپنے ہی نفسوں پر ظلم کیا۔ مفعول کو مقدم، اختصاص کے لیے کیا۔ یعنی خصوا انفسهم بالظلم ولم یتعد الی غیر ها انہوں نے اپنے نفسوں کو ظلم کے ساتھ خاص کر لیا اور ظلم ان سے آگے دوسروں کی طرف نہ بڑھا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

جسے اللہ ہدایت دے، سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور وہ جسے گمراہ کرے تو یہ لوگ ہیں نقصان میں پڑنے والے،

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ

اور تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کے لئے بہت سے جنات کو اور بہت سے انسانوں کو، ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں؟

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ

اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

بلکہ یہ ان سے بڑھ کر بے راہ ہیں، ایسے لوگ غفلت والے ہی ہیں۔

طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے:

آیت ۱۷۸: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے پس ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے) لفظ پر محمول کیا وَمَنْ يُّضْلِلْ (اور جس کو وہ گمراہ کر دے) جس کو وہ گمراہ کرے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس ایسے ہی لوگ خسارہ میں رہتے ہیں) اس کو معنی پر محمول کیا جائے اگر بقول معتزلہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف بیان کا نام ہوتا تو کافر ومؤمن برابر ہوتے۔ کیونکہ بیان دونوں کے حق میں ثابت ہونے والا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور معونت اور عصمت ہوتی ہے اگر یہ کافر کو حاصل ہو جائے تو وہ راہ ہدایت پائے جیسا مؤمن پاتا ہے۔

دوزخی لوگوں کا مزاج، دِل، آنکھ، کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے:

آیت ۱۷۹: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اور ہم نے بہت سے جن وانس کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) وہ دونوں فریق کفار ہیں جو اللہ کی آیات میں تدبر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا اختیار کفر معلوم ہے۔ پس ان سے کفر کو چاہا اور ان میں اس کو پیدا کیا اور اسی وجہ سے انکا ٹھکانہ جہنم بنا دیا اس آیت اور دوسری آیت میں کوئی منافات نہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶) کیونکہ ان میں سے عبادت کے لیے ان کو پیدا کیا جن کے متعلق جانا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے اور جن کے بارے میں جانا کہ وہ کفر کریں گے پس ان کو اس کے لیے پیدا کر دیا جس کے متعلق جانا۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ جن کے متعلق ازل میں علم الٰہی ٹھہر اچکا کہ اس سے عبادت ہوگی اس کو عبادت کے لئے پیدا کر دیا اور جس کے بارے میں ازل میں جانا کہ اس سے کفر ہوگا اس کو اس کے لئے پیدا کر دیا بہت سے ایسے عام ہیں جن سے خاص مراد لیا جاتا ہے۔ باقی رہا معتزلہ کا یہ قول کہ لام یہاں عاقبت کا ہے۔ یعنی جن کا انجام جہنم تھا اسی طرح کر دیا گویا ان کی خلقت جہنم کے لیے کی گئی یہ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ

اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سوتم اسے ان ناموں سے پکارو' اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑱٠

عنقریب ان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

قول صرف ارادہ معاصی سے فرار اختیار کرنے اور آیت کو ظاہر سے موڑنے کا راستہ ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (ان کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے) حق کو اور نہ ہی اس میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا (اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے) رشد کو وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا (اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے) وعظ ونصیحت کو اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں) عدم تفقہ اور عبرت حاصل نہ کرنے میں اور تفکر کی خاطر کان نہ لگانے میں بَلْ هُمْ اَضَلُّ (بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں) چوپایوں سے۔ کیونکہ انہوں نے عقول صحیحہ کی مخالفت کی اور رسول سے معاندت کی اور فضولیات کے پیچھے پڑے رہے۔ پس چوپایوں کے منافع طلب کیے جاتے ہیں اور ان کے نقصانات سے بچا جاتا ہے اور یہ اپنے نقصان ہی سے واقف نہیں۔ اس لئے انہوں نے آگ کو پسند کر لیا اور ذرا سوچو مکلّف ذمہ دار اور معذور قرار دے کر چھوڑا ہوا کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔

انسان کی چار اقسام:

انسان کی چار اقسام ہیں۔ نمبرا۔ انسان روحانی۔ نمبر۲۔ شہوانی نمبر۳۔ سماوی نمبر۴۔ ارضی۔

نمبرا۔ انسان روحانی اگر روح خواہش پر غالب آجائے تو ملائکہ سے بھی بڑھ جائے۔ نمبر۲۔ شہوانی خواہش روح پر غالب آجائے تو بہائم سے بھی نیچے اتر جائے۔ نمبر۳۔ سماوی اگر روح غلبہ پا کر آسمان کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو جائے۔ نمبر۴۔ ارضی۔۔ شہوات غلبہ پا کر زمین ہی کا بن کر رہ گیا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (یہ لوگ غافل ہیں) وہ غفلت میں کامل ہیں۔

آیت ۱۸۰: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے نام سب سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے بعض نام وہ ہیں۔ نمبرا۔ جن کا وہ حقدار ان کے حقائق کی وجہ سے ہے مثلاً القدیم ہر چیز سے پہلے الباقی ہر چیز کے بعد القادر ہر چیز پر قابو پانے والا۔ العالم ہر چیز کو جاننے والا۔ الواحد وہ اکیلا جس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ نمبر۲۔ دوسری قسم وہ نام جنکے نفوس آثار کی وجہ سے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً الغفور الرحیم، الشکور، الحلیم، نمبر۳۔ ایسے اسماء جن کو اپنانا واجب ہے مثلاً الفضل العفو۔ نمبر۴۔ ایسے نام جو احوال کی نگہبانی کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً السمیع، البصیر، المقتدر نمبر۵۔ وہ نام جو اجلال کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً العظیم، الجبار، المتکبر۔ فَادْعُوْهُ بِهَا (پس انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا کرو) پس اس کے یہی نام لو وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (اور ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۲۲ ع ۱۰ ۱۲

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ

ہم ان کو اس طرح ڈھیل دیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے

يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب کو کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

اور زمین کی بادشاہت میں اور دوسری چیزوں میں غور نہیں کیا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں اور اس بات میں کہ ان کی اجل قریب

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَ

آ پہنچی ہو۔ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور

يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١٨٦﴾

وہ انہیں گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

ہیں) اوران لوگوں کے بنائے ہوئے ناموں کو چھوڑ دو۔ جوان ناموں کے سلسلہ میں حق وصواب سے مائل ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے علاوہ نام رکھتے ہیں۔ ایسا نام رکھنا جائز نہیں مثلاً اس طرح کہیں یا سخی۔ یا رفیق، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام یہ نہیں بتلائے اور الحاد یہی ہے کہ اس کے ایسے نام رکھنا جس میں جسمیت، جوہر، عقل، علت پائی جائے۔

قراءت: حمزہ نے يَلْحَدُوْنَ پڑھا ہے لحد اور الحد کا معنی ایک ہے یعنی مائل ہونا۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی)

داعیانِ حق:

آیت ۱۸۱: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ (اور ہماری مخلوق میں) جنت کے لئے کیونکہ یہ ولقد ذرأ نالجھنم کے مقابلہ کے لئے ہے۔ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے موافق عدل کرتا ہے) اپنے احکام میں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے علماء اور داعیان دین مراد ہیں۔

حجیتِ اجماع:

مَسْئَلَہ: اس میں دلالت ہے کہ ہر زمانہ کے اہل حق کا اجماع حجت ہے۔

مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے:

آیت۱۸۲: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (جولوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو آہستہ آہستہ لئے جا رہے ہیں) ان کو عنقریب آہستہ آہستہ اتاریں گے۔ ایسی چیز کی طرف جو ان کو ہلاک کر دے گی۔ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں) کیا مقصود اس سے ہے اور وہ اس طرح کہ گمراہی میں انہماک کے باوجود ان پر متواتر انعامات کرے۔ جب نئی نعمت آئے تو انکا تکبر بڑھ جائے۔ اور ان کی معصیتیں جدید ہو جائیں۔ پھر وہ معاصی میں درجہ بدرجہ اترتے جائیں۔ پے در پے انعام کی وجہ سے یہ گمان کر کے کہ متواتر انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترجیح اور قرب کی بناء پر ہیں حالانکہ وہ رسوائی اور رحمتوں سے دور ہٹانا ہے۔ یہ درجہ سے باب استفعال ہے۔ استصعاد یا استنزال درجة بعد درجة درجہ بدرجہ چڑھانا یا اتارنا کہ خبر بھی نہ ہو۔

امہال مجرمین:

آیت۱۸۳: وَاُمْلِيْ لَهُمْ (اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں) اس کا سنستدرجهم پر عطف ہے مگر یہ سین کے حکم میں داخل نہیں۔ اس لیے اس کا معنی امهلهم میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) میری پکڑ سخت ہے۔ اس کو کید سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کید کے مشابہ ہے کہ ظاہر میں یہ احسان اور حقیقت میں خسران اور ندمان ہے۔

آیت۱۸۴: جب کفار نے نبی اکرم ﷺ کی نسبت جنون کی طرف کی تو یہ آیت اتری۔

کفار کے اعتراضِ جنون کا جواب:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ (کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو نہیں ہے) محمد ﷺ۔ ما نافیہ ہے وقف کے بعد یعنی کیا وہ اپنی بات کو نہیں سوچتے۔ پھر جنون کی آپ ﷺ سے نفی فرمائی۔ مِّنْ جِنَّةٍ (ذرا بھر جنون) جِنَّة کا معنی جنون ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (وہ تو صرف ایک صاف ڈرانے والے ہیں) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منذر اور اس کے انذار کو واضح کرنے والے ہیں۔

غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے:

آیت۱۸۵: اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا (کیا انہوں نے غور نہیں کیا) دلیل حاصل کرنے کی نظر سے فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی حکومت میں) ملکوت عظیم بادشاہی وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں) اور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اور جس پر شئی کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ اپنی ان گنت اجناس و اعداد کے ساتھ وَّاَنْ عَسٰى (کہ ممکن ہے) یہ اَنْ محففہ من المثقلہ ہے اور اصل اس طرح ہے اِنَّهٗ عسٰى، ہٗ ضمیر شان ہے اور ملکوت پر عطف کی وجہ سے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اسے اس کے وقت پر

اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ

وہی ظاہر فرمائے گا' وہ آسمانوں میں اور زمین میں بھاری پڑ جائے گی۔ تمہارے پاس اچانک ہی آ جائے گی وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کے بارے میں مکمل

وقف لازم
وقف منزل

عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

معلومات حاصل کر چکے ہیں' آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

موضع جر میں واقع ہے مطلب یہ ہے کیا وہ غور نہیں کرتے اس بات میں کہ حالت و بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (کہ ان کا وقت مقررہ قریب آ پہنچا ہو) شاید کہ وہ جلدی مر جائیں پس ان کو غور میں جلدی کرنی چاہیے اور حق کی تلاش اور اس چیز کو جو انکو اچانک موت اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے بچا سکتی ہو۔ جلد ڈھونڈنا چاہیے۔ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) ہٗ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یؤمنون جب کہ وہ ایمان نہ لائیں یہ عسٰی ان یکون قد اقترب اجلھم کے متعلق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ لعل اجلھم قد اقترب فما لھم لایبا درون الایمان بالقرٰان قبل الموت و ماذا ینظرون بعد وضوح الحق ۔ وبایّ حدیث احق منه یریدون ان یؤمنوا ۔ شاید کہ انکا وقت مقررہ قریب ہو پس انہیں کیا ہو گیا کہ پھر قرآن پر موت سے پہلے ایمان لانے میں جلدی نہیں کرتے؟ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اب یہ کس چیز کے منتظر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔

گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا:

آیت ۱۸۶: مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ (جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا) یعنی اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے۔ وَيَذَرُهُمْ (اور وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے) قراءت: عراقی نے یا سے پڑھا ہے اور حمزہ و علی نے محل فلا ھادی له پر عطف کر کے یذرھم جزم سے پڑھا ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے من یضلل اللّٰہ لایھدہ احد ویذرھم رفع کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے اور وہ یذرھم ہے باقی قراء نے نذرھم پڑھا ہے۔ فِيْ طُغْيَانِهِمْ (ان کی گمراہی میں) اپنے کفر میں يَعْمَهُوْنَ (وہ بھٹکتے پھریں) حیران ہیں۔

وقوعِ قیامت کا سوال:

آیت ۱۸۷: جب یہود یا قریش نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو یہ آیت اتری۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ (یہ لوگ آپ

سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں) یہ قیامت کے اسمائے غالبہ میں سے ہے جیسے ثریا کو نجم کہتے ہیں۔ نمبر١۔ قیامت کو ساعۃ کہنے کی وجہ اس کا اچانک آنا ہے۔ نمبر٢۔ اس میں بہت جلد حساب ہوگا۔ نمبر٣۔ قیامت اپنی طوالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی ایک ساعت کی طرح ہے۔ اَیَّانَ (کہ کب ہوگا) کب یہ ای سے اشتقاق کیا گیا ہے اس کا وزن فعلان ہے کیونکہ اس کا معنی اس وقت؟ ہے مُرْسٰهَا (اس کا وقوع) اس کا لنگر انداز ہونا۔ آنا یہ المدخل کی طرح مصدر میمی ہے۔ ادخال کے معنی میں ہے۔ مراد وقت ارسائها ای اثباتها اس کے ثابت وقائم ہونے کا وقت مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم فرمائیں گے۔

وقوعِ قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے:

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے) یعنی اس کی آمد کا وقت اس نے اپنے ہاں رکھا ہے۔ کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو بھی خبر نہیں دی تاکہ یہ بات اطاعت کی طرف زیادہ رجحان کا سبب بنے۔ اور معصیت سے زیادہ رکاوٹ لائے جیسا کہ خاص وقت مقررہ موت بالکل مخفی ہے۔ اسی لیے لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ (اس کے وقت پر اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کریگا) اللہ تعالیٰ جو وحدہٗ لاشریک ہے وہی اس کے معاملے کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے مخفی علم کو منکشف کرے گا۔ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان وزمین کا سب سے بھاری حادثہ ہوگا) آسمان وزمین کے رہنے والے خواہ ملائکہ ہوں یا ثقلین ان کے لیے قیامت کا معاملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے اس بات کا متمنی ہے کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔ اس کا مخفی رہنا ان پر بڑا گراں اور بھاری ہو رہا ہے۔ نمبر٢۔ آسمان وزمین میں قیامت بھاری ہے کیونکہ آسمان وزمین کے رہائشی اس کے احوال وشدائد سے ترساں ولرزاں ہیں۔ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (وہ تم پر اچانک ہی آپڑے گی) اچانک تمہاری غفلت کی حالت میں یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا (وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں) گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے گویا آپ اس کے متعلق مبالغہ سے دریافت کرنے والے ہیں۔ جو کسی مسئلہ کے متعلق سوال میں مبالغہ کرتا ہے اور اس کے متعلق کھود کرید کرتا ہے اس چیز کے متعلق اس کا علم متحکم ہو جاتا ہے۔ اس ترکیب کا مقصد مبالغہ ہے اسی سے احفاء الشارب ہے نمبر٢۔ عنها یہ یسألونك کے متعلق ہے یسألونك عنها كانك حفیّ عالم بها وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے) یسألونك کو دوبارہ لائے اور انما علمها، كانك حفی عنها کے لئے تاکید واضافہ کے لیے ہے۔ اسی لیے علماء کے اپنی کتابوں میں مکررات فائدہ سے خالی نہیں۔ جیسا محمد بن الحسن کی مکررات وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اسی ہی کو خاص طور پر اس کا علم ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا' اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ

تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی ناگوار چیز نہ پہنچتی' میں تو ان لوگوں کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٨﴾

رکھتے ہیں۔

علم واختیار کی نفی کا اعلان:

آیت ۱۸۸: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ (آپ کہہ دیں کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا مگر اتنا جتنا اللہ نے چاہا) اس میں اظہار عبودیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جو علم خاص ہے اس سے براءت کا اظہار ہے۔یعنی میں تو ایک کمزور بندہ ہوں اپنے نفس کے لیے جلب منفعت اور دفع مضرت کا ذرہ بھر اختیار غلاموں کی طرح نہیں رکھتا۔مگر جو میرے لئے نفع دینا اور نقصان دور کرنا چاہے۔وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ (اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا اور کوئی دکھ بھی مجھ کو نہ پہنچتا) خیر کی کثرت چاہنے اور تکلیف ونقصان سے بچنے میں میری حالت موجودہ حالت سے بہتر ہوتی۔ یہاں تک کہ ان تکالیف میں سے کوئی چیز مجھے نہ پہنچتی اور نہ ہی لڑائیوں میں ایک مرتبہ غالب اور دوسری مرتبہ مغلوب ہوتا۔دوسرا قول یہ ہے کہ الغیب سے مراد مقرر وقت اور الخیر سے مراد عمل اور السوء سے پریشانی وخوف مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ لاستکثرت کے معنی میں قحط کے لئے خوشحالی تیار کر لیتا۔السوء سے فقر مراد ہے اور تردید فرمائی۔اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ (میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں) میں تو ایک بندہ ہوں جس کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔میری شان نہیں کہ میں غیب کو جانوں۔لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں) اس میں لام نذیر وبشیر کے متعلق ہے کیونکہ انذار اور بشارت ایمان والوں کو ہی فائدہ پہنچانے والی ہے۔یا صرف بشیر کے متعلق ہے اور نذیر کا متعلق محذوف ہے یعنی الا نذیر للکافرین۔کافروں کے لیے ڈرانے والے و بشیر لقوم یؤمنون اور مؤمنوں کو بشارت سنانے والے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اس کے پاس ٹھکانہ پکڑے۔ پھر جب

تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ

اس نے جوڑے کو ڈھانکا تو عورت کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔ پھر وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے جو ان کا رب ہے کہ اگر

اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ

آپ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو جو چیز ان کو عطا فرمائی اس میں اللہ کے

فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

لئے شریک قرار دیئے گئے سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے۔

آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کی پیدائش:

آیت ۱۸۹: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (وہی ہے جس نے تم کو ایک جسم سے پیدا کیا) وہ آدم کی ذات ہے وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا) حواء۔ ان کو آدم کے جسم کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا فرمایا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا (تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے) تاکہ وہ مطمئن اور مائل ہوں کیونکہ جنس جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس کا ایک حصہ ہو جیسا کہ انسان اپنے بیٹے سے مانوس ہوتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسا اپنی جان سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا ٹکڑا ہے۔

نحو: لیسکن الیھا کو مذکر لائے۔ جبکہ دوسری آیت میں مؤنث لائے واحدة و خلق منھا زوجھا معنی کا لحاظ کر کے تاکہ واضح ہو جائے کہ مراد اس سے آدم کی ذات ہے۔ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا (پھر جب خاوند نے اپنی بیوی سے قربت کی) اس سے قربت کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا (تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا) وہ اس پر آسان ہے اور اس کو وہ کرب واذی کی صورت پیش نہیں آئی۔ جو بعض حوامل کو پیش آتی ہیں۔ اور اس کو بوجھل کیا۔ جیسا دوسری عورتیں بوجھل ہوتی ہیں۔ فَمَرَّتْ بِهٖ (پس وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی) ولادت کے وقت تک اس کو لے کر چلتی رہی بغیر کسی کمی اور نا تمام گرنے کے نمبر۲۔ حملت حملاً خفیفًا سے حالت نطفہ مراد ہے مرّت بہ سے اٹھنا بیٹھنا مراد ہے۔ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ (پھر جب وہ بوجھل ہوگئی) جب اس کے حمل کے بوجھ کا وقت قریب آیا۔ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا (دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ سے جو ان کا رب تھا دعا کرنے لگے) آدم وحواء نے اپنے رب کو پکارا۔ وہ مالک جس کو ان پر پورا اختیار ہے۔ اور وہ پکارے جانے کے لائق ہے۔ اور اسی سے پناہ مانگی جاتی ہے تو دونوں نے کہا: لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا (اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم بچہ دیا) اگر اللہ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عنایت فرمایا۔ نمبر۲۔ بیٹا دیا کیونکہ نرینہ اولاد

بھی صلاح میں داخل ہے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (تو ہم بڑے شکرگزار رہوں گے) تیرے شکرگزار اٰتَيْتَنَا اور لَنَكُوْنَنَّ کی ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے اور ہر اولا دوالے کی طرف راجع ہے۔

فرد سے جنس کی طرف التفات:

آیت ۱۹۰: **فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا** (پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولا د دے دی) ان کو دے دیا جوانہوں نے تندرست وسالم بچہ مانگا۔ **جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ** (تو دونوں اللہ کا شریک قرار دینے لگے) یعنی ان کی اولا د نے اس کے لیے شریک بنائے۔

نحو : گویا مضاف محذوف ہے۔ اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنادیا۔ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا (اللہ کی دی ہوئی چیز میں) یعنی ان کی اولا د کو جو دیا اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے) ہے اس لئے کہ ضمیر جمع کی لائی گی اور اس لیے بھی کہ آدم وحوا علیہما السلام شرک سے بری ہیں ۔۔ اور اشر کهم فيها اٰتاهم **اللّٰه** سے مراد اولا د کے نام عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدشمس وغیرہ رکھ لیے حالانکہ اس کی بجائے عبداللہ عبدالرحمٰن ،عبدالرحیم ہونے چاہئے تھے۔
نمبر۲۔ یہ خطاب قریش کو ہے جو عہد رسول اللہ ﷺ میں تھے وہ اور آل قصی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ذات جس نے ایک نفس (قصی) سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے عربی قریشی بیوی اس کو دی تا کہ اس کو سکون حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلوبہ صحیح سالم بیٹا عنایت کر دیا تو اس اولاد میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے لگے۔ اپنی ساری اولا د کے نام مشرکانہ رکھ دیئے۔ عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدقصی، عبدالدار۔ اَيُشْرِكُوْنَ میں ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے کیونکہ ان دونوں کے پیچھے ان کی اولاد نے شرک میں ان کی اتباع کی۔
قراءت: شِركًا مدنی وابوبکر نے پڑھا ہے یعنی ذوی شرك اور وہ شرکاء ہیں۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

کیا وہ لوگ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ ان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ

وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں' اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے برابر ہے

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو' بیشک تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ

وہ تمہارے جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر وہ تمہاری پکار کو قبول کر لیں اگر تم سچے ہو؟ کیا ان کے

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ؗ

پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا

یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلا لو پھر میرے بارے میں ضرر پہنچانے کی جو تدبیر کر سکتے ہو کر لو اور پھر

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

مجھے مہلت نہ دو' بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے'

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

اور جن لوگوں کو اس کے سوا تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں'

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور اے مخاطب اگر تو ان کو ہدایت کی طرف پکارے تو وہ نہ سنیں گے اور تو سمجھے گا کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں' حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کرلیا:

آیت ۱۹۱: اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا (کیا وہ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں) یعنی بت وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں) یہاں اصنام کو اہل علم کے قائم مقام رکھا گیا کیونکہ انکا اعتقاد بتوں کے متعلق اسی طرح تھا۔

مطلب یہ ہے کیا وہ ان کو شریک کر رہے ہیں۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حالانکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ ان کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نمبر۲۔ هم یخلقون کی ضمیر عابدین کی طرف لوٹتی ہے یعنی کیا ان کو شریک کرتے ہیں جو ذرہ بھر پیدا نہیں کر سکتے۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ پس ان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کریں۔ نمبر۳۔ عابدین معبودین دونوں کی طرف راجع ہے اور عابدین کو غلبہ دے کر تمام کو اولوا العلم قرار دیا۔

اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے:

آیت ۱۹۲: وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا (اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے) اپنے عابدین کے لیے وَّ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے) کہ جس سے اپنے اوپر آنیوالے حوادث توڑ پھوڑ کا بچاؤ کر لیں بلکہ ان کے پجاری ان سے یہ حوادث دور کرتے ہیں۔

اگر بتوں کو پکارو وُہ اُس پکار تک نہ نہ پہنچ سکیں:

آیت ۱۹۳: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ (اور اگر تم ان کو پکارو) اگر تم ان بتوں کو بلاؤ اِلَى الْهُدٰى (بات بتلانے کیلئے) جو کہ ہدایت و رشد ہے نمبر۲۔ اس بات کے لیے کہ تمہاری راہنمائی کر دیں یعنی تم ان سے خیر و ہدایت اسی طرح طلب کرو۔ جیسا اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہو۔ لَا يَتَّبِعُوْكُمْ (وہ تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے) یعنی تمہاری مراد اور طلب کی طرف وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تمہیں جواب دیتے ہیں۔

قراءت: لایتبعوکم نافع نے پڑھا ہے۔ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ (تمہارے لحاظ سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو) ان کی پکار سے نہ ان کے ساتھ کامیابی ہے اور نہ وہ تمہیں جواب دیں گے۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول آیات کے سروں کی رعایت کے لئے ہے۔

جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں:

آیت ۱۹۴: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بے شک تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو) یعنی جن کی تم عبادت کرتے اور جن کو تم الٰہ مانتے ہو۔ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں) یعنی وہ تمہاری طرح مخلوق و مملوک ہیں۔ فَادْعُوْهُمْ (پس تم ان کو پکارو) حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ (پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا مانیں) پس چاہیے کہ وہ جواب دیں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اس بات میں کہ وہ الٰہ ہیں۔ پھر اسی بات کا ابطال کیا کہ وہ تم جیسے بھی ہوں۔

بے بسوں کی عبادت کیوں؟

آیت ۱۹۵: اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ (کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں) تمہاری طرح چلنا۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا (یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو پکڑتے ہیں) جن سے وہ چیزیں لیں۔ پکڑیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا (یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں) اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا (یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں) پس پھر تم ان کی

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

معاف کرنے کو اختیار کیجئے اور نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے

الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔ بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

کیوں عبادت کرتے ہو جو تم سے کم تر ہیں۔

میرے خلاف زور لگالو:

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو) میری دشمنی میں ان سے مدد حاصل کرو۔ ثُمَّ كِيْدُوْنِ (پھر تدبیر کرو میرے متعلق) تم اور تمہارے شرکاء مل کر۔

قراءت: کیدونی ۔ یعقوب نے پڑھا ابوعمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی۔ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو) مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں مشرکین آپ کو اپنے شرکاء سے ڈراتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح خطاب فرمائیں۔

قراءت: فلا تنظرون یعقوب نے پڑھا۔

میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے:

آیت ۱۹۶: اِنَّ وَلِيِّ ۦ (یقیناً میرا امدادگار اللہ تعالیٰ ہے) تمہارے خلاف میرا امدادگار اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ (جس نے یہ کتاب اتاری) جس نے میری طرف وحی بھیجی اور رسالت کے اعزاز سے نوازا۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (اور وہ نیکوں کی مدد کیا کرتا ہے) اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے صالحین کی مدد کرتا ہے اور ان کو رسوا نہیں کرتا۔

جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا:

آیت ۱۹۷: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے سواء۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں)

۱۹۸: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ (اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کیلئے پکارو تو نہیں سنتے اور آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں) وہ تمہاری طرف دیکھنے والوں کے مشابہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے بتوں کی تصاویر ایسی بنا رکھی تھیں جیسے کوئی کسی چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہو۔ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے) دیکھی ہوئی چیز۔

عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مُنہ نہ لگائیں:

آیت ۱۹۹: خُذِ الْعَفْوَ (سرسری برتاؤ کو آپ قبول کریں) یہ جہد کی ضد ہے۔ یعنی لوگوں کے اخلاق و افعال میں سے جو آپ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾

بلا شبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ سو اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا

اور جو لوگ شیطان کے بھائی ہیں شیاطین ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں' سو وہ کمی نہیں کرتے۔ اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو کہتے ہیں

لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَآئِرُ مِن

کہ آپ نے یہ معجزہ کیوں نہ اختیار کیا؟ آپ فرما دیجئے میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے' یہ تمہارے رب کی طرف

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾

سے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت ہیں اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

معاف فرمائیں اور ان سے ایسی مشقت نہ لیں جو ان پر گراں گزرے جس سے وہ متنفر ہو جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے خود ارشاد فرمایا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (بخاری ومسلم) آسانی کرو۔ تنگی نہ کرو۔ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ (اور نیک بات کی تعلیم کر دیا کریں) عمدہ افعال یا ہر وہ خصلت جو عقل کی نگاہ میں درست ہو اور شرع بھی اس کو قبول کرے۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کریں) بیوقوفوں سے انکے افعال کا بدلہ اسی طرح کے افعال سے نہ چکاؤ اور نہ ان سے جھگڑے میں پڑو بلکہ انکے ساتھ حوصلہ سے پیش آو۔ حضرت جبرئیلؑ نے اسکی تفسیر اسی ارشاد سے کی۔ صل من قطعك واعط من حرمك واعف عمن ظلمك تو قاطع رحم سے صلہ رحمی کر اور محروم کو دے۔ اور جس نے زیادتی کی اس کو معاف کر دے۔ (طبری) جعفر صادقؒ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مکارم اخلاق کا حکم دیا اور یہ آیت قرآن مجید میں مکارم اخلاق کو سب سے زیادہ جمع کرنے والی ہے۔

وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری:

آیت ۲۰۰: وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ (اور اگر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے) اگر شیطان کی طرف سے پہنچے اس طرح کہ وہ وسوسہ اندازی سے اس کے خلاف آمادہ کرنے کو کوشش کرے۔ جس کا آپ کو حکم ملا ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں) اس کی بات مت مانیں۔ نمبرا۔ النزغ اور النخس کا معنی چوکا لگانا۔ گویا وہ لوگوں کو انگلیوں سے کچوکا لگاتا ہے جب کہ ان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہاں النزغ کو النازغ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے جَدَّ جِدُّہ اس نے پورا زور لگایا۔ نمبر۲۔ نزغ شیطان سے مراد غصہ بھڑکانا۔ جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ان لی شیطان یعترینی میرا شیطان مجھے غصہ دلاتا ہے۔ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ (بے شک وہ خوب سننے والا) اس کے کچوکے کو عَلِيْمٌ (خوب جاننے والا ہے) اس کے دفاع کو جانتا ہے۔

متقین کا وسوسہ میں طریق:

آیت ۲۰۱: إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ (یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی شیطانی وسوسہ

آجاتا ہے) قراءت: طَيْف مکی بصری، علی نے پڑھا۔ طائف کا معنی لمّہ، وسوسہ، اثر۔ یہ طاف به الخیال یطیف طیفا سے اس میں ایک تصویر خیالی آگئی۔ بقول ابوعمرو یہ دونوں ایک ہیں اور یہ وسوسہ ہے یہ دراصل اس کی تاکید ہے۔ جو اس سے قبل شیطان سے استعاذہ کو لازم قرار دیا گیا۔ جبکہ وہ کچوکا لگائے۔ متقین کی عادت ہے کہ جب ان کو معمولی سا شیطانی وسوسہ آتا ہے۔ یا آنے لگتا ہے۔ تَذَكَّرُوْا (وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) اس کو یاد کر لیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ اور جس سے روکا۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (پس یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) اسی وقت وہ سیدھا راستہ دیکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے وسوسے کو دور کر لیتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں تو ان کی بصیرت اللہ تعالیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھادی جاتی ہے۔

اخوانِ شیاطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں:

آیت ۲۰۲: وَاِخْوَانُهُمْ (اور جو شیاطین کے تابع ہیں) باقی شیطان انس میں سے جو شیاطین کے بھائی ہیں۔ تو شیاطین يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ (وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں) ان کو گمراہی میں مدد دیتے ہیں اور ان کے دست و بازو بنتے ہیں۔

قراءت: يُمِدُّوْنَهُمْ امداد سے مدنی نے پڑھا ہے۔ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ (پھر وہ باز نہیں آتے) پھر وہ اپنے اغوا سے باز نہیں رہتے بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اس سے رجوع نہیں کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ اخوان سے مراد شیاطین لیے جائیں اور متعلق بہ کی ضمیر جاہلوں کی طرف راجع ہو مگر پہلی تفسیر زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اخوانهم کا لفظ یہ الذین اتقوا کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اور اخوانهم میں ضمیر کو جمع جنس کی وجہ سے لایا گیا۔ اگرچہ شیطان کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔

مُنہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب:

آیت ۲۰۳: وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ (اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے) جو وہ منہ سے مانگتے تھے۔ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا (تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے) تم کیوں نہ گھڑ لائے جیسا کہ پہلے گھڑ کر لائے۔ (نعوذ باللہ) قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ (تو آپ کہہ دیں کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچتا ہے) میں ان کو اپنی طرف سے ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ (یہ تمہارے رب کی طرف سے حکمتوں کا مجموعہ ہے) یہ قرآن تمہارے لیے بصیرت کے دلائل ہیں۔ جس سے وجوہ حق سامنے آتی ہیں۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں) اس پر۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیجئے جو زور کی بات سے کچھ کم ہو صبح کے وقت

وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۲۰۵ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

اور شام کے اوقات میں' اور غفلت والوں میں سے مت ہو جانا' بے شک جو لوگ آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۲۰۶ السجدۃ

السجدۃ ۱۱ الثالثۃ عشر ۲۴

تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

قراءتِ قرآن کے وقت استماع وانصات:

آیت ۲۰۴: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو اس امید پر کہ تم پر رحمت ہوگی) آیت کا ظاہر استماع اور انصات کو نماز میں قراءت قرآن کے وقت واجب کررہا ہے۔ اور نماز سے باہر بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کے رسول نزول کے وقت قرآن کی تلاوت کریں تو غور سے سنو۔ جمہور صحابہؓ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے استماع کے لئے ہے دوسرا قول خطبہ کے استماع کے لئے۔

تیسرا قول خطبہ اور نماز دونوں سے متعلق ہے یہ زیادہ درست ہے۔

پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم:

آیت ۲۰۵: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں) یہ آیت اذکار کے متعلق عام ہے۔ خواہ قراءت قرآنی، دعا، تسبیح تہلیل وغیرہ ذالک جو بھی ہو۔ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ) اس حال میں کہ تم گڑگڑانے والے ہو۔ اور ڈرنے والے ہو۔ وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ) جہر سے کم کلام کرنے والے ہو کیونکہ اخفاء میں زیادہ اخلاص ہے اور تفکر و تدبر کے لیے زیادہ خوب ہے۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (صبح اور شام) اس لیے کہ یہ دونوں وقت فضیلت والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ استقامت فکر کیساتھ ہمیشہ ذکر کرنا۔ الغدو کا معنی اوقات الغدو ہے اور وہ صبح کے تمام اوقات ہیں۔ الاصال جمع اُصُل اور اُصل جمع اصیل اور وہ سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت ہے۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (اور اہل غفلت میں شامل نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتتے ہیں۔

مقربین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں:

آیت ۲۰۶: اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں) معزز و مکرم ہیں۔ مکان و جگہ کا قرب مراد نہیں مراد اس سے فرشتے ہیں۔ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ (وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) اس سے تکبر نہیں کرتے۔ بڑے نہیں بنتے وَیُسَبِّحُوْنَهٗ (اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ ان باتوں سے پاک قرار دیتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ (اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) اور اسی کو عبادت کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات بحرمة النبی الکریم علیه الصلٰوة والتسلیم

واللّٰه اعلم

الحمد للّٰه الذی تم بنعمته السابغة ترجمة سورة الاعراف اثنین من جمادی الاخرٰی ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّ سَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّ عَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

تعلقات کو درست کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے:

آیت ۱: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (آپ سے یہ لوگ مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں۔ یہ غنیمتیں تو اللہ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں) النفل غنیمت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ الْاَنْفَالُ الغنائم بدر کے غنائم کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ اس کا مستحق کون اور تقسیم کس طرح ہے۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ ہم کس طرح تقسیم کریں۔ اور تقسیم میں مہاجرین و انصار یا دونوں ہی کا حق ہے۔ تو جواب آیا کہ ان سے فرما دیں کہ وہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اور وہی اس سلسلہ میں حاکم ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ ان کے علاوہ کسی کو فیصلہ کا اختیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کو اسلئے اکٹھا کیا کیونکہ غنائم کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تقسیم کا حکمت کے مطابق حکم دیں گے۔ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو نافذ کرے گا۔ ان کی تقسیم میں قطعاً کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (اختلاف اور باہمی جھگڑوں میں اللہ سے ڈرو) اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی بھائی بن جاؤ۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو) اپنے مابین احوال۔ یعنی تمہارے مابین جو حالات ہیں۔ یہاں تک کہ وہ الفت و محبت اور اتفاق کے حالات ہوں۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ذات بینکم کا معنی حقیقی ملاپ البین ملنا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے۔ اسپر اکٹھے ہو جاؤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق اتری جبکہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق اختلاف کیا اور اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی

اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کردیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

درجات ہیں اور مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) جس کا تمہیں غنائم وغیرہ کے سلسلہ میں حکم دیا گیا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان والے ہو) کامل الایمان۔

مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اس کے ایمان میں اضافہ:

آیت ۲: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ (بے شک ایمان والے) بیشک کامل الایمان الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اس کے ذکر سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عزت و دبدبہ اور جلال سے ان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ (جب اللہ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) یعنی قرآن زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں) انکا اطمینان اور یقین بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ظہور دلائل مدلول علیہ کو زیادہ قوت بخشنے والا اور اس کے قدموں کو اور مضبوط کرنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے ان آیات کے ذریعہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزول سے قبل تو اس کے احکامات پر انکا عمل نہیں تھا۔ (کیونکہ وہ نازل ہی نہ ہوئی تھیں) وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے رب کے سواء اپنے امور کسی اور کو تفویض نہیں کرتے اور رجاء و خوف بھی صرف اسی سے ہے۔

علاماتِ مؤمنین:

آیت ۳: الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (جونماز کوقائم کرتے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اور وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اعمال قلوب نرمی، اخلاص اور توکل اور اعمال جوارح نماز وصدقہ کو جمع کر دیا۔

پختہ مؤمن:

آیت ۴: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی وہی سچا ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اولئك هم المؤمنون جملے کی یہ تاکید ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ ہو عبدالله حقًّا یعنی یہ بالکل پختہ بات ہے۔

نکتہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا۔ أمؤمن انت؟ میں نے جواب دیا اگر تم مجھ سے ایمان باللہ، اور ملائکہ اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ اور بعث وحساب پر ایمان کے متعلق پوچھتے ہو۔ تو میں مؤمن ہوں اور اگر تیرا سوال انما المؤمنون الاٰية کے متعلق ہے۔ تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ آیا میں ان میں سے ہوں یا نہیں؟

اقوالِ ائمہ رحمۃ اللہ علیہم:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں جس کا یہ گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتا ہے پھر اس نے یہ شہادت نہ دی کہ وہ جنتی ہے تو گویا اس کا ایمان آدھی آیت پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر ثواب پانے والے مؤمنین میں سے ہے۔ اسی طرح قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قطعی طور پر مؤمن ہے۔ اسی قول کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ جنھوں نے انامؤمن ان شاء الله کا قول کہا ہے۔

مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کو کہا تم اپنے ایمان میں استثناء کیوں کرتے ہو؟ قتادہ رحمہ اللہ نے جواب دیا ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد کی اتباع کرتے ہوئے۔ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (الشعراء: ۸۲) تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تم ان کے اس قول کی اقتداء کیوں نہیں کرتے اولم تؤمن قال بلٰی (البقرہ: ۲۶۰) ابراہیم تیمی کہتے ہیں یہ کہو: انا مؤمن حقًّا اگر تمہارا قول سچا ہے تو اس کا ثواب پاؤ گے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو کہ دل سے کافر ہو اور ایمان ظاہر کر رہے ہو۔ تو تمہارا کفر اس قول سے زیادہ شدید اور عذاب کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو منافق نہیں وہ قطعی مؤمن ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے احمد کو فرمایا۔ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا احمد! تو آپ نے فرمایا کیا تم کہو گے۔ انا احمد حقًّا او انا احمد ان شاء الله تو احمد نے کہا میں انا احمد حقًّا کہوں گا۔ تو عبداللہ فرمانے لگے تیرے والد نے جو تیرا نام رکھا ہے اس سے تو تو استثناء نہیں کرتا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن میں مؤمن کہا تو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہتا ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو نکالا اور بلاشبہ مومنین کی ایک جماعت کو گراں گزر رہا تھا

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اس کے بعد اس کا ظہور ہو چکا تھا' گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں'

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لئے ہے اور تم خواہش کر رہے تھے کہ جو جماعت شوکت والی

الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷

نہیں ہے وہ تمہارے لئے ہو جائے اور اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کا حق ہونا ثابت فرما دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸

تا کہ حق کو سچا کر دے اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگر چہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

(خُلَاصَۃُ الْکَلَامِ : پہلے اور دوسرے اقوال میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔ انا مؤمن حقًّا کا مطلب یہ ہے کہ میرا ایمان شک و شبہ سے پاک ہے۔ اور انا مؤمن انشاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ ایمان پر خاتمہ کی امید ہے قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا)

لَهُمْ دَرَجٰتٌ (ان کے لئے بڑے درجات ہیں) اعمال کے مطابق بعض کے مراتب بعض سے بڑھ کر۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ (ان کے رب کے ہاں اور مغفرت ہے) اور ان کی سیئات سے تجاوز وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور عزت کی روزی ہے) کمانے کی مشقت اور حساب کے خطرے سے محفوظ۔

آیت۵: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ (جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر سے روانہ کیا) نحو : كَمَا کا کاف محل نصب میں واقع ہے کیونکہ یہ فعل مقدر کے مصدر کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قل الا نفال استقرت للّٰہ والرسول وثبتت مع کراھتھم ثباتا مثل اخراج ربك ایاك من بیتك و ھم کارھون کہ دیں کہ غنائم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کیلئے پختہ ہو چکے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود ثابت ہو چکے پورے طور پر ثابت ہونا جبکہ آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے نکالا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کر رہے تھے۔ مِنْۢ بَيْتِكَ نمبر۱۔ مدینہ میں حجرات نبوت یا، نمبر۲۔ مدینہ منورہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ آپ کا بیت ہجرت و مسکن ہے اور بیتك سے اختصاص اسی طرح ہے جیسا کہ کسی گھر والے کو اس کے گھر سے خاص کیا جائے۔ بِالْحَقِّ (مصلحت کے ساتھ) ایسا نکلنا جو حکمت و صواب پر مبنی تھا۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

لَكٰرِهُوْنَ (اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی) نَحْوٌ : نمبرا۔ یہ موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَخْرَجَكَ فی حال کر اھتھم آپ کو نکالا ان کی کراہت کی حالت میں اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ (نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ مدینہ میں سے نکلنا تو کسی کو ناگوار نہ تھا)

اسبابِ بدر: قریش کا ایک قافلہ بہت بڑے تجارتی مال کیساتھ شام سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس کی حفاظت کیلئے چالیس سواروں کا دستہ تھا۔ قافلہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔ قافلہ میں زر کثیر کی بناء پر قافلے کا سامنا مناسب معلوم ہوا (تاکہ جہادی ضرورتوں میں اس مال کو صرف کیا جا سکے) نیز قافلے کی حفاظت پر معمولی دستہ متعین تھا۔

مسلمانوں کا مدینہ سے خروج:

مسلمان جب مدینہ منورہ سے نکلے تو قریش کو اسی وقت اطلاع مل گئی۔ ابوجہل تمام اہل مکہ کو لے کر چڑھ دوڑا۔ یہ کوچ تھا۔ مثال مشہور ہے۔ **لا فی العیر ولا فی النفیر**۔ اس کو بتلایا گیا کہ قافلہ تو طریق ساحل پر بچ نکلا تم لوٹ چلو! اس نے انکار کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کی طرف چل دیا۔ بدر ایک پانی کا نام ہے۔ جہاں سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور آ کر بتلایا یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو میں سے ایک گروہ پر کامیابی کا وعدہ فرمایا۔ خواہ قافلہ ہو یا لشکر قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا۔ قافلہ پسند ہے یا لشکر؟ انہوں نے جواب دیا قافلہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت لشکر کا سامنا کرنے کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ نے بات لوٹائی کہ قافلہ تو ساحل بحر پر جا چکا اور یہ ابوجہل آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ آپ قافلے کا پیچھا کریں۔ دشمن کو چھوڑیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کو دیکھ کر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور بہت خوب بیان کیا پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے معاملے کو دیکھ کر کر گزریں اللہ کی قسم۔ اگر آپ عدن ابین تک جائیں تب بھی انصار کا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ پھر مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر چلئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ آپ ہمیں جہاں لے جائیں جانے کو تیار ہیں۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا : فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ:۲۴) بلکہ ہم کہتے ہیں: **اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون!** آپ اپنے رب کی مدد سے چلئے ہم آپ کے ساتھ ملکر لڑیں گے۔ جب تک ایک پلک جھپکنے والی آنکھ باقی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے ارادہ کو کر گزریں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور اس میں آپ داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ایک آدمی بھی ہم میں سے پیچھے نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کے قول سے خوش ہو کر نشاط میں آ گئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ

تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم گویا اب میں کفار کی قتل گاہوں کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

بعض صحابہ کرامؓ کی طرف سے ناپسندیدگی کی وجہ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ سے جھگڑا کر رہے تھے تو وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ رسول اللہ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال: سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کے لئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے کہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔

گھبراہٹ کی کیفیت:

آیت ۶: يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ (وہ اس مصلحت میں جھگڑ رہے تھے) وہ حق جس کے متعلق وہ رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کر رہے تھے وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ بَعْدَ مَاتَبَيَّنَ (اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کیلئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے تا کہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ (کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں) ان کی زیادہ گھبراہٹ کو، باوجود یکہ ان کو کامیابی اور غنیمت کی خوشخبری دی جا چکی تھی۔ اس آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جس کو قتل کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہو۔ اور ذلت کے ساتھ موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔ اور وہ موت کے اسباب کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ اور موت کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہو کہ اس میں کوئی شک نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انکا خوف قلت تعداد کی وجہ سے تھا۔ وہ تمام پیدل تھے صرف دو سوار تھے۔

وعدۂ الٰہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش:

آیت ۷: وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ (اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے) نحو: اذ۔ اذکر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ احدی مفعول ثانی ہے۔ اَنَّهَا لَكُمْ (کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی) **احدی الطائفتین** سے بدل ہے۔ الطائفتین سے مراد۔ قافلہ اور لشکر تقدیر عبارت یہ ہے **واذیعدکم اللّٰہ ان احدی الطائفتین لکم** جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارا ہوگا۔ (اس پر کامیابی دی جائے گی) وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ (اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ لگے) یعنی قافلہ۔ **ذات الشوکۃ**۔ اسلحہ، گروپ۔ شوکت لشکر میں تعداد و تیاری دونوں لحاظ سے تھی۔ یعنی تمہاری تمنا یہ تھی کہ قافلہ تمہارے لئے ہو۔ کیونکہ وہ بے اسلحہ گروہ تھا۔ تم دوسرے گروہ کو نہ چاہتے تھے۔

اللہ کی رضاء:

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ حق کا حق ہونا ثابت کرے) اس کو ثابت اور بلند کریں۔ بِكَلِمٰتِهٖ (اپنے احکام سے) اپنی ان آیات کے ساتھ جو مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کے سلسلہ میں اتاریں اور ان آیات کے ساتھ جن میں فرشتوں کو ان کی مدد کیلئے اترنے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ جو اس نے ان کو قتل کرنے اور قلیب بدر میں پھینکنے کا حکم دیا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے سو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو مسلسل آتے رہیں گے

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ

اور اللہ نے اس امداد کو نہیں بنایا مگر بشارت اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اور مدد صرف اللہ کی

عِنْدِ اللّٰهِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝١٠

طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِينَ (اور کافروں کی جڑ کاٹ دے) ان کے آخر کو، الدابر آخر کو کہتے ہیں۔ یہ دبر سے فاعل کا صیغہ ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیرے قطع دابر یہ استیصال کی تعبیر ہے۔ یعنی تم جلد ملنے والا فائدہ چاہتے تھے اور سطحی معاملات۔ اور اللہ تعالیٰ بلند معاملات اور حق کی مدد، کلمۂ حق کی برتری چاہتے تھے اور دونوں مقاصد میں بہت فرق ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسلح لشکر کو پسند کیا۔ اور تمہارے ضعف کے ذریعہ ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور تمہیں عزت بخشی جبکہ ان کو ذلیل کر دیا۔

اثباتِ اسلام اور ابطالِ باطل:

آیت ۸: لِيُحِقَّ الْحَقَّ (تاکہ حق کا حق ہونا) نمبر۱۔ یہ یقطع سے متعلق ہے نمبر۲۔ فعل محذوف کے متعلق ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے: لیحق الحق۔ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ (اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے) فعل ذلك تاکہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو بے کار کر دے اس نے ایسا کر دیا۔ مقدر کو آخر میں اس لئے ذکر کیا تاکہ اختصاص کا فائدہ حاصل ہو یعنی اس کو انہی دو اغراض کی خاطر کیا اور وہ اظہار و اثبات اسلام اور امحاق و ابطال کفر ہے اس میں تکرار نہیں کیونکہ پہلی مرتبہ دونوں ارادوں میں فرق و امتیاز کیلئے لائے۔ اور یہ دوسری مرتبہ مسلح لشکر کو دوسرے گروہ کے مقابلہ میں ترجیح دینے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ دینے کا کیا مقصد تھا اس کی وضاحت و بیان کیلئے لائے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (اگرچہ مجرم لوگ یہ ناپسند ہی کریں) اس کو مشرک اگرچہ ناپسند کریں۔

اللہ سے استغاثہ:

آیت ۹: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ (اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے) نحو: یہ اذیعدکم سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ لیحق الحق و یبطل الباطل کے متعلق ہے۔ جب صحابہ کرام کو یقین ہو گیا کہ لشکر کا سامنا بہرصورت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور کہنے لگے اے ہمارے رب انصر نا علی عدوك تو اپنے دشمن پر ہمیں فتح دے۔ یاغیاث المستغیثینَ اغثنا اے ہمارے فریادرس ہماری فریادرسی فرما۔ استغاثہ طلب غوث کو کہتے ہیں۔ اور طلب غوث کا معنی ہے ناپسند

حالت سے چھٹکارا پانا۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی) پس اسنے قبول فرمایا۔ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ (کہ میں تم کو مدد دونگا) اصل بِاَنِّیْ مُمِدُّكُمْ ہے جار کو حذف کردیا اور استجاب کو اس پر مسلط کردیا پس اس نے محل کو نصب دی۔ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ (ایک ہزار فرشتوں سے جو سلسلہ وار چلے آئیں گے)

قراءت: مدنی نے مردَفین پڑھا ہے جبکہ دوسروں نے مردِفین پڑھا ہے۔ کسرہ کی بناء پر معنی انہوں نے دوسروں کا پیچھا کیا۔ اور فتحہ کی صورت میں ہر فرشتہ دوسرے کے پیچھے آیا۔ کہا جاتا ہے ردفه جبکہ وہ اس کا پیچھا کرے اور اردفته ایاہ، میں نے اس کا پیچھا کیا۔

نصرتِ ملائکہ تو اطمینانِ قلبی کے لئے ہے:

آیت ۱۰: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد نہیں عطاء کی) یعنی وہ امداد جس پر ممدکم دلالت کرتا ہے۔ اِلَّا بُشْرٰى (مگر صرف بشارت کیلئے) مگر وہ تمہارے لئے نصرت کی بشارت وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ (اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے) یعنی تم نے فریاد طلب کی اور اپنی قلت کی بناء پر گڑگڑائے پس ملائکہ کے ذریعہ امداد وہ تمہارے لئے نصرت کی خوشخبری اور تسکین کا باعث تھی۔ اور تمہارے دلوں کیلئے ڈھارس تھی۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) یعنی تم وہ مدد ملائکہ کی طرف سے مت سمجھو اصل مددگار تمہارے لئے اور فرشتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نمبر۲۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد ملائکہ وغیرہ اسباب سے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے منصور وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

کیا فرشتے براہِ راست لڑے؟

بدر کے دن فرشتوں کے براہ راست لڑنے کے متعلق اختلاف ہے۔ نمبر۱۔ جبرئیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے میمنہ پر اترے جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو کے ساتھ میسرہ پر اترے۔ جس میں علی رضی اللہ عنہ تھے۔ فرشتے انسانی صورت میں سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کرنے والے تھے۔ اور پگڑیوں کے شملے کندھوں کے درمیان ڈالنے والے تھے۔ اور انہوں نے باقاعدہ لڑائی کی یہاں تک کہ ابوجہل نے عبداللہ بن مسعود کو کہا ہمیں تلوار کی ضرب کہاں سے آتی تھی جبکہ ہم کسی ذات کو نہ دیکھتے تھے۔ تو عبداللہ نے جواب دیا وہ ضرب ملائکہ کی طرف سے تھی۔ اس نے کہا وہ ہم پر غالب آئے نہ کہ تم۔ نمبر۲۔ فرشتے اترے تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے انہوں نے قتال نہیں کیا۔ ورنہ ایک فرشتہ پوری دنیا کو ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ زبردست) اپنے دوستوں کی مدد کیلئے حَكِیْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دشمنوں کو مغلوب کرتے ہیں۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ

جب چین دینے کے لئے اللہ اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری فرما رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی نازل فرما رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کر دے

بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

اور تم سے شیطان کے وسوسے کو دور فرما دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعہ قدموں کو جما دے۔

غلبۂ اونگھ:

آیت ۱۱: اِذْ يُغَشِّيْكُمُ (یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر طاری کر رہا تھا) نحو: یہ اذیعدکم سے دوسرا بدل ہے۔ نمبر۲۔ النصر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ اذکر مضمر مان کر منصوب ہے۔

قراءت: مدنی نے يُغشيكُم پڑھا ہے۔ النُّعَاسَ (اونگھ) نیند۔ دونوں قراءتوں کے مطابق فاعل اللہ ہی ہے۔ مکی اور ابوعمرو نے يغشاكم النعاسُ پڑھا ہے۔ اَمَنَةً (چین دینے کیلئے) نمبر۱۔ یہ مفعول لہٗ ہے۔ جب تم امن کیلئے اونگھ رہے تھے۔ ای لامنکم، نمبر۲۔ مصدر ہے پس تم امن میں ہو گئے امن میں ہونا۔ نیند سے رعب چلا جاتا ہے اور نفس کو آرام ملتا ہے۔ مِّنْهُ (اپنی طرف سے) یہ امنة کی صفت ہے یعنی امنة حاصلة لكم وہ امن جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والا تھا۔

نزول کی مطر:

وَيُنَزِّلُ (اور برسا رہا تھا) تمام قراء نے تشدید سے پڑھا جبکہ مکی و بصری نے يُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً (تم پر آسمان سے پانی) بارش لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (تاکہ اس پانی سے تم کو پاک کر دے) پانی کے ذریعہ حدث اور جنابت سے وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (اور تم سے شیطان کے وسوسہ کو دور کر دے) نمبر۱۔ ان کی طرف جو وسوسہ ڈالتا اور پیاس سے ڈراتا ہے۔ نمبر۲۔ احتلام کے ذریعے جنابت سے کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ جنابت کی حالت میں مدد نہیں ہے۔ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ (اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے) صبر کے ذریعہ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (اور تمہارے پاؤں جما دے) پانی کے ساتھ مسلمانوں کے قدم ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ نمبر۲۔ ربط کے ذریعہ کیونکہ جب دل میں صبر پختہ ہو جائے تو لڑائی میں قدم خود مضبوط ہو جاتا ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ

جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سوتم ایمان والوں کو جماؤ میں عنقریب کافروں کے

الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ⑫

دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ سوتم گردنوں پر مارو اوران کے ہر پورے پر مارو۔

فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا:

آیت ۱۲: اِذْ یُوْحِیْ (اس وقت کو یاد کرو جب حکم دیتا تھا) نحو :اذیعدکم سے بدل سوم ہے۔نمبر۲۔یثبت سے منصوب ہے۔رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ (آپ کا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) مدد کے ساتھ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (تم سب ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ) بشارت کے ساتھ۔فرشتہ انسانی صورت میں صف کے آگے چلتا اور کہتا ابشروا فان اللہ ناصر کم۔خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر ہے۔سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں) خوف سے ان کے دل کو بھرنا۔

قراءت: شامی، علی نے الرعُب پڑھا ہے۔

کفار کی گردنیں اُڑا دو:

فَاضْرِبُوْا (پس تم مارو) مسلمانوں کو حکم دیا نمبر۲۔ملائکہ کو اس میں دلیل ہے کہ ملائکہ نے قتال کیا۔فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (گردنوں پر) نمبر۱۔یعنی گردنوں کے اوپر والے حصے جو کہ ذبح کے مقامات ہیں تاکہ سر اڑائے جائیں۔نمبر۲۔سر مراد ہیں کیونکہ گردنوں پر سر ہی ہوتا ہے۔مطلب کھوپڑی پر مارنا ہے۔وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (اوران کے پور پور پر مارو) وہ انگلیاں ہیں۔مراد اطراف ہیں۔مطلب یہ ہے کہ تم ان کے قتل کے مقامات اور اطراف جسم دونوں پر مارو۔ضرب مقتل پر پڑے یا غیر مقتل پر ان دونوں اقسام میں ضرب مشتمل ہونی چاہیے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے سو اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

سخت سزا دینے والا ہے۔ سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرو

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ

اور اس دن بجز اس شخص کے جو لڑائی کیلئے رخ بدلنے والا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے والا ہو جو شخص پشت پھیرے گا سو وہ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اللہ کے غصہ کو لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

یہ سزا اللہ اور رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی:

آیت ۱۳، ۱۴: ذٰلِكَ (یہ) یہ ضرب، قتل، جلد پہنچے والی سزا تمام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتداء ہے۔ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی) اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عقاب ان پر مخالفت خدا اور رسول کی وجہ سے پڑا۔ شاقوا کا لفظ الشق سے ہے۔ ہر دشمنی کرنے والا ایک جانب اور دوسری جانب اس کا مقابل کذا المعاداۃ و المخاصمۃ کیونکہ ایک ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں) ذلك کا کے کاف میں خطاب رسول سے ہے یا ہر فرد اور ذلکم میں بطور التفات کے کفار کو خطاب ہے۔ ذٰلِكُمْ محل رفع میں ہے۔ نمبر۱۔ ذلکم العقاب نمبر۲۔ العقاب ذٰلکم ۔ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ (سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) واوَ، مع کے معنی میں ہے۔ یعنی ذوقوا هٰذا العذاب العاجل مع الآجل الذی لکم فی الآخرۃ اس جلد ملنے والے عذاب کو چکھو اس کے ساتھ مؤجل عذاب آخرت کا تیار ہے۔ گویا ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا۔

دو بدو جنگ کے احکامات:

آیت ۱۵: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا (اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ)

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا' اور جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

اور تاکہ اللہ مؤمنین کو اپنی طرف سے اچھا انعام دے' بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ بات ہے اور بلاشبہ اللہ

مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱

کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

یہ الذین کفروا سے حال ہے۔ الزحف وہ لشکر جو کثرت کی وجہ سے اس طرح نظر آئے گویا وہ رینگ رہا ہے۔ یہ زحف الصبی سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سرینوں پر آہستہ آہستہ سرکنے لگے۔ مصدر سے بطور نام کے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (تو ان سے پشت مت پھیرنا) ان سے شکست کھا کر مت پھرو۔ یعنی جب ان سے لڑائی میں سامنا کرو، ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری کم ہو تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ چہ جائیکہ تم تعداد میں ان سے قریب یا برابر ہو۔ نمبر۲۔ مؤمنین سے حال ہے۔ نمبر۳۔ فریقین سے حال ہے جب تم اور وہ گڈمڈ ہو کر لڑو۔

بھاگنے والے کے جرم کی شدت:

آیت ۱۶: وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا (اور جو شخص ان سے اس موقعہ پر پشت پھیرے گا۔ مگر ہاں جو پینترا بدلتا ہو) مائل ہونے والا۔ لِّقِتَالٍ (لڑائی کیلئے) وہ مڑ کر حملہ کرنے کیلئے پسپا ہوتا ہے دشمن کو خیال ہو کہ بھاگ گیا پھر اس پر مڑ کر حملہ آور ہو۔ یہ ایک جنگی طرز ہے۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا (یا ملنے والا ہو) اِلٰى فِئَةٍ (اپنی جماعت کی طرف) پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے ملنے والا ہو مسلمانوں کی جماعت جو اس کی پشت میں ہو۔

نَحْو : یہ دونوں یولھم کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں۔ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے) متحیز کا وزن مُتَفَيْعَل ہے مُتَفَعِّل نہیں کیونکہ وہ حاز، یحوز سے ہے اس سے متحوز، متفعل بنتا ہے نہ کہ متحیز۔

ایک مشتِ خاک کا اعجاز:

آیت ۱۷: جب اہل مکہ کی قوت ٹوٹ گئی اور قتل وقید ہو گئے۔ تو قاتل تفاخر کے طور پر قتلت اور اَسرت کہنے لگے تو ان کو کہا گیا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا) فا محذوف شرط کے جواب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ان افتخرتم بقتلھم فانتم لم تقتلوھم اگر تم ان کے قتل پر فخر کرتے ہو تو تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ جب جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ایک مٹھی مٹی لے کر ان کی طرف پھینکو۔ آپ نے پھینکا اور بد دعا فرمائی شاہت الوجوہ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آ چکا ہے' اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے' اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع

تو ہم بھی وہی کام کریں گے' اور تمہاری جماعت ہرگز تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اگرچہ کثیر تعداد میں ہو' اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

کوئی مشرک ایسا نہ رہا مگر وہ اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہو گیا پس کفار شکست کھا گئے۔ کہا گیا: وَمَا رَمَيْتَ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکیں، حقیقت میں آپ نے نہیں پھینکیں۔ کیونکہ اگر آپ پھینکتے تو اس کا اثر اتنا ہی ہوتا جتنا انسان کے پھینکنے کا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پھینکنے کا اثر بہت بڑا ہوا (ہر کافر کی آنکھ میں کنکری پہنچ گئی اور اس کو بے بس کر دیا)

مَسْئَلَہ: اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بندے کے فعل کی نسبت اس کی طرف کسب کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی حیثیت سے اس طرح نہیں جیسا کہ جبریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اِذْ رَمَيْتَ کہہ کر بندے کے فعل کو ثابت کیا پھر بندے سے اس کی نفی لکن الله رمی کہہ کر کر دی۔

قراءت: اور لکن الله قتلهم اور لکن الله رمٰی میں لکِنْ کو شامی، حمزہ اور علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ (تا کہ وہ مومنین کو اجر دے) تا کہ وہ مومنوں کو دے مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا (خوب اجر) عطائے جمیل۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں پر احسان کیلئے اس نے کیا جو کچھ کیا اور یہ سب کچھ اسی خاطر کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کی دعاؤں کا عَلِيْمٌ (جاننے والا ہے) ان کے حالات کو۔

کافروں کی تدبیر کمزور کر دی:

آیت ۱۸: ذٰلِكُمْ (ایک بات تو یہ ہوگی) یہ بلائے حسن کی طرف اشارہ ہے۔

نَحو: یہ محل رفع میں ہے اور ذلکم پر اس کا عطف ہے مراد ابلائے مومنین اور توہین مکائد کافرین ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ (اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا)

قراءت: مُوْهَنُ كَيْدَ شامی و کوفی نے پڑھا ہے۔ جبکہ حفص نے موهِنُ كيدِ پڑھا اور دیگر قراء نے مُوَهِّنُ كَيْدَ پڑھا۔

آیت ۱۹: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا) اگر تم مدد طلب کرتے تھے تو مدد آ گئی مگر تمہارے خلاف۔ یہ اہل مکہ کو خطاب فرمایا کیونکہ روانہ ہوتے وقت انہوں نے استار کعبہ سے چمٹ کر کہا اللّٰھم ان کان محمد علی الحق فانصرہ و ان کنا علی الحق فانصرنا۔

دوسرا قول ان تستفتحوا یہ مومنوں کو خطاب ہے۔ کہ اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو وہ آ گیا۔ وَاِنْ تَنْتَهُوْا (اگر تم باز آ جاؤ) یہ کفار کو خطاب ہے۔ ان تنتهوا کا مطلب عداوت رسول سے باز آنا ہے۔ فَهُوَ (تو یہ) یہ باز آنا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (نہایت خوب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو ' اور اس سے رو گردانی نہ کرو حالانکہ تم

تَسْمَعُوْنَ ۚۖ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ

سنتے ہو ' اور ان میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے ' بیشک

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ

زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو گونگے ہیں ' بہرے ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ' اور اگر

عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

اللہ جانتا کہ اُن میں کوئی بھلائی ہے تو ان کو ضرور سنا دیتا ' اور اگر ان کو سنا دے تو وہ ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

اے ایمان والو! تم حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے '

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور جان لو کہ بیشک اللہ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان ' اور بیشک تم اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

اور تم ایسے فتنہ سے بچو جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

سخت عذاب والا ہے۔

ہے) بہت بہتر اور سلامتی والا ہے۔ وَاِنْ تَعُوْدُوْا (اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے) ان کے ساتھ لڑائی کے لیے۔ نَعُدْ (تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے) تمہارے خلاف ان کی مدد کیلئے۔ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ (اور تمہاری جمعیت تمہارے کام نہ آوے گی) تمہاری پارٹی شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ (ذرا بھی۔ اگرچہ کتنی زیادہ ہو) تعداد میں وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے)

قراءت: مدنی، شامی وحفص نے اَللّٰهَ کو فتحہ کیساتھ پڑھا۔ اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ مدد کے ذریعہ مومنین کے ساتھ ہے۔ ایسا ہوا۔ دیگر قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی تائید عبداللہ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ واللّٰهِ مع المؤمنين۔

اطاعتِ رسول (ﷺ) کا دامن تھامے رکھو:

آیت ۲۰: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (اے ایمان والو اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو) رسول اللہ ﷺ سے کیونکہ اطیعوا الرسول کا معنی اس ارشاد کی طرح ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ (التوبہ:۶۲) اور اس لئے بھی کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ایک چیز ہے جیسا اس ارشاد میں ہے: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰) ایک کی طرف ضمیر کا لوٹنا دونوں کی طرف ضمیر لوٹنے کی طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاحسان والاجمال لاینفع فی فلان۔ نمبر۲۔ ضمیر کا مرجع اطاعت کا حکم ہے۔ یعنی اس امر اور اس کے ہم مثل اوامر سے منہ نہ موڑو۔ تَوَلَّوْا اصل میں تتولوا ہے ایک تا کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (حالانکہ تم سنتے ہو) یعنی تم اس کو سنتے ہو۔ نمبر۳۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ نہ موڑو اور نہ ہی ان کی مخالفت کرو حالانکہ تم ان کی تصدیق کرتے ہو اس لئے کہ تم مؤمن ہو۔ تم بہرے جھٹلانے والے کفار کی طرح نہیں ہو۔

منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ:

آیت ۲۱: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا) یعنی سننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین اور اہل کتاب ہیں۔ وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (حالانکہ وہ سنتے کچھ نہیں) کیونکہ وہ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں گویا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم قرآن و نبوت کی تصدیق کرتے ہو۔ جب بعض امور میں اطاعت رسول سے منہ موڑو گے جیسے تقسیم غنائم وغیرہ تو تمہارا سننا ان کے مشابہ ہو جائے گا۔ جو ایمان نہیں رکھتے پھر فرمایا۔

کافر بدترین جانور:

آیت ۲۲: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (بیشک مخلوق میں بدترین وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے) مطلب یہ ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں بہائم سب سے بدترین ہیں اور بہائم میں سے بدترین وہ ہیں جو کہ حق سے بہرے بے عقل ہیں۔ اس کو نہیں سمجھتے کفار کو جنس بہائم سے قرار دیا پھر ان کو ان سے بھی زیادہ برا قرار دیا کیونکہ انہوں نے مانوس ہونے کے بعد عناد اختیار کیا اور عقل کے ہوتے ہوئے کفر پر ضد اختیار کی۔

وہ خوبی سے خالی ہیں:

آیت ۲۳: وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ ان میں دیکھتے) ان گونگے بہرے لوگوں میں خَیْرًا (کوئی خوبی) سچائی اور رغبت لَّاَسْمَعَهُمْ (تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتے) تو ان کو سننے والے بنا دیتا یہاں تک کہ وہ بھی تصدیق کرنے والوں کی طرح سنتے۔ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا (اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے) اس سے منہ موڑتے یعنی اگر ان کو سنا دیتا اور وہ تصدیق کر دیتے تو اس کے بعد بھی ارتداد اختیار کر لیتے اور استقامت پر نہ رہتے۔ وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (بے رخی کرتے ہوئے) ایمان سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فوراً تعمیل کرو:

آیت ۲۴: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ وہ تم کو بلاتے ہیں) اس میں بھی خبر واحد لائی گئی کیونکہ استجابت رسول استجابت باری تعالیٰ کی طرح ہے اور استجابت کا معنی اطاعت، امتثال ہے۔ امتثال بالدعوۃ۔ مقرر کرنا اور آمادہ کرنا ہے۔ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (جو تمہیں زندہ کرتی ہے) دیانات اور شرائع کے علوم مراد ہیں۔ کیونکہ علم زندگی ہے۔ جیسا کہ جہالت موت ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا لاتعجبن الجهول حلّته ۔ فذاك میت و ثوبه كفن (جاہل کو اپنے جہالت کے لباس پر فخر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ مردہ ہے۔ اور اس کا لباس کفن ہے۔

نمبر۲۔ کفار سے جہاد کیلئے کیونکہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو مغلوب ہو جائیں اور قتل کر دیے جائیں۔ نمبر۳۔ شہادت کے لئے اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے: بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ (آل عمران:۱۶۹)

اللہ کے حائل ہونے کا مطلب:

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان) یعنی اس کو مار دیتا ہے اور اس سے وہ فرصت فوت ہو جاتی ہے جس کو وہ پانے والا تھا۔ اور وہ فرصت یہ ہے کہ اخلاص قلب سے دین پر جماؤ میسر ہو۔ پس تم اس فرصت کو غنیمت سمجھو۔ اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے خالص کرو۔

نمبر۲۔ اس کے اور اس کی تمناؤں کے درمیان جو وہ لمبی زندگی کے سلسلہ میں کرتا ہے پس اس کے عزائم کو منسوخ کر دیتا ہے وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے) تم یقین کر لو اسی کی بارگاہ میں تمہیں اکٹھا ہونا ہوگا۔ پس وہ دلوں کی سلامتی اور مخلصانہ اطاعت کی مقدار کے برابر ثواب عنایت کرے گا۔

فتنے کا وبال عام ہے:

آیت ۲۵: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً (اور تم ایسے وبال سے بچو) عذاب، لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں) یہ جواب امر ہے یعنی اگر وہ عذاب تمہیں پہنچے گا تو فقط ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا بلکہ سب کو عام ہوگا۔ جواب امر میں تاکید کا نون داخل کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس میں نہی کا معنی ہے۔ جیسا تم کہو انزل عن الدابة لا تطرحك اور لا تطرحنّك بھی درست ہے منکم میں مِن تبعیض کیلئے ہے۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) جب وہ سزا دیتا ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اچک لیں' سو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تا کہ تم شکر گزار ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی' اور نہ خیانت کرو اپنی آپس کی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ع ۳ ۱۷

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے'

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہیں فیصلہ والی چیز دے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اور تمہاری بخشش فرما دے گا' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سابقہ حالت کو یاد رکھو تا کہ شکریہ کی توفیق ہو:

آیت ۲۶: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ (اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے) اذانتم قلیل مفعول بہ ہے ظرف نہیں۔ یعنی اذکروا وقت کو نکم اقلة اذلة اپنی قلت وکمزوری کے وقت کو یاد کرو۔ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ (زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے) ہجرت سے قبل سرزمین مکہ میں قریش نے تمہیں کمزور بنا رکھا تھا۔ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ (اور تم اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لیں) کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کے مخالف اور دشمن تھے۔ فَاٰوٰىكُمْ (پھر اس نے رہنے کی جگہ دی) مدینہ میں وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ (اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی) انصار کی پشت پناہی کے ذریعہ اور بدر کے دن ملائکہ کو بھیج کر وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عنایت فرمائیں) اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئے تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تا کہ تم شکر کرو) ان نعمتوں کا۔

اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو:

آیت ۲۷: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ ۔ (اے ایمان والو تم اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو) اس کے فرائض کو معطل کر کے ۔ وَالرَّسُوْلَ (رسول کے) اور رسول کے طریقہ کو نہ اپنا کر۔ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ (اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں مت خلل ڈالو)

نحو: اسپر جزم لا تخونوا پر عطف کی وجہ سے ہے ای لا تخونوا۔ اپنے مابین اس طرح کہ ان کی حفاظت نہ کرو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور تم تو جانتے ہو) نمبرا۔ اس کا انجام اور وبال نمبر۲۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم خیانت کر رہے ہو۔ مطلب یہ ہے خیانت تم سے جان بوجھ کر پائی جائے بھول کر نہیں۔ نمبر۳۔ تم علماء ہو اچھی چیز کے حسن اور قبیح کی قباحت سے واقف ہو۔ الخون کمی کرنا۔ جیسا الوفاء کا معنی پورا کرنا۔ اور اسی سے تخونهٔ اذا انتقصهٔ بولتے ہیں۔ پھر یہ امانت و وفاء کے عکس کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی خیانت کرنے سے کسی کی چیز میں نقصان داخل کر دیا جاتا ہے۔

مال واولاد باعثِ آزمائش:

آیت ۲۸: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (اور تم جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) یعنی فتنہ میں پڑنے کے اسباب میں سے ہیں۔ فتنہ گناہ اور عذاب دونوں کو کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم کس طرح اس کی حدود کی نگہبانی کرتے ہو۔ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے) پس تمہارا فرض بنتا ہے کہ اس کی طلب میں حرص کرو اور دنیا میں زہد اختیار کرو۔ اور حب اولاد اور جمع اموال کی حرص میں نہ پڑو۔

تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی:

آیت ۲۹: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا) مدد۔ نمبرا۔ کیونکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ باطل پرستوں کو ذلیل کر کے اور اہل اسلام کو عزت دیکر۔ نمبر۲۔ وضاحت اور ظہور ہے جس سے تمہارا معاملہ مشہور ہو جائے گا۔ اور تمہاری شہرت اور آثار زمین کے اطراف میں پھیل جائیں گے۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ سطع الفرقان جبکہ فجر طلوع ہو نمبر۳۔ شبہات سے نکلنے کی راہ اور شرح صدر نمبر۳۔ تمہارے اور غیر مسلموں کے درمیان جدائی اور دنیا و آخرت میں مراتب۔ وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا) صغیرہ گناہ وَیَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ یعنی کبائر وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اپنے بندوں پر۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ

اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں' اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

کفارِ قریش کی تدابیر:

آیت ۳۰: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اس واقعہ کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے) جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کروایا تو قریش کی حیلہ بازیوں کا ذکر کیا جو مکہ میں انہوں نے کیں تا کہ انکی فریب کاریوں سے نجات پانے پر آپ شکریہ ادا کریں اور ان پر جو غلبہ عنایت فرمایا اس پر شکر بجالائیں۔ مطلب یہ ہے اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے خلاف وہ خفیہ تدابیر کر رہے تھے۔ معاملہ کچھ اس طرح ہے کہ جب انصار نے اسلام قبول کر لیا۔ تو قریش کو خطرہ ہوا کہ آپ کا معاملہ مضبوط ہو جائیگا۔

دارالندوہ کا اجلاس:

چنانچہ انہوں نے دارالندوہ میں آپ کے متعلق مشورہ کیلئے میٹنگ بلائی۔ ابلیس ان کے پاس ایک شیخ کی صورت میں آیا اور کہنے لگا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو مجھے تمہارے اجتماع کا علم ہوا۔ میں نے اس میں حاضری کا فیصلہ کر لیا، میں رائے اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھوں گا۔

میٹنگ شروع ہوئی ابوالبختری نے کہا اس کو ایک گھر میں بند کر کے بیڑیوں میں جکڑ دو اور روشندان کے علاوہ اس کمرے کے تمام دروازے بند کر دو۔ وہاں کھانا پینا دو اور اس کے متعلق حوادث کا انتظار کرو۔ ابلیس نے کہا یہ بدترین رائے ہے اس کی قوم کے لڑاکے جمع ہو کر تمہارے ہاتھوں سے چھڑوا لیں گے۔ ہشام بن عمرو نے کہا اس کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مکہ سے نکال دو۔ باہر جو کرے تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور تم آئے روز کی پریشانی سے چھٹکارا پالو گے۔ ابلیس: یہ بھی بدترین رائے ہے۔ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو بگاڑ کر تمہارے خلاف لڑے گا۔ ابوجہل عمرو بن ہشام نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لو وہ تلوار لے کر اس کا گھیراؤ کریں اور یکبارگی وار کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ تمام قبائل میں اس کا خون تقسیم ہو جائیگا۔ بنو ہاشم تمام قریش سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے مجبوراً دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہم اس سے چھوٹ بھی جائیں گے۔ ابلیس لعین نے کہا اس نے سچ کہا ہے اس کی رائے سب سے عمدہ ہے۔ ابوجہل کی رائے پر اتفاق ہو گیا۔ آپ کے قتل کی بات طے پا گئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے آکر رسول ﷺ کو اطلاع دی اور کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی۔ آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر سونے کا حکم دیا وہ آپ کے بستر پر سو گئے اور آپ کے حکم سے آپکی چادر اوپر اوڑھ لی۔ آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمہیں کوئی ناگوار

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام کہہ سکتے ہیں ۔ یہ

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ

کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ باتیں ہیں جو اگلے وقتوں کے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ آپ کی طرف سے واقعی

عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی درد ناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں

اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہوں ، اور اللہ تعالیٰ انہیں اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔

معاملہ پیش نہ آئے گا۔ مشرکین نے رات آپکی گھات میں گزار دی۔ صبح آپ کے بستر کو دیکھا تو علی رضی اللہ عنہ کو بیدار ہوتے پایا۔ وہ ششدر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش ناکام کردی۔ پھر انہوں نے آپ کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تدبیر کو بھی ناکام بنا دیا۔ لِيُثْبِتُوْكَ (کہ آپ کو قید کرلیں) آپ کو قید کر کے باندھ دیں۔ اَوْ يَقْتُلُوْكَ (یا آپ کو قتل کر ڈالیں) اپنی تلواروں کے ذریعہ اَوْ يُخْرِجُوْكَ (یا آپ کو نکال باہر کریں) مکہ مکرمہ سے وَيَمْكُرُوْنَ (اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے) خفیہ تدابیر آپ کے متعلق بنا رہے تھے۔ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لئے مخفی تیار کیا ہے۔ وہ اچانک ان کو آلے گا۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے) اس کی تدبیر دوسروں کی تدبیر سے زیادہ اثر ونفوذ رکھتی ہے۔

آیت ۳۱: شَانِ نُزُول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے اور اپنی قراءت میں گزشتہ زمانے کے واقعات ذکر کرتے۔ ایک دن نضر بن حارث کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسے واقعات بیان کرسکتا ہوں۔ یہ فارس کے سفر میں رستم، اسفندیار اور عجمیوں کے قصے لے کر آتا اور لوگوں کو سناتا اس پر یہ آیت اتری۔

قرآن کے متعلق کفار کا تأثر:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (تو وہ کہتے ہیں سن لیا۔ اگر ہم ارادہ کریں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں) یہ ان کی ڈھٹائی اور بے حیائی تھی کیونکہ انہوں نے ایک سورت قرآن کی مثل لانے کا دعویٰ کیا مگر لا نہ سکے۔

جو مانگا وہ مل گیا:

آیت ۳۲: وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا (اور جب ان لوگوں نے کہا اے اللہ اگر یہ) یعنی قرآن ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ (آپ کی جانب سے حق ہی ہے)

نحو : ھذا۔ کان کا اسم ہے ھو، ضمیر فصل ہے اور الحق خبر کان ہے۔ روایت میں ہے نضر نے جب کہا: ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو فرمایا افسوس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ نضر نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگا: اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ (تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے) یعنی اگر قرآن برحق ہے تو سزا کے طور پر ہم کو پتھروں سے سزا دے جیسا کہ اصحاب فیل کے ساتھ کیا۔ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے) عذاب الیم کی اور کسی جنس سے عذاب دے۔ چنانچہ وہ بدر کے روز فی النار والسقر ہوا۔

نکتہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سباء کے رہنے والے ایک شخص کو کہا۔ تمہاری قوم کتنی جاہل ہے کہ انہوں نے عورت کو حکمران بنایا۔ اس نے کہا میری قوم سے تمہاری قوم بڑی جاہل ہے کہ جب رسول ﷺ نے ان کو حق کی طرف بلایا تو جواباً کہنے لگے ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء۔ تمہاری قوم نے یہ نہیں کہا ان کان ھذا ھو الحق فاھد ناله

ہجرت تک عذاب رکا رہا:

آیت ۳۳: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (اور اللہ ایسا نہیں کریگا کہ ان کے اندر آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے) اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ جب تک آپ ان میں اقامت پذیر ہیں ان کو عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ سابقہ امم میں یہ چلا آ رہا ہے کہ کسی قوم کو استیصال کا عذاب اس وقت نہیں دیا جاتا جب تک انکا پیغمبر ان میں موجود ہو۔ اس سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کے ہجرت کرنے تک عذاب ان سے رکا ہوا ہے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں ایسی حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں) یہ موضع حال میں ہے اس کا معنی ان سے استغفار کی نفی ہے۔ یعنی نمبر ۱: کہ اگر یہ ان لوگوں میں سے ہوتے جو ایمان لاتے اور کفر سے استغفار کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دیتے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔ اور وہ مسلمان ہیں جو مکہ میں موجود تھے اور کمزوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے

اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ

اولیاء نہیں ہیں' اس کے اولیاء صرف متقی لوگ ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ' اور بیت اللہ کے

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

نزدیک ان کی نماز بس یہی تھی کہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے۔ سو عذاب چکھ لو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

قریش مستحق عذاب ہو چکے:

آیت ۳۴: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ (اور ان کا کیا استحقاق کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے۔ بلکہ جب آپ جدا ہو جائیں گے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہ دے۔ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں) ان کو کیسے عذاب نہ دیا جائے جبکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔

جیسا انہوں نے حدیبیہ والے سال آپ کو روک لیا اور آپ ﷺ اور مومنوں کو مسجد حرام سے نکال دیا۔ بلکہ وہ تو بڑے فخر سے کہتے ہم بیت اللہ کے متولی ہیں جس کو ہم چاہیں روکیں اور جس کو چاہیں داخل کریں۔ ان کو کہا گیا وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ (حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں) تم بیت اللہ کے متولی کس طرح ہوا ایک تو تم مشرک ہو اور دوسری طرف حرم کے متولیوں سے عداوت پر تلے ہوئے ہو۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی لوگ نہیں) نمبرا: مسلمانوں میں سے نمبر۲۔ دونوں ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اللہ تعالیٰ کے اولیاء تو متقین ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اس کو نہیں جانتے گویا یہ مستثنیٰ کیا اس میں سے جو جانتے اور عناد کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ اکثر سے تمام مراد ہیں۔ جیسا کہ کبھی قلت سے عدم مراد لیتے ہیں۔

مشرکین کی نماز:

آیت ۳۵: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً (ان کی نماز تو خانہ کعبہ کے پاس صرف سیٹیاں تھی) مکاء پرندے جیسی آواز یہ خوبصورت آواز والا پرندہ ہے اس کا وزن فعال ہے مکا، یمکو سیٹی بجانا۔ وَّتَصْدِيَةً (اور تالیاں بجانا) تالی بجانا۔ یہ تفعلۃ کا وزن الصدٰی سے ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف ننگا کرتے وہ دوران طواف اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر آواز نکالتے اور تالیاں بجاتے اور رسول ﷺ جب نماز ادا فرما رہے ہوتے تو اس وقت بھی یہ حرکات کرتے تا کہ نماز میں

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ

بیشک جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں

فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

سو یہ لوگ ابھی اپنے مالوں کو خرچ کریں گے پھر یہ مال ان کے حق میں حسرت کا سبب بن جائیں گے پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا

اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۟ۙ ٣٦ لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ

وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے تاکہ ناپاک کو اللہ پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو

ع ٤ ٩ ١٨ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَیَرْكُمَهٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۠ ٣٧

بعض کو بعض کے ساتھ ملا دے۔ پھر اس کو اکٹھا ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں داخل فرما دے۔ یہ لوگ تباہ کار ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ

جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان سے فرما دیجئے اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ ان کے لئے معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ پھر بھی وہی کریں جو کرتے رہے ہیں تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ٣٨

پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

خلل ڈالیں۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ (پس اس عذاب کا مزہ چکھو) قتل اور بدر کے دن قید کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اپنے کفر کے باعث۔

صنادید قریش کی شہ خرچی اور اس پر ندامت:

آیت ٣٦: یہ آیت ان کے بارے میں اتری جو بارہ آدمی بدر کے ایام میں یومیہ دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے یہ تمام خاندان قریش سے تھے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (بے شک یہ کافر اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں) اس انفاق سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس سے روکیں۔ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً (پس یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے) ان کے انفاق کا انجام حسرت وندامت کے سواء کچھ نہ ہوگا۔ گویا خود وہ خرچہ بعینہٖ شرمندگی بن جائیگا۔ ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ (پھر مغلوب ہو جائیں گے) انجام کار۔ یہ نبوت کی پیشینگوئی ہے۔ کیوں کہ وقوع سے پہلے اطلاع دی اور ایسا ہو کر رہا۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا (اور کافر لوگ) جو ان میں کافر ہیں۔ اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ (جہنم کی طرف ہنکا

کرلیجائے جائیں گے) کیونکہ ان میں بعض ایمان لائے اور اسلام پر پختہ رہے۔

مؤمن وکافر میں امتیاز ہوگا:

آیت ۳۷: لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ (تا کہ اللہ ناپاک کو الگ کر دے) خبیث کفار کا گروپ مِنَ الطَّيِّبِ (پاک سے) ایمان والوں کی جماعت۔

نحو : لِيَمِيْزَ کا لام يُحْشَرُوْنَ سے متعلق ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے لِيُمَيِّزَ پڑھا ہے۔ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ (اور ملا دے ناپاکوں کو) خبیث گروہ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا (ایک دوسرے سے ان سب کو جمع کر دے) پس ان کو جمع کرے گا۔ فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ (پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے) فریق خبیث کو اُولٰٓئِكَ (ایسے لوگ) یہ اشارہ فریق خبیث کی طرف ہے۔ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی پورے خسارے میں ہیں) اپنے نفوس واحوال کو خسارہ میں ڈالنے والے ہیں۔

کفار کو عداوتِ رسول ترک کرنے کی دعوت:

آیت ۳۸: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (آپ کافروں سے کہہ دیں) یعنی ابوسفیان اور ان کے ساتھی اِنْ يَّنْتَهُوْا (اگر یہ لوگ باز آ جائیں) رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور آپ کے ساتھ قتال سے باز آ کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے) ان کی تمام عداوت وَاِنْ يَّعُوْدُوْا (اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے) آپ کے ساتھ لڑائی کی طرف۔ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (تو گزشتہ کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے) نمبر۱: دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب دیکر نمبر۲۔ جب کفار کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں تو ان کے کفر ومعاصی کو بخش دیا جائے گا۔

مَسْئَلَہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا کہ جب مرتد دوبارہ اسلام لے آئے تو متروکہ عبادات کی قضاء اس پر لازم نہیں آتی۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے سو اگر وہ باز آ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ

تو بیشک اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین جانو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے

نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

وہ اچھا مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔

فسادِ اعتقاد تک لڑو:

آیت ۳۹: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے) جس وقت تک ان میں شرک نہ پایا جائے۔ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) ہر دین باطل مضمحل ہو جائے اور فقط دین اسلام باقی رہ جائے۔ فَاِنِ انْتَهَوْا (پھر اگر یہ باز آ جائیں) کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں) ان کو اسلام پر ثواب دے گا۔

اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کارسازی پر اعتماد کرو:

آیت ۴۰: وَاِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر وہ روگردانی کریں) ایمان سے اعراض کریں اور کفر سے باز نہ آئیں فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ (تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے) تمہارا مددگار و معین ہے پس اس کی ولایت و نصرت پر پختہ یقین کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى (وہ بہت ہی اچھا حامی ہے) جو اس سے دوستی کرتا ہے اس کو وہ ضائع نہیں کرتا وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (اور بہت اچھا مددگار ہے) جس کی وہ مدد کرے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

الجزء ۱۰

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مالِ غنیمت سے ملے سو بلاشبہ اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قرابت والوں کے لئے

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی

اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے' اگر تم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم نے

عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

نازل کی اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز بھڑ گئی تھیں دونوں جماعتیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تقسیم غنائم:

آیت ۴۱: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ (اور اس بات کو جان لو کہ جو بطور غنیمت تم کو حاصل ہو) **نحو**: مَا الذی کے معنی میں ہے اس کو الگ لکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ما، کافہ بن جائے گا۔ غنمتم اس کا صلہ ہے اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذی غنمتموہ ۔ مِّنْ شَیْءٍ (یعنی کوئی چیز) یہ اس کا بیان ہے۔ کہا گیا کہ دھاگہ اور سوئی تھی۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے) **نحو**: فا اس لئے لائے کہ الذی میں مجازات کا معنی ہے۔ یہ فقرہ محل رفع میں ہے خواہ مبتدائے محذوف کی خبر مانیں تقدیر عبارت یہ ہے فالحکم ان للّٰہ خمسہ پس حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (اور رسول کا ہے۔ اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور مسکینوں کا ہے اور مسافروں کا ہے) خمس، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ نمبر۱: رسول اللہ ﷺ کا حصہ۔ نمبر۲۔ قرابت والوں کا حصہ جو بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب میں سے تھے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہیں ملتا تھا۔ وہ نصرت دینی کی وجہ سے اس کے مستحق ہوئے۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم کا واقعہ آتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی السنن والدلائل) نمبر۳۔ تین حصے یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل کیلئے۔

للہ وللرسول کا مطلب:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہوگیا۔ اسی طرح قرابت والوں کا حصہ۔ البتہ ان کو فقر کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ان کے مالداروں کو نہ دیا جائے گا۔ یتیموں، مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اس کے چھ حصے ہونگے۔ نمبر۱-۲۔ للہ والرسول دو حصے نمبر۳۔ ایک حصہ اقارب رسول ﷺ آپ ﷺ کی وفات تک اور تین یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد والے خلفاء رضی اللہ عنہم نے تین حصوں پر تقسیم کیا۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ط

جبکہ تم قریب والے کنارے پر تھے اور وہ لوگ دور والے کنارے پر' اور قافلے والے تم سے نیچے کی طرف تھے

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ لا وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ

اور اگر تم آپس میں وعدہ کر لیتے تو تم میعاد کے بارے میں اختلاف کر لیتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے

مَفْعُوْلًا ۵ لا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ط وَ

جو ہو جانے والا تھا' تاکہ جو شخص ہلاک ہو حجت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو' اور جو شخص زندہ رہے وہ حجت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۴۲ لا اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ط وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ

بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے' جبکہ اللہ ان کو آپ کے خواب میں کم دکھا رہا تھا' اور اگر وہ تمہیں ان کی تعداد

كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس امر میں باہمی تم میں نزاع ہو جاتا لیکن اللہ نے بچا لیا۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ

خوب جاننے والا ہے' اور جبکہ تم باہم مقابل ہوئے وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا

ع ٥ ٧ ١ فِىْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴۴ ع

اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کا وجود میں آنا مقرر ہو چکا تھا' اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

للہ وللرسول کا معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جیسا اس ارشاد میں : وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ:۶۲) اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو) تو اس تقسیم کو جان لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ ایمان حکم کے ساتھ رضامندی کو لازم کرتا اور عمل علم کے ساتھ رضامندی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل فرمایا تھا) **نحو** : یہ باللہ پر معطوف ہے یعنی ان کنتم آمنتم باللّٰہ و بالمنزل ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور نازل شدہ وحی پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر بدر کے دن اتاری۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں) مسلمانوں اور کافروں کے لشکر۔ مراد اس سے جو اس دن نشانیاں اتاریں اور فرشتے اور فتح۔

نحو : یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ ہر شئی پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وہ قدرت رکھتا ہے کہ قلیل کو کثیر پر غلبہ دے جیسا بدر کے دن کیا۔

غزوۂ بدر کا ذکر:

آیت ۴۲: اِذْ اَنْتُمْ (اور وہ وقت تھا کہ جب تم) یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ یا نمبر۲۔ اذکروا کا مفعول ہے ای اذکروا اذانتم۔ بِالْعُدْوَةِ (میدان کے کنارے پر تھے) وادی کا کنارہ

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے العِدْوَةِ پڑھا ہے۔ الدُّنْيَا (قریب والے) مدینہ والی جانب۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى (اور وہ لوگ اس میدان کے دور والے کنارہ پر تھے) مدینہ سے دور والا کنارا قصویٰ اقصیٰ کی مؤنث ہے۔ یہ دونوں فُعْلٰی کے وزن پر ہیں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ واؤ کو یا سے بدل دیا جائے جیسا کہ عُلیا جو اعلیٰ کی مؤنث ہے۔ البتہ یہ القود کی طرح اصل پر ہے۔ وَالرَّكْبُ (اور قافلہ) یہ جمع راکب ہے۔ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (تم سے نشیب کی طرف تھا) یہ معنی کے لحاظ سے ظرف ہے۔ ای مکانا اسفل من مکانکم۔ یعنی تین میل اسفل وادی میں۔ یہ محلاً مرفوع ہے کیونکہ مبتداء کی خبر ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ (اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہرا لیتے) تم اور اہل مکہ آپس میں لڑائی کا وقت طے کر لیتے لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ (تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا) ایک دوسرے سے وعدہ میں پس و پیش کرتے تمہاری قلت اور ان کی کثرت ،وعدہ پر رہنے سے روک دیتی اور ان کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب لڑائی سے رکاوٹ ڈال دیتا۔ لڑائی کا اتفاق نہ ہوتا۔ جو اللہ کے اسباب جنگ پیدا کرنے سے ہوگیا۔ وَلٰكِنْ (اور لیکن) اس نے بلا میعاد تمہیں اور انہیں جمع کر دیا۔

اعزازِ دین کا فیصلہ:

لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (تا کہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے) نمبرا۔ اپنے دین کا اعزاز اور اپنے کلمہ کی بلندی نمبر۲۔ لام کا تعلق محذوف سے ہے یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پورا کرے جس کے لئے ہونا مناسب تھا۔ اور وہ اپنے دوستوں کی مدد اور اس کے بعد دشمنوں کی مغلوبیت شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا۔ نمبرا: قضاء کے لفظ میں حکم کا احتمال ہے۔ تا کہ وہ فیصلہ کر دے۔ جس کا ہونا اس کے علم میں تھا۔ نمبر۲۔ تا کہ وہ اس کام کو پورا کرے جس کا ارادہ فرمایا اور جس کا ارادہ اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر رہے گا وہ اسلام و مسلمانوں کی عزت اور کفر اور کفار کی ذلت لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ ۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰي مَنْ حَيَّ عَنْ ۢ بَيِّنَةٍ (تا کہ جس کو برباد ہونا ہے واضح دلیل آنے کے بعد برباد ہو۔ اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ واضح نشان کے بعد زندہ ہو) یہ لیقضی سے متعلق ہے۔

قراءت: نافع اور ابوعمرو نے حَيِّي پڑھا ہے۔ ادغام ،التقائے مثلین کی وجہ سے ہے۔ اور اظہار اس لئے ہے کہ حرکت ثانی غیر لازم ہے۔ مضارع اس کا یہ ہے۔ یحیا۔ زیادہ استعمال ادغام کے ساتھ ہے۔ ہلاک اور حیات کے الفاظ کفر و اسلام کے متعلق بطور استعارہ استعمال کئے گئے۔ مطلب یہ ہے تا کہ کافر کا کفر حق کے واضح ہونے کے بعد کسی اشتباہ کی بناء پر نہ ہو۔ کل اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی الزام باقی نہ رہ جائے۔ اور تا کہ اسلام کو سچا دین سمجھ کر یقین سے قبول کریں۔ جو اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا چاہتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بدر کا واقعہ ان واضح نشانات میں سے ہے کہ اس کے بعد کفر کرنے والا مکابرہ اور محض مغالطہ میں پڑنے والا ہے۔

اس لئے اس میں فریقین کے مراکز ذکر کر دیے۔ کہ قافلہ تم سے پچھلی جانب ساحل سمندر پر جا رہا تھا۔ باوجودیکہ ان کے عمل ومشاہدہ میں یہ بات آچکی تھی۔ دوسروں کو اس سے یہ سمجھایا کہ نصرت وغلبہ کثرت واسباب سے نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔ وہ اس طرح کہ دور والا کنارہ جہاں مشرکین نے پڑاؤ ڈالا وہاں پانی میسر، مناسب زمین اور نزدیکی کنارہ کے پاس والی زمین نرم جس میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اور بڑی مشقت سے اس میں چلا جاتا۔ اُدھر قافلہ کثیر تعداد مسلح دشمن کے عقب میں تھا۔ اِدھر مسلمان کمزور، قلیل التعداد۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کے اقوال کو عَلِيْمٌ (جاننے والا ہے) کافروں کے کفر اور ان کی سزا اور مؤمنوں کے ایمان اور بدلے کو۔

خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی گئی:

آیت ۴۳: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ (اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے آپ کو دکھائے وہ لوگ) نحو: یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ سمیع علیم کے متعلق ہے یعنی وہ مصالح کو جانتے ہیں۔ جبکہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر دیا۔ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا (آپ کے خواب میں کم تعداد میں) تمہارے خواب میں واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تعداد خواب میں بہت کم دکھائی۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو خبر دی۔ اس سے ان کے دلوں میں دشمن کے خلاف حوصلہ پیدا ہوا۔ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ (اور اگر آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تم ہمت ہار جاتے) تم بزدل ہو جاتے اور تمہارے قدم اکھڑ جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ (اور اس معاملے میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا) لڑائی کے معاملہ میں اور ثابت قدمی اور فرار میں متردد ہو جاتے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا) اور بزدلی سے سلامتی کا احسان فرمایا اور تنازع اور اختلاف سے بچالیا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے) وہ جانتا ہے جس میں عنقریب بزدلی، جرأت اور صبر وگھبراہٹ ظاہر ہوگی۔

کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے:

آیت ۴۴: وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ (اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کو دکھلا رہا تھا) دونوں ضمیریں مفعول کی ہیں یعنی تمہیں وہ دکھا رہا تھا۔ اِذِ الْتَقَيْتُمْ (جب کہ تم مقابل ہوئے) دشمن سے ملاقات کے وقت فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (تمہاری نظر میں تھوڑے) یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کفار کو مسلمانوں کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تصدیق ہو جائے۔ اور صحابہ آنکھوں سے خبر کو دیکھ کر خوب کوشش کریں۔ اور ثابت قدم رہیں اور ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہماری آنکھوں میں اتنے قلیل نظر آئے کہ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے آدمی کو کہا کیا تیرے خیال میں ان کی تعداد ستر ہے۔ اس نے کہا ایک سو ہونگے حالانکہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ (اور تم کو ان کی نگاہ میں کم کر کے دکھلا رہا تھا) یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا وہ تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی آنکھوں میں لڑائی سے پہلے قلیل تعداد میں دکھلایا۔ پھر بعد میں زیادہ تعداد میں دکھایا۔ تا کہ وہ ان پر بے پرواہ ہو کر حملہ آور ہوں۔ پھر اچانک انکو کثرت دکھا دی جائے تا کہ حیران وششدر رہ جائیں اور خوفزدہ ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو

لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۴۵ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ' اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے

وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ' اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے ' اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے تھے

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۴۷

اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَسْئَلَه: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کثیر کو قلیل دیکھیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کسی پردے سے ڈھانپ دے۔ یا ان کی آنکھوں میں ایسی چیز پیدا کر دی جائے جس سے کثیر کو قلیل سمجھیں۔ جیسے بھینگے کی آنکھ میں پیش آتا ہے۔ کہ وہ ایک کی دو دیکھتا ہے۔

نکتہ: ایک آدمی نے بھینگے کو کہا کہ بھینگے کو ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور اس کے سامنے ایک مرغا تھا۔ تو بھینگا صاحب کہنے لگا وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ پھر تو مجھے تو یہ دو مرغ چار نظر آنے چاہئیں۔ کیونکہ

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے) پس وہ اس میں فیصلہ کرے گا جو وہ چاہتا ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم:

آیت ۴۵: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً (اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے) جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو۔ فئة کی صفت کو چھوڑ دیا کیونکہ مسلمانوں کی لڑائی ہی کفار سے ہوتی ہے۔ اللقاء یہ تغلبا لڑائی کا نام ہے۔ فَاثْبُتُوْا (تو ثابت قدم رہو) ان سے لڑائی کیلئے اور مت بھاگو۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو) لڑائی کے مقامات میں اس کے ذکر سے پشت پناہی اور مدد طلب کرنے والے ہو۔ اور دشمن کے خلاف اس کو پکارنے والے ہو۔ اللّٰھم اخذلھم اللّٰھم اقطع دابرھم اے اللہ ان کو رسوا کر ان کی جڑ کاٹ دے۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(امید ہے کہ تم کامیاب ہو) تاکہ تم اپنی مراد پالو۔یعنی کامیابی اور ثواب۔

مَسْئَلَه :اس میں بتلا دیا کہ بندے کیلئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی سست نہ پڑے خواہ اس کا دل کتنا مشغول ہو۔خواہ اس پر کتنا غم سوار ہو۔اس کی یاد میں اس کا دل جما ہوا ہونا چاہیئے ۔خواہ دوسرے سے پراگندہ ہو۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو:

آیت ۴۶: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو) جہاد کے حکم اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی وغیرہ میں۔وَلَا تَنَا زَعُوْا فَتَفْشَلُوْا (اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے) پس تم بزدل ہو جاؤ گے۔یہ اَنْ مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کے لئے دلیل وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ہے۔یعنی تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔رعب جاتا رہے گا جیسا کہتے ہیں ھبت ریاح فلان ای دالت له الدولة و نفذ امره۔ اس کا حکم چلتا ہے۔ بزدلی کے اثر و نفوذ کو ہوا اور اس کے چلنے سے تشبیہ دی۔ایک قول یہ ہے کہ مدد بالکل نہ تھی مگر ایک ہوا کے ذریعے جس کو اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے۔حدیث شریف میں فرمایا۔نصرت بالصباء واُهلكتُ عاد بالدبور۔میری مدد صبح کی ہوا سے کی گئی اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا۔ وَاصْبِرُوْا (اور صبر کرو) دشمن کے ساتھ قتال میں ثابت قدم رہو۔اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اللہ تعالیٰ انکا مددگار اور معین ہے اور ان کی محافظت کرنے والا ہے۔

لشکر ابوجہل کا حال:

آیت ۴۷: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ (اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے) وہ اہل مکہ ہیں جو قافلے کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے۔ابو سفیان کا قاصد ان کو آملا اور کہنے لگا۔تم واپس لوٹ چلو۔تمہارا قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ابوجہل نے انکار کیا اور کہا ہم تو بدر تک جائیں گے۔وہاں شراب کے جام انڈیلیں گے اور اونٹ ذبح کر کے انکا گوشت اڑائیں گے۔اور ناچ رنگ کی محفلیں منعقد کریں گے اور عرب سرداروں کی دعوت کریں گے اسی کو بطر فرمایا اور رِئَآء لوگوں کو کھانا کھلانا تھا۔مگر اس کی بجائے ان کو موت کا جام پینا پڑا اور راگ رنگ کی محافل کی بجائے ماتم کی محفلیں قائم ہوئیں۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی طرح بطر، طرب اور اپنے اعمال میں ریاکاری سے منع کیا۔ان کو تقویٰ کا دامن ہاتھ میں لینا چاہیے۔اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدہ اور دکھ زدہ رہ کر اپنے تمام اعمال میں اخلاص برتنا چاہیے۔البطر کثرت نعمت و مال شکر سے غافل کر دے۔وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے) دین اللہ۔وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے) جاننے والا ہے۔اور یہ وعید ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جب شیطان نے ان کو اعمال خوشنما کر کے دکھائے　اور اس نے یوں کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی بھی غلبہ پانے والا نہیں ہے

وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ

اور میں تمہاری حمایت کرنے والا ہوں　پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگ نکلا　اور اس نے کہا کہ بلاشبہ میں تم سے بری

مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ۶ ع ۲

ہوں بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ' بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں　اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

تزیین شیطانی:

آیت ۴۸: وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ (اور اس وقت کا ان سے ذکر کرو جب کہ شیطان نے ان کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں) اذکروا۔ اس وقت کو یاد کرو جب شیطان نے ان کے لئے اعمال کو مزین کر دیا۔ وہ اعمال جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں کئے تھے۔ اور ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بالکل مغلوب نہ ہونگے۔ غالب یہ مبنی بالفتح ہے جیسے لا رجل لکم موضع رفع میں لا کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا غالب کائن لکم کوئی غالب تم پر ہونے والا نہیں۔ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ (اور میں تمہارا حامی ہوں) میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ اس نے ان کے وہم میں بات ڈالی کہ شیطان کی اطاعت ایسی چیز ہے جو ان کو پناہ دے گی۔ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ (جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں) جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں۔ نَكَصَ (وہ بھاگ گیا) شیطان بھاگ گیا عَلٰى عَقِبَيْهِ (الٹے پاؤں) ایڑیوں کے بل۔ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ (اور کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں) میں نے تمہیں جو امان کی ضمانت دی تھی اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے شیاطین کے ساتھ جھنڈا لے کر آیا۔ جب ملائکہ کو اترتے دیکھا تو الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اس کو کہا کیا تو ہم سے اس حالت میں علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ (میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں) یعنی ملائکہ کو۔ کفار کو شکست ہوئی۔ جب مکہ پہنچے تو کہنے لگے لوگوں کو سراقہ نے شکست دلوائی ہے۔ جب سراقہ کو یہ بات پہنچی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تمہارے جانے کا بھی علم نہیں۔ البتہ تمہاری شکست کا علم ہوا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو علم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ (میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں) اس کی سزا سے۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے)

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے گھمنڈ میں ڈال دیا

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى

اور جو کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو بلاشبہ اللہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے ۔ اور اگر آپ دیکھیں

اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

جبکہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر

وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ

مارتے جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھ لو۔ یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بلاشبہ

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی حالت تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا سو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا بے شک اللہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

منافقین کا ڈھنڈورا:

آیت ۴۹: اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین کہتے تھے) مدینہ میں۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی) نمبرا: یہ منافقین کی صفت ہے۔ نمبر۲۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک کنارے پر تھے۔ اسلام میں ثابت قدم نہ تھے۔ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ (ان کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے) اس سے مراد وہ مسلمان تھے جنکو ان کے دین نے دھوکہ میں مبتلا کیا کہ ایک ہزار کے مقابلہ میں تین سو سے کچھ اوپر مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ پھر ان کو جواباً کہا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں قلیل و کمزور کو طاقتور و کثیر پر مسلط کر سکتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دوست و دشمن میں برابری نہیں کرتا۔

منافقین کی حالتِ مرگ:

آیت ۵۰: وَلَوْ تَرٰٓی (اور اگر دیکھیں) اگر تم مشاہدہ کرتے اور آنکھوں سے دیکھتے۔ لَوْ مضارع کو ماضی کی طرف بدل ڈالتا ہے۔ جیسا اِنْ ماضی کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اذ یہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا (جبکہ ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں) ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ (فرشتے ان کے منہ پر مارتے ہیں) نَحو : نمبرا: ملائکہ فاعل ہے اور یضربون حال ہے۔ وجوھھم ان کے چہروں پر مارتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ وَ اَدْبَارَھُمْ (اور ان کی پشتوں پر) ان کی پشتوں اور سرینوں پر جب وہ واپس مڑتے ہیں۔ نمبر۲۔ ان کے چہروں پر جب وہ آگے بڑھتے ہیں اور پشتوں پر جب وہ شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔

نَحو : یہ بھی کہا گیا کہ یتوفی کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور الملائکہ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور یضربون اسکی خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ کفار اس بات کے مستحق نہیں کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ ان کو موت دے۔ اس کی دلیل ابن عامر کی قراءت ہے تتوفی۔ تا کے ساتھ۔ جب صیغہ مؤنث کا ہوا تو فاعل ملائکہ بنے گا۔ وَذُوْقُوْا (اور تم چکھو) ان کو کہتے ہیں۔

نَحو : اس کا عطف یضربون پر ہے۔ لو کا جواب محذوف ہے لرأیت امرًا فظیعًا، عَذَابَ الْحَرِیْقِ (آگ کی سزا) نمبرا۔ آگ کے عذاب کا مقدمہ (کفر پر موت) نمبر۲۔ ذوقوا سے آخرت کے عذاب کی بشارت ہے۔ نمبر۳۔ قیامت کو انہیں سزا دیتے وقت یہ کہا جائے گا۔ ذوقوا۔

آیت ۵۱: ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ (یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں) یعنی کمایا اس آیت میں جبریہ فرقہ کی تردید ہے۔ نمبرا۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ نمبر۲۔ یہ ملائکہ کا قول ہے۔

نَحو : ذٰلک مبتداء، بما قدمت اس کی خبر ہے وَاَنَّ اللّٰہَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ) اس کا معطوف ہے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ یعنی یہ عذاب دو وجہ سے ہے۔ نمبرا۔ کفر و معاصی کی وجہ سے نمبر۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والے نہیں۔ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) کیونکہ کفار کو سزا دینا عین عدل ہے۔ ظلاّم: نمبرا: انواع ظلم کی نفی کے لئے لائے۔ نمبر۲: تکثیر کا صیغہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے استعمال فرمایا۔

ان کا حال آلِ فرعون جیسا ہے:

آیت ۵۲: کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی دأب ھولاء کداب ال فرعون۔ دابھم انکا وہ عمل اور عادت جس پر مداومت کرنے والے تھے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (اور جیسے ان سے پہلے لوگوں کی حالت تھی) نمبرا۔ قریش سے پہلے نمبر۲۔ آل فرعون سے پہلے۔ کَفَرُوْا (انہوں نے انکار کیا) یہ داب آل فرعون کی تفسیر ہے۔ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (اللہ کی آیات کا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے سخت سزا دینے والے ہیں) مطلب یہ ہے یہ لوگ تکذیب میں ان کی عادت پر چلے ہم نے ان کے بعد انکا نمبر لگا دیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ کسی نعمت کا بدلنے والا نہیں جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے ذاتی اعمال کو نہ بدل دیں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا

اور بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

رب کی آیات کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا اور یہ سب ظالم تھے'

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ ۖۚ

بیشک زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

نعمت' نقمت سے اعمال کے بدلنے پر بدلتی ہے:

آیت ۵۳: ذٰلِكَ (یہ بات) یہ عذاب یا انتقام بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطاء فرمائی ہو، نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والا معاملہ اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہیں بدل لیتے۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ مشرکین مکہ اور آل فرعون کا پہلے بھی طرز عمل ایسا نہ تھا کہ پھر اس کو انہوں نے ناراضگی میں بدلا بلکہ بات یہ ہے کہ ناراضگی والی حالت بھی زیادہ اور شدید ترین ناراضگی کی طرف بدلی جا سکتی ہے اور جاتی ہے۔ چنانچہ غور کرو کفار مکہ بعثت سے قبل بت پرست تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر آیات دیکر بھیج دیا۔ تو انہوں نے اس کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اس کا خون بہانے کی کوشش کی اس طرح انہوں نے اپنی بری حالت کو بدترین حالت میں بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مہلت کے قانون کو عجلت سے بدل دیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے ہیں) ان باتوں کو جو رسولوں کی تکذیب کرنے والے کہتے ہیں۔ عَلِيْمٌ (بڑے جاننے والے ہیں) ان کے افعال کو جاننے والے ہیں۔

ہلاکت میں آلِ فرعون کی طرح ہیں:

آیت ۵۴: كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) نمبر ۱۔ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر ۲۔ پہلی مرتبہ بلا وضاحت گناہ کی بناء پر پکڑنا ذکر کیا اور یہاں اس کی وضاحت اہلاک واستیصال سے کر دی۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ (اور ان سے پہلے والوں جیسی حالت ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا) اور بآیات ربھم لا کر واضح کر دیا کہ خاص طور پر اس نعمت کو ٹھکرایا۔ اور حق کا انکار کیا۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (اور اس پر ہم نے ان کو ان کے

اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ

سو اگر آپ ان کو جنگ میں پالیں تو ان کے ذریعہ ان لوگوں کو منتشر کر دیجئے جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور اگر آپ کو کسی قوم سے

مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ ع

خیانت کا اندیشہ ہو تو ان سے جو عہد آپ نے کیا ہے وہ ان کی طرف پھینک دیجئے تاکہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا) سمندر میں وَ كُلٌّ (وہ سب) ڈوبنے والے قبطی اور مقتول قریشی كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (ظالم تھے) اپنے نفسوں پر کفر و معاصی سے ظلم کر رہے تھے۔

یہ کفر پر مصر ہیں:

آیت ۵۵: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (بلاشبہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے) انہوں نے کفر پر اصرار کیا ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔

معاہدہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو:

آیت ۵۶: اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ (جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں) یہ الذین کفروا سے بدل ہے یعنی الذین عاهد تهم من الذین کفروا وہ کافر لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ کفار کو بدترین جاندار قرار دیا۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے بدتر کافر ہیں۔ اور کافروں میں شدید ترین وہ ہیں جو اپنے وعدوں کو توڑنے والے اور کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ (پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں) ہر معاہدہ میں وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ (اور وہ ڈرتے نہیں) دھوکے کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اس میں جو عار اور آئندہ نتیجہ میں جو نار ہے اس سے نہیں ڈرتے۔

آیت ۵۷: فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ (پس اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پالیں) جب آپ کا ان سے سامنا ہو جائے اور ان پر کامیابی پالو۔ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ (تو ان کے ذریعہ پچھلے لوگوں کو منتشر کر دو) اپنی لڑائی اور قتل سے ان کو اس طرح منتشر کر دو کہ ان کے پچھلے کافروں کو بھی عبرت ہو تاکہ وہ آئندہ جرأت نہ کریں اور ان سے عبرت حاصل کر لیں۔ زجاج کہتے ہیں۔ ان سے ایسا سلوک کرو جس سے ان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے اور ان کے علاوہ بھی ان سے منتشر کر دو۔ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ (تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں) شاید کہ منتشر ہونے والے نصیحت حاصل کر لیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ

اور کافر لوگ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ آگے بڑھ کر بچ نکلے۔ وہ لوگ عاجز نہیں کر سکیں گے' اور ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کرو

مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ

اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو' تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

خطرۂ خیانت سے معاہدہ واپس کر دو:

آیت ۵۸: وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ (اور اگر آپ کو کسی قوم سے) معاہدہ والے۔ خِيَانَةً (خیانت کا) نشانات سے معاہدہ توڑنا معلوم ہو رہا ہو۔ فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ (تو ان کا عہد ان کو اسی طرح واپس کر دیں) انکا عہد ان کی طرف پھینک دو واپس کر دو۔ عَلٰى سَوَآءٍ (کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں) تا کہ تمہیں اور انہیں برابر نقض عہد کا علم ہو جائے۔ یہ نابذ اور منبوذ سے حال ہے۔ ای حاصلین علی استواء فی العلم دونوں کو برابر علم ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) وعدہ توڑنے والے کو۔

کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے:

آیت ۵۹: وَلَا يَحْسَبَنَّ (اور اپنے متعلق یہ خیال نہ کریں) قراءت: شامی، حمزہ، یزید، حفص نے يَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ ابو بکر نے تَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تَحْسِبَنَّ سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا (کافر کہ وہ بچ گئے) نکل گئے اور قابو میں نہیں آئے۔ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ (یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے) وہ بچ کر نہیں نکل سکتے اور ڈھونڈنے والے کو عاجز بھی نہیں کر سکتے۔

قراءت: شامی نے اَنَّهُمْ پڑھا ہے۔ ای لانهم ہمزہ مکسورہ ہو یا مفتوحہ دونوں ہی تعلیل کیلئے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مکسورہ مستانفہ ہو کر تعلیلیہ ہے اور مفتوحہ صراحۃً تعلیلیہ ہے۔ اور جنہوں نے تا سے پڑھا تو انہوں نے الذین کفروا کو مفعول اول اور سبقوا کو مفعول ثانی بنایا ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے الذین کفروا کو فاعل قرار دیا اور سبقوا کو مفعول۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَنْ سَبَقُوْا۔ اَنْ کو حذف کر دیا اور یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے ای انهم سبقوا تو یہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔

نمبر۳۔فاعل مضمر ہے ای ولا یحسبن محمدالکافرین سابقین ہرگز محمد ﷺ کافروں کو ہم سے سبقت کرنے والے گمان نہ کریں۔
بعض لوگوں نے حمزہ کو اس قراءت میں متفرد قرار دیا مگر انکا قول محل نظر ہے۔جیسا کہ ہم واضح کر چکے۔زہری سے روایت ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شکست کھانے کے بعد بچ گئے۔

کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو:

آیت ٦٠ : وَاَعِدُّوْا (اور تم سامان درست رکھو) اے ایمان والو! لَهُمْ (ان کافروں کیلئے) وعدہ خلافوں کیلئے یا تمام کفار کیلئے مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے) ہر وہ چیز جس سے لڑائی میں مدد مل سکتی ہے۔حدیث میں ہے الا ان القوة الرمی آپ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد قلعے ہیں۔وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (اور پلے ہوئے گھوڑوں سے) یہ ان گھوڑوں کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھے جاتے ہیں۔نمبر۲۔رباط جمع ہے ربیط کی جیسے فصیل و فصال۔گھوڑوں کو قوت کیلئے اسی طرح خاص کیا۔ جیسے جبرائیل اور میکائیل کو ملائکہ میں سے وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ (البقرہ:۹۸) تُرْهِبُوْنَ بِهٖ (اس کے ذریعہ تم رعب جمائے رکھو) جس حد تک تم طاقت رکھتے ہو۔عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر) یعنی اہل مکہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (اوران کے علاوہ دوسرے دشمنوں پر بھی) ان کے علاوہ اور وہ یہود یا منافقین یا اہل فارس یا کفار جن کا ذکر حدیث میں ہے ان الشیطان لا یقرب صاحب فرس۔شیطان صاحب فرس کے قریب نہیں آتا۔ولا دارًا فیها فرس عتیق نہ وہ گھر جس میں آزاد گھوڑا ہو۔(قال ابن حجر لم اجدہ) روایت میں ہے کہ گھوڑے کا ہنہنانا جنات کو ڈراتا ہے۔(اس کی بھی اصل نہیں ملی) لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ (جن کو تم نہیں جانتے) تم ان کو معین طور پر نہیں پہچانتے ہو۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ (اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے) وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا) اس کی وافر جزاء تمہیں ملے گی۔وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا) جزاء میں کمی نہ کی جائے گی بلکہ پوری دے دی جائے گی۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے'

وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بیشک اللہ آپ کو کافی ہے' اللہ وہی ہے جس نے اپنی مدد کے ساتھ اور اہل ایمان کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ

آپ کو قوت دی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ اگر آپ سب کچھ خرچ کر دیتے جو زمین میں ہے تب بھی آپ ان کے دلوں میں

بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ

الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا فرمائی بے شک وہ غلبہ والا ہے اے نبی! آپ کو اللہ

۸ ع ۴ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

کافی ہے اور وہ مومن بندے جنہوں نے آپ کا اتباع کیا۔

آیت ۶۱: وَاِنْ جَنَحُوْا (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں) مائل ہوں۔ جنح کا صلہ لام ہو یا الٰی اسکا معنی مائل ہونا آتا ہے۔ لِلسَّلْمِ صلح کیلئے
قراءت: ابوبکر نے سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ سلم یہ مؤنث ہے اس کی ضد بھی تانیث ہے اور وہ الحرب کا لفظ ہے۔ فَاجْنَحْ لَهَا (تو آپ بھی جھک جائیں) تو ان کی طرف مائل ہو۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور اللہ پر بھروسہ کریں) اور ان کے باطن میں مکر ہو کہ مائل ہو کر دھوکہ کریں گے تو پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور ان کے مکر سے بچانے والا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) وہ آپ کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے احوال کو جاننے والا ہے۔

آیت ۶۲: وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ (اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں) وہ مکر کریں گے اور دھوکہ دیں گے۔ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ، (اللہ آپ کو کافی ہے) اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ (وہ وہی ہے جس نے آپ کو قوت دی) بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے) تمام ایمان والوں سے یا انصار کے ذریعہ

اوس وخزرج میں الفت کا امتنان:

آیت ۶۳: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا) ایک سو بیس سال سے جنگی دشمنی تھی ان اوس وخزرج کے دِلوں میں اُلفت ڈال دی۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

اے نبی آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے بیس افراد ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ

تو دو سو پر غالب ہو جائیں گے ' اور اگر تم میں سے سو افراد ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑮ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے جان لیا کہ بے شک تمہارے اندر کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سے

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ

ثابت قدم رہنے والے سو افراد ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آ ئیں گے ' اور اگر تم میں سے ایک ہزار افراد ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور

اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ⑯

اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے) ان کی عداوت اس مقام تک پہنچ چکی تھی ۔ اگر کوئی خرچ کرنے والا ان کی عداوت کو مٹانے کیلئے زمین کے تمام مال بھی خرچ کر ڈالتا پھر بھی عداوت کو الفت سے نہ بدل سکتا تھا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم الفت ڈال دی) اپنے فضل ورحمت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی قوت جمع کر دی۔ ان میں محبت و الفت پیدا کر دی اور باہمی بغض و عداوت دور کر دی۔ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ (بیشک وہ زبردست ہیں) آپ کو دھوکہ دینے والوں کو مغلوب کر دے گا۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) آپ کے پیروی مدد کرے گا۔

اللہ کی مدد اور مؤمنوں کا تعاون کافی ہے:

آیت ٦٤: يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں) واؤ بمعنی مع ہے۔ نمبر ا۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے پیروکار مؤمنین کی مدد کیلئے کافی ہے۔ نمبر ۲۔ اور محل رفع میں بھی جائز ہے۔ ای كفاك الله و كفاك المؤمنون تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے مددگار ہونے کے لحاظ سے اور مؤمن کافی معاون ہونے کے اعتبار سے ۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تینتیس مرد اور چھ عورتیں ایمان لائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ آیت اتری۔

ترغیب قتال کا حکم:

آیت ٦٥: يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (اے پیغمبر! آپ مؤمنین کو قتال کی ترغیب دیں) التحریض

لڑائی کے معاملے پر آمادگی میں مبالغہ کرنا۔ الحرض جس کو مرض اتنا کمزور بنا دے کہ وہ موت کو جھانکنے لگے۔ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو وہ دوسو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہونگے تو ایک ہزار کفار پر غالب آ جائیں گے) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے۔ کہ اگر مومنوں کی جماعت لڑائی میں جمی رہے گی تو اپنے سے دس گنا کفار پر غالب ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے) اس وجہ سے کہ کفار جاہل ہیں بغیر ثواب اور طلب ثواب کے وہ حیوانات کی طرح لڑتے ہیں۔ اس سے ان کی ثابت قدمی کم ہے جہالت کی وجہ سے وہ نصرت الٰہی سے محروم ہیں۔ برخلاف اس کے جو بصیرت کے ساتھ لڑنے والا ہو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا امیدوار ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان پر لازم تھا کہ وہ نہ بھاگیں گے اور ایک دس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے گا۔ جب یہ گراں گزرا تو اس حکم کو منسوخ کر کے تخفیف کر دی کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

تخفیف حکم :

آیت ۶۶ : اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا (اب اللہ تعالیٰ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ تمہارے اندر طاقت کم ہے) ضعفا حمزہ و عاصم نے پڑھا۔ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ (پس اب اگر تم میں سے جم کر لڑنے والے سو ہونگے) کوفی نے یَكُنْ، یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ بصری نے پہلے میں اس کی موافقت کی۔ مراد اس سے ضعف فی البدن ہے۔ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار صابر ہونگے تو وہ دو ہزار دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں) اپنے سے دوگنا جماعت کے ساتھ مقابلہ کو تخفیف سے قبل اور بعد دوبارہ ذکر کیا تا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ قلت و کثرت کے باوجود حالت میں فرق نہیں ہوتا کیونکہ حالت کبھی بیس اور دوسو اور سو اور ہزار کے مقابلے میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح سو اور دوسو اور ایک ہزار اور دو ہزار کے مابین مقابلہ میں بھی مختلف ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی موجود رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے' تم دنیا کا سامان

الدُّنْيَا ۖۗ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ

چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے' اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے مقدر نہ

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ

ہو چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم کو بڑا عذاب پہنچ جاتا' سو کھاؤ اس میں سے جو تمہیں بطور غنیمت کے مل گیا حلال پاکیزہ ہونے کی حالت میں'

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع ۵

اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسیرانِ بدر کا مسئلہ اور اختلاف رائے:

آیت ۶۷: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ (نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کے لائق نہیں) نہ صحیح ہے اور نہ مناسب ہے۔ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى (کہ ان کے قیدی باقی رہیں)

قراءت: بصری نے ان تکون پڑھا ہے۔ حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ (جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لے) اثخان، کثرت قتل اور مبالغہ فی القتل یہ ثخا نۃ سے ہے جس کا معنی غلظت اور کثافت ہے یہاں تک کہ کافروں میں قتل کی اشاعت سے کفر جھک جائے اور اسلام کا غلبہ اور زور ثابت ہو جائے پھر جو ملے اس کو قید کر لیا جائے۔

روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر قیدی لائے گئے۔ جن میں عم رسول' عباس اور برادر علی' عقیل بھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی قوم وخاندان کے لوگ ہیں۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑیں شاید اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے دے اور فدیہ سے ہم قوت حاصل کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو مکہ سے باہر نکالا، جھٹلایا۔ ان کی گردنیں اڑا دیں یہ کفر کے مقتداء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو فدیہ سے بے نیاز کر دیں گے۔ عقیل علی کے سپرد کریں۔ حمزہ کے حوالہ عباس کریں۔ مجھے فلاں عنایت کریں پھر حکم دیں تا کہ ہم ان کی گردنیں مار دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی ہے جب انہوں نے کہا: وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراہیم: ۳۶) اور اے عمر تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے جبکہ انہوں نے کہا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ (نوح: ۲۶) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو انہیں قتل کر دو۔ اور اگر چاہو ان کا فدیہ لے لو۔ لیکن اتنی تعداد تم میں سے شہید ہوگی۔ انہوں نے کہا ہم ان سے فدیہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ جب فدیہ لے لیا تو یہ آیت اتری: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا (تم دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو) عرض کا معنی دنیا کا سامان یعنی فدیہ۔ عرض اس لئے کہا کیونکہ

جلد زائل ہونے والا اور کم باقی رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے) جو کہ جنت کا سبب ہے۔ جس سے اسلام کی عظمت وعزت بڑھتی ہے اور وہ اساطین کفر کا قتل کرتا ہے۔ (تا کہ اسلام کے راستہ میں رکاوٹ نہ رہے) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اللہ زبردست قوت والا ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والا ہے) اپنے دوستوں پر عتاب میں۔

نوشتۂ تقدیر میں فدیہ کی حلّت:

آیت ۶۸: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا) اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا۔ سَبَقَ کسی اجتہاد کرنے والے کو سزا نہ دی جائے۔ اور یہ بات ان سے بطور اجتہاد ہوئی کیونکہ۔ نمبرا: انہوں نے اس بات کی طرف نگاہ کی کہ انکا چھوڑ دینا ان کے اسلام کا سبب بن جائے گا۔ اور فدیہ سے جہاد پر قوت حاصل کی جائے گی۔ مگر دوسرا پہلو اُن سے مخفی رہا کہ ان کے قتل میں اسلام کی عزت وشان ہے اور پچھلوں پر اس سے رعب طاری ہوگا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ اہل بدر کو عذاب نہ دیا جائے گا۔ نمبر۳۔ بیان ومعذرت سے پہلے مؤاخذہ نہیں۔

آپ کا مشورہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے یہ منکرین قیاس کے خلاف دلیل ہے۔ کتاب مبتداء، من اللہ صفت اول سبق صفت دوم، خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے **لو لا كتاب ثابت من الله اى لو لا كتاب بهذه الصفة فى الوجود۔**

سبق یہ خبر نہیں ہے کیونکہ لولا کی خبر کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ لَمَسَّكُمْ (تو تم پر واقع ہوتی) تمہیں ملتا اور پہنچتا فِيْمَآ اَخَذْتُمْ (جو امر تم نے اختیار کیا) یعنی قیدیوں کا فدیہ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بڑی سزا) روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روتا ہوا پایا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے بتلائیں اگر میں بھی روسکوں تو روؤں۔ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے ان ساتھیوں پر رونا آرہا ہے۔ جنہوں نے فدیہ لیا۔ میرے سامنے انکا عذاب اس درخت سے زیادہ قریب تر دکھایا گیا۔ وہ درخت آپ کے نزدیک ہی تھا۔ (مسلم ۱۷۶۳) اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ عذاب آسمان سے اترتا تو اس سے عمر اور سعد بن معاذ کے سواء کوئی نہ بچ سکتا اس لئے کہ انہوں نے اثخان کو پسند کیا تھا۔ (ابن جریر)

اموالِ غنائم کے استعمال کی اجازت:

آیت ۶۹: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ (پس تم کھاؤ اس کو جو کچھ تم نے لیا ہے) روایت میں ہے کہ صحابہ کرام غنائم سے رک گئے اور انہوں نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ پس یہ آیات اتریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں فدیہ کو مباح کیا گیا کیونکہ یہ بھی غنائم میں سے ہے۔ فا، سببیہ ہے اور سبب محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے **قد احللت لكم الغنائم** کہ میں نے غنائم تمہارے لیے حلال کر دیے۔ پس تم کھاؤ۔ حَلٰلًا (حلال) عتاب وعقاب سے آزاد ہو کر۔ حلال یہ حل العقال سے ہے۔

اونٹ کا عقال کھول دیا۔ نمبرا۔ یہ مغنوم (غنیمت کے طور پر حاصل شدہ مال) سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ نمبر۲۔ مصدر کی صفت ہے یعنی اکلاً حلالاً کھاؤ حال کھانا۔ طَيِّبًا (پاک سمجھ کر) لذیذ وخوشگوار نمبر۳۔ شرعاً حلال، طبعاً پاکیزہ و مرغوب وَّاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) ایسی چیز کی طرف اقدام نہ کرو۔ جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ اِنَّ اللّٰهَ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی جو قیدی آپ کے قبضہ میں ہیں ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں ایمان معلوم ہو گا

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۰ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا فرما دے گا ' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ لوگ آپ کی

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱

خیانت کا ارادہ کریں۔ سو وہ اس سے پہلے اللہ کی خیانت کر چکے ہیں پھر اللہ نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ جاننے والا ہے۔ حکمت والا ہے۔

غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے) جو کچھ پہلے تم کر چکے رَّحِيْمٌ (رحمت والے ہیں) غنیمت کو حلال قرار دے کر۔

اگر دِل میں ایمان ہوگا تو دو گنا ملے گا:

آیت ۷۰: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ (اے پیغمبر کہہ دیجئے اُس سے جو آپ کے قبضہ میں) تمہاری ملکیت میں گویا تمہارے ہاتھ ان کو پکڑنے والے ہیں۔ مِّنَ الْاَسْرٰى (قیدی ہیں) جمع اسیر

قراءت: ابو عمرو نے اُسارٰی پڑھا جو اُسریٰ کی جمع ہے۔ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا (اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں ایمان معلوم ہوگا) خلوص ایمان اور صحت نیت يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ (تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے بہتر تم کو دے دے گا) یعنی فدیہ۔ نمبر۱۔ خواہ دنیا میں دوگنا دے۔ نمبر۲۔ آخرت میں ثواب دے وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں)۔

بحرین کا مال

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔ جس کی مقدار اسّی ہزار تھی۔ آپ نے نماز ظہر کیلئے وضو کیا۔ اور تقسیم کر کے نماز ادا فرمائی۔ عباس کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے لے لیں انہوں نے اپنے اٹھانے کی مقدار اس میں سے لیا۔ اور وہ کہا کرتے تھے یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا اور مجھے مغفرت کی امید ہے ان کے بیس غلام تھے ان میں سے سب سے کم مال کی تجارت کرنے والا بیس ہزار میں تجارت کرتا تھا۔ عباس کہا کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ پورا کر دیا اور مجھے دوسرے کا یقین ہے۔ (ابن جریر)

اگر فدیہ میں چاپلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے:

آیت ۷۱: وَاِنْ يُّرِيْدُوْا (اور اگر یہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں) قیدی خِيَانَتَكَ (آپ کے ساتھ خیانت کا) نمبر۱۔ ارتداد اختیار کر کے آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑ دیا۔ نمبر۲۔ جس فدیہ کی ضمان دی تھی وہ روک لیا۔ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ (تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کی تھی) اس کا انکار کر کے اور ہر عاقل سے جو وعدہ لیا گیا اس کی خلاف ورزی کر کے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا

جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی

لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ

تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

تو تمہارے ذمہ ان کی مدد لازم ہے سوائے اس قوم کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں کوئی معاہدہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا

كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

فساد ہو گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ

جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے اور جو لوگ

آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ

اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا سو یہ لوگ تم میں سے ہیں۔ اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾ ع

وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرا دیا) اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں اختیار دیا۔ یعنی ان پر غلبہ دیا۔ جیسا کہ بدر کے دن اور اگر وہ غداری کی طرف گئے تو ان پر تمہیں دوبارہ قابو دیں گے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) مآل کو حَکِیْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) اس بات میں جس کا فی الحال ان کو حکم دیا۔

مہاجرین وانصار کا تذکرہ:

آیت ۷۲: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا (بیشک جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے ہجرت کی) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی محبت میں مکہ سے ہجرت کی وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اوراپنے مال اورجان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا) وہ مہاجرین ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا (اور وہ لوگ جنہوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی) یعنی انہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا اوران کی اعانت کی۔ یہ جماعت انصار ہے۔ اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں) میراث میں وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ابتداءً ہجرت ونصرت کی وجہ سے انصار ومہاجرین وارث بنتے تھے۔ قرابات کی وجہ سے نہیں یہاں تک کہ یہ حکم اس ارشاد سے منسوخ ہوگیا۔ **واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض** (الاحزاب: ۶)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نصرت ومعاونت مراد ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا (اوروہ لوگ جوایمان لائے اورانہوں نے ہجرت نہیں کی) مکہ سے مَالَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ (تمہارا نہیں ان سے میراث میں) میراث میں تولیت۔

قراءت: حمزہ نے وِلا یتھم واؤ کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ بعض نے کہا یہ دونوں ایک لفظ ہیں۔

ہجرت فرض تھی:

مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا (کوئی تعلق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں) وہ مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہو وہ وارث نہ بنتا تھا۔ ان مسلمانوں کا جو ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے والے تھے۔

مَسْئَلہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ایمان کا لفظ باقی رکھا۔ حالانکہ ہجرت فرض تھی۔ اس کے ترک سے وہ مرتکب کبیرہ بن گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خوارج ومعتزلہ کا مسلک ہے۔

کفار کے خلاف ان کی مدد کرو:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ (اوراگر وہ تم سے مدد چاہیں) جو اسلام لایا اور ہجرت نہ کی۔ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (دین کے کام میں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے) اگر ان کے اور کفار کے درمیان لڑائی ہو جائے اور وہ تم سے امداد طلب کریں تو کفار کے خلاف ان کی مدد ضروری ہے۔ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ (مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اوران میں عہد ہو) ان کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے خلاف لڑائی میں ابتداء نہیں کی۔ معاہدہ اس بات سے مانع ہے کہ تم ابتداء کرو۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں) حد شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت فرمائی۔

کفار میں باہمی موالات :

آیت ۷۳: وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (اور جولوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں) اس آیت کا ظاہر ان میں موالات کو ثابت کر رہا ہے۔ مطلب و مقصد یہ ہے کہ مسلمان موالات کفار سے باز رہیں۔ اور ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ اور قطع تعلق لازم ہے۔ اگر چہ وہ اقارب ہی ہوں۔ اور ایک دوسرے کا وارث بننا ترک کر دیں۔ پھر فرمایا اِلَّا تَفْعَلُوْہُ (اور اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے) اگر تم نے وہ نہ کیا جو میں نے حکم دیا ہے کہ مسلمان سے مواصلت کرو اور وہی تمہارے وارث و متولی ہیں۔ اسلام کی نسبت قرابت نسبی سے بڑھ کر ہے۔ تم قرابت کفار کو دو قرابتیں مت بناؤ۔

تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ (تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا) زمین میں فتنہ پھیل جائیگا۔ اور بہت بگاڑ پیدا ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کفر کے خلاف ایک دست و بازو نہ بن سکیں گے۔ شرک غالب آئے گا اور فساد تو اس سے زائد ہے۔

مہاجرین وانصار سے عہد ہائے مغفرت :

آیت ۷۴: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (اور جولوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں) کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کو سچا کر دیا۔ اور اس کے مقتضیات کو حاصل کر کے ثابت کر دیا۔ جیسے وطن چھوڑنا اہل و عیال چھوڑنا۔ گھر کو خیر باد کہنا۔ مال و دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا۔ جس میں سوائے دین اور آخرت کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے) جس میں احسان جتلانا نہیں اور نہ گدلا پن اور اس آیت میں تکرار نہیں کیونکہ یہ دوسری آیت میں وعدہ کریم کے ساتھ ان کی مدح کر رہی ہے۔ اور پہلی آیت میں باہم امداد کرنے اور تعلقات مضبوط کرنے کا حکم تھا۔ گویا مقصد الگ ہونے کی وجہ سے تکرار نہیں۔

سابقین کے بعد والوں کا حکم :

آیت ۷۵: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ (اور جولوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے) سابقین بالہجرۃ کے ساتھ لاحق ہونے والے مراد ہیں۔ وَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا مَعَکُمْ فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ (اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا پس یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں) ان کو انہیں سے بطور فضل اور برائے ترغیب قرار دیا۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (اور جو لوگ رشتہ دار ہیں ایک دوسرے کے) قرابت والے وراثت میں زیادہ حقدار ہیں۔ یہ آیت توارث بالھجرت و النصرۃ کی ناسخ

ہے۔فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ زیادہ حقدار ہیں) نمبرا۔اس کے حکم اور تقسیم میں نمبر۲۔لوح محفوظ میں نمبر۳۔ قرآن مجید میں وہ آیت میراث ہے۔ہم احناف کیلئے وہ توریث ذوی الارحام کی دلیل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) پس وہ اپنے بندوں میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔لوگوں کی چار قسمیں ہیں نمبرا۔مومن مہاجر نمبر۲۔مؤمن انصار نمبر۳۔مؤمن مگر ہجرت نہ کی۔نمبر۴۔کافر رہے ایمان نہ لائے۔

تمت سورة الانفال وتليها سورة التوبة

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ برأت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سوانتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِى

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف برأت ہے جن سے تم نے عہد کیا۔ سو تم چلو پھر و

الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ②

زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بات کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

سورت کے نام:

اس سورت کے کئی نام ہیں۔نمبرا۔البراءۃ۔ نمبر۲۔التوبہ نمبر۳۔المشقشقۃ۔نمبر۴۔المبعثرۃ۔نمبر۵۔المشردۃ۔ نمبر۶۔المخزیۃ۔نمبر۷۔الفاضحۃ۔۸۔المثیرۃ۔نمبر۹۔الحافرہ۔نمبر۱۰۔المنکلۃ،نمبر۱۱۔المدمدمۃ۔

وجہ تسمیہ: البراءۃ کہنے کی وجہ اس میں کفار سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان ہے۔

نمبر۲۔التوبہ اسلئے کہتے ہیں اس میں مسلمانوں کی توبہ کا تذکرہ ہے۔

نمبر۳۔المشقشقۃ اس لئے کہتے ہیں کہ نفاق سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔(عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

نمبر۴۔المبعثرۃ منافقین کے اندرونی رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔(ابن منذر)

نمبر۵۔المشردۃ: منافقین کو منتشر کرنے والی

نمبر۶۔المخزیۃ: منافقین کو رسوائی میں مبتلاء کرنے والی۔

نمبر۷۔الفاضحۃ۔منافقین کو رسوا کرنے والی۔(ابن عباس رضی اللہ عنہما)

نمبر۸۔المثیرۃ۔نفاق کی حالت کو اکھاڑ کر سامنے لانے والی۔

نمبر۹۔الحافرۃ۔منافقین کو کرید کر ظاہر کرنے والی۔

نمبر۱۰۔المنکلۃ۔منافقین پر عذاب لانے والی۔

نمبر۱۱۔المدمدمۃ۔منافقین پر تباہی لانے والی عذاب اتارنے والی (حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ابتداء میں ترکِ تسمیہ کی وجہ:

نمبرا۔حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور براءت تو امان کو اٹھانے اور ختم کرنے کیلئے اتری۔نمبر۲۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی سورت یا آیت اترتی۔تو ارشاد فرماتے اس کو فلاں

مقام پر رکھ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کے بارے میں نہیں بتلایا کہ کہاں رکھیں۔ اس کا واقعہ سورۂ انفال کے مشابہ تھا۔ کیونکہ اس میں وعدوں کا تذکرہ ہے اور اسمیں معاہدوں سے بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی لئے دونوں کو ملا دیا گیا ان دونوں سورتوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم القرنتین کہتے ہیں اور سبع طوال میں سے ساتویں سورت شمار کرتے ہیں۔ نمبر۳۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اس میں اختلاف کیا۔

بعض نے کہا انفال و براءت ایک سورت ہے اور قتال کے متعلق نازل ہوئیں۔ بعض نے کہا یہ دو سورتیں ہیں۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ان کے قول کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ جو ان کو دو سورتیں کہتے تھے۔ اور جو ایک سورت کہتے تھے۔ ان کے قول کے پیش نظر بسم اللہ چھوڑ دی گئی۔

مشرکین سے اعلانِ بیزاری:

آیت ۱: بَرَآءَۃٌ (دست برداری) نحو : یہ مبتداء محذوف ھذہٖ کی خبر ہے۔ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے جن سے تم نے عہد کر رکھا ہے)

نحو : نمبر۱۔ من یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور محذوف سے متعلق ہے۔ یہ صفت نہیں جیسا کہ اس قول میں برئت من الدین۔ اب تقدیرِ عبارت اس طرح ہے۔ ھذہٖ براء ۃ و اصلۃ من اللّٰہ و رسولہ الی الذین عاھدتم۔ یہ براءت ملنے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ یہ اس طرح ہے جیسا تم کہو۔ کتاب من فلان الی فلان۔

نمبر۲۔ براءۃٌ مبتداء ہے کیونکہ صفت سے اس کی تخصیص کی گئی اور الی الذین عاھدتم یہ خبر ہے۔ جیسا تم کہو۔ رجل من بنی تمیم فی الدار۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول دونوں برئ الذمہ ہیں اس عہد سے جو تم نے مشرکین سے کیا اور وہ عہد ان کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔

چار ماہ کی مہلت:

آیت ۲: فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ (پس تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھر لو) پس تم زمین عرب میں چل پھر لو جس طرح چاہو۔ السیح مہلت کے ساتھ چلنا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ اور دیگر عرب سے معاہدے کئے۔ پس وہ رکے رہے مگر ان میں سے کچھ قبائل وہ بنوضمرہ، بنوکنانہ پس عہد توڑنے والوں کی طرف انکا عہد پھینک دیا گیا۔ اور ان کو چار ماہ جو کہ اشہر حرم ہیں۔ سرزمین عرب میں امن سے چلنے کی اجازت دی۔ فاذا جیسا اس آیت میں ہے فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین (التوبہ: ۵) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشہر حرام میں قتل و قتال ممنوع چلا آ رہا ہے۔

نزولِ آیت:

یہ آیت ۹ ھ میں نازل ہوئی۔ مکہ ۸ ھ میں فتح ہوا۔ مکہ کے امیر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ھ میں امیر الحج مقرر فرمایا۔ پھر علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے ان کے پیچھے بھیجا تا کہ حاجیوں کے مجمع میں سورۂ توبہ کی تلاوت کر دیں۔ آپ سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیتے تو آپ نے فرمایا **لا یؤدی عنی الا رجل منی**۔ معاہدات کی براءت میرے خاندان کا آدمی کر سکتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکرؓ کے اتنا قریب پہنچے کہ وہ اونٹنی کی آواز سن پا رہے تھے وہ فوراً بول اٹھے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز ہے۔ حضرت علیؓ ان کو آملے۔ تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا۔ **أامیر ام مأمور**؟ تو انہوں نے جواب دیا **مأمور**۔ جب سات ذی الحجہ کا دن آیا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور حج کے احکام ان کو بتلائے۔ دس ذی الحجہ یوم النحر علیؓ جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ اعلان کیا۔ **یاَیها الناسُ رسولُ رسول اللّٰه الیکم**! میں رسول اللہؐ کا قاصد تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجمع نے سوال کیا۔ کیا حکم لائے۔ آپ نے تیس یا چالیس آیات سورہ توبہ کی پڑھ کر سنائیں اور پھر کہا مجھے چار باتوں کا حکم ہوا ہے۔

مندرجاتِ اعلان:

نمبر۱۔ **الایقرب البیت بعد هذا العام مشرك** ۔

نمبر۲۔ **لا یطوف بالبیت عریان**

نمبر۳۔ **لا یدخل الجنة الا کل نفس مومنة**۔

نمبر۴۔ **ان یتم الی کل ذی عهد عهده**۔ مشرک آئندہ بیت اللہ کے پاس نہ پھٹکے۔ ننگا طواف نہ ہوگا۔ جنت میں صرف مؤمن جائے گا۔ معاہد کا عہد پورا کیا جائیگا۔

مجمع: اے علی! تیرے چچا زاد بھائی نے بات پہنچا دی۔ ہم نے معاہدے پس پشت ڈال دیئے۔ ہمارے اور اس کے درمیان صرف تیر اندازی اور تلوار چلانے کا معاہدہ ہے۔ چار مہینے یہ ہیں نمبر۱۔ شوال، ذوالعقدہ، ذوالحجہ، المحرم یا ذی الحجہ کے بیس ایام، المحرم، صفر، ربیع الاول، دس دن ربیع الآخر کے۔ یہ **حُرُم**۔ نمبر۱۔ اس لئے تھے کہ ان کو ان چار ماہ میں امن دیا گیا تھا۔ اور قتل و قتال ان سے حرام کیا گیا تھا۔ نمبر۲۔ تغلیباً حرم کہا کیونکہ ذی الحجہ اور المحرم انہی اشہر حرم میں سے تھے۔

مسلکِ جمہور:

اشہر حرم میں قتال اب مباح ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا۔ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ** (اور یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) اس سے بڑھ کر بھاگ نہیں سکتے اگرچہ وقتی طور پر تمہیں مہلت دی گئی ہے۔ **وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ** (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کریں گے) قتل سے دنیا میں ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں عذاب دیکر۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا

مشرکین سے بری ہے۔ سو اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو یہ جان لو

اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③ اِلَّا الَّذِيْنَ

کہ بلاشبہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ سوائے ان لوگوں کے

عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا

جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی۔

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④ فَاِذَا انْسَلَخَ

سو تم ان کے معاہدہ کو ان کی مدت مقررہ تک پورا کر دو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم

الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ

گزر جائیں سو تم مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی پالو اور ان کو پکڑو اور گھیرو اور ان کی تاک میں گھات کے

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا

ہر موقعہ پر بیٹھو۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ

سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ

چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجئے

حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑥ ع ۶ / ۷

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

اعلان کا تعلق تمام سے:

آیت ۳: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا

ہے) نحو : براءت جس طرح مرفوع ہے۔اسی طرح یہ بھی مرفوع ہے۔ پھر جملہ کا عطف بھی اسی طرح ہے۔الاذان بمعنی اعلان ہے۔جیسا کہ امان اور عطاء بمعنی ایمان اور اعطاء آئے ہیں۔دونوں جملوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلا جملہ ثبوت براءت کی خبر ہے۔اور دوسرا جملہ اس اعلان کے لازم ہونے کی اطلاع ہے جو ثابت ہو چکا۔

براءت کو معاہدہ والے مشرکین سے معلق کیا اور اعلان کو لوگوں سے معلق کیا کیونکہ براءت کا تعلق معاہدین اور توڑنے والوں کے ساتھ خاص ہے اور اعلان کا تعلق معاہد اور غیر معاہد تمام قسم کے لوگوں کیلئے ہے۔خواہ معاہدین نے عہد توڑا ہو یا نہ توڑا ہو۔یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ (بڑے حج کی تاریخوں میں) نمبر ا:یوم عرفہ کیونکہ عرفہ افعال حج میں سب سے بڑا رکن ہے۔نمبر۲۔یوم نحر مراد ہے کیونکہ حج کی تکمیل طواف زیارت،نحر،حلق،رمی،سے اسی دن میں ہوتی ہے۔حج اکبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ (اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں) یعنی بان اللہ۔الاذان کے صلہ کو تخفیف کیلئے حذف کردیا۔وَرَسُوْلُهٗ نمبر ا: بری ہے جو کہ نیت میں تھا۔اس پر اس کا عطف ہے۔نمبر۲۔ابتداء پر اور خبر محذوف ہے۔ای ورسوله بریٌٔ۔

قراءت:انّ کے اسم پر عطف کرکے منصوب پڑھا گیا۔اس میں جر جوار کی وجہ سے ہے۔یا قسم کی وجہ سے جیسا کہتے ہیں لَعَمْرُكَ۔

اہمیت تعلیم:

بیان کیا گیا کہ ایک اعرابی نے سنا کہ کوئی شخص اس آیت کو اس طرح پڑھ رہا ہے کہ معنی الٹ جاتا ہے۔اس نے سنکر کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے تو میں اس سے بری۔اس کی زبان سے یہ کلمہ سن کر اس کا گریبان تھامے عدالت فاروقی میں لے گیا۔اعرابی نے اس آدمی کی قراءت نقل کی اس وقت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا عربی تعلیم دی جائے تا کہ اعراب کی غلطیاں لوگ نہ کریں۔

فَاِنْ تُبْتُمْ (اور اگر تم نے توبہ کی) کفر اور دھوکے سے۔فَهُوَ (تو وہ) یہ توبہ خَیْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کفر پر اصرار سے وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ (اور اگر تم نے اعراض کیا) نمبرا۔توبہ سے نمبر۲۔اسلام کے خلاف اعراض اور تولی سے توبہ کرو۔فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ (تو یہ سمجھ لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) تم اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی اس کی سزا اور پکڑ سے نکل جانے والے ہو۔وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (اور ان کافروں کو دردناک سزا کی خبر سنا دیں) ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے ساتھ بشارت کی بجائے۔

استثناء معاندین:

آیت۴: اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں۔جن سے تم نے عہد لیا ہے) یہ فسیحوا فی الارض سے استثناء ہے۔مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان بیزاری ہے۔ان مشرکین کے متعلق جن سے تم نے معاہدہ کیا۔پس تم ان سے کہہ دو تم چل پھر لو۔مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا (پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی) معاہدے کی شرائط سے یا عہد کو پورا کر و اس کو نہ توڑو۔

قراءت:لم ینقضو كم بھی پڑھا گیا۔یعنی انہوں نے عہد نہیں توڑا اور یہ مناسب تر ہے۔لیکن مشہور قراءت زیادہ بلیغ ہے۔

کیونکہ تمام کے مقابلہ میں ہے۔وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا (اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی) انہوں نے کسی دشمن کی تمہارے خلاف معاونت نہیں کی۔فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ (پس ان کے معاہدہ کو پورا کرو) ان کو مکمل و تام ادا کرو۔اِلٰی مُدَّتِهِمْ (ان کی مدت تک) ان کی مدت کے مکمل ہونے تک۔

نحو : استثناء یہاں استدراک کے معنی میں ہے۔گویا انکو عہد توڑنے والوں کے بارے میں حکم دیکر کہا لیکن وہ لوگ جنہوں نے عہد نہیں توڑا انکا عہد مدت تک پورا کرو اور انکے قائم مقام نہ ٹھہراؤ اور پورا کرنے والے کو دھوکا دینے والے کی طرح مت قرار دو۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فریقین کے مابین برابری نہ کی جائے۔پس تم اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم:

آیت۵: فَاِذَا انْسَلَخَ (جب گزر جائیں) گزرنا یا نکلنا الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (حرمت والے مہینے) جن میں عہد توڑنے والوں کو بھی چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی۔فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ (تو ان مشرکین کو قتل کرو) وہ جنہوں نے عہد کو توڑ دیا۔اور تمہارے خلاف دشمنوں کی معاونت کی۔حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (جہاں تم پاؤ) حرم میں یا حل میں وَخُذُوْهُمْ (اور ان کو پکڑو) اور ان کو قید کرلو۔الاخذ۔قید و بند میں ڈالنا۔وَاحْصُرُوْهُمْ (اور ان کو باندھو) اور ان کو قید کرلو۔اور علاقہ میں تصرف سے روک دو۔وَاقْعُدُوْا لَهُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ (اور داؤ گھات کے مواقع میں ان کی تاک میں بیٹھو) ہر راستے اور گزرگاہ پر۔

نحو : یہ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔فَاِنْ تَابُوْا (پھر اگر وہ توبہ کرلیں) کفر سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو انکا راستہ چھوڑ دو) نمبر۱: ان کو قید و بند سے آزاد کرو۔یا نمبر۲۔ان سے ہاتھ روک لو۔اور تعرض نہ کرو۔اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے) کفر چھپانے اور اسلام سے دھوکا دہی کو رَّحِیْمٌ (رحمت کرنے والے ہیں) قتل کا حکم نہ دیا التزام کی ادائیگی سے پہلے۔

پناہ کی اجازت:

آیت۶: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْهُ (اگر کوئی مشرکین میں سے تمہاری پناہ کا طالب ہو۔تو آپ اس کو پناہ دیں) **نحو** : احدٌ کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے وان استجارك احدٌ استجارك ۔مطلب یہ ہے۔اگر ان مہینوں کے گزرنے کے بعد کوئی مشرک تمہارے پاس آجائے جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ نہیں اور وہ تم سے امن کا خواہاں ہے تاکہ توحید،قرآن سے استفادہ کرے تو اس کو امن دے دو۔

حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ (یہاں تک کہ وہ کلام الٰہی سن لے) اور اس میں تدبر کرے اور اسلام کی حقیقت اس کے سامنے آجائے۔ثُمَّ اَبْلِغْهُ (پھر اس کو پہنچا دو) اس کے بعد مَاْمَنَهٗ (اس کے امن کی جگہ میں) اس کے اس گھر میں جہاں وہ امن پانے والا ہے۔اگر وہ اسلام نہیں لایا۔پھر اگر چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو۔

مَسْئَلَة : اس میں دلیل ہے جس کو امن دیا جائے اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں۔مگر ہمارے دارالاسلام میں وہ اقامت اختیار نہیں

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

نزدیک عہد لیا' سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

الْمُتَّقِيْنَ ⑦ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ

ان کا عہد کیسے رہے گا اور حال ان کا یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پاجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کی پاسداری کریں اور نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا خیال کریں۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ

یہ لوگ تمہیں اپنے مونہوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ

بدلہ تھوڑی قیمت کو خرید لیا' سو انہوں نے اللہ کے راستے سے روک دیا۔ بلاشبہ وہ جو کام کرتے ہیں برے کام ہیں' وہ کسی مومن کے بارے میں

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

کسی قرابت داری کا اور کسی ذمہ داری کا پاس نہیں رکھتے ...... اور یہ وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪

قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے' اور ہم تفصیل کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

کرسکتا۔ اس کو لوٹنے کا اختیار دیا جائے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم) اجازت والا حکم جو اس ارشاد فاجرہ میں ہے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو پوری خبر نہیں رکھتے) اس وجہ سے کہ وہ جاہل لوگ ہیں اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کو تمہاری دعوت کی حقیقت کا علم ہے۔ پس ان کو امن دینا ضروری ہے تاکہ کلام اللہ کو سن کر یا سمجھ کر حق کو قبول وعدم قبول کا فیصلہ کریں۔

مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا:

آیت ۷: كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ (ان مشرکین کا عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا) **نحو** : کیف یہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے یعنی انکا عہد پر قائم رہنا اوپری وعجیب بات

ہے پس تم ان سے یہ توقع مت رکھو اور نہ دلوں میں یہ بات لاؤ اور نہ ان کے قتل کے متعلق سوچو۔ پھر اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ (مگر وہ جن سے تم نے عہد لیا ہے) سے استدراک کیا۔ کہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) اور ان سے نقض عہد آج تک پیش نہیں آیا۔ جیسے بنو کنانہ، بنوضمرہ، تو ان کے معاملہ میں ڈھیل پیدا کرو اور ان سے نہ لڑو۔ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَکُمْ (پس جب تک یہ لوگ تمہارے ساتھ سیدھی طرح رہیں) اور ان سے نقض عہد ظاہر نہ ہو۔ یعنی جب تک وفائے عہد پر قائم رہیں۔ فَاسْتَقِیْمُوْا لَھُمْ (تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ پر قائم رہو) وفا کرتے ہوئے۔

نحو: :ما شرطیہ بمعنی فَاِنْ ہے۔ کہ اگر وہ استقامت اختیار کریں تو تم بھی معاہدہ کی پابندی کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو احتیاط رکھنے والے پسند ہیں) یعنی انتظار ان کے سلسلہ میں متقین کے خصائل میں سے ہے۔

کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں:

آیت ۸: کَیْفَ وَاِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ (کیسے؟ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں) دوبارہ اس لئے لائے تاکہ مسلمانوں کو بتلا دیا جائے کہ مشرکین سے عہد کی پابندی بعید تر ہے۔

نحو: :فعل کو معلوم ہونے کی بناء پر حذف کر دیا۔ ای کیف یکون لھم عھد و حالھم انھم ان یظھروا علیکم وہ معاہدہ کی پاسداری کیونکر کریں گے کہ انکا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کامیابی پالیں اس کے بعد بھی کہ معاہدے کی پختہ قسمیں اٹھا چکے لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلًّا (تمہارے متعلق وہ پاس ولحاظ نہ کریں گے قربت کا) وہ کسی قسم کی رعایت نہ کریں گے اور نہ قرابت کا لحاظ وَّ لَا ذِمَّةً (اور نہ قول و قرار کا) عہد کا پاس یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ (وہ لوگ اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں) قسموں سے وعدہ کر کے اور وفاداری کا عہد کر کے۔ ان کے ظاہر و باطن میں اختلاف کو بیان کرنے کیلئے یہ ابتدائی کلام ہے اور دوبارہ اس لئے لائے کہ معاہدہ کی پابندی ان سے بہت بعید اور دور ہے۔ وَتَاْبٰی قُلُوْبُھُمْ (اور ان کے دل نہیں مانتے) ان قسموں سے اور وعدے کی وفاداری سے وَ اَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَ (ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں) عہد کو توڑنے والے ہیں۔ یا کفر میں سرکشی اختیار کرنے والے ہیں۔ انسانیت کی کوئی حد ان کو جھوٹ بولنے سے نہیں روک سکتی۔ اور نہ کوئی اخلاقی قدر توڑنے سے باز رکھ سکتی ہے جیسا کہ بعض کفار میں ان دونوں باتوں کی قربانی پائی جاتی ہے۔

آیت ۹: اِشْتَرَوْا (انہوں نے اختیار کر رکھا ہے) بدلہ میں لیا۔ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے) قرآن کے ثَمَنًا قَلِیْلًا (حقیر بدلہ) معمولی سامان اور وہ شہوات وہوا کی اتباع ہے۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِہٖ (پس یہ لوگ اللہ کے رستہ سے ہٹے ہوئے ہیں) اس سے اعراض کیا اور دوسروں کو روکا۔ اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کا یہ عمل بہت ہی برا ہے) ان کی یہ حرکت بدترین حرکت ہے۔

کسی مؤمن سے تو رشتہ کا بھی پاس نہیں:

آیت ۱۰: لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً (یہ لوگ کسی مؤمن کے متعلق نہ قرابت کا لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا) یہ سابق

کی تکرار نہیں بلکہ ما کانوا یعملون کی تشریح ہے اول آیت سے مراد خاص ہے اس لئے کہ فیکم کا لفظ ہے۔ اور دوسری آیت عام ہے کیونکہ اس میں فی مؤمن ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ (یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں) جو ظلم و شرارت میں انتہاء سے تجاوز کرنے والے۔

توبہ اور اس کی علامات:

آیت ۱۱: فَاِنْ تَابُوْا (اگر یہ لوگ توبہ کرلیں) کفر سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے) پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔

نحو : مبتداء محذوف ہے۔ فِی الدِّیْنِ (دینی) نسب میں نہیں وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (اور ہم تفصیل سے احکام بیان کرتے ہیں) ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (سمجھ دار لوگوں کیلئے) سمجھتے اور اس میں سوچ و بچار کرتے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے گویا اس طرح کہا: ان من تامل تفصیلها فهو العالم تحریضًا علی تامل مافصل من احکام المشرکین المعاهدین و علی المحافظة علیها۔

جو اس کی تفصیل میں غور کرے تو وہ جان لے گا۔ معاہدہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے احکام کی تفصیل پر غور کی ترغیب دینے کیلئے اور اس کی پاسداری کیلئے۔ یہ جملہ مستقل ذکر کیا گیا ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا

اور اگر وہ لوگ اپنے معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرغنوں سے

اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا

جنگ کرو بلاشبہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے یہاں قسمیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں' تاکہ وہ باز آ جائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ

جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کو نکالنے کا پختہ ارادہ کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے پہلے خود چھیڑ چھاڑ کی ابتداء کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑬ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

سو اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو

بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ⑭ ۙ وَيُذْهِبْ

سزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو شفاء دے گا اور ان کے دلوں کی

غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑮ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا

جلن کو دور فرما دے گا اور اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ کیا تم کو یہ گمان ہے کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ

اور حالانکہ اللہ نے ابھی تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے جہاد کیا اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ

وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑯ ع

کسی کو دوست نہیں بنایا اور اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

ع ۸

اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زدنی ہیں:

آیت ۱۲: وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ (اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں) یعنی انہوں نے قسموں کے ذریعہ کئے جانے والے معاہدے توڑ دیے۔ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (اور تمہارے دین میں طعنہ کریں۔ تو تم ان کفر کے راہنماؤں سے لڑو) قراءت: دونوں ہمزہ کے ساتھ کوفی شامی نے پڑھا ہے۔ بقیہ قراء نے ایک ہمزہ سے پڑھا جو کہ غیر ممدودہ اور اس کے بعد یائے مکسورہ ہے۔ اس کی اصل أأممة یہ جمع امام ہے جیسے عماد جمع اعمدۃ۔ پہلی میم کی

حرکت نقل کر کے ہمزہ ساکنہ کو دی اور میم کو دوسری میم میں ادغام کردیا۔جنہوں نے دونوں ہمزہ کو باقی رکھا انہوں نے دوسرے ہمزہ کو کسرۂ ماقبل کی وجہ سے یا سے بدلا ہے۔ فَاِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ (ان کی قسمیں نہیں رہیں) پہلا حصہ آیت وان نکثوا ایمانهم میں ان کے لئے ایمان کو ثابت کیا مگر یہاں نفی کردی۔

وجۂ فرق یہ ہے کہ جو اَیمان وہ ظاہر کرتے ہیں وہ شروع آیت میں مراد ہے اور اس حصہ میں حقیقت کا اعتبار کر کے فرمایا لاایمان لهم۔

مَسْئَلَه : کافر کی قسم قسم شمار نہیں ہوتی۔امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے وہ قسم پوری نہ کریں گے کیونکہ ان کے ہاں کافر کی قسم قسم شمار ہوگی کیونکہ اس کی تعریف میں نکث (ٹوٹنا) کا لفظ آیا ہے۔

قراءت: شامی نے لا اِیمان بمعنی لااسلام پڑھا ہے۔لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (اس ارادے سے کہ یہ باز آجائیں) یہ فقاتلوا ائمة الکفر سے متعلق ہے ان کے مابین جملہ معترضہ ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے لیکن غرضکم فی مقاتلتهم انتهاء هم عماهم علیه بعد ماوجدمنهم من العظائم۔ان کے ساتھ تمہاری لڑائی کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز پر ہیں اس سے باز آجائیں۔اس کے باوجود کہ ان سے یہ بڑے بڑے معاملات پائے گئے۔گناہ گار کیلئے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غایت کرم ہی تو ہے بس!

لڑائی پر آمادگی:

آیت ۱۳: پھر لڑائی پر آمادہ کیا۔اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا) جو انہوں نے معاہدہ میں حلف اٹھایا۔وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کرنے کی تجویز کی) مکہ سے وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (اور انہوں نے تم سے خود پہلے تمہاری دشمنی کی ابتداء کی) لڑائی میں۔ اور ابتداء کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے پس ان کے ساتھ لڑائی سے تمہیں کونسی رکاوٹ ہے؟ اس میں مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ ترک قتال پر توبیخ کی اور ساتھ ساتھ لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر لڑائی پر ابھارنے کے اسباب ذکر کئے۔ جیسے نقض عہد، اخراج رسول، بلاسبب ابتدائے قتال۔اَتَخْشَوْنَهُمْ (کیا تم ان سے ڈرتے ہو) کفار سے ڈرنے پر توبیخ ہے۔فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ (اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو) کہ اس سے ڈرا جائے۔اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان رکھتے ہو) پس اس ہی سے ڈرو یعنی کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے اور دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

کفار سے لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزادیں گے:

آیت ۱۴: جب ان کو ترک قتال پر توبیخ کردی تو کھل کر ان کو حکم دیا۔قَاتِلُوْهُمْ (ان سے لڑو) ایمان والوں سے نصرت کا وعدہ کیا تاکہ ان کے دل مضبوط رہیں اور ان کی نیتوں میں بھی خرابی نہ آئے۔ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزادے گا) قتل کروا کر وَيُخْزِهِمْ (اور ان کو ذلیل کرے گا) قیدی بنا کر وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ (اور تم کو ان پر غالب کرے گا) تمہیں ان پر غلبہ دیکر وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دے گا) ان میں سے ایک جماعت کو۔اس

سے مراد بنوخزاعہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ (جن پر حملہ کر کے بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنوخزاعہ کو حرم میں قتل کیا تھا۔ جس سے فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا) تو بنوخزاعہ کے مسلمان مراد ہیں۔

مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ:

آیت ۱۵: وَيُذۡهِبۡ غَيۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ (اوران کے دلوں کی بے چینی دور کرے گا) جو کفار کی طرف سے ان کو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وعدے پورے کر دیئے یہ آپ کی نبوت کی دلیل وثبوت ہے۔ وَيَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیگا) یہ ابتدائے کلام ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ بعض اہل مکہ اپنے کفر سے توبہ کریں گے اور یہ واقعہ ہوا ان میں بہت سے لوگ اسلام لائے جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو۔

ردِ معتزلہ: اس میں معتزلہ کے اس قول کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کافروں کی توبہ قبول کرے لیکن وہ اپنے اختیار سے توبہ نہ کریں گے۔ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ (اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) وہ آئندہ کے حالات کو جاننے والے ہیں جیسا کہ ماضی سے واقف ہیں حَكِيۡمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) توبہ قبول کرنے میں۔

مجاہدین کی پہچان کی جائیگی:

آیت ۱۶: اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَكُوۡا وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو تمہارے اندر سے چھانٹا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا) **نحو**: ام منقطعہ ہے ہمزہ توبیخ کیلئے ہے کیونکہ حسبان کا معنی پایا جاتا ہے تقدیر یہ ہے **لا تترکون علی ما انتم علیه حتی یتبین المخلص منکم وهم الذین جاهدوا فی سبیل الله لوجه الله**۔ تم جس حالت میں ہو اس پر چھوڑا نہ جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے مخلصوں کو ظاہر نہ کر دیا جائے۔ اور وہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا صرف اسی کی رضامندی چاہنے کیلئے۔

وَلَمۡ يَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوۡلِهٖ وَلَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلِيۡجَةً (اور اللہ اور رسول اور اسکے مؤمنین کے سوا کسی کو خاص دوست نہ بنایا) یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مخالفین کو راز دار نہیں بنایا۔ لما یہ توقع کیلئے ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ہونا بالکل متوقع ہے کہ مخلصین وغیر مخلصین کو چھانٹ لیا جائے۔

نحو: لَمۡ يتخذوا کا عطف **جاهدوا** پر ہے اور یہ صلہ کے تحت داخل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **ولما یعلم المجاهدین منکم والمخلصین غیر المتخذین ولیجة من دون الله** مقصود نفی علم کی ہے۔ معلوم کی نہیں جیسا کہتے ہیں **ماعلم الله منی ما قیل فی** اس سے تمہاری مراد یہ ہے **ماوجد ذالك منی** کہ یہ بات میری طرف سے پائی ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا خیال ہے کہ بلا مجاہدہ تمہیں چھوڑ دیا جائیگا۔ اور مشرکین سے تمہیں الگ نہ کیا جائیگا۔ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے) خیر یا شر سے۔ پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ط

مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے بارے میں کافر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ سو توقع ہے

اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔ کیا تم نے حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد

الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ

کرنے کو اس شخص کے برابر بنا دیا جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر' اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' اللہ کے نزدیک یہ لوگ

وقف لازم

عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط

اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ

اور یہ لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب اپنی طرف سے انہیں رحمت کی اور رضا مندی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے

لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ لا خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾

جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟

آیت ١٧: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ (مشرکین اس لائق نہیں) ان کے لئے درست اور مناسب نہیں اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں) قراءت: مکی، بصری نے مَسْجِدَ اللّٰهِ پڑھا اور اس سے مسجد حرام مراد لی۔

نمبر: اقراءت میں جمع اس لئے لائے کہ قبلہ مساجد وہی ہے اور تمام مساجد کا امام بیت اللہ ہے پس اس کی آبادی کرنے والا گویا تمام مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا ہر حصہ مسجد ہے۔

نمبر۲۔ جنس مساجد مراد ہے۔ جب ان میں اس کی جنس کو درست کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس کے تحت مسجد حرام بھی داخل ہوگئی کہ وہ اس کی آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسجد حرام تو اس جنس کا مرکزی نکتہ ہے اور سینہ ہے اور یہ کنایہ کا مؤکدترین طریقہ ہے جیسا تم کہو فلان لا یقرأ کتاب اللہ یہ بات قراءت قرآن کے بارے میں تصریح سے زیادہ مؤثر ہے۔

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ (ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں) اس لئے کہ وہ عبادت اصنام کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ یعمر والی واؤ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ما استقام ان یجمعوا بین امرین متضادین عمارۃ متعبدات اللہ مع الکفر باللہ وبعبادتہ ان کو مناسب نہیں دو متضاد باتیں اپنے میں جمع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ (ان لوگوں کے تمام اعمال بے کار ہیں وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ رہنے والے۔

مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے:

آیت ۱۸: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنا تو صرف ان لوگوں کا کام ہے) اس کی تعمیر، بوسیدہ کی مرمت، صفائی، روشنی کا انتظام، جن چیزوں کیلئے مساجد نہیں بنائی گئیں ان سے حفاظت مثلاً دنیا کی باتیں کیونکہ مسجد کی تعمیر کا مقصد عبادت اور ذکر الٰہی کیلئے ہے اور علم پڑھانا بھی اس ذکر میں شامل ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں) یہاں ایمان بالرسول کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے کو رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت، اذان، اقامت وغیرہ میں دونوں شہادتیں ساتھ ساتھ ہیں۔ نمبر۲۔ اس ارشاد سے ایمان بالرسول پر دلالت کردی وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ ڈریں) اخلاص پر متنبہ کیا۔ مراد خشیت سے دین میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر کسی دوسری رضامندی کو کسی توقع کے خوف سے ترجیح نہ دے۔ اس لئے کہ بعض اوقات مؤمن محذورات سے ڈرتا ہے اور ڈرنے کے علاوہ اس کو کسی چیز کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ دوسرا قول یہ ہے پہلے وہ اصنام سے ڈرا کرتے تھے۔ اور ان سے امیدیں لگاتے تھے پس اس خوف کی نفی ان سے کی گئی ہے۔

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (پس ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے) ہدایت کے مواقع سے مشرکین تو بہت دور ہیں اور ان کے شرک کی وجہ سے اعمال سے انتفاع بھی نہیں ہوسکتا۔ عسٰی کا کلمہ استعمال فرمایا جو طمع کیلئے اور امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کی تعمیر ان لوگوں کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی کے حق میں یہ چیزیں مقبول ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔

کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد' سقایہ حجاج بے وزن اعمال ہیں:

آیت ۱۹: اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیتا) السقایہ۔ العمارۃ۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ فعل سقی، عمر جیسا الصیانة و الوقایة۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اجعلتم اهل سقایة الحاج و عمارة المسجد الحرام کمن اٰمن باللّٰه۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے کو ایمان والوں کے برابر قرار دیا۔

دوسرا قول: مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ ابن زبیر کی قراءت اس کی معاون ہے۔ سُقَاةَ الحاجّ و عَمَرَةَ الْمسجد الحرام مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے مومنین سے مشابہ ہونے کا انکار ہے۔ مشرکین کے اعمال حبط شدہ اور مسلمانوں کے اعمال ثابت و قائم شدہ ہیں۔ اور اس بات سے انکار کیا گیا کہ ان کے مابین برابری مانی جائے۔ اور ان کے برابر قرار دینے کو کفر کے بعد ایک اور ظلم قرار دیا۔ کیونکہ انہوں نے مدح و فخر کو ایسے مقام کیلئے تجویز کیا جو مدح و فخر کا مقام ہرگز نہیں۔

شَانِ نُزُوْل: یہ عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں اتری جب بدر میں وہ قید ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی کے سلسلے میں ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ اور قطع رحمی پر بھی ان کو کھری کھری سنائیں تو عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم ہمارے محاسن کو چھوڑ کر ہماری غلطیاں گناتے ہو۔ تو ان سے پوچھا گیا تمہارے محاسن کیا ہیں۔ تو کہنے لگے ہم بیت اللہ کو تعمیر کرتے، حاجیوں کو پانی پلاتے، قاتل کی گردن چھڑاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے سقایہ پر فخر کیا اور شیبہ نے عمارت پر اور علی رضی اللہ عنہ نے اسلام اور جہاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کردی۔

ایمان' ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں:

آیت ۲۰: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والے ہیں) اہل سقایہ اور اہل تعمیر کے مقابلہ میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) نہ کہ تم کامیابی سے مخصوص ہو ان کی بجائے۔

آیت ۲۱: یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ (ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے) **قراءت**: حمزہ نے یَبْشُرُهُمْ پڑھا بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ (اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغات) رحمت، رضوان، جنات کی بشارت دی اور ان کو نکرہ ذکر کیا تاکہ بتلایا جائے کہ یہ انعامات غیر معمولی ہیں اور کسی وصف کے ساتھ بیان سے باہر ہیں اور معرّف کو معرفہ ذکر کیا گیا۔ لَّهُمْ فِیْهَا (جن میں ان کیلئے) ان جنّات میں نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ (دائمی نعمتیں ہوں گی) دائمی۔

آیت ۲۲: خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے) جو غیر منقطع ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں پسند

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ

کرتے ہوں، اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو یہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا

باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ فاسق قوم کو

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ ع ۳/۸

ہدایت نہیں دیتا۔

آیت ۲۳: شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک آدمی اپنے بیٹے کو کہنے لگا اور اپنے بھائی اور دیگر قرابتداروں کو کہ ہمیں تو ہجرت کا حکم مل گیا۔ ان میں سے بعض نے جلدی سے ہجرت کو اختیار کر لیا۔ اور بعض سے ان کے بیٹے اور ازواج چمٹ گئیں ہمیں تو یہاں خالی ہاتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہم ضائع ہو جائیں گے۔ وہ یہ سن کر ان کے ساتھ رہ پڑا اور ہجرت کو چھوڑ بیٹھا پس یہ آیت اتری۔

کافر غیر ہے خواہ باپ ہو:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَ كُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ (اے ایمان والو۔ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں عزیز رکھیں) یعنی کفر کو ترجیح دیں اور پسند کریں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ (اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا) جو کافروں سے دوستی اختیار کرے گا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (پس ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

یہ واقعی بات ہے کہ اللہ نے بہت سے مواقع میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی' جب تمہیں اپنی کثرت پہ گھمنڈ ہو گیا۔

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

پھر اس کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ

مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ

کھڑے ہوئے' پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اور مؤمنین پر اطمینان قلبی نازل فرمایا اور ایسے

جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦﴾

لشکر اتار دیئے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے' اور اللہ نے کافروں کو عذاب دیا اور یہ سزا ہے کافروں کی'

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ رشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہیں:

آیت ۲۴: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ (آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ) تمہارے اقارب۔ قراءت: ابوبکر نے وعشیراتکم پڑھا ہے۔ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا (اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں) جو مال تم نے کمایا۔ وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (اور وہ تجارت جس میں نکاسی ہونے کا تم کو خطرہ ہو) گرم بازاری کے وقت فوت ہونے کا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے) جلد آنے والا عذاب یا بدیر ملنے والا عذاب یا فتح مکہ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتے) یہ آیت ان لوگوں کی شناعت احوال کا بیان ہے جو عقیدہ کی کمزوری اور یقین کے ضعف میں مبتلا ہیں۔ بڑے پرہیزگار بھی باپ، اولاد، مال متاع سے زیادہ دین سے محبت نہیں کرتے۔

مواقع نصرت:

آیت ۲۵: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت مواقع میں غلبہ دیا) نمبرا۔ جیسا واقعہ بدر، قریظہ،

بنی نضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، نمبر۲۔ وہ مواقع جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد کی اور ایمان والوں کی امداد فرمائی وہ اسّی ۸۰ ہیں۔ **مواطن الحرب** : مقامات و مواقف حرب **وَيَوْمَ حُنَيْنٍ** (اور حنین کے دن بھی) یہاں یوم سے پہلے اذکروا محذوف ہے۔ یعنی تم یوم حنین کو یاد کرو۔

غزوۂ حنین:

حنین ایک وادی ہے جو مکہ اور طائف کے مابین ہے۔ اس میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ہوازن و ثقیف جنکی تعداد چار ہزار بتلائی جاتی ہے۔ (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چوبیس ہزار لکھی ہے) جب مسلمانوں کا ان سے سامنا ہوا تو کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا۔ **لن نغلب اليوم من قلة** آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات گراں گزری۔ **اِذْ** (جب) یہ یوم سے بدل ہے۔ **اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ** (جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دیا) کثرت کی خود پسندی والی بات سامنے آ گئی اور یہ بات ان کی نگاہ سے (بعض مراد ہیں) اوجھل ہوگئی کہ کثرت جنود سے فتح نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے۔ پس اول وہلہ میں شکست کھا گئے اور شکست خوردہ مکہ پہنچ گئے۔
(مگر یہ بات خود قابل تحقیق ہے کسی معتبر روایت میں شکست خوردہ کا مکہ پہنچنا منقول نہیں)

آپ کی ثابت قدمی:

رسول اللہ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ کے خچر کی لگام عباس بن عبدالمطلب اور رکاب سفیان بن حارث تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! لوگوں کو آواز دو۔ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی یا **اصحاب الشجرہ**۔ آواز پہنچتے ہی منتشر صحابہ یہ کہتے ہوئے آواز کی طرف بڑھے۔ لبیک، لبیک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلق گھوڑوں پر سوار سفید کپڑوں میں ملبوس فرشتے اترے۔ اسی وقت رسول ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر خدا کے حکم سے دشمنوں کی طرف پھینکی پھر فرمایا خدا کرے تم شکست کھا جاؤ۔ رب کعبہ کی قسم تم شکست کھا جاؤ۔ پس کفار کو شکست ہوگئی (مسلم) اس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی، **اللّٰھم لك الحمد واليك المشتكى وانت المستعان**" یہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جو آپ نے سمندر پار کرتے وقت مانگی تھی۔

کثرت نے فائدہ نہ دیا:

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگی کرنے لگی) **نحو** : مارحبت کا مامصدریہ ہے۔ اور با بمعنی مع ہے۔ ای مع رحبھا۔ وسعت کے باوجود اور اصل میں **متلبسة برحبھا** ہے۔ اس طرح کہ جار و مجرور حال ہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ **دخلت عليه بثياب السفر يعني متلبسًا بثياب السفر**۔ میں ان کے ہاں آیا سفر کے کپڑے پہننے کی حالت میں اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ دشمن سے بھاگنے کی تمہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ گویا کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی۔ **ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ** (پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے) پھر تم شکست کھا گئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اے ایمان والو! مشرکین پلید ہی ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ

پاس نہ آئیں اور اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو عنقریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا

اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اگر چاہے بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نزولِ سکینہ:

آیت ۲۶: ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ (پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی اتاری) اس کی وہ رحمت جس سے ان کو سکون ملا اور وہ ایمان لائے۔ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) یعنی ملائکہ، فرشتوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی یا پانچ ہزار تھی یا سولہ ہزار تھی۔ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافروں کو سزا دی) قتل اور قید کا اور عورتوں اور بچوں کے قیدی بننے کا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (اور یہ کافروں کی سزا ہے)

آیت ۲۷: ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں تو بہ نصیب کر دیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اسلام کے ذریعہ وہ کافر کے کفر کو چھپا دیتا ہے۔ رَّحِيْمٌ (بڑی رحمت کرنے والے ہیں) شکست کے بعد بھی دوست کی مدد کرتا ہے۔

مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے:

آیت ۲۸: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (اے ایمان والو۔ مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں) پلیدی والے ہیں نجس مصدر ہے کہا جاتا ہے: نجس نجسًا و قذر قذرًا کیونکہ ان میں وہ شرک تھا۔ جو بمنزلہ نجاست ہے۔ اور اسلئے بھی کہ نہ وہ طہارت کرتے ہیں۔ نہ غسل کرتے ہیں نہ نجاسات سے بچتے ہیں تو گویا گندگی ان کو لباس کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔ یا ان کو بعینہٖ نجاست قرار دیا۔ تاکہ وصف نجاست میں ان کے متعلق مبالغہ ظاہر ہو۔ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (وہ لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) نہ وہ حج کو آئیں اور نہ عمرہ کریں جیسا کہ وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (اس سال کے بعد) یہ ۹ھ کی بات ہے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قریب آنے کی نفی سے مراد حج وعمرہ کی ممانعت ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ دخول حرم اور مسجد حرام اور دیگر مساجد سے ان کو روکا نہیں جا سکتا۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیا جائے گا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں مسجد حرام اور دیگر تمام مساجد سے بھی ان کو روکا جائے گا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ

ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے انہیں اسے حرام

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى

نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی ان سے یہاں تک جنگ

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۲۹ ع

کرو کہ وہ ماتحت ہو کر ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

دوسرا قول مشرکین کو مسجد کے قریب آنے کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان کو حرم میں اقتدار و اختیار حاصل نہ کرنے دیں۔

خطرۂ افلاس کی ممانعت:

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً (اگر تم کو مفلسی کا خطرہ ہو) حج سے مشرکین کو روکنے کی وجہ سے اگر تمہیں فقر کا خطرہ ہو۔ کیونکہ ان کے آنے کی وجہ سے کئی سہولتیں اور اشیاء میسر آتی تھیں۔ فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے محتاج نہ رکھے گا) نمبرا۔ غنائم کے ذریعہ یا نمبر۲۔ بارش اور نباتات کی کثرت سے نمبر۳۔ مسلمان حاجی تجار کے ذریعہ اِنْ شَآءَ (اگر اللہ چاہے گا) اس میں تعلیم دی کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معلق کیا کرو۔ تاکہ تمام امیدیں اسی تک پہنچ کر منقطع ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ خوب جاننے والا) تمہارے احوال کو حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) تمہاری امیدوں کو پورا کرنے میں۔ نمبر۲۔ وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور جو وہ حکم دیتا ہے اور ارادہ کرتا ہے اس میں حکمت والا ہے۔

اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال:

آیت ۲۹: یہ اہل کتاب کے متعلق اتری۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں) کیونکہ یہ یہود دو خدا اور نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور نہ آخرت پر) کیونکہ اس کے متعلق وہ اس کے برخلاف ہیں جو ان پر لازم ہے انکا عقیدہ ہے کہ جنت میں اکل و شرب نہیں ہے۔ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے) کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں حرام کیا اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔ یا تورات و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ہی نہیں جانتے۔ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ (اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں) وہ دین اسلام پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ جو کہ برحق دین ہے۔ کہا جاتا ہے: فلان يدين بكذا۔ جب کہ وہ اس کو دین کے طور پر اختیار کر لے اور اس کا معتقد ہو جائے۔ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں) یہ الذین جو پہلے مذکور ہوا اس کا بیان ہے۔

مجوس کا حکم: جزیہ کے سلسلہ میں مجوس کا حکم اہل کتاب کی طرح ہے اسی طرح ترک، ہنود وغیرہ بھی صرف مشرکین عرب کا حکم مختلف ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قٰتَلَهُمُ

ان کی باتیں ہیں جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ اللہ انہیں

اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝٣٠ اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ

غارت کرے، کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور درویشوں کو

دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۚ

رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝٣١

جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس چیز سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

امام زہری سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے عرب کے علاوہ دیگر تمام بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کر لی۔ (عبدالرزاق فی تفسیرہ)

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ (یہاں تک کہ جزیہ دینا قبول کریں) یہاں تک کہ وہ اسکو قبول کریں۔ جزیہ کو اسلئے جزیہ کہتے ہیں۔ نمبر۱۔ کہ جن پر یہ لازم کیا جاتا ہے۔ ان پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ نمبر۲: ذلت کے ساتھ کفر میں جو مہلت ملی یہ اس کی سزا ہے۔ عَنْ يَّدٍ (ماتحت ہو کر) یعنی ایسے ہاتھ سے جو موافقت کرنے والا ہو۔ ممانعت کرنے والا اور باز رہنے والا نہ ہو۔ کیونکہ جس نے انکار کیا اور دینے کیلئے تیار نہ ہوا۔ اس کا ہاتھ امان میں نہ دیا گیا۔ البتہ مطیع وفرمانبردار اپنی مدد کا ہاتھ دینے والا ہے۔ اسی لئے محاورہ ہے۔ اعطی بیدہ اس وقت بولتے ہیں جب مطیع ہو جائے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے نزع یدہ عن الطاعة۔ فلاں سرکش ہوا۔

نمبر۲۔ یہاں تک کہ جزیہ دست بدست دیں اُدھار نہیں۔ اور خود آ کر دیں کسی کے ہاتھ نہ بھیجیں۔ بلکہ دینے والا لینے والے کو خود دے۔ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (اور رعایا بن کر رہیں) یہ ان سے بطور ذلت لیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ دینے کے لئے پیدل آئے سوار نہ ہو اور کھڑا ہونے کی حالت میں دے جبکہ وصولی والا نمائندہ اپنی نشست گاہ پر بیٹھنے والا ہو۔ اور اس کو جنجھوڑا جائے اور گریبان سے پکڑا جائے اور اس طرح کہا جائے اے ذمی جزیہ ادا کرو۔ اور اگر وہ ادا کر رہا ہو تو اس کو پیچھے دھکیلا جائے اسلام لانے کی صورت میں جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں:

آیت ۳۰: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ (اور یہود نے کہا) تمام یا بعض نے عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ (کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے) یہ مبتداء اور خبر ہے۔

جیسا کہ المسیح ابن اللہ کی ترکیب ہے۔ عزیر، یہ عجمی نام ہے غیر منصرف ہے علم و عجمیت کی وجہ سے ہے جنہوں نے اس کو منصرف مانا انہوں نے تنوین سے پڑھا وہ عاصم، علی ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ (اورنصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے۔ ان کے منہ سے کہنے کا) یہ ایسا قول ہے جس کی معاون کوئی دلیل صحیح موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی کا بیان اس کی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے بس یہ منہ سے نکالا جانے والا لفظ محض ہے۔ جو اپنے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ مہمل الفاظ ہوتے ہیں۔

يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (یہ بھی ان لوگوں جیسی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے) اس میں حذف مضاف ضروری ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یضا ھی قولهم قولهم انکا قول ان کے قول کے مشابہ ہے۔ پھر مضاف کو حذف کر کے ضمیر کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ اسلئے یہ مرفوع میں بدل گیا۔ یعنی ان الذین کانوا فی عهد رسول الله ﷺ من الیهود والنصاری یضاهی قولهم قول قد مائهم مطلب یہ ہے کہ انکا پرانا کفر ہے جو ان میں چلا آ رہا ہے جدید نہیں نمبر ۲۔ ضمیر نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی یضاهی قولهم۔ نصاریٰ کا قول یہود کے قول کے مشابہ ہے نصاریٰ نے المسیح ابن اللہ کہا ہے۔ جبکہ یہود نے جو ان سے پہلے ہوئے انہوں نے عزیر ابن اللہ کہا۔

قراءت: یضاهئون عاصم نے پڑھا۔ اور اصل المضاہاۃ بمعنی مشابہت اکثر قراء نے ہمزہ کو چھوڑا اور ان کا قول امراۃ ضهیاء سے مشتق ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے کہ اس کو حیض نہ آئے زجاج کا قول یہی ہے۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ (اللہ ان کو غارت کرے) یعنی وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں) دلیل کے واضح ہو جانے کے باوجود وہ حق سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ہے:

آیت ۳۱: اِتَّخَذُوْٓا (انہوں نے بنا رکھا ہے) اہل کتاب نے اَحْبَارَهُمْ (اپنے علماء کو) اپنے علماء وَرُهْبَانَهُمْ (اپنے عابدوں کو) اَرْبَابًا (معبود) مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ کو چھوڑ کر) اس طرح کہ ان کی اطاعت اس چیز کو حلال کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اور اس چیز کو حرام کرنے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ اسی طرح کرتے جیسے ارباب کی اطاعت اوامر و نواہی میں کی جاتی ہے۔ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (اور مسیح ابن مریم کو بھی) یہ احبار پر عطف ہے انہوں نے مسیح کو رب یعنی ابن اللہ بنایا۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا (اور ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں) اس پر وقف بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کا مابعد مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور واحد کی صفت بن سکتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ پاک ہے ان کے شرک سے) شرک سے اس کا پاک قرار دینا۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ کو اس کے علاوہ کوئی بات منظور نہیں کہ وہ اپنے نور کو

نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ

پورا کرے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳

بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا:

آیت ۳۲: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (وہ لوگ اس طرح چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ بغیر اس کے کہ اپنے نور کو پورا کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں اگرچہ کافرلوگوں کو یہ بات ناگوار ہو) ان کی مثال نبوت محمد ﷺ کو ناکام کرنے میں اور تکذیب میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی عظیم روشنی کو پھونک مار رہا ہو جو روشنی آفاق میں پھیلنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس روشنی کو بڑھانے والے ہوں اور اس کو چمکا کر انتہاء تک پہنچانے والے ہوں۔ پھونک کا مقصد اس روشنی کو بجھانا ہو (تو جس طرح اس کی پھونک سے وہ روشنی بجھ نہیں سکتی اسی طرح نور اسلام بھی ان کی باطل تدبیروں سے ختم نہیں ہوسکتا۔ وَيَاْبَى اللّٰهُ کو لا یرید کی بجائے لایا گیا۔ اسی لئے کہ وہ یریدون کے مقابلہ میں آرہا ہے۔ ورنہ تو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کرھت او ابغضت الا زیدًا۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے:

آیت ۳۳: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت دیکر بھیجا) محمد ﷺ بالھدٰی قرآن کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ (اور سچا دین) اسلام لِيُظْهِرَهٗ (تا کہ وہ غالب کردے) وہ بلند و غالب کرے عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (تمام دینوں پر) تمام اہل ادیان پر نمبر۲۔ دین حق کو ہر دین پر غالب کرے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (اگرچہ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ

اے ایمان والو! بلا شبہ بہت سے علماء اور راہب ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقہ پر

النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ

کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں' اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے

وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۳۴ يَّوۡمَ

ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس روز

يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا

ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں' کروٹوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ

مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ۳۵

وہ ہے جس کو تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ سو اب اسے تم چکھ لو جسے تم جمع کرتے تھے۔

حرام خور احبار و رہبان:

آیت ۳۴: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ (اے ایمان والو اکثر احبار اور درویش لوگوں کے مال کھاتے ہیں) لینے کو کھانے کے لفظ سے بطور استعارہ کے لائے بِالۡبَاطِلِ (ناجائز طریقے سے) احکام میں رشوت کے ذریعہ وَيَصُدُّوۡنَ (اور وہ روکتے ہیں) اپنے ماتحتوں کو عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے۔

جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے:

وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ (اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں) جائز ہے کہ اکثریت نمبرا۔ احبار و رہبان کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ ان میں یہ دونوں مذموم خصلتیں جمع تھیں مثلاً رشوت خوری، جمع اموال اور انفاق سے بخل وغیرہ۔

نمبر۲۔ اس سے وہ مسلمان جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کو ابواب خیر میں صرف نہیں کرتے گویا اہل کتاب کے رشوت خور اور مسلمان غیر منفق مالدار ایک شمار و قطار میں رکھے گئے تا کہ مذمت میں مبالغہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں۔ اگر چہ وہ خفیہ رکھا ہو۔ اور جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچے مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے۔ اگر چہ وہ ظاہر ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط و مجمع الزوائد)

بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے عبد الرحمان بن عوف، طلحہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مال جمع کرتے اور اس میں تصرف کرتے مگر

ان کو کسی نے معیوب نہیں سمجھا۔ خاص کر ان حضرات نے کہ جو جمع کرنے سے اعراض کرنے والے تھے۔ کیونکہ جمع مال سے اعراض یہ افضل ہے جمع کرنا مباح ہے اس کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)

ضمیر معنی کی طرف لوٹتی ہے اسی لئے مؤنث ہے کیونکہ سونا و چاندی ہر ایک دراہم و دنانیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا (الحجرات: ۹) ضمیر جمع کی مرجع تثنیہ افراد کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

نمبر۲۔ مراد کنوز و اموال ہیں۔ پس ضمیر مؤنث ہے۔

نمبر۳۔ اور وہ چاندی کو خرچ نہیں کرتے اور سونے کو جیسا کہ شاعر کا یہ قول

فانی وقیارٌ بھا لغریبٌ گویا ہر ایک کی طرف ضمیر الگ الگ لوٹ رہی ہے۔

یعنی انی لغریب بها وقيار غريب بها

تمام اموال میں خاص کر ذھب وفضہ کو ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں مالداری کا قانون اور اشیاء کی اثمان کا ذریعہ ہیں اور ان دونوں کے اکتناز کا ذکر دوسرے اموال کے تذکرے کی دلیل ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس ان کو آپ ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنادیں)

قیامت کے دن یہی مال آلۂ سزا ہوگا:

آیت ۳۵: اور اس ارشاد کا معنی يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (جو کہ اس روز واقع ہوگی جبکہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا) آگ ان پر بھڑکائی جائے گی۔

نحو: فعل کا ذکر کر دیا کیونکہ اس کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے۔ اس کی اصل یہ ہے: يوم تحمى النار عليها۔ جس دن آگ اس پر بھڑکائی جائے گی۔ جب النار کا لفظ حذف کیا اور کہا: يحمٰى کیونکہ اسناد سے منتقل ہو کر عليها کی طرف منتقل ہو گیا۔ جیسا کہا جاتا ہے رفعت القصة الى الامير اگر قصہ کا ذکر نہ کریں اور کہہ دیں رفع الى الامير۔ تو تب بھی درست ہے۔

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ (پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا) ان اعضاء کو خاص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ فقیر کو دیکھتے تو پہلے چہرے پر بل ڈال لیتے۔ جب فقیر اور وہ ایک مجلس میں جمع ہو جاتے تو اس سے پہلو تہی اختیار کرتے اور پشت پھیر کر چلتے بنتے۔ نمبر۲۔ ان کے چاروں اطراف سے داغ دیئے جائیں گے آگے پیچھے دائیں، بائیں۔ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا) ان کو کہا جائے گا۔ یہ وہ ہے جو تم نے جمع کیا تاکہ اس سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ تم اس کو جمع کر رہے ہو تاکہ اس سے تمہیں نقصان پہنچے یہ درحقیقت تو بخ ہے۔ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو) یعنی نمبر۱۔ اس مال کا وبال جو تم جمع کرتے رہے۔ نمبر۲۔ اس بات کا وبال کہ تم جمع کرنے والے تھے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اورزمین پیدا فرمائے مہینوں کی گنتی بارہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬

مہینے ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ دین مستقیم ہے'

فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا

سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ

یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۳۶ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ

وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا

فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا

کفر میں ترقی کرنا ہے جس سے کافرلوگ گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینے کوکسی سال حلال کرلیتے ہیں اورکسی سال حرام قراردے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی

عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

گنتی پوری کرلیں جنہیں اللہ نے حرام قراردے دیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کوحلال کرلیتے ہیں' ان کے برے اعمال ان کے لئے مزین کردیئے گئے اور اللہ

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۳۷ ع ۵ ۸ ۱۱

کافروں کوہدایت نہیں دیتا۔

تخلیق ارض وسماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں:

آیت ۳۶: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے) بغیر اضافہ کے۔اس سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ احکام شرع کا دارومدار قمری مہینوں پر ہے۔جو چاند سے گنے جاتے ہیں۔شمسیہ سے نہیں۔ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (کتاب الٰہی میں) نمبر۱: جواپنی حکمت سے واجب کردیا اوراس میں قائم وثابت کردیا۔نمبر۲۔یا اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (جس روز اللہ نے آسمان وزمین پیدا کئے تھے ان میں چار مہینے خاص ادب کے ہیں) تین مسلسل ذوالقعدہ لڑائی سے باز رہنے کا، ذوالحجہ حج کیلئے اور محرم حرمت قتال کیلئے اور ایک اکیلا ہے اوروہ رجب ہے کیونکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے ترجیب تعظیم کو کہتے ہیں۔ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (یہی دین مستقیم ہے) یہ مضبوط

وسیدھا دین ہے وہ نہیں جو اہل جاہلیت میں رواج ہے۔ مطلب یہ کہ چار مہینوں کی حرمت یہ صراط مستقیم ہے۔ اور ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا دین ہے۔ عربوں نے اس بات کو مضبوطی سے قائم رکھا۔ وہ ان میں قتال کو حرام قرار دیتے اور ان کی تعظیم کرتے رہے یہاں تک کہ ایک نئی رسم ایجاد ہوئی جس سے اس میں تبدیلی آ گئی۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ (پس تم ان مہینوں کے بارے میں نقصان مت کرنا) حرم میں یا بارہ مہینوں میں۔ اَنْفُسَكُمْ (اپنا) گناہوں کا ارتکاب کر کے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً (اور ان تمام مشرکین سے جنگ کرو)

نحو : کافۃً یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں) اکٹھے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے) یعنی ان کا مددگار ہے۔ اس میں متقین کو تقویٰ کی ضمانت دیکر تقویٰ پر آمادہ کیا۔

رسم نسی کی تردید:

آیت ۳۷: اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ (بے شک مؤخر کر دینا) یہ ہمزہ کے ساتھ نسأ ہ کا مصدر ہے۔ مؤخر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں نسی ء کا معنی ہے ان کے ہاں مہینہ کی حرمت کو دوسرے مہینے میں مؤخر کر دینا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوٹ مار اور لڑائی بھڑائی والے لوگ تھے۔ جب حرمت والے مہینے آجاتے اور وہ لڑائی میں مصروف ہوتے تو لڑائی کا اسی حالت میں چھوڑنا ان پر گراں گزرتا پس اس مہینے کو لڑائی کیلئے حلال کر لیتے اور دوسرا مہینہ اس کی جگہ حرام کر لیتے۔ یہاں تک کہ اشھر حرم کی حرمت کے ساتھ تخصیص کا بھی انکار کر دیتے۔ پھر وہ سال میں مطلق چار مہینوں کو حرام قرار دیکر گنتی مکمل کرتے۔

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ (کفر میں ترقی ہے) ان کا یہ فعل کفر میں ایک اور اضافہ تھا۔ يُضَلُّ (گمراہ کئے جاتے ہیں) ابوبکر کے علاوہ دوسرے کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جس سے کافر) نسی ء کے ذریعہ اور يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا (وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں) میں ضمیر نسی ء کی طرف راجع ہے یعنی جب وہ ایک مہینے کو اشھر حرام میں سے حلال کر لیتے تو اگلے سال رجوع کر کے دوبارہ اس کو حرام کر دیتے۔ لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں) تا کہ وہ اس گنتی کی موافقت ثابت کریں اور وہ چار مہینے ہیں وہ اس کی مخالفت نہ کرتے تھے البتہ اس تخصیص کے مخالف تھے جو کہ واجبات میں سے ایک ہے اور لام یحلونہ ویحرمونہ سے متعلق ہے یا یحرمونہ کافی ہے اور یہ ظاہر ہے۔

فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں) یعنی فیحلوا بمواطاۃ العدۃ وحدھا من غیر تخصیص ماحرم اللہ من القتال وہ گنتی کی موافقت کیلئے بغیر تخصیص کے اس چیز کو حلال کر لیں۔ جو قتال اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ نمبر۲۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کیں یعنی مہینہ کو معین طور پر حرام کرنا اس کو انہوں نے حلال کر لیا اور اس کی تخصیص ختم کر دی۔ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ (ان کی بداعمالیاں ان کی نظر میں مرغوب معلوم ہوتی ہیں) شیطان نے ان کے لئے یہ مزین کیا کہ برے اعمال کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ اس سے کافروں کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک وہ باطل پر پختگی اختیار کرنے والے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو تو زمین پر بوجھل

الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ

بن جاتے ہو' کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا والی زندگی پر راضی ہو گئے۔ سو دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت

اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تھوڑی سی ہے' اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارے بدلہ پیدا فرما دے گا

وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

اور تم اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہو' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اگر تم اس کے رسول کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ

مدد کی ہے جبکہ ان کو کافروں نے نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دو آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

کہ غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے' پھر اللہ نے آپ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

ا اللہ نے ان لوگوں کی با نیچی کر ی جو کفر اختیا کئے ہوئے تھے ا اللہ کی با انچی ہی ہے ا اللہ عز الا ہے حکمت الا ہے

ترغیبِ جہاد:

آیت ۳۸ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا (اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو) فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ (اللہ کی راہ میں تو تم لگے جاتے ہو) تم بوجھل بنتے ہو۔ اس کی اصل تثاقلتم ہے۔ تا کو ثا کر کے اس میں ادغام کر دیا پھر ہمزۂ وصل ابتداء بالسکون کی وجہ سے بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم سستی کرتے ہو۔ اِلَى الْاَرْضِ (زمین کو) اِلٰی کے ساتھ متعدی کر کے میل و اخلاد کا معنی شامل کیا۔ نمبرا: یعنی تم دنیا اور اس کی شہوات کی طرف مائل ہو۔ اور سفر کی صعوبتیں اور تھکاوٹیں ناپسند کرتے ہو۔

نمبر۲۔ تم اپنے گھروں اور زمینوں میں رہنے کی طرف مائل ہو۔ یہ غزوۂ تبوک کا موقع تھا جب تنگدستی کے زمانہ میں سفر جہاد

کا حکم دیا گیا سفر دور دراز علاقے کا، سخت گرمی، حالت قحط، مسلح کثیر تعداد میں دشمن پس ایسے حالات میں بعض مسلمانوں پر گراں گزرا۔ آپ جس غزوہ میں نکلے کسی دوسری طرف کا بتلایا۔ صرف غزوۂ تبوک میں صاف بتلا دیا تا کہ پوری تیاری کر سکیں۔ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ (کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا) آخرت کے بدلے فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ (پس دنیوی زندگی کا نفع آخرت کے مقابلے میں) آخرت کے مقابلہ میں اِلَّا قَلِیْلٌ (مگر بہت قلیل ہے)۔

بوجھل پن پر اظہار ناراضی:

آیت ۳۹: اِلَّا تَنْفِرُوْا (اگر تم نہ نکلو گے) لڑائی کی طرف یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا (تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے) اس میں بوجھل پن پر ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے ان کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی اور اس کو مطلق ذکر کر کے دونوں جہانوں کے سلسلہ میں عام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے اور لے آئے گا۔ جو ان سے بہتر اور زیادہ مطیع ہونگے اور اس کو اپنے دین کی امداد کیلئے انکی محتاجی نہیں اور انکا یہ بوجھل پن دین کو قطعاً متاثر نہ کر سکے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے لَا تَضُرُّوْهُ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا آپکی نصرت کا وعدہ بہرصورت پورا ہو کر رہے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ (اور اللہ رکھتا ہے ہر چیز پر) سزا دینے اور ان کی جگہ دوسرا لانے میں قَدِیْرٌ (قابو)

نصرتِ دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں:

آیت ۴۰: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ (اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے) پس عنقریب اس کی وہ مدد کرے گا۔ جس نے اس کی اس وقت مدد کی جبکہ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ پس اپنے اس ارشاد فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (تو اللہ آپ کی مدد کر چکا ہے) اس سے ظاہر کر دیا کہ وہ مستقبل میں امداد کرے گا۔ جیسا اس وقت میں امداد کی۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اس وقت جبکہ کافروں نے آپ کو جلاوطن کر دیا تھا) اس میں اخراج کی نسبت کفار کی طرف کی گئی کیونکہ کفار نے جب نکالنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکلنے کا حکم دیا گویا کہ انہوں نے نکالا۔

واقعۂ ہجرت:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ (جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے) دو میں سے ایک جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ثالث ثلا ثة (المائدہ: ۷۳) اور وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

نحو: حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْ هُمَا (جس وقت کہ دونوں) یہ اذ اخرجه سے بدل ہے۔ فِی الْغَارِ (غار میں تھے) ثور کے بلند حصہ میں غار ہے مکہ سے ایک گھنٹہ کے سفر پر مکہ سے دائیں جانب ثور پہاڑ ہے۔ اسی میں تین دن قیام رہا۔ اِذْ

يَقُوْلُ (جبکہ آپ فرمارہے تھے) یہ دوسرا بدل ہے۔ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (اپنے ساتھی سے تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے) نصرت وحفاظت کے ساتھ۔

یہ بھی کہا گیا کہ مشرکین نے غار کے اوپر پہنچ کر جھانکا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا۔ تو عرض کی اگر آج پکڑے گئے تو اللہ تعالیٰ کا دین ختم ہوجائے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ماظنك باثنين اللّٰه ثالثهما (بخاری ومسلم کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ جب آپ غار میں داخل ہو چکے تو دو کبوتر اللہ تعالیٰ نے بھیجے۔ انہوں نے اس کے نچلی جانب انڈے دے دیئے اور مکڑی کو بھیج دیا۔ اس نے جالا بن دیا۔ (بزار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللّٰهم أعم ابصارهم (اس کی سند نہیں) وہ غار کے اردگرد پھرنے لگے مگر ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

علماء کا قول:

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بقیہ صحابہ کیلئے یہ نہیں (مگر وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بھی ظاہر ہے فافہم)

نزولِ سکینہ:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ (پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی) جو آپ کے قلب اطہر میں امن ڈالا گیا جس سے اس موقع پر سکون حاصل ہوا اور آپ نے جانا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ عَلَيْهِ (آپ پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیونکہ وہی آپ کے متعلق ڈر رہے تھے۔ اور آپ تو پرسکون تھے۔ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا) نمبر۱۔ وہ فرشتے تھے جنہوں نے کفار کے چہروں اور آنکھوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ نمبر۲۔ بدر اور احزاب میں فرشتوں سے امداد فرمائی اور اسی طرح حنین کے دن۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا (اور کافروں کی بات کو کر دیا) یعنی کفر کی طرف ان کی دعوت کو السُّفْلٰى (نیچا) وَكَلِمَةُ اللّٰهِ (اور اللہ ہی کا بول) اسلام کی طرف دعوت هِيَ الْعُلْيَا (رہا اونچا) هِيَ ضمیر فاصل ہے۔ یعقوب نے کلمةَ اللّٰه نصب سے پڑھا عطف کی بناء پر اور رفع کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے اور یہ بہتر وجہ ہے کیونکہ وہ اس وقت سے لے کر اب تک بلند ہے۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست) وہ اپنی مدد سے اہل حق کو عزت دیتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) اہل شرک کو اپنی حکمت سے ذلیل کرتا ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ

نکل کھڑے ہو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بھاری ہونے کی حالت میں' اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو یہ

خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤١ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اگر قریب ہی میں سامان ملنے والا ہوتا اور سفر معمولی ہوتا تو

لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

وہ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت دور دراز نظر آئی اور وہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی

ع ٦ ١٢ لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ یُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝٤٢

تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

سامان (اسلحہ' اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو:

آیت ۴۱: اِنْفِرُوْا خِفَافًا (اور تم نکل پڑو تھوڑے سامان سے) اس کی طرف نشاط سے جاؤ وَّ ثِقَالًا (زیادہ سامان سے) اس کے متعلق مشقت محسوس کرتے ہوئے۔ نمبر۲۔ خفاف جب تمہارے اہل و عیال تھوڑے ہوں اور ثقال اہل و عیال زیادہ ہوں۔ نمبر۳۔ کم مقدار میں اسلحہ ہو یا خوب اسلحہ ہو۔ نمبر۴۔ سوار اور پیدل نمبر۵۔ جوانی و بڑھاپے میں نمبر۶۔ کمزور اونٹوں پر اور موٹے تازے اونٹوں پر نمبر۷۔ صحت مندی اور مرض کی حالت میں۔

وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ (اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے) ان دونوں کے ساتھ جہاد ممکن ہو۔ تو دونوں کے ذریعہ۔ اور اگر ایک سے ممکن ہو تو ایک کے ساتھ جس طرح حالت و ضرورت ہو۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ (اللہ کی راہ میں) جہاد خَیْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) اس کے چھوڑنے سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم یقین رکھتے ہو) اس کا بہتر ہونا تو پھر اسکی طرف سبقت کرو۔

آیت ۴۲: شَانِ نُزُوْل: جو منافقین غزوۂ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیئے گئے ان کے متعلق اتری۔

تذکرۂ تبوک اور بہانہ باز منافقین:

لَوْ كَانَ عَرَضًا (اگر وہ ہوتا سامان) دنیا کے جو منافع سامنے آئیں کہا جاتا ہے الدنیا عرض حاضر یا کل منه البر والفاجر۔ یعنی اگر ان کو غنیمت کی طرف دعوت دی جاتی۔ قَرِیْبًا (جلد ہاتھ لگنے والا) آسانی سے میسر ہونے والی۔ وَّ سَفَرًا قَاصِدًا۔ (اور سفر بھی معمولی سا ہوتا) درمیانہ قریبی سفر، القاصد اور القصد معتدل کو کہتے ہیں۔ لَّاتَّبَعُوْكَ (تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے) وہ نکلنے میں آپکی موافقت کرتے۔ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُ (لیکن ان کو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی) دور کی پر مشقت مسافت وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ (یہ ابھی اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے) یہ نبوت کے نشانات میں سے ہے کہ آئندہ پیش آنے والی بات کی خبر دی

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا آپ نے ان کو کیوں اجازت دی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے

وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور جب تک آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔ آپ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا

کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ آپ سے

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ

وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

سو وہ اپنے شک میں حیران ہیں اور اگر وہ لوگ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے ضرور تیاری

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾

کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا سو ان کو روک دیا اور کہا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

جو منافقین کی طرف سے لوٹنے کے وقت پیش آنے والی تھی۔ چنانچہ جیسا کہا اسی طرح پیش آیا۔ باللّٰہ، سَیَحْلِفُوْنَ کے متعلق ہے یا یہ بھی ان کے من جملہ کلام میں سے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں قول مراد ہے یعنی سیحلفون المتخلفین عند رجوعك من غزوۃ تبوك معتذرین یقولون باللّٰہ لو استطعنا لخرجنا معکم۔ مخلف لوگ آپ کو غزوۂ تبوک سے رجوع کے وقت معذرت کرتے ہوئے قسمیں اٹھائیں گے۔ کہ اللہ کی قسم اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کر جاتے۔

نمبر۲۔ سیحلفون باللّٰہ یقولون لو استطعنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسمیں لو استطعنا کہتے ہوئے اٹھائیں گے اور لخرجنا کو جواب قسم کے قائم مقام لائے اور لو کے جواب میں بھی۔ اور استطاعت کا مطلب۔ تیاری کی استطاعت یا بدنی استطاعت گویا انہوں نے اپنے آپ کو بتکلف بیمار ظاہر کیا۔ یُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (وہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں) یہ سیحلفون سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔ یعنی مهلکین انفسهم مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جھوٹی قسموں سے ہلاک کرنے والے ہیں یا لخرجنا سے حال ہے یعنی ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے خواہ ہماری جانیں گرمی میں جانے کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا پڑتا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اس بات میں جو وہ کہتے ہیں۔

لطیف عتاب:

آیت ۴۳: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا) یہ لغزش سے کنایہ ہے کیونکہ عفو اس کے بعد لائے۔ اور یہ لطیف عتاب ہے۔ خطاب میں عفو کو صدر کلام میں لائے۔ اس میں آپ ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اور کسی پیغمبر کے لئے اس طرح مذکور نہیں۔

آپ ان کو اجازت نہ دیتے تا کہ ان کا سچ جھوٹ سامنے آتا:

لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی) یہ اس کا بیان ہے جس کو عفو کے ساتھ کنایۃً ذکر کیا گیا تھا۔ مطلب یہ ہے آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے بیٹھ رہنے کی اجازت دیدی جبکہ وہ آپ سے اجازت طلب کرنے آئے اور آپ کے سامنے اپنے بہانے پیش کئے۔ آپ نے اذن میں تاخیر کیوں نہ فرمائی؟ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے) آپ کے سامنے سچا معذور اور جھوٹا عذر خواہ واضح ہو جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو باتیں تھیں جنکا آپ کو حکم ابھی نہ ملا تھا مگر آپ نے ان کو کیا نمبر ا۔ منافقین کو اجازت نمبر ۲۔ فدیۂ اساریٔ بدر۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا۔

مَسْئَلَہ: انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اجتہاد سے کیا۔ اور عتاب کی وجہ ترک افضل تھی۔ انبیاء علیہم السلام کو ترک افضل پر بھی عتاب کیا جاتا کیونکہ ان کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں۔

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے:

آیت ۴۴: لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا (جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔ جہاد کرنے میں) مسلمانوں کی یہ عادت نہیں کہ وہ جہاد سے اعراض کرتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کریں۔ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ (اپنے مال اور جان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے) ان کے لئے بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

طالبین اجازت منکرِ آخرت ہیں:

آیت ۴۵: اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (آپ سے وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے) یعنی منافقین ان کی تعداد انتالیس ۳۹ تھی۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ (اور ان کے دِل شک میں پڑے ہوئے ہیں) ان کو اپنے دین میں اشتباہ ہے۔ اور اپنے عقیدہ میں وہ مضطرب ہیں۔ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ (پس وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں) وہ حیران ہیں کیونکہ تردد کا معنی شک و شبہ میں پڑنا۔ الثبات کا معنی دلیل سے کسی چیز کا ماننا۔

اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے:

آیت ۴۶: وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ (اگر وہ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا سامان درست کرتے) خروج یا جہاد کیلئے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل جاتے تو زیادہ فساد کرنے کے سوا کچھ کام نہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں تیزی کے ساتھ

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ

دوڑے پھرتے' اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ وہ پہلے سے

ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ

فتنہ پردازی کی فکر میں لگے رہے ہیں اور آپ کے لئے کارروائیوں کا الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا

اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ

حکم غالب ہوا حالانکہ ان کو ناگوار ہو رہا تھا اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

خبردار وہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

عُدَّةً (کسی قدر) تیاری، کیونکہ وہ خوشحال تھے۔ لو ارادوا الخروج کیونکہ خروج اور غزوہ کیلئے تیاری کرنے کی نفی کا معنی دے رہا تھا۔ تو فرمایا: وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا) انکا خروج کیلئے اٹھنا اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا۔ گویا اس طرح فرمایا ماخرجوا ولکن تثبطوا عن الخروج لکراهة انبعاثهم۔ وہ نہیں نکلے لیکن خروج سے باز رہے۔ کیونکہ وہ اٹھنا پسند نہیں کرتے۔ فَثَبَّطَهُمْ (اس لئے ان کو توفیق نہیں دی) پس ان کو سست کر دیا اور جانے کیلئے رغبت کمزور کر دی۔ التثبیط کسی معاملے سے بے رغبتی کرتے ہوئے رکنا۔ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا (اور یوں کہہ دیا گیا کہ تم یہاں بیٹھے رہو) انہوں نے ایک دوسرے کو کہا یا نمبر۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ناراض ہو کر کہا۔ نمبر۳۔ شیطان نے بطور وسوسہ کہا۔ مَعَ الْقٰعِدِيْنَ (اپاہج لوگوں کے ساتھ) اس میں ان کی مذمت ہے۔ اور ان کو عورتوں اور بچوں اور مزمن امراض والوں کے ساتھ شامل کیا گیا۔ جنکا کام ہی گھروں میں رہنا ہے۔

منافقین کے نکلنے میں فتنہ پردازی کا نقصان ہے:

آیت ۴۷: لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ (اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو نہ اضافہ کرتے) تمہارے ساتھ نکل کر اِلَّا خَبَالًا (مگر شر و فساد)

نحو: نمبر۱ یہ استثناء متصل ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ وہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کرتے سوائے فساد کے۔ نمبر۲۔ استثناء منقطع یہ

ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس الگ ہو جیسا کہتے ہیں ما زادو کم خیرًا الا خبالًا وہ تمہاری بھلائی میں اضافہ نہ کریں گے مگر فساد کا۔ اس کلام میں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔ جب مذکور نہ ہو۔ تو اس وقت استثناء کسی بھی چیز سے ہوتا ہے۔ پس استثناء متصل ہے۔ کیونکہ خبال اس کا بعض حصہ ہے۔ وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ (تو وہ تمہارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے) وہ تمہارے درمیان لڑائی جھگڑے اور چغل خوری کی کوشش کرتے اور باہمی معاملات کو بگاڑتے۔ کہا جاتا ہے وضع البعیر و ضعًا جبکہ اونٹ تیز چلے اور او ضعتہ انا مطلب یہ ہے کہ تمہارے درمیان اپنی سواریاں دوڑاتے اور اس سے مراد چغل خوری میں تیزی کرنا ہے۔ کیونکہ سوار پیدل سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

رسم الخط: ولَا او ضعوا الف زائدہ کے ساتھ۔ عربی خط سے قبل فتحہ کو الف کی صورت میں لکھا جاتا تھا اور عربی رسم الخط نزول قرآن کے قریبی زمانہ میں ایجاد ہوا۔ اور طبائع میں اس الف کا اثر باقی تھا۔ پس انہوں نے ہمزہ کو الف کی صورت میں لکھ دیا۔ اور دوسرے الف سے اس کو فتحہ دیا اور اس کی دوسری نظیر اَوْلَاَ اذْبَحَنَّهٗ (النمل: پ/۲۱) ہے۔

يَبْغُوْنَكُمُ (تمہارے درمیان) یہ او ضعوا کی ضمیر سے حال ہے۔ الْفِتْنَةَ (فتنہ پردازی کی فکر میں) وہ خواہش مند ہیں کہ تمہیں فتنے میں مبتلا کریں اس طرح کہ تمہارے درمیان اختلاف ڈالیں اور غزوہ کے متعلق تمہاری نیات میں بگاڑ و فساد پیدا کر دیں۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ (اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جاسوس ہیں جو تمہاری باتیں سن کر ان کو منتقل کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب سمجھے گا) مراد منافقین کو۔

منافقین کی ایک بڑی سازش:

آیت ۴۸: لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ (انہوں نے فتنہ پردازی کی فکر کی تھی) نمبر ۱۔ لوگوں کو منع کر کے۔ نمبر ۲۔ تبوک سے واپسی پر گھاٹی کی رات آپ پر اچانک حملہ کرنا چاہا۔ نمبر ۳۔ احد کے دن واپس لوٹ کر۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) غزوۂ تبوک سے پہلے وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ (اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے) آپ کے متعلق مختلف حیلے بہانے کئے اور آپ کا معاملہ خراب کرنے کیلئے اپنی آراء سے دامن تزویر پھیلایا۔ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ (یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا) وہ آپکی تائید و مدد ہے۔ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ (اور اللہ کا حکم غالب رہا) اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوا اور شریعت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا) ان کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

بعض منافقین کا عذر بر تر از گناہ:

آیت ۴۹: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ (ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھ کو اجازت دے دو اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالو) تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ یعنی گناہ میں۔ اس طرح کہ تم مجھے اجازت دے دو تا کہ تیری اجازت کے بغیر پیچھے رہ جانے سے میں گناہ میں مبتلا نہ جاؤں۔ نمبر ۲۔ تم مجھے ہلاکت میں مت ڈالو کیونکہ میرے چلے جانے سے میرے مال واہل ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ جد بن قیس منافق نے یہ بات کہی۔ کہنے لگا انصار کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شوق مند ہوں۔ تم

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا

اگر آپ کو اچھی حالت پیش آ جائے تو انہیں بری لگتی ہے' اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی

أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ

اپنا کام سنبھال لیا تھا اور پشت پھیر کر خوش ہوتے ہوئے چل دیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کے علاوہ ہمیں تکلیف نہ پہنچے گی جو اللہ نے

اللَّهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ

ہمارے لئے لکھ دی ہے وہ ہمارا کار ساز ہے اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ

تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمُ

تم ہمارے بارے میں یہی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تم پر

اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾

اپنے پاس سے کوئی عذاب بھیج دے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے دے' سوتم انتظار کرو بلا شبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں

رومیوں کی عورتوں میں لے جا کر مجھے فتنہ میں نہ ڈالو۔ کہیں ان کے عشق میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ البتہ مال سے معاونت کر سکتا ہوں۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے) فتنہ تو اصل وہی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں اور وہ جہاد سے تخلف ہے۔ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی) ابھی کیونکہ احاطہ کے اسباب ان میں موجود ہیں۔ نمبر۲۔ قیامت کے دن ان کو گھیرے گی۔

منافقین بیدار مغزی کے چیمپین:

آیت ۵۰: اِنْ تُصِبْكَ (اگر آپ کو پیش آتی ہے) بعض غزوات میں حَسَنَةٌ (کوئی اچھی حالت) کامیابی اور غنیمت تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ (تو وہ ان کے لئے باعث غم ہوتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے) تکلیف اور بعض غزوات میں سختی جیسا احد کے دن ہوا۔ يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا (تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر چکے تھے) وہ احتیاط، بیدار مغزی اور محتاط عمل جس کی ہم نشاندہی کرتے تھے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) اس واقعہ سے پہلے۔ وَيَتَوَلَّوْا (اور وہ چلے جاتے ہیں) وہ واقعہ کے مقام سے اپنے اہل کی طرف لوٹتے ہیں۔ وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (خوش ہوتے ہوئے) وہ خوش وخرم ہیں۔

آیت ۵۱: قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (آپ فرمادیں ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے) جو خیر وشر تقدیر میں تھا۔ هُوَ مَوْلٰنَا (وہ ہمارا مالک ہے) جو ہمارا نگہبان ہے اور ہم اس کی راہ میں چلنے والے ہیں۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنے چاہئیں) مومنوں کا حق یہی ہے

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا

آپ فرما دیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا' بلاشبہ تم نافرمان لوگ ہو اور ان کے

مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا

صدقات قبول کئے جانے سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا' اور یہ لوگ

يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

نماز نہیں پڑھتے مگر سستی کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى

سو آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں' اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں دنیا والی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعہ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ

عذاب دے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکل جائیں کہ کفر کی حالت میں ہوں۔ وہ لوگ قسم کھاتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں

وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا

حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ حاصل ہو جائے

لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

تو پیٹھ پھیر کر جلدی سے اسی کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ کریں۔

دو دو باتوں کے منتظر مؤمن مدد الٰہی و شہادت کے اور کافر عذاب اور کفر پر قتل کے:

آیت ۵۲: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ (آپ فرما دیں تم تو ہمارے بارے میں منتظر رہتے ہو) ہمارے متعلق منتظر ہو۔ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (مگر دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو) وہ مدد الٰہی اور شہادت ہے۔ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ (اور ہم تمہارے بارے میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں) دو میں سے ایک برائی کے حاصل ہونے کے یا تو اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ (کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے) وہ آسمان سے اترنے والا عذاب جیسا عاد و ثمود پر اترا۔ اَوْ بِاَيْدِيْنَا (یا ہمارے ہاتھ سے) عذاب، کفر میں قتل کیا جانا۔ فَتَرَبَّصُوْۤا (پس تم انتظار کرو) تم ہمارے بارے میں منتظر رہو۔ جب ہم نے ذکر کر دیا۔ اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (ہم تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں) کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔

آیت ۵۳: قُلْ اَنْفِقُوْا (آپ فرما دیں تم خرچ کرو) نیکی کے راستہ میں طَوْعًا اَوْ كَرْهًا (خوشی و ناخوشی) پسند و ناپسند۔

نحو : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔
قراءت: حمزہ، علی نے کُرْهًا۔کاف کی پیش سے پڑھا ہے۔ یہ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے۔

تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں:

مطلب یہ ہے۔لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ (تم سے کسی طرح قبول نہ ہوگا) ای انفقتم طوعًا او کرھا تم پسند و ناپسند جس صورت میں بھی خرچ کرو ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔اور دوسری آیت میں اسی طرح فرمایا۔استغفرلهم او لاتستغفر لهم (التوبہ۔ ۸۰)ان کے حق میں استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔
اور ایک شاعر کا یہ قول

اَبینی بنا اواحسنی لا ملومةً ☆ لدینا ولا مقلیّة ان تقلّت

ہم تمہیں ملامت نہ کریں گے تو ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے یا احسان سے پیش آئے اور اس کا عکس بھی جائز ہے جیسا اس قول میں۔رحم الله زیدًا اور اس کا معنی ان کی بات قبول نہ کرنا ہے۔کہ آپ ﷺ ان کی بات قبول نہ کریں۔ بلکہ رد کر دیں۔ یا اللہ اس کو ثواب و بہتری نہ دے (گویا بددعا ہے)طوعًا کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر۔ کرھًا کا مطلب لازم کرنے والے ہیں۔الزام کو اکراہ اسلئے کہا کیونکہ وہ منافق تھے۔انکا الزام انفاق تھا جو اکراہ کی طرح ان پر بھاری تھا۔اِنَّكُمْ (بلاشبہ تم) انفاق کو رد کرنے کی علت ذکر کی۔كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (بلاشبہ تم عدولی حکم کرنے والے لوگ ہو) سرکشی کرنے والے اور حدود کو توڑنے والے۔

صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے:

آیت ۵۴:وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ (اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے میں اور کوئی چیز مانع نہیں) حمزہ و علی نے يُقْبَلُ یا سے پڑھا ہے۔اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا (مگر یہ کہ انہوں نے کفر کیا) منع کا فاعل هم ہے۔اور ان تقبل مفعول ہے۔مطلب یہ ہے ان کے نفقات کو قبول نہ کرنے کی وجہ انکا کفر ہے۔بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ نماز نہیں پڑھتے مگر ناگواری سے) کسالٰی جمع کسلان اور وہ ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب نہیں ہیں۔نکتہ: پہلی آیت میں طوعا سے ان کی تعریف کی گئی اور یہاں اس کی نفی کر دی۔ کیونکہ طوع سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر اس کو خرچ کرتے ہیں۔ یا اپنے رؤسا کی مرضی کے بغیر اور یہ اطاعت بھی اضطراری ہے رغبت واختیار سے قطعاً نہیں۔وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (اور خرچ نہیں کرتے مگر ناپسندیدگی کے ساتھ)

منافقین کے لئے ان کے اموال باعثِ عذاب ہیں:

آیت ۵۵:فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پس ان کے مال اور

اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب میں گرفتار رکھے)الا عجاب بالشیء۔ کسی چیز پر رضامندی والی خوشی ہو اور اس کے حسن پر تعجب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ۔ نمبرا۔ ان کو جو دنیا کی زینت ملی ہے اس کو مستحسن مت قرار دو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس سے ان کو مصائب کے ساتھ سزا دینا مقصود ہے۔ نمبر۲۔ یا خیر کے راستوں پر خرچ کروا کر جبکہ اندرونی طور پر یہ نہیں چاہتے۔ نمبر۳۔ ان کے اموال لوٹ کر اور ان کی اولاد کو قید کر کے۔ نمبر۴۔ مال کو جمع کر کے۔ اس سے محبت کر کے اور اس کے متعلق بخل اختیار کر کے اور اس پر خوف ڈال کر ان کو عذاب دیا۔

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور ان کی جانیں کفر ہی کی حالت میں نکل جائیں) ان کی روحیں نکلتے وقت، الزھوق مشقت سے نکلنا۔ **نکتہ**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کیلئے اصلح اللہ تعالیٰ پر لازم والا معتزلہ کا عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اطلاع دی ہے کہ منافقین کو مال و اولاد تعذیب اور اماتت علی الکفر کیلئے دیا ہے۔ معاصی بھی اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں کیونکہ ارادہ عذاب خود اس چیز کا ارادہ ہے جس پر اسے سزا دی جارہی ہے۔ اسی طرح کفر پر مارنے کا ارادہ۔

منافقین کا دعویٰ مسلمانی ڈر کی وجہ سے:

آیت ۵۶: وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ (یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں) وہ من جملہ مسلمانوں میں سے ہیں وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ڈرپوک لوگ ہیں) وہ قتل سے ڈرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جانے والا ہے۔ پس تقیہ کے طور پر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں:

آیت ۵۷: لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً (اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی) بچنے کیلئے پناہ کی جگہ خواہ پہاڑ کی چوٹی ہو یا قلعہ یا جزیرہ۔ اَوْ مَغٰرٰتٍ (یا غار) غاریں اَوْ مُدَّخَلًا (یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ) سرنگ جس میں گھس سکیں۔ یہ دخل باب سے مفتعل کا وزن ہے۔ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ (تو یہ ضرور اس کی طرف تیزی سے چل دیتے) وہ ضرور اس کی طرف متوجہ ہونگے۔ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ (اس حال میں کہ منہ اٹھائے ہوئے) وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف جائیں گے کہ کوئی چیز ان کو واپس نہ کر سکے گی یہ الفرس الجموح منہ زور گھوڑے سے لیا گیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں' سو اگر ان میں سے ان کو دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں سے نہ دیا جائے

اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا

تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں' اور ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں جو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں دیا اور وہ یوں کہیں

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿٥٩﴾ ع ٧/١٧/١٢

کہ اللہ ہمیں کافی ہے۔ عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول ﷺ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي

صدقات صرف فقراء کے لئے اور مساکین کے لئے اور ان کارکنوں کے لئے ہیں جو صدقات پر متعین ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو اور

الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾

گردنوں کے چھڑانے میں' اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ کے راستہ میں' اور مسافروں کے لئے ہیں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

صدقات میں طعنہ زنی:

آیت ۵۸: وَمِنْهُمْ (اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں) منافقین میں سے مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ (جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں) صدقات کی تقسیم میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ (پس اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) اِذَا، مفاجات کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو نہ ملے تو اچانک ناراض ہو جاتے ہیں۔ منافقین کی یہ حالت بیان کی کہ ان کی ناراضگی یا رضامندی ذاتی ہے۔ دینی نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کیلئے ہے۔

آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقعہ پر اہل مکہ کی دلجوئی کیلئے ان کو غنائم میں سے کثرت سے مال عنایت فرمایا۔ اس پر منافقین کو تنگی اور اکتاہٹ محسوس ہوئی۔

ان کو تقسیم رسول دِل سے پسند کرنی چاہئے:

آیت ۵۹: وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (اور اگر وہ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور آئندہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور دیگا اور اس کے رسول دینگے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں) لَوْ، کا جواب محذوف

ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے: ولو انهم رضوا لكان خيراً لهم۔مطلب یہ ہے اگر وہ اس مال غنیمت پر راضی ہوجاتے جواللہ کے رسول نے ان کو دیا اور دل سے پسند کرتے خواہ انکا حصہ قلیل ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ اس طرح کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے لئے کفایت کرنے والا ہے۔اور اس کی مرضی ہمارے لئے کافی ہے اور جو ہمیں تقسیم کر کے دے دیا۔ وہ مناسب ہے۔عنقریب اللہ تعالیٰ اور مال غنیمت ہمیں عنایت فرمادیں گے اور اس کا رسول ﷺ اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے گا جتنا آج ہمیں ملا۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اس بات میں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں غنیمت عنایت فرمائے گا۔

اگلی آیت میں مال صدقات کو خرچ کرنے کے مواقع ذکر فرمادیئے۔

مواقع صدقات کی تفصیل:

آیت ۶۰: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا) اللہ تعالیٰ نے جنس صدقات کو ان محدود اقسام پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ افراد اس کے ساتھ خاص ہیں۔ان کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ جائیں گے گویا اس طرح فرمایا۔انما هی لهم لا لغيرهم ۔یہ انہی کے لئے ہیں نہ کہ اوروں کیلئے۔جیسا کہا جاتا ہے انما الخلافة لقریش اس سے مراد ان سے تجاوز نہ کرے گی اور نہ غیر کو ملے گی۔

البتہ یہ احتمال ہے کہ تمام اصناف میں خرچ کیا جائے یا بعض اصناف میں خرچ کر دینا کافی ہے۔جیسا کہ احناف کا قول ہے۔ حضرت حذیفہ۔ابن عباس وغیرہما صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی ہے۔جس قسم میں بھی تم نے خرچ کر دیا تمہارے لئے کافی ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام اصناف میں صرف کرنا ضروری ہے۔اور یہ عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے کیونکہ اس کے پاس اپنی موجودہ حالت کیلئے کافی ہے۔

مسکین وہ ہے جو سوال کرے کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں یہ پہلے سے حالت میں کمزور تر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے برعکس تعریف ہے۔

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا (اور وہ کارکن جو ان صدقات پر متعین ہیں) وہ لوگ جو صدقات کے جمع کرنے پر مامور ہوں۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل جوئی منظور ہو) اشراف عرب جن کے دلوں کی تالیف کیلئے تاکہ اسلام لے آئیں یا جو اسلام لے آئے ہیں وہ اس پر پختہ ہو جائیں۔آپ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا۔وَفِي الرِّقَابِ (اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے کے لئے) وہ مکاتب جن کو بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے رقم درکار ہے تاکہ وہ آزاد ہو جائیں۔وَالْغٰرِمِيْنَ (اور قرض داروں کے قرضہ کیلئے) جو قرض میں دبے ہوئے ہیں۔وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اللہ کی راہ میں) فقراء غازی یا وہ حاجی جو راستہ میں لٹ پٹ جائیں۔وَابْنِ السَّبِيْلِ (اور مسافروں کیلئے) وہ مسافر جو اپنے مال سے دور پڑا ہے۔

نکتہ: آخری چار میں لام کی بجائے فی لایا گیا ہے۔تاکہ یہ بتلایا جائے کہ یہ لوگ پہلے لوگوں کی نسبت صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔فی ظرفیت کے لئے ہے۔اس پر دینے والوں کو متنبہ کیا کہ یہ ایسے برتن ہیں جو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان میں صدقہ ڈالا جائے اور صدقہ کا مقام ان کو قرار دیا جائے۔اور فی کو فی سبیل اللہ اور ابن سبیل میں دوبارہ لا کر اشارہ کر دیا کہ ان کو رقاب اور

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس وہ تو کان ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ تمہارے لئے خیر کا کان ہیں وہ ایمان

بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

لاتے ہیں اور اللہ پر یقین کرتے ہیں مومنین کی بات کا اور وہ ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے مومن ہیں' اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٦١ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ

تکلیف دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ

وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٦٢ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ

اور اس کا رسول ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں اگر یہ لوگ مومن ہیں' کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ جو

يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝٦٣

شخص اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

الثلثة

غارمین کے مقابلہ میں ترجیح و فضل حاصل ہے ان کو صدقہ دو۔ منافقین کے تذکرہ کے دوران۔ اس آیت کو لا کر یہ دلالت کرنا مقصود ہے کہ مصارف صدقات یہی ہیں۔ اور نہیں، اور جب منافقین ان میں سے کسی قسم میں داخل نہیں۔ تو ان کو صدقات سے طمع ہٹا لینی چاہیے جب وہ صدقات کا مصرف نہیں تو ان کو اس مال سے کیا اور مال کو ان سے کیا تعلق۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس مال پر مسلط کرے ان کو اس پر اعتراض کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔ مؤلفۃ القلوب کا حصہ خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ساقط مانا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عنایت فرمائی اور اس بات سے مستغنی و بے نیاز کر دیا۔

قاعدہ : جب حکم کسی خاص مقصد کی وجہ سے لگا ہو تو اس مقصد کے حاصل ہونے اور ختم ہونے سے خود اٹھ جائے گا۔

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ (یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے) یہ فریضة کا لفظ مصدر مؤکد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ انما الصدقات کا معنی فرض الله الصدقات لهم۔ اب فریضة اسی کا مصدر لایا گیا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ بڑے علم والے) مصلحت کو حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) تقسیم میں حکمت والے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر ایذا دینے والے کہ یہ ''کان'' ہے:

آیت ۶۱: وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ تو ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں) الاذن سے مراد ایسا آدمی جو ہر سنی سنائی بات کی تصدیق کر دے۔ اور ہر ایک کی بات کو قبول کرلے اور اس ظاہری عضو کو بولتے ہیں جو سننے کا آلہ ہے۔ گویا کہ یہ آدمی صرف کان ہی کان ہے۔ دراصل اس سے

آپ کو تکلیف دینا مقصود تھا۔ اس سے وہ آپ کی مذمت کرنا چاہتے تھے کہ آپ عقل و قلب کے اعتبار سے فرزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا وہ مطلب بیان فرمایا جس میں آپ کی مدح اور ثناء تھی۔ (اور منافقین کے مقصد کی کنایۃً مذمت کر دی) قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّكُمۡ (آپ فرما دیں وہ نبی کان لگا کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ ہے رجل صدق مراد اس سے اس کی کثرت جود و صلاح ہے گویا کہ خود مجسمۂ صدق بن گیا۔ اس طرح ان کو فرمایا ہاں وہ کان ہیں لیکن وہ بہت خوب کان ہیں اور یہ مطلب بھی درست ہے وہ خیر و حق میں کان ہیں۔ اور اس میں جس کا سننا اور قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی بات میں کان نہیں ان کو بری بات سننا گوارا ہی نہیں۔ پھر خیر کے کان ہونے کی خود تفسیر فرمائی۔

يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ (کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں جس پر اس کی طرف سے دلائل قائم ہیں۔

وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (اور مومنین پر اعتماد کرتے ہیں) اور مخلص مؤمن مہاجرین و انصار کی بات کو قبول کرنے والے ہیں۔

فرق: ایمان باللہ کو با کے صلہ سے ذکر کیا اور کیونکہ اس سے وہ تصدیق مراد تھی جو کفر کی ضد ہے اور مؤمنین کیلئے لام کو استعمال کیا کیونکہ اس سے مقصود ان کی باتوں کا سننا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کو تسلیم کرنا۔ اور جو وہ کہیں اس میں ان کو سچا جاننا کیونکہ وہ سچے ہیں۔ یہ مراد ہے دوسرے ارشاد میں ہے وما انت بمؤمن لنا (یوسف:۱۷) با سے یہ خبر کس طرح دی جا سکتی ہے۔

وَرَحۡمَةٌ (اور مہربانی کرتے ہیں) اس کو اذن پر عطف کیا۔

قراءت: حمزہ نے ورحمةٍ کسرہ سے پڑھا اور خیر پر عطف کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا کان ہیں۔ اور رحمت کا کان ہیں ان دو کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں سنتے اور نہ قبول کرتے ہیں۔

لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ (ان لوگوں کے حق میں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں) یعنی وہ رحمت ہیں ان لوگوں کیلئے جو تم میں ایمان لانے والے ہیں یعنی ایمان کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اے منافقو! وہ تو تمہارا ظاہری ایمان قبول کرنے والے ہیں۔ تمہارے اسرار کو نہیں کھولتے اور نہ تم سے وہ سلوک کرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں اس طرح کہ ان کو کفر سے نکال کر ایمان کی طرف لائے۔ اور آخرت میں ان کی شفاعت اسی دنیا میں قبول کئے ہوئے ایمان کی وجہ سے ہوگی۔ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک سزا ہوگی) دونوں جہانوں میں۔

مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا' حالانکہ اللہ اور رسول کو راضی کرنا چاہئے:

آیت ۶۲: يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ لِيُرۡضُوۡكُمۡ (وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں) اس میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ منافقین طعنہ زنی کرتے یا جہاد سے تخلف اختیار کرتے پھر معذرت کیلئے آجاتے اور پکی قسمیں اٹھا کر معذرتیں پیش کرتے اور مسلمانوں کو راضی کرتے اس میں انہیں فرمایا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَحَقُّ اَنۡ يُّرۡضُوۡهُ اِنۡ كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ (حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں) یعنی اگر تم اپنے زعم و خیال کے مطابق مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کو اطاعت و وفاداری سے

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان باتوں کو بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں آپ فرما دیجئے

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

کہ تم مذاق بنالو۔ بلاشبہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو بس

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا

یونہی باتوں میں مشغول تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔ عذر

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً

بیان نہ کرو۔ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ہم عذاب دیں گے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸ ۱۴

اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

کرنا تمہارا فرض ہے۔ ہٗ کی ضمیر واحد لا کر بتلا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی ایک چیز ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے احسان زید واجماله نعشنی۔ اب احسان واجمال ایک شئی ہی ہے۔

نمبر۲۔ واللّٰہ احق ان یرضوہ ورسوله احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اس بات کے حق دار ہیں کہ اس کو راضی کیا جائے اور اس کا رسول بھی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے۔

اللہ ورسول کا مخالف جہنمی ہے:

آیت ۶۳: اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ (کیا ان کو معلوم نہیں کہ شان یہ ہے) معاملہ اور شان یہ ہے مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا) مخالفت میں جو حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ یہ حادد، مفاعلہ کے وزن پر ہے۔ یہ الحد سے بنا ہے۔ جیسا الشق سے المشاقہ فَاَنَّ لَهٗ (تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کیلئے) اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی فحق اَنَّ لَهٗ پس واقعہ یہ ہے کہ اسی کے لئے نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (دوزخ کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے)

منافقین کو اپنے متعلق سورت اُترنے کا خطرہ:

آیت ۶۴: يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ (منافق اس سے اندیشہ کرتے ہیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے ای لیحذر المنافقون۔

منافقین کو ڈرنا چاہیئے۔ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ (کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت اتار دی جائے) مکی و بصری قراء نے تُنْزِلَ تخفیف سے پڑھا ہے۔ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ (جوان کو منافقین کے دل کی بات پر مطلع کر دے) کفر اور منافقت۔ نمبر۱۔ اس میں ضمیریں منافقین کی طرف لوٹتی ہیں جب سورت ان کے متعلق نازل ہوتی ہے تو گویا ان پر اترتی ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے قل استهزءُ وا ۔ یہ استہزاء کرنے والے منافقین ہی تھے۔ نمبر۲۔ پہلی دونوں ایمان والوں کی طرف اور تیسری منافقین کی طرف اور یہ درست ہے کیونکہ معنی اس کی طرف لے جاتا ہے۔

امرِ تہدیدی:

قُلِ اسْتَهْزِءُ وْا (آپ فرما دیں کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو) یہ امر تہدید کیلئے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کا تم اندیشہ کرتے تھے) اس کو ظاہر کرنے والے ہیں جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یعنی تمہیں اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر ہے۔ چنانچہ منافقین ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں استہزاء کرنے پر محسوس کرتے کہ کہیں وحی نازل ہو کر ان کی رسوائی نہ کر دے۔ یہاں تک کہ بعض کہنے لگے کہ مجھے تو یہ پسند ہے۔ کہ سامنے لا کر سو کوڑے مار لیئے جائیں مگر کوئی رسوا کن چیز ہمارے بارے میں نہ اترنے پائے۔

استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا:

آیت ۶۵: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور کہہ دیں گے ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ منافقین کی ایک جماعت آپ سے آگے آگے چل رہی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے اس شخص کو دیکھو شام کے قلعے اور محلات فتح کرنا چاہتا ہے یہ بعید، بہت بعید ہے کہ یہ امید پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا آپ نے فرمایا احبسوا علی الرکب ان سواروں کو روک کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا تم نے یہ، یہ بات کی ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ یا نبی اللہ! ہم آپ کے متعلق یا آپ کے اصحاب کے متعلق کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ ہم ایسی بات میں مصروف تھے۔ جس سے سفر کی مشقت و صعوبت کم ہو۔ یعنی اگر آپ ان سے پوچھیں تم نے یہ کیوں کر کہا۔ تو ضرور یہ جواب دیں گے ہم تو ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ آپ ان کو فرما دیں۔

کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ و رسول ہی ملا ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ (آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے) نمبر۱۔ ان کی معذرت کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ پس ان کو اپنے استہزاء کا گویا معترف قرار دیا گیا۔ (کہ استہزاء کا تو تمہیں اعتراف ہے اور اب موقعہ جھوٹ بول کر دوسرا بتاتے ہو؟)

نمبر۲۔ ہمزہ تقریری کو باللہ و آیاته الآیة پر داخل کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کو اپنے استہزاء کا اعتراف تھا۔ کیونکہ یہ ہمزہ ثابت

وقف لازم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ بری باتوں کا حکم کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے ' سو اللہ انہیں بھول گیا ' بے شک منافقین

الْفٰسِقُوْنَ ٦٧ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

نافرمان ہی ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں سے اور منافق عورتوں سے اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ٦٨

رہنے والے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ کافی ہے اور اللہ نے ان کو ملعون قرار دیدیا اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

شدہ چیز پر داخل ہوتا ہے۔ گویا وہ مذاق کے معترف تھے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توبیخ کی کہ یہ موضوعِ سخن تمہارا غلط ہے۔

جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو توبہ کرو:

آیت ٦٦ : لَا تَعْتَذِرُوْا (تم اب بہانے مت کرو) اپنے جھوٹے اعذار میں مشغول مت رہو یہ تمہارا منافقت والا راز ظاہر ہونے کے بعد قطعاً فائدہ مند نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ (تم تو کفر کرنے لگے) تم نے تو اپنے استہزاء سے چھپا ہوا کفر ظاہر کر دیا۔ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (اپنے ایمان کے بعد) ایمان کے ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ (اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں) ان کی توبہ اور نفاق کے بعد مخلصانہ ایمان لانے سے نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (تو ہم دوسرے گروہ کو تو سزا دیں گے اس سبب سے کہ وہ مجرم تھے) نفاق پر اصرار کرنے والے اور اس سے توبہ کرنے والے نہ تھے۔

قراءت: تُعَذَّب طائفةٌ عاصم کے علاوہ دوسروں نے پڑھا ہے۔

منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں:

آیت ٦٧ : اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ (منافق مرد اور منافق عورتیں تعلیم دیتے ہیں) منافق مردوں کی تعداد تین سو (٣٠٠) اور عورتوں کی تعداد ایک سو ستر (١٧٠) تھی۔ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سب ایک طرح کے ہیں) گویا وہ ایک جان کی طرح ہیں۔ اس میں ان کے مؤمن ہونے کی نفی ہے اور ان کی تکذیب ان کے اس قول میں موجود ہے ویحلفون باللّٰہ انھم لمنکم اور یہ وما ھم منکم کو اور پختہ کر رہی ہے۔ ان کی تعریف ایسے الفاظ سے بیان فرمائی جو مسلمانوں کی حالت کے بالکل متضاد و مخالف ہے۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ (وہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں) کفر و معصیت کا وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں) اطاعت اور ایمان سے وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں) نیک مقام پر خرچ سے بخل برتتے ہوئے

اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہوئے

نَسُوا اللّٰهَ (وہ اللہ کو بھول گئے) اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا یا اس کے ذکر سے غفلت اختیار کی فَنَسِیَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال نہ کیا) ان کو اپنی رحمت و فضل سے محروم کر دیا۔اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (بلاشبہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں) وہ کامل فاسق ہیں جس کو کفر میں سرکشی اور ہر بھلائی سے علیحدگی کا نام دینا چاہئے مؤمن کے لئے یہ ڈانٹ کافی ہے کہ اس کے عمل پر اس برے نام کا اطلاق ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی انتہائی قابل مذمت صفت کہہ کر ذکر کیا۔(سورۂ حجرات کی آیت میں بھی فرمایا(بئس الاسم الفسوق بعد الایمان)

کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں:

آیت ۶۸ : وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں ان کے لئے خلود طے ہو چکا۔هِیَ (وہ) آگ حَسْبُهُمْ (ان کے لئے کافی ہے) اس میں ان کے عذاب کے بہت بڑے ہونے کی دلالت ہے کہ جس پر اضافے کی ضرورت نہیں۔وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا) ان کی تعذیب کے ساتھ توہین کی جائیگی اور ان کو مذمت میں ملعون شیاطین کے زمرہ میں شامل کر دیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (اور ان کے لئے لازوال عذاب ہوگا) جو اس جلدی ملنے والی زندگی میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی الگ نہ کیا جائے گا اور وہ۔نمبر۱۔منافقت کی مشقت۔نمبر۲۔مسلمانوں کے خوف سے باطن کا ظاہر سے مخالف ہونا۔نمبر۳۔رسوائی کا ہر گھڑی دغدغہ۔نمبر۴۔اسرار پر اطلاع کی صورت میں نزول عذاب کی لٹکنے والی تلوار۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا

جو تم سے پہلے تھے ' وہ لوگ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور مال و اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ سو انہوں نے اپنے حصہ سے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

فائدہ حاصل کیا جو تم سے پہلے تھے سو تم نے بھی اپنے حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

اور تم بھی ایسے ہی گھستے چلے گئے جیسا کہ وہ لوگ گھسے تھے۔ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو گئے '

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

اور وہ لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے یعنی قوم نوح ' اور عاد

وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والے لوگ ..... اور الٹی ہوئی بستیاں ' ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

لیکر آئے سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دُنیا کے مزے لوٹ کر عذاب کا شکار بنے، تم بھی بنو گے:

آیت ٦٩ : كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ۔ (تمہاری حالت ان لوگوں جیسی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں وہ طاقت کے اضافہ اور مال واولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پس انہوں نے اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا پس تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا) کاف کالذین میں محل رفع میں واقع ہے یعنی ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوئے۔ نمبر۲۔ یہ منصوب ہے فعلتم کی وجہ سے ای فعلتم مثل فعل الذین من قبلکم تم نے وہی فعل کیا جو ان لوگوں نے کیا جو تم سے پہلے ہوئے۔ اور وہ فعل یہ ہے کہ تم نے اپنے دنیوی حصہ سے خوب فائدہ اٹھایا جیسا ان لوگوں نے اٹھایا مطلب یہ ہے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھایا۔ الخلاق، حصہ یہ خلق سے بنا ہے۔ وہ اندازے کو کہتے ہیں۔ ماخلق للانسان کا معنی ماقدر من خیرٍ جو خیر مقدر ہو۔ وَخُضْتُمْ (اور تم بری باتوں میں گھس گئے) باطل میں

كَالَّذِيْ خَاضُوْا (جیساوہ گھسے تھے) اس فوج کی طرح جو گھسنے والی ہو۔ نمبرا۔ اس گھسنے کی طرح جیسے وہ گھسے۔ الخوض کا معنی لہو و باطل میں داخل ہونا۔

نکتہ : فاستمتعوا بخلاقهم کو پہلے ذکر کیا گیا حالانکہ استمتع الذين من قبلكم بخلاقهم اس کی جگہ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ اس لئے شروع میں لائے تا کہ پہلے لوگوں کا حظوظ دنیا سے لذت اندوز ہونا اور شہوات فانیہ میں مشغول ہونا ظاہر ہو۔ وہ دنیا میں پڑ کر عاقبت کو بالکل بھول گئے اور آخرت کی قطعاً طلب نہ رہی پھر کما استمتع لا کر موجودہ لوگوں کی حالت کو ان کی حالت سے تشبیہ دی۔ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (اور ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے) یہ اس قول کے بالمقابل لائے: وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (العنکبوت:۲۷) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں) پھر پہلے لوگوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے:

آیت ۷۰: اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ (کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام) یہ الذین سے بدل ہے۔ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ (اور عاد اور ثمود اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور اہل مدین) اہل مدین یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ (اور الٹی ہوئی بستیاں) قوم لوط کے شہر ائتفا کھن ان کی حالت خیر کو شر سے پلٹ دیا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (کہ ان کے رسول ان کے پاس صاف نشانیاں لے کر آئے پس اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا) یہ صحیح نہیں کہ اسی نے ان کو ظلم سے ہلاک کیا ہو کیونکہ وہ حکیم ہے بلا جرم سزا نہیں دیتا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کفر اور تکذیب رسل کے ساتھ۔

وَقفِ لازم

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ

اور برائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾ وَعَدَ اللّٰهُ

فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔ اللہ نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ

مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ایسے عمدہ مکانوں کا

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾

رکوع ۱۵

وعدہ فرمایا جو ہمیشگی والے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

مؤمن مردوں، عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی:

آیت ۷۱: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں) تناصر و تراحم میں يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (وہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں) اطاعت و ایمان کے ذریعہ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) شرک اور معصیات وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا) سین لائی گئی جو بہر صورت وجود رحمت کا فائدہ دے رہی ہے۔ اس سے وعدے کی تاکید کر دی جیسا کہ وعید میں یہ سین وعید کی تاکید کیلئے آئی ہے مثلاً سانتقم منك یوماً۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے) ہر چیز پر غالب ہے اور قادر ہے ثواب و عقاب دے سکتا ہے حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنے والا ہے۔

ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ:

آیت ۷۲: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً (اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور شاندار مکانوں کا) جن میں زندگی خوب گزرے گی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موتیوں کے محلات، یاقوت احمر

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا

اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد

بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ

کافر ہوگئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور صرف انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیا۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾

دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے روئے زمین میں نہ کوئی یار ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

اور زبرجد کے بنگلے۔ فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ (جوکہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے) عدن یہ نام ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ (مریم: ٦١)

نکتہ: الذی اور التی کو جملہ کے شروع میں لاتے ہیں جبکہ جملہ کو معرفہ کی صفت بنائیں۔ پس عدن یہاں اسی طرح لایا گیا ہے۔ یہ جنت کا شہر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی) اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سے کچھ اَكْبَرُ (سب سے بڑی چیز ہے) ان تمام سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی رضا ہر سعادت و کامیابی کا اصل سبب ہے۔ ذٰلِكَ (یہ) نمبر ١۔ اس وعدے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نمبر ٢۔ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (بڑی کامیابی ہے) صرف یہی کامیابی ہے وہ کامیابی نہیں جس کو لوگ کامیابی قرار دیتے ہیں۔

کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں:

آیت ٧٣: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی جہاد کریں کفار سے) تلوار سے وَالْمُنٰفِقِيْنَ (اور منافقین سے) دلیل سے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سختی کریں) ان دونوں جہادوں میں اور ان سے مت ڈرو۔

مَسْئَلَہ: ہر وہ شخص جس کے عقیدہ میں خرابی ہو اس کا یہی حکم ہے کہ دلیل سے اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اور اس کے معاملے میں حتی الامکان سختی برتی جائے گی۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے) جہنم۔

آیت ٧٤: شَانِ نُزُول: رسول اللہ ﷺ نے دو ماہ تک تبوک میں قیام فرمایا۔ آپ پر قرآن مجید اترتا رہا۔ منافقین متخلفین

کے سربستہ عقائد کو طشت از بام کرتا رہا۔ان میں سے جو ساتھ تھے وہ ان آیات کو سنتے رہے ان میں سے ایک جلاس بن سوید تھا۔ اس نے آیات کو سن کر کہا اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بات ہم پیچھے رہ جانے والے سرداروں کے متعلق درست ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ برے ہیں۔اس پر عامر بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے جلاس کو کہا جی ہاں محمد ﷺ صادق المصدوق ہیں۔اور تو گدھے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلایا۔تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی۔اس پر عامر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی **اللّٰهم انزل علی عبدك و نبیك تصدیق الصادق و تكذیب الكاذب** اس پر یہ آیت اتری۔

منافقین کا کلمۂ کفر:

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ (وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی) نمبر ۱۔یہ کلمہ **ان كان ما یقول محمد حقا فنحن شر من الحمیر۔**

جلاس کی توبہ:

نمبر ۲۔استہزائیہ کلمات۔اس پر جلاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں نے یہ کلمات کہے ہیں عامر نے سچ کہا ہے جلاس تائب ہوگیا اور آئندہ اس کی توبہ پکی رہی۔وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے) اسلام کے اظہار کے بعد کفریہ کلمات کا اظہار کیا۔

مَسْئَلَہ: اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **وكفروا بعد اسلامهم۔** اسلام کے انکار کو کفر قرار دیا جیسا کہ ایمان کا انکار کفر ہے۔وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا (اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی) نمبر ۱۔حضرت محمد ﷺ کو قتل کا منصوبہ نمبر ۲۔عامر کو قتل کا منصوبہ کیونکہ انہوں نے جلاس کا اسی لمحہ جواب دیا۔نمبر ۳ عبداللہ بن ابی کی تاج پوشی کا منصوبہ تیار کیا اگرچہ رسول اللہ ﷺ پسند نہ کریں۔

کیا یہ احسان کا بدلہ ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا (اور انہوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے) انہوں نے عیب نہیں لگایا اور اوپری حرکت کا ارتکاب نہیں کیا۔ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق ہی سے مالدار کر دیا) یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت تنگی والی زندگی گزار رہے تھے۔نہ گھوڑوں پر سواری نہ حصول غنیمت۔آپ کی تشریف آوری کے بعد مالدار ہوگئے۔جلاس کا غلام قتل ہوگیا۔آپ ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم دلوائی جس سے وہ مالدار ہوگیا۔

دعوتِ توبہ:

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا (پس اگر وہ توبہ کریں) منافقت سے یَكُ ثواب ہوگا جو خَیْرًا لَّهُمْ (ان کے لئے بہتر ہوگا) یہ آیت کا وہ حصہ ہے جس پر جلاس کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ مخلصانہ تائب ہوگیا۔ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا (اور اگر روگردانی کریں) نفاق پر اصرار کریں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اوران میں بعض ایسے ہیں جواللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور ضرور خیرات کریں گے اور ضرور ضرور ہم نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے

فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمادیا تو اس میں کنجوسی کرنے لگے اور وہ اعراض کرتے ہوئے روگردانی کر گئے سو اللہ نے اس دن تک جو اللہ کی ملاقات کا

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

دن ہوگا ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا) دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (اوران کا دنیا میں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار) جو ان کو عذاب سے نجات دلائے۔

آیت ۷۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ (اوران میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں) روایت میں ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عنایت فرمادے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! قلیل مال جس کا شکریہ ادا کیا جائے وہ اس کثیر سے بہت بہتر ہے جس کے شکریہ کی طاقت نہ ہو۔ اس نے درخواست کا اعادہ کیا اور کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ مال دے دیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق دونگا۔ آپ نے دعا فرمادی۔ اس نے بکریاں خریدیں وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ میں اس کی اپنی جگہ تنگ ہو گئی۔ پس اس نے وادی میں جا کر ڈیرہ لگا دیا اور جمعہ و جماعت سے منقطع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا مال اسقدر بڑھ گیا ہے کہ وادی میں وہ سما نہیں سکتا۔ تو آپ نے فرمایا ویح ثعلبة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے والوں کو بھیجا۔ لوگوں نے اپنے صدقات ان کو دیے۔ ثعلبہ کو بھی انہوں نے صدقہ کیلئے کہا تو کہنے لگا یہ جزیہ ہے پھر ان کو کہا واپس جاؤ تا کہ میں اپنی رائے قائم کرلوں۔ جب وہ واپس لوٹے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں قاصد کوئی بات کرتے۔ یا ویح ثعلبة! یا ویح ثعلبة پس یہ آیت اتری۔ پھر ثعلبہ صدقہ لے کر آیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صدقہ لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں صدقہ لایا

انہوں نے منظور نہ کیا۔خلافت عثمانی میں وہ مر گیا۔(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ۔مگر اس کی اسناد میں اسقدر ضعف ہے کہ قابل حجت نہیں۔ایسا واقعہ تو کثرت سے نقل ہونا چاہیئے تھا جبکہ احادیث کی کتابوں میں دور تک انکا نشان بھی نہیں ملتا۔فافہم وتدبر)

لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِہٖ (کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرما دے)یعنی مال لَنَصَّدَّقَنَّ (تو ہم خوب خیرات کریں) ہم صدقہ ضرور نکالیں گے۔ نصدّ قن اصل میں نتصد قن ہے تا کو صاد میں ادغام کر دیا کیونکہ دونوں میں قرب مخرج پایا جاتا ہے۔وَلَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور ہم خوب نیک کام کیا کریں)صدقہ نکال کر۔

مال ملا تو بخل کرنے لگے:

آیت ۷۶: فَلَمَّآ اٰتٰھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ (پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا) اللہ تعالیٰ نے ان کو دے دیا اور انہوں نے اپنی تمنا پالی۔بَخِلُوْا بِہٖ (تو وہ اس میں بخل کرنے لگے)انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق روک لیا اور وعدہ وفائی نہ کی۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی کرنے لگے)اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ (اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں)اعراض پر انکا اصرار قائم رہا۔

پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا:

آیت ۷۷: فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا) بخل نے ان کے دلوں میں نفاق کو پختہ کر دیا کیونکہ نفاق کا وقتی سبب یہی بنا۔اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ (جو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے دن تک رہے گا)اپنے فعل کی سزا پائیں گے وہ دن قیامت کا ہے۔بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ (اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف ورزی کی اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے)اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو صدقہ ،صلاح کا وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی تو جھوٹے ثابت ہو گئے۔اسی لئے وعدہ خلافی کو نفاق کا تیسرا حصہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے:

آیت ۷۸: اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا (کیا ان کو یہ خبر نہیں)وہ منافقین اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ (کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز معلوم ہے) وعدہ کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں جو نفاق کا پختہ ارادہ چھپایا ہوا ہے۔وَنَجْوٰھُمْ (اور ان کی سرگوشی بھی) دین کے متعلق جو مطاعن اپنی خفیہ مجالس میں بکتے ہیں۔اور صدقات کو جزیہ کہتے ہیں۔اور اس کو روکنے کی تدابیر اور بہانے کرتے ہیں۔وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں)اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

یہ ایسے لوگ ہیں جو ان مومنین پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقات دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو اپنی محنت کے علاوہ

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٩

کچھ میسر نہیں آتا، سو یہ ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں نہ بخشے گا۔

ع ۱۰ ۱۶ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٨٠

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نفلی صدقات والوں پر طعنہ زنی:

آیت ۷۹: اَلَّذِيْنَ (یہ ایسے لوگ ہیں) نمبر۱۔ یہ محل نصب میں ہے۔ نمبر۲۔ ذم کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ نمبر۳۔ سرھم و نجواھم کی ضمیر سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ (جو ان نفل صدقہ دینے والوں پر طعن کرتے ہیں) جو نفلی صدقات و تبرعات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ (جو ایمان والوں میں سے ہیں صدقات کے سلسلہ میں) یہ یلمزون کے متعلق ہے روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر آمادہ کیا۔ عبدالرحمان بن عوف چار ہزار درہم لائے۔ اور عرض کی میرے پاس آٹھ ہزار تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے رب کو قرض دے دیے۔ اور چار ہزار اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ لیئے۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بارك الله فيما اعطيت و فيما امسكت (رواہ البزار) اللہ تعالیٰ نے ان کو برکت عنایت فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی تماضر سے ان کی صلح آٹھویں حصہ کے ربع پر ہوئی جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ حضرت عاصم نے صدقہ میں کھجور کا ایک وسق خرچ کیا۔ وَالَّذِيْنَ (اور ان لوگوں پر) اس کا عطف المطوعین پر ہے۔ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (جن کو میسر نہیں مگر صرف محنت و مزدوری) اپنی طاقت (کی مقدار) نافع نے جَهدهم پڑھا۔ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں بعض نے کہا الجُهد طاقت اور الجَهد مشقت۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجور لائے اور عرض کی میں نے تمام رات دو صاع کھجور کے بدلے اونٹ کی رسی کھینچی۔ ایک صاع اہل و عیال کیلئے چھوڑا اور ایک صاع حاضر خدمت کر دیا۔ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا عبدالرحمان اور عاصم نے تو ریاکاری کیلئے خرچ کیا ہے۔ اور ابو عقیل نے جو صاع دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ (پس ان کا مذاق اُڑاتے ہیں) سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ ان کی مسخری پر ان کو بدلہ دے گا) اور یہ اگرچہ صورت میں بددعا معلوم ہوتی ہے مگر یہ خبر ہے بددعا نہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے

دردناک سزا ہوگی) دردانگیز۔

آیت ۸۰ : جب عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی میرا والد بیمار ہے اس کے لئے استغفار فرمادیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

عبداللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں) یہ امر خبر کے معنی میں ہے گویا اس طرح فرمایا گیا لن یغفر اللّٰہ لھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا آپ نے ان کے لئے استغفار کردیا۔ یا نہیں کیا۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اگر آپ ان کے لئے استغفار کریں گے ستر مرتبہ بھی تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا) السبعون کا عدد اہل عرب کے ہاں کثرت بیان کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تحدید وغایت کیلئے یہاں نہیں لایا گیا۔ اس لئے کہ اگر آپ ساری زندگی ان کے لئے استغفار کرتے تب بھی ان کے لئے معافی نہ تھی کیونکہ وہ کافر تھے اللہ تعالیٰ کافر کی بخشش نہیں فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے استغفار کے اندر مبالغہ کیا تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ فرمائیں گے۔

نکتہ: سبعین کا تذکرہ بہت سی روایات میں آیا ہے، وہ تمام روایات کثرت پر دلالت کرتی ہیں تحدید وغایت کو بیان نہیں کرتیں۔ تمام اعداد میں ستر کا عدد منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدد دو قسم کے ہیں نمبرا۔ قلیل۔ نمبر۲۔ کثیر۔ قلیل تین سے کم ہوتا ہے اور کثیر تین سے اوپر تمام گویا کثیر کا سب سے چھوٹا عدد تین ہے اور بڑے کی کوئی حد نہیں۔ پھر عدد کی ایک تقسیم ہے۔ نمبرا۔ عدد طاق۔ نمبر۲۔ عدد جفت۔ سب سے پہلا جفت ۲ دو ہے۔ اور سب سے پہلا طاق ۳ تین ہے۔ اور ایک عدد نہیں۔ ان دونوں قسموں کی پہلی جمع کثرت سات ہے کیونکہ اس میں ۳ ایک طاق اور تین جفت ہیں اور دس کامل حساب ہے۔

کیونکہ دس سے بڑھ کر تو احاد کی اضافت عشرہ کی طرف ہی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ اثنا عشر، ثلاثہ عشر بیس تک۔ اور عشرون میں عشرہ کو دو مرتبہ لایا گیا۔ ثلاثون میں تین مرتبہ دس کو دہرایا گیا۔ اسی طرح سو تک۔ پس ستر کا عدد کثرت اور نوع کو جامع ہے۔ اور کثرت اسی سے ہے۔ اور کمال حساب اور کثرت اسی سے ہے۔

گویا کمال حساب اور کثرت دونوں کو اس نے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اس لئے اہل عرب سے سبعون کو کثیر عدد میں سب سے کم درجہ کا عدد ہر بات کا لحاظ کر کے شمار کرلیا۔ کثرت کی تو کوئی انتہاء نہیں۔ پس سبعین کی تخصیص ممکن ہے اسی حکمت کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم ذٰلِكَ (یہ) یہ مغفرت سے یاٗس کی طرف اشارہ ہے۔ بِاَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے) اس سبب سے کہ وہ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا) کفار کیلئے مغفرت نہیں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا) وہ ایمان سے نکلنے والے ہیں جب تک کہ کفر و سرکشی کو اپنے لئے منتخب کرنے والے ہیں۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیچھے ڈالے گئے۔ وہ اپنے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہوئے اور انہیں یہ ناگوار ہوا کہ اپنے مالوں اور

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ

جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں' اور کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلو۔ آپ فرما دیجئے کہ دوزخ کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

یہ لوگ سمجھتے۔ سو یہ لوگ تھوڑا سا ہنس لیں اور زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

سو اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز کبھی

مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا

میرے ساتھ نہ نکلو گے اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی ہو گئے۔ سو تم پیچھے رہ جانے والوں کے

مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

ساتھ بیٹھے رہو۔

تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی:

آیت۸۱: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ (یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے) نمبرا۔ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور ان کو اجازت دے دی گئی اور غزوۂ تبوک میں ان کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ نمبر۲۔ جو لوگ سستی سے پیچھے رہ گئے اور ان کو نفاق اور شیطان نے اس بات پر آمادہ کیا۔ بِمَقْعَدِهِمْ (اپنے بیٹھ رہنے پر) غزوہ میں نہ جانے کی بناء پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں یہ مفعول لہ یا حال ہے ای قعدوا لمخالفته یامخالفین لهٗ وہ مخالفت کی وجہ سے بیٹھ رہے یا اس حال میں بیٹھ رہے کہ وہ آپ کی مخالفت کرنے والے تھے۔ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور ان کو ناگوار ہوا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کریں) انہوں نے وہ نہ کیا جو مسلمان کرتے ہیں۔ اپنی جان اور مال کا نذرانہ بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کو ناپسند کیوں نہ کرتے۔ جبکہ ان میں ایمان اور یقین کے دواعی میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور ان میں سے جو کوئی شخص مرجائے آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں' بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ نافرمان تھے اور آپ کو ان کے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ

يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

ان کو ان چیزوں کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔

استہزائی جملے:

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ (اور کہنے لگے تم گرمی میں جہاد کیلئے نہ نکلو) نمبر۱۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا نمبر۲۔ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کیلئے کہا۔ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے) اسمیں ان کی جہالت کو واضح کیا کہ ایک گھڑی کی مشقت سے جو اپنے کو بچائے اور اس کی وجہ سے ہمیشہ کی مشقت میں مبتلا ہوئے وہ تو عقل مند کیا اجہل الجاہلین میں سے ہے۔

آیت ۸۲: فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (پس یہ ہنسیں گے تھوڑا اور روئیں گے بہت) وہ دنیا میں اپنے پیچھے رہنے پر ذرا سی خوشی منالیں آخرت میں ان کو اس کی سزا میں بہت رونا پڑے گا۔

نکتہ: یہاں خبر کو امر کے انداز سے ذکر کر کے اس کا حتمی اور لازمی ہونا بتلایا کہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ پیش آئے گی۔ روایت میں ہے کہ منافقین آگ میں دنیا کی عمر کی مقدار روتے رہیں گے ان کے آنسو رکنے نہ پائیں گے اور نہ ہی پلک جھپک کیلئے نیند کریں گے۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے) نفاق سے جو کماتے تھے۔

آیت ۸۳: فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ (پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لائے) اللہ تعالیٰ آپ کو تبوک سے واپس لے جائیگے۔ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ (انکے کسی گروہ کی طرف) یہاں طائفہ فرمایا اسلئے کہ بعض نے توبہ کرلی اور بعض طبعی موت مر گئے۔ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ (پھر یہ لوگ نکلنے کی اجازت مانگیں) غزوۂ تبوک کے بعد والے غزوہ میں فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا (تو آپ فرما دیں کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ نکلو گے) قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یا کے سکون سے یخرجوا پڑھا ہے۔ وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا (اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے لڑو گے) حفص نے مَعِيَ پڑھا۔ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا) پہلی مرتبہ جب تمہیں تبوک کی طرف بلایا گیا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ (پس تم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو) انکے ساتھ جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہے ہیں۔

آیت ۸۴: عبداللہ نے اپنے والد عبداللہ بن ابی کے متعلق درخواست کی کہ آپ میرے باپ کے کفن کیلئے اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائیں اور اس پر نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ آپؐ نے قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ آڑے آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اے عمر! یہ بات

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے لوگ آپ سے اجازت

الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں، یہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ گھروں میں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں

وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ نہیں سمجھتے۔

اسکو نفع نہ دیگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی ایمان لے آئیں گے۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) پس یہ آیت اتری۔
وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں) منہم سے مراد منافقین ہیں اور صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے روایت میں ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی مخلصانہ اسلام لے آئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ثوب نبوی کے ساتھ تبرک کا خواہش مند تھا۔ مَّاتَ (جو کوئی مر جائے) یہ احد کی صفت ہے اور اَبَدًا (کبھی) یہ تُصَلِّ کا ظرف ہے۔

عادتِ طیبہ: آپ ﷺ جب میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے ہیں) اس لا تقم کی نہی فرمانے کی علت ذکر فرمائی گئی ہے کہ یہ دعا کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

ان کا مال و اولاد ان کے حق میں سوہانِ روح ہیں:

آیت ۸۵: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کا آخری سانس حالت کفر ہی میں نکلے) مبالغہ اور تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ تاکہ مخاطب بھولنے نہ پائے۔ اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اہم ترین بات ہے اور ہر آیت میں ایک گروہ کا تذکرہ ہے جو دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔

جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں:

آیت ۸۶: وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (جب کبھی کوئی سورت اتاری جاتی ہے) اس سورت سے مکمل سورت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ اور سورت کا بعض حصہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے جیسا کہ قرآن اور کتاب کا لفظ تمام اور بعض ہر دو پر بولا جاتا ہے۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ (اور اس میں یہ نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ) با محذوف ہے ای بِاَنْ اٰمِنُوْا یا اَنْ مفسرہ ہے۔ یہ کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں) مال و وسعت والے وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ (اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیں کہ ہم

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور یہ وہ لوگ ہیں

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جن کے لئے خوبیاں ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں

۱۱ ۹ ۱۷ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ

اور دیہاتوں میں سے کچھ لوگ بہانہ کرنے والے آئے تاکہ ان کو اجازت دے دی جائے' اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا

جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھے رہ گئے' جو لوگ ان میں سے کفر ہی پر رہیں گے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ضعیفوں اور مریضوں

عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ

اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے خلوص دل سے

وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ لا

حاضر ہوں ' محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے ' اور ان

بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں) ان لوگوں کے ساتھ جن کو نہ جانے کیلئے مرض، اپاہج پن کا عذر ہے۔
وہ خانہ نشینی کے خواہاں ہیں: آیت ۸۷: رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے) الخوالف سے عورتیں مراد ہیں اس کی واحد خالفہ ہے۔ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی) کفر و منافقت کو اختیار کرنے کی وجہ سے مہر کر دی گئی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس وہ نہیں سمجھتے) جہاد میں کیا سعادت مندی اور کامرانی مخفی ہے اور پیچھے رہنے میں کیا شقاوت و ہلاکت ہے۔

رسول اور مؤمن جہاد کرنے والے ہیں:

آیت ۸۸: لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان والے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) اگر یہ لوگ نہیں گئے تو ان سے بہت بہتر لوگ تو غزوہ کیلئے

گئے۔وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ (انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں) خیرات کا لفظ دونوں جہان کی کامیابیوں کو شامل ہے کیونکہ لفظ مطلق ہے اور اسمیں گنجائش ہے۔نمبر۲۔حوریں مراد ہیں کیونکہ اس ارشاد میں ہے فیھن خیراتٌ حسان۔ (الرحمان: ۷۰)وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) ہر مطلوب ان کو ملے گا۔

جنت کے حقدار:

آیت۸۹:اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنگے یہی بڑی کامیابی ہے)اَعَدَّ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ جنت مخلوق ہے۔

بہانہ باز دیہاتی:

آیت۹۰:وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (اور دیہاتیوں میں سے کچھ بہانہ باز لوگ آئے تا کہ ان کو اجازت مل جائے) نمبر۱۔اس حکم میں عذر کی بناء پر اجازت دی جائے۔جبکہ اس سے اسمیں کوتاہی اور سستی ہوگئی ہو۔اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو وہم ہے کہ وہ پیچھے رہنے میں معذور ہے حالانکہ اس کو کوئی عذر نہیں۔

نمبر۲۔المعذرون اصل میں المعتذرون ہے تا کو دال میں ادغام کردیا۔اور حرکت عین کو دی۔اس سے مراد باطل معذرتیں بنانے والے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنواسد، بنوغطفان ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے اہل وعیال ہیں اور ہم میں تنگدستی ہے پس ہمیں پیچھے رہنے کی اجازت دے دیں۔وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا) یہ منافق دیہاتی ہیں، جو نہ آئے اور نہ ہی معذرت پیش کی اس سے ظاہر ہوگیا کہ ایمان کے دعوی میں انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے جھوٹ بولا ہے۔سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (جو ان میں سے کافر ہیں گے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا) دیہاتیوں میں سے جو کافر ہیں دنیا میں قتل کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں۔

ضعفاء ومعذورین کا استثناء:

آیت۹۱:لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ (کم طاقت لوگوں پر نہیں) بوڑھے اور اپاہج وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ (اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں) یہ مزینہ، جہینہ اور بنی عذرہ کے فقراء مراد ہیں۔ حَرَجٌ (کوئی گناہ) گناہ اور تاخیر کرنے میں تنگی اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھیں) اس طرح کہ ظاہر و پوشیدہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں جیسا کہ مخلص اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے۔مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (نیکوں کاروں پر نہیں ہے) مخلص معذورین مِنْ سَبِيْلٍ (کسی قسم کا الزام) یعنی ان پر نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی عتاب کے مستحق ہیں۔وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اور اللہ بڑی مغفرت والے) ان کی پیچھے رہنے والی خطاء معاف فرمادیں گے۔رَّحِيْمٌ (رحم والے ہیں) ان پر مہربان ہیں۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ

اور لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواری دے دیں۔ آپ نے کہہ دیا کہ میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر دوں۔

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝٩٢ اِنَّمَا

وہ اس حال میں واپس ہو گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔ الزام تو

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٩٣

رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔

زادِ سفر سے معذور لوگ:

آیت ۹۲: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ (اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس آئے اسلئے تا کہ آپ ان کو سواری دیں) سواری عنایت کریں قُلْتَ (آپ نے کہہ دیا) یہ اَتَوْكَ کی کاف سے حال ہے اور اس سے پہلے قد مضمر ہے ای اذا اتوك قائلاً۔ جب وہ یہ کہتے ہوئے آئے کہ ہمیں سواری دیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا (میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں آپ کو سوار کر دوں تو وہ واپس چلے جاتے ہیں) یہ اذا کا جواب ہے وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں) بہتے ہیں تفیض دمعًا بنسبت یفیض دمعها سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ انہیں آنکھ کو اس طرح قرار دیا گویا وہ چھلکتے آنسو ہیں۔ من بیانیہ ہے جب کہتے ہیں افديك من رجل جار و مجرور ملکر تمیز کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قلت لا اجد جملہ مستانفہ ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا اذا ما اتوك لتحملهم تولوا۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تا کہ تم ان کو سواری دو وہ واپس لوٹتے ہیں۔

تو سوال پیدا ہوا وہ روتے ہوئے کیوں واپس لوٹ رہے ہیں؟ تو جواب دیا۔ قلت لا اجدما احملكم عليه۔ تم نے کہا میرے پاس تمہیں دینے کیلئے سواری نہیں۔ البتہ اس جملے کو شرط و جزاء کے درمیان معترضہ جملہ کی طرح لایا گیا ہے۔ حَزَنًا (اس غم میں) یہ مفعول لہ ہے اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں) اسلئے کہ وہ خرچہ کیلئے کچھ نہیں پاتے۔ یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا ناصب حَزَنًا ہے نمبر ۱ سواری طلب کرنے والے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ نمبر ۲۔ رونے والے چھ انصاری ہیں۔

مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں:

آیت ۹۳: اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ (صرف الزام ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت چاہتے ہیں) پیچھے رہنے میں وَهُمْ اَغْنِيَآءُ رَضُوْا (باوجود اسکے کہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے) رضوا یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا گیا کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مالدار ہونے کے باوجود اجازت طلب کی۔ تو جواب ملا وہ اس بات پر راضی اور خوش ہیں بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (کہ وہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہیں) کہ وہ بھی من جملہ خوالف کی لڑی میں پروئے جائیں وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی جسے وہ جانتے ہی نہیں)

ختم جلد اوّل